

ان من البيان لمر

بعض بیان جاو کی تاثیر رکھتے ہیں

جناب شمس العلماء ڈاکٹر مسعودی حافظہ خیر اللہ صاحب حرم مفتور ایل ایل ڈی وی او ایل ڈی کلکٹر سہارو ممبر بورڈ آف رونیوسہ کار عالی نظام کے

لکھنؤ کا محبہ

(جلداول)

جس میں ۱۸۸۶ء سے لے کر ۱۸۹۵ء تک کے بائیس لکچر ہیں

مرتبہ صاحب تعلقہ دارالکلمۃ بنیشتہ سرکار عالی نظام
خلف الصدق جناب لکچر امیرور

الحمد لله
المتطابق ١٩١٨

محمد قادر علی خان صوفی کے اہتمام سے

مجلس الشورى

136
186

M.A.LIBRARY, A.M.U.



U35431

فہرست متعلقہ مجموعہ کچھ جلد اول از اکتوبر ۱۸۹۵ء تا جون ۱۸۹۵ء

صفحہ	تاریخ	خلاصہ	مقام	سال	نمبر
۶	۵	۲	۳	۲	۱
۷	۳	دیباچہ طبع اول	-	-	-
۱۸	۸	دیباچہ طبع ثانی	-	-	-
۳۶	۱۹	انڈین نیشنل کانگریس کے خلاف	دہلی	۱۸۹۵ء	۱
۲۵	۳۷	تجویز اجرائے مدرسہ طبیہ	دہلی	۱۸۹۵ء	۲
۹۹	۳۶	مسلمانوں کی تعلیمی حالت پر ایجوکیشنل کانگریس کے	لاہور	۱۸۹۵ء	۳
۱۳۰	۱۰۰	تیسرے سالانہ جلسے میں۔	لاہور	۱۸۹۵ء	۴
۱۷۳	۱۳۰	انجمن حمایت اسلام کے چوتھے سالانہ جلسے میں۔	لاہور	۱۸۹۵ء	۵
۱۸۱	۱۷۵	مسلمانوں کی حالت پر محمدن ایجوکیشنل کانگریس کے	دہلی	۱۸۹۵ء	۶
۲۲۰	۱۸۱	چوتھے سالانہ جلسے میں۔	لاہور	۱۸۹۵ء	۷
۲۲۵	۲۲۰	جلسہ افتتاح مدرسہ طبیہ۔	دہلی	۱۸۹۵ء	۸
۲۳۹	۲۲۵	اثبات اصول اسلام۔ انجمن حمایت اسلام کے پانچویں	لاہور	۱۸۹۵ء	۹
۲۷۴	۲۳۹	سالانہ جلسے میں۔	دہلی	۱۸۹۵ء	۱۰
		مدرسہ طبیہ کے پہلے سالانہ جلسے میں۔	دہلی	۱۸۹۵ء	۱۱
		مدرسہ طبیہ کے دوسرے سالانہ جلسے میں۔	دہلی	۱۸۹۵ء	۱۲
		محمدن ایجوکیشنل کانفرنس کی اجلاس ششم میں	دہلی	۱۸۹۵ء	۱۳

سلسلہ	سال	مقام	خلاصہ	از سنہ	تا سنہ
۱	۲	۳	۴	۵	۶
۱۱	۱۸۹۲ء	لاہور	انجمن حمایت اسلام کے ساتویں سالانہ جلسے میں۔	۲۷۴	۳۱۹
۱۲	۱۸۹۲ء	دہلی	حکیم محمود خاں صاحب کی وفات پر۔	۳۱۹	۳۲۳
۱۳	۱۸۹۲ء ۵ مارچ	دہلی	مدرسہ طبیبیہ کے تیسرے سالانہ جلسے میں۔	۳۲۳	۳۳۶
۱۴	۱۸۹۲ء	دہلی	ایجوکیشنل کانفرنس کے ساتویں سالانہ جلسے میں۔	۳۳۶	۳۴۹
۱۵	۱۸۹۳ء	لاہور	فطرۃ اللہ۔ انجمن حمایت اسلام کے آٹھویں سالانہ جلسے میں۔	۳۴۹	۳۶۸
۱۶	۱۸۹۳ء دسمبر	علی گڑھ	ایجوکیشنل کانفرنس کی اجلاس ششم میں۔	۳۶۹	۳۷۷
۱۷	۱۸۹۳ء	لاہور	انجمن حمایت اسلام کے نویں سالانہ جلسے میں۔	۳۷۷	۳۸۸
۱۸	۱۸۹۳ء اپریل	پنجاب	ٹیمپوشین کے ساتھ مختلف مقامات پر۔	۳۸۸	۵۳۱
۱۹	۱۸۹۳ء	دہلی	مدرسہ طبیبیہ کے پانچویں سالانہ جلسے میں۔	۵۳۱	۵۳۸
۲۰	۱۸۹۳ء	۰	ایجوکیشنل کانفرنس کے نویں سالانہ جلسے میں۔	۵۳۹	۵۷۳
۲۱	۱۸۹۳ء	لاہور	انجمن حمایت اسلام کے دسویں سالانہ جلسے میں۔	۵۷۳	۶۲۲
۲۲	۱۸۹۵ء جون	دہلی	مدرسہ طبیبیہ کے چھٹے سالانہ جلسے میں۔	۶۲۲	۶۳۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ سیم اول

مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب جس طرح پُرانے مولوی اور نئے حافظ
 میں اسی طرح وہ پُرانے مصنف اور نئے لکچرار بھی ہیں۔ آج کے چار برس پہلے اور تو اور خود مولوی
 محمد نذیر احمد خاں صاحب کو بھی معلوم نہ تھا کہ ان میں لکچر دینے کی بھی قدرت ہے۔ جس طرح
 ضرور نہیں کہ جو بڑا عالم ہو وہ بڑا معلم بھی ہو اسی طرح ضرور نہیں کہ جو بڑا منشی یا ادیب ہو وہ
 بڑا لکچرار بھی ہو۔ لکچر دینے کے لیے بعض ایسی صفاتیں بھی درکار ہیں جو صرف وہی یعنی خدا داد
 ہو سکتی ہیں نہ انسانی کہ جو چاہے محنت و مشقت سے حاصل کر لے۔ مثلاً لکچرار چاہیے جبر القوت
 ہو کہ جو کچھ کہے خدا رب مجلس کو گنتی میں کہتے ہی کیوں نہ ہوں سنا سکے اور سنا سکے بھی تو اس
 طرز پر کہ قریب متاؤمی نہ ہوں اور بعید محروم نہ رہیں۔ مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کو
 دلی۔ لاہور علی گڑھ میں لکچر دیتے دیکھا چھ سو سات سات ہزار آدمیوں کا مجمع اور خدا نے
 عجیب آواز دی ہے کہ سننے میں پاس کے پاس اور دور سے دور کے لوگ سب یکساں۔
 پھر لکچرار چاہیے قومی دل دلیہ کہ حائے سن کیسے ہی ذی رتبہ اور مقتدر اور لایق ہوں وہ
 کسی سے نہ جھینٹے۔ اپنے ایسوں کو دیکھا کہ دماغ میں بہت کچھ بچھا ہوا ہے۔ گویا فی بھی خاصی ہے

مگر مجمع کو دیکھ کر کچھ ایسی سیٹی گم ہو جاتی ہے کہ ایک ہات کہتے ہیں بن پڑتی اور تکلف کسی بھی
 تو پسینے پسینے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔ آواز لڑکھرائی جاتی ہے۔ ہاتھ پاتوں پڑے کانپ
 رہے ہیں۔ مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب لکچر دینے میں اگر مرعوب ہوتے ہیں تو اسی قدر
 کہ گرمی کے دنوں میں پانی اور چائے میں چائے بار بار پیتے جاتے ہیں۔ ان سے پوچھا
 گیا تو کیا صحیح کر بولنے میں زور بہت پڑتا اور گلا خشک ہو اچلا جاتا ہے۔ مگر ایسی تو کیا بات
 ہے کہ آڈینس کا کچھ بھی اثر نہ پڑتا ہو۔ پھر بھی بڑے ہی بے تکوان بولنے والے ہیں۔ اور
 ایک خاص بات یہ ہے۔ کہ اس عمر پر چار چار پانچ پانچ گھنٹے متصل اسی کڑا کے سے بوجھ
 رہیں اور نہ تھکیں اور نہ آواز بھڑاسے۔ مولوی نذیر احمد خاں صاحب لکچر لکھ کر اپنی ساق
 لایا کرتے ہیں اور اتنے بیٹے بیٹے لکچر جو بجائے خود کتاب نہیں تو رسالے ضرور ہوتے ہیں۔
 زبانی یادداشت پر دیتے ہیں بھی مشکل۔ گردہ جو کچھ لکھ کر لاتے ہیں اس کو نوٹ سمجھو۔
 آچھستی ہوتی سی ایک نظر ڈال لی اور ایک پورے مطلب کو حاضرین کی آنکھوں میں
 آنکھیں ڈال کر ادا کر دیا۔ اور اگر سر جھکائے لکھا ہوا دیکھ دیکھ کر بیان کریں جیسے سرشتہ دار
 پیش حاکم پر پورٹ پڑھتا ہے یا بار بار تحریر کو دیکھتے جاتیں تو سننے والوں کو مزہ ہی کباناں
 لے۔ اگر بیان میں جادو ہو ان بن البسیان لکھو آؤ وہ کہنے والے کی آنکھوں سے
 نکل کر سننے والے کی آنکھوں میں اور پھر اس کے دل میں جگہ کرتا ہو۔ بہت سی باتیں
 ان کو عین وقت پر سوچتی جاتی ہیں اور وہی ان کے لکچر کی جان ہوتی ہیں۔ مولوی
 محمد نذیر احمد خاں صاحب نے متعدد دوسے چند کے سوائے اکثر بڑے بڑے مطول لکچر
 دیئے ہیں اور یہ ان ہی کی عرافت اور خوش بیانی کا اثر تھا کہ کبھی کسی کو مول ہوتے نہ

لے حاضرین ۱۲ سے بعض بیان بارہ کی تاثیر کہتے ہیں ۱۱

نہ دیکھا۔ وہ جو مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کی تحریر کی طرز خاص ہے۔ اور جو الگ پہچان پڑتی ہے۔ اس زور سے تو نہیں مگر پھر بھی ان کے لکچروں سے ٹپکی پڑتی ہے ان کو اردو فارسی اور عربی زبانوں پر یکساں قدرت حاصل ہے اور عربی انگریزی کے الفاظ بلکہ جملے کے جملے وہ ایسے بے تکلفی کے ساتھ بولتے چلتے جاتے ہیں کہ گویا ان کی اپنی زبان ہے۔ قوم اور ملک نے صرف طرز بیان اور زور بیان ہی کی وجہ سے ان کے لکچروں کی قدر نہیں کی۔ بلکہ ان کے مطالب اور مضامین ایسے ضروری اور مفید ہیں کہ ان کے لکچر ان کی تصنیفات پر فائق اور مرجع نہیں تو دیکھ پ ہونے میں کسی سے ہیٹھ بھی نہیں انہوں نے بہت سے معرکہ الآراء مضامین پر نہایت آزادی اور متانت اور استواری سے اپنی رائے ظاہر کی ہے اور وہ ایسی محکم اور دلائل ہے کہ چار و ناچار اس سے اتفاق کرنا پڑتا ہے۔ مذہب اسلام اور تعلیم دونوں کیسے ضروری مضمون ہیں اور مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب نے ان پر ایسی نو سنگانی کے ساتھ بحث کی ہے۔ کہ کوئی پہلو بچنے نہیں پایا۔ اسلام کی تائید میں ان کے دلائل ایسے تشفی بخش اور یقین دلانے والے ہیں کہ علم کلام کی کسی کتاب میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ نو جوان انگریزی خواں جو سائنس اور مذہب کی کشمکش میں ثابت قدم رہ نہیں سکتے ان کو دین اسلام پر جمے رہنے کے لیے ان لکچروں سے سہارا لینا ضرور ہے۔

سب سے پہلے فضل الدین صاحب تاجر کتب لاہور نے مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کے لکچروں کو حج کر کے چھپوایا۔ مگر اس وقت تک خود کچھ ٹوڑے سے ہونے تھے اور جو ہونے وہ بھی ان کو پورے دستیاب نہیں ہوئے یا انھوں نے کسی وجہ سے سب کو لینا نہیں چاہا۔ چونکہ لکچروں کا سلسلہ جاری ہے اب وہ کتاب ادھوری اور نامتام

ہو۔ فضل الدین صاحب نے حجم ٹہانے کو یا پڑھنے والوں کی خاطر سے لکھ کر کے سوانح عمری سب نہیں اکثر نہیں۔ تھوڑی برائے نام شروع میں بڑا دیکھتے ہیں مگر جو شخص ہی وقایع و زمرہ موجود ہو اپنا دل تو اس کے حالات قلب بند کرنے کو گوارا نہیں کرتا۔ اول تو معلوم نہیں کہ آخر تک اس کے مزاج میں۔ عادات میں۔ حالات میں کیسے کیسے تغیر واقع ہوا دوسرے کوئی بندہ بشر ایسا ہوا ہی یا اب ہی یا آئندہ ہونا ممکن ہے جو بے عیب ہو ہم اسی کو بے عیب سمجھتے ہیں۔ جس کے ہنس اس کے عیوب پر غالب ہوں۔ بہر کیف جس طرح ہر تصویر میں درخشاں ہوتے ہیں۔ دشمن اور تاریک۔ ہر انسان میں دونوں طرح کی باتیں پائی جاتی ہیں۔ بعض قابل مدح اور بعض مستوجب ملامت۔ اور مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب بھی اس کھیت سے کیوں مستثنی ہوں اگر ہم ان کی نرمی و معصیت ہی مدح کریں تو وہ بے جا خوشامد کے علاوہ جھوٹ بھی ہو گا اور اگر ان کے نقصان اور عیب بھی ظاہر کریں تو بیٹھے بٹھائے ان کا اور ان کے اقارب و احباب کا دل دکھائیں۔ بہت کم ہیں وہ لوگ جو اپنے میں کسی نقصان کے ہونے سے رنجیدہ ہوتے ہیں۔ مگر ایسے بہت بلکہ سب میں جو ان نقصانات کے ظاہر کئے جانے سے ضرور آزرده ہو جاتے ہیں۔ مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کے مزاج میں کوئی نہ کوئی تو خرابی ہے کہ وہ بلا رضامندی نہیں بلکہ خلاف مرضی نوکری سے الگ ہو کر بیٹھے بے کاری کی شکایت کیا کرتے ہیں۔ نہ ان کو کوئی خطاب ہو نہ وہ شریک کونسل ہیں اور نہ کسی سوسائٹی کے ممبر۔ فرض کرو کہ ہم اپنے زعم کے مطابق اس خرابی یا ان خرابیوں کو بیان کریں تو مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کو بڑا گلے پڑے گا۔ اور ان سے ان کو پیدا ہو بے دلی۔ تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ان کی تصنیف نہ ان کیچوں سے سلسلے کے انقطاع یا کسی کے ہم باعث ہوں۔ اور پہلا یہ جو کہو کہ وہ ان میں برائی

ہم اس پہلو ہی پر نہیں آتے در نہ ہم کو تو مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کے اسنے حالات معلوم ہیں کہ اسنے ان کے سب لکچر ل کر نہ ہوتے جتنی ان کی سوانح عمری مگر ہم نے اس کی تلافی اس طرح پر کر دی ہے کہ اولاً ان کے کل لکچر شروع سے تا تاریخ امر دزدہ جمع کر دیئے ہیں اب لکچروں کی قسم سے کوئی حرف متروک نہیں ٹانیا ہم نے کل لکچروں کا ایک انڈکس بنا دیا ہے تاکہ ایک نظر میں معلوم ہو جائے کہ ان لکچروں میں کس کس قسم کے مطالب ہیں اور وہ کس جگہ ملیں گے۔ مثلاً شاعری اور انگریزی عبارتوں کا ترجمہ اور جہاں ضرورت معلوم ہوئی حاشیہ بطور فٹ نوٹ کے بڑا دیا ہے تا فہم مدعا میں سہولت ہو۔ غرض ہمارا خیال یہ ہے کہ مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کے لکچروں کا مجموعہ اس سے بہتر کسی نے اس وقت تک ترتیب نہیں دیا۔ یہی مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کی سوانح عمری ہمارے پاس اس کا اتنا سامان تھا ہے کہ جب ہم اس کو پبلک کے روپ میں کتاب کے پیرایے میں پیش کر دیں گے تو لوگ دیکھ لیں گے کہ سوانح ایسے تو ہو۔ فقط

..... (.....)

۱۱۔ یہ انڈکس دفتر سے جاتے ہوئے مولوی صاحب نے خارج کر دی اور مختصر سی فہرست لگا دی ہے ۱۱

۱۲۔ مولوی سید افتخار عالم صاحب مدہروی نے "حیات النذیر" کے نام سے لکھی ہے ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ شانی

جام جہاں نما ہو سخن آبدار ہے	لطف نگار خانہ چینی شمار ہے
ہر دل کو تازگی ہو وہ رنگ شکار ہے	مجلس ہو گر چین تو یہ فصل ہمار ہے
ڈانس پر جا کے اوج سخنور کو مل گئے	مصرعہ پڑھا تو غنیمت دل سب کے گل گئے
کیا کیا بہم ہو ہیں یاض سخن کے پھول	اس رنگ کے نہ ہوں گے میسر جن کے پھول
الفاظ ہیں کس بھڑتے ہیں کیا دہن کے پھول	گلچیں کھائیں ہو گئے چنے انجن کے پھول
پڑمردہ کوئی گل ہو نہ کانٹے کا نام ہے	گر غور کیجئے تو میرے گنج کلام ہے
کیا بات ہو سخن کی ثنا کیا کرو بیاں	یہ فیض ہو اسی کا جو ممتاز ہو زبان
ہوتا ہو اس نام جہاں کہاں کہاں	ہو جنس بے پناہ جو کریں قدر مکنت داں
عسرت میں بھی غنی ہیں شہر گرہم ہے یہ	صدقے جو اہر اس پہ ہوں ایسی رقم ہے یہ
ہو طبع باغ باغ جو اس پر رہے نظر	رہی ہو یہ تو سامنے ہو لطف بکود پر
گر یہ نہیں تو خاکہ ظلمت ہو دل کا گھر	اس میں کلام کیا کہو جان جہاں اگر
نام اس سے زندہ رہتا ہو ادنیٰ سی بات ہو	ہو کیوں نہ جستجو کہ یہ آب حیات ہو
باعث جو آبرو کا ہو وہ کام ہو یہی	جس کا سر و مکہ نہ ہو وہ جام ہو یہی

دل میں جگہ جس کی دل آرام ہو چکی	راحت رسان دافع آلام ہے یہی
ہوتا ہے فکر میں اسی ہم دم سے غم غلط	پوچھو سمجھو رُوس سے جو کہتے ہوں ہم غلط
مطلوبہ ہو کہ پاس سے اک نہ ہو جدا	خلوت کے وقت ہر سخن کلمہ ذل ربا
میرا سادل ہو کر تو ہر اک ہو یونہی ندا	رغبت ادھر ہو جنہیں اُن کا گلہ ہو کیا
لیسے کو کوئی دیکھے تو مجھوں کی آنکھ سے	سوئے حسین نگاہ ہو مفتوں کی آنکھ سے

میرے باپ جناب مولوی نذیر احمد صاحب بر د اللہ مضجعہ کے لکچروں کا مجموعہ دو جلدوں میں نذیر حسین صاحب تاجر کتب دہلی نے شائع کیا۔ پہلی جلد جو ۱۹۹۲ء میں چھپی اس میں ۱۱۰۰ سے لے کر جون ۱۹۹۲ء تک کے تیرہ لکچر ہیں۔ اس کے بعد ۱۲ تا ۲۲ کے لکچر متفرق طور پر چھاپے گئے اور دوسری جلد میں نمبر ۲۳ سے ۱۹۹۵ء سے نمبر ۳۵ جون ۱۹۹۵ء تک کے لکچر ہیں پھر باقی لکچر نمبر ۳۶ تا ۴۴ متفرق طور پر جدا جدا چھپتے رہے۔ اس طرح لکچروں کا سلسلہ اکتوبر ۱۹۹۵ء سے دسمبر ۱۹۹۵ء تک یعنی اٹھارہ برس جاری رہا۔ نذیر حسین صاحب کے چھپوا سے ہوئے دونوں مجموعے اب نایاب ہیں اور متفرق لکچر اُن سے زیادہ کم یاب اور لوگوں کا شوق و ذوق اور طلب صادق بہت دور لکچر دُنیا سے اٹھ گئے مگر اُن کے کلام معجز نظام کے شائق و شہید ا پہلے سے بھی زیادہ موجود۔ اُن کی زندگی میں لوگوں کے دل ٹھکے ہوئے تھے کہ خود اُن کی زبان سے سن لیتے تھے۔ تصنیف را مصنف نیکو کنذ بیاں۔ لیکن جب سے کہ یہ نعمت ہم سے چھین گئی لوگ اُن کے کلام کو ترس گئے اور اب اصل اگر نہیں تو نیز نقل ہی کو دیکھ کر دل ٹھنڈا کر لیتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اب پہلے سے بھی زیادہ اُن کی تصانیف کی مانگ ہو اور یہ ایک کھلی دلیل مقبولیت عام کی ہے۔ کاغذ و سامان کتابت کی گرانی نے میری بہت

پست کر دی لیکن میں دیکھتا ہوں کہ بجائے ارزائی کے گرانی یوٹائیو ما آندھی کی طرح آندھی
چلی آرہی ہے آج کا بھلاؤ کل نہیں اور کل کا پرسوں نہیں خدا جانے یہ بلا سے بے درماں کب
دفع ہو اور خلق اللہ کو اس عالم گیر جنگ کی لپٹ سے جس کی مہیت ناک نظیر تاریخ دنیا
میں ڈھونڈا سے نہیں ملتی کب گلو خلاصی ہو۔ ع

تا سال دگرے کہ خور دزدہ کہ ماند

مصارف کثیر کا کچھ خیال نہ کر کے محض شائقین اور طالبین کی خاطر عزیز ملحوظا و پیش نظر
لکچروں کا دوسرا مکمل ایڈیشن میں اپنے خاص اہتمام سے نکال رہا ہوں اور اس میں بہت
لکچروں کی تقسیم کر دی ہے۔ بانیس لکچر جلد اول میں ہیں اور اسی قدر جلد دوم میں۔ اگر ایک
ہی جلد کی جاتی تو بہت ضخیم اور بوجھل ہو جاتی۔ جو شائق اور طلبکار صداقت اس قدر بہت
کے ہیں اب اسے ہاتھوں ہاتھ لیں اور قیمت کی گرانی وہ بھی ایسی جیسے آٹ میں نم
دیکھ کر کہیں کہ ع نرخ بالا کن کہ ارزائی ہنوز۔

اب کچھ ان لکچروں کی نسبت عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ان لکچروں کی تدوین و ترتیب
میں جو خون جگر معزز و محترم فقر قوم لکچر ار نے کیا ہے اس کا صحیح اندازہ ناظرین نہ دہشتے
ہیں۔ عیاں راجسہ بیان۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ لکچر علاوہ دسپ اول آویز ہونے
کے مفید خلایق ہوتے یا نہیں۔ آیا ان کے سننے کے لیے دور دراز محصل غائب
روان و دواں جوق جوق آتے تھے یا نہیں۔ آیا ان سے کوئی عملی فائدہ قوم کے مادی
دلوں میں تازہ روح پھونکنے اور ان کو نواب غفلت سے چمکانے۔ پستی سے بلند کرنے
تعلیم کی طرف متوجہ کرنے کا ہوا یا نہیں۔ آیا وہ سوسامی بیان موثر و مفید تھے یا نہیں بلکہ
دل آویز ڈلیوری (طرز ادا) وہ کڑا کے کی آواز و دل لہانے والی لہجہ و روایہ تھی۔

در دوسو زوگہ ازبے ریاض و خصالہ مضامین لوگوں کے دلوں کو تڑپا دینے اور مسخر کر لینے ان کی جیبوں کو خالی کر دینے میں کامیاب ہوئے یا لکچروں کی تقریریں مجنون کی بڑا اور دیوانے کی بکواس تھیں کہ ادھر سنا اور ادھر لوحِ دل سے نکلے گویا۔ چکے ٹھکڑے پہ بوند پٹائی اور پھسل ٹپسی۔ یہ لوگ کچھ اپنے لیے نہیں بلکہ قوم کی خاطر گرا گئے اور دیار و امنار میں در بدر مارے مارے مفت کی ٹھوکریں کھاتے پھرے آیا ان بزرگانِ دین کا اس میں کچھ اپنا ذاتی مفاد بھی مضمر تھا یا محض خالصۃً لوجهِ اللہ یہ سودا سر میں سمایا تھا۔ اور کیا ان سب کی نیت خیر اور خلوص دلی سے مملو نہ تھی اور کیا ان کا طرزِ عمل کھلے خزانے نہیں تھلا رہا تھا کہ ان آیدُ الا اِلَیْهِمْ فَاسْتَسْلِمُوْا وَ قَاتِلُوْهُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلَیْہِمْ کَوْنٌ مُّبِیْنٌ اور کیا یہ برگزیدہ گرد و فرشتہ نصرت و سیرت ان خدمات گراں قدر کے معاوضے میں ہم سے کسی تحسین و آفرین و تعریف و ستائش کا منتہی و متوقع و آرزو مند تھا یا ان اجویئے اللہ لایزالہ منکم جزاء و شکور پر ان کا عمل تھا۔ ہم کیا سارا جہان ہانکے پکارے کہتا ہوں اور کہتا رہے گا کہ یہی دو چار آدمی دامنے۔ درمے۔ قدمے۔ سننے۔ ہر طرح اور ہر پہلو اور ہر نہج سے قوم کے فدا ہوتے تھے۔ انھوں نے ہزار ہا روپیہ خود دیا اور لاکھوں روپیہ اپنی جادو بیانی سے لوایا۔ اگر یہ لوگ مصداق الدال علی الخیر کفای علیہ تھے تو پھر کون تھا؟۔ مرجوم ہی کے لکچروں نے علی گڑھ کے قومی کانج کے دو ایہ خزانے کو خزانہ عامہ کر دیا۔ انھیں لکچروں کی بدولت کانج کے خیالی پہلی نے عملی اور وجودی شکل اختیار کی اور اس کی بنیاد جو ہوا پر تھی بنیانِ مہیض ہو گئی۔ ایسا لکچروں نے انہیں حمایتِ اسلام لاہور کو مال کر دیا۔ انھیں لکچروں نے مدظلہ علیہ پہلی کو چار چاند لگا دیئے جو دانیوں کے مدرسے سے ترقی کر کے ایک گرینڈ اسکول کا کام

بن گیا۔ یہ لکچر نہ تھے بامان رحمت تھے کہ جہر شرخ کیا زری بارش ہونے لگی۔ اگر کسی کو ہمارے بیان میں ذرا سا بھی شک ہو تو علی گڑھ کے کالج کو جا کر دیکھ لے وہاں کی عالی شان سر بلبلک عمارات۔ وہاں کے بورڈنگ۔ وہاں کے ہال۔ کنوئیں۔ غرض کہ ہر در و دیوار اور چنے پچھے سے میرے قول کی تصدیق ہوگی کہ مرحوم کے زر عطیہ ذاتی و صفاتی سے جنگل میں مشکل ہو گیا۔ انجمن حمایت اسلام کے رجسٹرار انھیں لکچروں کی بدولت چندوں اور ترافتہ عطیوں سے پلے پڑے ہیں۔ مدرسہ طبیہ کو یونانی اور آیور ویدک کالج کی شکل میں ان ہی لکچروں نے بدل دیا اور اگر بایں ہمہ تشکیک و توجہ کوئی ایمان نکل جائے اور آداب پر ٹھیکری دھرے اور بداہت سے انکار کرے تو کیا کرے ۵

گر نہ بند بروز شمشیر چشم | چشمہ آفتاب را چہ گنہ دست

آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ اگر ایسا نہ تھا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ سر سید حمایت من و اندوہ سے مرحوم اپنے ساتھ لے گئے پہلے انجمن حمایت اسلام کے سکریٹری خود بہ سال دہلی آکر خود وہ کسی حال میں ہوں منت سماجت اصرار و استبداد است ان کو ایسا نہ تھا۔ ان کی ہمت حکیم عبد المجید خاں صاحب مرحوم کے بل چل کر آئے اور انکھوں پر بھجوا کر دے جانے غرض لکچروں کا سلسلہ اس طرح ایک زمانہ مستحکم بلا فصل جاری رہا۔ کوئی کاغذ نہیں کوئی جلسہ حمایت اسلام اور مدرسہ طبیہ کا خالی نہ رہا۔ تھانہ مرحوم کا لکچر نہ ہو اور ان کا پتھر سب سے آخر وقت یا آخر دن اس وجہ سے رکھ جاتا تھا کہ لوگ اس سے شوق میں رہتے بھر حاضر باش رہتے تھے اور اگر ان کا لکچر نہیں چلی ہی جہر میں ہو جاتا تو مجلس بھجوتی اور لوگ چل دیتے۔ سر سید کی وجاہت انجمن حمایت اسلام کی حمایت مدرسہ طبیہ کی انتہا تھی اور سب سے بڑھ کر ان کے بانیوں کی پاس داری و خدمت و وجود

کہ سنی حکومت بنے ان کو کشاں کشاں لیجاتی تھی۔

رشتہ درگروںم افسگندہ دوست می بدہر جا کہ خاطر خواہ دوست

اور جس جگہ یہ نہ گئے چندوں کی ریل پیل بند۔ مجلس سو فی۔ لطف کلام کے ساتھ حصول ملزم
بھی رخصت پکڑوں کی گرمی بازار تو آپ نے سن لی اور عجب نہیں کہ آپ نے برای العین
دیکھی تھی ہو کر ابھی کل کی بات ہو کہ یہ طوطی شکر مقال اور سبحان ہند اپنی زبان فیض ترجمان
کے کرتے دکھا رہا تھا اور اس بخود فار زبان دانی نے اپنے لاجواب دلائلانی کلمات
طیبات سے ایک، تاظم پیدا کر رکھا تھا۔

تسلیں کا شور بزم میں حسن بیاں سے ہی
سار افروز شمع کی صورت زیاں سے ہی

لیکن وائے بر حال ما۔ ہم نے اس ذات مستجمع الصفات کے ساتھ کیا کیا۔ وہ کیا کہ جس کے
کہنے سے بھی مجھے شرم آتی ہے یعنی بھیکہ کہ "فطرت اللہ" نامی معرکہ الآرا لکچر نمبرہ اکو محرم علی
صاحب چشتی نے تو بہن مذہب وار دے کر جو نہ کہنا تھا کہا اور جو نہ لکھنا تھا اجار فیض ہند
میں لکھا اور دل کے چلے پیوے پھوڑے اے کاش اسی حد پر اس قضیہ نامرضیہ کا خاتمہ
ہو جاتا۔ نہیں نہیں۔ لاہور میں خود نالش کی اور اپنے ہم خیالوں سے مختلف مقامات میں
چارہ جوئی عدالت کرائی یعنی یہ کہ چوٹ آگ لگائی۔ مروجہ کو کشاکشی عدالت کی نوبت
آئی۔ ہزار بارو پیہ پر پانی پھر گیا دوا دوش۔ کشاکشی رحمت اور ناگفتہ بہ روحانی صدقات
اور تالیفات کا کچھ نہ حساب نہیں۔ جو شخص ساری عمر خود حاکم ذمی شان رہا ہو اس کا
پیشیت یہ علی علیہ وریاہ عدالت میں حاضر رہنا کیا کچھ کم کسر شان اور روح کا سوا ہاں تھا۔
جب صدا سے آگئی۔ مختصر لکچر بلند ہوئی اور دودہ کا دورہ اور پانی کا پانی ہونے کی

نوبت آئی تو چشتی صاحب کو دن کو تارے دکھائی دینے لگے اپنے کیے پر عرقِ ندامت میں غرق ہو کر پھٹانے لگے اور کھلی عدالت میں ۴۱۹۳ء کو مولانا جیسے بزرگ کا نام لاکھ اور بے جا فقرے اور گالیاں دینے کے تصور کے معترف اور شرمسار ہو کر معافی نامہ پیش کر کے گلو خلاصی حاصل کی اور نہ کرتے تو لینے کے دینے پڑ جاتے اور الٹی آہنیں گلے پڑتیں۔ مروجہ کی صفائی قلب اور دریا دلی دیکھتے کہ معافی نامہ متبادل انھیں چھاتی سے لگایا اور جیسا کہ چشتی صاحب خود معافی نامہ میں لکھتے ہیں مقدمہ کا فرضہ بھی معاف کر دیا ابھیہ ہیں وہ پاک نفس جن کی مثال ڈھونڈے نہیں ملتی اور ابھیہ ہیں وہ نفوسِ قدسی جن کی نظیر ملنا محال ہے۔

موسمی نے کی عرض کہ اے بار خدا	مقبول ترا کون ہے بندوں میں ہوا
ارشاد ہوا بندہ ہمارا وہ ہے جو	جو لے سکے اور نہ لے بدی کا بدلہ

اس افسوس ناک سانحہ سے اتنا ضرور ہوا کہ اُن کا دل لچر دس کی طرف سے ملول ہو گیا غم نہ داری جز بجز۔ مگر سرسید کی زبردست کشش نے انھیں چین سے بیٹھنے نہ دیا۔

خیال خاطر احباب چاہتے ہر دم	انہیں تھیں لگ جلتے آگینیوں کا
-----------------------------	-------------------------------

لچر دینے جاتے تھے مگر بادل ناخواستہ۔ پھر بھی جو کچھ دیتے تھے وہ آڈینس میں کیا شہرک اتر پیدا کرتا تھا۔ آڈینس کے کان اور دل اُن کی تپش میں ہونے لگے۔ ابھی اُن کو ہنسنا تھے تو ایسا کہ پیٹ میں لپٹ پڑ گیا۔ تھے لہجہ اور لہجہ زن نے پوچھا تھے تو ہچکیاں لگ جاتی تھیں۔ لوگ بے اختیار ہو جاتے اور ڈاڑھیں مار مار کے رونے لگتے۔

ہم رونے پر گراؤں تو دریا ہی ہوں	شہنشاہ کی طرح سے ہیں ذمہ دار
---------------------------------	------------------------------

اُن کے لکچر کے دن پڑاں ایسا کچا کچھ بھر جاتا تھا کہ تل دھرتے کو جگہ نہ ملتی تھی۔ جب تک تقریر کرتے تھے لوگ ہمہ تن گوش ہو جاتے تھے اور ایسا عالم سکوت طاری رہتا تھا کہ گویا کسی کے منہ میں زبان نہیں۔ تحریر لاجواب تقریر اس سے زیادہ پرا ز آب و تاب۔ ڈیور ہی طرز بیان، حرکات و سکنات سب ایک ایک سے بڑھ چڑھ کے۔ آواز ایسی خداداد کہ گویا شیر کی ڈنکا۔ صورت شکل حسابت قدر و قامت سب با وقار۔ سرسید کی وفات مسلمانوں کی موت تھی جن فقط الرجال کی بلا مسئلہ تھی۔ یہ سب مسلم شینہ می کے کان پر زے تھے اور وہ ٹیٹیم۔ سرسید کا دم آخیں اس مشین کو منفلوج کر گیا۔

۵۔ وہ بات کوہ کن کی گئی کوہ کن کے ساتھ۔ میرے والد کی بھی کمر بٹھ گئی۔ فرماتے تھے

اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا

دولہا کے دم کے ساتھ یہ ساری برتا تھی۔

سرسید کی وفات کے ساتھ لکچر بازی کا خاتمہ ہوا جیسا کہ مرحوم نے خود کہا ہے اور کیا خوب

کہا ہے

ہم سے اک بار چٹا ایسا کجی چھوٹ گیا
تم تو کل جاؤ گے یہ ہم سے ابھی چھوٹ گیا

ایک اکیش غلہ لکچر کا اجی چھوٹ گیا
صوبہ نصرت ہوا سنتے ہی ترا غم غر

اب نواب حسن الملک بہادر کا دور دورہ شروع ہوا۔ سرسید نہ سہی یہ اُن کے ارشد حواریں تھے اور میرے والد کے زمانہ دراز کے بڑے پکے اور گاڑھے دوست حیدر آباد دکن میں ان کا طوطی بولتا تھا۔ میرے والد بھی دکن میں سرسید کی تحریک اور مولوی ممدی علی کی تائید سے بلائے گئے۔ والد مرحوم اکثر کہا کرتے تھے ”ممدی علی ہندوستانیوں کی ناک اور ہندوستانیوں کا سہاگ ہے۔“ پھر ایسے محسن ملک و قوم سے کیوں کر منہ

موڑا جائے۔ کفارہ یمن سنل است و آذر دن دل دوستاں چل۔ مولوی صاحب پہلے خط طلب لکھتے پھر کسی معتد کو بھیجتے اور آخر کار خود تشریف لاتے اور پکڑ کر لیجاتے۔ اب مسلسل لکچر جا کر گنڈے دار ہو گئے۔ کبھی گئے کبھی نہ گئے ٹال دیا اور لکچروں سے جان چُرانے لگے۔ جب بہت ہی عزیز ہو جاتے تو چار و ناچار پیاس خاطر موت جاتے اور مارے باندھے کالچر دیتے پر دیتے۔ جیسا کہ خود کہتے ہیں۔

مہر خاموشی تھی مدت سے مکتبہ پر لگی	ہر برس لکچر کے دینے کی ٹیسی کر لگی
------------------------------------	------------------------------------

لیکن جب کہنے پڑتے تھے تو ایسا جذبہ ہوتا تھا کہ وہ اپنے آپ میں نہ بہتے تھے اور جو کچھ بھی کہتے تھے ایسا کہتے تھے جو کہنے کا حق ہر مسلمان عیسائی لکھنؤ کی کانفرنس میں مولوی مہدی علی صاحب کی کوئی بات ناگوار ہوتی۔ مولوی صاحب انہی سے متنازع مسائل کے اور کچھ مٹھ پھٹ۔ جو دل میں وہی زبان پر۔ اسی دن سے مدعوئے کان ایٹھ اور لکچر دینے سے توبہ کر لی۔ اس کے بعد انھوں نے ہر کہیں کا آنا جانا قطعاً ترک کر دیا اور لکچر کی پھر بھی نکال ڈالی کہ نہ رہے بالنس نہ بجے بالنسلی۔ پھر خدا جانے کیا افتاد پڑی اور شمس الدین صاحب سکریٹری انجمن حمایت اسلام نے آکر کیا جادو ڈالا کہ شمس الدین صاحب نے تعلیم پر ایک اور لکچر کہانی دیا اور یہی اخیر لکچر ہے۔ اس کے بعد گو وہ کم پیش رفت پر بس بیٹے مگر مجامع عام میں زبان سے ایک حرف نہ نکالا اور اسی عالم سکوت میں اس وطنی شکوہ قتال نے نفسِ غصہ ہی سے ہم رہتی شمس الدین کو اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس سکوت کا ایک بڑا سبب اور آخری دہاکہ مرحوم کی تین تصنیفات اہمات الامہ تھی۔ گورنمنٹ نے ان کو خان بہادر شمس الدین کے ذریعہ دیے خلعت دئیے۔ ایڈنبرا یونیورسٹی نے ایل ایل ڈی کی ڈگری دے کر ڈاکٹر بنایا پنجاب

یونیورسٹی نے ڈی او ایل کی گراں قدر ایک اور ڈگری دی اور ہماری قوم نے بایں ہمہ ایثار و نفس کشی اور فحاشی القوم ہونے اور اپنے لیے ہینس اُن کے لیے دریوزہ گری کرنے کا صلہ بعض خود غرض اور نا عاقبت اندیش افراد نے ذاتی عناد کی آڑ میں کفر کا فتویٰ دے کر کاؤٹھیرایا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اگر یہ لوگ کافر ہیں تو پھر دین دار کون ہیں؟ میرے باپ نے ول پر ایسی چوٹ سہی کہ نمکن تھا کہ وہ ابھی کچھ اور جیتے مگر اس صدمہ بانگاہونے اُن کا خاتمہ کر دیا وہ اسی رنج میں گھل گھل کے مرے اُن کی ایذا رسانی کی تکمیل اس طریقے سے ہوئی کہ اس شعلہ ملتہب کو کتاب کے جلا دینے سے ٹھنڈا کیا۔ میرے باپ نے اُن کی بلکہ منہ سے بھاپ نکال نہ نکالی اور آہ سرد بھر کر رہ گئے اور کہا تو یہی کہ اِنِّی قَوِّیْتُ لَیَّکُمُوْنَ

کیا پوچھتے ہو کیوں کہ جب تک تم جیتے ہو سب
سب کچھ کہا اُنھوں نے پر ہم نے دم نہ مارا

سرسید بھی کافر تھے جو مرے بعد غایہ الزمہ ہوئے۔ میرے باپ سرسید سے اگر کسی بات میں کہتے تو بس اسی میں سوختہ و نذرتعالیٰ دانا و بینا و سمیع و بصیر کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ امتیاز قومی بھی اُن کی حیات میں پورا ہو گیا۔ اس میں بے چارے تدریر احمد ہی کی کیا خصوصیت تھی۔ علمائے سلف و اکابر دین کفر و انجاد کے فتوؤں سے کب محفوظ رہے ہیں جو یہ ربتے بلکہ یہ تو قومی لیڈروں کا متغہ ہی۔ پچھلے لوگوں میں کس کس کا نام لوں ایک امام غزالی ہی کو دیکھ لیجئے۔ زمانہ حال میں مولانا شاہ ولی اللہ صاحب (جن کے جان سے مار ڈالنے کی کوشش کی گئی تھی مگر جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے) مولانا حضرت شاہ اسماعیل صاحب شہید شمس العلماء مولوی سید تیر حسین صاحب مباحث

دہلوی (جو ہمارے عزیز قریب تھے) یہ سب کافر بنائے گئے۔ کیوں؟ یہ صرف اس لیے کہ یہ سچے مسلمان تھے اور ایسے مسلمان تھے جیسا کہ ایک مسلمان کو ہونا چاہیے۔ ان کے دل نور ایمان سے منور اور درہ قوم سے متاثر تھے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اگر میرے باپ کا حشر ان کافروں کے زمرے میں ہو جائے تو خوش نصیب۔ اب ہم کس کس سے رد و کد کریں اب نہ وہ کافر ہی رہا نہ وہ کافر گرسا

وہ اپنی خونہ پھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیو پھوڑیں
مسک سہرن کے کیو پو پھیں کہ ہم سے مرگراں کیوں ہو

لکڑوں کی بہار کی خزاں سرسید کی وفات ہوئی تصنیف و تالیف کا ستہ باب کفر کافو سنی
ہوا۔ یوں دنیا اس چشمہ فیض کی سیرابی سے خروم ہو گئی۔ باقی رستہ نام اللہ کا!

برفت و سر آمد بر و روزگار
ہمہ رنج او ماند از و یادگار

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَآدْخِلْهُ فِي جَنَّةِ الْإِيمَانِ وَافْرَعْ عَلَيْهِ شَأْنَيْكَ الرَّضْوَانِ
كَشِبِ الدِّينِ أَحَدٌ كَانَ اللَّهُ لَهُ وَلِيُّ الدَّائِرَةِ

دہلی۔ جنوری ۱۹۱۸ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش نمبر (۱)

انڈین نیشنل کانگریس پر

جوہر اکتوبر ۱۸۸۸ء کو ٹون ہال دہلی میں دیا گیا

تہیہ

اس کی حقیقت اس طرح پر ہے کہ ممبئی سے کوئی بھی جی صاحب نیشنل کانگریس کی طرف سے دہلی میں آئے۔ اتفاقات سے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر دوسے

۱۷ اگست کو خط بیان ۱۲۱۷ ہندوستانی قومی ہونے۔ یہ ایک جماعت تھی جو اس برس ہرے جیبا قائم ہوتی تھی اور غرض اس کی یہ تھی کہ سرکار انگریزی سے راجہ کر رہا ہے کہ یہ حقوق دلو اسے جائیں ۱۲۱۷ نفلی منی شہر کا کرہ۔ یہ شہر دہلی میں یونیورسٹی کے اجلاس کی جگہ ہے۔ یہ یونیورسٹی کے علاوہ دیگر جماعت بھی ہوتے رہتے ہیں ۱۲۱۷

پر تھے۔ اُنھوں نے کسی میونسپل کشنر سے بل بلا کر ٹون ہال میں بتایا کہ کانگریس لکچر دیا۔ اُن کا مقصود یہ تھا کہ کانگریس کی حمایت کو لوگ کھڑے ہوں اُس کے ممبر نہیں چنہ دیں۔ اُن دنوں سکریٹری حکام شاید بہ ایمانے گورنمنٹ کانگریس کے مخالف تھے۔ اور ہمیں چاہتے تھے کہ کانگریس کو بے اثر اور ترقی ہو۔ غرض صاحب ڈپٹی کشنر نے دورے میں ہمیں جی کے لکچر کا حال سنا اور دہلی واپس آئے لوگوں پر ملاقاتوں میں ظاہر ہوا ہوگا کہ ہمیں جی نے جو مجمع کیا وہ صاحب ڈپٹی کشنر کی رائے کے خلاف تھا۔ اُس کی تردید میں دوسرا مجمع ہوا اور بڑے اہتمام و ازدحام کے ساتھ ہوا۔ لکچر دینے والوں میں مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب پیش پیش تھے اور یہ اُن کا لکچر تھا۔

مجھ کو مجامع عام میں شریک ہونے کی عادت نہیں اور شوقِ بوقت بھی نہیں اس لیے کہ میں اپنی زندگی کے اخیر دن ایسے سکون میں بسر کرنے چاہتا ہوں کہ اپنے اختیار سے ایک گوشہٴ عافیت میں گزاروں۔

کہ کس نہ گوید ازیں جا بجز و آں جا۔

لیکن چند احباب نے اصرار کیا کہ نیشنل کانگریس کی نسبت میں اپنے خیالات علیٰ رؤس الاشباح ظاہر کروں۔ اُنھوں نے یہ توقع بھی ظاہر کی کہ تمہارے خیالات معلوم ہونے سے مسلمانوں کو فائدہ ہوگا۔ مسلمانوں کے فائدے کا نام سن کر میں نے نفقہٴ سادت کیا۔

۱۵ مجمع عام میں سب کے روبرو

بے نال آپ لوگوں میں اکٹھا ہوا۔ میرے کان تو تین تین سارے تین تین برس مجھے
کانگریس کے نام سے آشنا ہیں۔ مگر کیا تمام حاضرین کا ہی حال ہے؟ مجھ کو تو قہ نہیں
مسٹر بہیم جی یا بہیم جی صاحب، (کیونکہ مجھ کو ان کے نام کی بھی اچھی طرح صحت نہیں)
معرض جو کچھ ہوں۔ ان کے لکچر سے شاید دو یا تین دن پہلے کا ذکر ہو کہ میں اور مولوی
محمد کریم بخش صاحب اور ایک صاحب اور قبل المغرب جامع مسجد کے حوض پر منتظر نماز
بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک شخص مسٹر بہیم جی کا اشتہار دکھا کر پوچھنے لگے کیوں
صاحب یہ کیا چیز ہے؟ چوں کہ انہوں نے لفظ نیشنل کانگریس پر انگلی رکھ کر پوچھا معلوم
ہوا کہ پڑھے لکھے میں گرنہ لفظ نیشنل کانگریس ان کی زبان سے ادا ہوتا ہو نہ اس کے
معنی سمجھتے ہیں ضیق وقت کی وجہ ان کے ساتھ زیادہ باتیں کرنے کی مہلت تو نہیں
ملی تاہم ان کے طرز استفسار سے ایسا مستنبط ہوتا تھا کہ نیشنل کانگریس کو اندر سبھا کی
قسم کا کوئی تماشہ سمجھے ہیں (چیز) ابھی تھوڑی دیر میں میں آپ صاحبوں پر ثابت کردونگا
کہ اندر سبھا کی قسم کا تو نہیں لیکن نیشنل کانگریس تماشہ تو ضرور ہے (چیز) مجھ کو نیشنل کانگریس کے
کسی جلسے میں شریک ہونے کا اتفاق تو نہیں ہوا مگر جہاں تک اخباروں میں پڑا اور
جہاں تک لوگوں سے سنا اس سے نیشنل کانگریس کی اصل حقیقت میں نے اپنے
ذہن میں یوں ٹھار رکھی ہے۔ کہ انگریزی تعلیم مدتوں سے چپکے چپکے دلوں میں شورش
پیدا کر رہی تھی لوگ نوکری کے واسطے تیار ہی کرتے اور نوکری ہی کی امید میں سخت
سخت زحماتیں اٹھاتے تھے۔ سرکار نے تعلیم پر ملکی ضرورتوں سے بہت زیادہ زور دیا

۱۵ یہ صاحب مجھے ہیں جسٹس ان کا بڑا نامی مقتدر خاندان ہے اس میں کے ایک ممبر ہیں ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵ ۱۵۳۶ ۱۵۳۷ ۱۵۳۸ ۱۵۳۹ ۱۵۴

جس کا ضروری نتیجہ یہ تھا کہ خواستہ نگارانِ نوکری کا ایک بہت بڑا کثیر الاغفار گروہ پیدا ہو گیا ہے شک عقلاً محال تھا کہ سرکار جس کی جزیسی اور کفایت شکاری بھی مشہور ہے۔ اس عجم غفرہ کو نوکریاں دے سکے۔ یوں سلسلہ بسلسلہ بڑھنے سے ترقعات۔ ترقعات سے حران۔ اور حران سے نارضا مندی پیدا ہوتی۔ جس کا مرادف ہر نیشنل کانگریس۔ پس نیشنل کانگریس اس کے سوائے اور کچھ نہیں کہ چند ناما کام انگریزی خواں اس پیرائے میں اپنے دلوں کے جھلچھپھولے پھوڑ رہے ہیں (چیرز) ان کے دلوں میں گورنمنٹ کی طرف سے ماحق کے بخارات بھرے ہوئے ہیں اور ان کے بخارات نے ان کی شہم انصاف کو اس قدر تیرہ و تار کر دیا ہے کہ گورنمنٹ میں سوائے عیب کے ان کو کچھ نہیں سوجھتا۔ ایک شاعر عربی نے کا خوب کہا ہے

شعر

وَعَزَّ الرَّضَاعُ عَنْ كُلِّ عَيْبٍ كَلِيلُهُ
وَالْكَرَّ عَيْنَ الشَّيْطَانِ تُبْدِي لِلْسَّائِرِ مَا

یعنی خوشنودی کی آنکھ عیب کے دیکھنے سے قاصر ہوتی ہے وہ تو غصہ ہی کی ہر جس کو بُرائی ہی بُرائی سوجھتی ہے۔ میں نے اب تک لفظ نیشنل کانگریس استعمال کیا اور آئندہ بھی کروں گا۔ صرف اس وجہ سے کہ جو لوگ نیشنل کانگریس کے بانی اور مؤجد محوٹ ہیں انہوں نے اپنے گروہ کا یہی نام رکھا ہے "انڈین نیشنل کانگریس" اپنے منہ میاں ستھو۔ لیکن ایک طفلِ مکتب جس کو ہندوستان کے جوائیے اور تیاری سے کچھ بھی مناسبت ہے۔ ہندوستان کے نام کے ساتھ لفظ نیشنل من کر کان کھڑے کرے گا۔ کہ کجا ہندوستان اور کجا نیشنلسٹی۔

۱۲ جس میں کثرت سے آدمی ہوں ۱۲ ۱۲ بیٹر کی بیٹر ۱۲ جمع توتی مبنی امیہ ۱۲ نامیہ بی ۱۲ ۱۲ ہر معنی ۱۲
۱۲ بالکل اندھا ۱۲ بنا کرنے والے ۱۲ ایک بار کرنے والے ۱۲ ۱۲ تحریک کرنے والے ۱۲

من چہ سہ سرایم وطنورہ من چہ می سراید

تمام روئے زمین پر کوئی ایسا ملک نہیں کہ جس میں اس کثرت سے مختلف العقائد مختلف الہام مختلف العادات اور مختلف الاعراض قومیں رہتی ہوں۔ جیسے ہندوستان میں۔ پس ایسے اجزائے متضادہ کو یک جا کر کے ایک معجون مرکب قوم واحد قرار دینا صریح مغالطہ دہی ہے۔ مگر کس کو؟ ان بھی انگریزوں کو جو انڈیا کا اتنا ہی حال جانتے ہیں کہ ایک بڑی زرخیز کالونی ہو اور بس۔ بھلا شکمی تفریقوں کا لحاظ بھی نہ کرو اور ہندو ہندو ایک اور مسلمان مسلمان ایک قوم سمجھو تو خیر یہاں تک بھی مضائقہ نہیں مگر ہندو اور مسلمان کیوں کہ ایک قوم میں شامل ہو کر انڈین نیشن کہلا سکتے ہیں (چیز) گنگا اور سندھ کا شگم ہو سکتا ہے۔ اور نہیں ہو سکتا تو ہندو اور مسلمان کا جب تک ہندو ہندو ہے اور مسلمان مسلمان بقداً بیننا و بینکم العداۃ والبغضاء ابداً (چیز) قومیت کے بارے میں ہم ہندوؤں کا بغل دیکھتے ہیں کہ ان ہی میں کا کوئی شخص ولایت جا کر واپس سے تو پھر اس کو اپنے میں شامل نہیں کرتے۔ اس کی مثالیں خود ہمارے اسی شہر میں موجود ہیں۔ لیکن جنم کے بھشت جنم کے بلیکس۔ مسلمانوں کے حال پر ایسی کیا دیا اور کراہی کہ ہم کو کانگرس میں اپنے ساتھ گھسیٹے لینے جاتے ہیں (چیز) بڑے زور سے) میں تو ڈوبابوں مگر تجھ کو بھی لے ڈوبوں گا (چیز) سیومی فرام مانی فریڈ

۱۵ء خدیجے برہم ۱۲ء جو دو اکتی مفرد درازوں سے مل کر بنے ۱۲ء فریب ۱۲ء تازہ ولایت۔ ناو قن

۱۵ء ہندوستان ۱۲ء نوآبادیستی جس میں کسی ملک کے آدمی اگر بے ہوں ۱۲ء جس جگہ دو دریا باہم مل کر ہیں ۱۲ء ہم میں تم میں ہمیشہ کے لیے کھلم کھلا دشمنی ہو گئی ۱۲ء ناپاک ۱۲ء پیرایشی ۱۲ء

۱۵ء جوت ۱۲ء ہر مانی ۱۳ء خدا ایسے دوستوں سے پناہ دے ۱۲ء

آخر تو کچھ دال میں کالا ہو۔

اسی طرح کا ایک واقعہ ۱۹۵۷ء کے غدر کا ہو چکا ہے کہ کارٹوس پر گرتے تو ہندو غر
آخر کار ہندوؤں کے آٹے کے ساتھ مسلمانوں کا گھٹن بھی پس گیا (چیرز)

کانگریس والے جو چاہیں سو کہیں۔ میونسپلٹی کے ممبروں کے انتخاب اور مذہبی تفریبات
محرم، دوسرہ، ہولی، عید وغیرہ میں ہر مرتبہ اس کے شواہد پیش آتے رہتے ہیں
کہ ہندو مسلمان دو عناصر ہیں۔ بالطبع صندیک دگر، ایک دوسرے سے نفرت ہے جن کو
حاکمانِ وقت نے بہ زور حکومت جمع کر رکھا ہے (چیرز) ہمارے ہندوستان کی تریب
ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ بدون فارن گورنمنٹ کے ہم من حیث الہیوت پین سے
رہ نہیں سکتے۔ ہم نے سیکڑوں برس ہندو اور مسلمان دونوں کی حکومتوں کو آزمایا
اور تاریخ میں اس بات کا کافی اور وافی ثبوت موجود ہے کہ کسی ایک گورنمنٹ کو بھی بڑھت
گورنمنٹ کی سی کامیابی نہیں۔ اس کا ہزارواں حصہ بھی نصیب نہیں ہوا (چیرز)
ہندوؤں کی عملداری میں مسلمانوں پر طرح طرح کی سختیاں رہیں۔ اور مسلمانوں کی
حکومت میں بعض ظالم بادشاہوں نے ہندوؤں کو ستایا۔ الغرض یہ بات خدا کی
طرف سے فیصل شدہ ہے کہ سارے ہندوستان کی عافیت اسی میں ہے کہ کوئی مذہبی
حاکم اس پرست رہے جو نہ ہندو ہو اور نہ مسلمان۔ پس ہونہ ہو کوئی سلاطینِ یورپ

میں سے ہو سلاطینِ یورپ میں سے کون ہے جس نے سلطنتِ ہندوستان کی طمع
نہیں کی۔ فرینچ۔ پورچگیز۔ ڈچ اپنی اپنی جگہ سب نے زور آزمایا کیا کیسے عظمت

لے یعنی کچھ تو اس میں فریب ہے ۱۲۷۱ء نفرت کرنے والے ۱۲۷۱ء ہندوستان کی نہیں بلکہ ۱۲۷۱ء ملکِ الوند کی عظمت اور
۱۲۷۱ء اپریل غیر ۱۲۷۱ء فرانس والے ۱۲۷۱ء پرتگال والے ۱۲۷۱ء یہ بھی ایک گزیندوں کی ایک قوم ہے جو ملکِ الوند میں رہتی ہے

شہنشاہ روس کے خاندان میں تو پیٹر دہمی گریٹ کے وقت سے یہ مرض نسلاً بعد نسل متواتر چلا آتا ہے کہ جس طرح بن پڑے ہندوستان پر قبضہ کیجئے۔ مگر خدا کی بے انتہا مہربانی اس کی مقتضی ہوئی کہ انگریز بادشاہ ہوسے (چیریز) انہوں نے سوسو اسویر میں حکومت کر کے اپنی قومی بیدار موعظی۔ جفاکشی لیاقت انصاف رعایا پروری اور بہادری کو ایسے آشکارا طور پر ثابت کر دکھایا جیسے روز روشن میں آفتاب تو کیا اب بھی کسی نہصت مزاح و انش مند فکری خیر خواہ کے دل میں یہ دوسوہ گزر کر سکتا ہے کہ خدا نخواستہ سلطنت بدلی جاوے تب سب بولوبہ نہیں نہیں نہیں (چیریز) میں جھٹا ہوں کیلئے اس وقت کوئی کانگریس کا طلب و۔۔۔ جی اس مجمع میں ہو کا تو اس کو بھی سوائے نہیں کہنے کے اور کچھ کہتے نہیں بن پڑیگا لیکن ہونچہ سے نہیں کہنا کافی نہیں کردار سے۔ گفتار سے ثبوت دو کہ تم تبدیل سلطنت نہیں چاہتے آپ صاحبوں میں سے اکثر وں نے انجبا۔ میں پڑ پا ہو گا کہ ہندوستان کے لینے کا مانویا ان دنوں روس کے دماغ میں برسرِ بوش ہے۔۔۔ وں جو تہا رہی کانگریس کی خبر سننے کا اور اُس نے نہ دینی ہو گی دیکھو کہ آج کل کا ایسا وقت ہے کہ گہر میں بات کرو تو انجبا۔ کے ذریعہ سے ملکوں ملکوں جا پونچتی ہے۔ نہ کہ کانگریس۔۔۔ میں کشاں کشاں سیکڑوں آدمی بلائے جائیں اور اُس کا ڈھنڈورا پیئے۔ اُس کے سینے بگل بجائے جائیں اُس کی منادی اس طرح کی جائے کہ گویا بلا تشبیہ کانگریس انجیل ہے۔ اور منادی کرنے والے پادری اُس کے سینے انجبا۔ وں میں آئیکل لکھے جائیں۔ رسالے تصنیف ہوں اور شہر کینے جائیں کیوں کر ممکن ہے۔۔۔ اُس کے کان میں ایسی کانگریس کی جھنگ نہ پڑی ہو۔

نہاں کو ماند آں راز سے کرو سازندہ خفہا

بعد اچھ۔۔۔ وں نے کانگریس کی خبر سن کر کیا خیال کیا ہو گا؟ وہی جو ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ اس

لکھنؤ شہنشاہان روس میں سب سے بڑا نام ورنشفس ہے ۱۲ لکھ موروثی ۱۲ لکھ بدل جانا ۱۲ لکھ مضامین ۱۲

یہ نہایتیں یہ معدلت آستہ سی کے قوانین اور ضابطے۔ یہ ہندوستانیوں کی کونسلوں میں شرکت
 یہ تواریخ طاب یہ جہت ملی ترقی۔ **وَأَن تَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي قَوْمًا ظَالِمِينَ** یہ سارے انتظام
 کس نے سوچے کس نے نکالے؟ کون کس پیچامی تو کر آدمی و کر پیر شدی کسی کے وہم و
 خیال میں جی نہ تھا؟ ایمان۔ یہ کہنے رکھو و نہایت کو دانا و اول مدت ہونے دو جنہوں
 نے تینا پچو یا ہر؟ تہ پچو کہتے ہیں ہندو عید پتے میل کے آرمہ مارو اور کرنے دو (پیرز)
 کا کمرس و انوں سے پاس پٹنے پچو پتے اٹھانہ تو جہت سے میں جن کے ذریعے سے وہ اپنے
 اوپر کسی امتہ اس لو اپنی پنہ میں بنے نہیں دیتے مگر جو تو واقعات کو دیکھتے ہیں ۷

مبارک ہو۔ انشکرم و قال یا
 مادر و انشکرم و قال یا

کا کمرس کی بنیاد نہ تھی۔ ایک بات پر جو نہ کہ مہ وقت رعایا کی حالت۔ رعایا کی ضرورتوں
 سے غافل اور سب نہ نہیں تو خود غرض اور نا اہل ہیں۔ میں یقین نہیں کرتا کہ کوئی شریف
 آدمی جس کے نزدیک بھوٹ بولنا اور کیا کہوں ابراہیم ایسے لغو اور بے اصل اور بے وجہ
 اور غلط الزام نہ لے۔ الوں میں شہرت کر سنا ہو؟ انہو نہیں نہیں نہیں!) بارہ برس
 جوتے کہ بھو بڑش کو نہ انت سے ایک بے تعلقی سی ہو۔ مگر بھو پر بڑش گورنمنٹ کے حقوق ہیں
 بڑش گورنمنٹ نہ بھو پر چلنا حالت دی۔ نوکرسی دی۔ میں اس کی رعیت ہوں۔ اور امن و
 آسائش اور آزادی سے جی و بھو اٹھال متوقع با این ہمہ میں بڑش گورنمنٹ کا بھٹ نہ کبھی تھا
 اور اب ہوں یہ جہت ہوں بڑش گورنمنٹ کے جہت سے انتظام اصلاح طلب ہیں۔

بڑش گورنمنٹ انسان کی گورنمنٹ ہو۔ کون انسان ہو جس سے بھول چوک نہیں ہوتی؟
 گورنمنٹ کی فہم چینی داخل بدو اسی نہیں۔ مگر فہم چینی کے بھلی طریقے ہیں کیا کا کمرس والوں
 کو اس وقت نہ نہیں۔ ہر شخص انہا کے ذریعے سے اپنی رائے ظاہر کر سکتا ہو۔ اکثر بڑے

لے اگر ان لوگوں کا سنا نہ چاہا ہو تو اس کے ہر من سہ کے اور بھو سے فائدہ حاصل کرنے والا ۱۲۷ فقہ ۱۲۷

بڑے شہروں میں کیتیاں ہیں بجلیس ہیں سوسائٹیاں ہیں ایسوسی ایشن ہیں انجمنیں ہیں خود
حکام سفر میں حضر میں درو تفتیش دلائل رہتے ہیں حتیٰ کہ ہوس آف کاسٹمز اور پورٹس کے
ممبر تک ہر سال اس ٹوہ میں آسکتے ہیں۔ اور جو لوگ حکام رس میں ان کو ہمیشہ اس حق سے
مواقع حاصل ہوتے رہتے ہیں کہ عایا کا دکھ درد حاکموں کے کان تک پہنچا میں کیا نیشنل
کانگریس کا نیا طریقہ تو کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ گورنمنٹ کی مخالفت میں ایک گوبانجمن ہو
بھڑیں جگائی جائیں جو لوگ امن چین سے اپنے اپنے کام دھندوں میں مشغول ہیں۔
پڑیں کہ ایسی کیا آفت نازل ہوئی جس کی وجہ سے یہ تمام کھلبلی مچ رہی ہو۔
اس بات کو پیش نظر نہیں رکھتے کہ انگریزوں کو ہمارے ساتھ اجنبیت محض ہو اس سے بڑا
اور اجنبیت کیا ہوگی کہ سوائے انسانیت کے ہم میں اور انگریزوں میں کسی طرح کی مشابہت
نہیں۔ اس پر طرہ فاتح اور مفتوح کا تفرقہ کہ تیل اور پانی کبھی نہ ملے میں اور نہ کبھی میں کے
تو ایسے اجنبیوں سے ہماری کارہر آدمی ہو تو کیوں کر ہو۔ اس کی بھی ایک توجیہ ہو کہ جس طرح میں ہو
چالووسی و خوشادستہ نہیں (کہ وہ تو میرے نزدیک دنا ت اور کینٹیکے طبیعت اور پستہ نفاذاتی
دلیل ہو) بلکہ اطاعت اور فرماں برداری اور سلامت، وی سے حکام وقت کو خوش آمد کہ میں نے
ان کے دلوں میں ہماری مراعات اور مہربانی کے خیالات پیدا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ انگریز
کی نسبت گورنمنٹ آف انڈیا اور عہدہ داران انگریزی کے کیت خیالات ہیں لیکن وہ انگریز
نہیں تو عقل سے پہچانا عقل کہتی ہو اور میں اس کو اپن سیکرٹ سمجھتا ہوں۔ یہ انگریز
۱۲ کیتیاں ۱۲ انجمنیں ۱۲ ہوس آف کاسٹمز ۱۱ پورٹس آف انڈیا ۱۰ ڈیپارٹمنٹس ۹ ممبران ۸ ہوس آف کاسٹمز
انگریزی منحصراً صرف فرق ان دونوں میں یہ کہ ہوس آف کاسٹمز میں علی الملہ مہربانی سے دیکھ کر شرم ہوتا ہے۔
میں خاص خاص ذی مقتدر جیسے لارڈ کونٹ۔ کو دیکھ کر شرم ہوتا ہے ۱۲ وہ ہمارے برتے سے سخت شرم ہوتا ہے
ہوں ۱۲ کسی چیز کی خفیہ خبر لینا ۱۲ جمع ۱۲ شائع ۱۲ شہوانا ۱۲ شہ نوب کی ہوا منسوب ۱۲ شہ خوش ۱۲ شہ
۱۲ سلطنت ہند ۱۲ شہ راز آشکارا ۱۲

میں پیدا ہو پڑی۔ اور سارا کیا دھرا لٹا میٹ کر دیا۔ اور پھر وہی بے اعتبار کے بے اعتبار (چریز) نیشنل کانگریس پر بدگمانی کرنے کی میرے پاس ایک بڑی وجہ اور ہجو، وہ یہ کہ ملکی فلاح اور ملکی رفاه کچھ اسی ایک کانگریس پر تو منحصر نہیں۔ کانگریس کو بغرض محال کامیابی ہو بھی تو یہی نہ کہ ٹھک کا محصول گھٹ جائے، امتحیار باندھنے کی عام اجازت ہو جائے، ہندوستانیوں کو دالٹھیا فوج میں داخل کر لیں۔ انکم ٹیکس موقوف۔ اور ڈی لاسٹ دو نوٹ دی لیٹ ۱۱ ہندوستانی یعنی بنگالی کشن کلکٹر ہونے لگیں۔ یا اسی طرح کی اور چند باتیں۔ تو کیا اس سے ہندوستان میں دولت پھٹ پڑے گی۔ اسے عقل کے دشمنوں، ملک کی دولت مندی کے وہ گڑھی دوسرے ہیں۔ سب سے پہلے اپنے تئیں تعصبات رسمی کے پھندوں سے پھٹاؤ، پھر علم حاصل کرو۔ علم سے مراد یہ علم نہیں جس کو پڑھ کر انسان بی لے۔ ایم بی بیٹھتا۔ اور کانگریس کے خواب پریشاں دیکھنے لگتا ہو (چریز) بلکہ انجینیئر، ڈاکٹری، باغی، کیمیا، جراثیم، طبیعیات، جیولوجی وغیرہ جن کے ذریعے سے صنعت اور دستکاری اور ایجاد کی قدرت حاصل ہوتی ہو۔ اور جن کی تفصیل ہمارے دوست شمس العلماء خان بہادر مولوی محمد ذکا، اللہ صاحب خوب جامعیت کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ سب کچھ تمہاری ہی مٹی میں ہو۔ اور تمہاری ہی مٹی میں ہو۔ مگر تم کو اس سے متمتع ہونے کا سلیقہ نہیں۔ جو کر سکتے ہو اور جو تم کو کرنا چاہیے۔ اُس کی تم کو ذرا بھی پروا نہیں۔ اور پروا بھی ہو تو کہاں سے ہو۔ تم کو گورنمنٹ کے انتظاموں پر جرح اور اعتراض کرنے سے فرصت کب ملتی ہو۔ اگر بنگالیوں نے یا پارسیوں نے یا جو لوگ کانگریس

۱۲ ص ۵۲ وہ رہا اسکے لوگ جو فوجی کام سیکھیں ملا تخواہ اور فوجی احکام اپنے ذمہ لیں ۱۲ ص ۵۲ جو آرمی سے خراج لیا جاوے ۱۲ ص ۵۲ آخر کار اگر یہ قوت میں پھیلی باتوں سے کم نہیں ۱۲ ص ۵۲ یہ درجہ افضلیت دہمیت کے ہیں ۱۲ ص ۵۲ علم نباتات ۱۲ ص ۵۲ جس علم سے نباتات و جمادات کی ترکیب معلوم ہو ۱۲ ص ۵۲ جس علم سے آلات کا بنانا اور بوجھ کا اٹھانا سکھایا جاتا ہو ۱۲ ص ۵۲ علم طبقات الارض جس کے ذریعہ سے کانیں دریافت کرتے ہیں ۱۲ ص ۵۲ لینے کا ۱۲ ص ۵۲

کے حامی ہیں۔ اپنے یہ فرائض پورے طور پر ادا کئے ہوتے تو ہم سمجھتے کہ نیشنل کانگریس روناہ ملک کے لئے خطرہ کیا گیا ہو، مگر جو شخص فرض کو چھوڑ کر نفل پر دوڑے، ہم کو تو اُس کی غذا پرستی تسلیم نہیں ہے۔ خدا اگر کسی کے دماغ میں اس طرح کا خلل ڈالے کہ وہ انگریزی پڑھ لینے سے اپنے تئیں انڈیا کا بے شمارک سمجھنے لگے، اور ملک داری کے امور عظیمہ میں رائے زنی کرنے کو برا کول کا کھیل خیال کرے تو اُس کو سمجھنے اور خیال کرنے دو۔ اپنا مسلک تو یہ ہے۔

رموز مسابقت ملک ختم و انند | گدا سنے گوشہ نشینے تو حافظا محروش

(چیریز) یہ سچ ہے کہ جس طرح کا ایچی ٹیشن (تحریک) کانگریس کرنا چاہتا ہے۔ ولایت میں اکثر ہوتا رہتا ہے مگر ہمارا کہنا یہ ہے کہ ہندوستان کو ولایت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

وامن بہا نہ چودے جس شہسوار کا | پہونچے کب اُس کو ہاتھ ہمارے غبار کا

ولایت والوں کی سی لیاقت۔ اُن کی سی معلومات۔ اُن کی سی روشن دماغی۔ اُن کی سی تلاش اُن کی سی راستی۔ اُن کی سی بلند حوصلگی۔ اُن کی سی مستقل مزاجی۔ اُن کی سی جفا کشی۔ اُن کا ساربط و مضبوط۔ اُن کی سی جاں نثاری۔ اُن کی سی ٹکسالی خیر خواہی اور اُن کی سی نہیں بلکہ اُس کا عشر عشیر بھی ہندوستانیوں میں ہوتا تو ایک کانگریس صبح۔ اور ایک کانگریس شام۔ چشم مارو شن دل ماساد

کانگریس والے جیسی غلطی اپنے بارے میں کرتے ہیں کہ اپنی وقعت زاید از واجب ٹھہرا لیتے ہیں۔ اسی طرح کی غلطی اُن سے گورنمنٹ کی نسبت بھی ہوتی ہے۔ لارڈ ڈفرن دورہ کرتے کرتے کراچی میں گئے۔ تو وہاں کے عملاند ریل کی ایک ٹرک کے لئے اُن کو پلٹے اور اصرار کیا کہ اُس کا

لے یہ شخص شمشادہ حال جرمن کے دادا کے وقت میں وزیر تھا یہ وہ نامور شخص ہے جس نے سلطنت جرمن کو متحد کیا اور فرانس پر غلبہ دلایا۔ مثل پولین پونا پارٹ کے اس نے بھی بڑے نمایاں کام کئے ہیں ۱۲ء ۱۳ء میں جسے کا و سواں حصہ یعنی بالکل کم لے یہ شہرہ گورنر جنرل ہندوستان میں حکومت کر گئے ہیں لارڈ لینسڈون صاحب سے پہلے بھی صاحب تھے بڑی کامیابی سے اکلانہ منہم ہوا ڈفرن اسپتال جس قدر ہندوستان میں ہیں وہ لیڈی ڈفرن کی یادگار ہیں ۱۲ء

منظوری نہ کریں تو دیر آئند دن (ابھی اسی جگہ) وعدہ تو کر لیں۔ لارڈ صاحب نے یہ کہہ کر اپنا پسند چھوڑا یا کہ میں وعدہ تو کر لوں۔ لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ کلکتہ پہنچ کر اسی طرح کی اور ضرورتیں پیش ہوں اور میری یہی راسخ رہے۔ کراچی کے عمائد کی نظر ایک محدود دھڑلے میں محصور تھی۔ اور لارڈ صاحب کی نگاہ سارے ہندوستان پر حاوی تھی۔

فکر ہر کس بقدر بہت اوست

یہی حال ہر کانگریس اور گورنمنٹ کا۔ میں نے تو کانگریس میں کبھی کوئی انوکھا مسئلہ پیش ہونے نہیں دیکھا۔ وہی پرانی باتیں ہیں جن کو برسوں سے اخبار میں دیکھتے ہیں۔ کانگریس کے ممبر اہل غرض ہیں۔ وہ اھل الغرض تھے تو (چیرز) ان کی رائے غرض مند اور رائے ہی۔ گورنمنٹ کا باکل دوسرا حال ہے۔ اس کو پولیٹیکل اور عام ملکی مصلحتوں پر بھی نظر رکھنی پڑتی ہے۔ الغرض یہ دو مخالف دو مختلف حیثیتیں رکھتے ہیں۔ اور جب تک حیثیتوں کا اختلاف ہے۔ اختلاف رائے رفع ہو نہیں سکتا۔ مگر اختلاف رائے کو کسی غرض فاسد پر محمول کرنا کیا ضرور ہے۔ اپنا عقیدہ تو یہ ہے کہ گورنمنٹ ہمارے کسی حاجت کے بر لانے میں نخل اور مضائقہ نہیں کرتی۔ مگر یہ مجبور ہے۔ اور فرض کیا کہ بعض باتوں میں گورنمنٹ ہر غلط ہو تو کیا رعایا۔ اور رعایا بھی زیر بار احسانات گونا گوں اور چند در چند ہونے کی حیثیت سے ہمارا ڈیوٹی نہیں ہے کہ ہم خوشدلی کے ساتھ گورنمنٹ کے حکم کو انانیز کریں۔

انہں را کہ بجائے نست ہر دم کرے | عذرش بنہ از کند بعمرے ستمے

(چیرز) اب تک میں نے عام طور پر کانگریس کی قباحتوں کی طرف اشارہ کیا وہ بھی بھلا اس خیال سے کہ میرے بعد اور چند صاحب بھی کچھ کہنے والے ہیں۔ اور وہ یقیناً بھڑے سے بہتر کہیں گے۔ بس اب میں اخیر میں غرض طور پر اتنا اور کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ہندوؤں کے لئے منفعت ہے تو ہم مسلمانوں کے حق میں مملکت (چیرز) ہم نہیں ہیں پہلوئے ہندوؤں کے ساتھ اپنی حالت کا موازنہ کرتے ہیں۔ ہندوؤں ہی کا پتہ جھکا ہوا ہے۔ سب سے پہلے وہ شمار میں ہم سے اعضا فائز

لہ تو سا ۱۲۵ صاحب غرض ۱۲۵ تعلق نظم دشت ملک ۱۲۵۵ فرض ۱۲۵۵ وزن کہنا ۱۲۵۵ پنا ۱۲۵۵

مضاعفہ زیادہ ہیں۔ کیونکہ وہ ٹھہرے ملک کے اصل باشندے اور ہم تو ملک گیری کے لیے گھر سے نکلے۔ آئے۔ (ڑے۔ فتح پائی۔ شامت جو آئی رہ پڑے (چیر ز) ہم تھوڑے بھی ہنس نہ ڈوں یہ بھاری تھے! مگر بے مقدروری اور تہی دستی نے ہم کو رہا سہا اور بھی پست کر دیا۔ لوگ ہم کو بے مقدروری کا ملامت تھراتے ہیں۔ لیکن میں اس کو بھی اضطرابی سمجھتا ہوں۔ ہم لوگوں نے بغور سلطنت فران معاش کی کچھ قدر نہ کی۔ ذوال سلطنت کے ساتھ بے معاش رہ گئے۔ اب رہی لیاقت تو پہلے اس امر کا مفہوم متعین ہونا چاہیے کہ لیاقت ہر کیا چیز؟ اگر لیاقت سے مراد تعلیم کا سٹینڈرڈ (رہ) ہو جس کا امتحان پاس کرنے سے ڈپلومہ ملتا یا ڈگری حاصل ہوتی ہو۔ تو بیشک اس خصوص میں ہندوؤں کو مسلمانوں پر ترجیح ہو۔ جب کہیں بی۔ اے۔ ایم۔ اے کی فہرست نظر پڑی۔ جھڑے والا ماشاء اللہ شاؤ ونا درگہ ذلکہ سلمان۔ لیکن میری نظر میں اس لیاقت کی کچھ بہت وقعت نہیں۔ کچھ کوئی بی۔ اے۔ ایم۔ اے ڈگری داروں کے ساتھ طبع آزمائی کا اتفاق ہوا ہو۔ باوجودیکہ میں نے کسی کالج یا اسکول میں انگریزی نہیں پڑھی۔ اور میں انگریزی کا عطائی ہوں نہ کلاؤنت۔ لیکن میں اس کو خود ستانی کی راہ سے نہیں کہتا بلکہ حکایت نفس الامری ہو کہ امتیاز مطلب میں میری طبیعت اُن سے زیادہ لڑتی تھی۔ لیاقت حقیقت میں اس کا نام ہو کہ انسان میں مادہ قابل ہو اور جس طرف توجہ کرے کچھ کر سکے۔ دلاہیت میں آدمی۔ بی۔ اے۔ ایم۔ اے کے درجے کو پہنچ کر لایق ہو جاتا ہوگا۔ کیونکہ انگریزی اُن کی مادری زبان ہو اور بڑی معلم تو سوسائٹی ہوتی ہو۔ انگریزی سوسائٹی کا کیا کہنا۔ مگر ہمارے یہاں ایک تو ملکی زبان کی پچر لگی ہو۔ جس کو انگریزی سے کچھ بھی مناسبت نہیں اور سوسائٹی کی رداوت ناگفتہ بہ یہ سبب ہو کہ ہمارے ڈگری دار ہم لوگوں کی نظروں میں اپنی وقعت نہیں بٹھا سکتے۔ اور پھر بڑے لکھ پڑھ لینے سے وقعت نہیں ہوتی۔ اس کو چاہیے مال کی بیج؟ سوشل پوزیشن۔ ہم اُن ڈگری داروں کی اتنی ہی عزت کرتے ہیں کہ اُن کو نوکری کا حاصل کرنا

لے غیر امتیازی ۱۲ء سند ۱۳ء خطاب نصیبت ۱۴ء یعنی ایک ۱۲ء ۱۳ء عطائی اس کو کہتے ہیں جس کا پیشہ گانا نہ ہو

اور گانا کیلئے ۱۲ء پکارا گانے والا ۱۳ء اخلاقی جرات ۱۴ء سوسائٹی میں وقعت کا ہونا ۱۵ء

آسان ہو کر پہنچ۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے کہا تھا کہ سرکار کے بہت سے انتظام اصلاح طلب ہیں جن میں سے ایک بڑا ضروری انتظام لیاقت کے سٹینڈرڈ کا ٹھہرانا ہے۔ انگریزوں نے اپنی ولایت پر قیاس کر کے صرف یونیورسٹی کی ڈگری کا معیار لیاقت ہونا تسلیم کر لیا۔ جس نے ہماری سوسائٹی کو زیر و زبر کر رکھا ہے۔ جو لوگ سوشلی ادنیٰ درجہ کے ہیں یونیورسٹی کی ڈگری سے بڑی خدمتوں پر پہنچ جاتے ہیں اور ان کے تعزز خدمتی اور سوشل پوزیشن میں غیب کشکاش واقع ہوتی ہے۔ ہم مقابلہ ہندو شمار میں، تموں میں اتنے پیٹے نہیں جتنے کہ اس زمانے کی لیاقت میں یا یوں کہو کہ انگریزی دانی میں۔ اس مسلمانوں کو دوست اور دشمن ایسا ایسا لٹاڑتے ہیں کہ معاذ اللہ۔ لیکن میں اس خصوص میں بھی مسلمانوں کو کسی قدر معذور سمجھتا ہوں۔ صد ہا سال کی محاکوں نے ہندوؤں کو ایسا گرا دیا کہ اگر سچ پوچھو تو ان میں سنس آف آف (حیثیت) باقی نہیں۔ نہ ان کے پاس مذہب ہو نہ لٹریچر نہ کوئی علم جس پر وہ فخر کر سکیں۔ میرے کہنے کا یہ مقصد نہیں کہ ہندوؤں میں یہ چیزیں سرسے سے تھیں ہی نہیں۔ تھیں اور بہت مددگی کے ساتھ تھیں۔ مگر محاکوں ایسی بڑی بلاؤں کہ سب تفصیلات کو خاک میں ملا دیتی ہو۔ لوگ کہتے ہیں پیری و صد عیب۔ میں کہتا ہوں محاکوں و ہم عیب (چیز) مسلمانوں کی عمل داری میں ہندو ہماری زبان سیکھتے۔ ہمارے علوم پڑھتے ہماری تقلید کرتے۔ ہمارے تہوار مناتے۔ یہاں تک کہ ہمارے بزرگوں کی پرستش کرتے تھے۔ جب آئے انگریز تو ہندوؤں کے پاس اپنا تو کچھ اثاثہ نہ تھا لگے انگریزوں ہی کا کلہاڑی پہننے۔ خرابی اور بڑی خرابی ہم مسلمانوں کی ہو کہ ہم مذہب رکھتے ہیں محکمہ مضبوط۔ استوار۔ اَصْلُکُمْ اَنَاوِیْتُ وَ خَرَعْتُمْ فَاِی السَّخَاۃِ (چیز) کہ انقلاب کی آندھیاں اس کو جنبش بھی تو نہیں دے سکتیں۔ ہمارے پاس لٹریچر جو جس نے ایک وقت تمام روسے زمین کو ہلا مارا تھا۔ (چیز) و ہمارے دلوں کی تسلی ہو۔ ہماری جانوں کی توانائی ہماری آنکھوں کا نور۔ ہماری روحوں کا سرور۔ ہمارے پاس علوم ہیں۔ اگرچہ ان میں سے اکثر انگریزوں نے اپنی زبان میں ترجمہ کر لیتے ہیں۔ مگر آخر میں تو ہمارے۔ غرض ہماری عظمت کے

لے علم ادب دانش پر دانی ۱۲ لکھ اس درخت کی چڑھی ہوئی ہو اور شاخیں آسمان میں ۱۲

نشان ماند پڑ گئے ہیں ٹرٹے نہیں (چیرز) ہم کو یہ دشواری پیش آرہی ہے کہ اگر انگریزی نہ پڑھیں تو تن کو کپسٹرا اور پیٹ کو روٹی نہیں۔ اپنے علوم نہ پڑھیں تو اپنی ہی سوسائٹی میں عزت نہیں وقت نہیں۔ دونوں پڑھیں اتنی ہمت نہیں وقت میں گنجائش نہیں۔ غرض ہم اپنے پرانے کمالات کو تھوڑا بہت نباہے چلے جاتے ہیں۔ تو ہم طبیعتوں سے مجبور ہیں۔ لیکن کیا اتنی ہی بات ہے کہ ہم نے ہندوؤں کی طرح انگریزی کو اور ہٹنا بچھونا نہیں کر لیا۔ ہم نالایت ہو گئے؟ میکڑامی کا تو کچھ جواب نہیں۔ زبردست کاٹھینگا سربراہ مگر میرا زبلیف یہ ہے۔ اور یہ اربلیف (دلی یقین) بنتی ہے ساری عمر کے تجربے پر کہ کارفرمائی جیسی ایک مسلمان کر سکتا ہے ہندو سے نہیں ہو سکتی نہیں ہو سکتی!! ہرگز نہیں ہو سکتی! (چیرز) کارفرمائی کی شرط اعظم ہے۔ خود داری ذاتی تعزز و فخر آف کیریئر (ہمت اجرات) اور یہ حرارت مسلمانوں کے خون سے ابھی تک تو نکلی نہیں۔ ان فرض ہمارا کیس ایک اسپیشل کیس ہے اس کی رویداد کسی طرح ہندوؤں کی روئداد سے نہیں ملتی۔ ہندو جب زور دیں گے کثرت اور انگریزی دانی پر! اور یہی جگہ ہمارے ہاں پانی کے مرنے کی ہے (چیرز) پس ہم کو ہندوؤں کی رفاقت ضرور نقصان پہنچائیگی میری صلاح مانو تو نہ روؤ نہ جھینکو۔ متو کلا علی اللہ چپ چاپ بیٹھے رہو۔ وہ کارساز ہمارے لیے اسباب تیار کر رہا ہے۔

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد (چیرز)

اسی کانگرس نے ضرور گورنمنٹ کو چوکنا کیا ہوگا۔ کوئی دن جاتا ہے کہ لیاقت کے سٹینڈرڈ میں ترمیم ہوگی۔ یہ تو میں نہیں کتا کہ تعلیم انگریزی کی ٹیٹل مدہم کر دی جائے گی مگر گورنمنٹ کو اس کی تربیت تو چار و ناچار کرنی پڑے گی کہ ہندوستانیوں کو ایسی تعلیم دی جائے کہ ان کے خیالات سوشل فارم۔ لوکل امپرووینٹ کی طرف مصروف ہوں۔ جس سے ملک کو فائدہ پہنچے۔ اور ایسے کیڑے ان کے مغز میں نہ کھلنے پائیں کہ بجٹ اسٹمٹ کی دھوئی کے بدو ان کو لے خاص صورت ۱۲ لکھ خزانہ ہر دہائی کے ۱۲ لکھ طرز۔ لجز ۱۲ لکھ طرز تمدن کی اصلاح ۱۲ لکھ ملکی بہبودی ۱۲ لکھ موازنے کے داخل

چلین نہ پڑے (بڑے زور سے چیر رہا ہے)۔

چہ دانی تو اس بندہ کا رضائی
نیشنل کانگرس کا انجام کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ ہماری حمیت تو گوارا نہیں کرتی کہ ہندوؤں کے
طفیل بن کر دنیوی مفاد حاصل کریں، گو وہ مفاد کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔

حقا کہ باعقوبت دوزخ برابر است
رفتن بیائے مروی ہمسایہ بہشت

ہم کو جو کچھ فائدہ اس عہداری میں ہونے والا ہو۔ ہم اُس کو لیں گے۔ کوئیں دیکھو یہ ہے۔ وہ اس سے لفٹ گورنر سے۔ کشر سے۔ ڈپٹی کشر سے اور ان شا۔ اللہ بے مانگے لیں گے۔ تم نہ نہیں سنا۔ بن مانگے موتی ملیں اور مانگی لے نہ بھیک (چیر) ہم کو ان کانگرس والوں کی یہ دبو وگھسٹو کارروائی بالکل پسند نہیں۔ کہ ہمیں جھٹ دکھالیا کرو۔ بد و ن ہمارا ہی منظور ہے کوڑی خرچ نہ کرو۔ وضع قوانین ہم سے متعلق رکھو۔ یعنی ہم کو گورنمنٹ کا ڈکٹیٹر بناؤ۔

ہم رونے پہ آجائیں تو دیر یا ہی بہا دیں
شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا

A black and white micrograph showing a single cell. The cell has a large, dark, oval nucleus containing a smaller, denser nucleolus. The cytoplasm is visible around the nucleus, and there are some granular structures in the background.

آخر تو جرات کی ہی تھی تو ملیہ و متیہد بر طرف ایک دم سے یہی درخواست کیوں نہ کی کہ سلطنت پہا
حوالہ کرو۔ اور چلتے پھرتے نظر آؤ (چیز)

”به مرگش بگیر تا به تیب راضی شود“

کیوں بھائیو! ایسی درخواست پر کوئی تم میں سے دست خط کرتا؟ نہ کرتا ہرگز نہ کرتا! (چیر ز) بس تو کانگرس کے پاس ہو کر بھی نہ پٹکنا۔ کہ "ایں ہم بچہ شتر است" (رقعتہ اور بڑے زور سے

(چیز) *

لیکچر نمبر (۲)

تمہید

ششہ ۱۹۴۷ء میں دہلی میں مدرٹھسٹہ کے جاری کرنے کی تجویز درپیش تھی ایک مجلس میں مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب بھی بلائے گئے تھے۔ اور اُس وقت علامہ شہر دہلی ہندو مسلمان جمع تھے۔ یہ لکچر اُس وقت دیا گیا۔

اگر کوئی شخص طب یونانی اور ڈاکٹری میں محاکمہ کرنے کا قصد کرے تو اُس کو اس سے قطع نظر کرنا پڑے گا کہ ڈاکٹری طب حکام ہے۔ اگر ڈاکٹری کو اُس وقت سے جو انضمام حکومت کی وجہ سے اُس کو حاصل ہو چکا ہو کر کے دیکھا جائے تو موجبات ترجیح طب یونانی کی طرف بہت ہیں اور ڈاکٹری کی جانب کم۔ ڈاکٹری کا تمام سرمایہ فریقین چیزیں ہیں۔ تشریح۔ اور آلات۔ اور علم کیمیا جس کو ادویہ کی تحلیل و ترکیب میں مدخل عظیم ہے۔ لیکن اگر فرض کیا جائے کہ ڈاکٹری کے مفاخر کی نہایت اس قدر بڑی ہو کہ بجائے خود کتاب ہو اور اگر فرض کیا جائے کہ ڈاکٹری طبیت کے حسیض سے ترقی کر کے اوج یقینیت پر پہنچ گئی ہے اور اگر فرض کیا جائے کہ ڈاکٹری کے کل علاقہ حاکمی میں تیر ہدف تاہم جب اس بات پر نظر کی جاتی ہے کہ ڈاکٹری علاج ہندوستان میں دَفْعَ الشُّعْ فِي عَنَبْرِ حَسْبِ اس کی تمام فضیلتیں مرجع معلوم ہوتی ہیں۔ ہم ڈاکٹری کی توہین نہیں کرتے وہ عمدہ اور بہت عمدہ اور نہایت عمدہ ہو مگر اہل یورپ کے لینے جہاں کی آب و ہوا جہاں کے موسم جہاں کی پیداوار جہاں کے مراسم و عادات

کے محاط سے طب ڈاکٹری مدد نہ ہوتی نہ اہل ہند کے لئے جو کسی بات میں بھی اہل یورپ کے
ماثل نہیں۔ ایک مضمون کو اپنے خیال کے مطابق تاسع نے کیا اچھی طرح باندھا ہے

قسمت کیا ہر ایک کو قسم ازل نے	جس چیز کے ناسخ کوئی قابل نظر آیا
بٹیل کو دیانا لہ تو پروانے کو جسلنا	غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

مجھ کو یہ قطعہ اس بات پر یاد آیا کہ خدائے تعالیٰ نے ہر ایک مخلوق کی حالت کے مطابق نہ صرف
باحتیاج زندگی بلکہ آسائش کے سامان ہتیا فرمادیئے ہیں۔ انتظام الہی کے خلاف ہو کہ ہم
رہیں ہندوستان میں اور حفظ صحت کے لئے محتاج ہوں ان چیزوں کے جو یورپ اور
امریکہ میں میسر آتی ہیں۔ مگر یوں کہو کہ ہم غور نہیں کرتے اور خواہ مخواہ پتلون کے شکنجے میں اپنی
ٹانگیں پھنسانی چاہتے ہیں۔ ڈاکٹروں کی طبابت کے بڑے معتقد اکثر وہی لوگ ہیں جن کے
سروں میں حسب تقاضائے وقت آزادی کے خیال پڑے اہل رہے ہیں۔ لیکن اگر آزادی
اسی کا نام ہو کہ ادب اور اپنی ہر پانی چیز کو ترک کیا جائے تو جہاں تک یہ آزادی طبابت سے
متعلق ہو ہمارے نزدیک ان لوگوں کی دہی کہاوت ہو کہ گرٹھ سے بکھلے اور کونے میں گرے
سلطنت۔ حکومت۔ دولت۔ دستکاری۔ تجارت۔ سب کچھ جا کر ایک جان بچی تھی وہ بھی دوسروں
کے بس ہیں کردی تو حقیقت میں دنیا سے آزاد ہوئے ۵

باندھتے ہیں سرو کو آزاد اور وہ پاگل	کیسی آزادی کہ یاں یہ حال ہو آزاد کا
<p>جو دوائیں اطباء یونانی استعمال کرتے ہیں سب ہمارے ملک کی پیداوار ہیں اور اگر یہ دوائیں دوا کے طور پر کام میں نہ لائی جاتیں تو دوسرے کسی مصرف کی نہیں۔ پس ملکی خیر خواہی کب جانز رکھ سکتی ہو کہ اتنی ملکی دولت کو ضائع ہونے دیا جائے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ ہم ملکی خیر خواہی کا بھی دم بھرتے ہوں۔ یونانی طبیبوں کے طرز علاج میں ایک بڑا مفاد یہ ہو کہ انھوں نے دوا اور اس کے بنانے کی ترکیب لکھ کر نسخہ بیمار کے حوالہ کیا۔ اس طریقے سے بیمار کے علاج کے علاوہ من وجہ اس کو علم طب سے آگاہی بھی حاصل ہوتی ہو۔ اور یہی وجہ ہو کہ بھلے آدمیوں</p>	

کے گہروں میں اکثر بوڑھی عورتیں تک بہت سی دواؤں اور ان کے خواص سے واقف ہوتی ہیں۔ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ عام لوگوں کی طبی معلومات کو جمع کیا جائے تو کئی طبیب حاذق بنیں۔ اگر کوئی شدید ضرورت پیش آجائے اور طبیب فی الوقت بہم نہ پہنچ سکے تو کمتر ایسا ہوگا کہ پاس پڑوس والوں میں سے کوئی دوا نہ بتا سکے۔

طبیب بھی بشر ہے اور اس سے بھی غلط ہونی ممکن ہے۔ مگر اس کی غلطی عطار اور بیار اور بیمار دار اتنے لوگوں کی نظروں سے بچ کر جانا نہیں سکتی۔ اور یوں علاج یونانی میں احتمالات خطر کم ہیں۔ برخلاف ڈاکٹری علاج کے کہ *کلمۃ فی طبی الشاعری* کہ ڈاکٹر صاحب ہی سمجھیں اور کہیں غلطی کی تو بیمار کا خدا حافظ اور طب ڈاکٹری کی معلومات کا طب یونانی کی طرح عام ہونا تو ڈیڑھ دو سو برس سے ادھر متوقع نہیں۔ جو شخص ڈاکٹری علاج کا التزام کرے اس کو ایسے اتفاق کے لینے کوئی انتظام پہلے سے سوچ رکھنا چاہیے کہ وقت پر ڈاکٹر یسٹرن آئے تو کیا تدبیر کرے۔ ایسا ہی بلکہ اس سے زیادہ احتمال ڈاکٹری دوا کے ساتھ لگا ہے۔ کیا عقلاً ناممکن ہے کہ کسی دوا کا ذخیرہ تمام ہو جائے اور وقت پر بہم نہ پہنچ سکے۔

غرض یونانی اور ڈاکٹری علاج تو دونوں ہیں مگر یونانی علاج ہندوستانیوں کے حق میں *عقلی بصیرت* کا قابل مزید اطمینان اور اختیار ہے اور ڈاکٹری علاج *تحریری* عرضہ خطر اور قابو سے باہر۔ طب یونانی اور ڈاکٹری میں ایک وجہ فرق اور ہے جس سے ہم قطع نظر نہیں کر سکتے وہ یہ کہ امراض جسمانی کے علاوہ ہم سب کے سب *الکما شاع اللہ افلاس* کے مرض میں ہی مبتلا ہیں۔ پس ہمارے امراض جسمانی کا علاج اس مرض کی رعایت سے ہونا چاہیے۔ یونانی دوائیں چوں کہ ہمارے ملک کی پیداوار ہیں ہم کو بہت ارزاں ملتی ہیں برخلاف انگریزی دواؤں کے کہ دوا کی لاگت اس کے یہاں تک آنے کا خرچہ۔ اس پر نفع تجارت۔ اس پر انگریزی نام ہونے کی قیمت کہ پانی کو آگوا اکھدیا۔ بیمار بیچارہ کیا جائے کہ آگوا کیا بلا ہے دوا فروش نے آگوا

۱۲ شہر کی مراد شاعر کے پیش میں ۱۲ جس کو علاج کرنے والا خود بھی سمجھ سکے ۱۲ انگل۔ اناذہ ۱۲ +

کے ایک ڈاکٹر اپنی ایک بوند کا ایک آنہ لگا لیا دینا بھی پڑتا ہے اور طبیب اور ڈاکٹر کی فیس پر خیال کرو تو ہاں روپے سے کام چلے تو ڈاکٹر کو کم سے کم گنی (اشرفی) اس قدر ادا کرنا پڑے گا کہ وہ اپنے انظارِ حق یہ مسئلہ عقلی اور ساری دنیا کا متفق علیہ ہو کہ طب کسی ملک اور کسی قوم اور کسی زمانے کی ہو ملتی تھی غلطی ہو اور ہمیشہ ہمیشہ کو ملتی رہے گی۔ اس حکیم مطلق کی طرف سے ہر نفس سے ساتھ ایک طبیب الٰہی متعین ہو طبیعت کو وہی بہترین ہو طبیب کا کام ہو طبیعت کی تقویت اور بس۔ طبیعت کی تقویت کی بہت سی تدبیریں ہیں۔ اُن میں سب سے بڑی دوا اور میر سے نزدیک دوا سے بھی بڑی طبیب کی توجہ۔ ہمدردی۔ تسکین۔ تسلی۔ تشفی۔ اور میری تدبیریں ہیں جن کا ڈاکٹری علاج میں اہتمام نہیں یا جو تو جیسا ہونا چاہیے ویسا نہیں۔ پھر کیا ڈاکٹر کیا طبیب مزو علاج تو دونوں لیتے ہیں۔ مگر لینے لینے میں فرق ہو۔ طبیب تو لیتا ہے مگر کھدک کر کہ اس تکلیف کی کیا ضرورت تھی۔ اور ڈاکٹر خود طلب کرتا ہے بلکہ سرکاری قاعدہ کے مطابق بن ہی دیتا ہے۔ اور اگر قبل وقت پر نہ پڑا تو اللہ و اللہ الخ نالش ان دنوں لوگ معاش کی طرف سے اس قدر تنگ ہیں کہ ٹمنے کی ذمّت ہو۔ اگر طب یونانی کی طرف توجہ کریں تو ہم خرا و ہم ثواب مگر قومی اور ملکی بدقسمتی اندھا کر دے اور ایسا صریح۔ ایسا یقین ایسا بے منت فائدہ نہ سمجھو پڑے اور دس دس پندرہ پندرہ روپے کی نوکری کے لئے امتحان کی مصیبت اٹھائیں در بدر ٹھوکریں کھاتے پھریں تو اس کا علاج نہ یونانیوں کے پاس ہو اور نہ ڈاکٹروں کے پاس۔ دُنیاوی قباحتوں کے علاوہ جن کو میں نے مجمل بیان کیا ہم میں بہتیرے خدا کے بندے ایسے بھی ہیں جو بہ تقاضائے احتیاط مذہبی ڈاکٹری علاج سے منکر نہیں اور اُن کا احترام محض بے جا بھی نہیں۔ ڈاکٹری علاج میں شراب دوا ہو جیسا کسی احمق نے افیون کے حق میں کہا ہے

خود مرض و جمله مرض را دوست

اور ہمارے عقائدات کی رو سے **الاشفاء فی الحس** امر انگریزی ورائیں بعض ایسی ہی ہیں۔

لہذا وہ اپنی موتی زرد جس سے دیکھنے والے پتھر کا اٹھیں ۱۲ سالہ وارغ دینا سب سے آخروں کے کہ دوا ۱۲ سالہ حرام چیزوں میں شفا

کہ اگر شراب نہیں ہیں تو شراب کی لاگ سے اُن کا ست کھینچا گیا ہو۔ معلوم نہیں کہ جو لوگ عموماً ڈاکٹری علاج کے گردیدہ ہیں ہر دوا کی نسبت تحقیقات کر کے مطمئن ہو گئے ہیں کہ اس میں شراب کا شائبہ نہیں یا مذہباً جو از کی صورت نکال لی ہو۔ ابھی چند روز ہوئے شہر میں شور مچا ہوا تھا کہ قندمروں کی ہڈیوں سے صاف کیا جاتا ہے۔ خبر نہیں ہندوؤں نے قند کو ترک کیا یا پنڈتوں سے اگیا لے لی۔ غرض ایک بات کو دُبدھے میں کیوں رکھو یک سو کیوں نہیں کرتے کہ دوا میں آمیزش حرام چیز کی ہی یا نہیں اور ہی تو مذہباً اس کا استعمال روا ہی یا نہیں فتویٰ جواز لینے کے بعد اختیار باقی ہے کہ اُس کا نعم البدل یا بدل دوا سے یونانی ہوتے سالتے جو از سے استفادہ کرو یا شیوۃ احتیاط پر کار بند ہو۔ ان چند باتوں کے سننے کے بعد جو میں نے بیان کیں میں نہیں سمجھتا کہ کوئی ہندوستانی انصافاً ڈاکٹری کو یونانی پر ترجیح دے مگر کیمیا اور تشریح اور آلات کا کیا جواب۔ سو کیمیا سے جو بڑا کام ڈاکٹروں نے لیا ہے میرے گمان میں یہی ہے کہ دواؤں کے ست بننے لگے ہیں صاف۔ قلیل المقدار۔ قوی الاثر۔ ان میں سے جو دوا ہماری طب یونانی سے خارج ہو کھاجہ کلدھیر اور جو دوا ہماری طب کی ہے تو ہم اُس کو اپنے قدیم طریقے سے کیوں نہ استعمال کریں۔ جس کا نفع سیکڑوں برس کے تجربے سے محقق ہو چکا ہو۔ ہندوستانیوں سے عموماً انگریزی دواؤں کی تیزی کی شکایت سنی جاتی ہے اور ایک بات سے تو شاید کوئی بھی انکار نہ کرے گا کہ یونانیوں کی طرح ڈاکٹری مریض زیادہ دن تک نہیں بھولتا۔ چٹ پٹ ادھر یا ادھر۔ ہم کو بد توں حیرت رہی کہ آیا ان مریضوں کو مرگ مفاہات کے سوا دوسری طرح مرنا نہیں آتا یا ہم نہیں سُننے۔ آخر کار یہ بات ذہن میں آئی کہ دوائیں ہوتی ہیں قوی الاثر اور سریع الاثر اگر مرض پر غالب آئیں تو مریض جلدی سے چنگا ہو گیا اور اگر الٹی پڑیں تو موتِ عدلت ہو کہ مریض کا کام تمام کر دیا۔ یہ ہے ضررِ عاجل جو دواؤں کی روحوں کے استعمال پر مرتب ہوتا ہے خدا جانے یہ دوائی روصین

کتنی انسانی روحوں کے معاوضے میں ہیں۔ دواؤں کے قوی الاثر اور مریض الاثر ہونے کی وجہ سے مفردات الامراض کو تو ڈاکٹر خیر سنبھال بھی لیتے ہیں۔ مگر مرکبات الامراض اس ملک کے تو کسی طرح ان کے قابو کے نہیں۔ اب یہی تشریح اور آلات یہ دونوں لازم و ملزوم اگر کوئی شخص یہ خیال کرتا ہے کہ طب یونانی میں تشریح نہیں تو وہ بیچارہ طب سے بے خبر ہے۔ طب یونانی میں تشریح ہی اور مکمل ہے اس وقت تک اس کی غلطی یا فرو گذاشت نہیں پکڑی گئی اور نہ پکڑی جاسکتی ہے کیوں کہ وہ بھی بنی ہو مشاہدہ اور راسی العین پر۔ مگر ہاں یہ طب کا نہیں بلکہ طبیبوں کا قصور ہے کہ انہوں نے نہیں معلوم کھاکر یا ڈاکٹر خیر سنبھال سے گزارہ کیا۔ کتابوں میں سب کچھ ہے مگر طبیبوں کو اس کی چشم دید تصدیق نہیں اور ان کے اذہان میں بھی جسم انسان کی ساخت مرتسم نہیں۔ اطباء یونانی میں یہ بڑا نقص ہے اور اس نے ڈاکٹر کو ان کے مقابلے میں اور بھی قوی کر دیا۔ لوگوں میں سمجھ کہاں ساری طب کو اس پر قیاس کر کے ڈاکٹری کی طرف جھک پڑے اور بازاری طبابت اس قدر مندا ہوا کہ اجڑا داخل ہے اس کس مستی کے ساتھ تو چالیس پچاس برس پہلے جلتا ہوا نہیں دکھائی دیتا۔ سخت افسوس کی بات ہے کہ مہاراجاوں سے طب جیسی نعمت جو ہمارے زندگی ہے سلب ہو جائے صرف اتنی ذری سہی بات سے کہ لوگ اس کی قدر نہیں کرتے بے وجہ معقول یا طبیب اس کے ایک حصے کو ہاتھ نہیں لگاتے بے عذر مقبول۔ یہ زمانہ قومی و ملکی خیر خواہی کے جوش کا ہے اور لوگ بھی طرح طرح پر اپنے ہموطنوں کے فائدہ کے لئے کوشش کر رہے ہیں مگر جس کوشش کا بیڑا حکیم عبد المجید خاں صاحب نے اٹھایا ہے وہ اس کو مشکور کرے۔ بے نظیر رہے مانند ہو۔ اول معلوم کرنا چاہئے کہ حکیم عبد المجید خاں صاحب ہیں کون۔ پھر پوچھنا چاہئے کہ ان کے اغراض کیا ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہندوستان میں کوئی ایسا شہر یا قصبہ ہے جہاں کے لوگ یہ نہ جانتے ہوں کہ جناب حکیم محمود خاں صاحب دہلی میں اول درجے کے طبیب حاذق ہیں۔ اور جو شخص

حکیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس کو یہ بھی معلوم ہو کہ مدتوں سے حکیم صاحب کا مطب اُن کے خلف اکبر و ارشد حکیم عبد المجید خاں صاحب کے ہاتھ میں ہے۔ پس جو شہرہ حکیم محمود خاں صاحب کا ہے حقیقت میں من حیث المطب حکیم عبد المجید خاں صاحب کا حق ہے۔ طب کی حقیقت طب کا ہنر اور حکیم عبد المجید خاں صاحب سے بڑھ کر کوئی کیا جائے گا۔ یہ خیال اُن ہی کے دل میں گزرا کہ طب کا ایک مدرسہ جاری کرنا ضرور ہے۔ اس مدرسے کے اجراء سے اُن کی یہ غرض ہے کہ بالفعل طب یونانی کو سنبھال کر آئندہ اس کو ترقی دی جائے۔ مثل اُن لوگوں کے جو کہتے ہیں کہ لیتے نہ صرف کہنے کے لیے۔ حکیم عبد المجید خاں صاحب اپنے اغراض کے صاف صاف بیان کرنے میں مضائقہ سا کرتے ہیں۔ مگر واقع میں اُن کا مطلب یہ ہے کہ طب کے طریقہ درس کو باقاعدہ کیا جائے وہ اس بے تمیزی کو نہایت حقارت کے ساتھ دیکھتے ہیں اور وہ حقارت کی چیز ہے بھی۔ کہ چند روز کسی طبیب کے مطب میں بیٹھنے اور بے سلسلہ دو چار کتابیں پڑھ لینے یا صرف کسی طبیب کا جانشین ہو جانے سے کسی شخص پر طبیب کا اطلاق کیا جائے۔ پس انہوں نے تھیک سوچا ہے کہ طب کا مدرسہ ہوگا اور اس میں باقاعدہ درس دیا جائے گا۔ امتحان ہوگا۔ سند ملے گی۔ تو نیم حکیم خطرہ جان جو حشرات الارض کی طرح اطراف و جوانب میں منتشر ہو رہے ہیں رفتہ رفتہ معدوم ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ اُن کے اغراض میں یہ بھی ہے کہ جراحی جس کو اطباء نے یونانی نے علما ترک کر رکھا ہے شرط طبابت گردانی جائے اور درحالیکہ انگریزی آلات ہم پہنچ سکتے ہیں اور کتابوں میں مسائل تشریح بحال شرح و بسط لکھے ہوئے موجود ہیں۔ حکیم صاحب کا یہ ارادہ بادی النظر میں دشوار تو معلوم ہوتا ہے مگر کوئی اس کو محال و ناممکن نہیں کہہ سکتا۔ حکیم صاحب چاہتے ہیں کہ ان کے مدرسے کے طبیب آپ فصد کبول لیا کریں جگہ سے ٹکے ہوئے اعضا کو اُن کے اصلی موقع پر بٹھا دیا کریں۔ عند الضرورت چیر بھاڑ قطع و برید کر لیا کریں۔ غرض نہ صرف طبیب ہوں بلکہ جراح بھی۔ حکیم عبد المجید خاں صاحب اس پر بڑا زور ڈالنے کو ہیں کہ ان کے طبیب و دانشناس

اور دوا ساز بھی ہوں یعنی بہ قدر تعلق طبابت یونانی کیمیا کے ماہر۔ حکیم عبد المجید خاں صاحب
دوبی زبان سے بھی کہتے ہیں اور ان کا وہی زبان سے کہنا اور دوسرے کا ڈھنڈور اپنیسا برابر ہے
کہ جب ہم طب یونانی کو تازہ اور مستحکم کر چکیں گے تو دیکھیں ڈاکٹری کی بھار آدمیوں کے لینے
اور رواج دینے میں بھی کوشش کریں گے۔ سبحان اللہ اصلی رفارم تو اسی کا نام ہے اور اسی کی ہم کو
ضرورت ہے۔ خدا کرے دوسرے رفارموں کے بھی ایسے ہی خیال ہوں۔ میں اپنی جگہ بیٹھا ہوں
اسی طرح کی بہت تحریریں سنا کرتا ہوں ابتدا میں غل ہے اور شور ہے اور اہتمام ہے اور ابرام ہے اور
آخر میں کچھ نہیں۔ اگر حکیم عبد المجید خاں صاحب ہرے مجوز اور محرک ہوتے تو میں اس مدرسے
کو بھی ہندوستانیوں کی عام تحریروں کی طرح بے وقعتی کی نگاہ سے دیکھتا مگر میں دیکھتا ہوں کہ
واقع میں ایک اعتبار سے انہوں نے مدرسہ جاری کر دیا۔ درس طب اور طب ڈیپارٹمنٹ میں ہے اور
دہلی میں اس وقت دونوں چیزیں حکیم عبد المجید خاں صاحب کی دونوں مشیعوں میں ہیں تو جب
انہوں نے مدرسہ کو کہ وہی بڑا کام تھا اپنے اور اپنے دونوں بھائیوں کے متعلق کر لیا تو اب
کیا گیا صرف حیثیت کا بدل دینا جو لوگ حکیم عبد المجید خاں صاحب سے استفادہ طلب کر رہے ہیں
اپنی حالت پر قائم رہیں لیکن اس حیثیت سے کہ مدرسہ طبیہ مجوزہ کے طالب علم کہلائے جائیں
اور حکیم صاحب اور ان کے بھائی بے تنخواہ کے مدرس۔ اس سے زیادہ حکیم عبد المجید خاں صاحب
مدرسہ جدید کو کیا دیتے اور کیا کرتے کہ تینوں بھائیوں نے اپنی خدمتوں کو بے مزد دے منت
وقیفہ مدرسہ کر دیا اب لوگوں کی ہمتوں کو دیکھنا ہے اگر مفتی صاحب نے بھی سر میں قتل اور
دل میں خیر ہو تو جی کھول کر چندہ دیں کہ کتابیں اور آلات خریدے جائیں۔ جدید طلبہ داخل ہونے
شرع ہوں۔ ان کے رہنے بیٹھنے اور کھانے کا ٹھکانا کیا جائے۔ اور مدرسہ ترقی پکڑے۔ اگر ایسے
محل پر بھی لوگوں نے کوتاہی کی تو سمجھ لیں کہ ہندوستان سے طب رخصت ہوئی۔ اور زندگی
سے عافیت واللہ ویک التوفیق دہلی میں تو کوئی ایسا بھون بھی خیال نہیں کر سکتا۔ مگر ہاں باہر والے
لے رانی کے ایک دانہ کے برابر ۱۲۵ اللہ توفیق دینے والا ہے ۱۲۵

جن کو حکیم عبد المجید خاں صاحب کے تفصیلی حالات سے آگاہی نہ ہو اس مثل کے مطابق کہ دودھ کا جلا چھاپھ کو بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے۔ شاید بدگمانی کریں تو ایسی بدگمانی **إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ كَذِبٌ أَفْوَحٌ** میں داخل ہوگی۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ حکیم عبد المجید خاں صاحب فی حد ذاتہ بڑی قدرت کے آدمی ہیں۔ اور ان کی شان **إِنَّمَا أَشَاءَ اللَّهُ تَعَالَى** سے بہت ارفع ہے کہ ایسی ادنیٰ اور خسیس منفعت پر نظر کریں۔ تو جو لوگ چندہ دینا چاہیں۔ وہ سمجھ لیں اور بخوبی مطمئن رہیں کہ ان کا دیا ہرگز اکارت نہیں جاسکتا۔ نہ صرف اس اعتبار سے کہ آپ کو آخرت میں ثواب ملے گا وہ تو ملے ہی گا اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ چندہ لے گا **فَلَا تَعْشَرْ مِمَّا كُتِبَ عَلَيْكُم بِالْحَسَنَةِ**۔ یعنی ان کی کوڑی کوڑی کمال احتیاط اور کنایت شماری کے ساتھ طب یونانی کی اصلاح اور ترقی میں خرچ ہوگی **وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ**۔

۱۔ بعضے گمان داخل گناہ ہیں ۱۲۔ خدا زیادہ اور زیادہ کرے ۱۳۔ جو ایک نیکی کرے گا وہ دس نیکیوں کا ثواب پائے گا ۱۴۔ جو کچھ ہم کہتے ہیں خدا اس کا گواہ ہے ۱۵۔

لکچر نمبر (۳)

مسلمانوں کی حالت تعلیم پر

محمدن ایجوکیشنل کانگریس کے تیسرے سالانہ جلسے میں ۲۸-۲۹ ستمبر ۱۸۸۸ء کو بمقام لاہور دیا گیا جس کے ساتھ مدرس کے بند بھی پڑے گئے

تمہید

لاہور میں مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کے لکچروں کا سلسلہ قائم ہوا۔ اُس کا یہ پہلا لکچر ہو اور جس قدر ازدحام اس لکچر میں تھا ویسا سو لاہور کے دوسرے جگہ دیکھا بھی نہیں گیا اسی موقع پر ہنز آئرلنڈ گورنر ہاؤس اور پنجاب نے اپنے خیمے و شامیانے آئرلینڈ سیرسید احمد خاں کو بانگ دیتے تھے۔ تمام پنجاب کے قریب قریب کل زودار آدمی موجود تھے اور خود لاہور پنجاب گورنمنٹ کاسیٹ ہو۔ اُس میں کئی قسم کے کانچ ہیں بہت سے ذوق کے ہیڈ کو اور ٹر بھی ہیں اور وہاں اس طرح کے جناح کا چرچا بھی بہت ہو۔ اب لکچر میں ہم نے بہت سے آدمیوں کو کبھی سنتے اور کبھی روئے دیکھا اور اسی

لکچر نے پنجاب میں لکچر ار کا سکھ بٹھایا۔

غالباً آپ صاحبوں نے اسی حیثیت سے مجھ کو جانا اور پہچانا ہو گا کہ آنریبل سر سید احمد خاں صاحب کے فالوئرز میں میں بھی ہوں۔ اگر فالوئرز سے وہ لوگ مراد ہوں جو اس کانگریس میں شریک ہونے کے لیے اُن کے ساتھ آئے بلکہ اگر وہ لوگ بھی مراد ہوں جو سر سید احمد خاں کو بڑا اٹلانٹینڈ بڑا عالی خیال، بڑا مال اندیش، بڑا مدبر، بڑا مستقل مزاج، بڑا متحل، اور مسلمانوں کا بڑا بہت بڑا اور سچا خیر خواہ باور کرتے ہیں فَاِنَّا اَوْلٰهُمُّمُ وَاَقْدُمُھُمْ (تو میں سب سے اول اور سب سے آگے ہوں) لیکن اگر فالوئرز سے مراد ہوں بلا تحقیقات اُن کے تمام خیالات کے تسلیم کرنے والے، اگرچہ وہ خیالات مذہبی ہی کیوں نہ ہوں تو میں اس بھرے مجمع میں پکارے کہتا ہوں اِنِّیْ بَرّاءٌ (میں بری ہوں) سر سید احمد خاں کی طلب کے علاوہ مجھ کو اس کانگریس میں شریک ہونے کے لیے ایک وجہ اور بھی داعی ہوئی کہ میرے نزدیک ایسے مجمع کے لیے تمام ہندوستان میں پنجاب سے اور تمام پنجاب میں لاہور سے بہتر کوئی موقع نہیں ہو سکتا اس وقت کیا رعایا کیا سرکار سب کی ہمتیں پنجاب کی طرف مصروف ہیں اور جس زور سے دُفسیو (ملکی حدود کی حفاظت) کا رونا تیاں ہو رہی ہیں آپ سب صاحبوں کو معلوم ہیں مگر تعلیم سے بڑھ کر کوئی دُفسیو نہیں بشرطیکہ مناسب طور پر ہو۔ یونیورسٹیاں اور کالج تو بجائے خود میں کہتا ہوں ہر ضلع بلکہ ہر تحصیل اسکول ایک ٹور آف اسٹرنگتھ (قلعہ مستحکم و استوار) ہے اگر اُس میں تعلیم اچھی ہو۔ رعایا گورنمنٹ کی دولت ہے۔ اور اُس کی رضا مندی گورنمنٹ کی قوت رعایا اور گورنمنٹ کے اغراض ایسے وابستہ ہیں کہ اگر رعایا گڈ (اچھی) رعایا ہو اور گورنمنٹ گڈ گورنمنٹ تو رعایا ہی گورنمنٹ ہے اور گورنمنٹ ہی رعایا۔ مگر افسوس بڑے افسوس بڑے سخت افسوس کی بات ہے کہ ہمارے بد نصیب ہندوستان کی رعایا اور گورنمنٹ میں وہ گاڑا اتحاد نہیں ہے اور اُس کے ہونے میں ابھی بہت دیر معلوم ہوتی ہے جس کا ہونا رعایا اور

گورنمنٹ دونوں کے حق میں مفید بلکہ ضروری ہو۔ برٹش گورنمنٹ کو ہندوستان میں حکومت کرتے ہوئے قرن ہو گئے۔ بعد اچھر کون سی چیز رعایا اور گورنمنٹ میں اتحاد کے پیدا ہونے کی مانع ہو۔ کیا گورنمنٹ جاہل اور سخت گیر ہو۔ تو بہ تو بہ ماں باپ سے بڑہ کر شفیق۔ تو کیا رعایا سرکش ہو؟ نہیں نہیں۔ ایسی متفاد اس قدر مطیع کہ ایک چرواہے کو بھیڑ بکری کے ریوڑ کا روکنا مشکل۔ اور ایک شہتے کا نسل کا انہو رعایا کا سنبھالنا آسان۔ پھر کس کا قصور ہو؟ رعایا کا۔ کیوں کہ ان ایکو کٹیڈ (تعلیم یافتہ ہیں) ان بد بختوں کو گورنمنٹ کا منشا معلوم نہیں۔ گورنمنٹ کے پرنسپلز اصول سے آگاہی نہیں رکھتے۔ انہوں نے دیکھی ہیں۔ ڈسپاٹک (شخصی خود مختار) حکومتیں ان کے ذہنوں میں متواتر طور پر یہ بات مرکز ہو رہی ہے کہ سلطنت اسی واسطے موضوع ہوئی ہے کہ حاکم وقت کی اسمائش کے لیے رعایا مصیبت اٹھائے۔ رعایا کماٹے۔ حاکم اڑائے۔ رعایا اپنی انگریزوں کو سوسے تاکہ بادشاہ کے نوکروں کے چاکروں کے بیٹکاروں کو تھمے ہو۔ رعایا جاٹے میں سکرٹے تاکہ شاہی اصطبل کے پرتل کے ٹوک شیر می شالوں کی گردنیاں اڑھیں پس انگریز ممبران ایجوکیشنل کانگریس میں آپ صاحبوں کو صمیم قلب سے مبارک باد دیتا ہوں وَلَيَبْلُغَنَّ عَنِّي الشَّاهِدُ الْغَائِبُ (جو شخص حاضر ہو میری طرف سے اس کو اور جو حاضر نہیں ہو یہ پیام پہنچا دے) کہ آپ صاحبوں نے زمانے کی رمز کو خوب سمجھا۔ کوئی شخص جس کو عقل سے ذرا سا بھی بہرہ ہو اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ تعلیم ہی رعایا ہندوستان کو شائستہ اور مہذب بنائے گی۔ تعلیم ہی ان کو دولت کی کمیہا سکھائے گی۔ تعلیم ہی ان کی نظریں برٹش گورنمنٹ کی قدر بڑھائے گی۔ تعلیم ہی ان کو برٹش گورنمنٹ کی ہر باتوں سے متمتع ہونے کی حرص دلائے گی۔ تعلیم ہی بد گمان رعایا اور رکی ہوئی گورنمنٹ کے دلوں میں صفائی کرائے گی اور جب وہ زمانہ آئے گا (خدا جانے ہم میں سے بھی کسی کو وہ دن دیکھنا نصیب ہو گا یا نہیں) کہ رعایا اور گورنمنٹ ایک جان دو قالب ہوں گی تو ہندوستان کو جنت نشان کہنا حکایت

نفس الامری ہوگا۔ نہ ایشیائی شاعروں کا سامبا لند۔ اُس وقت ہندوستان کی سلطنت پوری پوری مطلق سلطنت ہوگی۔ مستحکم کاٹھا بنیائے موصوفی صلی (گج کی ہوئی عمارت) بیرونی دشمنوں روس وغیرہ سے بے خطر اور اندرونی ڈسٹر بنس (فسادات) جماع ناروا و امثالہا سے فارغ۔

تعلیم یعنی ہندوستان کی تعلیم ایک ایسا مضمون ہے جس پر سالہا سال سے غور کیا جا رہا ہے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ یورپ میں بھی۔ میں نہیں سمجھتا کہ تعلیم کے تعلق میں کوئی نئی انوکھی بات کہہ سکوں گا جو کسی کو نہ سوچھی ہو۔ یا جو کسی کی زبان یا کسی کے قلم سے نہ نکلی ہو۔ میں اسی کو اپنی بڑی کامیابی سمجھوں گا کہ ان ہی مطالب کو سننے پر ایہ میں آپ صاحبوں کے رد و رد و پیش کر سکوں۔ میری مثال اس زمانے کے ایک شاعر کی سی ہے کہ بچارہ کوئی نیا مضمون نہیں پاتا جس طرف ذہن کو دوڑاتا ہے دیکھتا ہے کہ وصل اور ہجر اور انتظار اور واسوخت اور سراپا اور بہار اور خزاں اور استخفاف مذہب اور بزرگان دین کے ساتھ استہزاء وغیرہ وغیرہ کوئی خیال نہیں جس میں ”اور رائیڈ اور راگین“ (بار بار) سیکڑوں ہزاروں نے طبع آزمائی نہیں کی۔ ناچار ہار کر ٹھک کر بندش پر قناعت کرتا ہے۔ وہ بھی ہر ایک کو نصیب نہیں جس طرح ایک کسان ہل جتنے میں اپنے مٹھے ہیل کی کبھی دم مڑتا کبھی اُس کو ٹٹکاری دیتا کبھی اُس کے گدگدی کرتا۔ اور کبھی سانشا مارتا اور کبھی چھوٹا ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جو مسلمانوں کی رفتارم کے درپے ہیں مسلمانوں کو کبھی ان کے بزرگوں کی شان و شوکت ان کی عظمت ان کے فتوحات ان کے ہر طرح کے کمالات یاد دلاتے کبھی مسلمانوں کی حالت موجودہ کی تباہی۔ ان کی مفلسی اقوام معاصر کے مقابلے میں ان کی بے وقعتی کا مرثیہ ان کو سناتے اور کبھی ان کو کاپلی اور تعصب پر ملامت کرتے اس غرض سے کہ مسلمانوں کی غیر کوتاہی نہ ہو۔ میں بھی یہی کچھ کروں گا۔ اور اس کے سولے کر بھی کیا سکتا ہوں۔

یہ بات مسلمات سے ہے کہ مسلمان فی سرفانی عمر و حج (اپنے عروج کے زمانے میں) کسی

قوم سے علوم میں پیٹے نہیں رہے۔ وہ تحصیل علم پر اس قدر جریں تھے کہ جہاں سے اور جس
 بوجھ سے جو کچھ اچھا لگے اڑے جس طرح مسلمانوں کی ملک گیری سیرت النبیؐ کہ ایک
 ہی صدی میں تمام روئے زمین پر لَمَزَ لَكَ الْيَوْمَ آج کوئی اور بھی ہمارے سوا اے ملک کا
 مالک ہو، ڈمکا بجا پھرے۔ اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ اُن کی علمی فتوحات محلِ استعجاب ہیں
 شروع شروع میں بعض متعصبین نے انگریزی کی مثل گیور دی ڈاگ اسے بیڈ نیو اینڈ ون
 کٹ جیم آؤٹ (کٹے پر پہلے کچھ الزام لگاؤ۔ پھر اس کو لٹا کر باہر کر دو) سے مطابقت سلواتا
 پر بہتان بندی کی تھی کہ انھوں نے اپنے مذہب کے ضعف کی پردہ داری کے لیے علوم کو معدوم
 کرنا چاہا۔ گریٹیکس (واقعات) کس کے دبانے دیتے ہیں۔ آئزاک نیوٹن (پاکستانی) کہ چوٹ
 اب تمام یورپ میں شاید ایک تنفس ہی اس سے انکار کرنے والا نہیں۔ کہہ سکتی۔ دشمنی ان میں
 ابتداً مسلمانوں ہی نے پھیلائی۔ ایک منصف ذات اور متقی انگریز کا یہ قول اسی آئینہ مصحف
 میں نظر پڑتا تھا۔ کہ "مسلمانوں کی تعلیم میں کوشش کی حقیقت میں اُن کے بزرگوں کا دیا ہوا
 قرضہ اتارنا جو میں سچ کہتا ہوں کہ یہ فلیٹ ٹرک لینڈنگ (الفاظ مع) پڑھ کر تھوڑی دیر کے لیے
 میں بھی شیخی میں آ گیا تھا۔ مگر اسی وقت یہ شعرا دا گیا ہے

إِنَّ الْقَتْلَ مَنْ يَقُولُ هَا أَنَا ذَا لَيْسَ الْقَتْلَ مَنْ يَقُولُ كَانَ آتِي

(مرد وہ ہو جو کہ میری ذات میں یہ نہ ہو۔ وہ مرد نہیں ہو جو باپ پر فخر کرے) پھر تو وہ کچھ
 (توصیفی) الفاظ جو لہجہ کی نشتر کی طرح چبھنے لگے۔ ہم اپنے علمائے متقدمین کو اُن کے زمانے
 کے لحاظ سے اور بھی زیادہ وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اُن وقتوں میں علم کچھ ایسی بہت بکا آمد
 چیز نہ تھی یونانی جو علم کے اعتبار سے سب میں سربراہ درود تھے اُن کے سارے کمالات کا خلاصہ
 تھا حکمت نظری وہ ذہنی احتمالات کی بھول بھلیاں میں جھٹکتے پھرتے۔ پھر نے کو عقل انسانی کی
 معراج جانتے تھے لَوْ كُنَّا إِلَّا عِبَادًا لَّكَ لَآتَيْنَاكَ الْخَبَرَ وَكُنَّا إِلَّا عِبَادًا لَّكَ لَآتَيْنَاكَ الْخَبَرَ
 عملیات کی طرف لغت ہونا اُن کی چڑھتی اور یہی وجہ تھی کہ اکثر فلاسفہ اہل تجرید تھے۔ مثلاً

کہ دنیاوی کوئی سی ضرورت بھی ایسے علم کے بدون اٹکی نہیں رہ سکتی۔ باایں ہمہ جو علمائے متقدمین اہل اسلام فارغ البالی کے زمانے میں یونانیوں کے علوم کے طالب ہوتے تو اس سے صاف ثابت ہے کہ انھوں نے علم کو طلب کیا لَاحِلِبْ مَنْفَعَةٍ بَلْ رَغْبَةٍ إِلَىٰ أَنْفُسِ الْعُلَمَاءِ (کوئی مفاد حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ نفس علم کے لیے) اللہ اللہ ان ہی کے اعقاب ہم ہیں فَخَلَفُوا مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ (ان کے بعد ایسے لوگ ہوئے) ع

بدنام کنسندہ مکونامے چند

کہ علم شرط زندگی قرار پا گیا ہے اور پھر اس سے گریز کرتے ہیں۔ ع
میں تفاوت رہ از کجاست تا کجا

میں اسی مطلب کو دوسری طرز پر کسی قدر زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔
سلطنت کے معنی میں غلبہ جس کے ذرائع ابست زیادہ دور نہیں ڈیڑھ سو برس پہلے تک ہماوری اور کاؤدوری میں منحصر تھے۔ قومیں آپس میں زور آزمائیاں کرتیں جس قوم کے لوگ پیچھے تھے۔ پھیلاؤ والے اُن پر حکمرانی کرتے۔ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں عرب کا قریب قریب ویسا ہی حال تھا جیسا افغانستان کا۔ اُس جزیرے میں سیکڑوں قومیں رہتی تھیں۔ دہشی۔ خودمر۔ جنگ جو۔ زشت خو۔ جن کے گدھے حکومت کے جوئے سے بالکل آشنا نہ تھے۔ یہ لوگ ذری ذری سی بات پر ایک دوسرے سے بگڑ بیٹھتے۔ اور جب ایک دفعہ بگڑتے تو جانو کہ اُن کی نسلوں میں بنی آدم اور سانپ کی سی عداوت مستمر قائم ہوتی وہ سرزمین ہی کسی طرح سویلریشن (تہذیب) کے مناسب نہ تھی۔ ریگستان اور جھلے ہوئے پہاڑوں کے سوا سائے کوسوں پانی کا نام نہیں لکھیتی کیا خاک ہو۔ ناچار پانی اور چارے کی تلاش میں خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرنی پڑتی تھی۔ و تو خدا نے کچھ اپنی قدرت سے اونٹ کو پیدا کر دیا تھا کہ وہ حسابے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے بنایا) مستثنیٰ ہے۔ ورنہ آدمی کا تو کیا مفاد رہتا کہ اُس سرزمین میں ٹھہر سکے اونٹ کیا تھا اہل عرب کے حق میں زنبیل عمرو تھا۔

کھانا - پینا - کپڑا مکان - ایندھن - بابر داری - سواری غرض اُن کی اکثر ضرورتوں کی سربراہی اونٹ سے ہوتی تھی۔ اونٹ کی رسیدان کی ضرورتوں کو کافی نہ ہوتی تو وہ اُس کی تلافی کرتے شکار سے ادرتے پرچڑھ گیا تو کسی قافلے کی لوٹ مار سے۔ الغرض سرزمین کی حالت اور اُن کی اپنی عادت دونوں نے اہل عرب کو چُست و چالاک جناکش اور بے باک بنا دیا تھا جن صفتوں کا مجموعہ سپاہی کہلاتا ہے۔ یوں جزیرۂ عرب نے **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** گویا بآر - خوں خوار فوج کی پیداواری تھی۔ جیسے افغانستان اگر آپس میں خانہ جنگیاں اُن کو نہ مشغول کیے رہیں تو اُن کے پُرس سے پناہ مانگنی چاہیے۔

رکھ دے گا ورنہ عقل کے نیچے اُدھر تو

تاخیر نہ دے خدا کیلئے اسی پیغمبر جنوں

لیکن (علم جبر قیصل) کا یہ مسئلہ بچپن کا پڑا ہوا ابھی تک میرے خیال میں ہر کسب برابر کے (موجود)
 مقابل کی ستموں سے ایک جسم کو ہلانا چاہیں تو دونوں کا اثر ضائع - یہ قاعدہ کچھ اس طرح کا عام ہر
 کہ فرکس (جسمانیات) نٹل (ذہنیات) مارل (اخلاق) پولیٹکل (نظم ممالک سیاست مدن) وغیرہ
 سبھی جگہ ملتا ہے **يُثَبِّتُ عَلَى ذَلِكَ** عرب کی ساری بہادری اور تمام نوجو قوت اکارت تھی - جو چاہت
 اس کو تخت و ائفانق سمجھے مگر ہم تو ایسی سر زمین اور ایسی سوسائٹی میں پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کے پیدا ہونے کو آیت اللہ اور معجزہ اور خرق عادت ہی مانتے ہیں - آنریبل سید احمد رضا
 نے جس رفارم کا بیڑا اٹھایا ہے ہمارا وہ بھی اشاعت اسلام کے مقابلے میں کچھ رفارم ہے - مسلمان
 یونانیو مافلس اور ذلیل و خوار ہوتے چلے جاتے ہیں یہ بیچارے سید آل رسول دوسری
 قوموں کے نمونے دکھا دکھا کر مسلمانوں کو ہر چند سمجھاتے ہیں مگر مسلمان ہیں کہ پیٹھے پر ہاتھ ہی
 نہیں رکھنے دیتے جل شانہ کو کیا دل تھا **لَمْ تَكُنْ مَعَهُ** کیا ہم نے تیرے سینے کو نہیں کھول
 دیا جس نے عرب کے بگڑے لوگوں کو رفارم نہیں بلکہ قلب ماہیت کا ارادہ کیا ہم ان قوتوں
 اور مزاحمتوں کا اندازہ کر ہی نہیں سکتے جو پیغمبر صاحب کو اس ارادے کی تکمیل میں پیش آئیں

دستور کی بات ہو کہ کوئی کام کیسا ہی مشکل کیوں نہ ہو، ہو جانے کے بعد لوگوں کو آسان دکھائی دینے لگتا ہے۔

كُلِّ مَالَةٍ يَكُنْ مِنَ الضَّعِيفِ فِي الْاَنْفُسِ : سَهْلٌ فِيهَا اِذَا هُوَ اَكْبَرُ

(جو چیز نہیں ہوئی لوگوں کو مشکل معلوم ہوتی ہو اور وہی چیز ہوئے پیچھے آسان دکھائی دینے لگتی ہو) ہر چند ان باتوں کے بیان کرنے میں مجھ کو مزہ ملتا ہو مگر میں اپنی لائن سے باہر ہوا جاتا ہوں ان حالات میں میرے مطلب کی اتنی ہی بات ہو کہ جب تک پیغمبر صاحب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صاحب دسملہ نے اس فوجی قوت کو جو عرب کے لوگوں میں تھی اور اعلیٰ درجے کی تھی مگر ضائع اور رائیگاں حسین تدابیر سے بکار آمد نہیں بنالیا ان کو کامیابی نہیں ہوئی انھوں نے مذہبی تعلیم کے ذریعے سے پچھلی بخششوں کو لوگوں کے دلوں سے نکالا۔ ایک دلی اور اخوت اسلامی کا قائم ہونا تھا کہ اہل عرب کی مجموعی شجاعت اور سپہگرمی کا نزلہ اطراف پر گزنا شروع ہوا۔ پس اگر اسلام کو طائر سے تشبیہ دیں تو اس کا دھنا باز و مذہب تھا اور بایاں سپہگرمی، اسلام کی ابتدائی حالت ایک اُبال کی سی تھی۔ جس نے دیگچی کی تھک کے پانی کو اُچھال ڈالا۔ یہ تو عروج اسلام کی حقیقت ہو اب رہا تنزل لوگ اپنے اپنے پندار کے مطابق اس کے گوناگوں اسباب قرار دیتے ہیں۔

ہر کس خیال خویش خطے دارد

مجھ کو دوسرے خیالات سے اس وقت بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ جہاں تک تعلیم کو تنزل اسلام میں دخل ہے میں اس پر چند راز کس کروں گا۔ تنزل اسلام سے مراد ہے ضعف سلطنت۔ میں ایسا سمجھتا ہوں کہ ترقی اسلام ہی اس کے تنزل کا باعث ہوئی۔ اور قوت کے ساتھ ساتھ ضعف بڑھتا گیا۔ دنیا کے کارخانے کا بھی عجیب انتظام ہے اصدا میں علاقہ رعایت و معلولیت۔

یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے

زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے

عروس سلطنت آئی تو اسلش آرام طلبی کا ہلی عیش و عشرت شستی اور غفلت اپنی سیلیوں کو ساتھ لاتی۔ رفتہ رفتہ سلطنت کی صلاحیت سلب اور اس کے ساتھ سلطنت متنزع ہو گئی۔ اگرچہ

ابھی تک چند اسلامی سلطنتیں باقی ہیں مگر نامتظم ضعیف۔ محتاج۔ منسوب۔ اور جو لوگ زمانے کی
آلاپ سے اُس کے راگ کو پہچانتے ہیں اس بات پر متفق ہیں کہ ان سلطنتوں کا ثبات و قیام
اب صدیوں اور قرون کی نہیں بلکہ برسوں کی بات ہے۔
اگر ماضی ماضی دیکھ کر ماضی

اہل یورپ کے باہمی محاسبات دفع ہونے اور یہ نقش باطل کی طرح صفحہ روزگار سے مٹے۔
إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ جو اسباب عموماً اسلامی سلطنتوں کے انقراض کے باعث ہونے
وہ سب کے سب تو ان سلطنتوں میں تھے ہی تھے اب گزشتہ صدی کے اندر ہی اندر عجیب
اسباب کا جدا جدا ایک سبب جدید اور پیدا ہوا سائنس (علوم) دیکھیے یہ مؤوی اہل اسلام کو روئے
زمین پر رہنے بھی دیتا ہی یا نہیں۔ سائنس نے ایسا سہاڑا اٹھا رکھا ہے کہ زور بھائی اور بہادری اور ہلمی
کسی کی کچھ حقیقت باقی نہ رہی۔ ورزش باتسما کشتی، اذنیٹ، پھلکیٹی، پیتی پتا، پامک سپرمار
کے جتنے کرتب تھے اب تعزیر داری کے جلوس کے سوانے اور بھی اسی صدف کے ہیں؟ کیا
زمانے کے انقلاب ہیں؟ ایک وقت وہ تھے کہ یہی کرتب سلطانوں کے فیت و ساید افسیٹ
کرتے تھے۔ اب وہی کرتب باز پچہ بازاریاں ہیں۔ دگر بیچ۔ میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ اہل
کے مقابلے میں بہادری کے معنی ہیں۔ خوگشی۔ ہر روز آلات حرب میں ایسی ایسی ایجادیں ہوتی
چلی جاتی ہیں کہ اہل یورپ ہی ایک دوسرے کی مقاومت کریں تو کریں ورنہ دوسری قوموں
کا ایسے لالچنی توقعات کو دل میں نگہ دینا۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

اہل یورپ کی ملکی فتوحات، تو سب کی آنکھوں کے سامنے موجود ہیں اور ہم کو سارے اہل یورپ
سے کیا غرض کیا مطلب انگریزوں ہی کی فتوحات کو دیکھو۔ میں نے جب۔ نہ ہوش نہ بینا لاجو میری
یاد میں باعتبار اوسط میں برس بھی ایسے نہیں گزرے جن میں کوئی نہ کوئی نیا ملک سلطنت انگریزی
اہل مملوک، اٹلی، اٹلی کے پس اور اسی کی طرف رجوع ہونے والے ہیں ۱۲

میں شامل نہ ہوا ہو کہمُوجِبُوا اَنَا كَانِي الْاَرْضِ تَنْقَضُهَا مِنْ اَحْلَا زِيهَا دیکھا نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو ہر طرف سے لیتے چلے جاتے ہیں، ہر چند یہ فتوحات بھی بجائے خود معظمت الامور ہیں۔ مگر ان سے معظم تر انگریزوں کی سائنٹفک (علمی) فتوحات ہیں۔ ملکی فتوحات کے ذریعے سے انگریز ہم کو اسی قدر مطیع کر سکتے تھے۔ اس سے ایک انچ بھی زیادہ نہیں کہ طغوانا کو ہام اُن کو خارج دیں۔ لیکن سائنٹفک فتوحات کے ذریعے سے انہوں نے یہاں تک ہم کو اپنے بس میں کر لیا۔ کہ وہ کپڑا نہیں تو ہم نہیں۔ وہ ریل چلاتے تو ہم کانگرس میں آئیں۔ وہ تار دیں تو ہم کو خبریں ملیں۔ وہ گھڑی کے کیل پرزے ڈھالیں تو ہم کو وقت کی پہچان ہو۔ وہ دیا سلائی بنائیں تو ہم چراغ جلا لیں۔ یا بعض چرٹ یا سگرٹ سلگائیں۔ اُن کے ہاں سے سوئی آئے تو ہماری پوشاک سی جاسے میں کہاں تک کھڑا گنویا کروں جس نے انگریزی وضع اختیار کر لی ہو تو وہ بھلا خیال دہرا کر انگریزی ساز و سامان رکھے ہی گا جن کو انگریزی وضع کی چڑھی۔ اور اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں۔ وہی ذرا سوتھ کر انصاف سے بتائیں کہ نازکے ہو رہے اور وضو کے بد سے اور تانبے کے پڑانے باسنوں کے سوانے اور بھی کوئی چیز ان کے ٹھروں میں ہو۔ جس کو انگریز کا دست صنعت نہیں لگا اَلَا مَا لَشَاءَ اللہ کرکھاؤں گنگلوں سے پرہیز یہ لوگ اپنے پند امیں انگریزوں سے پرہیز کرتے ہیں اور انگریز ہیں کہ مِنْ بَيْنِ اَيُّدِيهِمْ وَهِيَ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَمِنْ قُدْرَتِهِمْ وَهُمْ قَمَنَ تَحْتَ حِلْمِ كَے سے اور پیچھے سے۔ دایم سے اور بائیں سے۔ اوپر سے اور تلے سے، ہر طرف سے اُن کو گھیرے ہوئے ہیں جاذ تو بیچ کر کہاں جاتے ہوا اَسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَقْلُدُوا هَؤُلَاءِ السَّمَوْنَ اَفْطَارِ السَّمَوْنَ الْاَرْضِ فَيُقْلِدُوا اَلَا تَشْفَقُونَ اَلَا لِيَسْلُطُنَ (اَلَمْ تَرَ) کہ قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل بھاگو۔ تو چلے جاؤ۔ مگر بے قدرت تو نہیں جاسکو گے، یہ ہر سائنٹفک حکومت جس نے تمام۔ عایا کو جاکر بند کر رکھا ہو۔ ہندوستان میں اس طرح کی انتظامی حکومت انگریزوں سے پہلے اور کسی کو تو نصیب ہوئی نہیں۔ ہوگی بھی نہیں ۱۸۵۷ء کے غدر میں اپنے دل ہی دل میں کہا کرتا تھا کہ انگریز بھلے سے ہوں تو سمٹ کر تھوڑے

دنوں کے لیے سمندر تین ہو رہا تھا۔ تاکہ باغیوں کو کافر نہ سمجھا جائے۔ باوجودیکہ اس وقت تک انگریزوں کا سائنٹفک تسلط ایسا قوی نہ تھا جیسا اب ہے مگر جیسا اور جس قدر تھا اسے اس خیال کو کافی تھا کہ جو آسائش ہم کو انگریزی عملداری میں میسر ہو کسی دوسری قوم میں اس کے مہیا کرنے کی صلاحیت نہیں۔ پس یہی باغبان نا عاقبت اندیش پر خود غلط جو عملداری کے تزلزل سے خوش ہیں۔ چند روز میں عاجز آکر کمنٹ انگریزوں کو منکر لائیں تو سہی۔

میں اپنی معلومات کے مطابق اس وقت کے ہندوستانی والیان ملک پر نظر ڈالتا تھا اور برہما اور نیپال اور افغانستان بلکہ فارس اور مصر اور عرب تک خیال دوڑاتا تھا۔ اس سرے سے اس سرے تک ایک تنفس سمجھ میں نہیں آتا تھا جس کو میں ہندوستان کا بادشاہ بناؤں امیدواران سلطنت میں سے اور کوئی گروہ اس وقت موجود نہ تھا کہ میں اس کے استحقاق پر نظر کرتا۔ پس میرا اس وقت کا فیصلہ یہ تھا کہ انگریزی سلطنت ہندوستان کے اہل سلطنت ان ہی کا حق ہوا ان ہی پر بحال رہنی چاہیے۔ دعویٰ مدعیان معہ خرچہ ڈسپنس ہوں تو میں غریب آدمی کسی کا نوکر نہیں چاہتا۔ مگر اپنے بھونپڑے میں پڑا ہوا اب بھی سلطنت کے فیصلے کیا کرتا ہوں۔ میں نے اپنے ذہن میں ایک ایسا قاعدہ ٹھہرایا ہے کہ شاید مدتوں تک بچو کہ تجویز کی زحمت نہیں اٹھانی پڑے گی۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ فی حاکمنا ہذا سلطنت کوئی حق نہیں بالذات نہیں۔ بلکہ سائنٹفک سوپیریوریٹی (علمی برتری) کا تابع اور اس کی ذراع ہو پس جو شخص سائنٹفک سوپیریوریٹی سے بے نصیب ہو اس کا دعویٰ سماعت نہ کیا جائے ہمارے تیرہویں صدی میں دنیا کی تمام حالتیں اس قدر متغیر ہوئیں کہ اگر اب سے سو برس پہلے کے مروجے کا بجلیا جانا ممکن ہوتا تو وہ دنیا کو دیکھ کر ضرور تعجب کرتا سب سے بڑا عظیم الشان تغیر جس پر تمام دوسرے تغیرات متفرع ہوئے علمی تغیر تھا۔ جب مسلمان ہندوستان پر حکمراں ہوئے تو جیسا اتفاقاً اسے حکومت ہی رفتہ رفتہ ہندوؤں کے علوم نیا نیا ہو کر آخر کار مسلمانوں کے علوم

روح پائے متعصب ہندوؤں نے جو مسلمانوں کے مغالمت کی بڑی لمبی فردنارکھی ہو اس میں یہ بات بھی ضرور ہوگی۔ لیکن میرے نزدیک ان کو مسلمانوں کا فکر گزار ہونا چاہیئے۔ اس کا شجبس طرح مسلمانوں کی عمل داری میں ہندو اپنے علوم بھول گئے۔ انگریزی عہداری میں مسلمان اپنے علوم بھول گئے ہوتے۔ تو کیوں سیکڑوں ہزاروں مسلمان اس کانگریس میں حاضر ہونے کی سرگردانی اٹھاتے۔ اب جو انگریزی سرکار دربار میں ہندو اس قدر پیش پیش ہیں کہ تمام سرکاری خدمتوں کے ٹھیکہ دار ہیں اور یوں بھی اس عہداری میں ان کو ہر طرح کے بھاگ لگ رہے ہیں۔

خط بڑھا زلفیں بڑھیں کا کل بڑھے گیسو بڑھے	حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے
--	--------------------------------------

یہ سب ترقی و فوش حالی اپنے قدیم علوم کے بھلا دینے کی وجہ سے ہو۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کی تفصیص نہیں روئے زمین کی تمام قوموں کے پرانے علوم اسی قابل ہیں کہ ان کو بھلا دیا جائے کل قوموں کے پرانے علوم بھوڑی کی بیشی کے ساتھ کہ وہ اختلاف سرزمین وغیرہ کی وجہ سے ہونے ضرور تھے۔ باعتبار اہل کار قریب قریب ایک ہی طرح کے تھے اگر مانی نیوٹن دشرج و سبط کے ساتھ علوم کی تفصیل کرنی چاہو تو بڑی بہاری فہرست بن سکتی ہو گریسے دیکھنے میں تو پرانے علم متداول وہی طرح کے تھے۔ زبان دانی اور معقولات۔ فن زبان دانی ہر زمانے میں ہر سرزمین میں ہر دل عزیز رہا ہو۔ اب بھی ہو اور آئندہ بھی رہے گا۔ لیکن ہر عزیز ہونا اور چیز ہو اور قوم اور ملک کے حق میں مفید ہونا اور چیز۔ بے شک ایسی مثالیں بھی ہیں کہ بعض اوقات شاعروں کو ایک ایک قصیدے پر لاکھ لاکھ روپیہ ملا ہو۔ مگر یہ شعفی فائدے تھے اور وہ بھی شاذ اور اتفاقی۔ ان گئے گزرے وقتوں میں بھی شمسہ کے عذر کے پہلے تک وہی میں ایسے ایسے شاعر موجود تھے کہ ہر شخص اپنی طرز کا استاد تھا۔ مگر پچاسے محتاج مفلس تنگی معاش کی وجہ سے پریشان۔ اور جتنے نامی اور مستند شعراء متقدمین و متاخرین ہندی اور عجمی ہو گزرے ہیں سبھی کے کلام سے تو ظاہر ہوتا ہو کہ شاعر کو گویا کسی فقیر کی بددعا ہو کہ ہمیشہ تنگ دست رہیں ہمارے ملک میں کتب علی خاں ایک شاعر تھے ان کے شعر سے اس کی تصدیق ہوتی ہو وہ فرماتے ہیں

لوگ کہتے ہیں کہ فن شعر کوئی غمّس ہے | شعر کہتے کہتے میں ڈپٹی کلکٹ ہو گیا

خیر بدو عا تو کیا ہوگی مگر اس سبب یہ ہے کہ شاعری کی ایسی بُری چاٹ ہو کہ آدمی کو دنیا اور دین دونوں جہاں کے کاموں سے معطل کر دیتی ہے ناچار شاعروں کو امیروں کا بھاٹ بننا پڑتا ہے جو ایک طرح کی گداگری ہے غرض خود شاعروں کے ذاتی فائدے کے لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو شعر و سخن امیروں کے پیٹ بھرے کا شغل تھا اب نہ پہلے سے امیر رہ نہ اگلی سی ذاتیں۔

آں قدح لبکست و آں ساتی نماند

کس توقع پر کوئی خون جگر کھاتے نتیجہ یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء کے غدار کے بعد سے کسی طرف کوئی نیا شاعر بڑے نام و نمود کا شے نہیں آیا۔ لکھنوالوں میں کسی قدر گدگدی ہو سو وہ بھی یو مانو اٹھتی چلی جا رہی ہے جوں جوں لوگوں پر یہ بات منکشف ہوتی چلی جاتی ہے کہ پرانی تعلیم سے معاش میں مدد نہیں ملتی وہ آپ ہی اُس سے دست کش ہو جاتے ہیں۔ سہ سید احمد خاں کو اور اُن لوگوں کو جو اُن کا سا خیال رکھتے ہیں صبر نہیں آتا۔ ورنہ کیسے لکھ اور کہاں کا کلام پیٹ ایسی بُری بٹا ہے کہ اس کی خاطر سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ میں نے مدتوں بددلتی سے تعلیم میں نوکری کی اُن دنوں "کو الیٹی" (صفت) کو تو کوئی پوچھتا تھا ان ٹی (مقدار) بڑی کارگر ہوتی تھی جاتی تھی۔ یعنی جہاں تک ممکن ہو پورٹ میں مکتبوں اور طالب علموں کا شمار زیادہ دکھایا جاوے اور نہشت کی خاطر تھی۔ بس کہ ہر سال مکتبوں اور طالب علموں کا شمار زیادہ ہوتا جاتا تھا گو رمنٹ جانتی تھی کہ لوگ پہاٹ انٹرکشن کی قدر کرتے جاتے ہیں ایک مدت دراز تک گورنمنٹ کو یہی غلط خیال رہا یہاں تک کہ نوکری کے لیے بڈل کے امتحان کی قید لگا دی گئی۔ اُس وقت سے البتہ لوگ سب کا یہی تعلیم کی طرف راغب ہوئے۔ لیکن نہ اس وجہ سے کہ اس تعلیم کو پسند کرتے ہیں یا کہ یہ نوکری کی طمع سے۔ تو میں نے راغب ہونے غلط کہا۔ شک کو کتنا چاہتے تھے کہ وہ ہوتے۔ یہی ناشہ وکالت اور مختاری کے امتحانوں میں دیکھا۔ ان باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لوگ معاش کی طرف سے مضطرب ہیں۔ جو ہر توقع پاتے ہیں بے تامل دوسرے چلے جاتے ہیں۔ یہی تعلیم یا غلط فہمی

یا اور کوئی خیال جس نے شروع شروع میں مسلمانوں کو انگریزی تعلیم سے باز رکھا ہو میرے نزدیک جہاں تک
 مجھ کو معلوم ہو اب ان موانع میں سے کوئی مانع باقی نہیں اب مسلمان سمجھ گئے۔ ہٹریٹ وین نوڈر
 (بدیر ہو تو اس سے بہتر ہو کہ کبھی نہ ہو) کہ پچھلے دھڑے پر چلنے سے ان کی دنیاوی کار بر آری
 نہیں ہو سکتی۔ اب سرکاری مدرسوں میں ان کا شمار بہت بڑھ گیا ہو اور اس حیثیت سے جو
 مسلمانوں کا خاصہ مذہبی ہے میں تو یقین کرتا ہوں کہ مسلمانوں نے جب تک نہیں کیا تھا نہیں
 کیا تھا۔ لیکن اب کرنے پر آئے ہیں تو ایسا کریں گے جو کرنے کا حق ہے۔ خدا ان کو توفیق دے
 کہ ایسا ہی کریں۔ میں پُرانے علوم کے سلسلے میں یہ بات بیان کر رہا تھا کہ ۱۸۵۸ء کے عذر
 کے بعد کسی طرف کوئی نیا شاعر بڑے نام و نمود کا سننے میں نہیں آیا۔ یعنی ہمارے لٹریچر (علم ادب
 یا انشا پر دانی) کی ترقی مسدود ہو گئی آپ صاحبوں میں سے کوئی صاحب ایسا نہ سمجھیں کہ میں لٹریچر
 کا نوجہ پڑھ رہا ہوں۔ نہیں نہیں۔ میں تو اس خیال کا آدمی ہوں کہ علوم قدیمہ کو مسلمانوں کی
 ترقی کا ستارہ جانتا ہوں اور علوم قدیمہ میں سے بھی خاص کر لٹریچر کا سخت مخالف ہوں مسلمانوں
 میں ایزاس نیشن (کھنڈیت قومی) جتنی خرابیاں ہیں کل تو نہیں اکثر اسی لٹریچر نے پیدا کی ہیں
 یہ لٹریچر چھوٹ اور خوشامد سکھاتا۔ یہ لٹریچر واقعات اور موجودات کی اصلی خوبی کو دباتا اور مٹاتا۔
 یہ لٹریچر متوجہات اور مفروضات بے اصل کو فیکٹس (واقعات) بناتا۔ یہ لٹریچر پالائیک و لولوں
 کو شورش دلاتا۔ اگر کسی نے اس زہر کو چکھا ہو تو میں نے پایا ہو اور اگر کسی نے اس سانپ کو
 کھلایا ہو تو میں نے اپنے تئیں اس سے کٹوایا ہو۔ اگرچہ بڑی عمر میں میں نے بوڑھے طوطے کی
 طرح آپ ہی آپ تھوڑی سی انگریزی بھی پڑھ لی تھی۔ لیکن میری طبیعت میں ایشیائی تعلیم کا رنگ
 بچ چکا تھا۔ انگریزی پڑھنے سے اتنا تو ہوا کہ مجھ کو اپنے یہاں کے لٹریچر کے عیوب معلوم ہونے لگے
 مگر مذاق وہی کا وہی رہا۔ اب بھی اگر کوئی جربستہ شعر سن پاتا ہوں جاہے اس میں کتنا ہی مبالغہ
 خلاف قیاس کیوں نہ ہو بے اختیار پھر ٹک اٹھتا ہوں۔ یہ ساری خرابی کم نخت فارسی کی پھیلائی
 ہوئی ہے۔ خیالات اور مضامین کے اعتبار سے تمام دنیا کے لٹریچر دں میں اس زبان کے لٹریچر سے

بدتر اور کوئی لٹریچر نہیں اس نے قومی مذاقوں کو ایسا بگاڑا اور اس قدر تباہ کیا کہ ہم لوگوں کو واقعات میں مزہ نہیں ملتا۔ اور چوں کہ طبیعتوں سے مناسبت سلب ہو گئی ہے سرکاری تعلیم مسلمانوں کو غذائے نامرغوب کی طرح پختی نہیں۔ شاید سوطالب علموں میں ایک بھی ایسا نہیں نکلتے گا جو تاریخ اور جغرافیہ اور طبیعیات پر دل لگاتا ہو ایک ڈاکٹر نے رپورٹ میں لکھا کہ مسلمانوں کے سر ہی خدا نے ریاضی کے مناسب نہیں بنائے اور یہی وجہ ہے کہ اکثر مسلمان طالب علم ریاضی میں فیل (ناکامیاب) ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کی تعلیم کی اصلاح میں جبکہ سب سے زیادہ خدشہ اسی کا ہے کہ ان کی طبیعتیں کہیں مدتوں میں جا کر تعلیم جدید سے مناسبت پیدا کریں گی۔ لٹریچر جس کی نسبت میں نے چند ریمارکس کیئے۔ مسلمانوں کی تعلیم مروجہ کا بزواجہم ہی بعض و قلیل کاظم راہ۔ ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں جن کو سرپر دستار تعلیم کے دادے کا شوق ہوتا ہے۔ زبان کے علاوہ کچھ علوم بھی پڑھتے ہیں جن کا خلاصہ ہی معقولات۔ سوہارے یہاں کا معقول ایسی نامعقول چیز ہے۔ اس کے پڑھنے سے انسان مغبوط العقل ہو جاتا ہے اس کو تسلیم کرنا ہوں کہ ایک حد تک معقول کا پڑھنا مفید اور بکار آدہ ہے اس سے فکر غائر اور ذہن تیز ہوتا مطلب کے مثلاً اور ماعلیہ اور اطراف و جوانب پر نظر احاطہ کرنے لگتی۔ مگر اس میں تو غفل کرنا انسان کو تشکی جھگڑالو۔ اور کچھ جتنی بناتا اور تحقیق حق سے باز رکھتا ہے۔ لٹریچر کی توخیر ترقی ہی مسدود ہوتی ہے معقولات کو میں دیکھتا ہوں علی شفا جوڑو کھانے (مسعودم ہونے کے قریب) بڑے بڑے چھاپے خانے والے جن کو اپنا بھڑا جھونکنے کے لیے خشک و تر سبھی طرح کے ایندھن کی تلاش رہتی ہے اب تو وہ بھی معقولات کی کتابوں کو ہاتھ نہیں لگاتے کیونکہ ان کی کاہسی نہیں پائے کسی سکھانے اور کسی بھگانے نہ کسی ڈرانے دہکانے بلکہ دیکھتے اور آزمائے سے مسلمانوں پر خود بخود پُرانی تعلیم کا بھٹہ کھل گیا اور انگریزی پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ مگر پُرانی تعلیم کو توخیر باد کہہ چکے۔ غدر کے بعد سے ہم تو برابر یہی دیکھتے چلے آتے ہیں کہ جب کسی فن کا کوئی صاحب کمال مرادہ فن بھی اُسی کے ساتھ رخصت ہوا۔ اب سے زیادہ نہیں ہیں برس

پہلے کس کو توقع تھی کہ تعلیم کے متعلق مسلمانوں کے خیالات اس قدر جلد رو بہ راہ ہو جائیں گے تب
 سرسید احمد خاں نے ابتداً مسلمانوں کے رفاہ کی چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ باستثنائے معدود
 چند جن کو سرسید احمد خاں کے ساتھ زیادہ اختلاف تھا اور وہ ایماناً اور صدقاً ان کے ارادوں
 کو مسلمانوں کی سچی خیر خواہی کے سوائے دوسرے موٹو ذرائع کی طرف منسوب کر نہیں
 سکتے تھے۔ تمام ہندوستان کے مسلمان گھنٹوں گھنٹوں ان کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور جو نہ
 کہنا تھا سو کہا اور جو نہ کرنا تھا سو کیا۔ ان دنوں مسلمانوں کی عام شورش دیکھ کر یہ خیال تو کئی بار
 میرے دل میں بھی آیا تھا کہ جب مسلمان رفاہ کے اس قدر مخالف ہیں تو بہتر ہوگا کہ ان کو ان کی
 حالت پر چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ زمانہ ان کی اصلاح کرے کیونکہ اللہ ہر احمس المؤمنین
 یعنی زمانہ سب سے اچھا سکھانے والا ہے، لیکن غور کرنے سے مجھ کو اپنی غلطی پر تہبہ ہوا اور میں
 سوچا کہ زمانہ یا دیر یا وقت ہے کیا چیز نہ تو وہ کوئی موجود منفرد اور مستقل بالذات ہے اور نہ اس میں
 تصرف کی قدرت ہے۔ جو کچھ ہوگا اور جب کبھی ہوگا ہمارے ہی کرنے سے ہوگا۔ چنانچہ سرسید احمد خاں
 اپنی دہن میں اپنا کام کیے چلے گئے۔ اول تو ہمارے یہاں رفاہ مرہی ایسے کون سے کوڑیوں
 ہو کر رہے ہیں کہ ان کے ساتھ سرسید احمد خاں کا مقابلہ کیا جائے۔ لیکن جہاں تک مجھ کو رفاہ
 کا حال معلوم ہو ہیں کے نہیں بلکہ دوسرے ملکوں کے بھی۔ میں تو سرسید احمد خاں کو بڑا خوش
 اور کامیاب رفاہ سمجھتا ہوں۔ انہوں نے ایسی جگہ ایک بیج بویا جہاں کی سرزمین اور آب و ہوا
 کسی طرح اس بیج کو سازگار نہ تھی۔ ان کی آبیاری سے وہ بیج جما اور اس کو نشوونما ہوا اور
 ان شاء اللہ وقت پر پھوٹے اور پہلے گا بھی گزرتا ہے اور پھر شطاً کا فاسد ہے فاسد مستغلظ
 فاسد علی سؤیۃ نعیم التوحید (جیسے کھیتی کے کوئل نکلی۔ پھر اس میں جان پڑی پھونپی۔
 پھر کھڑی ہو گئی کہ کاشکار لگے دیکھ کر خوش ہونے) اور یہ سب کچھ انہی کی زندگی میں علی گڑھ
 میں اس بات کا ثبوت مرنے موجود ہو محمدن کالج کہ ایک تنفس کرنے پر آئے تو کیا کچھ کر سکتا ہے

اب ہم کو اور ہم ہی کو نہیں۔ جو اس مال میں بیچیں بلکہ تمام مسلمانوں کو سونپنا چاہیے کہ سرسید اچھے میں کا ہے کی خصوصیت ہو۔ کیا ان کی لال ٹوپی میں ہندو نے کی جگہ سرخاب کا پر لگا کر؟ نہیں۔ کیا یہ بڑے عالم متبحر ہیں؟ نہیں۔ کیا یہ بڑے مال دار ہیں؟ نہیں۔ کیا ان کو گورنمنٹ کی طرف سے کوئی اقتدار خاص عطا ہوا ہے؟ نہیں۔ پہ ان کے پاس وہ کیا انکا ہے جس سے مسلمانان ہند کی کایا پلٹ دی اور ان کی شہری میں ایک نیا ایرا (واقعہ منظم جس سے برسوں کا شمار کیا جاتا ہے) مسلمانوں میں ہجرت، شروع کر دیا۔ وہ انکا ہے دل جو ان کے سینے میں لٹکا ہوا ہے۔ کسی کے پاس ایسا دل ہو تو وہ بھی علی گڑھ کے محمدان کالج کا شاخوہ کر سکتا ہے۔

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید

دیگران ہم بنند آئینہ سیاحی کرد

ابھی قوم کو ایسے بہت سے دلوں کی ضرورت ہو ^{۱۵} ^{۱۶} ^{۱۷} ^{۱۸} ^{۱۹} ^{۲۰} ^{۲۱} ^{۲۲} ^{۲۳} ^{۲۴} ^{۲۵} ^{۲۶} ^{۲۷} ^{۲۸} ^{۲۹} ^{۳۰} ^{۳۱} ^{۳۲} ^{۳۳} ^{۳۴} ^{۳۵} ^{۳۶} ^{۳۷} ^{۳۸} ^{۳۹} ^{۴۰} ^{۴۱} ^{۴۲} ^{۴۳} ^{۴۴} ^{۴۵} ^{۴۶} ^{۴۷} ^{۴۸} ^{۴۹} ^{۵۰} ^{۵۱} ^{۵۲} ^{۵۳} ^{۵۴} ^{۵۵} ^{۵۶} ^{۵۷} ^{۵۸} ^{۵۹} ^{۶۰} ^{۶۱} ^{۶۲} ^{۶۳} ^{۶۴} ^{۶۵} ^{۶۶} ^{۶۷} ^{۶۸} ^{۶۹} ^{۷۰} ^{۷۱} ^{۷۲} ^{۷۳} ^{۷۴} ^{۷۵} ^{۷۶} ^{۷۷} ^{۷۸} ^{۷۹} ^{۸۰} ^{۸۱} ^{۸۲} ^{۸۳} ^{۸۴} ^{۸۵} ^{۸۶} ^{۸۷} ^{۸۸} ^{۸۹} ^{۹۰} ^{۹۱} ^{۹۲} ^{۹۳} ^{۹۴} ^{۹۵} ^{۹۶} ^{۹۷} ^{۹۸} ^{۹۹} ^{۱۰۰} ^{۱۰۱} ^{۱۰۲} ^{۱۰۳} ^{۱۰۴} ^{۱۰۵} ^{۱۰۶} ^{۱۰۷} ^{۱۰۸} ^{۱۰۹} ^{۱۱۰} ^{۱۱۱} ^{۱۱۲} ^{۱۱۳} ^{۱۱۴} ^{۱۱۵} ^{۱۱۶} ^{۱۱۷} ^{۱۱۸} ^{۱۱۹} ^{۱۲۰} ^{۱۲۱} ^{۱۲۲} ^{۱۲۳} ^{۱۲۴} ^{۱۲۵} ^{۱۲۶} ^{۱۲۷} ^{۱۲۸} ^{۱۲۹} ^{۱۳۰} ^{۱۳۱} ^{۱۳۲} ^{۱۳۳} ^{۱۳۴} ^{۱۳۵} ^{۱۳۶} ^{۱۳۷} ^{۱۳۸} ^{۱۳۹} ^{۱۴۰} ^{۱۴۱} ^{۱۴۲} ^{۱۴۳} ^{۱۴۴} ^{۱۴۵} ^{۱۴۶} ^{۱۴۷} ^{۱۴۸} ^{۱۴۹} ^{۱۵۰} ^{۱۵۱} ^{۱۵۲} ^{۱۵۳} ^{۱۵۴} ^{۱۵۵} ^{۱۵۶} ^{۱۵۷} ^{۱۵۸} ^{۱۵۹} ^{۱۶۰} ^{۱۶۱} ^{۱۶۲} ^{۱۶۳} ^{۱۶۴} ^{۱۶۵} ^{۱۶۶} ^{۱۶۷} ^{۱۶۸} ^{۱۶۹} ^{۱۷۰} ^{۱۷۱} ^{۱۷۲} ^{۱۷۳} ^{۱۷۴} ^{۱۷۵} ^{۱۷۶} ^{۱۷۷} ^{۱۷۸} ^{۱۷۹} ^{۱۸۰} ^{۱۸۱} ^{۱۸۲} ^{۱۸۳} ^{۱۸۴} ^{۱۸۵} ^{۱۸۶} ^{۱۸۷} ^{۱۸۸} ^{۱۸۹} ^{۱۹۰} ^{۱۹۱} ^{۱۹۲} ^{۱۹۳} ^{۱۹۴} ^{۱۹۵} ^{۱۹۶} ^{۱۹۷} ^{۱۹۸} ^{۱۹۹} ^{۲۰۰} ^{۲۰۱} ^{۲۰۲} ^{۲۰۳} ^{۲۰۴} ^{۲۰۵} ^{۲۰۶} ^{۲۰۷} ^{۲۰۸} ^{۲۰۹} ^{۲۱۰} ^{۲۱۱} ^{۲۱۲} ^{۲۱۳} ^{۲۱۴} ^{۲۱۵} ^{۲۱۶} ^{۲۱۷} ^{۲۱۸} ^{۲۱۹} ^{۲۲۰} ^{۲۲۱} ^{۲۲۲} ^{۲۲۳} ^{۲۲۴} ^{۲۲۵} ^{۲۲۶} ^{۲۲۷} ^{۲۲۸} ^{۲۲۹} ^{۲۳۰} ^{۲۳۱} ^{۲۳۲} ^{۲۳۳} ^{۲۳۴} ^{۲۳۵} ^{۲۳۶} ^{۲۳۷} ^{۲۳۸} ^{۲۳۹} ^{۲۴۰} ^{۲۴۱} ^{۲۴۲} ^{۲۴۳} ^{۲۴۴} ^{۲۴۵} ^{۲۴۶} ^{۲۴۷} ^{۲۴۸} ^{۲۴۹} ^{۲۵۰} ^{۲۵۱} ^{۲۵۲} ^{۲۵۳} ^{۲۵۴} ^{۲۵۵} ^{۲۵۶} ^{۲۵۷} ^{۲۵۸} ^{۲۵۹} ^{۲۶۰} ^{۲۶۱} ^{۲۶۲} ^{۲۶۳} ^{۲۶۴} ^{۲۶۵} ^{۲۶۶} ^{۲۶۷} ^{۲۶۸} ^{۲۶۹} ^{۲۷۰} ^{۲۷۱} ^{۲۷۲} ^{۲۷۳} ^{۲۷۴} ^{۲۷۵} ^{۲۷۶} ^{۲۷۷} ^{۲۷۸} ^{۲۷۹} ^{۲۸۰} ^{۲۸۱} ^{۲۸۲} ^{۲۸۳} ^{۲۸۴} ^{۲۸۵} ^{۲۸۶} ^{۲۸۷} ^{۲۸۸} ^{۲۸۹} ^{۲۹۰} ^{۲۹۱} ^{۲۹۲} ^{۲۹۳} ^{۲۹۴} ^{۲۹۵} ^{۲۹۶} ^{۲۹۷} ^{۲۹۸} ^{۲۹۹} ^{۳۰۰} ^{۳۰۱} ^{۳۰۲} ^{۳۰۳} ^{۳۰۴} ^{۳۰۵} ^{۳۰۶} ^{۳۰۷} ^{۳۰۸} ^{۳۰۹} ^{۳۱۰} ^{۳۱۱} ^{۳۱۲} ^{۳۱۳} ^{۳۱۴} ^{۳۱۵} ^{۳۱۶} ^{۳۱۷} ^{۳۱۸} ^{۳۱۹} ^{۳۲۰} ^{۳۲۱} ^{۳۲۲} ^{۳۲۳} ^{۳۲۴} ^{۳۲۵} ^{۳۲۶} ^{۳۲۷} ^{۳۲۸} ^{۳۲۹} ^{۳۳۰} ^{۳۳۱} ^{۳۳۲} ^{۳۳۳} ^{۳۳۴} ^{۳۳۵} ^{۳۳۶} ^{۳۳۷} ^{۳۳۸} ^{۳۳۹} ^{۳۴۰} ^{۳۴۱} ^{۳۴۲} ^{۳۴۳} ^{۳۴۴} ^{۳۴۵} ^{۳۴۶} ^{۳۴۷} ^{۳۴۸} ^{۳۴۹} ^{۳۵۰} ^{۳۵۱} ^{۳۵۲} ^{۳۵۳} ^{۳۵۴} ^{۳۵۵} ^{۳۵۶} ^{۳۵۷} ^{۳۵۸} ^{۳۵۹} ^{۳۶۰} ^{۳۶۱} ^{۳۶۲} ^{۳۶۳} ^{۳۶۴} ^{۳۶۵} ^{۳۶۶} ^{۳۶۷} ^{۳۶۸} ^{۳۶۹} ^{۳۷۰} ^{۳۷۱} ^{۳۷۲} ^{۳۷۳} ^{۳۷۴} ^{۳۷۵} ^{۳۷۶} ^{۳۷۷} ^{۳۷۸} ^{۳۷۹} ^{۳۸۰} ^{۳۸۱} ^{۳۸۲} ^{۳۸۳} ^{۳۸۴} ^{۳۸۵} ^{۳۸۶} ^{۳۸۷} ^{۳۸۸} ^{۳۸۹} ^{۳۹۰} ^{۳۹۱} ^{۳۹۲} ^{۳۹۳} ^{۳۹۴} ^{۳۹۵} ^{۳۹۶} ^{۳۹۷} ^{۳۹۸} ^{۳۹۹} ^{۴۰۰} ^{۴۰۱} ^{۴۰۲} ^{۴۰۳} ^{۴۰۴} ^{۴۰۵} ^{۴۰۶} ^{۴۰۷} ^{۴۰۸} ^{۴۰۹} ^{۴۱۰} ^{۴۱۱} ^{۴۱۲} ^{۴۱۳} ^{۴۱۴} ^{۴۱۵} ^{۴۱۶} ^{۴۱۷} ^{۴۱۸} ^{۴۱۹} ^{۴۲۰} ^{۴۲۱} ^{۴۲۲} ^{۴۲۳} ^{۴۲۴} ^{۴۲۵} ^{۴۲۶} ^{۴۲۷} ^{۴۲۸} ^{۴۲۹} ^{۴۳۰} ^{۴۳۱} ^{۴۳۲} ^{۴۳۳} ^{۴۳۴} ^{۴۳۵} ^{۴۳۶} ^{۴۳۷} ^{۴۳۸} ^{۴۳۹} ^{۴۴۰} ^{۴۴۱} ^{۴۴۲} ^{۴۴۳} ^{۴۴۴} ^{۴۴۵} ^{۴۴۶} ^{۴۴۷} ^{۴۴۸} ^{۴۴۹} ^{۴۵۰} ^{۴۵۱} ^{۴۵۲} ^{۴۵۳} ^{۴۵۴} ^{۴۵۵} ^{۴۵۶} ^{۴۵۷} ^{۴۵۸} ^{۴۵۹} ^{۴۶۰} ^{۴۶۱} ^{۴۶۲} ^{۴۶۳} ^{۴۶۴} ^{۴۶۵} ^{۴۶۶} ^{۴۶۷} ^{۴۶۸} ^{۴۶۹} ^{۴۷۰} ^{۴۷۱} ^{۴۷۲} ^{۴۷۳} ^{۴۷۴} ^{۴۷۵} ^{۴۷۶} ^{۴۷۷} ^{۴۷۸} ^{۴۷۹} ^{۴۸۰} ^{۴۸۱} ^{۴۸۲} ^{۴۸۳} ^{۴۸۴} ^{۴۸۵} ^{۴۸۶} ^{۴۸۷} ^{۴۸۸} ^{۴۸۹} ^{۴۹۰} ^{۴۹۱} ^{۴۹۲} ^{۴۹۳} ^{۴۹۴} ^{۴۹۵} ^{۴۹۶} ^{۴۹۷} ^{۴۹۸} ^{۴۹۹} ^{۵۰۰} ^{۵۰۱} ^{۵۰۲} ^{۵۰۳} ^{۵۰۴} ^{۵۰۵} ^{۵۰۶} ^{۵۰۷} ^{۵۰۸} ^{۵۰۹} ^{۵۱۰} ^{۵۱۱} ^{۵۱۲} ^{۵۱۳} ^{۵۱۴} ^{۵۱۵} ^{۵۱۶} ^{۵۱۷} ^{۵۱۸} ^{۵۱۹} ^{۵۲۰} ^{۵۲۱} ^{۵۲۲} ^{۵۲۳} ^{۵۲۴} ^{۵۲۵} ^{۵۲۶} ^{۵۲۷} ^{۵۲۸} ^{۵۲۹} ^{۵۳۰} ^{۵۳۱} ^{۵۳۲} ^{۵۳۳} ^{۵۳۴} ^{۵۳۵} ^{۵۳۶} ^{۵۳۷} ^{۵۳۸} ^{۵۳۹} ^{۵۴۰} ^{۵۴۱} ^{۵۴۲} ^{۵۴۳} ^{۵۴۴} ^{۵۴۵} ^{۵۴۶} ^{۵۴۷} ^{۵۴۸} ^{۵۴۹} ^{۵۵۰} ^{۵۵۱} ^{۵۵۲} ^{۵۵۳} ^{۵۵۴} ^{۵۵۵} ^{۵۵۶} ^{۵۵۷} ^{۵۵۸} ^{۵۵۹} ^{۵۶۰} ^{۵۶۱} ^{۵۶۲} ^{۵۶۳} ^{۵۶۴} ^{۵۶۵} ^{۵۶۶} ^{۵۶۷} ^{۵۶۸} ^{۵۶۹} ^{۵۷۰} ^{۵۷۱} ^{۵۷۲} ^{۵۷۳} ^{۵۷۴} ^{۵۷۵} ^{۵۷۶} ^{۵۷۷} ^{۵۷۸} ^{۵۷۹} ^{۵۸۰} ^{۵۸۱} ^{۵۸۲} ^{۵۸۳} ^{۵۸۴} ^{۵۸۵} ^{۵۸۶} ^{۵۸۷} ^{۵۸۸} ^{۵۸۹} ^{۵۹۰} ^{۵۹۱} ^{۵۹۲} ^{۵۹۳} ^{۵۹۴} ^{۵۹۵} ^{۵۹۶} ^{۵۹۷} ^{۵۹۸} ^{۵۹۹} ^{۶۰۰} ^{۶۰۱} ^{۶۰۲} ^{۶۰۳} ^{۶۰۴} ^{۶۰۵} ^{۶۰۶} ^{۶۰۷} ^{۶۰۸} ^{۶۰۹} ^{۶۱۰} ^{۶۱۱} ^{۶۱۲} ^{۶۱۳} ^{۶۱۴} ^{۶۱۵} ^{۶۱۶} ^{۶۱۷} ^{۶۱۸} ^{۶۱۹} ^{۶۲۰} ^{۶۲۱} ^{۶۲۲} ^{۶۲۳} ^{۶۲۴} ^{۶۲۵} ^{۶۲۶} ^{۶۲۷} ^{۶۲۸} ^{۶۲۹} ^{۶۳۰} ^{۶۳۱} ^{۶۳۲} ^{۶۳۳} ^{۶۳۴} ^{۶۳۵} ^{۶۳۶} ^{۶۳۷} ^{۶۳۸} ^{۶۳۹} ^{۶۴۰} ^{۶۴۱} ^{۶۴۲} ^{۶۴۳} ^{۶۴۴} ^{۶۴۵} ^{۶۴۶} ^{۶۴۷} ^{۶۴۸} ^{۶۴۹} ^{۶۵۰} ^{۶۵۱} ^{۶۵۲} ^{۶۵۳} ^{۶۵۴} ^{۶۵۵} ^{۶۵۶} ^{۶۵۷} ^{۶۵۸} ^{۶۵۹} ^{۶۶۰} ^{۶۶۱} ^{۶۶۲} ^{۶۶۳} ^{۶۶۴} ^{۶۶۵} ^{۶۶۶} ^{۶۶۷} ^{۶۶۸} ^{۶۶۹} ^{۶۷۰} ^{۶۷۱} ^{۶۷۲} ^{۶۷۳} ^{۶۷۴} ^{۶۷۵} ^{۶۷۶} ^{۶۷۷} ^{۶۷۸} ^{۶۷۹} ^{۶۸۰} ^{۶۸۱} ^{۶۸۲} ^{۶۸۳} ^{۶۸۴} ^{۶۸۵} ^{۶۸۶} ^{۶۸۷} ^{۶۸۸} ^{۶۸۹} ^{۶۹۰} ^{۶۹۱} ^{۶۹۲} ^{۶۹۳} ^{۶۹۴} ^{۶۹۵} ^{۶۹۶} ^{۶۹۷} ^{۶۹۸} ^{۶۹۹} ^{۷۰۰} ^{۷۰۱} ^{۷۰۲} ^{۷۰۳} ^{۷۰۴} ^{۷۰۵} ^{۷۰۶} ^{۷۰۷} ^{۷۰۸} ^{۷۰۹} ^{۷۱۰} ^{۷۱۱} ^{۷۱۲} ^{۷۱۳} ^{۷۱۴} ^{۷۱۵} ^{۷۱۶} ^{۷۱۷} ^{۷۱۸} ^{۷۱۹} ^{۷۲۰} ^{۷۲۱} ^{۷۲۲} ^{۷۲۳} ^{۷۲۴} ^{۷۲۵} ^{۷۲۶} ^{۷۲۷} ^{۷۲۸} ^{۷۲۹} ^{۷۳۰} ^{۷۳۱} ^{۷۳۲} ^{۷۳۳} ^{۷۳۴} ^{۷۳۵} ^{۷۳۶} ^{۷۳۷} ^{۷۳۸} ^{۷۳۹} ^{۷۴۰} ^{۷۴۱} ^{۷۴۲} ^{۷۴۳} ^{۷۴۴} ^{۷۴۵} ^{۷۴۶} ^{۷۴۷} ^{۷۴۸} ^{۷۴۹} ^{۷۵۰} ^{۷۵۱} ^{۷۵۲} ^{۷۵۳} ^{۷۵۴} ^{۷۵۵} ^{۷۵۶} ^{۷۵۷} ^{۷۵۸} ^{۷۵۹} ^{۷۶۰} ^{۷۶۱} ^{۷۶۲} ^{۷۶۳} ^{۷۶۴} ^{۷۶۵} ^{۷۶۶} ^{۷۶۷} ^{۷۶۸} ^{۷۶۹} ^{۷۷۰} ^{۷۷۱} ^{۷۷۲} ^{۷۷۳} ^{۷۷۴} ^{۷۷۵} ^{۷۷۶} ^{۷۷۷} ^{۷۷۸} ^{۷۷۹} ^{۷۸۰} ^{۷۸۱} ^{۷۸۲} ^{۷۸۳} ^{۷۸۴} ^{۷۸۵} ^{۷۸۶} ^{۷۸۷} ^{۷۸۸} ^{۷۸۹} ^{۷۹۰} ^{۷۹۱} ^{۷۹۲} ^{۷۹۳} ^{۷۹۴} ^{۷۹۵} ^{۷۹۶} ^{۷۹۷} ^{۷۹۸} ^{۷۹۹} ^{۸۰۰} ^{۸۰۱} ^{۸۰۲} ^{۸۰۳} ^{۸۰۴} ^{۸۰۵} ^{۸۰۶} ^{۸۰۷} ^{۸۰۸} ^{۸۰۹} ^{۸۱۰} ^{۸۱۱} ^{۸۱۲} ^{۸۱۳} ^{۸۱۴} ^{۸۱۵} ^{۸۱۶} ^{۸۱۷} ^{۸۱۸} ^{۸۱۹} ^{۸۲۰} ^{۸۲۱} ^{۸۲۲} ^{۸۲۳} ^{۸۲۴} ^{۸۲۵} ^{۸۲۶} ^{۸۲۷} ^{۸۲۸} ^{۸۲۹} ^{۸۳۰} ^{۸۳۱} ^{۸۳۲} ^{۸۳۳} ^{۸۳۴} ^{۸۳۵} ^{۸۳۶} ^{۸۳۷} ^{۸۳۸} ^{۸۳۹} ^{۸۴۰} ^{۸۴۱} ^{۸۴۲} ^{۸۴۳} ^{۸۴۴} ^{۸۴۵} ^{۸۴۶} ^{۸۴۷} ^{۸۴۸} ^{۸۴۹} ^{۸۵۰} ^{۸۵۱} ^{۸۵۲} ^{۸۵۳} ^{۸۵۴} ^{۸۵۵} ^{۸۵۶} ^{۸۵۷} ^{۸۵۸} ^{۸۵۹} ^{۸۶۰} ^{۸۶۱} ^{۸۶۲} ^{۸۶۳} ^{۸۶۴} ^{۸۶۵} ^{۸۶۶} ^{۸۶۷} ^{۸۶۸} ^{۸۶۹} ^{۸۷۰} ^{۸۷۱} ^{۸۷۲} ^{۸۷۳} ^{۸۷۴} ^{۸۷۵} ^{۸۷۶} ^{۸۷۷} ^{۸۷۸} ^{۸۷۹} ^{۸۸۰} ^{۸۸۱} ^{۸۸۲} ^{۸۸۳} ^{۸۸۴} ^{۸۸۵} ^{۸۸۶} ^{۸۸۷} ^{۸۸۸} ^{۸۸۹} ^{۸۹۰} ^{۸۹۱} ^{۸۹۲} ^{۸۹۳} ^{۸۹۴} ^{۸۹۵} ^{۸۹۶} ^{۸۹۷} ^{۸۹۸} ^{۸۹۹} ^{۹۰۰} ^{۹۰۱} ^{۹۰۲} ^{۹۰۳} ^{۹۰۴} ^{۹۰۵} ^{۹۰۶} ^{۹۰۷} ^{۹۰۸} ^{۹۰۹} ^{۹۱۰} ^{۹۱۱} ^{۹۱۲} ^{۹۱۳} ^{۹۱۴} ^{۹۱۵} ^{۹۱۶} ^{۹۱۷} ^{۹۱۸} ^{۹۱۹} ^{۹۲۰} ^{۹۲۱} ^{۹۲۲} ^{۹۲۳} ^{۹۲۴} ^{۹۲۵} ^{۹۲۶} ^{۹۲۷} ^{۹۲۸} ^{۹۲۹} ^{۹۳۰} ^{۹۳۱} ^{۹۳۲} ^{۹۳۳} ^{۹۳۴} ^{۹۳۵} ^{۹۳۶} ^{۹۳۷} ^{۹۳۸} ^{۹۳۹} ^{۹۴۰} ^{۹۴۱} ^{۹۴۲} ^{۹۴۳} ^{۹۴۴} ^{۹۴۵} ^{۹۴۶} ^{۹۴۷} ^{۹۴۸} ^{۹۴۹} ^{۹۵۰} ^{۹۵۱} ^{۹۵۲} ^{۹۵۳} ^{۹۵۴} ^{۹۵۵} ^{۹۵۶} ^{۹۵۷} ^{۹۵۸} ^{۹۵۹} ^{۹۶۰} ^{۹۶۱} ^{۹۶۲} ^{۹۶۳} ^{۹۶۴} ^{۹۶۵} ^{۹۶۶} ^{۹۶۷} ^{۹۶۸} ^{۹۶۹} ^{۹۷۰} ^{۹۷۱} ^{۹۷۲} ^{۹۷۳} ^{۹۷۴} ^{۹۷۵} ^{۹۷۶} ^{۹۷۷} ^{۹۷۸} ^{۹۷۹} ^{۹۸۰} ^{۹۸۱} ^{۹۸۲} ^{۹۸۳} ^{۹۸۴} ^{۹۸۵} ^{۹۸۶} ^{۹۸۷} ^{۹۸۸} ^{۹۸۹} ^{۹۹۰} ^{۹۹۱} ^{۹۹۲} ^{۹۹۳} ^{۹۹۴} ^{۹۹۵} ^{۹۹۶} ^{۹۹۷} ^{۹۹۸} ^{۹۹۹} ^{۱۰۰۰}

سمجھ کر سمجھے ۵

لائے اس بت کو التجا کر کے

کفر توڑا خدا کر کے

اب مسلمانوں کو انگریزی سے نہ اگلی سی وحشت ہو نہ پہلا سا گریز ہو۔

جیسے اونٹ کے مونہ میں زیرہ۔ اول تو وہ نوکریاں ہی کتنی ہیں۔ ایک انار اور پھراؤس کے دھواں
 صدیہا کر کے نہ ذات کی قید نہ پیشے کا لحاظ نہ مذہب کی خصوصیت نہ ضرورت پر نظر۔ ایک عالم ہو کہ
 نوکری کے خبط میں گرفتار ہو۔ انگریزوں کے سارے انتظام اچھے ہیں مگر دُفعۃً الشیء فی حلیہ
 حلیہ (بے جگہ چیز کو رکھنا) روڈ ہال این اے اسکو نہ ہول (چو کو رسواخ میں نہ درگولی)
 انہوں نے اپنے ملک پر قیاس کر کے نوکری کو عام کر دیا۔ اور یہ نہ سمجھا کہ یہاں نوکری ایک پیشہ
 ہو اور پیشہ داخل ذات۔ پس نوکری کا عام کرنا گویا ذات کے امتیاز کو مٹانا اور سوسائٹی کے قدیم
 کانسٹیٹوشن (بناوٹ) کو بگاڑنا ہے۔ جو اعتراض نوکری کی تعمیم پر ہے وہی صحیح شے ذلک تعلیم
 کی تعمیم پر ہے۔ کنجڑے۔ بھلیارے۔ نامی۔ قصائی۔ دھوبی۔ گھیارے۔ درزی۔ خاناماں۔
 خدمت گار بلکہ بھنگی تک پڑھنے پڑھنے پر اتر پڑے۔ لکھ پڑھ جانے سے کیڑوں کی تو سوسائٹی میں کچھ بھی
 عزت نہ بڑھی۔ مگر ان نااہلوں نے علم کو ذلیل کر دیا۔

ہرچہ گیر وعلتی علت شود

میرے والد مرحوم مجھے بچپن میں سمجھایا کرتے تھے کہ بیٹا علم تنگائے شرافت ہو۔ اُن کے یہ الفاظ
 ابھی تک میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ اب اُسی تنگائے شرافت کو دیکھتا ہوں۔ چینی کے
 بٹنوں سے زیادہ بے قدر جس قلی مزدور نے چاہا ایک پیسے کے درجن بھر خریدے۔ اور کوٹ
 میں ٹانگ پھرا۔ من جملہ چند وچہ قباحتوں کے جو تعمیم تعلیم سے پیدا ہوئیں اور ہونے لگی جارہی ہیں
 بڑی قباحت یہ ہو کہ پیشہ نوکری ہندوستان میں ہمیشہ سے رہا ہو معزز۔ جو شخص ذرا سی بھی
 شد بد کر لیتا ہو۔ نوکری کے سوائے دوسری شے کو ہاتھ نہیں لگانا چاہتا۔ نتیجہ یہ ہو کہ دوسرے
 پیشوں میں پیشہ وروں کی تعداد برابر گھٹتی چلی جاتی ہو۔ اور جتنے لوگ دوسرے پیشوں کو چھوڑتے
 جاتے ہیں وہ سب نوکری میں بھستے جاتے ہیں۔ پس اگر مسلمانوں نے سرکاری نوکری کی لالچ
 میں اگر انگریزی پڑھنی شروع کی ہو اور مجھے خوب معلوم ہو کہ جنہوں نے پڑھی۔ اسی غرض
 سے پڑھی۔ اور جو پڑھ رہے ہیں اسی غرض سے پڑھ رہے ہیں۔ اگرچہ کہتے

ہوتے پیراجی کر دیتا ہو کر بے سکھ رہا بھی نہیں جاتا کہ امتحان میں اگر فیل (نا کامیاب) نہ ہوں تو اس موقع پر اکثر ضرور فیل ہوں گے اس واسطے کہ اسٹور (گودام) کچھ کچھ بھرا پڑا ہو اور بڑا مائد (مائد) سپلائی (رشد) کے مقابلے میں گویا کہ نہیں۔ اگرچہ خطانا کامی سبھی کے لینے ہو۔ مگر دینے میں دوانے ہندو تو چودہ آنے مسلمان۔ کیوں کہ مسلمانوں نے انگریزی کے شہرے کرنے میں اس قدر دیر کی کہ ہندو چھوٹی بڑی تمام سرکاری خدمتوں پر قابض ہو چکے تھے۔ علاوہ بریس گورنٹ سر دس کا بڑا حصہ سب سر دس (ادنیٰ درجہ کی نوکری) جس میں تھوڑا بہت ابتذال چارو ناچار انگلیز کرنا پڑتا ہے۔ اور ہم مسلمانوں کا حال جلی ہوئی رسی کا سا ہے کہ راکھ ہو گئی مگر بل نہیں کھٹے سمیت بات کی سہار نہیں سٹوٹا دے قومی شعار نہیں ہے۔

ہم جستہ جان ہیں تجھ سے بھی نازک مزاج تر | تیر ہی چڑھائی تو نے کہ یاں دم محل گیا
غرض جس طرح پر تعلیم اب ہو رہی ہے اس کا لازمی نتیجہ ہو مبدلی جس کو ائمہ الفقہاء تمام خرابیوں کی ماں سمجھنا چاہیے۔ بار بار سرسید علیہ السلام کا نام لیتے ہوئے میری طبیعت مضائقہ کرتی ہو کہ مبادا کوئی کریم النفس خیال کرے کہ جس طرح لکھنؤ کے مرثیہ خواں بنائے ہوئے بسورنے والوں کو مجلسوں میں ساتھ ساتھ لیتے پھرتے ہیں کہیں اسی طرح تو رستید احمد خاں مجھ کو تو اپنے ساتھ نہیں لاسے۔ لیکن اگر خدا کسی کے دماغ میں ایسی برکت دے کہ وہ ایسا مفید چیز کی طرف سب سے پہلے اسی کا ذہن منتقل ہوا کرے تو کیا خدا کا ہاتھ بچھا جاسکتا ہے۔

حکمتِ مصلحت اگر لطفِ بھلا آفریں | خاص کشندہ مصلحت عام ہوں
جس طرح مسلمانوں کے رفارم کا مضمون سب سے پہلے سرسید احمد خاں کو سوجھا اسی طرح انجیل کا نگہرس کی ابتدا ان ہی سے ہوئی۔ اگر اس میں کامیابی ہوئی اور امید ہو کہ ہوگی۔ اور ضرور ہوگی تو میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کے اقبال کی صبح کے طلوع کا وقت قریب آگے کیوں کہ تقسیم ہی ایک چیز جو ہر دنیا اور دین دونوں کی درستی کی مشکفل ہو سکتی ہے۔

اگر تعلیم کو ہم ایک مقارنہ فرض کریں تو اس کی روداد ایسی صاف اور سلیس ہو کہ جو فیصلہ اس پر صادر کیا جائے مختلف فیہ ہو نہیں سکتا۔ ہم کو چاہیے کہ پہلے اہل یورپ کے ساتھ اپنی حالت کا موازنہ کریں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جو سامان مبادیائے ضرورت کا ملہ سے انسان کی آمالیش کے لیے مہیا کیے ہیں۔ ہم کو ان میں سے لائنر شپ (شیر کا حصہ) ملا ہے۔ ہماری جیسی سرزمین۔ ہماری جیسی آب و ہوا۔ ہمارے جیسے موسم۔ ہماری جیسی پیداوار۔ غلے۔ بیوے۔ درخت۔ پھول۔ پھل۔ ہمارے جیسے حیوانات۔ ہمارے جیسے معاون کوئی چیز بھی تو اہل یورپ کو نصیب نہیں۔ اس رو سے چاہتے تھاکہ ہم خوش حال ہوتے۔ اور اہل یورپ تنگ دست۔ ہم محتاج الیہ ہوں اور اہل یورپ محتاج۔ لیکن معاملہ منعکس ہو۔ سلطنت کو بھاڑیں ڈالو۔ اور اس کم نخت کا نام نہ لو۔ یوں دیکھو کہ ہندوستان اور یورپ میں باہمی لین دین کا کیا رنگ ہو۔ وہ رنگ تو یہ ہو کہ ایک آدمی ہو نہ زندہ نہ مردہ بلکہ سکتا ہو انیم جان ضعیف و ناتوان۔ اس پچارے کو اس کثرت سے جو نکلیں۔ پلٹی ہوئی اس کا خون پی رہی ہیں کہ کوئی مسام جو تک کے ٹنڈے سے خالی نہیں اور جو نکلیں بھی کاغذی نہیں بلکہ بڑی قسم کی جو بھینا جو تک کھلاتی ہیں۔ آپ سمجھے کہ میری اس تمثیل سے میری کیا مراد ہو؟ وہ نیم جان آدمی ہندوستان ہو۔ خون ملکی دولت۔ اور جو نکلیں اہل یورپ۔ یہ سمجھنا ایک نادان بلکہ بے ایمان آدمی کا کام ہو۔ کہ انگریز بزرگ حکومت ہماری دولت گھیسٹے لیے چلے جاتے ہیں۔ ذرا ٹریڈ اور کامرس (تجارت) اور امپورٹ اور اکسپورٹ (مال کی درآمد و برآمد) کی رپورٹیں پڑھو۔ اور فنانشیل سکرٹریٹ سے سالانہ بجٹ (تخمینہ جمع و خرچ) کے نقشے لے کر دیکھو۔ گزشتہ وار نقشے مانگنے جاؤ تو اتنی بات ضرور بتا دینا کہ ہم نیشنل کانگریس والے نہیں ہیں تو معلوم ہو کہ سلطنت کی راہ دولت پس رہی ہو تو ٹریڈ تجارت کی طرف بند ٹوٹا ہوا ہو۔ ہماری اور اہل یورپ کی تجارت کا خلاصہ یہ ہو کہ ہم خریدنے والے ہیں اور اہل یورپ بیچنے والے۔ بے شک ہندوستان سے بہت سا مال یورپ کو

ملے جن باریک سوراخوں کے ذریعہ ہوا جسم کے اندر پہنچتی ہو۔ یہ سوراخ بادی النظر میں معلوم نہیں ہوتے ۱۲ +

یہ دیکھنی ہو کہ انگریزوں میں یہ ہنرمندی یہ صناعی یہ قوت ایجاد آئی تو کھار آئی اور کیوں کر آئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ انگریزوں کے سارے کمالات اس ایک صفت پر متفرع ہیں کہ سب سب بڑی سرگرمی کے ساتھ واقعات نفس الامری کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں یعنی ان کی طبع میں قُوَّةُ اسْتِقْصَاہِ بِالْاِسْتِبْطَاءِ اِلٰی سَاوِ الثَّانِی (جہنمات سے کلیہ قاعدہ بنا لینے کی قوت بہ نسبت اوروں کے) غالب ہو اور ہونہ ہو لوکل سرکسٹانسز یعنی مقامی حالات نے ان کے سنس (حواس) کو تیز کیا ہوگا۔ سیمپٹی از دی نڈر آف ایلوشن (ضرورت مادہ ایجاد ہو) ان کی سرزمین ضروریات زندگانی کے ہتھیا کر کے قابل نہ پہلے تھی اور نہ جیسی چاہیے اب ہو آئندہ کسی تدبیر سے ضروریات زندگانی کیسی اگر خود شجرۃ الحیات (درخت زندگی) ہی اس سرزمین میں پیدا ہونے لگے تو عجب نہیں۔ کارخانہ دنیا کا انتظام ہی قاعدے پر مبنی ہو کہ مخلوقات میں جس قدر جس کی ضرورتیں اسی قدر ڈل (کامل) اور ضعیف العقل لگ کر انسان گھاس پھوس سے اپنا پیٹ بھر لیا کرتا اور گرمی سردی برسات سے متاثر ہی نہ ہوتا تو ایک گدھے جتنی عقل اس کو کفایت کرتی اور اتنی ہی اس کو ملتی بھی۔ مگر نیچر (فطرت) نے ایک طسوف انسان کو ساز و سامان زندگی کے عطا کرنے میں مضائقہ کیا تو دوسری طرف عقل سے اس کی تلافی کر دی۔ اگر یہ استدلال صحیح ہو تو ایشیا ایک قومیں تعلقہ اہل یورپ کے مقابلے میں کامل اور کم عقل ہیں۔ میں شاید اپنے بیان کے قصور کی وجہ سے اپنا مافی الضمیر بھی طرح اچھا جو کہ ذہن نشین نہیں کر سکا۔ ٹوبی۔ مورین (زیادہ وضاحت کے ساتھ) میرا مطلب یہ ہو کہ اگر آپ کو ایسی تعلیم دینی چاہتے ہیں کہ اس کے ذریعے سے قوم کی حالت درست ہو جیسی کہ اہل یورپ کی ہوئی تو یہ مشکل آپ کی نصب العین (آنکھ کے سامنے) رہنی چاہیے کہ میری سمجھ کے مطابق قوم کی طبیعت میں اس کا تقاضا محض نہیں یا اگر ہو تو اس قدر ضعیف ہو کہ اس کو قوی کرنا دیسا ہی دشوار ہو جیسا کہ تھے ثقافت کی طبیعت میں پیدا کرنا تعلیم مزہب سے چاہیے وہ ہر کاری

کالجوں کی ہو یا علی گڑھ محمدن کالج کی جگہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مشکل کو اس وقت کی نظر
 سے نہیں دیکھا گیا ہے جس کی وہ مستحق ہے۔ علی گڑھ محمدن کالج کو سرکاری کالجوں پر کچھ مزیت ہو۔
 بورڈروں کا بڑا ہتھام ہے مسلمانوں کے تالیف قلوب کی بھی کچھ رعایت کی گئی ہے مگر ان باتوں کا نفس
 تعلیم میں جس پر میں بحث کر رہا ہوں کچھ دخل نہیں۔ جہاں تک محلو علم ہر مٹی تہہ محمدن کالج کی
 جماعتوں کا سٹینڈرڈ اور سرکاری کالج کی سٹینڈرڈ نہ صرف یکساں بلکہ متحدہ ہے وہیں تعلیم مروجہ تمام
 برٹش انڈیا میں قریب قریب ایک ہی طرز کی ہے اس طرز پر جتنے لوگوں نے آج تک تعلیم پائی ہے۔
 ان کا مجموعی شمار بھی کچھ ایسا کم نہیں لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ ملک کی حالت پر نو تعمیر یافتہ لوگوں کا مائینڈز
 (دلوں) پر اس تعلیم کا کیا اثر مفید مرتب ہو آئیک کا جواب ہو غل (نہیں) دوسرے دن آپ نہیں
 برٹش انڈیا ماشاء اللہ اتنا بڑا وسیع اور آباد ملک اور مدتوں سے تعلیم کا چرچا لیکن کوئی صاحب
 مہربانی فرما کر بتائیں کہ شروع سے لے کر آج تک کسی پاس شدہ اسکول یا کالج نے کسی قسم کی کوئی
 کلنگ نکالی ہے؟ کسی چیز کی کوئی کان دریافت کی؟ فلاحت کے پڑانے و قیافہ مستوروں میں کسی
 دستور کو بدلا ہے حیوانات میں سے کسی حیوان کی نسل کو درست کیا؟ اپنے بھائی بندوں میں
 ڈرمسٹک اکالومی دھاندہ داری میں کفایت شعاری پھیلائی؟ لوگوں سے سینیٹیوی ریز حفظ
 صحت کے قاعدے کی تعمیل کرائی؟ تجربہ واستقرار کر کے موایلڈ ٹیلڈ میں سے کسی ایک چیز کا کوئی
 نیا خاصہ تحقیق کیا؟ کوئی سی دو چیزوں میں علاقہ علت و معلولیت ثابت کر دکھایا؟ یہ نہ سہی اپنی
 ایجوکیشن دتعلیم سے کسی اور طور پر پبلک کو نفع پہنچایا ہو تو بتاؤ اور اسے خدا بتاؤ کہ ذرا میرا بھی جی
 خوش ہو جائے۔ پبلک کو نفع پہنچاؤ تو درکنار ابھی سے لوگوں نے جمینکن شروع کر دیا ہے اور ابھی
 جھینکنیں گے کہ تعلیم مروجہ سے خود ڈپڑنے والوں کی کاربر آری نہیں ہوتی اور واقع میں یہ پڑھے
 لکھے تعلیم یافتہ اونچی و کان بھیکا پکوان سرکاری نوکری کے علاوہ اور یہی کسی مصروف کے۔
 اور اگر ان کو نوکری نہ ملے اور نہ ملنے کے احتمالات زیادہ اور قومی تر میں تو یہ پیچھے مصیبت کے لئے

روٹیوں کو محتاج معاش سے تنگ کرنا کیا نہ کرنا عذاب ہوں گے اپنے حق میں۔ اپنے خاندان کے حق میں سوسائٹی کے حق میں۔ گورنمنٹ کے حق میں۔

اب میں اپنے خیال کے مطابق یہ بات دکھانی چاہتا ہوں کہ تعلیم و وجہ میں کس چیز کی کمی اس میں اتنی ہی کمی ہے کہ ادھوری اور ناتمام ہے اس وقت کے تعلیم یافتوں کو بڑی عورت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں ان کو ہر طرح کی تحسین و توثیق کا مستحق جانتا ہوں اور ہر چند ساری عمر میں نے بھی ہی پا پڑیلے ہیں۔ مگر میں صاف دل سے ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتا ہوں میری طالب علمی کے زمانے میں تو بی۔ اے۔ اور ایم۔ اے۔ کے کچھ کچھ پڑے تھے نہیں اور خدا نے مجھ کو اس در دوسری سے بچا یا ہو کہ اپنے نام کے ساتھ کسی خطاب کا دم چھلا لگاؤں لیکن میں اس کا معترف ہوں کہ اگر مجھ سے ایسے کڑے کڑے امتحان لیے گئے ہوتے تو میں ضرور ہل (نا کامیاب) ہوتا۔ میری طبیعت ہی خدا نے ریاضی کے مناسب نہیں بنائی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جس زمانے میں ڈونلڈ ایسنڈ انگلر کیلکیولس پڑھتا تھا اقلیدس کے ابتدائی مقالوں کے نئے دعوؤں اور جبر و مقابلہ کی مشکل مساواتوں کو حل نہیں کر سکتا تھا کیا یہ بے مناسبتی اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ میرا دماغ میرا حافظہ میرا فہم یعنی میں پورا اور پکا مسلمان ہوں۔ ہاں تو غرض یہ ہے کہ مجھ کو تعلیم و وجہ کے نقصان دکھائے منظور ہیں۔ تعلیم یافتوں کی اہانت مقصود نہیں۔ تو کوئی تعلیم یافتہ اس سے برا نہ مانے کہ میں تو آج کل کے بڑے سے بڑے تعلیم یافتہ کو بھی اس مثل کا مصداق سمجھتا ہوں۔ جیک آف آل اینڈ ماسٹر آف ٹن (سب کچھ جانتے ہیں اور کچھ نہیں جانتے) انسان کے مانند دل کا حال بھی قریب قریب اُس کے معدے کا سا ہے۔ اگر کوئی شخص اوپر تلے انا پشناپ کھانا ٹھونسٹا چلا جائے تو نہ معدہ اُس کے ہضم پر متا در ہوگا اور نہ کھانا تغذیہ بدن کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی طالب العلم پڑھنے میں اُوور کرے تنگ دلوے کی طرح سے حفظ کرنا کرتا جائے جیسا کہ لے ریاضی میں جبر و مقابلہ سے ادنیٰ شے کا نام ہو اور اُس کا ترجمہ کلمات و جزئیات سے کرتے ہیں ۱۳۔

آج کل ہر باہر لفظیتاً وہ اس کو ڈائیجسٹ نہضم نہیں کر سکتے۔ اور نہ ایسا پڑھنا اُس کے لیے مفید ہوگا۔ اور نہیں ہوتا کسی کا کیا اچھا مقولہ بھی کا نظر سے گزرا ہو یا اور ہو۔ "سم تھنگ آف ایوری تھنگ اینڈ ایوری تھنگ آف سم تھنگ" یعنی ہر چیز میں سے تھوڑا تھوڑا اور کوئی چیز ساری بھی (بس مجھ سے پوچھتے ہو تو تعلیم میں اس قاعدے کی حرفاً حرفاً تعمیل ہونی چاہیے۔ طریقہ مردہ میں سم تھنگ آف ایوری تھنگ ہر چیز میں سے تھوڑا تھوڑا کا بناہ تو خوب کیا جاتا ہو مگر ایوری تھنگ آف سم تھنگ کوئی چیز ساری بھی) کا مطلق خیال نہیں اور یہی وجہ ہو کہ اس طریقے کے مطابق جتنے لوگوں تعلیم پائی ان میں کوئی شخص کسی شعبے کا کامل فن نہ ہو جس طرح فی المثل درخت ٹٹم کی رسیدگی کا ایک وقت ہوتا ہو کہ اس سے پہلے اُس میں پھل نہیں آتا۔ اسی طرح درخت علم کو بے کامل رسیدگی نہیں ہوتی۔ اور نہ اس سے کسی فائدے کی اُمید کی جاسکتی ہو علاوہ پہلے شجر کے اعتبار سے دیکھو تو ادنیٰ سے ادنیٰ درجے کی تعلیم بھی عالی از منفعت نہیں۔ مثلاً کروڑوں ائمہ و افاضیہ لکھنا پڑھنا اور لکھنا سیکھ لیں کہ پٹواری مغالطہ دہی اور زیندہ از زیادہ مستانی سارے تو اس سے کس کو انکار ہو کہ اتنی ہی استعداد علمی کا شکر کار کے لیے مفید ہوئی اور کون اتنا بولہ کا شکر اوروں کو اس قدر تعلیم جس کے وہ سخت حاجت مند ہیں۔ وہی علم یلین گشتا۔ اس میں ہو کہ اگر ہندوستان کو یورپ کی طرح ترقی دینا منظور ہو تو آیا ایسی ترقی اور ایسی تالیفات ہو سکتی ہیں کہ اُس کی ادھی پاؤ بھی اس تعلیم کے ذریعے سے ہو سکے گی یا نہیں۔ مجھ کو اس پر مکمل اذعان ہے کہ جب تک علوم جدیدہ کے ہر شعبے کے کامل فن تیار نہ ہوں گے۔ ہندوستان حقیقتاً نکتہ سے ایک انچ کی قدر بھی تو اوپر کو نہیں اُبھر سکتا۔ اور جب ہمارے طالب علم ان فن کی لذتوں سے آشنا ہوں گے تو سمجھیں گے تو کمری کتنی ہی بڑی کیوار تہ بنو بیس زمین منفعت ہو جس کی ایک کامل فن ترقی کر سکتا ہو جو لوگ اس وقت علم جدید کے کامل فن

میں مصروف ہیں ان کے بزرگ ان کے خیر خواہ ان کے استاد ان کے محقق بہتری نصیحتیں ان کو کرتے ہوں گے۔ میں ایک اجنبی آدمی ہوں نہ کچھ غرض نہ مطلب ^{علیہ السلام} حسبتہ اللہ ایک نصیحت میں بھی کیے دیتا ہوں یاد رکھو گے تو یاد کرو گے ۵

کسب کمال کن کہ عزیز جہاں تنوی | کس بے کمال ہیچ نیز دعوہ یزمن

تعلیم مروجہ کا ایک نقصان ^{اللہ} اور ^و اقصمت علیکم نعمتی نہیں سمجھتی (اور میں اپنی محبت تم پر تمام کر چکا) ہندوستانیوں کی طبیعتیں خلقت کسرو ویشود پرائی باتوں پر قائم رہنے والی، واقع ہوئی ہیں یہ نقال ہیں نہ موجد۔ نوح وہلی میں ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو ہزار برس پہلے کی عادتیں موجود ہیں۔ ان پر چھکڑوں اور ہلوں کی تصویریں بنی ہیں وہ حال کے چھکڑوں اور ہلوں سے اس قدر اشبہ ہیں کہ گویا ان ہی کو دیکھ کر بتائی گئی ہیں اس سے کیا ثابت ہوتا ہو کہ باوجودیکہ چھکڑا اور ہل روزمرہ کی ضرورت کی چیزیں ہیں مگر کسی کا ذہن منتقل نہیں ہوا۔ ان میں ایک یا ایک کا ٹٹا گھٹا تہ بڑا پاتا۔ پس بدون پرکٹکل سائنس حکمت عملی کے ہرگز توقع نہیں کہ ہندوستانی اپنی ہی لیسن تو ایسے احمق بنے ہیں کہ لا دودلد ادولاونے والا ساتھ دوتب کہیں جگہ سے ہلیں تو ہلیں۔ تعلیم ہی کا ضمیمہ بلکہ ایک اعتبار سے اُس کا مقدمہ زبان ہے۔ علوم جدید جن کا ضروری ہونا اب باجماع قوم مسلم ہو چکا ہو ولایت میں پیدا ہوئے اور وہیں ان کا والد انتقال جاری ہو ان کی مادری زبان البتہ اُسی ملک کی زبان ہو اور ہونی چاہیے۔ ہم لوگوں کو تفصیل اور لایعنی مباحثات میں بڑا مزہ ملتا ہے۔ مدتوں لوگ اسی بات میں جھگڑتے رہے علوم جدیدہ کو ان کی اصلی زبان میں سمجھنا چاہیے یا ترجمے کے ذریعے سے اپنی بولی میں بہتوں کی یہی رائے تھی اور بعض کی اب بھی ہے کہ انگریزی اجنبی زبان ہے کہ اس کے سیکھنے میں بڑی دیر لگتی ہو۔ یہ لوگ قومی خیر خواہی کے جوش میں اس قدر متبجل تھے کہ زبان انگریزی کے سیکھنے تک صبر نہیں کر سکتے تھے مارے گھبراہٹ کے انہوں نے ترجمے کی مشکلات پر مطلق نظر نہ کی۔ انہوں نے دیکھی تھی

۱۲ خدائے واسطے ۱۲ طلب یہ ہے کہ تعلیم مروجہ کا ایک نقصان اور سنو ۱۲

علوم کے سمجھنے کو درکار ہو میرے نزدیک چند امان مشکل نہیں۔ میں نے ترجمے کا کام کیا ہو اور
مجاہد اور دو کی وسعت معلوم ہو۔ میری ہمت تو قصور کرتی ہو کہ انگریزی کی کسی علمی کتاب کا
ترجمہ کروں۔

میرا انشا اللہ خاں جہاں اور مسفر اپن کیا کرتے تھے ایک مرتبہ اُن کے سر میں یہ خط سما یا
کہ لاؤ عربی کی منطق کو اردو کریں تو مصطلحات کے کیسے کیسے ترجمے مغز سے اُتائے ہیں موجبہ
کلیہ پورا چوڑ۔ سالہ کلیہ پورا توڑ عموم و خصوص مطلق کہی بیچ بیچ عموم
خصوص من وجہ دہری او بیچ بیچ و قس علی ذلک میں نہیں سمجھتا کہ انگریزی کے
مصطلحات العلوم کا کسی سے ایسا بھی ترجمہ ہو سکے۔ بہلا مصطلحات جوں توں کر کے
گھڑے بھی تو آلات اور کلوں کے کیل پر زوں اور چیزوں کے ناموں کا کیا علاج۔ آخر
اُن کو تو چاروں چار ہو ہو کر گنا ہی پڑے گا۔ پھر طرز کتابت ما شاء اللہ ایسا عمدہ کہ انگریزی
پر وٹسنی الٹن (تلفظ) کی کسی طرح اس میں کھپت ہی نہیں۔ الغرض جس شخص نے انگریزی
علوم کو اردو کرنے کا ارادہ کیا ع

دماغ بیدہ پخت و خیال باطل لبت

میں سمجھتا ہوں کہ ترجمے سے زیادہ تو یہ آسان ہو کہ کہیں سے کوئی میچک وانڈ جادو کی
چھڑی (صاف تھ آجائے تو لڈن کو ہی یہاں اٹھا لائیں۔ میں ترجمہ کا کچھ اسی وجہ سے مخالف
نہیں ہوں کہ ترجمہ ہو نہیں سکتا تاہم میں انگریزی علوم کا انگریزی ہی زبان میں پڑھنا پسند
کرتا ہوں انگریزی ایسی بُری طرح بچے بھاڑ کر ہمارے پیچھے چٹی ہو کہ اب اس سے تھوڑا
ممکن نہیں۔ ع

ورنہ ستانی بہ ستم میرسد

دیا اسلامی کے لکس پر۔ چاقو پر مقرر افس پر پینسل پر۔ قلم کے ہولڈر پر۔ نیز پر۔ خط لکھنے کے کاغذ پر۔

۱۵۱ اسی طرح اردو کو قیاس کر لو ۱۲۵ دہی جہنہ ۱۲۵ بہر ہیز ۱۲۵ قلم آہنی ۱۲۵۔

لفافے پر۔ کارڈ پر۔ غرض ہر انگریزی چیز پر کسی انگریزی آفس مشین پر لکھنے میں جاؤ تو دروازے دروازے پر ریل کی گاڑیوں پر۔ جیسے دیکھو انگریزی منی آرڈر۔ ٹیلیگرام۔ ویلوپے ایبل پارسل بلٹی۔ سب کے فارم انگریزی میں لکھے جاتے ہیں تو انگریزی عملدرستی ہو۔ انگریزی جس قدر بابوں پھیلائے اُس کا کھر تو تعجب سخت تعجب کی بات تو یہ ہو کہ روم اور فارس کے اخباروں میں اس قدر انگریزی لکھا جاتا ہے کہ یہ فرانسیسی کہ وہ بھی انگریزی کے قریب قریب ہو کہ میں کو انگریزی نہیں آتی ان اخباروں میں سمجھ سکتا حضرت فخرناشا ایران سیر انگلستان کو تشریف لے گئے تھے۔ حلفت کا روز ناچہ شید فاسی نے کورس میں بھی داخل ہو۔ اس کا بھی وہی حال ہو۔ جو خاص ملہ ان کے اخبار دی۔ سی "خستہ زور جو خاص قسطنطنیہ کے اخبار عربی "الجوائب" کا ہے۔ ع

جو کفر از کتبہ بر خیزد کہنا ہندوستانی

تو جب ہم کو انگریزی چارونا چارکینی ہو۔ کیا فائدہ کہ معلوم انگریزی کو اپنی زبان میں ترجمہ کرنے کا قصد کریں جبکہ اس قصد کا اپنا معلوم ہو تو مل فیوور (دعا کی مجلس)

ہر چند میں نے آپ صاحبوں کی سامعہ خراشی بہت کی اور سکیولر یونیورسٹیشن (دنوی تعلیم) کے متعلق جو کچھ لکھا تھا کھچکا۔ لیکن جو مسلمانوں کی مذہبی عقیدے کے بارے میں پھر لکھنا چاہیے اگر چہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ اگر مذہبی تعلیم ممدن ایجوکیشنل کونگریس کے پروگرام کے میں داخل ہو تو میں سمجھتا ہوں سکندریہ کو سچن کے طور پر ہوگی۔ جیسے طالب علموں کے کورس میں سکولنگ گوج۔ یعنی کانگریس کا اصل مطلب تو یہ ہو کہ مسلمانوں کی دنیاوی تعلیم کی اصلاح ہو۔ مگر دیکھتے ہیں کہ دنیاوی تعلیم کا پہلہ مذہبی تعلیم کی چکنی کی بدوان آسانی اور تیزی کے ساتھ چل نہیں سکتا۔ ناچار مذہبی تعلیم کو بھی اپنے نامہ اعمال میں جڑنا دیا۔ ع

لہ مسئلہ ضمنی ۱۲ دوسری زبان۔ مطلب یہ ہو کہ مثلاً جن لوگوں کو انگریزی۔ زبان میں امتحان دینا منظور ہوتا ہو وہ مجبور کیے جاتے ہیں کہ کسی ایک دوسری زبان میں امتحان دیں مثلاً عربی یا سنسکرت وغیرہ تو اس صورت میں عربی یا سنسکرت کو سکولنگ گوج کہیں گے ۱۲۔

ایں ہم اندر عاشقی بالائے غما سے دگر

اگر میرا خیال صحیح ہو تو میرے نزدیک کانگریس کی کارروائی ناقص ہو اور اُس کی تدبیر کافی مسلمانوں کی دنیاوی تعلیم سے کئی درجے بڑھکر ان کی مذہبی تعلیم محتاج اصلاح ہو۔ مذہب اسلام ایسٹرلیٹ رجمن ہو کہ اُس کو دنیاوی امور سے کچھ سروکار نہ ہو۔ شارع اسلام احشاء اللہ القیلة والد دجة الرفیعة (الدان کو بزرگی اور بہت عالی درجہ دے) ہم کو ایک کوڈ مجموعہ قوانین (حوالہ کمرے ہیں کتاب اللہ مڈون بیدالد فتنین (اللہ کی کتاب دود فیتوں کے بیچ میں) جو ششیل ہو معاش اور معاہدہ اور اوامر اور نواہی اور معتقدات اور عبادات اور معاملات اور اخلاق اور آداب معاشرت اور سیاست مدنی اور سیاست منزل۔ اور تاجیخ اور مواظظ سب پر لاد ظب ولا یحی ایس الا فی کتاب اللہ (کوئی ترو خشک نہیں ہو مگر قرآن میں ہی اب میں سب سے پہلے اُن مسلمانوں سے جن کا روال روال فوارہ حیات اسلامی ہو پوچھتا ہوں کہ تم میں سے کتنے ہیں جنہوں نے فی عُمُرِہُم ایک بار کتاب اللہ کو شروع سے آخر تک سمجھ کر پڑھا۔ تم کہو تلوئیں ایک میں کہوں گا۔ ہرگز نہیں۔ تم کہو ہزار میں ایک میں کہوں گا ہرگز نہیں۔ تم کہو دس ہزار میں ایک میں کہوں گا نہیں۔ اسی طرح تم پڑھتے جاؤ میں نہیں کہتا جاؤں۔ یہاں تک کہ تم کو پچاس ہزار میں ایک میں کہوں گا شاید میں نہیں سمجھتا کہ اس کے بعد بھی مسلمانوں کی مذہبی تعلیم میں مجھ کو کسی اور نقصان کے بیان کرنے کی ضرورت باقی ہو۔ کیسی تعلیم اور کہاں کی تلقین۔ سرے سے اُن کے مذہب کی بنیاد ہی درست نہیں۔ ح

دہن کا ذکر کیا یاں سر ہی غائب ہو گریاں سے

خاص خاص لوگوں کا مذکور نہیں ہو۔ بلکہ ہندوستان کے عام مسلمانوں کے حالات سے بحث کی جاتی ہو غور سے دیکھو تو ان کے دیکھی ماحذ ہو۔ رسم درواج باپ دادوں کی تقلید پیشواؤں کی لے لیتی جس مذہب کو اعمال سے تلقین نہ ہو صرف معتقدات ۱۲ لے جمع امر یعنی حکم ۱۲ لے جمع نہی یعنی منع ۱۲۔ لے انتظام ملکی ۱۲ لے انتظام خانہ داری ۱۲ لے اپنی عمر میں ۱۲۔

فرمودہ اور یہ وہی عادتیں ہیں جن پر قرآن میں تہجد، یس کو عبادت کی گئی ہو ایک شخص جس کو واقع میں اپنے اسلام پر ناز ہو وہ مسلمان ہو مگر کیوں؟ اس سبب سے کہ وہ مسلمان کے گھر پیدا ہوا اور مسلمانوں کی سوسائٹی میں ہو۔ باوجودیکہ قرآن عیسائی کتاب مصلوٹوں کے ہاتھوں میں ہو اور اس میں فطرت بشری کے لحاظ سے انصاف کی شینٹا رڈ ہے۔ جب بہت ہی بڑی داغ و بھار رکھا گیا ہو۔ مگر چونکہ عام مسلمان اس کو سمجھ نہیں سکتے اس کی مدد تعمیر سے متاثر نہیں ہوتے۔ نتیجہ یہ ہو کہ ان کے معاملات اور عادات بے دین آدمیوں سے عبادت اور عادات کی طرح خراب ہیں۔ اسلام میں بہترین عبادات نماز، روزہ، زکوٰۃ اور زکوٰۃ کی بنیاد پر مبنی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ جو شخص تکبیر و تہلیل و تسبیح تک سے معنی نہیں سمجھتا۔ بیوں کر دل کو خدا کی طرف متوجہ کر لیتا ہو گا۔ اپنا حال تو یہ ہو کہ عربی سمجھنے پر ضرورتاً تباہی نہیں ہوتا ہے۔

تو کو بدولت الیساں رہی کہ ترائی [بجز دور کہ ت و اس ہر دہ بد پریشانی]

علمائے دین کو خدا اچانے کیا فتویٰ دیں۔ میں ایک دنیا دار آدمی ہوں یہ اذنی مافعل یعنی دیکھو میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ یہ وہی آدمی ہے جو کہ کونیا پیش آئے گا مگر دیکھتا ہوں کہ ادھر قانون مشہور ہوا اور اسی وقت فرض کیا گیا کہ نزدیک وہی شہر ہی رہتا ہے۔ مقرر و مسافر خزانہ و ناخواندہ سب کو اس سے لگتی ہو گئی۔ اسی پر تیس کر سیر سی راستہ یہ ہو کہ کوئی مسلمان فہم قرآن کی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہوتا بلکہ توہم میں جو لوگ کھٹے پٹے ہیں وہی کون سے اس کے اہتمام میں لگے ہیں دنیا کے خسیس اور بے ثبات منتفعتوں کی موبہم توقع پر انگریزی سیکھیں۔ قانون یاد کریں اور ایسی ایسی زمینیں اٹھائیں کہ جب تک جس تندرستی کو روتے رہیں زرا تو اپنے دل میں انصاف کر و کہ کبھی کلام اللہ کو شننے کے طور پر چند سنٹ کے نیچے لے کر کھینچتے ہو۔ کہ لاؤ بھائی ہمارا دین ایمان ہو زیادہ نہیں تو ایک ہی فوٹو شروع سے آخر تک دیکھ تو لیں کہ اس میں کیا لکھا ہو مَا قَدَّرَ وَاللّٰهُ حَقُّ قَدَّرَ ہاں انہوں نے نہیں سمجھا جیسے کرنی چاہیے تھی اللہ کی قدرت نہ کہ ہم کو مسلمانوں کی بے مبالغہ برائی یہی تعجب نہیں ہوتا ہے۔

ورنہ سزاوار خداوندیش کس نتواند کہ بجای آورد

مگر جیسا میں اُن کو اپنے اسلام پر ناگزیر بجا آورد دوسرے مسلمانوں کی توہین کئے سنتا ہوں بیشک سخت تعجب کرتا ہوں۔ بھائیو اس زمانے میں کیسا دین اور کہاں کا اسلام مسلمان درگور مسلمان در کتاب۔ اب تو امتیاز قومی رہ گیا ہے۔ اور اتنا بھی ٹھہرا ہے تو غنیمت ورنہ عام انگریزی خوانوں کی طبیعت کا رجحان دہریت اور لاندہی کی طرف ہو نہ تحقیق و تفتیش کی وجہ سے۔ بلکہ استخفاف و استہزاء کے سبب۔ ہاں تو عرض یہ ہے کہ قرآن جو اصل دین ہی بہت ہی تھوڑے مسلمان اس کو سمجھتے ہیں۔ اس کا بڑا سبب اور سبب نہیں بلکہ جیلہ جو مسلمانوں نے اپنے نزدیک ٹھہرا رکھا ہے یہ ہے کہ اس کی زبان عربی ہے اور وہ آسانی سے آہنیس سکتی ہے شک مسلمان قرآن کو اتنا عزیز رکھتے ہیں کہ جن کو اور زیادہ علم حاصل کرنا منظور نہیں ہوتا وہ بھی کم سے کم قرآن ناظران ضرور پڑھ لیتے ہیں اور **عَلَّمَ الْقُرْآنَ** کا ناظران پڑھنا شرط اسلام سمجھا جاتا ہے۔ علاوہ برین مسلمانوں کو قرآن کے زبانی یاد رکھنے کا اس قدر شوق ہے کہ کسی دوسری قوم میں اس کی نظیر نہیں۔ معتقدات اہل اسلام کی رو سے قرآن کا زبانی یاد رکھنا فی نفسہ اعلیٰ درجے کی عبادت ہے۔ اوکاش یہ شوق فہم معنی کی طرف متوجہ ہو تو مسلمان بچے رجسٹرڈ مسلمان ہو جائیں۔ دین دار خدا ترس۔ خوش معاملہ راست باز۔ نیک دل۔ خدا کے اچھے بندے۔ حاکم وقت کی اچھی رعایا۔ سوسائٹی کے اچھے ممبر۔ قرآن کا عربی ہونا اس کے نہ سمجھنے والوں کے لئے عذر ہی مگر نجف۔ اگر صرف و نحو عربی کھنڈ سید سادے کثیر الاستعمال مسائل پڑائے جائیں تو میرے نزدیک جتنے دنوں میں ایک متوسط الذہن لڑکا قرآن حفظ کرتا ہے۔ اتنے ہی دنوں میں قرآن کے سلیس جملوں کو بہ تعلق عبارت سمجھ لینے پر قادر ہو سکتا ہے بھلا کوئی اس کو اپنی جگہ آزما کر تو دیکھو۔ خدا معقول کو شرمائے۔ آپ تو بگڑے ہی بے موقع بے محل منقولات میں دخل دے کر ان کو بھی غارت کیا۔ منطقیانہ لائینی کٹھ جھتیوں کے

۱۵ خفیف سمجھنا ۱۲۱ ۱۵ غصہ کرنا ۱۲۱ ۱۵ کثرت سے ۱۲۔

ڈر کے مارے کوئی صرف ٹوکے پاس نہیں جاتا کہ کوئی ٹھیکے میں بڑے ہر چند علوم قدیمہ کے مرگ طبعی کا وقت آگیا تھا مگر ہم سمجھے تھے کہ یہ گراں جان کہیں مدتوں میں سسٹک سسٹک کر مرے گا۔ اب اس دست درجہ مرگیا تو اس کی یہ وجہ ہوئی کہ اسحق نے دروازے پر صرف دو ٹوکے دو پاسان بٹھائے تھے ان کی سب پر روک ٹوک سے کوئی خبر نہ ہو۔ تک نہ بھونچ سکا۔ غیر علوم قدیمہ مرے تو ازار رفتہ تھے۔ خدا بڑا۔ یہ کیسی نہانی کی بات ہو کہ انہی دو پاسانوں کی سختی کی وجہ سے مسلمان کلام اتنی سے فیضان سے محروم ہیں۔ نوم قرآن کا ایک آسان طریقہ ہو ترجمہ۔ امام ابوحنیفہؒ نے تو فارسی میں قرآن تک کی احکامات دے دی تھی۔ مگر میرے مذہب میں قرآن کا ترجمہ تک گناہ ہو۔ کیوں کہ ترجمہ میں تفسیری باتیں نہیں سکتی۔ اردو فارسی کے ترجمے دیکھے چھیکے۔ بد مزہ بے رونق۔ ان میں سے اصلی قرآن کی سختی اور برجستگی اور متانت اور قوت اور فصاحت اور بلاغت وراثت کا کہیں تہہ بھی نہیں ملا اور بجائے اس کے کلام آئی کی عظمت ذہن نشین ہو۔ ترجموں سے تو بدتر باتیں سخافت نکلتی ہوتی ہیں۔ اس میں بیچارے ترجموں کا کچھ تصور نہیں۔ بلکہ ترجمہ ہی فی نفسہ احوال ہو۔ دوسری آسانی کتابوں کے ترجموں کا نتیجہ دیکھ چکے ہیں۔ اگر باب ترجمہ مفتوح ہو تو قرآن کا بھی وہی انجام ہونا ہو کوئی اس سے اتفاق کرے یا نہ کرے اپنا تو مستحکم عقیدہ یہ ہو کہ ترجمہ کو تفسیر کہو کچھ ہو قرآن کے لفظوں میں ہو جس دن مسلمان ان لفظوں کو سمجھوے اور سمجھنے سے میری مراد ہی نہ سمجھنا۔ بس جان لینا کہ اسلام کی آپ و تاب گئی۔ ایک شخص کی طبیعت تھی ناموزوں اس نے مولوی الطاف حسین حالی کے ہم پیشہ کسی شاعر سے درخواست کی کہ اگر عداوت دے دیا کرو تو میں بھی شعر کہنا شروع کروں۔ شاعر کو اس کی ناموزونی طبیعت کا حال معلوم تھا۔ کہا پہلے طبع موزوں پیدا کرو۔ اسی طرح جو شخص مسلمان بننا چاہتا ہو پہلے قرآن کی استعداد پیدا کرے اور نہیں کر سکتا تو لا اِکْرَاهَ فِی الدِّینِ (دین میں دباؤ والا نہیں ہے) کہیں مفسر

اور کچھ بہتیرے گروہ ہیں جن میں ملکی زبان کے ذریعے سے مذہبی تعلیم ہوتی ہے۔ عربی مشکل تھی۔ لیکن مسلمان ہی اگر اس کی روک تھام نہ کریں گے تو اس دبا را جہنی میں اس کے قیام کی کیا صورت ہے۔ درس و تدریس کے اعتبار سے علم دین کے دو بڑے حصے ہیں فقہ اور حدیث۔ سو فقہ جہاں تک اس کو معاملات تعلق ہے اور وہی مہتمم بالشان ہے متفرع تھی سلطنت پر کیوں کر فقہ نہیں ہو سکتا قانون اور وضع قانون اختیار لازمی سلطان وقت سلطنت گئی تو آگے آگے سلطنت پیچھے فقہ۔ اب معاملات کے بڑے بڑے فتوے عمدہ ویسے ہی بے کار و بے مصرف ہیں جیسے اب سے دو برس پہلے کی جنتریاں۔ ہم نے مانا کہ مسلمانوں کے بعض باہمی معاملات مثلاً نکاح اور طلاق اور میراث اور وصیت میں فقہ کی رعایت کی جاتی ہے مگر جب ساری کتابوں کو دیکھ چاٹ گئی تو دو تین ورق بچے تو کیا ان کو دیکھ دیکھ کر اور جی گڑھتا ہے۔ اور پھر وہ دو تین ورق بچے بھی تو انگریزوں نے میعاد اور شہادت وغیرہ کے قوانین اور پریویئے کونسل اور ہائی کورٹ کے نظائر کنسٹرکشن کے حاشیہ چڑھا کر چھل کھل کر مسخ کر دیے ہیں یہ حقیقت فقہ کی۔ وہ انتظام دنیا کی تدبیر تھی۔ اب انتظام دنیا بدلنے دوسروں کے حوالے کیا۔ وہ تمھاری فقہ کی کچھ پروا کرتے نہیں تم کو انتظام دنیا میں دخل نہیں اس پر بھی تم کو فقہ میں کوئی مفاد دکھائی دیتا ہو تو پڑھو۔ اب یہی حدیث مسلمانوں کے سوا سے روسے زمین پر کوئی اور قوم نہیں جس نے اپنی مذہبی تاریخ کو ایسی تلاش اور جستجو کے ساتھ جمع کیا ہو۔ وہ یہ انتہا فخر اور عزت اور قدر اور وقعت کی چیز ہے جو لوگ احادیث کے اختلاف کو دیکھ کر نفس حدیث سے بدعتیہ ہوتے جاتے ہیں ان کو نصبِ محدث پر نظر نہیں ہوتی۔ محدث حقیقت میں امانت گزار ہے کہ پیغمبرِ صاب کے نام سے جو کچھ اُس کو جس ذریعے سے پھونچا ہی جوں کاتوں دوسرے کو پھونچا دے حدیث کی تنقید محدث ہونے کی حیثیت سے اُس کا کام نہیں۔ جمع احادیث میں ہر ایک مصنف نے ایک شانِ خاص اختیار کی ہے۔ جو شخص تنقید کی مشکلات سے آگاہ ہے وہی سمجھ سکتا ہے کہ متقدمین نے

۱۲ موقوف ۱۲۔ ۱۳ ہو ملکہ خطہ قیصر ہست کو فیصلہ خصومات میں مشورہ دے ۱۳۱۳ شریح ۱۲ لکھ پر کھ

صحیح و غلط کا امتیاز ۱۲۔

اس کام میں کسی کیسی رحمتیں اٹھائی ہیں آج کسی مشورے سے شہر کی لائٹ لگھنی جا ہو تو ایک عمر صرف کرو تب کیس بہزار دقت ظہیر بن دسمان یہ مواد مہیا ہو تو ان لوگوں کو سدا بہ مختلف الاذینہ مختلف الاکلیہ راویوں کی لائٹ حالات کے تحقیق کے میں کسی کچھ جاں فشانی کرنی پڑی ہوگی اگر فلاں عاقبت کی دہن نہ ہوتی تو میں نہیں سمجھتا کوئی دنیاوی بڑی سی بڑی ترغیب بھی اس کام کا سر انجام کر سکتی بہ نسبت جو کچھ ہر نو بہ شناس کی نظر میں ہے بہا ہو۔ اس سے قطع نظر کہ حدیث عہد نبوت کی نہایت مدد و ترویج ہو میں اس کو اس وجہ سے اور بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن مجید سے متن قانون کے جو اور حدیث اس کا نمائندہ کارروائی بالیں ہمہ حدیث بیچاری تو ایسی کس پر سی کی حالت میں ہو کہ مولوی بھی تب نہیں جگہ مدد دے چند جو دین کا پیشہ کرتے ہیں وہی اس کو پختہ پڑا ہے وہ انسی دسمان کو اس سے مدد کا نہیں دے اور مسلمانوں کی مذہبی سرگرمی کو تو وہی کا کلام خدا کے ساتھ وہ بے اعتنائی قول رسول سے ایسی بے تعلقی ہے

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا | ہو پیر اتوار تک قطع ہفتون نکلا |

پھر ایک بڑی قباحت فن حدیث میں بھی ہو نہ ادا ایت کے معنی جانے کے میرے نزدیک دو سبب ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ صحابہؓ کو جناب رسالت مآب نے ساتھ جہت نہیں بلکہ محض تھا جب تک پیغمبر صاحب زندہ ہے ہر وقت صیغہ ان کی کیست سبب تھے۔ سبب پیغمبر صاحب نے انتقال فرمایا صحابہ کو ہر وقت اُن ہی کی یاد کا رہتی۔ دوسرے پیغمبر صاحب کی مہیات میں جس صحابی کو دنیا یا دین کی کوئی ضرورت پیش آتی تھی کیا وہ پیغمبر صاحب سے پوچھ آیا۔ جس پیغمبر صاحب کو خدا نے اپنے پاس بلالیا صحابہ کو بڑی مشکل چڑی ہوں کہ اپنی ضرورتوں کے سدا وہ اب پیغمبر صاحب کے دے کام بھی ان ہی کو کرنا پڑا تو بات بات میں ایک سے ایک پوچھتا۔ بھلا کوئی ایسا واقعہ پیغمبر صاحب کے روبرو پیش آیا تھا اور نصرت نے کیا فرمایا تھا۔ سلطنت کے مختلف زمانوں میں ۱۲ سالہ مختلف مکانات میں ۱۲۔

پیغمبر صاحب کے زندگی کے زمانے سے اَصْحَابُ کَامُضَاعَفْہُ بڑھ گئی تھی۔ اور طبعی علی جاری تھی۔ یوں پہلے اور شدید ضرورت جو جمع احادیث کا باعث ہوئی۔ ملک داری کی ضرورت تھی۔ حدیث کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اکثر احادیث احکام فقہی سے متعلق ہیں اور ان ہی احکام فقہی کے استنباط کی غرض سے ان کو جمع کیا گیا ہے اور چون کہ انقلاب زمانہ نے فقہ کو بے کار کر دیا جیسا کہ میں ابھی تھوڑی دیر ہوئی بیان کر چکا ہوں۔ تو جہاں تک احادیث کو احکام فقہی سے تعلق ہے وہ بھی ہم مسلمانان ہند کے حق میں بے کار ہیں۔ حدیث پر اگرچہ میری نظر بہت ہی قاصر و محدود ہے مگر جس قدر ہو اس سے مجھے یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ حدیث کا ہینڈنگ یا عنوان یا خلاصہ مضمون جس کو اصطلاح میں ترجمہ کہتے ہیں بدلنے سے بہت سی احادیث جو اس احکام فقہی سے متعلق ہیں ہماری حالت موجودہ کے مطابق بکا رآمد کر لی جاسکتی ہیں مگر کس میں اتنی ہمت ہو کہ تراجم الاحادیث کے بدلنے کا نام لے۔ اور کوئی کرے بھی تو مسلمانوں کے فائدے کی غرض سے سوسلمان ایسے شکی اور متدبی ہیں کہ ایسی کتاب کو ہاتھ بھی تو نہ لگائیں۔ عام لوگوں کا خیال یہ ہے کہ مذہب ایک سانچہ ہے جس میں دل ڈھالے جاتے ہیں۔ اور میں بالکل اس کے خلاف سمجھتا ہوں میرے نزدیک دلوں کے سانچے میں مذہب ڈھلتا ہے ایک اسلام تو اس شخص کا جس نے درخت بیۃ الرضوان کو اکھڑا کر بکھڑا دیا تھا جس نے یہ کہہ کر حجر اسود کو اٹھا لیا اَعْلَمُ اَ تِلْكَ حَجْرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَ لَوْ لَا اَنِّي دَايْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَبْلَكَ مَا قَلْبُكَ دِیْنِ جانتا ہوں کہ ایک پتھر ہو نہ تو نقصان پہونچا سکتا ہو نہ نفع اور اگر میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے بوسہ نہ دیتا جس نے کَا تَمَّا عَلٰی عَرْسِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَنَا اَحْوٰنُھَا ددو لوں تھے رسول خدا کے زمانے میں اور میں اُن کو حرام کرتا ہوں کا دعویٰ

۱۵ حدیثوں کے عنوان اور خلاصہ ۱۵ اُس بیعت کا نام ہے جو ایک خاص مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں سے بیعت لی تھی اس کے بعد آیت نازل ہوئی کہ خدا اُن لوگوں سے راضی ہے جو اس وجہ سے اس بیعت کا نام بیۃ الرضوان ہوا اور چون کہ یہ بیعت ایک درخت کے نیچے واقع ہوئی تھی اس وجہ سے اُس درخت

طریقہ سوبریس بعد جا کر لکھی جاتی شروع ہوتیں۔ اس وقت تک روایت سامعین سامع ہوئی رہی اور اب تک اسی طریقہ کی تقلید ہوتی جا رہی ہے۔ ماضی تو سمجھ میں کیا اگر طریقہ درس اس وقت تک بچوں کا کھیل ہی معلوم ہوتا ہے

مُسَدِّس

خود اپنا تصنیف کیا ہوا مشمولہ قصہ مبتلا حبیب کو مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب نے حسبِ توہمت جنا خان بہادر سر محمد حیات خاں صاحب رنجمن و سر سید احمد خاں صاحب ٹرمی کے اجلاس مجلس انجمن کیشنل کانگریس منعقدہ ۲۸- دسمبر ۱۸۸۵ء میں بمقام لاہور اپنے لکچر کے بعد پڑھا۔

دنیا عجب مرحلہ بے ثبات ہے	ہر ایک ذی حیات کو آخر مات ہے
یاں امن ایک لحظہ نہ دن پر نہ رات ہے	جس کو فنا نہیں ہو وہی اکیلت ہے
بیٹھی ہو موت تاک لگائے کھین میں نئے جائے گی یہ کھینچ کے آخر زمین میں	
ایسا مکان بناؤ کہ بن کر گر نہ ہو	پیدا ہوا ہے کوئی بشر جو مر نہ ہو

ہر کوئی حال جس میں تغیر نہ ہو	حادث نہ ہو تو غلبہ چون نہ پائے ہو
نہانی ہر ایک چیز کو فی جہان در	مقصود اس فن سے نہ متین ہر
اعمال نیک ہیں تو مرد کے میں قصور	نہ است نہ وہ نہ یوں کی بھڑکت بہر
ہر طرح کا در عیش تو بہ طبع کا سرور	یعنی نہ رخصت نہ ہو نہ رخصی ہو نہ غمور
نوشہ و دینہ خدا بن مبادت کا دم ہزار	جنت بھی اکت غناسہ کہی کا نام ہزار
اور میں عمل بچے تو ہوئی عاقبت خراب	اینا میں طبع کی اقسام نہ خراب
اور سب بڑھ کے فانی کو نہیں کا خراب	پوچھنے پاس تو دین بن شبہ و اب
تو کو جو ناپسند ہو اکت نیست نام	مالک ہی نہیں تو کو اکت نام
توفیق کار نیک نہیں ہو کر ہر دم	دل میں سالن اس میں طبع میراث
شوق سلوک جاوہ مستقیم دم	یاں اس میں نہ مسدود میراث
تیر کو نہیں بڑھت خدایا تو بے	تیری رہنمائی میں تیری جہاں بے
اٹھ جائے دل کی آنکھ سے ہر ایک سچا	دنیا دکلی دینے کے نقشہ سطح آب
دور سے میں رونما ہو حقیقت کا آفتاب	آفتاب دینہ ہو نہ دنیا کی کیا آب
اکھل جائے اصل رزویات ہر حال	ہو ایک حال نفسی اسے تعبوت کا
دل لوٹ حب دولت نہ نیاسے پاکیزہ	دل و دنیا کہ تھیں اس میں کسے پاکیزہ
سلف یعنی قرآن میں جو کچھ ہر اس میں شک و شبہ نہ ہو	

لا کچھ ہو فائدے کا نہ نقصان کا باک ہو	دیں شغف ہو دین میں ہی انہماک ہو
فسقِ نیازِ فرشِ زمیں پر پڑا ہوا ہمت کا پاؤں عرشِ بریں پر گر اہوا	
ہر دم خیالِ موت کا پیشِ نظر ہے رہ رہو پیشہ چاہتے باندھے کمر ہے	جب تک جیے جیے جہاں جلیں فی مر ہے دنیا وطن نہیں ہو کہ آئے پسر ہے
اے ہیں ہم جہاں میں تو جانا ضرور ہے سارا ہی قافلہ سہرا رہ مرو رہی	
پھر بعدِ مرگ کیسی بنے کچھ خبر نہیں پر کیا ہی ڈھیسٹ ہم کہیں اس کبھی ڈر نہیں	یہ وہ خطر ہو جس سے کسی کو غور نہیں عقل معاودے ہمیں بہرہ مگر نہیں
رَبِّ الْعِبَادِ نِعْمَتٌ فُكِّرْ مَعَادُ دے فکرِ معاودے ہمیں ذکرِ معاودے	
کیا جاننے والے ہدایت ہمیں نہیں فی الاصل کچھ ضرورتِ حاجت ہمیں نہیں	یا سوچئے کو عقل جو درایت ہمیں نہیں پر ہاسے غور کرنے کی عادت ہمیں نہیں
ہم دیکھتے نہیں کبھی غائر نگاہ سے مستے نہیں ہیں بات کوئی افتاب سے	
غفلت کر رہی یہ ساری شرارتیں اللہ سے دلیریاں بل بے حسارتیں	بنوا رہی ہو رہنے کو پکی عسارتیں دنیا کما تیں دین کی کر کے خسارتیں
<p>۱۲ شیعہ مصروفیت ۱۲ اس میں اشارہ ہر طرف حدیث کئی فی الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ اَدْعَاؤُ مَسِيْبٍ وَعَدَلْ نَفْسِكَ فِي اَهْلِ الْقُبُوْرِ دَرَوَاهُ الْبُخَارِي کے ۱۲ اس میں اشارہ ہر طرف کٹر مناجاتی ۱۲ ام اور بشت بنی سلم اور نزولِ قرآن مجید کے ۱۲ عقلِ دفعہ ۱۲ آگاہی اور سیراء مغزی ۱۲ جسارت و فتح دلیری ۱۲ خسارہ بنی زریان و نقصان ۱۲۔</p>	

	غفلت کا کر سلج کہ اہل مرض ہو یہ تیرا ہی کچھ بھلا ہو ہماری غرض ہو یہ	
جھکڑا نہ ہو لڑائی نہ ہو رڈو کہ نہ ہو	انسان شہا کہ نہفت دام و دود نہ ہو	غفلت نہ ہو تو کینہ و بعض و حسد نہ ہو جہائی کی سپیٹھ پیچھے کبھی ذکر بد نہ ہو
	غفلت سے اس دہان میں سارا فساد ہو غفلت کو آؤ مار پٹائیں جسا و ہا	
مست مست زندگی مستعار رہ امید وار دست پرور و کار رہ		مخلوق ذی شعور ہو تو ہوشیار رہ دُنیا کا کاروبار کرادو دیندار رہ
	کس نے کہا ہے تجھ سے کہ دنیا کو چھوڑ بیٹھ بس ایسی باتیں اپنی طرف سے نہ چھوڑ بیٹھ	
اصحاب کا اتنے مالی مقام کا سکے بٹھا گئے جو نیک کے نام کا		کیا حال تھا رسول علیہ السلام کا سر کر دے یا ستے است خیر الانام کا
	ان میں سے ایک بھی کبھی راسخ نہ ہوا کوئی دنیا کو کھو کے دین کا طالب ہوا کوئی	
اگر تنگ گھروں میں دیکھو تو نانا نئے رذیل کپڑے کے واسطے وہی ستار ہو کفیل		دُنیا بھی کچھ ہماری طرح کی نہیں فیل روٹی کی باہر از مشقت ہوئی سبیل
	اگر می کے دن تو خیر کسی ڈب ب گزر گئے باڑا جو آ یا رات کو شکڑے ٹھٹھ گئے	
افلاس ہو مت دہ قہر ذمی الجلال		افلاس سے زیادہ جہاں میں نہیں بال
۱۵ سردار ۱۲۱۵ نصار علی میجر بولے ہندو جو انہوں ستاسیوں کی طرح ترک دنیا کرتے تھے ان کو راہب کہتے تھے اس طرح کی ترک دنیا کی اسلام میں سخت ممانعت ہو لاکھ بیا بیٹا فی آکا نکاح ۱۲۰		

افلاس کر ہی دیتا ہو انسان کو یا کمال	ڈر لو کہ لپٹ بہت وسستنی خیال
منفس کہ اُس غریب کی دنیا نہیں درست مشکل کہ اُس کے ہاتھ سے ہو کار دیں درست	
اور شاذ اگر ہو کوئی محتاج دل غنی	سمجھا کہ یہ جہاں ہو جہاں گزشتنی اُس کو نہ دوستی ہو کسی سے نہ دشمنی
ایسا بزرگ شک نہیں اس میں کہ نیک ہی پر قوم کو ہوانہ ہوا دونوں ایک ہی	
سوچو تو کچھ بھی نیست کو نسبت ہو بہت سے	تم چاہتے ہو کام بلند ہی کا پس سے کوڑی تو لے اودھار کوئی فاقہ سے
کیا اُس سے فیض ہو کہ نہیں آپ جس کے پاس دنیا میں تیل سے بھی ملا ہو کسی کو ماس	
گر مجھ سے پوچھتا ہو حقیقت میں تہنیش	ایصالِ نفع ہو مرے نزدیک اصل دیں خرمن بیار خواجہ کہ بسبیا خوش نصیب
دیں گے درست کرنے کو دنیا ضرور ہی دنیا نہیں تو دعویٰ دیں مگر زور ہو	
دنیا نہ ہو تو دین کی رونق کہاں سے ہو	اعلا سے شانِ قادرِ مطلق کہاں سے ہو مصدر ہی جب نہیں تو ششک کہاں سے ہو
دنیا کو جب کسی نے عموماً بڑا کہا میں اس کے منہ کو دیکھنے لگتا ہوں کیا کہا	
ممکن نہیں ہر دین میں دنیا نہ ہو ذلیل	ایسا خیال کر نہیں سکتا ہو کوئی عقیل

پروردگار جس کی نہیں پہ کوئی عید	کیوں چاہتے لگا کہ مسلمان پہ نہ لیل
عزت ہو سب خدا کی خدا کے رسول کی	پھر اُس کی جس دعوت ایمان قبول کی
اس واسطے جو معشر خیر القرون تھے	اور کلام عمارت دیں کے ستون تھے
اُمت کو کا نجوم سمجھی رہ نمون تھے	اور مرجع ضمیر ہم اُمّت الہیہ تھے
دنیا میں رہ کے دیں کا برتنا سکھا گئے	دونوں کے جمع کرنے کا رستہ دکھا گئے
راوی نے یوں لکھا ہو جناب اُمّ کا حال	جن روز و آں پیر تھے ہدایت جلال
اپنی ہی دستِ خاص پاتھا کیے، مثال	تا بیچ میں دکھائیے ایسی کوئی مثال
شاگرد تھے نبی کے پیر کے تھے جلیس	دنیا کو جانتے تھے پر پتہ خسیس
اُس کا تھا فلاح عباد کے واسطے	کی سلطنت فلاح رعیت کے واسطے
عزت طلب تھے دین کی عزت کے واسطے	القصد جو وہ کرتے تھے اُس کے واسطے
اُن کو کسی طرح طمع سیم وزر نہ تھی	ہرگز انہیں مفاد پر اپنے نظر نہ تھی
فیضانِ محبت نبوی سے تھے مستفید	دیکھا انھوں نے نور رسالت کو چشم دید
پیدا ہوئے سعید حییے اور مر سے سعید	تھی اُن سے خواستگاری دنیا بہت سعید
لیکن یہ انتظام الہی ہو مہربان	
<p>۱۵۔ اس حدیث میں خیر القرون قرنی کی طرف اشارہ ہو مشر یعنی گروہ پس مشر خیر القرون سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام مراد ہیں ۱۶۔ یہ مفسر اُس حدیث مشہور کا ہوا صحابی کا لفظ جو م اکتل یتیم اکتل یتیم ۱۷۔ یہی لوگ برہانیت ہیں یعنی ہم اُمّت الہیہ کی ضمیر کا مرجع وہی لوگ تھے ۱۸۔ ۱۹۔ یہ کچھ ہے ۱۲۔</p>	

چڑھتا ہی بام پر کوئی بے وضعِ نردبال	
زادہ تھے اور ملک ستانی کا اہتمام	دیکھو اگر یستین نہ آئے فتوحِ شام
دنیا میں اُن کی دین تھا کائنات کی نکلھام	دونوں کا پاس کرتے تھے قصہ ہوا تمام
بدلا اسی سبب سے زمانے کا طور ہی اسلام جیب کا اور تھا اور اب کا اور ہی	
دنیا سے اُن کو ہوتی ذرا بھی اگر گریز	اسلام کی تو ہو ہی چکی ہوتی رنجیز
کھا جاتے لوگ گھوڑے آنکھوں سے تیز	تب دیکھتے زمانہ کی کج دار اور مریز
پھر کون پوچھا تھا خدائے یگانہ کو پاتا نہ کوئی زندگی جاودانہ کو	
اب بھی جو دیکھتے ہو انہیں کلیل ہی	کم بیش سب کو جانبِ توحید میل ہی
اعمالِ شرک جو خشنِ خاشاکِ میل ہی	اتنا بھی گرنہ سمجھے تو انسانِ میل ہی
مشکر کی کوئی شکر نہیں تانا خدا قبول اُس کی دعا قبول نہ کچھ التجا قبول	
الفصّہ اک وہ دین تھا دنیا کا دوستدار	واعظِ ادیبِ ناصحِ مشفقِ صلاح کار
مونس رفیقِ موجبِ تسکینِ غمگسار	ہمدردیے ریا ہوا خواہ جاں نثار
وہ کھینچتا تھا بارِ اسیرِ وقیر کا دنیا میں اُس میں ربط تھا شاہِ وزیر کا	
اب ہم نے اپنے دیں کو بنایا چھوٹی موٹی	دنیا میں اور دیں میں گانے لگے دوٹی
پھر قاصر اس قدر نظرِ نارسا ہوئی	شہتیر بن گیا جو حقیقت میں تھی سوئی
۱۵ سیر ہی ۱۲ جیسے کھانے میں نمک ۱۲ ۱۵ کج دار مریز سے مراد ہی تکلیف مالا یطاق کیوں کہ پڑھنا کہہ اور گرنے سے طلبِ یہ حال ہی ۱۲-	

	دیں کے عوض تعصب اوہام رہ گئے دیں دار اصل مر گئے بدنام رہ گئے	
اور کیوں کہ بت مولوی جنت کا چوہدر منفلس بکیر مومن و ہرست طلب یار	دنیا گئی کہ ہم نہ ہوئے اُس کے خواستگار مسجد میں وعظ کتنا تھا منبر پر آشکار	
دنیا و دیں کے ریل کی رسی کو کاٹ کے دھو بی کے کٹے ہوئے گھر کے نہ لگی ٹکے		
دنیا میں دیں میں عداوت اسے غضب لازم ہو دین کا بھی تھا حفظ ادب	ادب کا یہی تو ہو سب سے بڑا سبب دنیا بغیر سخت مصیبت ہو روز غضب	
خستہ ہوئے خواب گئے ہائے مٹ گئے ان دونوں کی لڑائی میں ہم مفت پائے		
افسوس کیا تباہ ہوئی قوم انتخاب آپس میں رحم و لطف بدد کے لئے غذا	دل بچھ گیا ہی دیکھ کے دنیا کا انقلاب دیکھ خلا پرست وہ دنیا کے فحیاب	
مسجد میں سرسجدہ پڑے ہیں زمین پر میدان میں چٹے ہوئے گھوڑوں کے زین پر		
<p>لے یعنی وہ مولوی جو ریاست و عظمت کا ہوا و رہبانیت کی تعلیم کرتا ہو اور خود حصول دنیا میں فرقہ برکھی تعمیر مسجد کو ذریعہ حصول مال کا کرتا ہو اور کبھی تعمیر مدرسہ کو یہ مولوی کہے کہ تو ت ہیں جیسی صفیوں کی ترکیب متمی اور ہی کہ تعمیر خانقاہ و عرس کو ذریعہ حصول مال کا کرتے ہیں۔ یا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اِنْ كُنْتُمْ مِنَ الْاَكْثَرِیَّةِ فَادْعُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا بِالْبَاطِلِ فَیُضِلُّوْكُمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ترک دنیا بزم آواز و خوشنغمی و تملاند و زنا و ۲۵ اشعار و قرائت کی اس آیت سے مدد سجد رَسُولُ اللّٰهِ اَلَّذِیْنَ مَعَهُ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَعْلَمُ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوا فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سَيَكْفُرُ عَنْهُمْ فِيْ وَجْهِهِمْ مِّنْ اَنْزِلَ السَّجْدُ ۝۱۲</p>		

لوگوں کو گرنا صعب دینا گناہ ہوں	داخل محرمات میں اعزاز و جاہ ہوں
دنیا کی آبرو سے اگر دیں تباہ ہوں	ان کا تو دیں یہی تھا کہ ہم بادشاہ ہوں
اگلے بزرگ لوگ تھے خاص امتیاز کے پیشانیوں پر ان کے تھے گھٹے نماز کے	
معمور میں خزاں العمام کروگار	بے انتہا و بے حد و بے حصر و بے شمار
وہ پشیمان نہیں جو کبھی وے کے اک بار	شایاں اُسے نہیں ہو کہ نیکو دے دہار
دنیا بدل گئی ہمسہ نعمت بدل گئی اس واسطے کہ قوم کی ہمت بدل گئی	
افسوس قوم میں غصہ نہیں رہی	ہم میں کسی طرح کی عزت نہیں ہی
مضبوطی ارادہ و نیت نہیں رہی	جرات کماست ہو کہ حیت نہیں رہی
ہم میں ہر اک بشر کے خیالات سبت ہیں پس لا جرم دلیل ہیں اور تنگ دست ہیں	
ای قوم یہ تباہی و افلاس جائے شرم	ای قوم یہ تعصب و وسواس جائے شرم
اس درجہ ضعف و ناتواںی جائے شرم	تقصیر فی مقابلۃ الناس جائے شرم
تم اور تمھاری نسل پویشغول کھیل میں اور لوگ چل رہے ہیں ترقی کی ریل میں	
کیا خوب گیا ہو کوئی شخص غرض خصال	لفظ عرب میں سخن رجال و ہم رجال
اب ای عزیز و تم سے ہمارا یہ سوال	کیوں گیا ہو قوم کی حالت میں انصال
یعنی اصحاب ۱۲ اشارہ ہر طرف آیت مآکان اللہ معذرا لہم انہم ما اعلیٰ قوم یعنی یغیروا مآیا لفسیرہم کے ۱۲ اشارہ ایک دوسرے کی طرف داری و حمایت ۱۲ اشارہ فضیلت ۱۲ اشارہ یعنی لوگوں کے مقابلہ میں بیٹھا ہونا شرم کی بات ہو ۱۲ اشارہ ہم بھی آدمی ہیں اور وہ بھی آدمی ہیں ۱۲ اشارہ خلل ۱۲۔	

	اَوَامِرُ رُوزِ گَارِ مِیں ہِیٹے ہو کس لیے بے وقعتی کی خاک پہ لیٹے ہو کس لیے	
لو ہاتھ مارا مانتے جمہور کیوں نہیں	کُنزِ سِیمِیں صاحبِ مَقْدُور کیوں نہیں	مُنہ پر تھمے حُسن نہ ہو لُور کیوں نہیں
دل قوم کے شُکستہ و سرور کیوں نہیں	آخر تھکاری قوم پہ یہ کیسا وبال ہو جس شخص پر خیال کرو خستہ حال ہو	
ہم میں کسی کو فخرِ معیشت نہیں رہا	جب تک ہمارے مِیں تاج و گیس رہا	اکس کس کا نام لیں کہ چناں و چشیں رہا
	ہم مالکِ فِرائِزِ روتے زمین تھے اہلِ زمانہ و شاطِیئہ خوشہ چین تھے	
تھی مِیں انا م کہیں اپنی بارگاہ	ہم کو فِرائِج دیتے تھے دنیا گے بادشاہ	اس میں بقدرِ رُزّہ نہیں شک و شبّہ
تاریخ ہو ترقی اسلام کی گواہ	جن کو ہمارے ساتھ در لُغِ التفات ہو ہم اُن پہ حکمِ راں تھے ابھی کل کی بات ہو	
ہم نے دلایا یا و انہیں وعدہ اللہ	ہم نے بنایا اہل جہاں کو خدا پرست	ہم نے کیا توں کے تئیں سونگون لُپست
ہم نے اتارا نشہ صہبائیاں مست	شایستگی کی بیل ترقی کے ساتھ کی پودا اس کی ہو لگائی ہوئی اپنے ہاتھ کی	
ساری نہیں پر اپنی دوہائی تھی اُن لوں	کچھ ایسی اپنی بات بن آئی تھی اُن لوں	
۱۵ کلّیہ ۱۲ جاعے رجوع خلق ۱۲ اشارہ ہوا اس کی طرف کہ خدا نے سب آدمیوں کی رُوحوں سے پوچھا کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں ۱۲؟ سب نے کہا ہاں ۱۲ لکھ شہدائی ۱۲۔		

گروستی تھی یا کہ لڑائی تھی اُن دنوں	ہر حال میں ہماری بڑائی تھی اُن دنوں
کیا فضل کردگار تھا کیا اُس کی شان تھی	اسلام تھا کہ دولت و ثروت کی کان تھی
لیس و فراغ دولت و حشمت ہزار حیف	وہ شوکت اور لوازم شوکت ہزار حیف
عزت ہزار حیف حکومت ہزار حیف	صدقیت قابلیتِ نعمت ہزار حیف
گو خور بعد کو ز آتش العذاب ہو	یاد از قبیل کُنت لَعُود السَّباب ہو
کیا فائدہ جو تہذکرہ ماضی کریں	کیوں یاد رفتگاں میں ماتم با کریں
بے سود گرچہ تابقیامت بکا کریں	اک امر اختیار سے خارج ہو کیا کریں
فرما دو اور صد دجئے شیر کیا	اب جا چکا ہو سانپ تو بیٹھیں لکیر کیا
پھر بھی ہر اک وجہ نسل بہت بڑی	قسمت ہمارے ملک کی اچھوٹے جاڑی
جن کو فلاح خلق ہو منظور ہر گھڑی	لیکن شیشہ کل ایک بڑی سخت آڑی
نا واجب اڑکے بیٹھے ہیں ہم اپنی بات پر	پیاسے تڑپ رہے ہیں کنائے فوات پر
دروازہ کون سا ہو جو ہم پر کھلا نہیں	ناممکن الحصوا کوئی مدعا نہیں
مذہب کا قوم و ملک کا یاں تفریق نہیں	آزادی اس قدر کہ کچھ انتہا نہیں
سے جوتے بوسے اب لگے کا اناج کیا	
<p>۱۷۱۷ء حدیث تَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخَوْفِ وَالْكَوْرِ۔ یعنی ہم اللہ سے بڑا مانگتے ہیں اُس کی سے جو زیادتی کے بعد ہو خور بعد کو زبڑا عذاب ہو گا اس کا یاد کرنا ایسا ہی ہو جیسے کوئی گئی ہوئی جوانی کی پھر تنہا کرنا ہو ۱۷۱۷ء یہ ایک مشہور قصہ ہے کہ فرما دینی مشہور شہر کی فرمایش سے پڑا کال کر دو دھ کی نہ لڑنے کی نکاح تھا ۱۷۱۷ء در ۱۷۱۷ء</p>	

ہم ہی اگر نہ چاہیں تو اس کا اعلان کیا	
اس شخصیت کو لیکر کم کرو	جالوں پر اپنی بہرہ دامت شکر کرو
چاہو ہمیں ہر اکھو یا شکر کرو	پر روٹیوں کا کٹا تو بہرہ شکر کرو
ہم دیکھتے ہیں قوم کی حالت تباہ ہو بیمار کو دو ذہنیتیں گناہ ہو	
پھر بھی تم ہی تم ہو اگر دل ٹھیکان لو	وہ وقت اب نہیں ہے کہ سیفِ نسیان لو
ہم علم پر مدار سے خوب جان لو	اتنی سی ایک بات ہماری بھی مان لو
رہتی ہو اپنا وقت مناسب ہر اک شکر تسلیت تاکجا و پس و پیش تانہ کر	
لیکن مراد علم سے علم جدید ہو	یورپ میں بس سے رہتی کل زمین فرید ہو
ثروت کی سلطنت کی یہی اک کلید ہو	یہ ہو تو پھر تمام زمین زرخسید ہو
ایسی کلیں چلیں کہ طلسمات کر دیا ان کافروں نے سب کے تئیں مات کر دیا	
یہ علم گر نہیں ہو تو فضل و کمال ہیچ	منشی ادیب شاعر شیریں مقال ہیچ
دابِ مناظرات و جواب و سوال ہیچ	تحقیق مستند زاہد و مؤلا جلال ہیچ
ہم نے تو قیل و قال میں کی عمر رائیں یورپ نے ہائے لوٹ لیا گنجِ شائیں	
ہم میں سے کج جو علمائے فحول ہیں	مخدوم ہیں کہ خادمِ شرعِ فحول ہیں
عابدینِ باخدا ہیں نقد میں عُدول ہیں	لیکن معاملات میں ایسے جہول ہیں
لے ٹال مٹول ۱۲ لکھ کچھ اور بھی ہے ۱۳ لکھ یہ دونوں کتابیں منطقی کی عربی میں مشہور ہیں ۱۲ لکھ عالم متحہ شہِ راستہ کو جس کی گواہی مقبول ہو ۱۲۔	

	سمجھیں نہ وہ حساب کا ادنیٰ سوال بھی پھر بار وایسے پڑھنے کا کوئی مال بھی	
اور ماندہ سے اسید شفاعت ہو چکی بس لوٹ دو بسا لکریا طالت ہو چکی	اُن کے لئے تلافی مافات ہو چکی بیار جاں بلبے مداوات ہو چکی	
	دیں دار مدعی تھیں دنیا سے کھوئیں گے یہ ناخدا جہاز مختار اڈ بویں گے	
کل صنعتیں بہ قبضۂ اہل فرنگ ہیں محتاج ہیں غریب ہیں غلغلہ ہیں تنگ ہیں	واللہ سائے اپنی خرابی کے ڈہنگ ہیں بیٹھے ہوئے دلوں پہ تھکے رنگ ہیں	
	ہم اپنا پیٹ پالتے ہیں پیٹ پیٹ کر انگریز ساری سے گئے دولت گھسیٹ کر	
ہم کو خدا نخواستہ کچھ اُس سے سیر ہو مسجد نہ ہو تو صومعہ بہتر تر دیر ہو	یورپ اگر چہ لے گیا بازی تو خیر ہو وہ صاحب کتاب ہو ہر چند غیر ہو	
	ہندو اُٹھاتے بیٹھے ہیں سر آسمان کو ہم کوچھتے ہیں رگے کس کس کی جان کو	
بے جہد کے کسی کو کبھی کبچہ نہیں ملا یورپ نے کچھ خدائی کا ٹھیکہ نہیں لیا	اکوشش کر و تو غیب سے ہوا جین ردا ہم کو تو قنات نہ رکھنے کی وجہ کیا	
	دو تین چار ہاتھ کھسکنا ضرور ہو مانا کہ ہم سے مندرل مقصود دور ہو	
سمجھائے اور کہنے کا مطلق اثر نہیں کیوں بھائی کو کسی کی توجہ اور نہیں	سمت کی خوبی دیکھ کر اب بھی پتہ نہیں تیس سے رفا تو ہم ہوا ایسا ہر نہیں	
۱۰ جو چیز فوت ہو گئی یعنی ہاتھ سے جاتی ہے ۱۲ ۱۵ علاج ۱۳ مسجد نصاریٰ ۱۶ ۱۷ ہندوؤں کا مندر		

	<p>کر دینا صواب پر اصرار کس لئے</p> <p>آنکھوں سے دیکھتے ہو تو انکار کس لئے</p>	
<p>يَا رَبِّ قُلُوبٍ عَصَيْنَا بَيْنَ اَصْعَابِكَ</p> <p>تَسْتَفْعِدُ النَّبِيَّ بِالْكَرَامَةِ لَكَ يَا رَبِّ</p>	<p>الرُّشْدُ وَالْهُدَى وَالْقَوِيَّةُ بِدِيَارِكَ</p> <p>لَمَّا قَضَيْتَ سَائِرَ حَاجَاتِنَا إِلَيْكَ</p>	
	<p>ہوں برسر عروج خیالات قوم کے</p> <p>نشایان شان قوم ہوں حالات قوم کے</p>	
<p>سب جانتے ہیں عالم اسباب ہر جہاں</p> <p>اس قاعدے سے بھاگے جانے کوئی کہاں</p>	<p>ہر واقعہ نتیجہ علت ہو بے گماں</p> <p>جابر ہی یہ زمین سے تے تا آسمان</p>	
	<p>یہ ضابطہ جدید نہیں سرسری نہیں</p> <p>اسلام بھی عموم سے اس کے برہی نہیں</p>	
<p>دیں کا عروج بے سبب معتبر نہ تھا</p> <p>راہِ خدا میں جان تاک کا بھی ڈرنہ تھا</p>	<p>تھا مژدھی سرف و عا کا اثر نہ تھا</p> <p>مومن نہ تھا کہ جس کا ہتھیلی پر سر نہ تھا</p>	
	<p>ان معرکوں میں کتنے عزیزوں کا خوں بہا</p> <p>اک سلطنت اور اتنے شہیدوں کا خوں بہا</p>	
<p>تھی نارِ شرک سارے زمانے میں مشتعل</p> <p>اہل کتاب تک اسی آفت میں بائگن</p>	<p>روئے زمین پر نورِ بدایت تھا منجھل</p> <p>بس دو طرح کے لوگ تھے یا ضال مشعل</p>	
	<p>شیطان کی جہاں میں موبائی پھری ہوئی</p>	
<p>۱۵۱ عرب ہماری قوم کے دل تیری دوا انگلیوں کے تیغ میں ہیں سیدھے رستے پر چلا جانا اور مظلوم پانا</p> <p>تیرے ہی ہاتھ میں ہو ۱۲۵۱ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دجوں کہ تیرے نزدیک ان کی مسرت ہو۔ ضعیف</p> <p>لائے ہیں ہماری تمام حاجتیں جو تجھ سے تعلق ہیں ضرور پوری کر ۱۲۵۱ کو شش کا عہد ۱۲۵۱ یعنی خون گیر ۱۲۱۔</p> <p>۱۵۱ تاوان معاوضہ خون ۱۲۵۱ یعنی گمراہ یا گمراہ کرنے والے ۱۲۔</p>		

یعنی خدا سے ساری خدائی پھیری ہوئی	
اہل عرب کا حال تھا سب میں بہت خراب	جیسے بلا سبب لالچہ چینی ٹی بہر کباب
بارود سے زیادہ مزاجوں میں الٹا لٹ	گر بات پوچھتے تو ملے جنبیہ جواب
اتنے سے لفظ پر کہ چلو یا ہٹو بیرے لڑنے پر مستعد ہوتے حتیٰ کہ کٹ مرے	
سفاک کیلئے نہ تو زستم گرستیزہ جو	بے رحم سنگدل متمرّد درشت خو
غارت گروں کو اہل قوافل کی جستجو	اس ٹوہ میں سدا پڑتے تھے تھے چار سو
صحرا نورد وحشی و خانہ بدوش تھے ادٹوں کو پالتے تھے بس اتنے ہی ہوش تھے	
اُن کو نظر نہ تھی نہ زیاں پر نہ سود پر	گھر بار سب لٹا دیں گر آجائیں جو دہر
جائیں نثار کرتے تھے اپنے دودھ پر	مرتے تھے فخر و عزت و نام و نمود پر
برداشت کرنے سکتے تھے از بسکہ ہینٹیاں کم بخت مار ڈالتے تھے اپنی بیٹیاں	
محکوم تھے بھی بعض تو صرف از بے نام	کیا جائیں ایسے لوگ سیاست و نظام
اک رنگ میں رنگے ہوئے چھوٹے بڑے تمام	دادوں کا لیتے پوتوں پڑتوں و قوت و مقام
ہر قوم سے طنابِ عداوت تنی ہوئی بارہ مہینے اُن میں لڑائی ٹہنی ہوئی	
تھے گرجہ علم و فضل لیاقت سے بے نصیب	لیکن ہر ایک بلوغ فصاحت کا عندلیب
ترکیب اُن کی بولی کی واقع ہوئی عجیب	جادو اگر نہیں ہو تو جادو کے ہو قریب
۱۵ یہ حال اہل عرب کا تواریخ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ۱۶ افریقہ شدان آتش ۱۷ خبر کی ایک قسم ہے۔ ۱۸ کینہ کش ۱۹۔ ۲۰ جمع قافلہ ۲۱ ۲۲ مفاہمت ۲۳ مہمان ۲۴ جمع سیاست ۲۵۔	

وہ دل کو موہ لیتے تھے طرزِ بیان سے باتوں میں بھول چھڑتے تھے اُن کی زبان سے	
اباُن کہ شہر مکہ میں تھا کعبہ خلیل اگر میں خدا کے سیکڑوں میں ہو گئے خلیل	نالالایقوں نے اُس کو کیا افسِ دلیل جیسے کہ اُن بیٹھے ہما کی جگہ میں جیل
کیا انقلاب گردشِ چینِ کہن کے ہیں یہ بت پرست غلط اسی بت شکن کے ہیں	
غائب صفت تھی اُن کی خشونتِ باطن وہ خانہ واریاں تھیں بجائے خود شُ بال	اس ملزم میں شر یکے کیا اہل کیا عیال اک مردِ عینی عورتیں چلے کر سے حلال
منکوہ چھوٹ جاتی تھی عذرِ غیبت پر نزلہ گرا ہی کرتا ہو عضوِ ضعیف پر	
ناگفتہ بہو اُن کا طریقِ معاشرت گرا بہ زنانِ بیوہ کی ارث و تقاسم	شرم و حیا سے اُن کو نہ تھی کچھ مناسبت دو بہنیں اور حقوقِ زنی میں مشارکت
ظاہرِ خراب اُس سے زہونِ ترسِ ریتیں انسان ہو کے اُن میں بہائم کی سیرتیں	
سب اہلِ روزگار تھے گمراہ یک قلم پر اُس نے عینِ وقت پر اپنا کیا کرم	مستوجبِ عذابِ الہی عربِ عجم پیدا ہوئے نجات دہانندہ اُمم

لے یعنی اہل عرب حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور اُن کے دین کے مدعی تھے اور پھر کیسے ہیں بلکہ کُبت پرستی کرنے لگے ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

بیدیاں چھوڑ کر آلودہ بیدیاں مثل مالِ ستر و کپڑیوں پر تقسیم کر دی جاتی تھیں۔ اور ان کی بانٹ میں ۷۰ انیاں ہوتی تھیں اس کے علاوہ حقیقی بہنیں ایک نکاح میں ہوتی تھیں۔ ان مجرئی رسموں کو اسلام نے موقوف کیا ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

باطن ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰

بنیاد شرک و کفر وضاحت کی جا رہی تھی بھٹکے ہوؤں کو منزل مقصود مل گئی	
آکر کوراہ ڈھونڈ نکالی صواب کی	آکر کوراہ ڈھونڈ نکالی صواب کی
اگر منہ جیس کے آگے فضا آفتاب کی تدبیر سوچتے تھے مگر فتح باب کی	
وہ گمراہی وہ غم وہ جہالت نکل گئی تھوڑے دنوں میں ملک کی حالت بدل گئی	
ہر چند ان کو ذاتِ خدا کی پناہ تھی تدبیرِ صلح و جنگ کی شام و بنگاہ تھی	ہر چند ان کو ذاتِ خدا کی پناہ تھی تدبیرِ صلح و جنگ کی شام و بنگاہ تھی
تفصیل درست ہو تدبیر کار میں ہم ان کے سامنے ہیں بھلا کس شمار میں	
جاگو کہ شرطِ باندھ کے مردوں کو سوچے جو کچھ تھیں خدا نے دیا تھا سو کھو چکے	جاگو کہ شرطِ باندھ کے مردوں کو سوچے جو کچھ تھیں خدا نے دیا تھا سو کھو چکے
قسمت میں قوم کی ہر کچھی صبح و شام موت بے حرمتی کے جینے سے بہتر حرام موت	
جو لوگ ہیں سعادتِ عظمیٰ سے بہرہ مند پردہ از کو خیال کے رکھو ذرا بلند	جو لوگ ہیں سعادتِ عظمیٰ سے بہرہ مند پردہ از کو خیال کے رکھو ذرا بلند
میری اگر سنو نہیں سمع مستجول کر غفلت کبھی نہ کیجیو ز نہ مستجول کر	
۱۷ نا میدی ۱۲۔ ۱۵ حاصل کرنا ۱۲ ۱۵ بہر ۱۲	

چوتھا لکچر جو انجمن حمایت اسلام لاہور کے چوتھے

سالانہ جلسے میں۔ دسمبر ۱۹۸۸ء کو دیا گیا

تمہید

یہ پہلا لکچر ہے جو انجمن حمایت اسلام میں دیا گیا جس دن مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب نے لاہور کے ایجوکیشنل کانفرنس میں پہلا لکچر دیا۔ اُسی دن ممبران انجمن حمایت اسلام نے اُن کو گھیرا تھا کہ ایک لکچر ہمارے ہاں دیجئے اور اسی طرح ممبران انجمن حمایت اسلام امرت سسر اور ممبران محمد نالوسی الشیخ نے۔ مگر مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب نے غدر کیا کہ میں سرسید کے ساتھ ہوں اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ نہیں بناسکتا آخر بمشکل انجمن حمایت اسلام نے ان کا پنڈتھوڑا مگر اس کا پکا وعدہ کر لیا تھا کہ ان کے اگلے سالانہ جلسے میں ضرور لکچر دیں گے چنانچہ یہ لکچر ذریعہ ان کی مسجد میں ہوا۔ اگرچہ لاہور میں یہ سب سے بڑی وسیع مسجد ہے۔ مگر لکچر کے وقت شروع سے آخر تک اس میں آدمی صی آدمی نظر آتے تھے۔ لکچر دن کے دس بجے شروع ہوا اور نماز ظہر تک ختم نہ ہو سکا تو نماز کے بعد بھی لکچر کا بقیہ دیا گیا اور یوں سمجھنا چاہیے کہ نماز عصر تک اُس کا تسلسل قائم رہا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مُحَمَّدٌ ﷺ وَنُصَلِّیْ عَلٰی مُرْسِلِہِ الْکَرِیْمِ صَلَّوْ

لے حمد اللہ کی کرتے ہیں اور درود بھیجتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ۱۴۔

ایر و باران کی وجہ سے پچھلے دو دن موسم نامساعد رہا کہ جس قدر زخم کام کی توقع کی جاسکتی تھی شاید اُس میں کسی قدر کمی ہوئی ہو لیکن یہ کمی ممبرانِ انجمن حمایت اسلام کی دل شکنی کا موجب نہیں بنی چاہیے

کیا فائدہ ذکر سیشن کم سے ہو گا	ہم کیا ہیں کہ کوئی کام ہم سے ہو گا
جو کچھ کہ ہوا ہو اگر کم سے تیرے	جو کچھ ہو گا ترے کرم سے ہو گا

حمایت اسلام ایسا دلکش اور پیارا لفظ ہے کہ جس کے دل میں اسلام کی ذرا سی بھی لگدگدی ہو۔ ممکن نہیں کہ یہ آواز اُس کے کان میں پڑے اور اُس کے شوق کو تحریک نہ ہو چاہیے تھا کہ مسلمان اس انجمن پر ایسے گرتے جیسے شہد پر بکھیاں یا شمع پر پروانے لیکن اگر ایسا ہوا ہوتا تو آج انجمن کے ممبروں کی فہرست کتاب ہفت قلم کے حجم سے کم نہ ہوتی۔ اچھا پھر اس مجلس کی شرکت! عانت سرپرستی میں مسلمانوں کی طرف سے وہ سرگرمی کیوں نہیں ظاہر ہوئی جس کی توقع کی جاتی تھی۔ کیا لوگوں کو اس انجمن کی خیر نہیں یا اسلام محتاج حمایت نہیں یا جس قدر ہو چکا ہو اسلام کی ضرورتوں کو کافی ہو یا انجمن کی کارروائی اصلاح طلب ہو۔ یہ ہیں چند سوالات جو انجمن کے اس جلسے میں شریک ہونے کے قصد کے ساتھ میرے ذہن میں گزرے۔ ان کے جوابات بہم پہنچانا۔ ان پر غور کرنا۔ سوچنا۔ موالعات کو دفع کرنا میرا نہیں بلکہ انجمن کے اُن ممبروں کا کام ہے جو انتظام کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ میں تو صرف نفس حمایت اسلام پر چند ریا کس کروں گا۔ مجھ کو صرف اتنی بات کا ظاہر کرنا منظور ہے کہ ہندوستان میں اسلام کو کس طرح کی حمایت درکار ہے۔

شرع میں اسلام کو ایسے نا ملائم اتفاقات پیش آئے کہ جناب پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چار و ناچار شہرِ آرمائی کرنی پڑی حضرت نے بڑے صبر بڑے تحمل اور بڑے استقلال کے ساتھ بارہ برس تک اس پہلو کو بچایا۔ اور صرف خدا کے واسطے تمام دنیاوی اینداول کو برکت کیا۔ مگر عرب کے لوگ لاتوں کے بھوت باتوں سے کیوں روبراہ ہونے لگے تھے۔ عرب کے لوگوں کو حضرت کے ساتھ صرف اس وجہ سے عداوت تھی کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک خدا

کی پرستش کو قائم کرنا چاہتے تھے۔ وہ لوگ دینی دشمنی کے سبب طرح طرح پر پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زبانی ایندائیں دیتے اور کہتے دیوانہ ہو چھوٹا ہو شاعر ہو۔ ہیں کہیں مہر از ارشد اور الطاف حسین حالی ان صاحبوں کے واسطے شاعری سرمانہ ناز ہو۔ مگر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے خطاب باعث عزت نہ تھا۔ بلکہ اُن کو تو عالم ہونا بھی موجب عار و نقص تھا۔ اُس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُمی تھے۔ اگر وہ ایم۔ اے یا ایل ایل ڈی کی ڈگری رکھتے ہوتے تو لوگ کہتے کہ بڑا ہوا اپنے خیالات ظاہر کر رہا ہو۔ زبانی تکلیفوں کے سوا گستاخی۔ بہبودگی۔ بے دینی اس درجے کی تھی کہ کفار نے ایک دفعہ مسجدہ کی حالت میں اونٹ کا اچھ گردن مبارک بڑا لیا جو جھ سے اٹھ نہ سکے حضرت فاطمہ الزہراءؑ نے اُن کو اٹھایا۔ کافران بے دین راہ میں کانٹے بچھا دیتے کہ آتے جاتے پائے مبارک میں ٹھپیں۔ آتش عداوت یہاں تک بھڑکی کہ مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہلاک کرنے کے دیرلی ہو کر قتل کی تدبیریں کرنے لگے۔ اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے رفقا اور انصار پر عرصہ زلیست کو تنگ کر دیا۔ ناجائز سب نے گھر بار جائیداد سب کچھ چھوڑ کر جلا وطنی اختیار کی جس کو ہجرت کہتے ہیں۔ لڑائی کی آگ کا قاعدہ ہو کہ لگی اور بھڑکی اور بھڑکی اور پھیلی۔ اس طرح پر اسلام کو معرکے پیش آئے۔ اسلام کو اگر درخت سے تشبیہ دیں تو وہ ایسا درخت ہے کہ تلواروں کی چھاؤں میں اُس کا نشوونما ہوا اور آدمیوں کے خون نے اس کے نیے پانی کا کام دیا۔ اسلام خدا کی خالص اور بے لاگ ولیٹ توحید کی وجہ سے یوں بھی بت پرستوں اور مشرکوں یعنی دنیا کے تمام لوگوں کی نظروں میں کھٹکتا تھا۔ لڑائیوں کی وجہ سے اور بھی مغنوس ہو گیا۔ سلطنت اسلام کے قائم ہو جانے کے بعد مسلمان بادشاہوں نے اشاعت اسلام کو توسیع ملک کا حیلہ ٹھہرایا۔ یہ روادخا الفین اسلام کے لیے حجت ہو گئی اور حجت ہوتی کی بات بھی تھی کہ بلا بھی کوئی مذہب ہو جو سیکڑی اور زبردستی اور دھوکا مشتی سے لوگوں کے دلوں میں اس طرح اُتار گیا جیسے کڑوی دوا بچوں کے گلے میں جو شمنس واقعات تاریخ کی تہذیب پر دلیر

اپنا مسلک یہ ہو کہ بے شک جہاں تک اسلام کو ہندوستان کے ساتھ تعلق ہو وہ ایسا ہی ہے
 ہی بلکہ یوں کہو کہ تھا۔ جیسا کہ اُس کے مخالف کہتے ہیں کہ جبر و اکراہ کے ساتھ اُس کی اشاعت ہوتی
 مگر اس سے نفس اسلام پر کوئی الزام کیوں آنے لگا۔ الزام اگر ہو تو اُن لوگوں پر جو جنہوں نے جبر و
 اکراہ کے ساتھ اس کی اشاعت کی۔ اگر کسی مدرسے کا ایک احمق لڑکا ایسی بدیہی بات نہ سمجھے کہ
 مثلث کے دو ضلعوں کا مجموعہ تیسرے سے بڑا ہوتا ہے۔ لیکن جب پوچھا جائے تو ماسٹر کے ڈر سے
 کھم دیا کرے کہ ہاں ہوتا ہے۔ اس صورت میں ماسٹر قصور وار ہے کہ اُس نے لڑکوں پر اپنی ہیبت
 ناجائز حد تک بٹھا رکھی ہے۔ یا لڑکا قصور وار ہے۔ کہ ڈر پوک اور دل کا بوجھ دیکھ کر نہیں سمجھتا اور کہتا ہے کہ
 ہاں سمجھ گیا۔ لیکن اصل مسئلہ کہ مثلث کے دو ضلعوں کا مجموعہ تیسرے سے بڑا ہوتا ہے ہر حالت میں
 صحیح ہے۔ بعینہ ہی حال ہے اسلام کا۔ کسی نے اس کو طوعاً تسلیم کیا تو۔ اور کرہاً تسلیم کیا تو۔ وہ فی حد ذاتہ
 مذہب صحیح تھا۔ اور ہر اور سے بڑا۔ ہاں تو میں اس بات کو مانتا ہوں کہ *وَلَا يَتَّبِعُ فِي صَدْرِي مَنُورٌ*
كُنْجِي کہ اسلام کو متقدمین مسلمانوں نے زبردستی سے ہندوستان میں پھیلایا مسلمان ہرگز ہندوستان
 میں مہمان نہ تھے۔ جیسا کہ الطاف حسین حالی نے شکوہ ہند میں لکھا ہے۔ بلکہ غاصب اور خلیل
 بے جا سمجھے جاتے تھے۔ ہندوستان کے باشندوں یعنی ہندوؤں نے ایک لمحہ کے لیے بھی اپنی
 سوسائٹی میں اُڑ بٹھ نہیں کیا۔ اور نہ انہیں اپنا مہمان سمجھا۔ نہ ان کے ہاتھ کا چھو اٹھا یا نہ
 پانی پیا شادی بیاہ کا تو کیا مذکور ہو پس مسلمان اگر مہمان تھے بھی تو مہمان ناخواندہ۔ غرض ہندو مسلمانوں
 میں جو بگاڑ شروع شروع میں پیدا ہو گیا تھا کسی زمانے میں کم نہ ہوا۔ اگر نے ہندو مسلمانوں میں
 رابطہ و ضبط پیدا کرنے کی کچھ کوشش کی تھی مگر فریقین کی طرف سے وہ ایک شخصی سی بات تھی بے ثبات
 شایہ اُس کی تدبیر کے مراحم سے زخم اختلاف کچھ بھر چلا ہو تو اُس کے بعد نائے ٹوٹ ٹاٹ کر وہ گھاؤ
 پہلے سے بھی بدتر ہو گیا۔ ۱۰۔ جب فساد زخم تمام جسد ہندوستان میں پھیل گیا تو پوپ لیٹل سرجنری کے
 ۱۵ میرے سینے میں اُس کی طرف سے کچھ بھی نہیں لکھنا ۱۲ تھیں لینے والے ۱۲ سالہ شامل ۱۲ سالہ جراح متعلق

قاعدے سے قطع عضو فاسد لازم آیا یعنی انتزاع سلطنت میں جہاں تک خیال کرتا ہوں
اصول اسلام ایسے عمدہ اور سلیس اور عام فہم اور ہر نوعی زنا مول ہیں کہ ان کے ماننے والے
یعنی مسلمان دنیا میں بہت زیادہ ہونے چاہئیں۔ سب سے بڑی خوبی جو اسلام میں ہو یہ ہے۔
کہ اس میں تکلف نہیں تصنع نہیں۔ ادعا نہیں۔ طلب مجال نہیں۔ تکلیف مالا لیا ق نہیں۔
کسی طرح کا اشکال نہیں۔

بڑے اصول مذہب کے تین ہیں۔

اول توحید۔ دوم رسالت۔ سوم احکام یعنی ادا کرنا اور لیا جی۔

جن وجوہ سے ہم سمجھتے ہیں کہ خدا کا ہونا ضروری ہے۔ اُن ہی وجوہ سے ہم کہتے ہیں کہ وہ ایک ہے۔
قرآن شریف میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا ذکر ہے کہ کس طرح سے اُنہوں نے توحید کا سراغ لگایا۔
موجودات میں سے ادنیٰ قسم جہادات ہیں کہ جو حرکت بالا راہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے ان کے نباتات کا
درجہ ہے۔ مثل گھاس و روئیدگی و درخت۔ ان میں نمو ہے۔ مگر حرکت پر قادر نہیں۔ ہوا کا چمکولا
آیا تو ہل گئے درخت کہڑے ہیں۔ ان میں اور جہادات میں حرکت بالیدگی کا فرق ہے۔ بعدہ حیوانات
جو اپنے ارادے سے نقل و حرکت کرتے ہیں جن میں سب اعلیٰ درجہ انسان کا ہے۔ انسان میں
سب باتیں مثل دوسرے جانوروں کے ہیں۔ مگر اس کو فضیلت ہے بسبب عقل کے جس کی
وجہ سے وہ اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔ بندوں کو ہم افسوس کے ساتھ دیکھتے ہیں کہ جانور۔
آگ۔ ٹیلسی۔ پیل کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ گویا انسان سب سے بدرجہ ہے۔ اسلام انسان کو کیا
سکھاتا ہے کہ دنیا میں سب چیزیں مجھ سے کم ہیں۔ اگر خدا دنیا میں ہوتا تو میں ہی ہوتا۔ انسان
اشرف المخلوقات تھا اور اس کی حالت اس شرافت کی مقتضی تھی لیکن اس شرافت پر
انسان کو اسلام نے جمایا اور اس اعتبار سے تمام بنی نوع انسان کی گردن پر اسلام کا ٹہرا
حق ہے۔ مگر ہندو دھرم نے انسان کو سب سے بدرجہ بنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے
ساتھ جس کی براداشت نہ ہو سکے ۱۲۔

زمانے میں علم نجوم کو بڑی ترقی تھی اور تمام تصرفات نجوم کی طرف منسوب کیے جاتے تھے ایسے گھر میں پیدا ہوئے جہاں بت بناتے جاتے۔ اور پوچھے جاتے تھے۔ مگر چوں کہ فطرت وحدانیت کی طرف پوری پوری متوجہ تھی۔ انہوں نے خیال کیا کہ وہ خدا کیسا کہ جس میں ہم خود تصرف کر سکتے ہیں یعنی بت کہ ان کا بنانا بگاڑنا ہمارے اختیار میں ہی اُس زمانے کے تقاضائے وقت سے آپ نے اُبْرَامِ فُلْکی کی طرف خیال کیا۔ جنگل میں کھڑے ہو کر کہا کہ خدا کہاں ہے۔ اتنے میں ایک چمکتا ہوا ستارہ عرصۂ فلک پر نمایاں ہوا۔ آپ نے خیال کیا کہ شاید یہی خدا ہو گا۔ کو اکب کی تاثیرات کو سب لوگ مانتے ہیں۔ مگر دیکھا کہ ستارہ طلوع ہوا۔ پھر ترقی ہوئی۔ پھر تنزل۔ معلوم ہوا کہ یہ خود مجبور ہے۔ خدا کیوں کر مجبور ہو سکتا ہے؟ فَلَمَّا جَاءَ عِيسَى الْبَيْتُ رَأَى كُوكَبًا قَالَ هَٰذَا آيَاتِي فَلَمَّا أَكَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ تھوڑی دیر کے بعد چاند کو دیکھا اُس کا بھی انجام ویسا ہی ہو اچھیرا اُمید ہو کر فرمایا کہ میری کوشش یہی تھی کہ میں تلاش کروں۔ آفتاب نکلا۔ کہا کہ اس کے سامنے سب ماند پڑ گئے یہ خدا ہو مگر وہ بھی آخر کو غروب ہوا۔ تو بے اختیار بول اُٹھے افسوس میری غلطی ہے خدا وہ ہے جس کو میں نہیں دیکھ سکتا۔ جس کے دیکھنے کے واسطے چشم بصارت اور بصیرت دونوں کافی نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کا بھی واقعہ ہندوں کی بڑی غلطی ظاہر کرتا ہے۔ اب عیسائیوں کو یہ لوگ بھی گمراہ ہو گئے۔ ان کے یہاں دس احکام ہیں۔ ایک حکم یہ ہے کہ کل کے واسطے بالکل ذخیرہ مت کرو۔ ایک حکم یہ ہے کہ اپنے دشمن کے واسطے دل سے بہتری چاہو۔ جیسے اپنے اکلوتے بیٹے کے۔ ایک حکم یہ ہے اگر کوئی تمہارے دائیں گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا گال بھی پھیر دو۔ گرا آدمی کے بیٹے یہ احکام ممکن التعمیل نہیں ہیں کہ کوئی اس پر ظلم کر کے تھپڑ مارے اور وہ کہے کہ اوڑ مار۔ یا جانی دشمن کے ساتھ محبت کرے مثل اپنی اولاد کے یا فکر فردا سے فارغ ہو بیٹھے

لے آسمانوں کے چاند سورج ستارے وغیرہ ۱۲۵۲ء رات ہوئی تو دیکھا ستارے کو کہا یہ ہے رب میرا جب وہ غروب ہو گا۔ کہا میں غروب ہونے والا ہوں کو دوست نہیں رکھتا ۱۲۶۔

یہ احکام ہیں از قسم حجازیت۔ احزاب اسلامیت ہیں کہ جن پر ہم عمل کر سکتے ہیں۔ وَتَجِزُوا
 سَبْعَةَ سَبْعَةٍ مِّثْلَهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ (یہی کی جزا اسی طرح کی سزا۔ اگر
 کوئی معاف کرے اُس کا اجر اللہ پر یہی جو وہ علم جو ذات انسانی سے ملتا ہی اویس کو دلان
 لیتا ہی اور جو مہر در بشارت ہے۔

عیسائی مذہب عیسوی کا ایک مسئلہ کفارہ یہ کہتے ہیں کہ خدا میں دو منفی تئنا قفس
 کیوں کر جمع ہو سکتی ہیں۔ عدل اور رحم۔ عیسائی کہتے ہیں کہ خدا مجبور کیا ہی اگر کسی معاف کرے
 نہیں کر سکتا مگر فطرت انسانی کیا گواہی دیتی ہے۔ اگر بندے سے کوئی گناہ ہو جائے تو سوا
 توبہ اور استغفار کے کیا کرتا ہی عیسائی خدا کی ذات میں عدالت اور نصفت کو یوں جمع کرتے
 ہیں کہ خدائے حضرت مسیح بن کرڈ لیتا ہی اور مصیبتیں جھیلیں اور یوں گنہگاروں کی سزا کو خود
 بہکت کر عدل اور رحم دونوں کو پورا کیا۔ جیسے ہمارے معزز دوست محمد بکت علی خاں صاحب
 کسی مجرم پر جرم نہ کریں اور اپنے پاس سے بھر دیں اس کو توبہ سے ملا کر دیکھو۔ اب میں
 رسالت کے لحاظ سے دکھانا چاہتا ہوں کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیوں کر عرب کے دلوں کو
 اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ انسان کے تمام کام محض بالفرض ہوتے ہیں۔ کوئی سفر کو بتا ہی کسی سے ملنے
 کے واسطے کجست جوتا ہی۔ اناج کے واسطے۔ اگر پیغمبر صاحب نے دعویٰ رسالت کیا تو کوئی مطلب
 تو ہو گا یا آید، عرض یہ تھی کہ میں بادشاہ ہوں میں بھی أَحَدٌ مِنَ الْمُلُوكِ ہو جاؤں یا جتنا مال غلط
 ہو اس کے برخلاف آپ نہایت متواضع نہایت منکسر المزاج تھے۔ ایک دفعہ صحابہ جمع ہوئے۔
 حضرت کو دیکھا کہ کھڑے۔ اور پیٹ پر لیٹے ہوئے ہیں اور تیلیوں کے نشان پسینوں پر نمایاں ہیں۔
 اصحاب نے عرض کی کہ: سر اگر آپ بوریسے پر کپڑا ڈال لیا کریں تو کیا اس میں کچھ مرنے ہوگا۔
 آپ نے فرمایا اگر میں تمہیں چاہتا۔ دعویٰ رسالت کا دوسرا باعث شاید یہ کہ مجھ کو لوگ معذرتیں

۱۵ دیکھو سورہ خم ۱۲۸ ایک دوسرے کی نفیض ۱۲۸ یعنی ہر ایک کام کی علت کچھ نہ کچھ غرض ہوتی ہے ۱۲۸۔

۱۲۸ سن بادشاہوں کے ایک ۱۲۸ عیش ۱۲

سمجھیں۔ جیسے بعض شیوخ اور ریاکار عالموں کا حال ہوتا ہے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں بھی تم جیسا آدمی ہوں۔ تم میں اور مجھ میں اگر فرق ہو تو صرف اس قدر ہے کہ یوحیٰ الیّ (مجھ پر خدا کی وحی آتی ہے) جو میرے اختیار کی چیز نہیں۔ پھر فرماتے تھے لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبِ لَاسْتَكْبَرْتُ مِنَ الْخَلْقِ وَمَا مَسَّنِي السُّوْدُ اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں بہت سی بھلائی سمیٹ لیتا اور مجھے کوئی اتفاق بد پیش نہ آتا)

کوئی شخص شیویان دین میں سے ہو جو اس طرح کہے۔ پھر اس سیدھے ساوئے منکر متواضع نبی کے اس کہنے کو دیکھو مَا اَدْرِي مَا يَفْعَلُ رَبِّي وَلَا يَكْفُرُ (مجھ کو کچھ خبر نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور نہ یہ معلوم کہ تمہارے ساتھ کیا ہوگا) کفار کے جواب میں فرماتے۔ اِنْسَانِيَاں اللہ کے اختیار میں ہیں کفار کہتے چشمہ بہاؤ یا کوئی انگور کا باغ لگاؤ جیسے بھان بنی لگاتے ہیں اُس میں نہریں بہاؤ۔ ایک سونے چاندی کا محل بناؤ کوئی عجیب بات ہم کو دکھاؤ اور تم تو ہم کو ڈرایا کرتے تھے کہ آسمان پھٹ پڑے گا۔ اب آسمان سے پھر برساؤ یا اللہ اور اُس کا لشکر مالک دکھاؤ۔ ان سب باتوں کا آپ جواب دیتے کہ میں کسی اختیار اور تصرف کا دعویٰ ہی نہیں کرتا پھر پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نسل کے لیے آمدنی کا کوئی ذریعہ قائم نہیں ہونے دیا۔ انھوں نے آمدنی کے تمام ابواب اپنی نسل پر بند کیے۔ اَلْاَشْمُ بِرِصْدَتِهِ اور خیرات اور زکوٰۃ کو ابداً حرام کر دیا اُس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المال میں بیٹھے ہوئے لوگوں پر مال تقسیم کر رہے تھے۔ امام حسین علیہ السلام اُن دنوں بچے تھے ایک گھوڑے کرمنہ میں ڈال لی۔ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انگلی سے نکال کر پھینک دی اور فرمایا کہ صدقات لوگوں کے مال کا ٹیٹل ہیں۔ جن کو فدا نے میری اولاد پر حرام کیا ہے۔ غرض سب سے بڑی خوبی اسلام میں یہ ہے کہ اس میں حکلیف نہیں طلب محال نہیں تصنع نہیں اس مطلب کو اگرچہ میں زیادہ نہ بیان کر سکتا تاہم مختصراً بیان کر دیا۔ اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں کہ اسلام آہن دل انسان کے لیے مقناطیس ہے۔

حقیقت میں سخت صبر ہوتی ہے تیرہ سو برس ہو چکے دنیا کے لوگ سارے نہیں تو اکثر مسلمان کیوں نہیں ہو گئے۔ میں نے اپنے ذہن میں اس کا یہی سبب قرار دے رکھا ہے کہ اسلام کو دوستی و خیر خواہی اور ہمدردی کے پیرائے میں لوگوں پر عرض کرنے کا موقع نہیں ملا بلکہ جس طرح سے پادری لوگ بھلا کر پھسلا کر لالچ دکھا کر رفق و لذت سے خاطر داری و دجوبی سے منعت و خوشامد سے سمجھا کر پچا کر سینکڑوں برس سے انجیل کی منادی کر رہے ہیں۔ زیادہ نہیں پچاں برس بھی اس طرح سے لگ لپٹ کر قرآن مجید کی منادی کی جائے تو مسلمان دن دوئے اور رات چو گئے میرا ذمہ۔

ان پادریوں کی چالیں کیا ہیں۔ ان کے ہتھکنڈے تو دیکھو۔ سیکڑوں ہزاروں دستہ کھول رکھے ہیں۔ دھڑلے سے دنیوی علوم پڑھاتے چارہ ہیں۔ مگر ہومیو پتھیک دوا کے ایک قطرے کی طرح قلیل المقدار قوی الاثر ایک آدھ سبق مذہب کا بھی پڑا۔ کیوں نہ ہو وہی تو مرشمن کی تعلیم کے پرنسپل نشن یعنی نسخے کا جزو اعظم ہے۔ یہی دنیوی علوم کی تعلیم مرشمن کی ہے کہ ہنر کہ شربت کے ہو جیسے شربت کی چاٹ سے طبیعت دوا کو گوارا کر لیتی ہے ویسے ہی دنیوی علوم کے لالچ سے لوگ پادریوں کی مذہبی تعلیم کو قبول کرتے چلے جاتے ہیں۔ پھر ہزاروں لاکھوں کتابیں ملکی زبانوں میں مفت پڑھی تقسیم ہو رہی ہیں کاغذ عمدہ سے عمدہ۔ چھاپہ عمدہ سے عمدہ۔ جلد عمدہ سے عمدہ۔ کیا پادری نہیں جانتے کہ شب برات میں ان کی کتابوں کے پٹاخے بنائے جاتے اور عطاران کو پڑیوں میں صرف کرتے لوگ جلدیں کھا کر اور اوراق کو ردی کی طرح پھینک دیتے یا پٹھے کے کام میں لاتے ہیں۔ انہیں اس کو کہتے ہیں کہ صرف اتنی توقع موہوم پر کہ شاید کوئی کتاب دست برد سے بچ جائے تو شاید اس پر کسی کی نظر پڑے۔ شاید وہ متاثر ہو یہ بے دریغ فریج ہیں اور یہ بے منت زحمات ہیں۔ سن جلد تباہیر اشاعت مذہب ایک تدبیر و غفلت کی ہے۔ کوئی میلہ۔ کوئی بازار۔ لوگوں کا کوئی مجمع نہ ہو گا۔

لے نرمی ۱۲۵۷ بھی ایک قسم کی ڈاکٹری ہے اسلئے ضائع کرنا ۱۲

ہاں ایک پادری کھڑا ہوا مذہب کی منادی نہ کر رہا ہو۔ ع
بہر میں کہ برسیدیم آسماں پیدا است

وگ ہیں کہ بہودہ کچھ جھتیاں کر رہے ہیں سخت درشت کہتے ہیں۔ تسخرد استہزار سے بھی
پیش آتے ہیں۔ مگر پچھلے ہی کہ مائل ہوتا نہ بڑا ماننا نہ گالی کا جواب گالی دیتا ہو۔ کیا کوئی پادریوں
کی ریس کرے گا۔ بچہ لوگ جان پھیل کر افریقہ اور چین اور تبت اور جزائر دور دست جیسے
وحشی اور جنگلی اور نامنظم و خطرناک مقامات میں جانے کی بھی ذرا پروا نہیں کرتے۔ گرفتار ہوتے
مارے جاتے۔ ناموافقت آب و ہوا سے ہلاک ہوتے ہیں مگر ہمت نہیں ہارتے۔ غرض
مذہب کے پھیلائے اور رواج دینے میں کسی وضع خاص کے پابند نہیں۔ جس ڈھنگ سے
سینگ سماتے دیکھے گھس پٹے۔ جیسے کہ ایک شکاری شکار کو گیا اونٹ بھٹی اور راؤٹی بھی تشریف ہونے لگا۔
لوگ راؤٹی میں گھس بیٹھے اونٹ نے بھی راؤٹی میں سر رکھنے کے لیے جگہ مانگی اور آخر کار
ساری راؤٹی میں وہی وہی تھا۔ وہ کسی شان میں ہوں۔ دل جوئی استمالت و تالیف
قلوب ہر پیرائے میں ضرور۔ ڈاکٹر بن کر بیماروں کو دوا دیں۔ علان کریں۔ سوداگروں کے
بھیس ہیں مال تجارت ہلکے داموں پر بیچ دیں۔ وحشیوں کو آتھینے اور چھوٹے موتی اور کھلونے
دکھا کر خوش کریں۔ اور زنان خانوں میں عورتوں کو کھنا پڑھنا۔ سینا پر دنا سکھائیں۔ رانیوں کی طرح
بچے جوائیں۔ یہ ہیں چند نمونے ان لوگوں کی کوششوں کے جن کو اپنی قومی سلطنت کے ہوتے
کسی کوشش کی ضرورت نہیں۔ اب ہم کو اپنی جگہ آپ سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام کے لیے بھی
کبھی کوئی اس قسم کی تدبیر کی گئی ہو ہرگز نہیں! یہ سچ ہو کہ ہمارے ہاں وعظ کا دستور ابتدا سے ہی
مگر جس طرح ہمارے اور پادریوں کے وعظ کے طریقے مختلف ہیں۔ اغراض بھی مختلف ہیں۔
ہمارے ہاں کے عالم اکثر اپنی مسجدوں میں وعظ کہتے ہیں اور ان کی اہلی غرض یہ ہوتی ہو کہ
مسلمانوں کو احکام مذہب سے آگاہ کیا جائے۔ جب کہ پادری دوسروں کو کورٹ کرنے کے لیے،
گلی گلی کوچہ کوچہ وعظ کہتے پھرتے ہیں۔ پادریوں کی دیکھا دیکھی چند روز سے مسلمانوں نے بھی کہیں

سیر بازار کھڑے ہو کر وعظ کرنے کا طریقہ اختیار کیا ہو۔ مگر نام و نمود کے مولوی اس طرز کو موجب کسر شان سمجھتے ہیں جیلے تو بہت سے بنائیں گے۔ کہ ہم کو اپنی ہی گھر درس و ہدایت سے فرصت نہیں کیا کریں پڑھنے والے اگھیرتے ہیں۔ مستغنی و م نہیں لینے دیتے لیکن شاید اہلی سبب ہو کہ نفس پھر ایک بہت بڑا نقص ہمارے ہاں یہ ہو کہ مولوی احکام ظاہر کا بہت بڑا اہتمام رکھتے ہیں۔ جہاں تک میں خیال کر سکتا ہوں ہمارے مولویوں کی تعلیم کا خلاصہ ہر ہر اور احکام ظاہر کی پابندی۔ شریعت طب روحانی ہو جس طرح طب ابدان میں ہر طرح کے علاج قہر کم دو آئیں دیکھتے ہو کہ کمین فساد اور حجامت اور تنقیہ اور پرہیز اور فاقہ ہو کہ یہ سب تدبیریں ضعیف کئے کی ہیں کمین ادویہ پیش اور تقویٰ بھی ہیں۔ کیوں کہ لوگوں کی حالتیں مختلف ہیں کوئی درجہ عقل سے بڑھ گیا ہو اس کو گھٹانے اور نیچے اتارنے کی ضرورت ہو۔ کوئی بگڑ گیا ہو اس کو اچکانا اور بھارنا ہو۔ بعینہ اسی طرح مذہب میں زہد بھی ہو کہ یہ بمنزلہ تنقیہ ہو مگر وہ کس حالت کے مناسب ہوتا کہ مسلمانوں میں اس طرح کی دولت پھٹ پڑی تھی کہ مدینہ منورہ میں لوگ زکوٰۃ کا روپیہ بھولی میں بھرے ہوئے لینے پھرتے تھے اور کوئی زکوٰۃ کے لینے کی حامی نہیں پھرتا تھا کیوں کہ ہر شخص خدا کے فضل سے بجائے خود صاحب نصائب تھا۔ اور اب بھی خدا مسلمانوں کے ویسے ہی دن پھیرے تو سب پر بلا شخص جو تعلیم نہ رکھے اسے میں ہوں مگر مسلمانوں کی حالت موجودہ تعلیم بہت دیر سے ویسا ہی آبا رکھتی ہو جیسا کہ ایک بیمار ناتواں کی تنقیہ سے تحول کے لئے ایک درجہ عقل اپنے ذہن میں قرار دو۔ پھر مسلمانوں کے تحول کا اوسط کھالو تو پاؤ گے وہ نسبت جو عدد صحیح اور کسور اعشاریہ میں ہوتی ہو بھلا یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ ہر کہ احکام ہر مذہب صحیح و دوزک دونوں میں سب پر کوروشی اور تن کو پڑا نہیں۔ کیا پھر صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے زمانے میں سب کو صاحب علیہ

لے فتوے لکھوائے والے پوچھنے والے ۱۲ھ ہجری میں شریعت دلانے والی ۱۲ھ یعنی اس قدر مال رکھنا تھا جس پر زکوٰۃ دینی لازم آتی ہو ۱۲ھ انکار ۱۲ھ یہ ۱۱ھ صاحب ہیں جو بولہ غلشی کے مسجد نبوی میں گزارہ کیا کرتے تھے وہیں بود و باش تھی اگر کچھ کہیں سے کھائے کو آگیا تو خیر روزہ خوشی سے صبر کیے بیٹھے رہے ۱۲۔

کی طرح مفلس محتاج دوسروں کا دست نگر بنانا چاہا سُبْحَانَكَ هَذَا أَهْمًا مَعَ هَٰذَا لَا يَخْطِئُكَ نَمِيسُ -
 بلکہ مغسول کو غنی - محکوموں کو حاکم - رعایا کو بادشاہ - دشمنوں کو شائستہ بننے کی ترغیب دی اور
 نہ صرف ترغیب دی بلکہ کر دیا اور کر دکھایا - میں اس کو مانتا ہوں کہ ہمارے زمانے کے مولوی
 جن کو طبیبِ روحانی ہونے کا دعویٰ ہوا امت محمدیہ کا علاج کر رہے ہیں مگر بالکل اُلٹا علاج -
 اُمت کے لوگ حد سے زیادہ ضعیف ہو رہے ہیں اور اُن کو زہر کا جلاب دیا جاتا ہے کہ پرسوں
 مرتے گل مریں اور گل کے مرتے آج - اصلی بات یہ ہے کہ اسلام کے لیے یکثیر جماعت کے خیال کو
 سر سے نکال ڈالو ہمارے یہاں اسلام کی ایسی حالت نہیں کہ وہ اپنے گروہ کو بڑھاسکے - اب
 ہماری ہمت اس میں مختصر و مقصور ہونی چاہیے کہ جماعتِ اسلام کو گھٹنے نہ دیا جائے - یعنی
 مسلمان ترکِ اسلام کر کے دوسرا مذہب اور دھپانے کی کیا ضرورت ہے صاف کیوں نہ کہا جائے
 عیسائیت اختیار نہ کرنے پائیں - میرا ایسا خیال ہے کہ مذہب بھی علی الاکثر لا مأساء للہ
 ایک متواتر چیز ہے - ایک مسلمان کا بچہ یقیناً بڑا ہو کر مسلمان ہوگا - اسی طرح ہندو کا ہندو اور
 عیسائی کا عیسائی - کیوں کہ ہر شخص جس سوسائٹی میں پیدا ہوا اور جس سائٹی میں اُس نے پرورش
 پائی طفولیت سے اُس سوسائٹی کے مذہبی نیالائے اُس کے ذہن نشین ہوجاتے ہیں ایک مسلمان عورت اپنے بچہ کو اللہ
 اللہ کہہ کر سلاتی اور اللہ کی مہربانی اور اُسی کے غضب و عداوتی یا کوستی پر پس وہ بچہ مسلمان تھا
 ماں کے پیٹ میں فطرۃً اور مسلمان ہو ماں کی گود میں تلقیناً - اور ساری عمر مسلمان رہے گا تعلیم
 یہ ہیں معنی کل مولود یولد علی فطرۃ الاکثر لا یفلک کم ثم اقبوا فھو ذابہ او یخص ابہ او
 یجھنک ذابہ کے ایسی مثالیں موجود ہیں کہ ایک ہندو کسی وجہ سے مسلمان ہوا اور اُس کو تمام عمر
 گوشت نہ بچا کیوں کہ بچپن سے اُس کو گوشت سے نفرت دلائی گئی تھی - اُس حضرت صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بھی ایسا ہوا تھا کہ جو یہود اسلام لائے وہ اونٹ کے گوشت سے
 لے سجان اللہ یہ تو بڑے ہی بہتان کی بات ہو ۱۲۰ھ محدود ۱۲۵ھ اکثر مگر جس کو اللہ چاہے لے ہر بچہ اسلام کی
 فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر ماں باپ اُس کے یہودی کریں اُس کو نصرانی کریں اُس کو یا مجوسی کریں اُس کو ۱۲ -

پرہیز کرتے اس وجہ سے کہ یہود کے یہاں اونٹ کا گوشت حرام ہو چنانچہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكَوٍ
 عَدُوٌّ مُبِينٌ۔ میرے ایک دوست شیعہ سے سُنی ہو گئے۔ اور انہوں نے اپنے خاندان کے
 لوگوں کو مباحشہ و مناظرہ سے سُنی ہونے کی ترغیب دی۔ ایک بی بی کو سب طرف سے بند کیا
 تو انہوں نے کہا تو کیا کہا کہ بیٹے میں سُنی تو ہو جاؤں مگر مجھ کو ان موؤں کے لیے اصرافِ ثلاثہ کے
 نام ہی بُرے لگتے ہیں۔ ہاں تو غرض یہ ہے کہ میں مذہب کو متاثر نہ سمجھتا ہوں۔ پھر انسان کے
 معاملات میں سب سے زیادہ عجیب مذہب ہی۔ اس سے بڑھ کر عجیب بات اور کیا ہوگی کہ
 منزل مقصود سب کی ایک اور راستہ دیکھو تو پورپ پچم کا اختلاف۔ اس پر طرہ یہ کہ سرگرمی در
 اس بات کا اذعان کہ جس رستے پر میں چل رہا ہوں پس وہی ٹھیک ہے اور دل کی تسلی تمام
 اہل مذاہب میں یکساں۔ كُلُّ شَيْءٍ بِمَا لَدَٰهُمُمْ فِیْ حُكُونٍ ۝

بگوش گل چہند کردہ کہ خندان ست	بغدلیب چہ فرمودہ کہ نالان ست
-------------------------------	------------------------------

دنیا کے اعتبار سے دیکھو تو کسی فرقے کوئی شے مِّنَ الْأَشْيَاءِ نہ مرتب ہے۔ نہ فوقیت۔ نہ فعلیت۔
 نہ خصوصیت۔ تو لہٰذا ناسل صحت و مرض۔ تو نگری و افلاس۔ رنج اور خوشی۔ نیکی اور بدی۔
 موت و حیات کیا چیز ہے جو ایک مذہب والوں میں ہے۔ اور دوسروں میں نہیں۔ اور واقع
 میں یہی بے خصوصیتی اختلافِ مذہب کو رفع نہیں ہونے دیتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ خود
 فرماتا ہے۔ وَلَوْلَا اَنْ يَّكُوْرَ الْاِنْسَانُ اُمَّةً تَوَاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاَحْمَنِ لِيُؤْيُوْهُمْ

۱۱۔ اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بہ قدم مت چلو وہ تمہارا کلمہ دشمن ہے ۱۲۔
 ۱۱۔ موروثی ۱۲۔ ہر ایک گروہ اپنے حال میں خوش ہے ۱۳۔ تمام چیزوں سے کسی چیز میں ۱۴۔ اگر یہ بات نہ ہوئی
 کہ سارے آدمی ایک امت ہو جائیں گے تو ہم زمین کے ساتھ کھڑے کرنے والے کے گھر کی جہتیں چاندی کی بنا دیتے اور
 شیشیاں چاندی کی کہ ان پر پڑیں اور اُس کے گھروں کے واسطے دروازے اور تخت کہ ان پر کھینچ کر رکھیں۔ اور
 سونا اور نہیں یہ سب کچھ مگر دنیا کی زندگی کا سامان اور آخرت تیرے رب کے پاس گرنے والوں کے واسطے ہے ۱۲۔

سُقْفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ وَلِبَاسُهُمْ أَتْرَافٌ وَسُرُرٌ عَلَيْهَا يَتَكَبَّرُونَ وَ
 زُخْرُفًا وَرِثًا كُلُّ ذَلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ عِندَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ۝
 ہر مذہب میں لوگوں کا ایک ہی طرح کا حال ہو اکثر تو دنیا میں ایسے منہمک ہوتے ہیں کہ دین و مذہب
 کی طرف مطلقاً ملتفت ہی نہیں ہوتے قدرے قلیل پابند مذہب ہوتے ہیں۔ ان میں اکثر اور
 اکثر بھی قریب کل اس خیال کے ہوتے ہیں اِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُونَ اِنَّا وَجَدْنَا
 اٰبَاءَنَا عَلٰی الْاُمَّةِ وَاِنَّا عَلٰی اٰثَارِهِمْ مُّقْتَدُونَ ۝ غرض شذوذ ہیں وہ لوگ جو تحقیق کے
 ساتھ کسی خاص مذہب کو اختیار کرتے ہیں مگر تحقیقات کا نتیجہ ہم نے تو اکثر یہی دیکھا کہ آدمی
 جس مذہب میں پیدا ہوا اور جس کی خوبی بچپن سے اُس کے ذہن میں بیٹھ چکی ہو تحقیقات کے
 بعد بھی اُسی پر قائم رہتا ہو۔ وہ اگر اس مذہب کے معتقدات میں کہیں باطنی مڑتا ہوا دیکھتا ہو تو
 تو اُس میں تاویلات گھڑ گھڑ کر من سمجھوتی کر لیا کرتا ہو یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰتُوا الْجَزَاءَ
 دِنَ گئے۔ اب کوئی اگر اگاد کا تبدیل مذہب کرتا بھی ہو تو اُس کی مثال ایسی ہو کہ مثلاً دو بڑے
 تالابوں میں چند قطرے ایک تالاب میں سے لے کر دوسرے میں ڈال دو تو اس سے نہ وہ تالاب
 خشک ہوگا جس میں سے دو بوندیں نکل گئیں اور نہ وہ تالاب اُبل پڑے گا جس میں دو بوندیں
 اور آئیں۔ خلاصہ مقصود یہ ہے کہ ہم کو تکثیر گروہ مسلمانان کے فکر سے فارغ رہنا چاہیے۔ اس سے کہیں
 زیادہ بکار آمد اور مفید اور عند اللہ وعند الرسول مقبول یہ ہو۔ کہ ہم عام مسلمانوں کی اصلاح پر
 متوجہ ہوں۔ اور عجیب نہیں کہ یہ تدبیر آخر کار تکثیر جماعت اسلام کا بھی موجب ہو۔ نیز زمانہ کا
 کامپٹیشن کا ہیروں سمجھنا چاہیے کہ جتنے اہل مذاہب ہیں سب ایک قسم کے دکاندار ہیں ہر دکاندار خریداروں کو اپنی
 طرف کھینچنا چاہتا ہو۔ کامپٹیشن کی صورت میں جو تدبیر ایک دکاندار اپنی دکان کی رونق کے
 لیے اختیار کرتا ہو ویسی ہی تدبیر ہم کو کرنی ہوگی کہ ہمارے پاس خریدار کی ضرورت کی سب چیزیں
 ۱۵ مثلاً ۱۲ ہم نے پایا اپنے پاؤں کو اسی طرح کرتے ہیں ہم نے پایا اپنے پاؤں کو ایک راہ پر اور ہم ان کی
 پیروی کرتے ہیں ۱۳ اللہ کے دین میں گروہا گروہ داخل ہونے لگے ۱۴ مقابلہ و شجاعتی ۱۵۔

ہمیا ہوں۔ سوہیں۔ مال بھی عمدہ ہو وہ بھی ہو۔ ارزاں ہو ارزاں بھی ہو۔ چیزیں عمدہ طرح پر سجائی گئی ہوں۔ خریداروں کے ساتھ ہمارا برتاؤ رفق و نرمی کے ساتھ ہو۔ بس ان دو باتوں میں کمی ہو۔ اور ان ہی دو باتوں کی طرف میں عام مسلمانوں کو اور خاص کر ممبرانِ انجمنِ حمایتِ اسلام کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے مذہبی احکام جن کو میں نے مال تجارت سے تشبیہ دی فی حدِّ ذاتہا نہایت عمدہ ہیں مگر ہم مسلمان ان کو ایسے طور پر عمل میں نہیں لاتے کہ ان کی عمدگی ظاہر ہو۔ اور لوگ اسلام کو نظر استعسان سے دیکھیں۔ آپ صاحبِ مجھ کو اس بات کے کہنے سے معاف رکھیں گے کہ انجمنِ حمایتِ اسلام اپنے پنداریں ایسا خیال کرتی ہو کہ اسلام پر خارج کی طرف سے خطر ہو۔ وہ ڈر ہی ہو کہ ایسا نہ ہو جس طرح عیسائیوں نے مسلمانوں کی سلطنتِ دہالی کہیں مذہب پر بھی دست درازی نہ کریں۔ اور میرا یہ حال ہو کہ میں خانقاہ کی طرف سے بالکل مطمئن ہوں۔ اس سے کہ پادریوں نے دو چار لاوارث بچے لے جا کر عیسائی کر ڈالے۔ اسلام کا ان شاندار اہلِ بال بھی ملینکا نہیں ہوتا۔ میں آپ صاحبوں سے تیج کستا ہوں کہ اسلام کو جو کچھ خطر ہو ہم ہی مسلمانوں سے ہی جو اس کے نام لیا ہیں سے

امن از بیگانگان ہرگز نہ تالم کہ ہامن ہرچہ کرداں آشنا کردا

اسلام کوئی شو منفر دنی وجودنی الخارج نہیں۔ بلکہ ہم مسلمانوں کے اطوار و عادات و معاملات و مقتداات و احوال و افعال کا نام ہو۔ اسلام کی حمایت حفاظت تائید ہم دردی نہ جو کچھ کلوب ہا بہترین میرا یہ ہو کہ مسلمانوں کی اصلاح کی جائے۔ سب سے زیادہ ضروری اور سب سے مقدم تو یہ ہو کہ مسلمانوں میں صلہ فاسی اور سازگاری کی صفت پیدا کی جائے نہ فاسی میں بلکہ دوسری قوموں سے صلہ۔ مسلمانوں کی پھلی کارروائیوں نے دوسری قوموں کے ذہن نشین کر دیا ہو کہ مسلمان دوسری قوموں کے ساتھ دوستانہ برتاؤ رکھ نہیں سکتے جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا۔ ہم نے شل آؤز فرماں روا قوموں کے استمالِ قلوب کی پرہیز کی جب تک کہ حکومت یہی اس لئے لیے کوئی چیز علی حدہ جو انھوں سے دکھائی دے۔ ۱۲۔

غافل کی گزرتا مشرب نہ ہوا۔ نروال سلطنت کے بعد سے مسلمانوں کا قریب قریب ایسا ہی حال
 ہو جیسے دانتوں میں زبان رونے زمین پر سوائے خدا کے کوئی ان کا دوست نہیں اور نہ صرف
 بعد کہ دوست نہیں بلکہ لوگ پھلی کمانیاں یاد کر کے در پر انتقام رہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اگر خدا نخواستہ
 ہندوستان پر انگریز مسلمان ہوتے یا ہوتے اور خدا نخواستہ ان کی طبیعت دوسروں کی طرح کینہ کش
 واقع ہوئی ہوتی تو آج ہم مسلمانوں کی کیسی گت ہوتی۔ ہر چند واقعات جو صفحات تاریخ میں ثبت
 ہو چکے کسی کے میٹھے نہیں مٹ سکتے۔ لیکن اگر ہم تلافی یافتہ کرنی چاہیں تو دوسری قوموں کو دوست
 نہ بنا سکیں مگر ان کی شورش عداوت کو تو ضرور فرو کر سکیں گے۔ کیا اسلام کے لیے سلطنت کا ہو نا شرط
 ہو۔ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیغمبری کے پہلے گیارہ برس کس طرح کفار مکہ میں گزارے
 تھے۔ یا روشکر کہ وہ ہم کو ہندوستان میں ویسا ابتلا نہیں بلکہ سچ پوچھو تو مطلق ابتلا نہیں۔ ہم ہی
 دوسروں کو نہ دیکھ سکیں تو اور بات ہو ورنہ کوئی ہمارے مذہب سے مزاحم نہیں مستغرض نہیں۔ پیغمبر
 تمام اولیاء کیوں اور فرماؤ کس لیے۔ بات صاف صاف یہ ہو کہ ہم لوگ اس ملک میں محکوم ہیں مغلوب ہیں ضعیف
 ہیں اور اپنی حالت پیش نظر رکھ کر مذہب کو نباہنا ہو۔ خدا نے ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا کہ ہمیشہ ہمیشہ کو
 مسلمان تمام روئے زمین پر سلطنت کریں گے۔ بلکہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اسلام کے
 بائے میں پیش گوئی کی بھی تو یہ کی **بُذِئْتُمْ بِأَعْيُنِ النَّاسِ**۔ خدا نے تمہارے لیے شک سلطنت بھی ایک
 رحمت اعلیٰ اور وہ ان کو ملتی ہو جو اس کی صلاحیت رکھتے ہوں **وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن قَبْلِهِ**
الَّذِينَ كَانُوا أَكْثَرُ فِي الْأَرْضِ يُرِيهِمْ آيَاتِنَا۔ انصافاً ہم میں جب تک صلاحیت ہی سلطنت ہی انجی لوگ
 عند اللہ صلاحیت والے ہیں سلطنت پر سلاطین کسی کے دل میں یہ وسوسہ گزرتے کہ سلطنت
 دنیا مذہب کے مقبول اور نامقبول ہونے کی کسوٹی ہو۔ یہ انتظام الہی میں دوسرے مصالح پر
 مبنی **تِلْكَ الْأَيَاتُ لِقَاءِ الَّذِينَ هُمْ فِيهَا يَلْقَوْنَ النَّاسَ**۔ یہ میرا خیال ہو کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر
 لے کر قاری آزمائش اس غریب حالت میں شروع ہو، جن ترقیب حالت کی طرف عود کرے گا **اِنَّهُمْ هُمُ**
 لکھد یا زبور میں نصیحت کے بعد کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے **اِنَّهُمْ اِنۡ لَّيۡنُوۡنَ** کو ہم لوگوں میں بچھرتے ہیں

جو دو ملتا قص حالیتیں مغلوبیت و غلبہ اور عسکر و عیسائی کی گزریں ہونہ ہو اس میں یہ حکمت مضمون رہی ہوگی کہ مسلمانوں کو ملائم و ناملائم ہر طرح کی صورت میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ دکھا دیا جائے مسلمانوں کو دوسری قوموں کی کسی طرح کی تعدی کرنے کی قدرت تو باقی نہیں لیکن ان کے برتاؤ میں جتنی اور جیسی چاہئے سازگاری بھی نہیں۔ جو لوگ ہم میں کے عوام میں ان کو ہندوؤں سے لڑ بیٹھنے کے لئے ایک ادنیٰ سا بہانہ بس کرتا ہو۔ رہے عیسائی معلوم ہے کہ وقت کے عالم دولت اور عزت کے منبع ہیں اور کچھ نہیں تو ان کے ساتھ مذہبی مباحث میں وہ احتیاط جس کا پاس ایک قوم مغلوب کو ہمہ وقت ہونا چاہیے ضرورت ہو جاتی ہو۔ اور اس کے ساتھ وہ دنیاوی منفعتیں بھی ضرورت ہوتی ہیں یا ان کے فوت ہونے کا ضرر و خطر ہو جن کے لئے خدا نے ہم کو عیسائیوں کا دست نگر بنا دیا ہو۔ کوئی ہی ایسا ضابطہ کہ مذہبی مخالفت کو پرغاش اور خدا اور بے اعتمادی کی حد تک منجھ نہ ہونے دے۔ ذرا اپنے نفس کی احتیاط کر دو اور خدا کے لئے دریا میں رہ کر گرنے کو مت دشمن بناؤ چمن دنیا میں بہت دن غار بن کر رہ چکے۔ اب گل ہو کر رہو۔ تم کو یقین آئے یا نہ آئے۔ اگر یقین کرو گے تو مجھے کیا بخش دو گے؟ **فَمَا آتَانِي اللَّهُ خَيْرًا مِّمَّا آتَاكُمْ** اور اگر یقین نہ کرو گے تو مجھ سے لیا چھیں لو گے میں سچے دل سے تم سب کے رد پر وکتا ہوں کہ میں خدا کے فضل سے مسلمان ہوں۔ بلکہ کسی قدر متعصب مسلمان یہاں تک کہ میں خود انگریزی بوٹ کا پہننا بھی پسند نہیں کرتا ہر چند جانتا ہوں کہ لباس کو مذہب میں کچھ دخل نہیں مگر میں نے کہا کہ مجھ میں تھوڑا سا تعصب ہے۔ میرا مزاج مخالفت کش ہے و واقع ہوا ہو یا اس میں مسلمانوں فائدے کی نظر سے باصرہ رکھتا ہوں کہ مسلمانوں کو جتنی ہنریت اور وحشت اور نفرت نصاریٰ سے ہو مصلحت وقت کے خلاف ہو۔ اس زمانے کے نصاریٰ وہی نصاریٰ ہیں جو پیغمبر صاحب علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تھے۔ وہی عقائد ہیں۔ وہی مسئلے ہیں۔ ان ہی کی نسبت خدا فرماتا ہے

۱۵۔ عنفی ۱۲۔ ۱۳۔ سرچشمہ ۱۲۔ ۱۳۔ یعنی اس کی طرف متجاوز نہ ہونے دے ۱۲۔ ۱۳۔ باز پرس ۱۲۔ ۱۳۔ جو کچھ مجھ کو اللہ نے دیا ہو وہ اس سے بہتر ہے جو تم کو دیا ہو۔ ۱۲۔ ۱۳۔ قدرت ناپسند ۱۲۔

اگرچہ وہ حقارت مذہبی ہی اعتبار سے کیوں نہ ہو مسلمانوں کے اس طرز مزاج سے میں سب گراؤ نہیں
دوسروں کو برسر غلط سمجھو اور بے شک وہ برسر غلط ہیں لیکن غلطی کی وجہ سے وہ لوگ قابلِ رحم ہیں
نہ لائقِ نفرت۔ میں جانتا ہوں کہ انہیں حمایتِ اسلام کا یہ مقصد نہیں۔ لیکن مذہبی۔ وہ دُکد میں خواہی
نخواہی دوسرے کے عیوب پر نظر پڑنے لگتی ہے۔ اس سے کہ ہم دوسروں کے عیوب نکالیں۔ بہت زیادہ
مفید ہو گا کہ ہم اپنے ہی عیوب کی تفتیش میں مصروف ہوں۔ میرا منصب و غلط کامیں نہیں اگر میں اپنے
نفس پر دوسرے مسلمانوں کو قیاس کروں تو ہمارا حال سخت افسوس کے قابل ہے۔

اگر مسلمانان ہمیں بہت کہ ماسے داریم

زیادہ کہنے کی فرصت نہیں اور شاید موقع فعل بھی نہیں۔ مگر اؤ ذرا اپنے ایمان کو تو بائیں کے پیچھے ٹھیک
ہو یا نہیں۔ اسلام کا لب لباب یا اُس کی غرض و فائیت جو کچھ کون خدا کی توحید ہو۔ یہی چیز اصل یقینی
اور اسی کو سارے دنیا نے یہاں تک کہ اہل کتاب نے مشتبہ اور تزلزل کر رکھا تھا اور اسی کو صرف
اور خالص اور پاک اور یقین اور مضبوط اور مستحکم اور رشید کرنے کو ہمارے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مبعوث ہوئے سارا قرآن میں اذکار الی اخیرۃ توحید میں سرشار ہر جگہ جملے سے توحید پر ہی ٹھیک
رہی اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج میں چشم پوشی اور درگزر اور تالیف قلوب اور
آسانی کی کچھ انتہا نہ تھی صرف دنیاوی امور میں نہیں بلکہ مذہبی امور میں بھی۔ حجۃ الوداع میں کوئی
کتنا حج سے فلاں رُکن فوت ہو گیا آپ فرماتے لا باس ہے۔ کوئی عرض کرتا یا حضرت ارکان
میں بے ترتیبی ہوئی ارشاد ہوتا لا باس۔ مسجد نبوی میں ایک بے تمیز لڑکے نے لٹکا۔ لوگ ماننے دوئے
فرمایا اس کو طعنیاں سے فارغ ہو لینے دو۔ پھر نرمی سے سمجھا دیا۔ مسجد عبادت کے لیے جو اسرارے بدر
کے بارے میں باوجودیکہ اصحاب نے قتل کی رائے دی حضرت نے فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ ایک منافق
مراس کے بیٹے نے التماس کیا کہ حضرت اس کے جنازے کی نماز پڑھائیں۔ آپ منع کرتے کرتے راضی
۱۵ مضبوط ۱۲ پیغمبر صاحب کا آخری حج ۱۲ ۱۳ ۱۴ حج نہیں ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵

تھے ان کو اُسار اے بدرکتے ہیں۔ اسیر سبقتی قیدی ۱ ماری جمع ۲۔ ۵۹ تا ۱۰۱ ق ۱۲

ہو گئے جب کبھی حضرت کو دو باتوں میں اختیار دیا جاتا۔ آپ ہمیشہ سہولت کا پہلو اختیار کرتے حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ میں نے دس برس خدمت کی کبھی کسی بات پر مجھ کو ملامت کی ہی نہیں گھر میں جو کچھ پکنا خوشی سے کھا لیتے اور نہ بھاتا تو موغھ سے کھائے کو جرانہ کہتے حلیہ کعبہ کو صرف اس وجہ سے داخل کعبہ نہ کیا کہ ایسا نہ ہو کہ لوگ نئی بات سمجھ کر تنکرار کریں غرض سب باتوں میں نرمی تھی۔ اور نہیں تھی تو توحید کے بارے میں۔ فتح بدر کے بعد لڑکیاں شادیاں گانے لگیں۔ آپ خاموش لیٹے ہوئے سنا کیے جب انہوں نے کہا کہ ہم میں پیغمبر خلیلؐ داں ہو جھٹ آپ نے روکا۔ صحابہؓ نے چاہا کہ فارس کے قاصد کے مطابق تلبیہ مسجود کریں منع فرمایا بلکہ لوگوں کے کھڑے ہونے سے بھی ناخوش ہوتے تھے۔ اس خیال سے کہ مبادا میرے پیچھے لوگ پرستش کرنے لگیں وصیت کی کہ میری قبر میں بنانا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب تک زندہ رہے توحید کی رخنہ بند یوں میں لگے رہے اب اسی خدا پرست پیغمبر کی امت کو دیکھتے ہیں۔ قبر پرست۔ پیر پرست۔ تعزیر پرست۔ رسم پرست۔ اوہام پرست۔ تدبیر پرست۔ خواہش پرست یعنی روزمرہ کی حاجتوں میں تو ہم کو اس کی ضرورت پڑتی نہیں کہ بیٹھے بٹھائے خدا کو تکلیف دیں اولاد نہ تو کری۔ تن درستی۔ دوستی۔ دشمنی۔ ہار جیت۔ میں نہیں سمجھتا کون سا مطلب ہے جو خدا کے بدون اٹکا ہے۔ اور اس کو کوئی نہ کوئی زندہ یا مردہ سالک یا مجذوب فقیر پورا نہ کر سکے۔ یوں تو اپنے دہی کو اپنے موغھ سے کوئی کیوں کھٹا کہنے لگا۔ لیکن غیر ملک کے کسی ناواقف محض شخص کو آنے دو وہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں اگر فرق پائے گا تو اسی قدر کہ ہندو اپنے بزرگوں کی پرستش کرتے ہیں اور مسلمان اپنے بزرگوں کی مسلمانوں کو توحید کے بارے میں متنازعہ نہ کر میں ذرا بھی تعجب نہیں کہ تا یہ حلقہ ہی ہے مَزَلَّةُ الْاَقْدَامِ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ لیکن ابستہ تعجب کی بات یہ ہے کہ وہی یا اُسی قسم کے افعال دوسری قوموں کا آدمی کرے تو مشرک اور مسلمان اس سے لے خاندان کعبہ کے پہلو میں ایک جگہ ہر جہاں میں داخل کعبہ تھی اور اب کہے سے خارج ہو کر طواف میں اس کو شامل کر لیا جاتا ہے ۱۲۷ وہ درویش جس کے ہوش و حواس درست ہوں ۱۲۸ جو اپنے آپ میں نہ ہو ۱۲۹ قدموں کے پھسلنے کی جگہ۔ اور نہت سے ان میں اللہ کو مانتے بھی ہیں تو ساتھ ہی شرک بھی کرتے ہیں ۱۳۰۔

بدتر سے بدتر بھی کرے پھر موحّد کا موحّد تو جب کیا ہی۔ بی بی تمیز کا وضو یہ کہ وہ کسی طرح ٹوٹا ہی نہیں
تاویلیں جو مسلمانوں کے مونہ سے سنی ہیں وہ اسی قسم کی ہیں جو دوسرے لوگ کیا کرتے ہیں اور کہا
کرتے ہیں ھُوَ لَا شُفَعَاءَ كَا عِنْدَ اللَّهِ مَا عِبَدُ هُمْ إِلَّا لِيُقَرَّبُوا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ مِثْلُ
انہیں جھگڑا نہیں نہ نہیں آپس کی بات ہی بحث کرنے پر آؤ تو کوئی بھی مجھ کو بند کر دے گا دُكَانَ الْإِنْسَانِ
أَكْثَرُ نَفْسٍ جَدًّا لِّكَيْنَ مَعَالِمُهُ لَا يَكْفُرُ بِكُمْ خَائِفَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ دِرْ

زدرت از پیش می رود با ما

با خداوند غیب داں نرود

تھوڑی دیر تعصب کو دور کر کے نظر انصاف سے دیکھو کہ عموماً مسلمان اس بلا میں مبتلا ہیں یا نہیں
تو میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اپنے ایمان کو تو ٹھیک کر لو تب ہی دوسروں کے پیچھے پڑنا سے

زند خراب حال کو زاهد نہ چہر پڑ تو

تجھ کو پرانی کیا پڑی اپنی تبتیہ تو

مسلمان کہلانے لگے ہونے سے آدمی مومن نہیں ہو جاتا اور مومن ہونے بغیر نجات نہیں یہ اسی
طرح کی بات ہو

بس دشواری ہر چیز کا آساں ہونا

آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

میں قرآن کی ایک آیت پڑھتا ہوں جس سے اسلام اور ایمان کا فرق ظاہر ہو گا قَالَتِ لَٰكُمُ الْيَهُودُ
أَمَّا قُلُوبُهُمْ لَمْ تَنصُرُوا وَلَكِنْ قَوْلُوا اسْلُمْنَا وَكَلَّمَا خَلَّ الْأَيْمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ يُطِيعُوا اللَّهَ
وَرَسُولَهُ لَا يَلِكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْءٌ إِنَّ اللَّهَ عَفُوٌّ رَّحِيمٌ پھر آپ ہی مومن کی شناخت
بتاتے ہیں اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ

۱۵ یہ ہیں ہمارے شفیع اللہ کے پاس ان کو ہم صرف اس واسطے پرجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کا مقرب بناویں ۱۶ اللہ اور انسان سب
زیادہ جھگڑا ہو ۱۷ اللہ آنکھوں کی چوری اور سینے کی چھپی باتوں کو جانتا جو ۱۸ اللہ سید ۱۹ اللہ کہا اعراب نے ایمان لائے ہم
کھ نہیں ایمان لائے تم بلکہ کہو کہ اسلام لائے ہم اور ابھی تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے
رسول کی اطاعت کرو گے تو تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کرے گا۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہو ۲۰ اللہ ایمان ملے ہی ہیں
جو اللہ اور رسول پر ایمان لائے پھر کسی قسم کا شک نہیں کیا اور اللہ کے ہاتھ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے کوشش کی ہے ایمان وہی ہے ۲۱

وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ یہ ایمان اور اُس میں شک نہ ہو
 منظور نہ کرنا عملِ قلب ہو۔ اور اگرچہ اس کے آثار بھی آدمی کے اقوال و افعال و حرکات و سکنات پر
 مترتب ہوتے ہیں۔ تاہم کوئی دوسرا شخص کسی کے مافی الضمیر پر مطلع ہو نہیں سکتا مگر یہ کہ وہی
 شخص بجائے خود اپنے نفس کا احتساب کر کے دیکھے کہ کہاں تک اٰمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ
 لَمْ يَرْتَابُوا کا مصداق ہو۔ ہاں جَاهِدُواْ اِيْمَانُوْاْ هِيْمُوْاْ وَاَنْفُسُهُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ یعنی
 جان و مال سے اللہ کی راہ میں کوشش کرنا ایک ایسا امر ہے جس کو ہر کوئی دیکھ سکتا ہے سو خدا
 کی راہ کے بہت سے رستے ہیں۔ سب سے بہتر اور زمانے کی ضرورتوں کے ٹھیک مطابق وہ ہے
 جو انجمن حمایت اسلام نے اختیار کر رکھا ہے۔ پس اس انجمن کو معمولی اور سرسری طور کی انجمن نہ سمجھو۔
 یہ انجمن کسویں ہے۔ کاسپہ کی۔ ایمان کی۔ میں تو اس انجمن کے بارے میں دو ٹوک سے رکھتا ہوں
 یا تو سب مسلمان مل کر اس کو باد و مٹا دو۔ یا رکھتے ہو تو اس کو اسلام کی شان کے مطابق بنا کر
 رکھو۔ یہ اونچی و کان اور پھیکا پکوان تو بڑی شرم کی بات ہے۔ انجمن حمایت اسلام اور گھر گھر
 چٹکی چٹکی آٹا مانگے۔ چار چار آنے کے پیسوں پر وہ بھی ماہواری یا سیدھی طرح کیوں نہیں کہتے۔
 دھیلے روز کی کوڑیوں پر اس کی مہری ماری ماری پھرے جن کو مقدور نہیں اَلَّذِيْنَ لَا يَجِدُ
 اِلَّا جُهْدَهُمْ اُنْ كِي تَوَاسَّلَ كِي چٹکی بھی اکسیر کی چٹکی ہو۔ مگر مال و دولت والے۔ عزت و
 حکومت والے۔ نام و نمود والے۔ شان و شوکت والے۔ ساز و سامان والے۔ کس خواب
 غفلت میں ہیں۔ ان حجت الہی تمام ہو چکی۔ اگر اسلام سچا ہے تو ضرور بازخواست ہونی ہے۔ مانا کہ
 مسلمانوں میں اگلی سی فراغت نہیں رہی مگر کرنے پر یا تو سب کچھ کر سکتے ہو۔ قطرہ قطرہ جمع ہو کر
 دریا بن جاتا ہے۔ کون کتا ہے کد پٹ کاٹ کر دو اپنی اپنی جگہ سوچو۔ ایک تنفس ایسا نہیں
 جس کی آمدنی کا بڑا حصہ لغو اور فضول اور نامشروع طور پر ضائع نہ حسابا تا ہو۔ بندگانِ خدا
 حامیان اسلام کی فہرست میں اپنا نام تو لکھو اور کھو۔ داسٹ مہ آید بکار۔ اب یہ وقت ہے کہ

۱۔ جن کو اپنی مشقت کی مزدوری کے سوا کچھ نہیں ملتا ۱۲۔ ۲۔ بارے میں ۱۲۔

مانگا جاتا ہو۔ اور تھارے دل سے نہیں نکلتا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ایک دن ہو گا کہ زبردستی سر پر ہارے کھا کر دینا چاہو گے اور نہیں لیا جائے گا۔ يَوْمَ يُخْرِجُ الْمُؤْمِنُ وَ الْمُؤْمِنَاتُ مِنْ عِلَابِ يَوْمِئِذٍ بَيْنَهُ وَصَاحِبَتُهُ وَ اَخِيَّتُهُ وَ فِصْلُهُ الَّذِي تُوِيْدُهُ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ كَلَّا مَن يَكْفُرْ كُفْرًا عَاقِبَتُ عَاقِبَتِ كِي بَاتِيں ہم کو افسانہ معلوم ہوتی ہیں اور ہم اگر مسلمان ہیں تو ویسے ہی مسلمان ہیں جیسے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کے عرب کہ وہ تھے اُنہیں اور خدا فرماتا تھا لَكُمْ دُؤْمُؤُا وَلَكِنْ قَوْلُوا اسْلُمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلُ الْاِيْمَانُ فِي قُلُوْبِكُمْ خَيْرٌ مِّنْ مَّا تَدْعُوْنَ اُكْرَهُوْا نِيَاہِیْیْنَ اِیْمَانُ كُونُ سِی بَسْرِی ہورہی ہو زوال سلطنت کا تو مجھے بھی خیال ہی نہیں آتا اس یہود سے تیز نا متسلم سلطنت سے تو ہم انگریزی عمارت میں بیٹھے ہی امن چین سے ہیں مجھ کو بس بات کا قلع ہو وہ یہ کہ ہم دوسری رعایا سے لیاقت میں خوش حالی میں۔ عزت میں۔ قرب حکام میں بہتہ نہ ہوں تو یہ پڑی اور بس ماندہ اور بدتر بھی نہ ہوں۔ وہ بھی تو مسلمان ہی تھے جنہوں نے اسلام کے بل بوتے پر ایک سلطنت بنا کھڑی۔ اور ایک مسلمان ہم ہیں کہ سب کچھ کھو کر اب روٹیوں کے لالے پڑے ہیں۔ سوچنے کی بات ہو کہ آخر وہ کیا چیز تھی جو ان وقتوں کے مسلمانوں میں تھی، ہم آج کل کے مسلمانوں میں نہیں۔ میں بتاؤں۔ وہ ہم دردی اور اخوت اسلامی تھی۔ ان لوگوں کا حال بیتھا کہ کفار کے ہاتھوں سے تنگ آکر جو مسلمان پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکے سے ہجرت کر کے مدینہ میں آئے مہاجرین کہلاتے تھے۔ یہ لوگ نہایت بے سروسامان تھے۔ کیوں کہ بھاگ کر آئے تھے یہاں۔ انہیں نبض کے تو رہنے اور کھانے تک کا ٹھکانا نہ تھا۔ اگر مدینہ کے لوگ جو انصار کہلاتے ہیں اس وجہ سے کہ انھوں نے مصیبت کے وقت پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے مہاجرین کی سہولت کی مدد کی تھی۔

۱۱۔ قسم ہر اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ۱۱۔ پسند کرے گا مجھ کو کہ کاش ان کے مذاہب کے بدلے اپنے بیٹے۔ بیوی۔ بھائی۔ اپنے کنبہ جن کو وہ پناہ دیتا تھا اور بچنے لوگ زمین میں ہیں سب کو فدیہ میں دے دے اور چھوٹ جائے۔ ہرگز نہ ہو گا ۱۲۔ ۱۱۔ نہیں ایمان لائے تم بلکہ کو تم اسلام لائے ہم اور ابھی تمھارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا ۱۲۔

خدا نخواستہ ہم جیسے تنہا خور تنگ چشم خود غرض مسلمان رہے ہوتے تو بیچارے مہاجرین پر دلیس میں فقر و فاقہ سے ہلاک ہو گئے ہوتے۔ لیکن انصار نے انہیں رہنے کو مکان دیئے۔ اپنے یہاں مہمان کھانا مہمان نوازی کے قاعدے سے خاطر و مدارات کی۔ یہاں تک کہ انصار میں سے ایک شخص کے پاس جاہلیت کے دستور کے مطابق متعدد بیہدیاں تھیں انہوں نے ایک بی بی کو طلاق دے کر اپنے بھائی مہاجر کا گھر آباد کر دیا۔ پھر تمام انصار نے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت ہمارے بھائی مہاجر ٹھہرے پر دلیس یہاں ان کی کوئی معاش نہیں۔ ہمارے باغات ہیں ان میں اور ہم میں بانٹ دیجئے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں تمہارے باغات تم کو مبارک برکت کا کافی ہو کہ مہاجرین غریبوں کو محنت و مشقت میں شریک کر لو اور پیداوار میں حصہ بانٹ دیا کرو ایک مال غنیمت سے مہاجرین کو جتنی دیکھ کر حضرت نے کچھ زیادہ حصہ دے دیا۔ انصار میں سے بعض نوجوان آدمی اپنی جگہ ناخوش سے ہوئے حضرت کو خبر پھونچی۔ آپ نے انصار کو منع کر کے اس کی وجہ بھائی اور فرمایا کیا تم اس سے رضی نہیں کہ اللہ اور اللہ کا رسول تمہارے حصے میں ہوں۔ تمام انصار یک زبان ہو کر بولے جئے کہ یا حضرت ہم نبوتی اجازت دیتے ہیں کہ ہمارے حصے کا مال بھی مہاجرین کو دیجئے۔ بھائیو میں تم کو کچھ نہیں کہتا اللہ اعلم کہمما فی انفسکم مگر میں اپنے ایمان کو ان لوگوں کے ایمان سے ملاتا ہوں۔ تو خدا کی قسم اسلام کا نام لیتے ہوئے مجھ کو شرم آتی ہے۔

عار و ارکضہ از اسلام من

واسے بر من واسے بر انجام من

غرض ان لوگوں میں اس درجہ کی اخوت اور یک جہتی تھی جس کے کتبے پر انھوں نے اسلامی سلطنت قائم کی۔ اب اخوت کی جگہ لڑائی ہو چھگڑا ہو۔ عداوت ہو۔ حسد ہو بھوٹ ہو بنوا ہی ہو۔ ایک کو ایک نہیں دیکھ سکتا۔ اگر زید کو پیٹ بھر کر روٹی مل گئی تو اس کے پڑوس واسے فاقہ کریں تو اس کی بلا سے اور بھوکے مریں تو اس کی بلا سے۔ اس کے پاس اگر دفعہ برد کا سامان ہو تو پھر اسے کبوتر بن جائے۔ خدا ہی خوب جانتا ہو۔ جو کچھ ہمارے دلوں میں ہے ۱۲۷ھ بھائی بندی ۱۲۷ھ لینے سردی کو دور کرنے کا سامان ۱۲۷ھ۔

اس کے ذہن میں نہیں گزرتا کہ اس کے بنائے جنس کو بھی سردی کا احساس ہوتا ہو۔ اور ان کو اگر کپڑا میسر نہیں آتا تو آگ اور دھوپ کے سہارے سے زندگی بسر کرتے ہیں۔

رات کو آگ اور دن کو دھوپ | بھاڑ میں جائیں ایسے لیل و نہار |

دھوپ کی تابش آگ کی گرمی ^۱وَقِنَادٌ بِنَاعَدَابِ النَّارِ قُرُونِ اُولٰٓئِکَ کے لوگوں میں بھی باہمی اختلاف تھے۔ لیکن ان اختلافات کی وجہ سے اُن کی اخوت اسلامی میں خلل نہیں آتا تھا جیسے انگریزوں کی ولایت میں پولیٹیکل گورنمنٹس اور لیبرل نئیٹ سپرٹسٹ گلیڈسٹونین پارلیمانٹ کے ایک کی کاٹیں ایک لگا رہتا ہو۔ مگر نفس سلطنت پر سب جان دیتے ہیں۔ بعدینہ سیاسی حال قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا تھا۔ لڑتے بھی تھے اور جھگڑتے بھی تھے۔ مگر سلطنت اسلام کی خیر خواہی میں سب کی کوئی تفریق نہیں اٹھا رکھتے تھے۔ اب ہم لوگوں میں بھی بڑا بھلا اسلام تو ہو۔ مگر کائنات کا کار۔ یعنی غرض مشترک کے رنگ میں نہیں جس کو دیکھو اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جدی مسجد بنانے کی فکر میں ہو۔ مذہبی گروہ لٹے نکل پڑے ہیں اور نکلنے چلے آتے ہیں کہ یہی اختلاف اسلام کے ضعیف کر دینے کو کافی ہے۔ دو مولوی کسی جزدی مسئلے میں مختلف ہوئے۔ اور دو پارٹی بنے۔ اور لگا ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگے۔ نوکس تہذیب کے ساتھ کہ جوتا اور لٹھ اور کنٹاٹ اور قبا اور شتر فقیر درگ امیر محبوب عجیب ناموں کی کتابیں تصنیف ہو رہی ہیں۔ اور اس کشمکش میں اسلام ہر کہ اس کی مٹی خوار ہو۔

یہی دیکھ کر میں نے تھوڑی دیر بھولی کہا تھا اسلام کو خارج سے خوف نہیں جو خطرہ داخل سے ہے۔ پہلے تو لوگ کہا کرتے تھے انگریزی پڑھنے سے آدمی عیسائی ہو جاتا ہو۔ اب عیسائیت کا خدشہ تو جاتا رہا۔ اس کی جگہ نام خیال یہ ہو کہ انگریزی تعلیم لاندہ بھی سکھاتی ہے۔ بنیائیں پیغمبر سے کہیں زیادہ بے اہل ہو۔ میں اسلام اور عیسائیت اور انگریزی تینوں سے واقف ہوں اور بڑے وثوق کے

۱۱۔ ہر رب ہمارے آگاہ کے عذاب سے بچاؤ ۱۲۔ یعنی پیغمبر صاحب کے اصحاب اور اُن کے بعد تابعین اور اُن کے بعد تبع تابعین ۱۳۔ یہ گروہ ہیں جن کی رائیں امور ملکی میں بعض بعض باتوں میں مختلف ہیں ۱۴۔ گروہ ۱۵۔ کافر بنانا ۱۶۔ بڑا سالیہ لہجہ تو اس کے معنی بھی سمجھتے ہیں مگر اس کے اہلی معنی مصنف کتاب سے معلوم ہوگی اور اہل قبا

ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر فی الواقع انگریزی تعلیم سے اسلام کو مثلاً روپے میں دو آنے خریدا ہو تو عیسائیت کو اٹھارہ آنے۔ لوگوں معجزات۔ ہزار ہا تعجبات۔ آسمان۔ فرشتے۔ جنات۔ دوزخ۔ بہشت کیا ہے۔ جو عیسائیوں میں نہیں۔ تو اگر تعلیم انگریزی مذہب سے آزادی سکھاتی ہوتی خود پادری کب اس کو جائز رکھتے انگریزوں میں مذہبی تعصب اس درجہ کا ہو کہ کوئی کیتھولک عقیدے کے لارڈ رپن گورنر جنرل مقرر ہو کر آئے تو ایک غل سا جگیا۔ مسٹر بلانڈ نے انجیل پر حلف لینے سے انکار کیا تو سب کے سب مارنے کو پہلے۔ یوں مذہبی باتوں میں غفلت اور سہل انکاری بھی سے ہوتی ہے۔ مگر اس سے لا مذہبی کا الزام عاید حال نہیں ہوتا یہ بات البتہ غور کرنے کی ہے کہ اگر انگریزی تعلیم لا مذہبی کی محرک نہیں تو انگریزی خوان متزلزل العقیدہ کیوں ہوتے ہیں مگر بَدَّ بَيْنَ بَيْنَ ذَلِكَ لَا إِلَى هُوَ لَا إِلَى هُوَ لَا اس لیے ہیں یہ خیال یہ ہو کہ ہماری سوسائٹی کا قصور ہے اگر ہمارے گھروں میں مرد اور عورت مذہب کے پابند ہوں۔ اور بچے ماں باپ اور رشتہ داروں کو دین دارانہ زندگی کرتے ہوئے دیکھیں تو یہ بچے خود سب سے زیادہ مؤثر تعلیم ہے۔ انگریزی ہمارے بچوں کو لا مذہب نہیں بناتی بلکہ اُن کو لا مذہب بناتے ہیں ہم اور ہمارے بڑے نمونے اور مذہب کے بارے میں ہماری بے اعتنائی۔ ہماری بے متبالاتی دنیاوی علوم کے علاوہ علوم مذہبی کا بوجھ بچوں پر ڈالو گے۔ تو لقیقت ہندوؤں سے باہمی نہیں لے جاسکو گے میری قطعی رائے یہ تھی کہ تعلیم کے سلسلے سے تو مذہب کو رکھو خارج اور سوسائٹی کی اصلاح کو بناو قائم مقام مگر کیا کریں روزانہ بھی یہ سوسائٹی ہی کام کی نہیں۔ جب تک ایمان دار ماں باپ نہ ہوں اولاد کا سدھنا معلوم۔ اسی غرض سے انجمن حمایت اسلام نے مجبور بچوں کی دینی و دنیوی دونوں طرح کی تعلیم شروع کی ہے امید ہے اس تدبیر سے ہمارے لڑکوں کے دین کی بھی پوری پوری حفاظت ہوگی اور دنیاوی علوم میں لے بھی عیسائی مذہب کا ایک گروہ ہے جس میں حضرت مریم کی بہت بڑی تعظیم ہے اور یہ لوگ تصویر پرست بھی ہیں۔

۱۵۰۰ء دہرہ آدھر یہ بلا کہ دھرم ۱۳۵۵ء بے پروائی ۱۲۔

بھی بھروسے کے ساتھ دوسری قوموں کا مقابلہ کر سکیں گے۔ میں جانتا ہوں کہ بعض لوگ میری اس رائے سے اختلاف کریں گے۔ مگر سوچو غور کرو اہل لرے سے صلح دہس کے بعد بھی اگر یہ رائے ناپسند ٹھہرے مت ماننا۔ لیکن خدا کے لئے کہیں ایسا نہ کرنا کہ کسی مولوی جالنگاویسے نامہ اعمال میں کفر کے فتوؤں کی گنجائش نہیں۔ حقیقت میں میری بھی عجیب رائے ہے۔ سائے جہان سے نرالی۔ جدھر دیکھو تعلیم کا علم کا فعل ہو رہا ہو۔ اور میں یہ سوچا کرتا ہوں کہ جس قدر تعلیم اس وقت تک ہو چکی ہو وہ بھی ضرورت سے بہت زیادہ ہے۔ بات یہ ہے کہ ابھی تک میرے نزدیک تعلیم کے اصول ہی ٹھیک نہیں ہوئے کچھ اس طرح کا غلط بحث ہو رہا ہے کہ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس وقت ساری تعلیم کا ماحصل یہ نوکری دیکھتا ہوں کہ ایک عالم نوکری کے خط میں گرفتار ہو۔ جن کا پیشہ نوکری ہے وہ اور جن کا پیشہ نوکری نہیں وہ جن کو ضرورت ہے وہ اور جن کو ضرورت نہیں وہ۔ اور جو اہل قلم کے خاندان سے ہیں وہ اور جو اہل قلم کے خاندان سے نہیں وہ جو سوسائٹی میں شریف سمجھے جاتے ہیں وہ اور جو شریف نہیں سمجھے جاتے وہ جس کو دیکھو نوکری کے لئے تیار ہو رہا ہے۔ الٹی کیا نوکریاں آسمان سے برسیں گی یا زمین سے اُبلیں گی اور نہیں برسیں گی اور نہیں اُبلیں گی۔ تو یہ اتنی ساری مخلوقات جنہوں نے اپنی عمر کا بہترین حصہ اسی ارادے میں صرف کر دیا کیا کر کے کھاتیں گے۔ پس میرے نزدیک تعلیم کی رفتار جس سے زیادہ تیز ہو گئی ہو اس کو ذرا دھم کیا جائے جو لوگ دوسرے دوسرے پیشوں سے معاش پیدا کر سکتے ہیں ان کو تعلیم کی ترغیب دینا ہرگز قرین مصلحت نہیں۔ پھر اس تعلیم کی نسبت یہ خیال کرنا کہ بس یہی ہو وہ چیز جو ہم کو درکار ہو بڑی مکروہ غلطی ہے۔ انگریزی عہداری میں ایک سخت مشکل درپیش ہے کہ ہم کو بھی چار و ناچار ہاتھوں کے ساتھ گتے کھانے پڑتے ہیں۔ اہل یورپ کی ہنرمندی اور صناعتی اور ایجاد ہم کو پہنچے نہیں دیتی۔ معاش کے جتنے کسب ہم کو یا دتھے مٹ گئے اور رہے سے مٹتے چلے جاتے ہیں۔ بس امید میں اتنی جان باقی ہے کہ اہل یورپ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ ہندوستان کی زمین کو اٹھا کر ولایت نہیں لے جاسکتے۔ ان کے ساتھ کمپٹ کرنا تو محال عقل ہوتا بھی ہو جائے کہ ہم ان کی نقل و

تقلید کرنے لگیں تو جانو کہ سب کچھ پایا۔ یہ ہونی چاہیے غرض و غایت تعلیم درجہ سے ترقی تہیج نہ حاصل ہوا ہو
اور نہ حاصل ہو گا۔ اس کے لیے خاص کردہ لوگ منتخب ہونے چاہئیں جن کی طبیعتوں میں ان علوم و
فنون کے اخذ کرنے کی مناسبت پائی جائے۔ لیکن بہت باتیں بنانے سے کام نہیں نکلتا منصوبے
سوچنے والے تو میری طرح سیکڑوں ہیں کوئی کرنے والا بھی ہو۔ جانتے ہو کہ کرنا کیا چیز ہو کرنے کے
معنی ہیں کچھ دینا۔ فنڈ ہوں تو سب کچھ ہو۔ ایسے ایسے فنڈوں کی اوس سے جیسے تمہاری انجمن حمایت
اسلام کے پاس ہیں قوم کی پیاس بجھ چکی۔ ولایت سے اُستاد بلوائو کلیں منگو او۔ پونہ مار لو جو انوکھ دلائی
چلتا کر وہ وہاں طرح طرح کے کام سیکڑا تیں اور یہاں آکر ان کاموں کو پھیلا تیں تب جاننا کہ قوم کے کچھ
دن پھر سے۔ انجمن حمایت اسلام نے اگر ڈیڑھ دو درجن مٹیوں کی پرورش کی یا آدمی درجن رائیوں کی
تو خوب کیا بہت اچھا کیا۔ ممبر قابل مدوح ہیں اور چندہ دینے والے سخی شکر گزار ہیں لیکن قوم کی
حالت اس قدر خستہ ہو رہی ہے کہ مجھے لاہور کا حال تو ٹھیک معلوم نہیں دہلی میں ہزار ہا عورتیں ہیں شوہر موجود
اور وہ بیوہ سے بدتر ہزار ہا بچے ہیں ماں باپ دونوں زندہ اور وہ مٹیوں سے بڑھ کر خوار مسلمانوں
میں سیکڑوں طرح کے عجیب ہیں۔ بے دینی ہو۔ بد عقلی ہو۔ نا عاقبت اندیشی ہو۔ تعصب ہو۔ بے ہنری ہو۔
بہالت ہو کاہلی ہو۔ شہنی ہو۔ نالیاقتی ہو۔ بے حمیت ہو اور مقدور ہو تو اسراف ہو۔ لیکن سارے عجیب ایک
طرف اور اکیلی نفسی نفسی ایک طرف۔ جب تک یہ نفسی نفسی نہیں نکلتے گی قوم نہ درست ہوئی ہو اور نہ درست
ہوگی۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں تو قومیت اٹھتی چلی جاتی ہو۔ سعدی علیہ الرحمہ نے ہم دردی کے مضمون کو کس
مدگی سے ادا کیا ہو۔

بنی آدم اعضاء یکدیگر اند	کہ در آفرینش نزدیک جوہر اند
چو عضوے بدو آورد روزگار	وگر عضو ہار اند ستار

بہلایہ تو اعلیٰ درجہ کی ہم دردی ہو کہ آدمی آدمی کا در در سے۔ ہم کو یہ رتبہ کہاں نصیب۔ یہاں تو
اسلامی ہم دردی بھی اس قدر ضعیف اور مضحل ہے کہ گویا نہیں۔ ہم میں سے اگر کسی کو فکر ہو بھی تو اپنی
پرداخت کی اس کو کوئی نہیں سمجھتا کہ جب تک قوم کی حالت درست نہ ہو شخصی حالت جیسی چاہیے کبھی

درست ہو نہیں سکتی۔ اس کی بہت سی مثالیں ہر جگہ موجود ہیں کہ ادنیٰ ذبے کے لوگوں میں سے کوئی شخص صاحبِ مقدر ہو بھی جاتا ہو تاہم قومی حقارت کے داغ کو ناصبیہ حال سے نہیں دھو سکتا۔ اُس کے رہنے کی کوٹھی آ رہستہ اور شان دار ہوگی۔ اس کا لباس فاخر اور قیمتی ہوگا۔ اس کی خدمت گار وادی پوش ہوں گے۔ اس کے پاس متعدد سوار یا تکی نگیں۔ اُس کا خرچ و افراؤ اجلا ہوگا شاید وہ انھیں پیچھے کر کے بیونس پیل کشتربھی بن گیا ہوگا۔ مگر کلاسے گا موچی کا موچی۔ خدا وہ دن نہ لاسے کہ مسلمان ہونا موجبِ عار و منتقصت سمجھا جائے۔ لیکن اگر مسلمان زمانے کا رخ نہ دیکھیں جیسا کہ دیکھتے ہو کہ نہیں دیکھتے اور اُن کے قبضے سے دولت نکلتی چلی جائے جیسا کہ دیکھتے ہو نکلتی چلی جا رہی ہو تو بھائیو بچے کی ماں کب تک خیر منائے گی وہ روزِ بد تو آخر رہے گا۔ پر رہے گا۔ گھر میں بیٹھ کر

پدرِ من امیرِ خاں بود است

کہ لینے سے عزت نہیں بنتی۔ اس زمانے میں عزت کی شناخت ہو لیاقت اور لیاقت بھی وہ لیاقت نہیں جس کو قوم نے لیاقت سمجھ رکھا ہو بلکہ وہ لیاقت جس کو وقت کے بادشاہ انگریز مانتے اور پسند کرتے اور جس لیاقت کے بل پر اہلِ یورپ کودتے ہیں۔ اس سے شاید کوئی شخص بھی انکار نہیں کرے گا۔ کہ جو لیاقت اس زمانے میں درکار ہو اُس کا حاصل ہونا ہنوز دکی دور اس کے حاصل کرنے کا جیسا چاہیے اور جتنا چاہیے شوق بھی نہیں ہم کیوں کر گھیں کہ قوم نے لیاقت کی ضرورت کو سمجھا۔ اگر کچھ ہو ابھی ہو تو اُس کا کردہ پٹ تمام و کمال گورنمنٹ کا حق ہو۔ لیکن نہ گورنمنٹ پر انصاف لازم ہو اور نہ گورنمنٹ اتنا بھاری بوجھ اٹھا سکتی ہو کہ ہم کو ہماری حاجت کی قدر تعلیم دے کہ ہم غفس میں محتاج ہیں یہ مقدر رہیں۔ لیکن ایسے گئے گئے بھی نہیں۔ سب کے سب کرنے پر آئیں تو خدا جانے کیا کریں۔ میں کہتا ہوں کہ جو لوگ دے سکتے ہیں بار بار نہیں۔ جی مضبوط کر کے ساری عمر میں ایک دفعہ سچے دل سے روپیہ پیچھے ایک ایک پیسہ بھی دے نکلیں تو مسلمانوں کا بیڑا پار ہو یہ کچھ کم غشی کی بات نہیں کہ چند روز سے مسلمانوں میں تحریک پیدا ہو گئی ہو۔ وہ پہلے غافل پڑے سوتے تھے۔ کہ سر پر ڈھول بجاؤ جھنڈا

اب گھبرا تے اور کر وٹیں بدستے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تنید ہو شیار ہو چلی ہو۔ اب اتنی ہی بات کی کسر ہی کوئی شاہد ہوتا ہے میرے شیر کے اور ذرا سہارا بھی لگائے تو جھٹ سے اٹھ کھڑے ہوں۔

جو کہ خدا نے اتفاق میں بڑی قوت دی ہو سب سے بہتر تو یہ تدبیر تھی کہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ایک جگہ کوشش ہوتی یعنی سارے ہندوستان کے لیے ایک فنڈ ایک انجن۔

لیکن اگر ایسا نہیں ہو سکا اور نہیں ہو سکتا تو خیر ہر صوبے پیچھے ایک فنڈ ایک انجن ہی اس سے لیکر ہی شہر میں کئی کئی انجین ہوں کوئی فائدہ معتد بہ ترتیب ہونے والا نہیں اقتراق کا ضروری نتیجہ ہو۔

کشمکش اور کشمکش کا ضروری نتیجہ ہو ضعف جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے وَلَا تَنَازَعُوا فَعَلْتُمْ كَسْخَافًا ۖ وَ كَذَّبْتُمْ بِمَا تَعَصَىٰ ۖ وَ كُنْتُمْ كَافِرًا ۚ اور اگر فی الواقع تقاضاے اخوت اسلامی یا بامید ثواب قبت یعنی خالصتہً مسلمانوں کی اصلاح اور فلاح میں کوشش کی جائے جیسا کہ ہر ایک انجن کے ممبر منہ سے کہتے ہیں تو تعجب ہو کہ سب کے سب ایک کیوں نہیں ہو جاتے اَلْجُنُودُ سَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَ كُنْتُمْ فِي حَرْجٍ مِّنْهُ لَقَدْ تَلَقَّوْا نَارَ السَّوْءِ فَتُؤْتُونَ بِهَا زَكٰوٰتَ ۙ وَ كُنْتُمْ فِي حَرْجٍ مِّنْهُ لَقَدْ تَلَقَّوْا نَارَ السَّوْءِ فَتُؤْتُونَ بِهَا زَكٰوٰتَ ۙ

یہ تمام کوششیں جدید الہد ہیں اور ابھی سے ان میں تغیرت کا ہونا میری رائے میں کچھ ٹھیک سی بات نہیں ہم کو بہت کچھ کرنا ہے پہلے ہم صلاح ہو کر کاموں کی فہرست بناؤ اور پھر اَلَا قَدْ كُنْتُمْ كَافِرًا ۚ کے لحاظ سے یکے بعد دیگرے سب کے سب ایک ایک کام کر چلو۔ اسلام کی مثال ایک وسیع عمارت کی سی ہے تمام تر بوسیدہ شکستہ مرمت طلب آیا یہ بہتر ہوگا کہ ہم ہر طرف کام جاری کر دیں جیسا کہ ہونا چاہیے

یا یہ کہ ایک ایک قطعے کی درستی کرتے جائیں جیسا کہ میں نے آپ صاحبوں کی خدمت میں عرض کیا۔

دل تو یہ چاہتا تھا کہ جتنی دیر جھکودلی سے یہاں آنے میں لگی اتنی ہی دیر تک میں آپ صاحبوں کو باتوں میں لگائے رہوں۔ لیکن جو کچھ میں نے کہا اس غرض سے نہیں کہا کہ آپ صاحب ایک کان سے سنیں اور دوسرے کان سے محال دیں۔ بلکہ اس غرض سے کہا کہ اس پر آپ غور اور غور کے

۱۲ آپس میں طوائف بھگواند کرو۔ اور ایسا کر کے تو تم میں تبدیلی آجائے گی اور تمہاری ہوا اٹھ جائے گی ۱۲

۱۳ کندہم جنس نام جنس پر دار ۱۲ ۱۳ مطلب یہ ہے کہ نہایت ضروری اور بہت ضروری اور فہم ضروری میں

ترتیب کا لحاظ رکھیں ۱۲۔

بعد عمل کریں ٹھننے اور سوچنے اور عمل کرنے میں یقیناً اُس سے زیادہ وقت صرف ہوگا جو میں نے
یہاں آنے میں صرف کیا ہے بلکہ اُس سے بھی زیادہ جو میں واپس جانے میں صرف کروں گا۔
بہر کیف میں آپ صاحبوں کا نہایت شکریہ ادا ہوں کہ آپ صاحبوں نے میرے بیان کو متوجہ
ہو کر سماعت فرمانے سے عزت دی اگرچہ اس عزت کا کسی طرح مستحق نہ تھا اور اب کہ میری آمد
رفت کا سلسلہ شروع ہوا ہے اُمید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ اگلے سال پھر ان ہی دنوں یا شاید کوئی
تقریب پیش آئے تو اس سے بھی پہلے مجھ کو پھر آپ صاحبوں کی ملاقات کی خوشی حاصل ہوگی۔
خدا کرے ایسا ہوا آمین۔ والسلام۔

پانچواں لکچر مسلمانوں کی حالت پر جو محمد بن

ایجوکیشنل کانگریس کے چوتھے سالانہ جلسے منعقدہ

(علی گڑھ میں ۲۸-۲۹ دسمبر ۱۸۸۹ء کو دیا)

تمہید

یہ لکچر بڑی دھوم کا تھا اس میں لوگوں کی بڑی کثرت تھی اور لوگ بھی جدید۔ اور
علی گڑھ کالج کے اسٹریچی ہال میں ہوا تھا۔ اس میں اہل پنجاب بھی بہت

شریک تھے۔ اس کے بعد سے تو پنجابیوں نے آنا ہی موقوف سا کر دیا۔ اور غالب پھر ہو کہ مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کے لکچر سننے کا اشتیاق اُن کو یہاں کشاں کشاں لایا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہر برس لکچر کے دینے کی یہ کیسی گریگی اور کہاں یہ بھیس طرہیچہ اندر اور باہر لگی بات اب کوئی نہ رکھیو اس دل مضطرب لگی اس کی حالت دم بدم ٹھننے ہیست ابتر لگی بھیک کے ٹکڑے نکل کر مانگنے در در لگی مفلسی کی جن کو ایسی بھاری اک ٹکڑ لگی کوئی سمجھا ہو کہ جس کو دہر کی ٹھوکر لگی لیکن اس میں بھی تمول کی ہواک پھر لگی اُس سے پہلے فیس جو اکثر سے ہو اکثر لگی قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھتے اتر سی سپٹ کے اتر لگی کشتی نقدیر کھانے دور سے چمک لگی

مُر خا موشی تھی مدت سے میرے نہ پر لگی سید احمد خاں کی خاطر ہو ورنہ میں کہاں پھر خدا جانے ملے کب موقع اظہارِ حساں رحم کریا رب کہ اب امت تیرے محبوب کی نسل شاہاں سلفِ عبرت کی چاہو دوستو کیا پنپ سکے ہیں بے امداد غیبی یہ غریب بچ گیا ہو کوئی جس پر تمہ کی بجلی گری؟ علم ہو بانغا صتہ گر چہ علاجِ درو قوم کچھ نہ ہو تو بھی کتابوں کی توقیت چاہیے پڑھ چکا مفلس کہ جوں لی ہاتھ میں نہ کتاب علم سے دولت ہو اور دولت سے ہو علم فعل

جو قوم سلطنتِ چلبی نعمت اور رحمت کو اپنی مالِ الہی کی وجہ سے کھوٹھی ہو۔ جو تمام اقوام معاشر کے لئے کر گئے ہیں نواج کو مراد یہ ہو کہ لکچر کا دنیا کر کی طرح لازم ہو گیا ۱۲۵۷ بات کو نگار کھنا لینے اٹھا رکھنا ۱۱۔

۱۲۵۷ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ۱۲۵۷ زیادہ سے زیادہ ۱۲۵۷ خالی میٹھا میں جو ترانہ ہو اُس کو اٹری ۱۲۵۷ جو اللہ پڑھنا کہتے ہیں ۱۲۵۷ ہم عصر۔ ہم عصر ۱۲

خاص کر اُس زمانے کے ہم مسلمانوں کے لیے اللہ نیا سبب المومنین لیکن اسی میں لوگ خوشی بھی منالیا کرتے ہیں۔ مگر میری طبیعت اس طرح کی واقع ہوئی ہو کہ خوشی سے بہت ہی کم متاثر ہوتی ہو۔ جہاں میں ہوں غم و شادی ہم ہیں کیا کام دیا ہی ہم کو خدا نے وہ دل۔ کہ شاد نہیں تاہم جیسی ناتمام۔ ناقص۔ ادھوری۔ اُدھائی۔ مصنوعی خوشی کسی مسلمان کو ہونی ممکن ہو مجھ کو اس وقت حاصل ہو کیوں کہ میں اس عالی شان دلکش ہال میں ایسے معتز اور لائق اور با وقار آڈیٹس (حاضرین) سے خطاب کر رہا ہوں۔ چار دانگ ہندوستان میں اس سے کہیں زیادہ نمود اور تیار می کی اور بہت یادگار مسلمانوں کی ہیں۔

از نقش و نگار در دیوار شکستہ آثار پدید است صنادید عجم را

لیکن یہ عمارتیں ہم کو یاد دلاتی ہیں بُرے یا بے شخصی و لوے شخصی اُفقانے مسلمانوں کی ایسی شان دار قومی عمارت سارے ہندوستان میں شاید ہی ایک عمارت ہو جس میں اس وقت ہم لوگ جمع ہیں ملک کو فائدہ پہنچانے کے اور بھی طریقے ہیں۔ مگر جس غرض سے یہ عمارت بنائی گئی ہو۔ قومی بہبود۔ اور قومی ترقی کا اہل الاصل ہو۔ میں نے متعدد آدمیوں کے منہ سے سنا ہے کہ علی گڑھ محمدن کالج جس کا اس قدر ڈھنڈورا بٹایا جا رہا ہو۔ بیش بریں نیست کہ ایک کالج ہو۔ اور بس بے شک علی گڑھ محمدن کالج ایک کالج ہو اور بس۔ لیکن ہمارا اپنا مسلمانوں کا یہ جو فرق جلوک و مستعار اور جو اتفاقات و بگنائیں ہوتا ہو وہی اس کالج اور دوسرے کالجوں میں ہو۔

حقا کہ باعقوبت و وزخ برابر است رفتن پیائے مردی ہمسایہ در بہشت

جس کو اسلام کے ساتھ محبت ہو۔ اس کالج کا نام ہی اُس کے گرویدہ کر سنے کے لیے کافی ہو۔

وَمِنْ شِعْرِ حُبِّ الدِّيارِ لَا هَلْهَا لِلنَّاسِ فِيمَا عَشَقُون مَدَاهِبُ۔ یہ بالکل صحیح ہو کہ محمدن کالج کو بیٹھی یعنی مقدار یا کو الٹی یعنی صفت۔ کسی اعتبار سے بھی مسلمانوں کے درد کی کافی لہ دنیا اسلام کے لیے قید خانہ ۱۲۷۱ سن ۱۲۷۱ میری عادت پل پر کہ بن لوگوں کو دست رکھتا ہوں اُن کی۔ ہے اُن کے نہہ دل کو، دست رکھنے لگتا ہوں اور دہستی میں لوگوں کے طریقے شناخت ہیں۔ ۱۲۷۱۔

دوانہیں۔ لیکن کیوں کافی نہیں؟ اس لیے کہ فتنہ نہیں۔ فتنہ کیوں نہیں؟ نہ اس لیے کہ مسلمانوں میں
مقدور نہیں۔ اس گئی گزری ہوئی حالت میں بھی اگر کرنے پر آئیں تو بہت کچھ بلکہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ مگر
دینی زبان سے کہنا کیا ضرور ہر سیدھی اور صاف اور سچی بات یہ ہے کہ فتنہ کا توڑ اس وجہ سے ہے کہ مسلمان
نہیں۔ میرا یہ کہنا آپ سب صاحبوں کو ناگوار معلوم ہوگا۔ بلکہ جو مسلمان تھے گا اس پر ضرور گراں
گزرے گا۔ اور میں بھی بڑی ہی مجبوری سے یہ الفاظ منہ سے نکالے ہیں۔ لیکن ان شاء تعالیٰ پانچ سو
نہیں گزرنے پائیں گے کہ میں آپ لوگوں کے منہ سے نہیں تو دل سے ضرور اس بات کو تسلیم کر لوں گا۔
اس کہنے سے کہ مسلمان نہیں۔ خدا نخواستہ میرا یہ مطلب نہیں کہ کسی کی تکفیر کروں۔ میرے مذہب
میں کسی کی تکفیر خود کفر ہے۔ اور کاہلہ مسلمان نہیں۔ میں سے۔ میں اپنے تئیں بھی مستثنیٰ نہیں کرتا۔ مجھ کو
معلوم ہے کہ اس ہندوستان میں ہم پانچ کروڑ سے زیادہ ہی زیادہ مسلمان ہیں۔ اور ان پانچ کروڑ میں ہزاروں
نہیں تو سیکڑوں رنگ ہیں۔ شیعہ ہیں جن کی عزاداری سے ظاہر ہوتا ہے کہ کہاں مل بیٹھیں اللہ علیہ
دار و سلم تین چھوٹوں کسی کا پسینہ گرے وہاں سچوں بے دریغ اپنا خون بہانے کو جو ہو دیں مٹی ہیں۔
ان میں مشائخ ہیں۔ واولیں ہیں۔ دوالیں ہیں۔ متقلد ہیں غیر مقلد ہیں۔ اور وہی لائٹ دوات دمی
بڑے غل غپاڑے بڑے شور و شغب۔ بڑے دم دعوے اور بڑے ہوش و زوش کے نئی قسم کے
مسلمان نیچری ہیں سید احمد خاں کی امت۔ لیکن جو جس شان میں ہوتی رہے اسلام پر فدا ہو۔
کُلِّ حَرْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ قَسِي حَرُّنَ مگر محال عقل ہے کہ اتنے آدمی حقیقت میں سچے مسلمان ہوں۔
بلکہ ان کی آدمی تہائی چوتھائی کا کیا تذکرہ ہو۔ ان میں سے ایک چھوٹی سی کہ اشتاری کے بارے
بھی سچے مسلمان ہوں۔ جیسا کہ منہ سے کہتے ہیں۔ اور اسلام ہوں۔ نہ کریں کہ تا پھر ہے۔ یہ ایک
مسلمان کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج دوسرے ملکوں کا ذکر نہیں اس کفرستان ہند میں پانچ کروڑ
آدمی ان کا کلمہ بھرتے ہیں اور تاقیام قیامت بھرتے رہیں گے وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ مکرہ مسلمانوں
ضالین کے پڑھنے کے دو طریقہ ان کی طعن اشارہ ہے ۱۱۔ سب کے بعد کو۔ موت میں کسی سے نہیں ۱۲۔ اپنے پناہ
میں ۱۲۔ بہر شخص اپنے خیال میں مستعد و ۱۳۔ اگرچہ کافروں کو پناہ ہے ۱۱۔

میں فرواگل تھے۔ نہ اُن جیسا ہوا اور نہ ہوگا تاکہ اُن محمد ابا احدی من رجا لکم ولکن رسول اللہ
وَحَاکُمُ النَّبِیِّیْنَ اُنھوں نے اپنے سچائی کے بولے پر بعد دوسے چند کو اپنا ہم خیال بنایا پس اگر مسلمان
بوجہتے ہو تو وہ تھے حَیْرُ الْقَوْمِ وَ لَیْسَ فِیْہِمْ جُورٌ جو نہ ہماری طرح صرف زبان سے اسلام پر فدا تھے بلکہ اُنھوں
نے اسلام کے لیے گھر چھوڑے۔ مال و اسباب چھوڑے۔ عیش و آرام چھوڑے۔ دنیا کے کام کاج چھوڑے
میں قرآن کی ایک آیت پڑھتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ مسلمان کی کیا پرکھ ہو فِیْہِ اِنْ کَانَ اَبَاؤُکُمْ
وَاَبْنَاؤُکُمْ وَاَحْوَآئُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَ عَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُکُمْ وَاَنْفُسُکُمْ وَاَنْتُمْ تَقُولُ مَا تَحْبِبُوْنَ کَسَادَہَا
وَمَسَاکِیْنُ تُوْصُوْہَا اَحَبُّ اِلَیْکُمْ مِّنْ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ وَجِهَادِیْ سَبِیْلِہِ فَاَنْتُمْ تَحْبِبُوْنَ اَحَبُّ اِلَیَّیْ اللّٰہِ
یَا مَرْءِی اللّٰہُ لَا یُھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۔ اللہ اللہ کیا بیان ہو کیا جامعیت ہو کیا احاطہ ہو کہ ان چند
لفظوں میں دنیا و مافیہا سب کو سمیٹ لیا ہو۔ تو فرماتے ہیں کہ اگر تم کو خدا اور اُس کے رسول اور خدا کی
راہ میں جان لڑا دینے سے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیبیاں اور کہنے قبیلے کے لوگ اور مال جو تم نے
کما لئے ہیں اور سوداگری جس کے منڈا پڑ جانے کا ڈر ہو اور گھر جس کو تم کو پسند کرتے ہو غرض یہ چیزیں
تم کو خدا اور رسول سے زیادہ پیاری ہیں تو اچھا ٹھہرے رہو اور خدا کے حکم کا انتظار کرو۔ یا رسول اللہ سے
کہنے کی کوئی سند نہیں معاملہ خدا کے ساتھ ہو فَعَلِمَ خَاصَّةً اَکْثَرِیْنَ وَمَا تَحْفِیظُکُمْ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہِ اَنْ یَّکُوْنَا
بُولُ اُنْھو کہ اس جانچ میں پورا اُتر سکتا ہو۔ اگر یہ سلام ہو اور اگر گالیاں مل رہی حقیقت میں اسلام اسی کا
نام ہو تو میں اپنی نسبت پکارے کہتا ہوں کہ مجھ کو اسلام کے ساتھ اپنی ملائست بھی نہیں اور
ہونے کی امید بھی نہیں میں کسی دوسرے کے دل کا حال نہیں جانتا۔ اور نہ کوئی کسی کے دل کا
حال جانتا ہو۔ مگر جہاں تک ظاہری اعمال و افعال کی بنا پر تحریر ہو اور فراست کی جاسکتی ہے تو ایسا
ہی سمجھتا ہوں کہ کبریتِ احمدیؑ تو ملے۔ عنقا کا پتہ لگے تو لگے۔ کیا کا نسرہ دستیاب ہو تو ہو مگر قرن اول

۱۱۵۰ م ق م وول میں سے کسی کے باپ نہیں۔ وہ تو خدا کے رسول ہیں جن پر رسالت کا فائدہ ہو گیا ۱۱۵۰ م قبل زمانہ میں سے
سب سے بہتر میرے ہم عصر ۱۱۵۰ م انھوں کی چوری اور لون کے لڑا اس کو سب معلوم ہیں ۱۱۵۰ م تعلق ۱۱۵۰ م
۱۱۵۰ م اگل ۱۱۵۰ م سچے گندک۔ یہ ناپید چیز ہو ۱۱۵۰ م۔

بلکہ ثانی بلکہ ثالث بلکہ رابع کے سے مسلمان خدا پر ایمان ہی نہیں کرتا۔ ہوں تو کہاں سے ہوں۔ جیسے قرون اولیٰ کے سچے بچے مسلمان تھے۔ جیسے پاک اُن کے دل تھے۔ ویسا ہی اُن کے وقت کا اسلام تھا۔ جملہ اویان پر غالب۔ معزز۔ موقر۔ محترم۔ غنی جیسے ہم دودے۔ متزلزل العقیدہ نام کے مسلمان ہیں جیسے ناپاک ہمارے دل ہیں۔ ویسا ہی ہمارے زمانے کا اسلام ہو مغلوب۔ ذلیل۔ خوار۔ محتاج ۵

جس کو اس وقت میں اسلام کا دعویٰ ہو کہاں	دیکھتا ہوں میں اب انہی ذوق یہ اُن کا احوال
جس طرح سے کہ ہنسائینے کو بے دینوں کے	نقل کرتا ہو مسلمانوں کی کافر نفرت ال

اسلام ایک مفہوم کلی ہو۔ کوئی چیز منفرد مستقل بالذات موجود فی الخارج نہیں وہ ہم میں ہو۔ اور ہمارے ساتھ قائم رہا ہی ہی عزت اُس کی عزت ہو۔ اور ہماری ہی ذلت اُس کی ذلت ہو۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ عزت اور ذلت سے دنیاوی عزت اور ذلت مراد ہو۔ وہ دنیاوی ہی عزت تھی جس پر قرون اولیٰ کے مسلمان مرتے تھے جس کے لئے تمام رحمتیں اٹھاتے تھے۔ یہودی خدا کا قہر نازل ہوا۔ تو وہ دنیاوی ہی عزت تھی جو اُن سے ہمیشہ کے لئے سلب کر لی گئی۔ **طُفِیَتْ عَلَیْہِمْ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءَ الْغَضَبُ مِنَ اللّٰهِ ابِ پُرانے فیشن کے مولوی ہم کو سمجھاتے ہیں کہ وَتِلْکَ الْاٰیٰتُ الْاُولٰٓئِکَ وَلَیْسَ لَہِمْ اٰخِرُوۡی عِزٌّ اَوْ دُوۡلٌ** اس طرح کی تعلیم نے دوڑتے ہوئے مسلمانوں کو کھڑا کر دیا۔ کھڑے ہوؤں کو بٹھا دیا۔ بیٹھے ہوؤں کو لٹا دیا۔ لیٹے ہوؤں کو سٹلا دیا۔ سواے ان مولویوں کے اور سواے چند سادہ لوح مسلمانوں کے جو ان کچھ ملاؤں کے دامِ تزویر میں ایسی بُری طرح پھنستے ہیں۔ جیسے دلدل میں گدبا۔ کہ اس گروہ کے نزدیک اسلام نہ کبھی ضعیف ہوا ہو نہ ہوگا۔ باقی ساری دنیا اپنے اور پرانے۔ دوست اور دشمن۔ سب جانتے ہیں کہ ضعیف اسلام حد فاقات کو چھو بیچ گیا ہو۔ ابتداء میں بھی اسلام ضعیف تھا۔ مگر اُس وقت ضعف قلت تھا اور اب ضعف قلت ہو۔ اُس وقت مسلمان کم تھے اور جو تھے یا پہلے سے بے مقدور تھے یا اسلام کی وجہ سے **لَا اَدْرِیْ لَیْسَ اُنَّ بِذِلَّةٍ اَوْ مُغْلَبٍ اَوْ نَازِلٍ** ہوا اُن پر خدا کا غضب ۲۔ ۱۲ دفعہ ۱۲۔ عت خدا کی اور رسول کی اور مسلمانوں کی ۱۲۔ ۱۲۔ ۱۲۔

اُن کو بڑے مالی نقصان پہنچے تھے سب مرض نہ تو اعوان و نہ انصار تھے اور نہ کچھ ایسے مالدار تھے۔ تیجہ اس
خستہ حالی کا یہ تھا کہ جو ضعف تھے اُن کی مصیبت کی کچھ بھی پروا نہ تھی حضرت بلالؓ کے حال میں لکھا ہی
کہ بھہ اُمیہ بن خلف کے غلام تھے۔ وہ ظالم صرف اسلام کی وجہ سے اُن کو گرمی کے دنوں داؤ گرمی
بھی مٹنے کی گرمی، جلتے ہوئے کندروں پر لٹا کر اوپر سے بھاری پتھر رکھ دیتا اور سارے سارے دن
اسی طرح اُن کو دھوپ میں لٹائے رکھتا مگر اللہ کے صبر۔ اور اللہ کے استقلال کہ شام کو پانی
پاتے تو اپنا وہی اَحَدٌ اَحَدٌ کا راگ گاتے بعض ان میں ایسے تھے جن کو ان کی مقدرت۔ و جہات
رعایت یا حمایت کی وجہ سے کفار زیادہ ایذا نہیں دے سکتے تھے۔ بس انہیں کسی قدر مطمئن سمجھ لو۔
جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ مسلمانوں کو امن نہیں۔ مجھ کو مقاومت کفار کی
قدرت نہیں تو آپؐ نے ہجرت اولیٰ کی اجازت دی اور جس جس سے نکلنے بن پڑا۔ نجاشی کی
عملداری میں چلا گیا۔ قون اول کے مسلمانوں کے ساتھ ہم کو اور کسی طرح کی مماثلت نہیں تو یہی ایک
بات سنی کہ اُنھوں نے بھی ایک نصرانی بادشاہ کے پاس پناہ لی تھی اور ہم بھی امپریس و کٹوریہ کے
مستامن ہیں۔

گرچہ خوردیم نسبتے است بزرگ	ذره آفتاب تا بانیم
<p>ترک وطن کچھ آسان کام نہیں۔ ہجرت اولیٰ پر بھی ہتیرے مسلمان تھے جو نہ نکل سکے اور کفار ملک کے ہاتھ سے بدستور اذیتیں اُٹھاتے رہے یہاں تک کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے مشورے ہوئے اِذَاذْ يُمَكِّرُ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ يَمْشُونَ اَوْ يَفْتُلُوْكَ اَوْ يَخْرُجُوْكَ وَيَكُوْنُوْنَ وَيَكُوْنُ اللّٰهُ وَ اللّٰهُ خَيْرٌ مَّا كُوْنُوْنَ۔ آخر کار مجبور ہو کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مکہ چھوڑنا پڑا تو کس طرح کہ رات کے وقت چھپ کر بے سرو سامان حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے رستہ کترے ہوئے مدینہ جا پہنچے جب مٹے سے پیغمبر صاحب کے پاؤں اُکھڑے تو اُنھوں نے بہت چاہا کہ ۱۷ یعنی ایک خطہ ہو کوئی اُس کا شریک نہیں ۱۸ مقابلہ ۱۹ مشابہت ۲۰ شاہنشاہ ۲۱ شہ اور یاد کرو</p>	
<p>وقت کہ کافر تیرے لئے تدبیریں کر رہے تھے کہ تجھ کو بچھڑکھیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں وہ بھی تدبیریں تھے اور اللہ بھی تدبیریں</p>	

مکے کے آس پاس ہی لگا ہوں کیوں کہ مکہ ٹہری مشہور زیارت گاہ ہو اس کے قرب میں سلام
 کی منادی کا خوب موقع ملتا ہے اور اسی غرض سے پہلے طائف گئے۔ وہاں کے لوگوں نے جبرستی
 کی اور مار کر نکال دیا۔ مدینے کے لوگ دینی اور دنیاوی ضرورتوں سے مکے آتے جاتے ہیں
 رہتے تھے اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مواعظ اسکرینیلے سے ایمان لائے تھے۔
 انہوں نے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باتوں باتھ لیا۔ مہاجرین ہیشہ پیغمبر صاحب
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آئے۔ اب پیغمبر صاحب کو کفار کی ایذا دہتی پوری پوری تو تھیں مگر پھر
 بھی ہمت نہ ہٹی۔ پوری پوری نجات کیوں کر ہو سکتی تھی اودھ تو نہ تھا تھے سلیمین بن عوفین اور
 بچے بھی تھے مکے میں گرفتار نہ اب تھے اودھ ہر نپند انصاری نے اہل مدینہ نے مہاجرین کی
 خاطر داری اور مدارات میں کسی طرح کی کمی نہیں کی۔ مگر اس ندائی لشکر کو تدائے سوانوں
 سنبھال سکتا تھا۔ انصار کی حالت مہاجرین سے بہتر تھی۔ مگر اسی قدر کہ مہاجرین کے پاس
 رہنے کو جھوٹا تک نہ تھا اور انصار غریب مسکھ کے مکان رکھتے تھے۔ مہاجرین بے معاش محض
 تھے۔ انصار بقیہ کھیتی کرتے تھے بعض کو باغوں کی آمدنی تھی۔ مہاجرین گھرت بے گھراہل و
 عیال سے بچھڑے ہوئے پردیس میں آکر پڑے تھے اور انصار وطن اور کس و کو میں تھے۔ ہم اپنے
 ہندوستان میں دیکھتے ہیں کہ جو گیوں اور ستاسیوں کے گروہ کے گروہ دیہات میں دورہ کرتے
 پھرتے ہیں جس گائوں میں دو دن کے لیے بھی ٹھہ جاتے ہیں ان کی بڑی داشت ہر گائوں
 والوں کا بچھ کس شکل جاتا ہے۔ کیا مال ہوا ہو گا انصار کا بن۔ کہہ دوں مہاجرین وہی دینا
 پڑے رہے۔ دو دن چار دن تھیں۔ مہینوں۔ برس۔ یہ عجیب بات کا ابتلا اور مالیش کا وقت تھا
 کہ جو مسلمان جہاں تھا مصیبت میں تھا کچھ تو لکیں گھر سے گئے تھے۔ جن کی ملکیت کی حد وفایت
 نہ تھی۔ کچھ مدینے میں تھے۔ جو مہاجر تھے ان میں اکثر کا یہ مال تھا کہ بیٹ کورہی نہیں۔ تن کو
 کیرا نہیں رہتے کو گھر نہیں آجی بھلائے کوزن و فرزند نہیں۔ غم گسار ہی بچکانہ وقوریت منہ

اہل و عیال اسٹاپنا

اس پر کہا جاتا ہے کہ اسلام بروز شمشیر پھیلایا گیا ^{لے} اَنَّا هَذَا بَعْثْنَاكَ هَذَا بَعْثْنَاكَ اب ہم اُس وقت کے اسلام کو اُس وقت کے اسلام سے یعنی اُس وقت کے مسلمانوں کی حالت کو اُس وقت کے مسلمانوں کی حالت سے مقابلہ کرتے ہیں ممکن نہیں کہ ہم ان جیسے مسلمان ہو سکیں انھوں نے پیغمبر صاحب کو آنکھوں سے دیکھا ہم نے کانوں سے سنا ہے

شہیدہ کی بودمانند دیدو

ترا دیدہ و دوست را شنیدہ

یوں آنکھ اور کان میں چند انگل کا فاصلہ ہو مگر دیکھے اور سنے ہوئے میں گروں کا تو ضرور اور کبھی کوسوں کا بھی عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ جس روز پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم اول بار مدینے میں تشریف لائے تو سارے مدینے میں غل تھا اور لوگ حضرت کے دینے کو بوق بوق اُٹھ رہے تھے چلے جاتے تھے میں اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا عبداللہ بن سلام کہتے ہیں میں نہیں کہتا کبھی مجھ کو سمجھ جائوں میں نے کہا کہ چلوں دیکھوں تو سہی کیسے پیغمبر ہیں جانر دیکھا تو بے اختیار میرے دل میں آیا واللہ ما اھلک اذ وجعک اذ ابہ

رد و آواز پیغمبر مجبزه است

در دل ہر استے کز حق مرہ است

یہ اور ایسی اور چند در چند خصوصیتیں ہیں جو ہم کو نصیب نہیں ہو سکتیں بس یہی ایک بات ہو اندیائے خارج جس میں ہم قرون اولیٰ کے مسلمانوں سے پیٹے ہیں لیکن جیسے ہم قرون اولیٰ میں ہونے کی نعمت سے محروم رہے۔ ویسے ہی آفت ابتلا سے بچے کیا اُس وقت کا اسلام آج کل کی طرح بچوں کا کھیل تھا کہ کلمہ پڑھ لیا۔ الٹی سیدھی چار ٹکڑیں مار لیں نئے فردوس برس کے خواب دیکھنے۔

اَلْحَمْدُ لَكُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَكُمْ اَيُّ ذِكْرٍ مِّثْلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَسَاءُ وَالْقِلَاسُ وَذُرُّ الْوُحْشِ يَقُولُ الرَّسُولُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ نَحْمَدُ اللّٰهَ اس سے بھی قوی تر اس مضمون کی

سہ سبحان اللہ اس سے بڑھ کر کبھی اور کوئی بہتان ہو گا ۱۲۱۱۱۱ خدا کی قسم اس شخص کے چہرے سے غبار ہر پہاڑی کہ جھوٹ کہنے والا نہیں ۱۲۱۱۱۱ کیا تم کو یہ خیال ہو کہ جنت میں جا داخل ہو گے اور تم کو اٹھ لوگوں کا ساما مال پیش نہیں یا کن کو ٹیلیفون بھینسیں پھر غیبی اور لکھڑاٹھے یہاں تک کہ رسول درجہ اس کے ساتھ ایاں لائے تھے بول پڑے کہ دیکھیں خدا کی مدد بھیجے ۱۲۱۱۱۱

ایک اور آیت ہے اَحْسِبِ النَّاسُ اَنْ يُّزَكَّوْا اَنْ يَقُولُوا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَافِرِيْنَ بڑے شکر کا مقام ہو کہ ہم ایسے امتحانوں میں نہیں پڑے گئے ورنہ خدا کی قسم کافر ہو گئے ہوتے۔ اس مقام پر مجھ کو ایک بات یاد آئی کہ میں ایک شہر میں ڈپٹی کلکٹر تھا۔ اور وہاں شیعہ کسی قدر زیادہ تھے۔ آیا محرم تو شیعہ عوام داری کی بڑی بڑی تیاریاں کرنے لگے۔ میں بھی مجالس میں بلایا جاتا تھا اور مجھ کو کرسی پر بٹھو کر شریک ہوتا تھا کہ گھر پر میرا وقت کون سے نیک کاموں میں صرف ہوتا ہو۔ یہی نہ کہ ان مجلسوں میں رولاس کے لیے اکثر جھوٹی اور ضعیف روایتیں بیان کی جاتی ہیں مگر آخر ایک مذہبی رنگ تو ہو۔

ایک دن ایک مجلس میں غیب ہی رقت ہوئی۔ میرے پہلو میں ایک صاحب بیٹھے تھے وہ مسکے زیادہ روتے تھے اور بار بار کہتے تھے یا لَیْسَ بَیْ کُنْتُ مَعَهُمْ۔ یا لَیْسَ بَیْ کُنْتُ مَعَهُمْ مجھ کو یہ اُن کا یا لَیْسَ بَیْ کُنْتُ مَعَهُمْ کا رونا بہت ہی بڑا معلوم ہوتا تھا۔ کیوں کہ اُس سے استماع میں خلل واقع ہوتا تھا اور بچوں کہ وہ فمیر ہم کار مزاج مصیبت نہیں کرتے تھے میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ یہ کیا بیہودہ آرزو ہو۔ کون جان سکتا ہو کہ تم اُس وقت ہوتے تو کیا کرتے آخر فریقِ مقابل بھی تو اپنے تئیں مسلمان ہی کہتا تھا۔

اَتُزَكُّوْا اَمْ لَكُمْ اٰمَنَةٌ فَتَلَكْتُ حَسِيْنًا	سَفَا حَہْ جَدِّ بِیَوْمِ الْحِسَابِ
فَلَا وَاللّٰهِ لَیْسَ لَہُمْ شَفِیْعَہٗ	وَهُمْ بِیَوْمِ الْقِیَمَةِ فِی الْعَذَابِ

جب دوسرے ذکر صاحبِ الٰہی پڑھ کر کیوں کہ نبیِ روشنی واسے تعلیم یافتہ ذکر کو کیا جانیں، میرے پہلو سے کیا لوگوں کی یہ خیال ہو کہ منہ سے آتنا کہ بھڑک جائیں گے۔ اور ان کو آزمایا نہ جائے گا۔ انگوں کی تو آزمائش چہ لے لی پر ہی تو ضرور ہو کہ خدا پتھوں کو جان کر رہے اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہے ۱۲؎ اوکاش میں اُن کے ساتھ ہوتا۔ کھنڈ میں اس کی جگہ یہ کلام مروج ہو۔ ہائے آقا ہم نہ ہوتے ۱۳؎ جن لوگوں نے مسین کو قتل کیا کیا اس کے اُسیدہ رہیں کہ اُن کے نانا قیامت کے دن اُن کی شفاعت کریں گے ۱۴؎ بخدا وہ اُن کی شفاعت کرنے والے نہیں اور اُن کو قیامت کے دن عذاب ہو گا یہ ہو گا ۱۵؎

تشریف فرما ہوئے تو رات گئی تھی زیادہ میں اُٹھ آیا۔ میرا آنا تھا کہ وہاں مارگٹائی ہوتی۔ پولیس نے بہت سے لوگوں کا چالان کیا ان میں سے وہ یا لکھنؤ کی کتھم بھی تھے۔ انھوں نے لکھوایا کہ میں اس مجلس میں گیا ہی نہیں۔ میں نے سُن کر کہا کہ اسی برتنے پر آپ کو معرکہ کہلایا ہے ہونے کی آرزو تھی۔ الغرض خدا کا کوئی فعل حکمت اور مصلحت سے خالی نہیں جیسے ہمارے دل بودے۔

ہمارے ہمیشہ پست۔ ہمارے ارادے متزلزل۔ ہمارے ایمان ضعیف ہیں۔ ویسے ہی زمانے میں ہم کو پیدا بھی کیا گیا ہو کہ پردہ ڈھکا چلا جاتا ہو۔ جیسے اُس وقت کے مسلمانوں کے ابرہے تھے ویسی ہی اُن کی ذمہ داریاں بھی سخت تھیں۔ ع

جن کے رتبے ہیں سو اُن کو سوا شکل ہو

میں نے جو قروں اولیٰ کے مسلمانوں کا تذکرہ کیا تو اس غرض سے کہ باوجودیکہ اُن کی ذمہ داریاں بہت سخت تھیں مگر وہ لوگ کچھ ایسے مضبور ارادوں کے تھے کہ ان کے دل میں مولوی قریب الدین صاحب پریزیڈنٹ سالانہ کاننگ پور کی طرف مخاطب ہوا کہ آپ کا وطن آباد فیض آباد میر حسن کی مثنوی کا کڑا۔ ع

کڑے سے کڑے کو سبباتی ہیں

بلکہ میری مراد یہ کہ سخت سے سخت امتحان میں بھی کامل العیار نکلتے تھے۔ اُن کے مقابلے میں بہت سی باتوں میں ہماری ہی جیت ہو۔ ہم اُن سے شمار میں بے انتہا زیادہ ہیں۔ امن، راحت سے اپنے گھروں بیٹھے ہیں۔ کامل آزادی کے ساتھ اپنے فرائض مذہبی کو ادا کر سکتے ہیں۔ ہمارے جن کا کوئی لشکر ہمارے سر نہیں پڑا کہ ہم کو لوٹے کھاتا ہو کسی جلسہ کی تجویز ہمارے ذمے نہیں پیش کی کسی کی تکبیر تک نہیں بھڑکی۔ ہم اگر مفلس محتاج ہیں تو یہ ایک، دو، تین، چار، دوسری قومیں ہم سے بہت زیادہ مالدار ہیں زندگی کے مصارف بڑھ گئے ہیں۔ مگر پھر بھی قردن اولیٰ کے مسلمانوں سے ہمارا غنا کہیں بڑھ چلا کہ ہو۔ نصاب زکوٰۃ سے ہم اُن کے متول کا اندازہ بخوبی کر سکتے ہیں ان میں

سلاہ پر کس یعنی کس میں پورے ۱۲۲ لشکر ۱۲۔

چالیس روپے کسی کے پلے ہوئے تو غنی سمجھا جاتا تھا۔ اب چار چار پانچ پانچ چالیس ملے کو بھی کوئی نہیں پوچھتا۔ خلاصہ یہ کہ نہ مذہبی ہی نہ نبوی کو نہ بے تہذیبی ہی وہی ایک چیز کا پیدائنا ہی کہ درود اسلام میں اُن سے کچھ بحث نہیں ہو نہیں سچتے یا نہیں کر سکتے۔ متعارضہ تو اُن سے ہی جو سمجھتے ہیں اور کر بھی سکتے ہیں۔ اور پھر کچھ نہیں کرتے یا کرنا چاہتے مَن اور کرتے ہیں چھٹانک وہ بھی ہزار شکل کا بنتا یَسَاقُونَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ قُرُونِ اُولٰی کے مسلمان جو علاقے کلمۃ اللہ کے پیچھے اپنی جانیں کھپاتے تھے۔ آخر وہ کلمۃ اللہ تھی کیا چیز کیا اہرام مصر کی طرح کا کوئی مینار تھا جس کے بلند کرنے کی فکر تھی۔ جیسے ان دنوں فرانس اور امریکہ کے لوگ۔ یا کوئی جھنڈا تھا۔ اعلائے کلمۃ اللہ سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ مسلمانوں کا لول بالا ہو۔ حکومت ہو تو ان کی ہو۔ دوات ہو تو ان کی ہو۔ عزت ہو تو ان کی ہو۔ شان ہو تو ان کی ہو۔ میں پوچھتا ہوں تو کیا مسلمانوں کو اب حکومت اور دولت اور عزت اور شان درکار نہیں۔ کیا واقع میں جیسا وہی اولاد قیامت کے مولوی سکھاتے سمجھاتے ہیں۔ ان چیزوں کے لئے کوشش کرنے سے ایمان جاتا رہتا ہو۔ دنیا ان ہی چیزوں سے عبارت ہو اور جب تک دنیا میں رہنا ہی ہم کیا کوئی بھی ان چیزوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ اس سے بڑھ کر کبھی کوئی تعجب کی اور بات ہوگی کہ ان چیزوں کے لئے کوشش کرنا قرونِ اولیٰ میں اعلیٰ درجے کا ایمان سمجھا جائے۔ اور ہمارے زمانے میں کفر یا گناہ نہیں معلوم مولویوں کی تعلیم کا اثر ہو یا خود نفوس میں دنارت آگئی ہو کہ اس وقت کے مسلمان سبیل اللہ کلمۃ اللہ اور اسلام عمومی سے کچھ غرض ہی نہیں رکھتے اور ایسے فارغ اور بے فکر ہو بیٹھے ہیں کہ گویا اس باب میں اُن کو کچھ کرنا ہی نہیں جس کو دیکھو انہی ہنڈیا کی خیر منار رہا ہو اور دوسرے مسلمانوں کی طرف سے اُس کان پر جوں نہیں چلتی۔ یہ بات ہر ایک کی سمجھ میں آنے کی نہیں ہو بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ہم میں سے کوئی بھی نہیں سمجھتا اَلَا مَا شَاءَ اللہ تو می ترقی ایسی برکت ہی جس سے اُس قوم کا کوئی فرد محروم نہیں رہ سکتا۔ قوم بھی ایک مجموعہ اشخاص کا نام ہو۔

۱۵ جولائی ۱۳۵۶ کو موت کی طرف ڈھکیلا جاتے ہیں اور دیکھ رہے ہیں ۱۶ ستمبر کو انی دفعہ ۱۷ آئندہ اگر جس کو خدا چاہے

یہ تو نہ کبھی ہوا ہو اور نہ ہو سکتا ہو کہ کسی قوم کے تمام اشخاص کی حالت کسی ایک حالت میں بھی یکساں ہو جا
تفاوتِ حالات من جانب اللہ ہو اور دنیا اور دین دونوں کا مدار کار اسی پر ہو۔ پس جب ہم قوم پرست
حَيْثُ الْقَوْمِ کسی بات کا حکم لگائیں تو اُس کے یہی معنی ہوتے ہیں کہ دوسری قوموں کے مقابلے
میں اُس قوم کے اکثر افراد کا یہ حال ہو۔ انگریز جن کے تہوں کی مثالیں، کچھ دیکھ کر اور سن سن کر
(مسلمان تو ایسے کیوں ہونے لگے تھے) ایک بنگالی یا پارسی ٹیوٹر یعنی لکھپتی کی بھی آنکھیں کھٹی کی کھٹی
اور مونہ کھلا کھلا رہا جاسے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اُن میں غریب نہیں ایک وہ ہیں کہ سلطنتوں کو مول لیکر
چھوڑ دیں اور اُسی شہر میں بلکہ اُن کے پڑوس میں وہ بھی ہیں کہ جن کی مصیبت ہم کو اپنے ہی ہونے کی
سے فرصت نہیں۔ کون بیان کرے۔ ہاں تو میرے کہنے کا مطلب یہ ہو کہ اگر مسلمان سب نہیں (اور
سب تو ہو بھی نہیں سکتے) بلکہ اُن میں سے اتنے کی حالت درست ہو جاتی کہ اُن کی وجہ سے قوم پر
و قعت کی نگاہ پڑنے لگتی (امیر خدا اکب وہ دن ہو گا۔ پس از سر من کن فیکون شد شدہ باشد۔)
تو جو لوگ خستہ حال رہ جاتے وہ بھی سر برآوردگان قوم کی شان حالی سی ڈیو کٹی (بلوا اسطہ) یا ان ڈیو کٹی
(بلوا اسطہ) فائدہ اٹھاتے پر اٹھاتے۔ ہندوستان میں کوئی انگریز اگر فوڈ ٹیکو لگا دے بھی تو تو کھلاے گا
صاحب ہی یہ ہرگز قومی کہ انگریز اور صاحب دو لفظ ہو گئے ہیں مترادف ہم دیگر ہماری گئی گزری
قومی عزت کی یاد گا بھی ابھی تک گفتگو میں باقی چلی جاتی ہو کہ ہندو ہم مسلمانوں کو میاں لوگ بھارت
ہیں۔ لیکن جب مسلمان اپنی عزت کو خود نہیں سنبھالنا چاہتے تو بزرگوں کی حاصل کی ہوئی عزت بزرگوں
کے ساتھ گئی گزری۔ اب اس بات کا خیال کرنا بھی داخل بے عزتی ہو۔ ہمارے رفاہر جہاں اُور
تدبیریں کرتے ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہو کہ مسلمانوں کو اُن کے بزرگوں کی عظمت یاد دلانی جاتی
ہو۔ بے شک غیرت کے مشتعل کرنے کو یہ دیا سلائی بہت ہی مناسب تھی مگر میں دیکھتا ہوں تو
بزرگوں کے کارنامے سن کر مسلمان بجائے اس کے کہ اپنے تئیں سَخِيْرُ الْأَحْلَافِ، بَعْدَ الْأَسْلَافِ
وَرَدِیْ آفِ رِزْوَانِ فَاذَرْنِہُنَا کی کوشش کریں۔ اُلٹے شیخی میں آجاتے ہیں۔ اور شیخی ایسی عربی
سہ قوم ہونے کی حیثیت سے ۱۲ھ اگلوں کے بعد بتیں پس ماند سے ۱۲ھ باپ دادا کا نام روشن کرنے والے ۱۲

بلا ہو کہ جتنے رقا ربا ہیں وہ اور عیش اُمنا لہم مہم سب ملکر ایک ایچ بھی تو مسلمانوں کو ترقی
 کی طرف نہیں کھسکا سکیں گے۔ میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے ماؤ سے اس ملک بیماری کے اٹھنے
 کو تیار ہیں۔ پھر انگریزی تعلیم جو شرط معاش شرط آبرو تو اب ہو۔ کوئی دن جاتا ہو کہ شرط زندگی ہونے
 والی ہو۔ خدا جانے کیا آفت ہو جس کو چھو گئی اپنے آپ سے باہر ہو جاتا ہو۔ حتیٰ کہ لٹولات کے کھانے
 والے ہندو دیکھو تو کیا اپنی روچا رہے ہیں ہر ایک خیر خواہ اسلام کا فرض ہو کہ مسلمانوں کو اس پہلو پر
 نہ آنے دے اور اُن کو سمجھائے کہ ساری برتری اور فوقیت تو سلطنت کی ہو۔ وہ تو لگتی اور ایسی
 گنتی جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ اب اس کی یادگار تازہ رکھنے سے ہم کو کوئی نفع نہیں۔ ہم کو اور
 ہماری نسلوں کو محکوم ہو کر رہنا ہو۔ انگریزوں نے بڑا شیر ہم سے ملک لیا ہے ہمارا کوئی حق اُن پر
 نہیں۔ اگر انگریز ہمارے ساتھ ویسی مدارات کریں جیسی فرعون بنی اسرائیل کے ساتھ کرتا تھا۔
 لے لے ابناؤ لہم و یستعجبنا لہم تو ہم اُن کا کیا کر سکتے ہیں مگر نہیں جیسا خدا سے تعالیٰ
 اپنی نسبت فرماتا ہو کتب علی نفسیہ الرحمۃ اُس کی رحمت کا پرتو ہو کہ انگریزوں کو انصاف اور
 مہربانی کی توفیق دے رکھی ہو ہمارا دینی اور دنیوی مفاد اسی میں ہو کہ ہلکے اِحسان اِلَّا
 اِحسان کے مطابق خوش ملی اور شکر گزاری کے ساتھ ادب حکومت ملاحظہ کر اپنی حالت کو درست
 کریں۔ وہ زمانے گئے کہ ساری دنیا وی برکتیں اور منفعتیں سلطنت میں محصور تھیں۔ اور اسی وجہ
 سے سلطنت بڑی پیڑ بھی جاتی تھی۔ اب علم کا فروغ ہو۔ اس نے وہ زور بکڑا ہوا کہ سلطنت بھی
 اسی کی دست نگر ہو۔ میں ذرا مطلب سے دور ہو گیا۔ میں یہ کہنے کو تھا کہ بزرگوں کیوں کیوں کیوں
 حاصل کی تھی اور ہم نے اُس کو کیوں کر کھویا۔ اگر کوئی بیمار طبیب کی طرف رجوع کرے
 وہ اُس کو کسی نہ کسی طرح کا سوز مزاج بتائے گا۔ عامل پاس جائے تو راج خبیثہ یا جیٹا جیٹے کے بغیر نہیں
 لے اُن جیسے دس اُن کے ساتھ ۱۲ ساگ پات ۱۲ قسار ۱۲ لے اُن کے بیٹوں کو حلال کرتا اور عورتوں کو
 زندہ رکھتا ۱۲ اپنے اوپر رحمت کہ لازم کر لیا ۱۲ احسان کا بدلہ احسان کے سوا ہے کچھ اور بھی ہو ۱۲ اور
 اُن کے مشابہ ہیں رٹالوں میں بنو رٹالوں میں سے قیافہ شناسوں میں سے ۱۲۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقٰۤيْهِ ۚ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۱۴۶

پس از صد سال اس معنی محقق شد یہ خاتانی کہ بورانی است بد بخان بادخاں ست بورانی
انگریزی عملداری سویرس کی بڑھیا ہونے آئی کہیں اب جا کر مسلمانوں کو دودھ بھی سب کو نہیں
معلوم ہوا کہ ہماری قوم کی قوم بیمار ہو جن کو بیماری کا اذعان ہو وہ بھی اکثر تعین سبب میں غلطی
کرتے ہیں اور تعین سبب میں غلطی ہوتی تو علاج میں بطریق اولیٰ میں سائنس دانوں بات کہتا ہوں
کہ اگر صرف یہی ایک سبب نہیں تو بہت بڑا سبب ضرور ہے کہ جن بزرگوں نے عزت حاصل کی تھی اعلیٰ
درجے کے قومی اتفاق اعلیٰ درجہ کی قومی ہمدردی اعلیٰ درجہ کی قومی خوشنودی اور سبب سے حاصل کی تھی ہم نے کھوئی ڈوبی
تو اسی سبب سے کھوئی ڈوبی کہ یہ صفیں ہم میں سے نکل گئیں مسلمانوں میں سنی شیعہ کے اختلاف
کی وجہ سے اگلے بزرگوں یعنی قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی نسبت بھی یہی بات شہرت پر لگائی ہو کہ
ہماری طرح ان میں بھی بغض و لقا تھا۔ بھوٹ اور کشمکش تھی۔ عداوتیں اور خود غرضیاں تھیں
لیکن موٹی سی موٹی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہو کہ اگر ان کے دلوں میں کینہ ہوتی تو اسلام آج
کہیں دوا کے لئے بھی تو روسے زمین پر ڈھونڈا نہ مانتا نہ نفس بعشری کے اعتبار سے وہ بھی
ہم جیسے آدمی تھے اور ہم کو اس بات کے کینے میں کیوں مضائقہ ہوتے لگا جب کہ پیغمبر صاحب
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَنَابَتُکُمْ مِّنْکُمْ فرمایا ہو۔ پس اگر ان میں اختلاف تھا بھی (اور ضرور تھا
بے شک تھا۔ اور ہونا چاہیے تھا۔ اور ہوا ہی کرتا ہو وہ تو آدمی تھے۔ دوبرتن ایک جگہ رکھے ہیں
ہوتے ہیں تو وہ بھی کبھی کبھی کھڑکھڑاہی اٹھتے ہیں تو ان کے اختلافات ایسے تھے جیسے آج کل
انگریزی پولیس ٹیکل گروہوں کے۔ اڑتے بھی ہیں جھگڑتے بھی ہیں۔ جھڑتے بھی ہیں۔ بھڑک ساری جنگ
زرگری ہو مفاد سلطنت کے لئے مثلاً ایک کی رائے ہو کہ سوزیکال یعنی نہ کی طرف سے پورا پورا
طہینان حاصل کر کے مصر سے بالکل دست بردار ہو جانا چاہیے۔ دوسرا کہتا ہو مصر سے ہٹے اور
ہندوستان ہاتھ سے گیا تیسرا یہ صلاح دیتا ہو کہ جب تک حدیو کو اتنی قوت ہو کہ پناہ لے کر آپ بھالے

لے لیتے ۱۲۵ میں بھی تھامی طرح کا بشر ہوں ۱۲۔

ہم کو اس کا ساتھ دینا ضروری ہے۔ چوتھا اصرار کہ ہاں بات کو دگر سے میں دلانے سے قہا تیں پیدا ہوتی ہیں بہت کر کے فوراً انگریزیشن یعنی مضبوطی کا اشتہار جاری کر دیا جائے۔ میں مصر پر پھر دینے کے نہیں کھڑا ہوا میں نے تمثیلاً ایک بات بیان کی تو کیا جس فریق کی یہ رائے ہو کہ مصر سے دست بردار ہو جانا چاہیے۔ بڑشس گورنمنٹ کے نقصان کا خواہاں ہی ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ دست بردار ہونے ہی میں گورنمنٹ کا فائدہ سمجھتا ہو۔ اسی طرح مسٹر گلینڈسٹون اور لارڈ سالسبری وزارت کے دو ممبران دعویٰ دار ہیں نہ اپنے فائدے کی نظر سے۔ بلکہ اس لیے کہ نیک نیتی سے ہر ایک اپنی وزارت کو گورنمنٹ کے حق میں مفید خیال کرتا ہو۔ لیکن ہم لوگ ذاتی اغراض سے اس قدر مغلوب ہو رہے ہیں کہ ہم کو اس کا سمجھنا اور سمجھیں تو یقین کرنا دشوار ہو۔ تاہم ایسے نفوس قدسی (خدا پیدا کرتا ہو جو قومی اغراض کے آگے ذاتی اغراض کی کچھ بھی حقیقت نہیں سمجھتے۔ اور ایسے ہی نفوس بزرگان دین کے تھے۔ ان کو بھی لوگوں کے ساتھ دوستی اور دشمنی تھی۔ مگر ان کی دوستی اللہ تعالیٰ تھی اور دشمنی اللہ تعالیٰ۔

مولانا رحمہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایک حکایت لکھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہو کہ ان بزرگوں کے کام ذاتی اغراض کے شائبے سے کس قدر پاک اور منترہ ہوتے تھے فرماتے ہیں کہ

اوخذوا نذاخت برؤے علی	افتحار ہر بنی دہر ولی
اوخذوا نذاخت برؤے کہ ماہ	سجدہ آرد پیش اور سجدہ گاہ
دور ماں انداخت شمشیر آل علی	کرداواند رغر ایشش کا ہلی
گشت حیراں آل مبارز در عمل	از نمودن عفو و حلم سبہ محل
گفت بر من تیغ کیوں افراشتی	از چہ انگندی مرا بجز اشتی
گفت امیر المؤمنین با آن جوان	کہ ہنگام نبرد امی پس لو ان
چوں خذوا نذاختی بر رؤے من	نفس جنید و تہ شد غوے من

لے دوستی خدا کی وجہ سے ۱۲۷۵ ہجری قمری خدا کی وجہ سے ۱۲۷۵ ہجری قمری لعاب دہن ۱۲۷۵۔

نیم بکس حقی شد و نیے ہوا گیرایں بشنید و نورے شد پدید گفت من تخم جفامی کا شتم عرض کن بہمن شہادت را کہ من قرب پیچہ کس ز خلیش و قوم او	شرکت اندر کار حق نبود روا در دل او تا کہ ز تارے برید من ترا نوے دگر پنداشتم من ترا دیدم سرافراز من عارفانہ سوئے دیں کردند روا
---	---

اسی طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی ترقی اور ترویج اور تشیّد اسلاموں کی اعانت اور امداد و تائید کے لیے ہمال اور بہت سے کار نمایاں کیے ان میں تَحْسِبُوْنَهٗ هَيِّئًا وَّهَوًیٰ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا یہ بھی تھا کہ اسلام شروع ہوا نو باسے مساکین سے۔ اَلرِّغْبَا تَعَصِبُ شِمَّ دَل کو یہ وہ تار نہ کرے فَاَهَا لَا تَقْنٰی اَلْاَبْصَادُ لٰكِنْ تَعْمٰی الْقُلُوْبُ اَلْبِیِّیْ وَ اَللّٰهُ لَدُوْنِہٖ اَسْلَام کی ساری سب سے می دانسیج شروع سے آخر تک اُس کی صداقت ہو گئی دے رہی ہو۔ اس نے پہلے پہل جڑ پکڑی ایسے دلوں میں جو سچ کے قبول کرنے کے لیے تیار تھے۔ دنیاوی مال و دولت دنیاوی بہاء و شہرت۔ دنیاوی نام و دو۔ دنیاوی فخر و عزت دنیاوی رشتہ و قرابت کوئی چیز بھی جو ان کو صراطِ مستقیم کے اختیار کرنے میں سدّ براہ ہو سکے۔ ان میں کچھ بونڈی غلام بھی تھے۔ کافروں کے غلام اور ہم مسلمانوں کے اَقوا اور مستزاج۔ مشرکین جن کے یہ لوگ ملوک تھے ان کو صرف اسلام کی وجہ سے طرح طرح کے عذاب دیتے وَ مَّا نَقَمُوْا مِنْہُمْ اِلَّا اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِمَا لِلّٰهِ الْعِزِّزِ الْحَمِيْدِ الَّذِیْ لَہٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ اَلْاَرْضِ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے قصے کی طرف میں پہلے بھی اشارہ کر چکا ہوں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک غلام تھا اَنَسُ اس ده بڑا سلیقہ مند آدمی تھا کہ اُس نے تجارت سے اپنی حالت یہاں تک درست کر لی تھی کہ دس ہزار لے تم اُس کو بلکا سمجھتے ہو اور اللہ کے نزدیک وہ بڑا ہی ۱۲ لکھ بات یہ کہ انھیں اندھی نہیں ہو جاتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جایا کرتے ہیں ۱۲ لکھ اُن کی ہی بات اُن کو بُری لگی کہ وہ ایمان لے آئے اللہ پر عزت والا بلکہ جہانوں اور زمین کا مالک ۱۲۔

جن کے پڑھنے سے اپنے اور اپنے زمانے کے مسلمانوں کے حال پر سخت افسوس ہوتا ہو۔ اور جب تک خیال کرتے رہو ایسا معلوم ہوتا ہو کہ دل کو کوئی نچوڑے ڈالتا ہو۔ ان قبیل پیران نمی پرند میراں می پرانند تو نہ ہوں لیکن یہ ایک دوسرے شیطانی تھا۔ ان کے زمانے میں اور ان کی کوششوں سے اسلام ترقی پایا یہ ایسا زبردست ثبوت اُن کے فیوڑس ہو کہ کسی احتمال مخالف کو جنسے ہی نہیں دیتا جس طرح انسان اشرف المخلوقات ہو اسی طرح مسلمان کامل افضل الناس ہو صرف دیکھ اعتبار سے نہیں بلکہ میرا نہایت مستحکم عقیدہ ہو کہ جن صفتوں کے مجموعے کا نام اسلام ہو۔ پیغمبری اس بات کے مقتضی ہیں کہ دنیا میں بھی مسلمانوں ہی کو فضیلت اور برتری ہو بلکہ میں تو دنیاوی ترقی و تنزل کو اسلام یعنی دین اسلام کے کامل و ناقص ہونے کا معیار قرار دیتا ہوں۔ وہ مسلمان بڑی غلطی پر ہیں اور افسوس ہو کہ ایسے بہت ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا مقصود یہ تھا کہ ہندو جو گیوں اور سناسیوں یا عیسائی راہبوں کی قسم کا ایک گروہ تیار کیا جائے۔ نہ خدا پرست۔ دنیا سے بے نصیب محض۔ اگر پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ مقصد رہا ہو اور میں کہتا ہوں کہ نہیں رہا۔ ^{۱۱} وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ کہ نہیں رہا ہرگز نہیں رہا۔ تو معاذ اللہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی نسبت ^{۱۲} فَيَلْزَمُ فَيَلْزَمُ کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہو پیغمبر صاحب نہیں چھوڑ کر مرے۔ خدا پرست ہو گی۔ خدا پرست سناسی۔ خدا پرست راہب۔ خدا پرست آج کل کے سے مجموعہ گئے۔ بھگت بنگے۔ علما اور مشائخ۔ بلکہ خدا پرست انپڑ (شاہنشاہ) خدا پرست ننگر (بادشاہ) خدا پرست منشہ (وزیر) خدا پرست آید (منشہ) (مدبران ملک) خدا پرست گاندز (سپہ سالار) خدا پرست حیر (قاضی مفتی) حکام عدالت) خدا پرست آریٹہ (نقصا) خدا پرست چچنٹس (سواگر) خدا پرست دنیا دار آف اور پنی کا رنگ آید پروفیشن (ہر ایک پیشے اور ہر ایک مشغلے کے ^{۱۳} اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ كَثِيرَةٌ) پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسلمانوں کی ظاہر و باطنی

۱۱۔ حق ۱۲۔ بطبع ۱۳۔ قسم قسم کی جس کے قبض قدرت میں میری جان ہے نہ ناکامیابی نہ ناکامیابی ۱۴۔

۱۵۔ یہ ہیں سچے مسلمان کے لئے خدا کے یہاں درجہ ہیں اور معافی جو اور عزت کی روزی ۱۶۔

شان و شوکت کا یہاں تک خیال تھا کہ کبے کا طواف کرو تو جہاں تک ہو سکے اگر تو صفا اور مرد
میں زور سے دوڑو۔ جمعہ اور عیدین لینے جامع میں بہتر سے بہتر ہیئت بنا کر شامل ہو۔ نماز عید کو ایک
رستے سے جاؤ۔ تو دوسرے رستے سے آؤ۔ ان باتوں سے آخر ایک انگل تو مل سکتی ہے کہ پتھر صاحب کا
دلی منشا کیا تھا۔ اب ہم نے ذلت اور خواری کو شمار اسلام بنالیا۔ گر گئے اس لئے کہ گونا گونا ماننا ہے
تھے پھسادی ہو گئے۔ کیوں کہ پھسادی ہونے سے خوش تھے بھوک تو غصہ اس بات پر آتا ہے کہ ذلیل ہو
تو خیر غصہ تو یہ کہ بزرگان دین سے اس ذلت کی سند پچھتے ہیں۔ ح

یذنام کمندہ کھونا سے چست

کبھی انسان عورت کے ایسے اعلیٰ درجے پر بھونچ جاتا ہے کہ عورت اُس کی لازم ہو جاتی ہے۔ گویا اُس کا خاصہ
غیر منہک ہو تو ایسی حالت میں اُس کو ظاہری سامان تغرز و کار نہیں ہوتا۔ مثلاً گلید سٹون جس نے
بلیسیوں لارڈ اور سر دیس نہیں اپنے سر کی طرف اشارہ کیا، بلکہ وہ سر سید احمد خاں کی طرف اشارہ
کیا، اور کیا اور کیا بنا دیتے کون سے خطاب تھے جو اپنے لئے حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ مگر اُس نے
سمجھا اور ٹھیک سمجھا کہ گلید سٹون اور خطاب ناموں میں وہی نسبت ہوگی جو نیچرل ہوئی (قدرتی
خوب صورتی) اور بنائی ہوئی ہوئی میں ہوتی ہوئی کا $\text{التَّكْوِيلُ فِي الْعَيْنِ كَالْحُكْمِ}$ سید احمد خاں
چاہے بڑے میری نظر میں جو عورت سید احمد کو ان دو لفظوں کی ہے۔ نہ ڈاکٹر کی ہے نہ سُر کی ہے۔
نہ اُن حروف کی ہے جو انگریزی ابجد سے بے ترتیب لے کر ان کے نام کے بعد لگائے جاتے ہیں۔

یہی حال تھا صحابہ کا رضوان اللہ علیہم اُن کو وہ عورت حاصل تھی کہ دنیا میں اُس سے
بڑھ کر اور عورت ہو نہیں سکتی۔ کہ جس طرف کو توجہ کی سلطنت اُن کے آگے ہاتھ باندھے کھڑی تھی۔
یہ عزت سادگی اور بے تکلفی اور زہد کے ساتھ مل کر ایک حسن خاص پیدا کرتی تھی جس کے آگے
دنیا وحشیتیں اور طرائق سب بیچ ہیں۔ ہم نے حرمان اور تسلی عن الیاس کو زہد قرار دے رکھا ہے۔
اور وہ دنیا کے حامل کرنے پر حریص تھے۔ مگر حاصل ہوئے پیچھے اُس کی ذرا بھی قدر نہیں کرتے

لے یعنی جدا نہیں ہو سکتا ۱۲۷۰ کا بل لگی ہوئی آنکھ کس قدر تیز رہ گئیں آنکھ کو بھونچتی ہے ۱۲۷۰ تسلی یا لوسا ۱۲۔

تھے۔ شیخ سعدی غفرلہ رحمہ نے ہاروں الرشید کی ایک حکایت لکھی ہے کہ۔

”ہاروں الرشید را چوں ملک مصر مسلم شد گفت بر زعم آں طاعی کہ بغرور ملک مصر دعویٰ نمودی
کردہ بودند بنجم اس ملک را لکبر خدیس ترین بندگان“

قیصرِ روم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک سفیر بھیجا۔ سفیر بھیجا کہ ایسے زارنے کا شخص ہے جو
تو اس کی کوئی بڑی بارگاہ ہوگی۔ یہاں مدینے میں آکر دیکھا تو رہنے تک کا جہیز نہ بھی ٹھیک نہیں
اور امیر المومنین صاحب ہیں کہ ان کا کہیں پتہ نہیں ملتا۔ آخر ایک بڑے صیانتے بتایا کہ بھی تھوڑی
دیر ہوئی کہ فلان خلیفہ میں چھوڑے چلی آئی ہوں۔ سفیر نے جا کر دیکھا تو واقع میں اکیلا ایک دھت
کے تلے پڑے سوتے ہیں۔ جاگے تو اپنا مطلب عرض کرنا چاہا۔ مگر ملے ہیبت کے نہ قدم آئے کہ
اٹھتا تھا اور نہ بات منہ سے نکلتی تھی۔ سر سے پاتوں تک کھڑے تھوڑے کھڑے رہا تھا۔

ہیبت حق است این از خلق نیست | ہیبت این مرد صاحبِ اقی نیست

وہ آسمانِ عزت کے آفتاب تھے۔ اگر بانی کی تہ میں بھی ان کا عکس تھا تاہم چمک دیک اس کے
ساتھ تھی۔ مگر ان کی سی عزتیں صرف فنا کرنے یا بوجہ عورتوں کی طرب منہ بوجہ عورتوں کی
رونے یا دماغیں مانگنے سے تو نصیب نہیں ہوتیں۔ کیوں کہ ان کو بھی باوجود ہاتھ پیر سے پیچھے رہنے
سے نہیں مل گئیں تھیں۔ انھوں نے اس عزت کے پیچھے مال اور جان اور خوش و اقارب کسی
چیز کی کچھ پروا نہیں کی۔ ہم یہ کہنے کو تو موجود ہیں کہ سکیں ان نڈر آں نڈر۔ مگر کرنے کے نام
میرے دیکھنے میں تو اتنا ہی ہوا ہے کہ سید احمد خاں کے غل شور مچانے سے تو می مرثیہ خوانوں کا ایک
گروہ پیدا ہو گیا ہے جب تک لکھنؤ میں نوابی رہی مرثیہ خوانی کا پڑاؤ نہ رہا۔ اور اس طرز
خاص کو انیس اور دہرے حقیقت میں معجزہ بانی کی حد تک پہنچا دیا ہے۔ ان جیسا کہا
اور نہ کہ ان جیسا کہہ سکے گا۔ اب جو نئی قسم کے مرثیہ خوان پئے تو اس کے موجد ہوئے ہمارے
مولوی الطاف حسین صاحب حالی انھوں نے ایک بڑی دھوم کا سڈس بھڑک کر کیا
بگل پھونکا کہ جہاں جہاں موزوں ملے تھے۔ سب گئے ان ہی ذہن گانے۔ اور لٹکانے۔

گنگنا نے والوں میں یہ آپ کا نیاز مند بھی ہے کہ شعر تو نہیں کہہ سکتا مگر تنگ سے تنگ ملا لیا کرتا ہے۔
 میں نہیں سمجھتا کہ مولوی الطاف حسین نے سندس اس غرض سے کہا تھا کہ ایشیائی شاعری
 میں ایک طرز جدید داخل کریں۔ بلکہ اُن کی غرض اصلی یہ تھی کہ سوتی ہوئی قوم جاگے اور دیکھے کہ
 تباہی کا سیلاب ان کے سردوں پر اچھوٹا۔ مگر قوم نے جاگنا تو درکنار کوٹ تک بھی تو نہ لی۔ اور اُن کے
 سندس کا ایک کھیل بنا کھڑا کیا۔ کوئی اس کو اس لیے نہیں پڑھتا کہ سمجھے اور عمل کرے۔ نظر پڑتی بھی ہے
 تو وہی محاسن شاعری پر۔ اور سید احمد خاں صاحب بڑا مانیں تو مانیں قریب قریب ہی حال ہو۔
 اس کا نگریس کا۔ اکثر تو تماشائی ہوں گے۔ بعض اس کو ایک طرح کی محفل مشاعرہ سمجھ کر شریک
 ہوئے ہوں گے۔ کہ سہ سید پھر دیں گے مولوی الطاف حسین حالی مولوی شبلی نشتی احمد علی
 شوق۔ اپنے اپنے افکار تازہ پڑھیں گے۔ ذرا جمل کر سنیں تو سہی کیا کہتے ہیں بعض صرف سید خاں
 کے لیے کہ ہوں گے۔ اور بعض شہداء ہوں گے۔ راجا بھڑنے کے نہیں۔ لہو لگا لینے کے۔ جو چاہتے ہیں۔ کہ
 محض کانفرنس میں شریک ہونے کی وجہ سے ان کا نام درمندان قوم کی فہرست پر پڑھ جائے جتنے
 صاحب شریک محفل ہیں سب سے بدترین ہوں گے تو آندھی کرتے کو خاک۔ جب آدمی خود ایک بات کا
 عامل نہیں دوسرے پر اس کا اثر کیا ہو۔ غرض کیا مستمع کیا بچہ ار۔ ہیں سب ایک ہی تھیلے کے چٹے بٹے۔
 بلکہ پھر ایسے مجسّمات کیا فلاح ہونی چاہتے گئے مرے کی خبر نے چلے۔ قوم کا تو یہ حال ہے کہ ایک یا نہایت اور ایک
 ایک سکھ کی دیر میں برسوں نہیں عموں کا نقصان ہو رہا ہے۔ اور یہاں ہنوز روز اول ہے مجھ کو ایک
 بات کا اور بھی ڈر ہے کہ انسان کی حلقہ اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ جب وہ کوئی نئی بات سنتا یا غیر
 معمولی حالت دیکھتا ہے تو اول بار سننے اور دیکھنے سے اُس کی طبیعت میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے۔
 لیکن اگر بار بار وہی بات سنا اور وہی حالت دیکھا کرے تو اُس کا احساس مدہم پڑ جاتا ہے۔

چو حسو ابیک باز خورد ندو بس

کچھ سید احمد خاں نے یہی توقع ہوگی۔ خدا ہی ہے کہ ان پتھروں میں جو تک لگے۔ کہنے اور سننے کی تو کوئی حد

۱۲۔ ان کی طلب پراس جو ہوئے واسے ۱۲۔

باقی نہیں رہی ضرورت سے بہت زیادہ کما چکا۔ اور ضرورت سے بہت زیادہ سن چکے۔ اب یا تو قومی ہمدردی قومی رفاہ۔ قومی ترقی کا تذکرہ موقوف کرو کیوں بیٹھے بٹھائے مفت میں اپنی ہنسائی کرتے ہو۔ اور اگر فی الحقیقت تمہارے دل میں قوم کا درد ہو۔ تو کچھ کر کے دکھاؤ۔ بے شک کام بڑا اہم ہے لیکن سچے دل سے ہمت کرو تو خدا کی قسم پانی سے زیادہ پتلا اور روٹی سے زیادہ ملائم ریشم نئے زیادہ نرم آئینے سے زیادہ چمکانا ہمارے سامنے ہمارے ہی بزرگوں کی مثال موجود ہیں کوہی شکلیں درپیش نہیں اور نہ ہم کو ایسی مہم درپیش سمجھ چکے ہو تو خیر اور نہیں سمجھے تو اب سمجھ لو۔ کہ بدون اعلیٰ درجے کی انگریزی تعلیم کے مسلمانوں کی حالت حشر تک درست ہونے والی نہیں۔ اور اس کو چاہیے تارون کا خزانہ۔ وہ تو بڑے لشکر کا مقام ہے کہ ہم میں ایک ایسا شخص موجود ہے کہ اس کو روپے کی مدد ملے تو تعلیم کے جہاز کو کھلے کر پار لگا دے۔ وہ کون ہے؟ سمجھ لو گئے ہو گے۔ پھر کیوں مجھ سے کہلو اتے ہو۔ خدا تو استیغنی شخص نہ ہوتا تو روپیہ کو لے کر پاٹا کرتے۔ یہ نعمت خدا داد ہے ورنہ جتنا روپیہ تعلیم کے لئے فراہم کرتے اس سب کے بلے ہی تو سید احمد کا سا ایک دماغ ڈھونڈ لے پاتے۔ خیر تو غرض یہ ہے کہ ہم کو روپیہ چاہیے۔ جتنا ہو سکے اور جس قدر ہو سکے روپیہ آئے تو کہاں سے آئے بن کو قوم کا درجہ بقدر نہیں رکھتے۔ اور جن کو مقدور ہیں ان کو در نہیں دے

اگر کہاں را بدست اندر در غم نیست | خداوندان نعمت اگر غم نیست |
 اس مشکل کے حل کرنے کی ایک تدبیر میرے خیال میں آتی ہے۔ امیر و گورنر و گردن۔ ان سے تو کچھ ہونا ہونا نہیں جب کسی قوم پر وبال آنے کو ہوتا ہے تو سب سے پہلے امر اس قوم ہی بگڑتے ہیں۔ حق تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہے۔ **وَإِذَا أَدْرَاْنَا أَن هَٰذَا كَرْيَةٌ قَرِيْبَةٌ أَمْرًا مَّا مَوْفِقُهَا فَنَسْفُوهَا فَفِئَا** **فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَا هَا تَدْمِيرًا**۔ پس جن لوگوں کے فساد سے ہماری قوم کی خرابی کی ابتدا ہو ان اصلاح کی توقع ایسی ہی جیسے زہر سے نوشدارو کی تاثیر کی امید ہے

پوچھ مت راہ و فائز ننگہ برفن سے | ہنگامی کی نہ رکھ چشم ولا رہزن سے |
 لے جب ہم کو منظور ہوتا ہے کسی کانوں کو برباد کر دیں تو ہم وہاں خوش حال لوگوں کو اٹھا رہتے ہیں وہ اس میں بدکاریاں کرنے لگتے ہیں اور ہمارا قول پورا ہو جاتا ہے پھر ہم اس کو مار کر پھونک دیتے ہیں۔ ۱۶۔

یوں کرو کہ جو قومی ہمدردی کا دم بھرتے ہیں سب ایک گروہ بن جاؤ۔ اور گروہ کو ضرور ہی لیڈر یعنی سرگروہ اسی فرد متعین کو (سمجھئے یا نہ نہیں) ضرور سمجھئے اور خوب سمجھئے، لیڈر بنا لو۔ صرف چندہ فراہم کرنے اور اس کو اپنی رائے سے اعلیٰ درجے کی انگریزی تعلیم میں صرف کرنے کا اور اس امام کے ہاتھ پر فارملی (یا قاعدہ) بیعت کرو کہ ہم منفرد و مجتمع اور پیہم بھوپنچا نے میں سعی کا کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھیں۔ لیکن اس بیعت کے بعد یہ نہیں کرنا ہوگا کہ جلتی سی ایک بات کھدی اور اپنے سر سے چھدا اسانا اٹھا الگ ہو گئے۔ ستو باندھ کے چندے کو پیچھے پڑنا ہوگا۔ گھر گھر جا کر بھیک مانگنی پڑے گی۔ یا ایک چھوٹا سا ضلع کیف مائٹف اختیار کرو اور تحقیقات کر کے ایسے لوگوں کی فہرست بناؤ جو صاحبِ زکوٰۃ ہیں۔ رٹر کر بھگا کر۔ منت سے۔ خوشامد سے۔ سمجھانے سے۔ الحاق سے۔ ابرام سے غرض کہ جس طرح بن پڑے ان سے زکوٰۃ وصول کرو۔ کچھ ضروری ہو ہی صدقات ابتدا میں اسلام کا کیپیٹل (سرمایہ) ہے ہیں۔ ان کے وصول کا بڑا اہتمام ہونا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) منع زکوٰۃ کو اڑنا دے سمجھ کر جہاد پر آمادہ ہو گئے تھے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے اپنی خلافت میں ان ابواب کی تحصیل موقوف کر دی کیوں کہ مسلمانوں کو خدا نے سلطنت کی وجہ سے غنی کر دیا تھا۔ مگر میرے نزدیک حضرت عثمان نے غلطی کی۔ دینا سمجھی کو ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ پیہم صاحبِ علی المد علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بھی لوگ دیتے وقت بڑبڑاتے تھے حضرت عثمان کے دست بردار ہو جانے سے بے سے اور بھی ڈھیلے پڑ گئے۔ اب جو لوگ دیتے ہوں وہ جانیں اور ان کا ایمان جانے۔ لیکن اگر کسی طرح اس رقم کا ضبط کرنا ممکن ہو تو بہت بڑی آمدنی کی چیز ہو۔ اس میں بھی وقتیں پیش آئیں گی۔ بعض تو صاف ٹکاسا جواب دیں گے کہ تم ہمارے محتسب نہیں۔ تم کو ہمارے معاملات میں کیا دخل۔ بعض حیلہ کریں گے کہ تعلیم انگریزی مصروف زکوٰۃ نہیں۔ بعض نصاب کو چھپائیں گے۔ بعض دیتے وقت چرچہ کریں گے۔ ان مشکلات پر غالب آنا سچی قومی خیر خواہی ہو اور نہ اپنی گرہ سے دو۔ نہ دوسرے سے دلاؤ نہ زبانی جمع و خرچ ہم تو ایسی ادعائی خیر خواہی کے قابل ہی نہیں۔ مثل مشورہ کہ جتنا گڑو الو گے اتنا ہی میٹھا ہوگا۔ جیسی

ہماری کوششیں ہیں۔ مضمحل اور پری دل سے ویسے نتیجے ہیں کہ آج بیس برس سے تعلیم کا غل سنتے سنتے کان بہرے ہو گئے۔ سر دیکھنے لگا۔ جی اکتا گیا اور کسی ایک ضلع کی تعلیم کا انتظام بھی کافی اور اطمینان کے لائق نہیں ہوا۔ آؤ تھوڑی دیر کے لئے اس بات پر بھی نظر کریں کہ تالیف نگران دین ہمارے پیشوا کیا کمال کرتے تھے کہ بتیلی پر برسوں جا گئے۔ دوست دشمن سب اس بات پر متفق ہیں کہ جس قدر جلد اسلام کی سلطنت قائم ہوئی۔ اس طرحی بجائے میں کوئی اور سلطنت قائم ہی نہیں ہوئی۔ ان میں ایک کمال ہو تو بیان کیا جائے۔ یہ تاہم کمال ہی کمال تھے۔

زفر قیام قدم ہر گاہ کے کہ می نکرہ | کرشمہ و امن دل می کشد کہ با ایناست

تاہم میں چند ایسی باتیں بیان کروں گا جن کو میرے نزدیک اسلام کی ترقی میں بڑا دخل تھا اور اب بھی مسلمانوں کی حالت کے درست کرنے کے لئے ان کی سخت ضرورت ہے۔ ان میں ایک یہی صفت نفس کشی کی تھی اور یہی صفت ہر ایم دردی کی جو وہ نفاکی۔ ایثار کی۔

جب انسان خود اپنی حاجتوں کا مغلوب ہو اس سے دل میں دوسرے کی امداد و اعانت کی تحریک پیدا ہوتی نہیں سکتی۔ اب سب سے پہلے اپنے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال سنو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تین دن تباہ و شکم سیر نہیں ہوئے کہ کوئی شے کھا لے لیکن کان یوثر سلی نفسہ و کلا یدک و شینہا لعدا۔ یعنی چاہتے تو پیٹ بھر کر کھاتے مگر حضرت کی عادت تھی بھوکوں کو کھلا دیتے۔ اور آپ یہ سوچتے رہتے اور کل کا فکر تو کبھی کیا ہی نہیں۔

ہر چہ آمدت بدست بہ دارم و پیشانی | ایں جو دہاں کس است کہ ز فقر غازیست

ابو طلحہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جب وفات سے بہت تنگ آئے تو کوئی آدمی مل کر نہت کے پاس گئے اور اپنے اپنے پیٹ دکھائے۔ سب نے ایک ایک پتھر باندھ رکھا تھا تاکہ بھوک کی ایذا محسوس نہ ہو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا شکم مبارک دکھایا تو اگھے دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں ایک دن پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ

تمہد باندھے پورے پڑے ہیں۔ پورے کی تیلیاں جو بدن میں چھپی ہیں۔ تو نشان پڑ پڑ گئے ہیں۔ پھر جو میری نگاہ طاقتوں پر جا پڑی تو دیکھتا کیا ہوں کہ ایک طاق میں کوئی آدھ سیر قریب جو ہیں۔ ذرا سا پیڑ دھرا ہے۔ اور وہیں پاس کو پانی کا ایک مشکیزہ لٹک رہا ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ ایندلا اور بے سلامتی دیکھ کر مجھ سے نہ رہا گیا۔ اور میں بے اختیار رو دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ذکر کرتی ہیں کہ ایک دن میرے سینکے سے بکرمی کی ران آئی۔ رات کا تھا وقت میں نے اوپر بصر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بل کر شکل سے اُس کو بنایا جس کے سامنے یہ مذکور تھا۔ اُس نے پوچھا کیا چراغ نہ تھا؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تیل ہوتا تو ہم اپنی ہڈیا ہی نہ بگھارتے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام عمر چپاتی کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

سہل بن سعد نے بھلائی۔ کہے باب میں بھی ایسی روایت کی ہر مع شیء تراویٰ وہ یہ کہ میں نے اپنے راوی سے پوچھا کہ بھلا بھلائی نہ تھی تو جو کائنات کس طرح کھاتے ہوں گے راوی نے کہا کائنات کھاتی ہے۔ وَنَحْنُ قَيْطُورٌ وَمَا نَحْنُ شَرٌّ بِكَاهَا كَلْنَا لَا حضرت کی غالب غذا تھی چھوٹے وہ بھی قسم جید نہیں۔ اور شکم سیر نہیں۔

امیہ بن صفوان مولفۃ القلوب میں تھا حضرت نے اُس کو اتنا دیا کہ جو دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا کہ غی ثبیرے دیکھے۔ مگر اس درجے کی سخاوت کا سواے نبی دوسرے کا نفس متحمل ہو ہی نہیں سکتا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح کا یہ شعر کچھ مبالغہ شاعرانہ نہ تھا۔ بلکہ حکایت انفس الامری

مَا قَالَ لَا قَطُّ إِلَّا فِي تَشْهِيدٍ ۝ كَوَّلَا الشَّهَادَ كَانَتْ لَا ۝ لَا نَعْمَ

بعض شاعر بھی بلا کہے چور ہوتے ہیں۔ ایک عجیب نے اس کا لفظی ترجمہ کر کے کسی بادشاہ کے مدحی قصیدے میں داخل کر دیا ہے

لے ہم جو کہیں گے کہ اوپر سے چھوٹا مار دیتے جو اُن کی تھی اُن جاتی۔ پھر آگاہ نہ چا پکا کیا گیا ۱۲

مگر یہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ

نہ رفت کلمہ لایز زبان او سرگرد

کم بخت کو نہ چوری کرتے شرم آئی اور نہ دنیا دار بادشاہ کی اس قدر بے جا اور نامناسب خوشامد کرتے
ہم صرف جود کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ اتنی باتوں کو کہ خود حاجت مند اور سخت درجہ کے حاجت مند اور اس قدر
داد و دہش اور کشادہ دلی کے ساتھ آپ فرماتے تھے کُوْكَانَ مِثْلُ اُحَدٍ ذَهَبًا يَسْرُفِي اَنْ لَا يَمُرَّ
عَلَيَّ ثَلَاثُ لَيَالٍ وَ عِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ اور یہی کیفیت تھی تا دم مرگ کہ مرض الموت سے پہلے کہیں
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو چھ یا سات دینار دیئے تھے کہ مساکین کو تقسیم کر دینا۔ علالت میں خیال آیا تو پوچھا۔
حضرت عائشہ نے غدر کیا شَعْلَى وَ جَعَلَكَ اَبْنِي مَنكُوْكَرٍ دُنَا نِيْرٍ كُوْبَهْمِ مِیْ لَیْ اَوْ فَرَمَا یَا مَعْشَرَ خَلْقِ
مِنْ نَبِيِّ اللّٰهِ كُوْلُفِي اللّٰهُ عَنْ وَ جَلَّ وَ هَذِهِ عِنْدَ فَا مِیْ نِیْ نے ابد کے حدیث کی کتابوں میں دیکھا ہو
کہ مال دنیا پیغمبر صاحب کی نظر میں نہ صرف بے قدر تھا بلکہ اپنے اور اپنے اقارب اور متعلقین کے
لئے مبعوض۔ انہوں نے صدقات کو جو ہمارے زمانے کے مولویوں اور مشائخوں کی معاش کا
پڑا ذریعہ ہو۔ نہ صرف اپنی نسل پر بلکہ نبی ہاشم پر ہمیشہ کے لئے قطعاً حرام کر دیا یہاں تک کہ ایک بار
آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المال میں بیٹھے ہوئے نقد و جنس متعلقین کو تقسیم کر رہے تھے۔
امام حسین علیہ السلام نے (بچے تو تھے ہی) ایک چھوڑا منہ میں ڈال لیا حضرت کی نظر پڑ گئی فرمایا کُنْ لَیْنٌ جَمِیْ جَمِیْ
لوگوں کے مال کا میل ہو۔ آل محمد پر حرام۔ اور آخر وہ چھوڑا ٹھکوا دیا۔ اور اس داد و دہش کا ضروری نتیجہ تھا کہ آپ
نہ صرف اپنے نفس پر سختی جھیلے تھے۔ بلکہ تمام اہل عیال۔ یہاں تک کہ ایک بار زواج طہہ اس کے توسیع نفقات پر
ضد کی تو آپ ناخوش ہو کر سب چھوڑ بیٹھے پر آمادہ ہو گئے۔ اسی کا تو بیان ہے سورہ احزاب میں یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ
لَمَّا اُکْرِیْمَ سَاسَ کُوْہِ اَحَدٍ کِی قدر سونا ہوتا تو مجھ کو بڑی خوشی اس کی تھی زمین و آسمان نہ نہ پائیں۔ سب نے بیخ راہوں ۲۱۱
آپ کی تیار داری میں مصروف رہی ۱۳۱ تھ۔ جمع دینار کی ۱۲۱ تھ اور نبی کی نسبت خیال کیا جاسے جو یہ اثروں پہ ہوئے
خدا کے پاس جائے ۱۴۱ تھ اور نبی اپنی بیویوں سے کہہ دے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اُس کی نیت درکار ہو تو آؤ میں تم کو
کچھ دے دو لا کھ علی طرح رخصت کروں اور اگر تم کو درکار ہو انشاء اللہ رسول اور آخرت کا کلمہ جو تم میں نیکو کار ہیں اُن کے لئے خدا نے
بڑا اجر تیار کر رکھا ہے ۱۲۔

میں ایک غلام کو عبیدہ بن الجراح کے پاس چار سو دینار دے کر بھیجا اور کہا یہ دینار ان کو دے کر ذرا ٹھہرے رہنا۔ دیکھ تو کیا کرتے ہیں۔ غلام نے دینار پھونچا دیئے اور حکم کے مطابق ٹھہرا رہا۔ عبیدہ نے حضرت عمرؓ کا شکریہ ادا کیا اور نو نڈھی کو بلا کر کہا کہ سات دہاں اور پانچ دہاں لے کر آئے یہاں تک کہ اسی طرح کل چار سو کے چار سو تمام ہو گئے۔ غلام نے جو دیکھا جا کر غرض کر دیا۔ اتنے میں حضرت عمرؓ نے چار سو کی ایک ٹھیلی اور بھر کر رکھی تھی۔ اسی طرح غلام کو معاذ بن بیل کے پاس بھیجا۔ وہاں بھی عبیدہ کا ماجرا پیش آیا اتنی بات زیادہ ہوئی کہ جب معاذ دینار تقسیم کر رہے تھے۔ اُن کی بی بی نے آکر کہا بخدا ہم بھی حاجت مند ہیں کچھ تو ہم کو بھی دے دو۔

اگل بھینکے ہو اوروں کی طرف بلکے ٹھہری | امی خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

اُس وقت صرف دو دینار باقی تھے۔ معاذ نے بی بی کے حوالے کیئے۔ حضرت عمرؓ نے عبیدہ اور اور معاذ کا حال سنا تو بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ ہاں یہ ہیں المؤمنون اخوتہ بعضہم میں بعض حضرت عمرؓ کو اسی طرح کا معاملہ سعد بن غامر کے ساتھ پیش آیا بس ان کے ہاں آگ تک نہیں شگفتی۔ اکٹھے دس ہزار مسجد سیئے۔ انھوں نے تھیلیاں اور ٹولیاں باندھ باندھ کر اٹھنا شروع کیئے۔ بی بی نے کہا۔ یہ روپیہ جو خلیفہ نے ہمارے لیے بھیجا تو تم کس کو دینے ڈالتے ہو۔ کہا اُن لوگوں کو جو اس کے ہم سے زیادہ حاجت مند اور حق دار ہیں۔

حضرت انش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو اُن کی امارت یعنی خلافت کے زمانے میں دیکھا کہ عین مؤذحوں کے بیچ میں اوپر سے تین پونڈ لگے ہوئے تھے۔ عبداللہ بن شداد کہتے ہیں میں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا مہر پر پکڑے نسطبہ پڑھ رہے ہیں اور چار یا پانچ درم کی قیمت کا مدد بنا ہوا تھوڑا تھوڑا باندھے ہوئے ہیں۔ یہ وہ عثمانؓ تھے جن کا لقب تھا غنی اور جنھوں نے پینتیس ہزار درم کا ایک بیروں خرید کر وقف کر دیا تھا۔ جہیز جیوش اور دوسرے مواقع پر جو خرچ کیا اُس کا نہ کوئی نہیں۔

لے سلمان بھائی آپس میں ایک ہیں ۱۲ لے یہ ایک کو میں کا نام جو ۱۱۔

حضرت عمرؓ کے حالات میں لکھا ہے کہ خلافت پر مسلط ہوئے پیچھے مدت تک انھوں نے بیت المال سے ایک کوڑی نہ لی۔ آخر تنگ ہوئے تو اصحاب کو بلا کر کہا کہ میرا سارا وقت اس کام میں صرف ہو جاتا ہے بہن بیت المال سے لوں تو کیا لوں حضرت علیؓ نے فرمایا کہ صبح و شام دو وقت کھانے کی قدر چست ناچہ حضرت عمرؓ نے بھی اس کو پسند کیا اور اسی پر کاربند رہے۔

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی ایک مشہور حکایت ہے کہ کھانا لے کر قہقہے اٹھاتے ہی تھے کہ ایک مسکین نے آواز دی۔ آپ نے سارا کھانا اُس کے حوالے کیا۔ دوبارہ کھانا پکا۔ اور اتفاق سے عین وقت پیٹیم نکلا۔ پھر تیسری بار قیدی جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ **وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا** اَلَمْ نَطْعَمْكُمْ لَوْ جَاءَ اللّٰهُ لَا تَزِيدُ مِنْكُمْ جَوَارًا وَلَا تَنُكِرُوْنَ۔

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی خادمت کی ایک مثال کا میں نے خاص نوٹس لیا۔ کہ قرض تو بہت بڑی بلا ہے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا یہ قاعدہ رکھا تھا کہ جو شخص قرض دار مرہا اُس کے جنازے کی نماز نہ پڑھتے۔ اور قصود یہ تھا کہ لوگوں کو عبرت ہو اور قرض سے بچیں چنانچہ ایک شخص نے وفات پائی لوگوں نے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز جنازہ کی درخواست کی۔ آپ نے پوچھا **هَلْ عَلَى صَاحِبِكُمْ دَيْنٌ قَالُوا نَعَمْ قَالَ هَلْ تَرَكُوا مِنْ دِقَائِهِ قَالُوا لَا قَالَ فَصَلُّوا عَلَى صَاحِبِكُمْ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَلَى دَيْنِهِ يَدُ رَسُولِ اللّٰهِ فَقَدْ كَمَ فَصَلُّ عَلَيْهِ اسَ صَوْتٍ** میں ایک مرہا ہوا مسلمان نماز پیغمبر کی برکت سے محروم رہا جاتا تھا حضرت علیؓ سے اس کا حرام نہ دیکھا گیا۔ اور اُس کا سارا قرضہ اپنے اوپر اوٹ لیا۔ تو وہ زندہ مسلمانوں کی ایذا کو کیوں برداشت کرنے لگے تھے۔ سیر کی کتابوں میں بھی نظر سے گزرا ہے کہ حضرت علیؓ کے اپنے عزیز یہاں تک کہ اُن کے بھائی

سے کھانے کے خود حاجت مند ہیں اور آپ نہیں کھاتے غریب اور یتیم اور یتیم اور یتیم کو کھلا دیتے ہیں کہ ہم کو خدا کے لیے کھلا دے ہیں تم سے بدلہ یا شکر گزاری درکار نہیں ۱۲۔ پوچھا کہ اس شخص کی کچھ دینا ہو لوگوں نے کہا ہاں۔ پوچھا کہ اسے قرض کے لیے بھی کچھ چھوڑا۔ لوگوں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو تم اُس کے جنازے کی نماز پڑھو حضرت علیؓ نے کہا یا رسول اللہ اس کا قرض میرے ذمے ہے آپ نے اپنے نماز جنازہ پڑھائی ۱۳۔

حقیر ان سے ناخوش رہتے تھے۔ اس لیے کہ حضرت علیؓ ان کے دینے میں مضائقہ کرتے تھے۔

ایسا ہی معاملہ حضرت عمرؓ کو پیش آیا تھا کہ اُسامہ بن زید کو زیادہ ملا۔ تو عبداللہ بن عمرؓ نے باپ کا گلہ سا کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم اور اُسامہ برابر نہیں ہو سکتے۔ مجھ کو معلوم ہے کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسامہ کے باپ کو تمھارے باپ سے زیادہ دوست رکھتے تھے۔ حقیقت میں ان لوگوں کے کچھ عجیب حالات ہیں۔ حضرت عمرؓ نے سولہ دینار حج میں صرف کیے اور بیٹے سے کہا کہ ہم نے بیت المال کا روپیہ زیادہ اٹھا دیا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت اور سولہ دینار کا ذریعہ اور اس پر افسوس۔ حضرت ابو بکرؓ کے باپ میں تو پیغمبر صاحب پکائے فرماتے تھے کہ تیس قدر ان کا روپیہ میرے کام میں آیا ہو اور کسی کا نہیں آیا۔ مَا لَكَ لَا حَبِ بَعْدَ نَامِنَ بَدَا إِلَّا وَقَدْ كَا فَيُنَا هُ مَآ خَلَا أُنِي بَكْرٌ كَانَتْ لَهُ عَمَدٌ كَا يَدُ الْبَكْرِ فِيهِ اللَّهُ بِهَانِهِمْ الْقَبَاهُ تَوْ مَا تَفَعْنِي مَالٍ أَحَدٌ قَطًا مَا تَفَعْنِي مَالٍ أُنِي بَكْرٌ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک با پیغمبر صاحب کو یہ کہنے کی ضرورت تھی۔ یعنی وہی مسلمانوں کے عام فائدے کے لیے۔ کیونکہ ان کے ہاں ذاتی ضرورت سے تو کچھ بحث ہی نہ تھی خیر تو پیغمبر صاحب نے صحابہ کو جمع کر کے وعظ فرمایا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے تو اپنا آدھا مال لاس نہ کیا اور پیغمبر صاحب سے کھد بھی دیا اور دل میں سمجھا کہ آج حضرت ابو بکرؓ سے میں ضرور بازی لے جاؤں گا۔ دین گے تو وہ بھی ضرور مگر شاید آدھا نہ دے سکیں۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ بھی اپنا چندہ بیٹے ہوئے آجھونچے پیغمبر صاحب نے مجھ سے بھی پوچھا تھا مَا الْبَقِيَّتُ لَا هَلَاكَ تُو مِیں نے عرض کر دیا تھا مِثْلًا حضرت ابو بکرؓ سے بھی پوچھا۔ اُو انھوں نے کہا الْبَقِيَّتُ لَهِمُّ اللَّهُ وَدَّ مَوْلَاهُ اس کے بعد سے حضرت ابو بکرؓ کا یہ حال ہو گیا تھا کہ بند اور کموں کی تہلکہ کاٹنے سے تنگے لگاتے پھرتے تھے اور اسی سے لوگ ان کو لے جس کسی کا ہم پر کپڑا۔ سان تھا ہم سب کا ہلہ۔ تار پیچے نہ ابو بکرؓ کو جیسا اسان ہلہ۔ اس کا عوض قیامت میں اُن کو خدا کے یہاں سے ملے گا۔ اور مجھ کو کسی کے مال نے ایسا نفع نہیں یا جیب ابو بکرؓ کے مال سے ۱۲ لاکھ تمھ نے اسنے اہل ممال کے بکارتنا آتی۔ لکھا ۱۲ لاکھ جتنا حاضہ لایا موں اسی ق۔ اہل ممال نے لیے پیغمبر ہا ہوں ۱۲ لاکھ میں اتنے دے اس کے ۱۰ اہل و عیال نے لیے کچھ نہیں بیو ۱۰۔

ذوالخلال کہنے لگے تھے۔ اگر کسی کو چندے کی مقدار پر گھنٹہ ہو تو ان بزرگوں میں مقدور والے خدا
 کے فضل سے اس میں بھی کسی سے پیٹے نہ تھے **الشَّائِقُونَ الشَّائِقُونَ** عبدالرحمن بن عوف غزوہ تبوک
 میں نبھا سکے اس کے کفارے میں ستر ہزار دینار خدا کی راہ میں صرف کیے۔ ایک بار پانسو اونٹ
 اور پانسو گھوڑے خیرات کر دیئے۔ یہ حضرت عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اس بشارت کی خوشی میں قافلے کا
 قافلہ جو شام سے ان کا مال تجارت لا رہا تھا سب خیرات کر دیا۔ حکیم بن خرام نے سو غلام عرفے کے
 دن آزاد کیئے۔ جن کے گلے میں چاندی کے طوق تھے اور طوق پر کندہ تھا **تَقَاتُوا عَذَابَ اللَّهِ** ساتھ ہزار
 معاویہ کے ہاتھ رہنے کا مکان بیچ کر سارا زین خیرات کیا کیا لے تو ابو طلحہ انصاری نے کیا کیا بیچ کر
 پاس کوئی سائل آیا حضرت نے پہلے ازواج طاہرات سے کھلا بھیجا کہ کچھ ہو تو دوسب سے جواب
 صاف ملا۔ آخر پیچھا چاہتے تھے حاضرین سے فرمایا۔ کیوں بھائی تم میں سے کسی کو بہت ہو کہ اس
 غریب کو ایک رات مہمان رکھے۔ ابو طلحہ بولے حضرت میرے ساتھ کر دیجئے۔ مہمان کو تو لے گئے۔
 گھر چھوٹا کر مسکون ہوا کہ وہاں بھی سفایا ہو اور کچھ بھی تو اتنا کہ بچوں کا پوت پورا ہو۔ آخر اس کے سوا اور
 کچھ نہ کرتے بن پڑا کہ بی بی سے کہا کہ بچوں کو تو کسی طرح ہلکا پھسلا کر پیسے سے ملادو۔ کھانے کا وقت آئے تو
 کسی حیلے سے چراغ گل کر دینا۔ میں خالی موٹھ چلاتا رہوں گا۔ مہمان کا پیٹ بھر جائے گا۔ ایسا ہی
 ہوا۔ اسی واقعے کو مفسرین نے آیت **وَلْيُؤْذِرُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ** کا نشان
 نزول بتایا ہو۔ اب تک میں نے شخصی مثالیں بیان کی ہیں یہی حال تھا اگر وہ کا گروہ سے اور
 قوم کا قوم سے۔ مثلاً جب مہاجرین مدینے میں آ رہے تو انصار نے پیچھا صاحب علی المد علیہ وآلہ
 وسلم سے عرض کیا کہ یا حضرت ہمارے بھائی مہاجر محض بے سر و سامان ہیں۔ آپ ہمارے اموال
 میں ان کا برابر کا حصہ لگا دیجئے۔ حضرت نے فرمایا تمھارا یہی احسان بہت ہو کہ تم ہم سے کام نہیں لیتے
 لے لے لے لوگ نیک کامدار ہیں سب برکت لے گئے تھے ۱۲ لے تبوک ایک شہر کا نام ہے ملک شام میں ۱۷ لے وہ
 دس صحابی جن کو پیچھا صاحب نے بیٹے بیٹے کی خوش خبری بحکم خدا سنائی تھی ۱۲ لے خدا کی راہ میں آزاد کیئے ہوئے ۱۱
 لے اپنے تئیں حاجت ہی کیوں نہ ہو دوسروں کو اپنے اور مقدم رکھتے ہیں ۱۲۔

اور خرچ سے ہماری مدد کرتے ہو۔ پھر حب بنی نصیر کی غنیمت ہاتھ لگی تو پیغمبر صاحب کو انصار کی وہ بات یاد تھی۔ آپ نے انصار سے کہا کہ اب کہو تو غنیمت میں تمہارا حصہ لگا کر ہمارے کو بچائے۔ اموال میں شریک کر دوں۔ یا غنیمت صرف ہمارے لیے رہے۔ دل کہ ان کو ضرورت ہو۔ تمام انصار نے ایک زبان ہو کر عرض کیا کہ غنیمت صرف ہمارے لیے رہے۔ ہم کو اس کی خواہش نہیں۔ اور اپنے مال میں ہمارے شریک کرنے سے ہم پہلے بھی راضی تھے اب بھی راضی ہیں۔ پیغمبر کی ہائی کے بعد جو فتح مکہ کے تھوڑے ہی دنوں پیچھے ہوئی۔ حسب ہوازن اور ثقیف کی ٹوٹ تقسیم ہونے لگی تو حضرت نے قریش کو خوب جی کھول کر دیا۔ بعض انصار کے منہ سے یہ بات نکلی۔ کہ ہنوز ہماری تلواروں سے قریش کے خون پڑے ٹپک رہے ہیں اور ان ہی کو بہت دیا جاتا ہے۔ حضرت کو خبر پہنچی تو آپ نے انصار کو جمع کر کے فرمایا کہ میں نے ایسا ایسا سنا ہے۔ سو تم کو معلوم ہے کہیں صلحت وقت سمجھ کر بعض اوقات نااہل کو بھی دیتا ہوں۔ کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ لوگوں کو مال ملے اور تم کو خدا اور خدا کا رسول۔ انصار نے عرض کیا کہ ہم میں سے بعض نوجوان آدمیوں کے منہ سے ایسی بے جا بات نکلی تو سہی مگر ہم میں سے جو صاحب الرائے ہیں ان کو مطلق شکایت نہیں۔ اور ہم خدا اور خدا کے رسول سے راضی ہیں ہم کو مال و دولت کچھ درکار نہیں۔ ہم اسی کو بڑی دولت سمجھتے ہیں کہ آپ کے قدم ہمارے سروں پر رہیں۔ ان چند باتوں سے جو میں نے بیان کیں ظاہر ہو گیا ہو گا کہ قرون اولیٰ کے مسلمان کس رنگ سے اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کتنے تھے ہم میں ہی خیر خواہ دین میں خیر خواہان قوم ہیں۔ اور یہ عمارت اور یہ کارخانہ جس میں ہم لوگ اس وقت موجود ہیں۔ اس خیر خواہی کا ثبوت مہر ہے۔ لیکن گفتگو اس میں ہو کہ آیا خیر خواہی اور اس رنگ کی خیر خواہی مسلمانان کی ضرورت کا کافی ہو۔ یا نہیں۔ میرا کہنا یہی ہے کہ ہرگز کافی نہیں۔ اب تو جان جو کھوں کا کچھ بھی کام نہیں۔ صرف روٹی کا خرچ۔ سو اس طرح پرسسک کر خرچ کرنے سے نہ اب تک کچھ ہوا اور نہ آئندہ کچھ ہو سکے گا۔ کرنا ہی تو پورا کام کرو۔ ادھر ورا کام ہوا نہ ہوا برابر عربی فارسی میں تو کچھ اثر رہا نہیں۔

سنہ ۶۰۰ء کے ایک قبیلے کا نام ہے ۱۲ ہوازن اور ثقیف قبیلوں کے نام ہیں ۱۲۔

اب تو چلتا ہوا اعلیٰ انگریزی کا ہی۔ سوانگریزی شاعر کہتا ہے۔

آل ڈیٹ یو ڈو۔ ڈو۔ و تھو بور ماٹ

تھنگز ڈن بائی ماڈر آرٹور ڈن رائٹ

ذرا سوچئے اور سمجھنے کی بات ہو کہ قرآن میں جہاں جہاں مسلمانوں کو کوئی حکم دیا گیا۔ ہر زمانے کے مسلمان مکلف اور مخاطب ہیں یا صرف وہی لوگ جو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہودہ تھے۔ اگر احکام الہی اسی زمانے کے لوگوں کے ساتھ مخصوص ہوں تو سستے چھوٹے۔ مگر ہم نے تو کسی پیغمبر مسلمان کو بھی بھیجتے نہیں سنا۔ باتیں وہی ہیں کسی میں سرسوفرق نہیں اور ہونا ممکن بھی نہیں۔ وہی خدا ہے۔ وہی قرآن ہے۔ وہی احکام ہیں۔ وہی الگ عموماً ہاں ایک بات کا فرق ضرور ہے کہ ویسے مسلمان نہیں اُنھوں نے اسلام کو دیکھا ضعیف۔ محتاج امداد۔ محتاج حمایت۔ اور جان و مال سے اس کی مدد کو بل پڑے۔ آپ فاتح کیلئے اور دوسروں کے پیٹ بھرے۔ ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا؟ کسی نے نہیں۔ کبھی نہیں۔ بھوکے بچوں کو تھپک تھپک کر کھلایا۔ اور مہمان کو کھلایا۔ ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا کسی نے نہیں۔ کبھی نہیں۔ سلطان وقت ہو کر پیوند لگا سے۔ ہوتا جھوٹا بہتا تاکہ جو کوڑی بیچے دوسرے مسلمانوں کے کام آئے ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا؟ کسی نے نہیں۔ کبھی نہیں کسی نے آدھا اور کسی نے سارا مال ایک دم سے خدا کی راہ میں دے دیا۔ ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا؟ کسی نے نہیں۔ کبھی نہیں۔ بے سروسامان بھائیوں کی مدد جو کی سو کی۔ اُن کو آدھا مال بانٹ دینے کے لیے اصرار کرتے رہے۔ ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا؟ کسی نے نہیں۔ کبھی نہیں۔

حضرت کے چچا حمزہ بن مطلب اور معصب بن عمیر کو پورا کفن تک نہ ملا۔ یہاں تک کہ چچا در موعظہ پر ڈھانک کر سپرد پر گھاس ڈال دی گئی۔ اور یہ اُن معصب کا مذکور ہے۔ جن کی نسبت بتینہ صہاب نے فرمایا کہ میں نے دو دوسو درہم کا حلقہ پہنے اپنی آنکھ سے اُن کو دیکھا ہے۔ ہم میں سے بھی کبھی کسی نے کسی مسلمان کو ایسے سامانی کے ساتھ دفن ہوتے دیکھا؟ کسی نے نہیں۔ کبھی نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ کی طرح تنکے اور کانٹے لگانا تو اُن ہی کا کام تھا۔ ہم میں سے کسی نے چینی کے پتوں پر

سلج جو کچھ کرنا ہی بھر مقدور کرو۔ ادھر سے کام بھی ٹھیک نہیں ہوتے ۱۷۔

بھی کبھی قناعت کی ہو؟ کسی نے نہیں کبھی نہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہمیں سے بھی کبھی کسی نے عام مسلمانوں کو اپنے نفس اور اہل و عیال اور عزیزوں پر ترجیح دی جس کا دوسرا نام ایثار ہی کسی نے نہیں۔ کبھی نہیں۔ قطعاً

خسرو سے خواستگاری میں یوں کہ کن	باز می اگر چہ پانہ سکا سر تو کھوسکا
کس موندھ سے اپنے آپ کو کتنا ہی عشق باز	ای روسیہ تھجھ سے تو کچھ بھی نہ ہو سکا

شاعر نے تو کہا ہے۔ ح

”ای روسیہ تھجھ سے تو کچھ بھی نہ ہو سکا“

اور میں کتنا ہوں۔ ح

”ای روسیہ تھجھ سے تو کچھ بھی نہ ہو سکا“

پس یا تو اپنا استغناء دیکھا تو یا اسلام اور خیر خواہی اسلام کے دعویٰ سے ہاتھ اٹھاؤ۔ یا اگر شہرہ راصلوات خیر جو ہو گیا سو گیا۔ اب اس کی تلافی کرو۔ سید احمد خاں تو میرے بچہ کے سننے والوں میں نہ ہوتے تو بہتر تھا۔ مجھ کو چارونا چار اُن کا تذکرہ کرنا پڑتا ہو۔ اور ان کے ہروان کی بیج کرنا خود مجھ کو ناگوار ہوتا ہو۔ ان کو مجھ سے بھی زیادہ ناگوار ہوتا ہوگا۔ مگر یہ میرے اختیار کی بات نہیں۔ ایک شخص کو دیکھتا ہوں اور نہ صرف میں دیکھتا ہوں۔ بلکہ سارا زمانہ دیکھ رہا ہو کہ مسلمانوں کے پیچھے اپنی جان کھپائے چلا جاتا ہو۔ کیوں کر ممکن ہو کہ مسلمانوں پر کچھ دوں اور سید احمد خاں کا نام نہ لوں۔ بس ایک شخص کی دل سوئی تو اگلے لوگوں کی دل سوڑی کے لگ بھگ معلوم ہوتی ہو۔ باقی یوں کہنے کو تو ہم سب مسلمان ہیں۔ سبھی اسلام کے خیر خواہ ہیں اور اپنے مفروضہ کے موافق بھی کرتے ہوں گے۔

ای ذوق کس کو چشم حقارت سے دیکھئے	سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں
----------------------------------	---------------------------------------

سید احمد خاں کے ظاہر حال سے دھوکا ہو سکتا ہو کہ اونچے درجے کے انگریزوں کی طرح مائدہ بود کرتے ہیں گورنروں کو مہمان رکھتے ہیں۔ ان کے ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہیں۔ تو بہ تو بہ زبان آخر تو چمڑے کی ہو اس وقت کیا ہو سکتی ہو۔ ہم پیالہ نہیں صرف ہم نوالہ۔ ایک بدگمان آدمی کو یہ کہہ دینا۔ اور نہ صرف کہہ دینا بلکہ اُن لوگوں کو

حقیقت الحال سے آگاہ نہیں۔ یقین کرادینا کیا مشکل ہو کہ ان کی ساری غیر غراہی اسی میں منحصر ہو کہ لوگوں کی جن میں ٹوٹے پھرتے ہیں۔ اور اس کا کرڈٹ آپ لیتے ہیں حلوئی کی دکان پر واداجی کی فاتحہ لیکن جس کے دل میں ایسا واہمہ گزے اُس کو اس بات پر بھی نظر کرنی چاہیے کہ سید کو چاروناچا فیلانوں کے ساتھ دوستی رکھنی پڑتی ہو۔ اور وہ بڑے پھاٹک کے بدون بھہ نہیں سکتی ۵

یا لیکن باپلیباناں دوستی | یا بنان کن خانہ بربالا لے پیل

اگر یہ انگریزوں کی طرح ہائی لائف (اوپر نی شان دار زندگی) نہ رکھیں تو کوئی اعلیٰ درجے کا انگریز اعلیٰ درجے کا نیوڈ ہندوستانی (جن بے چاروں نے۔ ع

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

انگریزی عمارتی سے اتنا ہی فائدہ اٹھایا ہو کہ انگلش ٹیپس (اوسل انگریزی) کا مونڈ چڑانے لگے ہیں ایسے لوگوں میں سے کوئی ان کی طرف رخ کرے۔ رخ کرنا کیسا۔ اپنی اسپیشل ٹرینوں کے علیگڈہ سٹیشن میں ٹھہرنے کے بھی تو روادار نہ ہوں۔ اور ایسی موٹی اسامیاں دام میں نہ آئیں تو چندے کی بھاری بھاری رقمیں کن سے ہاتھ لگیں۔ یہ تو کم سر سید کی فوق البھڑک زندگی کی۔ اگر اُس کو فوق البھڑک کہنا درست ہو۔ مجھ کو حقیقت میں معلوم نہیں کہ سید احمد خاں نے اپنی جیب خاص سے کیا خرچ کیا۔ لیکن چوں کہ ان کا عہدہ دنیا میں نہیں ہوا ان کی قومی ہمدردی کا اندازہ چندے کی مقدار سے کرنا بے انصافی ہو۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بھی چندے کی ضرورت ہوئی تو مقدرت والوں نے دینار و درم کی تھیلیاں لاکر آٹ دیں۔ ایک بے مقدور صحابی تھے اُن کا دست رس یہیں تک تھا کہ چند ٹھی کھجوریں جو اُن کو دستر آئیں لا حاضر کیں۔ اس کی اُن لوگوں نے جو دل سے نہیں بلکہ چندے کی مقدار سے دلی ہمدردی کی جانچ کرتے تھے۔ ہنسی اُڑائی۔

اللہ میاں کو ان کی ہنسی ایسی بری لگی کہ بڑے غصے کی ایک آیت نازل ہوئی اَللّٰہُ یَنْزِلُ عَلَیْہِ سُبُحٰنًا ۱۲
لے خیرات کرنے والے مسلمان جن اپنی محنت کی کمائی سے زیادہ کا نقد و نہیں جو لوگ ایسے مسلمان ہیں صدقات کے بائے میں طعن و تمسخر کریں اللہ اُن کے ساتھ تسخر کرنا ہو اور اُن کو دکھ کی مار ہو ۱۲

الْمُطَوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جَهَنَّمَ فَيَتَنَبَّهُونَ
 مِنْهُمْ وَهُمْ عَلَيْهِمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ پس سید احمد خاں کی قومی ہم دردی کا موازنہ کرنا چاہیے۔ اس سے کہ
 انھوں نے اپنے جسم اور دل اور دماغ اور آرام کو جس کے اس عمر میں سبھی سخت حاجت مند ہوا
 کرتے ہیں اور یہ بھی ہیں قوم کے نذر کر دیا کیا مال ان چیزوں سے بھی زیادہ عزیز ہو سکتا ہو۔
 پس ضرور بقدر دسترس اُس کے خرچ کرنے میں بھی انھوں نے دریغ نہیں کیا ہوگا۔ انھوں نے
 دل سوز و فادار اور نمک حلال غلاموں کی طرح قوم کی چند در چند خدمتیں کیں۔ میں یہاں تک بھی
 ان کی بہت قدر نہیں کرتا جس چیز کی سب سے زیادہ وقعت میرے ذہن میں ہو یہ ہے کہ قوم مت
 پزیر نہیں ہوئی (افسوس) اور یہ شخص اُسی خوش دلی اور اُسی سرگرمی کے ساتھ اپنے کام میں لگا
 ہوا ہو۔

آج سرسید کی لیاقت کا ہندوستان میں ایسا سکہ ٹھہرا ہوا ہے کہ انگریزی سرکاری نگاش
 نہیں تو ہندوستانی سرکاروں میں ہزاروں کی نوکری ان کی جوتیوں سے لگی پڑی تھی۔ مگر انھوں
 نے اپنے دھن کے آگے ان باتوں کا خیال بھی نہ کیا ہوگا۔ یہ وہ خیر خواہیاں ہیں کہ روپیہ تو ایک
 بے حقیقت چیز ہو۔ جواہرات بھی ان کا مول نہیں ہو سکتے سرسید میں ہم اس بات کا ثبوت پاتے ہیں کہ
 جس چیز کی مسلمانوں کو ضرورت ہو وہ سچی ہمدردی ہو۔ مقدور ہونہ سہی۔ ہم کو دینے والے درکار نہیں بلکہ
 درکار ہیں لینے والے۔ لینے والے ہوں گے تو وہ دینے والے آپ پیدا کر لیں گے۔ جن لوگوں نے علی گڑھ
 کالج میں چندہ دیا۔ اُن کا دینا ایک حسنہ ہو۔ اور سید احمد خاں کہیں دَاْعٰی اِلَى الْخَيْرِ ہوئے۔ کہیں
 دَاْعٰی اِلَى الْخَيْرِ کہیں قَاعِدٌ اِلَى الْخَيْرِ کہیں مَسَادِقٌ اِلَى الْخَيْرِ پس ان کے یہ مزید حسنت ہیں۔
 اور سرسید مسلمانوں کے لئے خیر محض۔ اسلام کو جو ترقی ہوئی تھی وہ بھی مفلس ہی مسلمانوں کی کوشش
 سے ہوئی تھی۔ پس جس کو خدا توفیق دے اور اُس کے دل میں مسلمانوں کی امداد کا داعیہ پیدا ہو
 لے نیک کاموں کی طرف بلائے۔ والے ۱۲ لے۔ بتا۔ نے نے نیک کام کے ۱۲ لے چلنے والے طرف خیر کے ۱۲ لے
 کھینچنے والے طرف خیر کے ۱۲۔

ہونا چاہیے کہ **مُتَوَكِّلًا عَلَى اللَّهِ** اٹھ کھڑا ہو اور بے سامانی کی طرف سے ذرا بھی پس و پیش نہ کرے۔
 ارادہ ہی کافی سامان ہو بشرطیکہ پکا ہو۔ کیا خوب کہا ہے ۵

صَلِّمُ الْعَزَمِ فِي الْمُهَيَّمَاتِ جِدًا قُلْ مَا خَابَ صَادِقُ الْعَزَمَاتِ

ایک بات میرے دل میں دیر سے گھٹک رہی ہے اور میں اُس کو ٹالتا چلا جاتا ہوں۔ مگر تک تک اور اُس کو لگا رکھوں تو کس دن کے لیے۔ وہ یہ کہ قرآن میں جو جگہ جگہ جہاد کی مدح ہے۔ تاکید ہے۔ مجاہدین کے لیے بشارتیں ہیں موعیدیں ہیں اور اُس کو افضل الاعمال فرمایا ہے۔ آیا جہاد سے وہ لڑائی مراد ہے۔ جس میں خون نکل آتا ہے جس میں سر چھوٹتے ہیں اور ہڈیاں ٹوٹتی ہیں۔ اور سنا ہو کہ آدمی مر بھی جاتا ہے تو اس کے افضل الاعمال ہونے میں کیا شک ہے۔ مگر اس صورت میں وہ فرض موقت ہوگا۔

یعنی اس کی ضرورت واقع ہوگی **فِي دَفْعِ دُونِ دَفْعٍ** لیکن الفاظ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز روزہ کی طرح جہاد بھی حکم مستمر اور تجدیدی اور ایستہ اس طرح کی بھی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غزوے سے واپس شریف لائے اور فرمایا کہ **رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْكَلْبِ إِلَى الْجِهَادِ الْكَلْبِ** اور مسلم ہے کہ جہاد اکبر سے مراد تزکیہ نفوس ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جہاد کا اطلاق صرف لڑائی بھڑائی اور مار کٹائی پر

نہیں۔ بلکہ ہر عمل خیر جس میں جہد و مشقت ہو داخل جہاد ہے۔ ہم اپنے محاورے میں ہاتھ دھو کر ایک کام کے پیچھے پڑنے کو جان کا لڑا دینا بولتے ہیں۔ پس اگر مثلاً **يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ** یا **نَفْسِهِمْ** کا ترجمہ کیا جائے کہ خدا کی راہ میں اپنی جانیں لڑا دیتے ہیں تو میرے نزدیک زیادہ رو بصحت ہوگا بیشک ایک وہ وقت تھا کہ جہاد فی سبیل اللہ مخصوص اور متعین تھا لڑائی میں۔ لیکن اب مسلمانوں کی بہتری اسی میں ہے کہ اہل یورپ کے علوم کو تکمیل کے ساتھ حاصل کریں۔ اور ہمارے زمانے کا جہاد یہی ہے کہ جس طرح بن پڑے مسلمانوں کو تعلیم دی جائے میں جانتا ہوں کہ آج کل کے

۱۲ سالہ خدا پر بھر دسا کر کے ۱۲ سالہ شکل باتوں کا عزم کرو تو پچھتے طور پر کہو۔ سچے ارادے کا آدمی کسرا نام رہتا ہے ۱۲۔

۱۳ سالہ ایک وقت ہوگی اور ایک وقت نہ ہوگی ۱۲ سالہ ہمیشہ ۱۲ سالہ وقتاً فوقتاً اُس کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے ۱۲ سالہ ہم چھوٹے جہاد سے لوٹ کر بڑے جہاد کی طرف متوجہ ہوتے ۱۳ سالہ اخلاق بد سے نفس کو پاک کرنا ۱۲۔

مولوی اس تفسیر کو سن کر کان کھڑے کریں گے۔ مگر میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ نہ خوف سے اور نہ خوشامد سے بلکہ دیانت سے میں انگریزی عہداری کو خاص کر مسلمانوں کے حق میں بڑا ہی احسان آتی سمجھتا ہوں مسلمانوں کو اپنی عہداری میں وہ امن اور آزادی نصیب نہیں جو ہم مسلمانان ہند کو امپریس و کٹوریہ کے ظلِ حمایت میں ہے۔

جو لوگ اسلام کے متفقہ نہیں اکثر نادانانہ اقفیت سے اور بعض ضد سے اسلام پر تہمتیں لگاتے ہیں۔ مگر خدا و رب عہدی کی اسلام میں اس سختی کے ساتھ ممانعت کی گئی ہے کہ کوئی جھوٹوں میں بھی ایسا الزام نہیں لگا سکتا۔ خدا (مسلمانوں کا خدا) کیسے صاف لفظوں میں پکار رہا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُوبِ ۚ ذَلِكُمْ فَكْرًا عَظِيمًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۚ لَا تَقْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ۚ خَيْرٌ لَّكُمْ تَوَلَّيْتُمْ كُنْتُمْ أَكْثَرًا مُّعْتَدِينَ ۚ

ہیں۔ اب دیکھو اُن کی تعمیل۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسب تقاضائے مصلحتِ وقت عہدِ نبیہ کی صلح دیکر کی تھی۔ اس میں شرط یہ تھی کہ دورانِ صلح میں اگر کئے والوں میں سے کوئی شخص بھاگ کر پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلا جائے تو پیغمبر صاحب اس کو واپس کر دیں اور اگر پیغمبر صاحب کا آدمی بھاگ کر کئے والوں میں جائے تو نیزہ صلح نامے پر دستخط ہو جائے تھے کہ اتنے میں سہیل کا بیٹا ابو جندل جس کو باپ نے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا اگر تا پڑتا پیغمبر صاحب پاس حاضر ہوا۔ اُس کو دیکھ کر صیباہ رفہ کے تیور بدے۔ اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ملال تو بہتیرا ہی ہوا مگر صلح کر چکے تھے صاف کہہ دیا کہ بھائی جا صبر کرو میں تو بد عہدی نہیں کروں گا۔

اسی طرح ابوبصیر کے سے بھاگ کر مدینے میں آئے جوں ہی پیغمبر صاحب نے اُن کو دیکھا۔ فرمایا وَبِئْسَ مَا كُنْتُمْ تَفْعَلُونَ اور بے تامل اُن کو اُن دو آدمیوں کے حوالے کر دیا جو اُن کو پکڑنے

لے اسی ایمان والو عہد و پیمان کو پورا کرو۔ جب عہد کر لیں تو اپنے عہد کو پورا کرنے والے۔ عہد کو پورا کر، کیوں کہ اس کی پرستش ہونے والی ہے۔ ۱۔ کنز الدین بن مین فساد مت پھیلاؤ ۱۲۷ھ اس کا برابر وراثی کی آگ بھڑکانے والا ۱۲۔

آئے تھے۔ ایک بڑی ہی عمدہ حدیث ہو کہ پیغمبر صاحب نے اپنے وقت کے سلاطین کو دعوت
 اسلام کے خط لکھے۔ ایک خط ہر قتل روم کے نام بھی تھا۔ وہ جو اس کو ملا تو اس نے دریافت کیا کہ
 دیکھو مکے کے لوگ تجارت کے لیے اکثر آیا کرتے ہیں اگر ہوں تو ان کو حاضر کرو چنانچہ سارے قافلے کو
 ہر قتل پاس لے گئے۔ ان میں البوسفیان بھی تھے۔ جو اس وقت تک پیغمبر صاحب کے برٹے
 مخالف تھے۔ ہر قتل نے ان لوگوں سے پیغمبر صاحب کے جزو کل حالات پوچھے۔ ان میں سے
 ایک بات یہ بھی تھی کہ اس شخص نے یعنی پیغمبر صاحب نے کبھی بد عہدی بھی کی ہے۔ البوسفیان کہتے ہیں کہ
 پیغمبر صاحب کی مخالفت کی وجہ سے کئی بار میرے دل میں آیا کہ جھوٹ کھدوں۔ مگر ساتھ والوں کے
 ڈر سے نہ کھ سکا جب ہر قتل نے پوچھا کہ کبھی بد عہدی بھی کی ہے تو انہیں اتنی بات کبھی گزر کر اب تک تو
 نہیں کی آگے کی خبریں پیغمبر صاحب کو تو عہد کے نباہ کا یہاں تک خیال تھا کہ ایک خط میں آپ نے
 فرمایا اَوْفُوا بِعَهْدِكُمْ فَانَّهُ يَعْزِي الْاُمَمَ لَا يَزِيدُكَ اِلَّا شِدَّةً۔ معاویہ نے اہل روم سے
 معاہدہ صلح کی۔ جب معاہدہ قریب الانقضاء ہوئی تو انہوں نے اس ارادے سے سرحد کی طرف کو
 کوچ کرنے شروع کر دیے کہ معاہدہ گزرتے ہی حملہ کر دیں اتنے میں دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار
 چلاتا رہا ہو اللہ اکبر اللہ اکبر دُعا لا عُدُو دیکھا تو عمر بن عسہ صحابی تھے۔ معاویہ نے حال پوچھا تو
 انہوں نے کہا سمعتُ رسول اللہ يقولُ مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَحِلُّ لَهُ عَهْدٌ اَوْ لَا
 يَشُدُّهُ حَتَّى يَمُوتَ اَوْ يَشُدُّ اِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ یہ سنتے ہی معاویہ اُسے لوٹ پڑے۔
 مہاجرین اولین نے جب نجاشی کے پاس جا کر پناہ لی تو وہاں نجاشی کو ایک لڑائی پیش آگئی مسلمان
 تو گھبرائے کہ یہاں بھی ہمارے تقدیر سے کئے نے پھیلنا چھوڑا
 مہاجرین کہ رسیدیم آسمان پیدا است

سلف زمانہ جاہلیت کے عہد و پیمان کو نبی ہو کیوں اسلام کی وجہ سے اس کو اذیت ہو گئی ہو ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳ ۱۴۴۴ ۱۴۴۵ ۱۴۴۶ ۱۴۴۷ ۱۴۴۸ ۱۴۴۹ ۱۴۵۰ ۱۴۵۱ ۱۴۵۲ ۱۴۵۳ ۱۴۵۴ ۱۴۵۵ ۱۴۵۶ ۱۴۵۷ ۱۴۵۸ ۱۴۵۹ ۱۴۶۰ ۱۴۶۱ ۱۴۶۲ ۱۴۶۳ ۱۴۶۴ ۱۴۶۵ ۱۴۶۶ ۱۴۶۷ ۱۴۶۸ ۱۴۶۹ ۱۴۷۰ ۱۴۷۱ ۱۴۷۲ ۱۴۷۳ ۱۴۷۴ ۱۴۷۵ ۱۴۷۶ ۱۴۷۷ ۱۴۷۸ ۱۴۷۹ ۱۴۸۰ ۱۴۸۱ ۱۴۸۲ ۱۴۸۳ ۱۴۸۴ ۱۴۸۵ ۱۴۸۶ ۱۴۸۷ ۱۴۸۸ ۱۴۸۹ ۱۴۹۰ ۱۴۹۱ ۱۴۹۲ ۱۴۹۳ ۱۴۹۴ ۱۴۹۵ ۱۴۹۶ ۱۴۹۷ ۱۴۹۸ ۱۴۹۹ ۱۵۰۰ ۱۵۰۱ ۱۵۰۲ ۱۵۰۳ ۱۵۰۴ ۱۵۰۵ ۱۵۰۶ ۱۵۰۷ ۱۵۰۸ ۱۵۰۹ ۱۵۱۰ ۱۵۱۱ ۱۵۱۲ ۱۵۱۳ ۱۵۱۴ ۱۵۱۵ ۱۵۱۶ ۱۵۱۷ ۱۵۱۸ ۱۵۱۹ ۱۵۲۰ ۱۵۲۱ ۱۵۲۲ ۱۵۲۳ ۱۵۲۴ ۱۵۲۵ ۱۵۲۶ ۱۵۲۷ ۱۵۲۸ ۱۵۲۹ ۱۵۳۰ ۱۵۳۱ ۱۵۳۲ ۱۵۳۳ ۱۵۳۴ ۱۵۳۵

کمریں باندھ باندھ بنجاشی کے ساتھ ہوئے اور اس کی فتح کے لئے دھامیں مانگنے لگے سوالگ ایسے احکام اور ایسی مثالوں کے ہوتے ہوئے ہول برہشٹ انڈیا میں کبھی کوئی مسلمان اُس جہاد کا خیال کر ہی نہیں سکتا جس کے معنی ہیں دشمنی اور مخالفت کی لڑائی۔ ایسی لڑائی اس عداوتی میں کسی بھلے آدمی کا شیعہ نہیں اور نہ اس کو عقل جاؤ رکھے اور نہ مذہب۔ مگر ہاں دکوئی پولیس کا آدمی تو ادھر ادھر نہیں لگا ہی گورنمنٹ کے تو نہیں اہل یورپ کے ساتھ علی مورچہ لینے کو بے اختیار جی چاہتا ہو کجنت مسلمان ہمت ہی نہیں کرتے۔

میں نے مضمون ایسا وسیع اختیار کیا کہ اگر میں وعظ کرتا ہوتا تو زیادہ نہیں تاہم ایک برس تو خاصہ گھسیٹ لے جاتا۔ میرا دماغ نہیں تھکا۔ آواز نہیں ٹھکی۔ مگر کھڑے کھڑے ٹانگیں تھک گئی ہیں۔ اور مستمعین بھی ملول ہو گئے ہوں گے۔ میں مسلمانوں کے مارنر پر کچھ ریا کس کرنے کو تھا مگر وہ بھی طلب کام ہو تو میں اپنے کچھ کو ختم کیے دیتا ہوں۔ مگر چلتے چلتے ایک آیت تو اور سنو اس کا ایک ایک حرف ہم پر منطبق ہو۔ گویا ہم ہی اس کے شان نزول ہیں **هَٰذَا أَنْتُمْ هَٰؤُلَاءِ مَنْ لَفِظُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَاتِلُوا مَنْ يَبْغِي وَيَبْغِي عَنْ نَفْسِهِ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ وَإِنْ تَسْتَوُوا أَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَلَكُمْ** اس آیت میں دو باتیں باتوں کا میں نے سریش نوٹس لیا ہو۔ ایک تو یہ **وَمَنْ يَبْغِي فَإِنَّمَا يَبْغِي عَنْ نَفْسِهِ** جو کوئی بخل کرے تو یہ نہ سمجھے کہ دوسرے محروم ہے نہیں وہ خود محروم رہا۔ کیوں کہ جو کچھ خدا کی راہ میں خرچ کرتا اُس کا فائدہ اُسی کو چھوٹتا۔ اس سے ہماری عام غلطی کی اصلاح ہوتی ہو کہ لوگ خدا کی راہ میں تیرے اور لینے والے یا دلوانے والے پر احسان رکھتے اور نہیں سمجھے کہ خدا کی راہ میں دینا عین اپنے تئیں دینا ہو۔

لے تمام ہندوستان ۱۲۷۱ھ احسناق ۱۲۷۱ھ دیکھو تم ہی خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلائے جاتے ہو تو کوئی تم سے بخل کرتا ہو اور جو بخل کرتا ہو تو وہ اپنے حق میں بخل کرتا ہو اور اللہ بے نیاز ہو اور تم حاجت مند ہو اور اگر نہ مالو گے تو تمہارے بڑے دوسروں کو اُسے اُسے گا وہ تم جیسے ہونے کے بھی نہیں ۱۲۷۱ھ مطلب یہ کہ دو باتیں باتوں کی طرف توجہ زور سے توجہ کی ہو ۱۲۷۱۔

دوسری دھمکی اُن تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُونُ اٰمَنًا لَّکُمْ خدا اور اُس کی
عظمت اور شان اور قدرت کو جاننے پہچاننے والے کے دل پر ویسا ہی اثر کرے گی جیسا کہ دوسری
ایک فرمایا ہو کہ اُنَّا نَزَّلْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ عَلٰی جَبَلٍ لِّرَاٰیَتِهِ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشٰیةِ اللّٰهِ۔ مگر
نہ ویسے دل ہیں نہ ویسا ایمان ہو۔

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست

در باغِ لاله روید و در شورِ بومِ خس

ایک دل نراہ بن ادنی تابعی قاضی لبصرہ کا تھا کہ نمازیں قِیَازِ اُنْقَرٰی فِي التَّارِقِ پڑھایے اختیار
بیچ بکلی اور بیچ کے ساتھ روح پر واز کر گئی اب قِیَازِ اُنْقَرٰی فِي التَّارِقِ قِیَازِ کے منے کون سمجھتا ہو اور سمجھتا تو
اُس کا یقین کون کرتا سمجھنے والے تو ان فکروں میں پڑے ہیں کہ عرصہ گاہ محشر نہ ہو کوئی فوج کا پڑاؤ ہو
پس ناقور سے اس کے اصلی معنی مراد ہو نہیں سکتے۔ اللہ میاں بھی کہتے ہوں گے کہ عجب کٹھ عجت بندل
سے معاملہ پڑا ہو۔ کجگوں نے قرآن کو ابنِ حاجب کا کافیہ بنا دیا ہو کہ لفظ مونہ سے نکلا اور اعتراضات کی
بوچھاڑ ہوئی۔ اس طرح کے شبہات کا دل میں خطور کرنا بڑے خطر کی بات ہو۔ یہ نشان ہو اس بات کا
کہ طبیعت دین کی باتوں کے قبول کرنے سے ابا کرتی ہو قَمِنَ یُرِی اللّٰهُ اَنْ یَّهْدٰی یَهْدِیْ حَرَصَدًا
لِّلْاِسْلَامِ وَمَنْ یُّرِیْ اَنْ یُّضِلَّہُ یَجْعَلْ صَدْرَہُ ضَیْقًا حَرَجًا کَا ثَمًا یَصْعَدُ فِی السَّمٰوٰتِ الْاَعْلٰی
نے کالج کے لڑکوں کی طرف نظر کی جو ہال کے دونوں طرف اونچی گیلری پر جمع تھے اور خوب تہہ اڑا رہے
بے شک انسان کو جتنی قوتیں جسمانی اور دماغی دی گئی ہیں کسی مصلحت سے دی گئی ہیں ان میں سے
کسی قوت کا مہمل اور غفل رکھنا داخل رہبانیت ہو کہ لَدٰہٰ بَٰنِیۃٌ فِی الْاِسْلَامِ مِکْرَ اَعْتَدَالِ شَرَطِہِ
ضرور عقل بھی ایک قوت ہو اور بڑی بجا آمد قوت ہو۔ مگر اس کی رسائی کی بھی ایک حد ہو۔ اس کو اس کی
لے اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کیا ہوتا تو وہ خدا کے خوف سے جھک گیا ہوتا نہ پھٹ گیا ہوتا ۱۲۷ء جب پھوٹا جائے
صور ۱۲۷ء جس کو خدا ہدایت دینی چاہتا ہو اسلام کے لئے اُس کے سینے کو کھول دیتا ہو اور جیسے گرا کر ناچتا ہو تو اُس کے
سینے تو ننگ رہا ہو اگر دیتا ہو جیسے اُس کو کوئی آسمان میں پئے چلا جا رہا ہو ۱۲۷ء غلامِ گرد مش ۱۲

حد سے باہر لے چلنا اگر پڑی ہر اور یہی وہ عیب ہے جس سے کئی طبیعت کا آدمی محفوظ نہیں رہ سکتا جتنا علم اس وقت دنیا میں ازمنہ ماضیہ کے علوم سے کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو پھر بھی قاصر و محدود ہے وہاں اوتینکم من العلم الا قلیلاً تو جو شخص دین کی ہر ایک بات کو اپنی عقل کی گرفت میں لانے کی کوشش کرتا ہو وہ اس گھٹے ٹٹ پونچھے پنساری سے زیادہ آئسٹ نہیں ہو سکتا جو اپنی کوئی سے ساری تو ابادین کی دوائیں ہتیا کر دینے کا اڈا کرے۔

اگر عقل انسانی میں اتنی رست ہوتی کہ وہ تمام اسرارِ حکمت الہی پر احاطہ اور ان باتوں میں جو بعد مرگ پیش آنے والی ہیں رائے زنی کر سکتی تو دین کا سارا سلسلہ ہی درہم برہم ہو جاتا۔ اور وہی عقل لوگوں کی ہدایت کو کفایت کرتی۔ تحقیقات کا جو طریقہ ہمارے نوجوان انگریزی خواں ساکنان ملا اعلیٰ دیکھ کر ان کے کالج کے طلباء کی طرف پھر سر اٹھا کر دیکھا پسند کرتے ہیں اس کا ایک پہلو بہت زربون ہے کہ جو عظیم ہر ایک مسئلے کو عقل کی روشنی سے دیکھیں اور کسی بات میں تصورِ فہم کا اعتراف نہ کریں اور جو امر اپنی سمجھ سے بالاتر پائیں اُسے جھٹک لیں بلکہ جو ایمان لائے۔ بلکہ ایمان لاتے ہیں اپنی عقل پر اور بس۔ یہ بیان منجھو تاہو ایک بہت بڑی بحث کی طرف جس کے بڑے وقت مساعی نہیں۔ بات یہ کہ میری مت کسی سے نہیں ملتی۔ نہ اولڈ سکول (پرانے خیالات) والوں کی طرح میں ڈارک دیوڑ کو تاہ نظر کوکتا ہوں۔ نہ منجھریوں کی ہی بلندی پر وازی جب سر سید نے مجھ کو لکھا کہ تجھ کو مسلمانوں پر کچھ دینا ہوگا۔ تو میں نے اپنے ان ہی خیالات کی وجہ سے فی اہل اولیٰ چاہا تھا کہ غدر کروں۔ پھر میں نے سمجھا کہ سر سید تو نہیں مگر شاید کسی کو ایسا گمان ہو کہ لاہور کی کالفرنس میں جو ذرا تعریف ہو گئی تھی تو شیخی میں آگیا ہو۔ جلاتے ہیں تو بڑھے خربے کرتا ہو اس سو منظر نے دفع کرنے کو میں بے عذر آمو جو ہوا۔ اگر آج کے پکڑنے کوئی خاص اثر پیدا کیا تو وار سے میں ورنہ مجھ کو تو اس منظر سے کوئی حرف منہ سے نکالتے ہوئے پھر منوگے نہیں۔ یہ طرف نہ لے سر سید ہی کو دیا ہو۔ ع کس بشنود یا شنود من گشتگوئے نے کفم

لنسیان پت ۱۲ شہ علم تو تم کو دیا گیا ہو مگر یوں ہی سا ۱۲ شہ دیانت وار ۱۲ شہ جو کہ میں نہ آیا ہے اُس کو بھٹلانے ۱۲۔

پچھٹا لکچر

جو بلا افتتاح مدرسہ طبیہ دہلی منعقدہ ۲۳ جون ۱۸۸۹ء پریا گیا

تمہید

اس جلسے کی وقت اسمائے گرامی صاحبان ذیل سے معلوم ہوگی کہ کس رتبے کے لوگ شریک تھے۔ جناب مسٹر آرکلاک صاحب ڈپٹی کمشنر دہلی۔ جناب سر سید خاں صاحب۔ جناب جلال لدولہ نواب محمد متا ز علی خاں صاحب بہادر متقل جنگ رئیس و جاذب صاحب عالم مرزا سلیمان شاہ صاحب بہادر گورگانی۔ نواب محمد اسحاق خاں صاحب جنٹ مجسٹریٹ اٹاوا۔ لالہ رام کشن داس صاحب رئیس آنریری مجسٹریٹ۔ لالہ سرکیشن داس صاحب ساہو گورو الہ رئیس و آنریری مجسٹریٹ۔ جناب ڈپٹی ہادی حسین خاں صاحب آنریری کسٹرس اسسٹنٹ کمشنر رئیس دہلی۔ جناب مولوی شمس الدین خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر میرٹھ جناب مولوی محمد لطف الدین صاحب رئیس علی گڑھ۔ نواب رضا علی خاں رئیس رامپور نواب احمد علی خاں صاحب رئیس رامپور۔ میجر شیشہ بھیا صاحب بہادر رئیس گوالیار۔ شاہزادہ والا کوہر صاحب کسٹرس اسسٹنٹ کمشنر بہادر۔ ملا امجد علی صاحب رئیس منڈالی ملک برہما۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خاں کی پہنچ (تقریر) اگر سمجھو (جامع) پہنچ کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ اور کچھ

کئے کی ضرورت باقی ہو۔ مگر حکیم عبد المجید خاں صاحب اور چند دوسرے صاحب اصرار کر رہے ہیں کہ میں بھی کچھ کموں پس میں پہلے تھوڑی نظم پڑھوں گا اور پھر جو کچھ کہنا ہو کہوں گا۔ اشعار

<p>بات سناتے ہیں ہمیں اک نئی جب ہوئی قوم اپنی تفسیر میں لیل چارہ کار اس کا کوئی کیا کرے اپنی بداندیشی وہ خود ہو مگر سمجھے وہ نقصان کمالات کو یاں بھی کم و بیش یہی حال ہو جن ہنروں پر تھکا ہمیں افتخار علم ہمارا ہی بستر جہل سے دوسرے لوگوں کی شکایت نہیں جب ہو طبیعت کو ردائے ساز ہم بھی کبھی باسرو سلمان تھے ہم کو بھی آرام کا احساس تھا ہم نے بھی کھایا بہت شہد و شیر اوڑھتے تھے ہم بھی سر پہ تاج ملک یے سلطنتیں زیرِ کیں علم میں بھی ہم کو تھی وہ دستگاہ لوگ تھے شاگرد ہم استاد تھے سر میں ہمارے بھی کبھی عقل تھی</p>	<p>قوم کے مٹنے کے ہیں پھٹن کئی اس کو بھی مٹنے ہی کی سمجھو دلیل آپ وہ اپنے تئیں رسوا کرے عیب نماید ہنرش در نظر آگ لگے ایسے خیالات کو عاقبت زشتی اعمال ہو اب ہیں وہی موجبِ سد گوند عار اور بھی کچھ ہونا ہی نا اہل سے ہم کو ہی خود اپنی رعایت نہیں اُس کے لیے سم ہو دو خانہ ساز ہم بھی کسی وقت میں انسان تھے یُسرو غت رکھتے تھے زرباس تھا ہم نے بھی پہنا ہی سمور و حریر ہم نے بھی لوگوں سے لیے ہیں خراج خیر سے کتنی صدیاں تیر کیں ہم تھے مشاہیرِ فضیلت پناہ سارے زمانے کے ہنر یاد تھے باقی اسی اصل کی سب نقتل تھی</p>
--	--

پر نہیں رہتا کوئی کیساں سدا
 آگئے ہم لوگ بھی اس پھیر میں
 ہسم کو ذرا بھی نہیں اس کا ملال
 رنج تو اپنوں کی شامت کا ہو
 غیر تو کرتے ہیں فقط بد کلام
 غیروں کی باتیں ہفوات اللسان
 بھائی ہیں اور رابطہ باہم نہیں
 لڑنے کو گھو سے بعضی زور ہیں
 بنتے ہیں کہنے کے لئے خیر خواہ
 ان کے جو دیکھے ہیں نمونے برے
 ایسا بھی ہوتا ہو کوئی بے وفا
 ان کی ہر اک بات سے رکھتے خلاف
 یاں وطن و اہل وطن سے ہونگ
 اب بھی اگر عقل میں ہو کچھ صلاح
 دست نیکو غیروں کے ہر کار میں
 اپنی ہر ایک چیز سے بیزاریاں

ق

سب کو تیر ہو بغیر از خدا
 کوئی سویر سے ہو کوئی دیر میں
 سب کو تنزل ہو بھی کو زوال
 ظلم بھی ظلم اہل قسدا بت کا ہو
 اپنے ہیں مصداق اللہ المخصوصا م
 اپنوں کے طعنے بکرو تلح الانسان
 اخوت یوسف سے یہ کچھ کم نہیں
 گھر کے یہ جھیدی ہیں مگر چور ہیں
 ان کی شرارت سے خدا کی پناہ
 پہلے سے ہم ہو گئے دو نے برے
 اپنے بزرگوں سے یہاں تک خفا
 کیجئے تو ہیں سلف صاف صاف
 اپنے میں لیتے نہیں اہل فرنگ
 مان لو پھیلے غرضانہ صلاح
 کیسا کساد آگیا بازار میں
 ہاسے وہ کیا ہو گئیں خود داریاں

میں آن صبح سے ہزلا نہیں بلکہ جدا اس بات کی کوشش کر رہا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے تئیں
 بتکلف ہشاش بشاش بناؤں کیوں کہ یہ جلسہ اسی قسم کا ہو کہ اس میں ہشاش بشاش ہو کر شر ہو کر
 چاہیے۔ لیکن از بسکہ میں پولیس محل طور کا آدمی نہیں ہوں جن کے دل کو بٹسرے سے کسی طرح کا علاقہ

لے سخت جھگڑا وہ اشارہ ہر طرف اس آیت کے وَهُوَ اللَّهُ الْمُخَصَّم ۱۲ شہ بیودہ باتیں ۱۲ شہ برچے کا رقم ۱۲
 ۱۲ مندا ۱۲ شہ یعنی سور ملک داری ملک گیری سے مجھے کچھ تعلق نہیں ہو ۱۲

نہیں ہوتا۔ میں توقع نہیں کرتا کہ میرا دل تو ہشاش بشاش ہو نہیں میں نے اپنی مسرت ہشاش
بشاش بنالی ہو۔ میرے دل کے ہشاش بشاش نہ ہونے کا سبب یہ ہو کہ میں نے ہندوستان میں
اس قبل کی بہت سی تحریکیں دیکھیں تو نہیں مگر سنی ہیں۔ اسی کا ش ان میں سے فی صدی پانچ کو
اتنا ثابت ہوتا۔ جتنا آج کل کے حشرات الارض کو ہوتا ہو کہ برسات بھر کو اسے اچھلے رنگے چلے پھرے
جاڑے کے آتے آتے فنا ہو گئے۔

ایسا آرزو کہ خاک شدہ

میر زمانہ علوم و فنون ایجاد و صنعت اور آزادی کی ترقی کا ہی سوا اس ترقی کا طور علی وجہ الکمال تو یوں
میں ہو۔ ہم نے اپنے حوصلے اور ارادے سے نہیں بلکہ انگریزوں کے طفیل میں یا یوں کہو کہ ان کی دیکھا
دیکھی الی کیو مینا ہذا اتنی ترقی تو ضرور کی ہو کہ ہم میں سے کل نہیں بلکہ بعض و قلیل ماہم
زمانے کی رفتار اور اپنی در ماندگی کو کسی قدر سمجھنے لگے ہیں۔ سو جنہوں نے سمجھا وہ کچھ کرتے بھی ہیں۔
لیکن چونکہ یہ خیال جن میں ہیں ان میں بھی راسخ نہیں علی الاکثر ان کے منصوبے اتنا ہم ہونے
ہیں۔ ان کی کوششیں رائیگاں اور ان کی سیاسی ناشکوریں ترقی یا رقام کے لحاظ سے ہمارا
حال مبتدی کا سا ہو اور مبتدی بھی کج تہ بد شوق۔ جیسا شوق ویسی محنت ویسا نتیجہ۔ میری نظر میں
ہندوستانیوں کے جوش و خروش کی باسی دال کے اُبال سے ذرا بھی زیادہ وقت نہیں۔

ایک طبل بلند بانگ درآخسر بیچ

اُس نے ٹوکی طرح جو پہلے بل گھی میں جو ناجائز ہے ہم اپنی ساری قوت فی اول الویل صرف
کر دیتے ہیں اور منزل کی دوری پر مطلق نظر نہیں کرتے۔ انجام کیا ہوتا ہو۔ اور اس کے سوا ہونا
بھی کیا تھا۔ کہ اگر ہم کو مثلاً قطب صاحب تک جانا تھا تو ہم اجیری دروازے پڑے ہیں یا پہاڑ گنج یا
بڑا دھوا مارا تو جہتر منتر۔ ایو جزاک اللہ ویرا مدہ زرا و دور آمدہ۔ اس طرح کے مجامع چاہے وہ اپنے
تئیں مجلس پکاریں یا انجمن یا کمیٹی یا سوسائٹی یا ایسوسی ایشن یا کلب۔

بہرے رستے کہ خواہی جلوہ گر باش

غرض اس طرح کے جامع میں اُن کی کچھ کیفیت بیان کروں۔ ایک شخص کے دل میں دفتہ ایک خیال پیدا ہوا اور پیدا ہوا بھی تو کس طرح جیسے بجلی چمک جاتی ہو کلمہ اَضَاءُ لَہُمْ مَسْجُودٌ اِذَا اَظْلَمَ عَلَیْکُمْ قَامُوا فَوْرًا اس نے اپنے چند متنافرین سے کہا۔ کوئی پریزیڈنٹ بنا کوئی وائس پریزیڈنٹ کوئی سکریٹری کوئی کیا کوئی کیا۔ نوٹس چھپا لوگ جمع ہوئے پچیس سنائی گئیں چیر رہے۔ ایک نے کھڑے ہو کر پوچھ کر کیا دوسرا مؤید بنا وہ بھی کھڑا ہو کر۔ رزلوشن پاس ہوئے چیر رہیں کوئینکس دیتے گئے جلسہ ہمیشہ کے لئے برخاست

آنچہ آدم سے کند بزمینہ ہم
اب آپ انصاف کیجئے کہ ہندوستانیوں کی انجمنوں کے حق میں جس شخص کے ایسے خیالات ہوں جس نے سیکڑوں انجمنوں کو بٹھتے اور بگڑتے دیکھا اور سنا ہو وہ کیوں اس جلسہ میں حاضر ہوتا اور خصوصاً ہشاش بشاش ہو کر لیکن بعض صورتیں اس عموم سے مستثنیٰ بھی ہیں جن کو انگریزی محاورے کے مطابق آنریبل اسپیکر (مستثنیات قابلِ عذر) کہنا چاہیے۔ اور امید کرتا ہوں اور نہ صرف امید بلکہ دعا بھی کہ یہ جلسہ بھی ان ہی مستثنیات میں سے ہو اور ان شاء اللہ ہو گا۔ جس غرض سے ہم لوگ مجتمع ہوئے ہیں۔ میں اُس کو دل سے اس قدر پسند کرتا ہوں کہ اُس کوئی دوسرا بھی اس کو پسند کرے گا تو آنا ہی کرے گا۔ مگر جس طرح ہر بات کے دو پہلے ہوتے ہیں موافق و مخالف۔ اس مدرسہ طبیبہ کے بھی دو پہلو ہیں۔ اور چند جگہ تہندے دینے کی مشکل ہوتی ہو۔ ع

زرے طلبی سخن ورین است

یہاں مجھ کو اس کا ذرا بھی فخر نہیں حکیم عبدالحمید خاں صاحب جو اس کے بانی اور محرک اول ہیں میں ان کے اقتدار ان کی وجاہت اور ان کے رشد سے بخوبی واقف ہوں۔ ان کو روپیے کا لکھا کر لینا کچھ بھی مشکل نہیں لوگ دوسرے کاموں کے لئے چندہ دینے میں تجل و مضائقہ

۱۷ بجلی تو چلنے لگے اور جب کہ اندھیرا ہو گیا کھڑے کے کھڑے رہ گئے ۱۷ میر جلس ۱۷ نائب میر جلس ۱۷ لکھ یعنی کوئی تجویز پیش کی ۱۷ جو خاص جلسہ میں صدر نشین ہو ۱۷ شکر یہ ادا کیا گیا ۱۷

کریں تو کریں۔ مگر اس مدرسے کے لیے جس کے ضروری اور مفید اور خیر محض ہونے میں کوئی کلام
 کر ہی نہیں سکتا۔ بطیب خاطر دیں گے۔ دیں گے اور بہت کچھ دیں گے۔ اس مدرسے کے بارے میں بہت
 بڑی مشکل خود مدرسے کی ہی تھی اس کو دیکھتا ہوں جو انگریزی تعلیم اور انگریزی عملداری لوگوں کے دلوں پر
 کر رہی ہو کوئی حالت کوئی شان کوئی وضع کوئی کیفیت کوئی چیز نہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے دینے
 مُلک کی کھیر کا اُترن رول (جبری ضابطہ) بڑے زور کے ساتھ ظاہر نہ ہو۔ طب یونانی اس بلائے بے درمان
 کے مقابلے میں ایسی تک اتنی بھی سنہلی تو بہت سنہلی مگر آئندہ اُس کے بقا و ثبات کی اس کے سوائے
 امکاناً اور کوئی صورت نہیں کہ طب یونانی اور ڈاکٹری کو ملا کر مزاج زمانہ کے موافق ایک معجون مرکب
 تیار کیا جائے۔ اگر اس معجون کا بنالینا ایسا کیا پھر کبھی نہیں ہوگا تو اس کو کمیہ کے بنا لینے سے کچھ ہی کم
 مشکل سمجھتا ہوں۔ حکیم عبد المجید خاں صاحب کی نسبت میرا ایسا خیال نہیں ہو کہ انہوں نے اس
 شکل پر نظر نہیں کی۔ کی اور بہت اچھی طرح کی۔ اور اسی مشکل کے علاج کی تہمید ہو جس کو برکت دینے کے لئے
 آپ جیسے بزرگان قوم جمع ہوئے ہیں۔ اگرچہ کل حضرات کی تشریف آوری حکیم عبد المجید خاں صاحب
 کی دل ہی دل تو قوت کا موجب ہوئی۔ مگر خاص کر انریبل ڈاکٹر سر سید احمد خاں کا خیر یک رسم افتتاح حدیث
 ہونا اس کی کامیابی کی فال تیک اور اس کے ثبات و استحکام کی ضمانت جو نہ اس لیے کہ سر سید احمد
 خاں ہندوستانوں میں بحیثیت تکرز دنیاوی سربراہ رہے ہیں بلکہ اس وجہ سے بھی کہ من وجہ حکیم
 عبد المجید خاں میں اور ان میں مماثلت ہو سر سید ڈاکٹر ہوں عبد المجید خاں حکیم۔ اور ڈاکٹر اور حکیم
 مراد یک دگر۔ سر سید نے بھی عبد المجید خاں کی طرح ایک کالج کی مسلمانوں کے لیے ضرورت
 سمجھی۔ اور جن کے فائدے کے لیے کالج بنانا پاپا انہوں ہی نے مزاحمتیں کیں اڑھنے لگائے۔
 چلتی ہوئی گاڑی میں روڑے اٹکائے۔ مگر وہ بے سید آدمی ارادے کا اتنا تو پکا ہوئے تو کسی ٹپے
 کام کا ٹیڑا اٹھا۔ کالج کو چلا ہی کر چھوڑا حکیم عبد المجید خاں کو ہمارے سر سید سے بہت کچھ سیکھنا
 اور اخذ کرنا ہو گا۔ انگریزی لباس نہیں میز چھری کا نشانہ نہیں۔ اور بھی چند باتیں نہیں بلکہ استقلال مزاج

اور وہ چیز جس کو ہم ٹھیٹ ہندی میں دھن سے تعبیر کرتے ہیں اور محنت اور علم اور خلوص۔ اگر یہ مدرسہ توقع کے مطابق جم گیا اور اتفاق میں خدا نے بڑی برکت دی ہو آپ اتنے صاحب گذر گم اللہ جمانا چاہیں گے تو کیوں نہ جمے گا غرض اگر یہ مدرسہ توقع کے مطابق جم گیا تو ہماری چودھویں صدی کے مضطرب الامور میں سے شمار کیا جائے گا۔

ساتواں کچر

اثبات اصول اسلام

انجمن حمایت اسلام لاہور کے پانچویں سالانہ جلسے میں دیا گیا

۲۵۔ فروری ۱۹۹۰ء کی شام کو ہزار ہا آدمیوں کے مجمع میں (جس میں ہر مذہب و ملت کے لوگ شامل تھے) خدا کی ہستی۔ توحید۔ اور عبادت۔ رسالت اور ختم رسالت کے اثبات پر عقلی دلائل سے دیا

تمہید

یہ کچر ہمارا چہ دھیان سنگھ کی کوٹھی میں شب کے وقت ہوا۔ جس سے وسیع زیادہ لاہور میں کوئی مکان نہیں۔ انجمن کے لوگوں نے پہلے سے کھڑکھا تھا کہ شہر میں آریہ اور عیسائیوں کی بڑی شورش ہو۔ ایسا کچر دیا جائے کہ ان پر اثر پڑے چنانچہ انجمن نے

بالخصوص ان لوگوں کو بلایا اور حضار میں ان کا مجموعہ مسلمانوں سے کم نہ تھا اور اس
پکڑ کاغل تمام شہر لاہور میں ہو رہا تھا۔ پکڑا دو بجے شب کے قریب پکڑ سے فارغ
ہو کر اپنے مکان پر واپس آئے۔ رات کا وقت اور سب لوگ پکڑ کے شوق میں شرم
ہی سے آگے تھے مگر لاہور والوں کو پکڑ سننے میں ٹرمی ہی دیکھی ہو۔ نہ کوئی اونگھا اور
نہ کوئی ملول ہوا۔ انجمن حمایت اسلام میں شاید اس سے زیادہ جوم اور کبھی نہیں ہوا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میں اس بات کے کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ میں پنجاب کا رہنے والا نہیں ہوں
اگرچہ دہلی (ہاں دہلی) جو سینکڑوں برس تمام ہندو دارالسلطنت خلائق اور حاجات خلائق کا
مرجع لیاقت اور کمالات کا مرکز حکومت اور دولت کا منبع رہی۔ اب مضافات لاہور میں ہو۔ مگر
دہلی والے تو کیوں اپنے تئیں پنجابی سمجھنے لگے۔ پنجابی بھی ان کو پنجابی نہیں سمجھتے اور وہ پنجابی ہیں
بھی نہیں اور ہو سکتے بھی نہیں۔

جنرالیٹی کی رو سے دہلی اور پنجاب کے مواقع مختلف۔ دونوں کے باشندوں کی زبان
مختلف وضع مختلف۔ غیر تو غرض یہ کہ میں پنجاب کا رہنے والا نہیں ہوں۔ اور اس بات کو
میں اس غرض سے ظاہر نہیں کرتا کہ ضد انخواستہ میں پنجاب کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔
نہیں بلکہ ہر شخص کو اپنا وطن عزیز ہوتا ہو۔

مجھ کو اس موقع پر میر تقی صاحب کی ایک حکایت یاد آئی کہ شاہ عالم کے زمانے میں جب
دربار دہلی اس قدر بے قدرت ہو گیا کہ ارباب کمال جو وابستگان دامن دولت شاہی تھے
روٹیوں تک کو محتاج ہوئے تو رفتہ رفتہ سب لوگ لکھنؤ چلے گئے۔ میر تقی صاحب تنگ مزاج
سے آدمی تھے چلے تن۔ اور تنگ مزاجی کی وجہ سے یوں بھی دربار شاہی میں ان کی رسائی عیسیٰ
چاہئے وہی تھی۔ ان کی تنگ مزاجی اس حد کو پہنچی تھی کہ خود بادشاہ کے حضور میں بھی ان سے
ضبط نہ ہو سکتا تھا۔ شاہ عالم خود شاعر تھے اور آفتاب تخلص کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میر تقی صاحب

شاہ عالم کے سلام کو گئے تو حضور والا نے پوچھا کہ میر صاحب بعد مدت کے آپ کو دیکھا۔ کچھ اخبار تازہ سنائیے۔ میر صاحب نے عرض کیا کہ مجھ کو فکر دہن سے ہی فرصت نہیں۔ فکر سخن کیا کروں۔ بادشاہ نے اس بات کو تو ٹال دیا اور کہا تو یہ کہا کہ بھائی میں تو صحت خانے (باخانہ) میں جاتا ہوں تو ایک غزل کھلاتا ہوں۔ میر صاحب کو مطلب کی بات ٹالے جانے سے جلے بھنے بیٹھے ہی تھے بے تامل بول اُٹھے۔ پھر حضور ویسے ہی سڑے ہوئے اشعار بھی ہوتے ہیں۔ غرض میر صاحب معاش کی طرف سے سخت مجبور ہو کر بادلِ نانو استہ لکھنو بھونچے۔ سراسے میں فروکش ہوئے سننا کہ مشاعرہ ہو۔ طرح دریافت کی اور عجلانہ غزل لکھ کر اپنی وضع قدیم سے شریکِ محفل ہوئے نئی تراش خراش کے لکھنؤ سے لگے ان کو گھوڑے اور ماڑتے۔ میر صاحب نے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے۔

کیا بود و باش پوچھو پورب کے ساکنو	ہم کو غریب جان کے ہنس ہنس پکار کے
دلی جو ایک شہر تھا ارشک بہارِ خلد	وال منتخب ہی رہتے تھے سب روزگار کے
اُس کو فلک نے مار کے ویران کر دیا	ہم رہنے والے ہیں اُسی اُجرے دیار کے

تو میر تقی صاحب کو ہر چند دلی سے دل برداشتگی تھی۔ اور وہی دل برداشتگی اُن کو لکھنؤ لائی تھی مگر تاہم اُن کو اپنے وطن سے اُنس تھا۔ اور ہونا چاہیے تھا۔ مجھ کو بھی ہوا اور ہونا چاہیے حب الوطن من الایمان یہ ایک حدیث ہے میں اس پر کچھ ریا کرنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ سلسلہ سنی منقطع ہو تو ہوا اس وقت مجھ کو یہ خیال آگیا کہ بات تو ایک ہی ہوتی ہے۔ مگر ازلہ سکہ عقلوں کے مدارج متفاوت ہیں ہر شخص اُس سے دوسرا ہی مطلب نکالتا ہے۔ بہت خیالِ دنی التمت لوگوں کے نزدیک حب الوطن کا یہی مفہوم ہے کہ نہ گھر کی آدھی نہ باہر کی ساری۔ کون زعمت سفر اٹھائے۔ دیس چھوڑ کر پردیس جائے۔ دال دلیا جو کچھ خدا نے دیا کھالیا بال بچوں میں پڑے ہے اللہ اللہ خیر صلاح۔ ان سے اونچے اور پاکیزہ خیال کے وہ ہیں جو حب الوطن سے مراد لیتے ہیں بل وطن کی لے وطن کی محبت داخل ایمان ہو۔

امداد و اعانت۔ ان کی حاجت برآرمی۔ ان کی خیر خواہی۔ ان کی ہم دردی۔ یہاں تک تو ہم
دنیا داروں کی پروا نہ ہو۔ اس سے آگے فاضل خدا ہیں وہ ہر ایک رکیک بات میں سے ایسا مفید
پیدا کر لیتے ہیں کہ بس یہ اُن ہی کا حصہ ہو اسی حب الوطن کے بارے میں مولانا ہماؤ الدین علی
فرماتے ہیں ۵

گنجِ علمِ مانظمِ مع باطن	گفت از ایمان بود حب الوطن
ایں وطنِ مصر و عراق و شام نیست	ایں وطنِ شہرِ نیست کا نام نیست
ز انجہ از دنیا است ایں اوطاں تمام	مدح و نیا کے کند خیر الانام
حُبِ دنیا ہست راسِ ہر خطا	از خطا کے می شود ایماں عطا
تو دریں اوطاں غریبی ای پسر	رو بغیرت کردہ خاکت بسر

ان تینوں خیالوں میں بہ ترتیب لطف و نشہ چہرہ انسان و ملک کی ہی نسبت ہو اور چونکہ حُبِ
الوطنِ مِنْ اَلْاِیْمَانِ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان ایک شے متجزی ہو اور حب الوطن اس کا ایک جز ہو پس ایمان
کو ایمان کی تکمیل کے لئے اپنا اعتبار کر لینا چاہیے کہ وہ حب الوطن کی نسبت کیا خیال رکھتا ہو۔ اور
کہاں تک اس فرض کو ادا کرتا ہو بہر کیف یہ تو ایک جملہ مقررہ تھا۔ میں نے پچھریوں شروع کیا تھا
کہ میں پنجاب کا رہنے والا نہیں ہوں اور ہر شخص کو اپنا وطن عزیز ہوتا ہے مگر پنجاب میں ایک فضیلت
ایسی ہو کہ **فَضْلُ اللّٰہِ یُوْنِسُ مِنْ دِیْنِہٖ** جس کی وجہ سے میں پنجاب کو عزت رکھتا ہوں۔ اور جب
میں اس فضیلت کو بیان کروں تو میں یقین کرتا ہوں کہ ہر ایک ہندوستانی مسلمان چاہے وہ پنجاب سے
کتنی ہی دور کار رہے والا کیوں نہ ہو ضرور پنجاب کو عزت رکھے گا۔ وہ فضیلت یہ ہے کہ خدا کا سچا دین یعنی
اسلام اسی پنجاب کی راہ سے ہو کر ہندوستان میں داخل ہوا اور اسی راہ سے داخل ہوا تو اہل پنجاب
قبول اسلام میں بھی اور ہندوستانوں سے اقدم ہوں گے و کفی یہ فقہاً اسے بھی بڑھ کر ایک بات
اور یہ کہ ہم مسلمانوں کی شامت اعمال سے اسلام بہت ہی ضعیف ہو گیا ہے۔ اب بعد مدت کچھ آثار

۵ اور یہ فضلِ خدا جس کو چاہتا ہے دیتا ہے ۱۲ لے کر لے کر کئی کئی ۱۷

ایسے دکھائی دینے لگے ہیں کہ یہ بے پیمائش کی نفس شماری کی نوبت چھوٹ چکی ہے عجب نہیں کہ بچ جائے تو اگر بچا اور ان اشارہ بچے گا۔ اور اگر اس کو کچھ بھی تو انائی ہوئی اور ان اشارہ ہوگی تو اہل پنجاب ایسا خیال کرتے ہیں کہ اس کا بچنا اور تو انائی پانا تمہاری کوشش اور تدبیر سے ہو گا۔ ابھی تک علی گڑھ ایجوکیشنل کانگریس کے وہ الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں جب سر سید احمد خاں نے تم کو زندہ دل کہا سر سید احمد خاں نے تم کو زندہ دلی کا خطاب کیا سمجھ کر دیا اور لوگوں نے تمہارا کون سا ایسا کار نمایاں دیکھا کہ تم سے بڑی بڑی توقعات پیدا کر لیں اس کو تم ہی خوب سمجھ سکتے ہو مگر تمہاری کوششوں میں سے اگرچہ افسوس ہو کہ مجھ کو ان کی تفصیل اچھی طرح سے معلوم نہیں ایک اس کوشش یعنی انجمن حمایت اسلام لاہور کو تو میں بھی بہت ہی پسند کرتا ہوں۔ جس چیز نے مجھ کو اس انجمن کا گرویدہ کیا یہ ہے کہ اس انجمن کے بانی اور کارپرداز ایسے لوگ ہیں جن کو سچی اسلامی بہمدردی کے سوا اور کوئی داعیہ اور محرک ہو نہیں سکتا چھ لوگ سوشل پولیٹیشن کے اعتبار سے ایسے درجے میں ہیں کہ شہرت اور ناموری اور رشد اور تقرب حکام ان میں سے کسی چیز کی ہوسکتی ان کی طرف منسوب نہیں کر سکتے۔

کوششیں وہی قابل قدر ہیں اور غالباً شکور بھی وہی ہوتی ہیں اور خداے تعالیٰ برکت اور ثبات بھی ان ہی کوششوں کو عطا فرماتا ہے جو بے شائبہ غرض دنیاوی ہوں۔ جیسے تمام امام انبیا علیہم السلام کی کوششیں تبلیغ رسالت میں کہ سب کے سب وہی ایک بات بولتے تھے مَا أَمْسَلَكُمْ عَنْكُمْ عَلَيْهِمْ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجَرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ترجمہ میں تم سے (تبلیغ رسالت) پر کچھ مزدوری کا خواہاں نہیں۔ میری مزدوری تو پروردگار علم پہ ہو مَاسَأَلْتُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ إِنْ أَجَرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ترجمہ میں نے تم سے کچھ مزدوری مانگی ہو تو وہ تم کو مبارک رہے میری مزدوری تو صرف اللہ پر ہو اَمَسْتُمْ لَهُمْ خَوْفًا فَخَرَجُوا مِنْكُمْ هُمُ الظَّالِمِينَ ترجمہ کیا تم ان سے کچھ چنہ مانگتے ہو تو وہ چنہ جو تم کو خدا سے ملنے والا ہے سب چندوں سے بہتر ہے اور خدا سے روزی چھوٹانے والوں سے

لے تمہاری حالت۔ یعنی سامٹی میں جس آدمی کی وقعت ہو ۱۲

بہتر ہی اُمّ تَسْلَمَہُ اَجْرًا فَمَعْرُومٌ مُثْقَلُونَ ترجمہ کیا تم ان سے کچھ مزدوری مانگے تو کہ وہ بچی کے بوجھ سے دبے جاتے ہیں۔

دوسری بڑی بہت بڑی نہایت بڑی عمدہ بات تمہاری انجمن حمایت اسلام میں یہ ہے کہ اُس نے مسلمانوں کی ضرورت دینی کو ٹھیک سمجھا اور اس کو پیش نظر رکھا ہے۔ دنیا اور دین دونوں چیریں نگرانی اور مدد کی محتاج۔ یہ زمانہ رفرارم کا ہے اور میں خیال کرتا ہوں لفظ رفرارم اس کثرت سے زبان زد خلیق ہو رہا ہے کہ گویا ان کا تکیہ کلام ہے۔ مدرسوں کے بتدی ٹک کے ٹڈل پاس نہیں کر چکے کہ فارم میں راسے زنی کرنے لگے ہیں۔ یعنی راسے کے فارمیشن سے پہلے ان کو فارمیشن سوچتا ہے۔ غرض ملک کے اطراف و جوانب میں بہت سے رفرارم پیدا ہو گئے ہیں اور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن اکثر رفرارم تو دین و مذہب سے کچھ سروکار ہی نہیں رکھتے۔ ہاتھ دھو کر صرف صلاح دنیا کے پیچھے پڑے ہیں۔ اور جن محد و دسے چند نے مذہب کو اپنے پروگرام میں داخل کیا بھی تو کچھ کرنے کے لیے نہیں۔ بلکہ صرف مومنت سے کہہ دینے کے لیے ذَلِکَ قَوْلُہُمْ یَا قَوْمَ اَھْجِرْہُمْ سِکْرًا لِّانْجِنَ حَیَاتِی اِسْلَامَ لاہور میں دیکھتا ہوں کہ کسی حال میں پاس مذہب کو فوت نہیں ہونے دیتی ان کی کارردائی پکار سے کتنی بڑی کہ جیسا اس انجمن کا نام ہے ویسا ہی اس کا کام ہے۔

میں اس بات کو نہایت افسوس کے ساتھ ظاہر کرتا ہوں کہ ابھی تک مسلمانوں کی رفرارم کا ڈھنگ ٹھیک نہیں بیٹھا۔ پہلی غلطی تو یہ ہے کہ صرف تعلیم کو تمام مسلمانوں کے تمام فائدوں کا فیصل سمجھا گیا ہے یعنی جو شخص رفرارم کا خواب دیکھتا ہے۔ اور ایسے بہت ہیں۔ اس کی تعبیر یہی ہوتی ہے کہ وہ کچھ لوٹے گھر گھر کر ان کو ایک طرز پر پڑھا چلتا ہے یا پڑھوا چلتا ہے۔ بے شک تعلیم مفید ہے مگر ان دونوں پر ذرا خیال کرنا تمام مسلمان اور ان کے تمام فائدے۔ محال منقل ہے کہ سب مسلمان پڑھ چکے جائیں۔

گورنمنٹ اور مشنری اور رفرارم جتنے تعلیم کے گھوڑوں کو سہ پٹ دے رہے ہیں ان کی تو کیا اصل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ خود سب مسلمان بھی ملکر جائیں تو سب کچھ پڑھ نہیں سکتے۔ یورپ جس کی گرد کو بھی عموم

نہ قائم کرنا اعلیٰ ۱۲ سالہ یہ ان کے نمونہ کے لئے کیے گئے ہیں ۱۲۔

تعلیم میں ہم آج سے سو برس بعد تک بھی نہیں پاسکیں گے۔ وہاں بھی جہاں کہیں پڑھتے لکھتے کا بہت کچھ چاہیے پڑھے لکھوں کا شمار ۳۵ فی صدی سے متجاوز نہیں ہوا! اور اس سٹیٹس میں فی صدی آئی اے۔ ایل ایل ڈی سٹ خیال کر لینا۔ حرف شناس بھی اس میں داخل ہیں۔ بلکہ اکثر اتنے ہی پانی میں ہیں۔ اچھا۔ فارڈی سیک آف آرگومینٹ فرض کر لو کہ مسلمانوں میں بھی شمار کے اعتبار سے یورپ کی طرح تعلیم عام ہو گئی تو ہمارے یہاں اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اتنے لوگ نوکری کی طلبگاری کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔ جس کا ضروری نتیجہ ہونا کا محی۔ ناامیدی۔ نارضا مندی۔

چوں کہ میں پارساں میں کے ایجوکیشنل کانگرس میں تعلیم پر اپنے خیالات شرح و بسط کے ساتھ ظاہر کر چکا ہوں میں اس خصوص میں زیادہ نہیں کہنا چاہتا۔ غرض میری قطعی رائے ہو کہ تعلیم اگر مفید ہوگی تو تعلیم کے ساتھ نہیں بلکہ خاص خاص حیدہ لوگوں کی جو تکمیل تعلیم کی زحمت کا تحمل فراغ تحصیل تک سٹینڈ اور آخر کار کاسٹیشن ریس میں جولاں کر سکیں۔ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ سارے مسلمان نوکری پیشہ نہیں ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔ تو جو شخص عام مسلمانوں کی رفتار کا مدعی ہو کیوں بالخصوص ایک ہی پیشے کے لوگوں کی مہلاج کے درپے ہو۔ کیا وہ اُن لوگوں کو مسلمان نہیں سمجھتا جو نوکری کے سوا دوسرے پیشوں سے معاش پیدا کرتے ہیں۔

دوسری مکروہ اور نہ صرف مکروہ بلکہ سخت مضر غلط فہمی یہ ہے کہ تعلیم موجبہ حال سے دنیا اور دین میں جدائی پیدا کی جاتی ہے۔ گورنمنٹ کو تو ایک خاص مجبوری ہے کہ اس کو چارونا چار نیوٹرلٹی اختیار کرنی پڑتی ہے۔ کیوں کہ اس کو اپنی تمام عایا کے ساتھ ایک طرح پر مدارات کرنی ہے۔ نہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ سب مذاہب کی حمایت کرے اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی خاص مذہب کی طرفدار بن کر دوسرے مذہب والوں کے دل دگھا بنے۔ پس اس نے صول دَا ذَا اُبْنٰی اِلَی الْمَوْ بِیْلَتَیْنِ فَبَیْنَا وَ اَهُوَ تَحْمٰ ترجمہ جب آدمی دو مصیبتوں میں گرفتار ہو تو ان میں بہت آسان کو اختیار کرے کے مطابق کل مذاہب سے قطع نظر کر لیا اور اس کو کرنا چاہیے تھا۔ لیکن غلطی یا اضطراب ہو یا با اختیار اپنا نتیجہ تو پیدا کرے ہے گی۔

لے بغرض اس سبب لال ۱۲ قیام اثبات ۱۲ لے امتحان مقابلہ کی گھر ڈور ۱۲ لے بے تعلقی ۱۲۔

باوجودیکہ تعلیم ہنوز محض ابتدائی حالت میں ہو اُس کے بڑے نتائج ابھی سے مترتب ہونے لگے نیوٹرل
تعلیم نے سردوں میں بھر دی آزادی خیالات میں مطلق العنانی۔ دلوں میں حوصلے سے بڑھ کر توقع۔ تحریر
میں شوخی۔ تقریر میں بے باکی۔ ان مجموعی حالات نے حقیقتہً عجیب طرح کا طوفان تمیز می برپا کر دیا۔
گورنمنٹ کو اس سے جو خطرہ ہو سکتا ہو اس کی وہی لوگ خوب سمجھتے ہوں گے جو گورنمنٹ کے ٹرین کے
ڈرائیور ہیں۔

رموز مملکت خویش خسرواں دہند
اگدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

ہم کو تو اپنی سوسائٹی کی خیر منافی ہو۔ سوتعلیم وجہ کی برکت سے سوسائٹی کی عمارت کی کوئی اینٹ اپنی
جگہ پر نہیں باقی رہی۔ سوسائٹی پر گوشتن کرتی ہیں مین چیزیں۔ مذہب۔ گورنمنٹ۔ رسم و رواج۔ اب
دیکھنا چاہیے کہ ان تین گورنروں کی حکومت کا کیا حال ہو۔ مذہب جس کو سب میں شدید حکومت
ہونا چاہیے۔ سونوجوانان تعلیم یافتہ کو اسی کے ساتھ تسخیر کرتے ہوئے دیکھتے ہیں مومنہ سے کہنے والے تو
اکم ہیں مگر زیادہ ہوتے جاتے ہیں اور دل میں سمجھنے والے اب بھی زیادہ ہیں کہ مذہب بیش بریں نیست
کہ انسان کے ابتدائی جالانہ خیالات کی یادگار ہو۔ اور بس چوں کہ انکار مذہب پر کوئی ضررِ عام
مترتب نہیں ہوتا کہ ٹر سے جان نکل جاے یا اوپر سے آسمان ٹوٹ پڑے۔ یا زمین ٹکڑ ٹکڑ ہو۔

ہر ایک نا عاقبت اندیش آدمی جیسا کفر چاہے بک دے سکتا ہو۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ بتائے
تکلیف و مصیبت نہیں۔ مگر ایک وقت آنے والا ہو اور اگر رہے گا۔ اور اُس کے آنے کا کچھ ٹھکانا نہیں۔
اِذَا بَلَغَتِ النَّوَافِلُ عَمَلَهُنَّ مِنْ ذَاقٍ ۖ وَظَنَّ أَنْهُ مِنَ الزَّاقِ ۖ وَالنَّفْسُ النَّاسِ إِلَى رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَأْذِنَةُ
ترجمہ جس وقت جان بھونچے ہانس تک اور لوگ کہیں کون ہو چھاڑنے والا اور یقین ہو گیا کہ بتایا وقت
جدائی کا اور لپٹ گئی پتلی پر پتلی تیرے رب کی طرف ہو اُس دن کھینچے جاتا تب ساری حقیقت
کھل جاے گی لَقَدْ كُنْتُمْ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَلْتَعْلَمُوْا هَٰذَا عِظَاءٌ مِّنْ عَذَابِكُمْ اَلْيَوْمَ حَذِيْدٌ ترجمہ تو بے خبر
اُس دن سے۔ اب کھول دیتے ہم نے تجھ پر سے تیرے اندھیرے اب تیرے نگاہ آج تیز ہو۔

لے آزاد ۱۲ لے گاڑیوں کی نظار ۱۲ لے چلانے والے ۱۲ لے حکومت ۱۲۔

خیر میں اس موقع پر مذہب کے متعلق اتنا بھی کہنا چاہتا تھا کہ مذہب کا جو دباؤ سوسائٹی پر تھا کم بہت نیوٹرل
تعلیم کے اثر بدی وجہ سے اٹھ گیا اور اٹھتا چلا جا رہا ہے۔ رہ گئی گورنمنٹ اگرچہ اس کی تحقیر کا اثر فوری ہونا چاہیے
کیوں کہ وہ حکومت کیا جس میں سیاست نہیں۔ مگر گورنمنٹ ہی اس طرح کی بردبار واقع ہوئی ہے کہ جامع
اور محافل میں اس کی تفسیح کی جاتی ہے۔ اور ہماری نیک دل گورنمنٹ باوجود دیکھ جانتی اور سنتی ہو سب
کچھ مطلقاً پروا نہیں کرتی۔ علاوہ بریں گورنمنٹ کو خصوصاً برٹش گورنمنٹ کو نظم سوسائٹی میں دخل تو ہے
مگر محدود۔ اور جو گورنمنٹ کو تعلیم میں نیوٹرل رہنے کی ہر وہی میٹرو سائٹی سے اس کی اس قدر بے
تعلقی کی ہو ابھی حال کا مذکور ہے کہ ہندوؤں نے بہتر اپنی ترور مارا کہ کم عورتوں کے بیاہوں کو سرکار
منع کرے اور بیوہ عورتوں کے دوسرے بیاہ کو باڑھ ٹھہراے۔ سرکار نے ہامی نہ بہری۔ سوسائٹی کا تیسرا
ضابطہ رسم و رواج ہے لیکن جو آزاد خیال نئے قیام یافتہ مذہب کے قابو اور گورنمنٹ کے بس کے نہ ہوں۔
رسم و رواج کے پیچھے کیوں ڈرنے لگے تھے غرض نیوٹرل تعلیم نے سارے دباؤ اٹھا کر سوسائٹی کو بے سرا
کر دیا۔ اب ان کے سے ادب قاعدے ہیں۔ نہ پاس و لحاظ ہیں۔ نہ غیرتیں ہیں۔ نہ محبتیں ہیں۔ نہ مروتیں ہیں۔
معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کا باوا آدم کچھ بدل سا گیا ہو۔

اس سے زیادہ اذکر کوئی نو خیال ہو نہیں سکتا کہ بے انضمام مذہب لوگوں کے اخلاق درست
رکھے جاسکتے ہیں یعنی سوسائٹی کی بنیادنگی کے لئے مذہب کی ضرورت نہیں۔ میرا معتقد تو یہ ہے کہ
دنیا میں نیکی اور برائی کا تفرقہ مذہب سے پیدا ہوا لیکن فرض کرو کہ ایسا نہیں بھی ہوتا ہم کسی کو اس سے
انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ بدون مذہب کے نیکی ایسی ساقط الہامی ہو۔ جیسے بے جبرستی کی دستاویز مذہب
نہیں تو نیکی میں قوت نہیں۔ استحکام نہیں۔ ثبات نہیں۔ خلوص نہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر سچ بوجھ تو
نیکی نیکی نہیں۔ ایک ظاہر ہیں آدمی شاید ایسا خیال کر سکتا ہو کہ دنیا میں جو امن قائم ہو۔ حاکموں کے
قوانین کی وجہ سے ہو مگر یہ بات فی نفسہ غلط ہے بہت سے جرائم ہیں جو قانون کی گرفت میں نہیں سکتے
اور ان کا انسداد صرف مذہب کے خوف سے ہوتا ہے۔ ہو کوئی قانون جس نے ارادہ جرم کو بدو نہ صدور
کسی فعل کے مجرم قرار دیا ہو۔ قوانین کا سارا انڈکشن چھان مارو کہیں ایسے قانون کا پتہ نہ پائو گے۔

اور عقل گواہی دیتی ہے کہ اول تو ایسا قانون ہونے میں سکتا اور ہو تو اس کی تعمیل امکان سے خارج۔
 یہیں سے قوانین دنیا کا نقص ظاہر ہوتا ہے۔ وہ کبھی مذہبی قانون کے بغیر درجہ تکمیل کو پہنچ نہیں
 سکتے جو فرماتا ہے: **وَإِنْ تُبْذَرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَنْفُتُوا يُخَاسِبُكُمْ بِهِ اللَّهُ** ترجمہ اور اگر تم ظاہر کرو گے اپنے
 جی کی بات یا چھپاؤ گے۔ حساب لے گا تم سے اللہ۔ اب میں یہ بات کہتا ہوں کہ مذہب انسان کی
 کانسٹیٹوشن یعنی اس کی بناوٹ میں داخل ہے۔ انسان ایک وجود ہے۔ جسم و روح سے مرکب۔ جسم
 کثیف ہے اور روح لطیف۔ اور چوں کہ روح کی حقیقت معلوم نہیں جیسا کہ فرمایا ہے: **قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي** ترجمہ تو کھروح ہی میرے رب کے حکم سے۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ جسم و روح میں تعلق کس قسم کا ہے بہر کیف
 انسان کی ساخت جسمانی سب کو معلوم ہے: **خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَسَاكَ ذَكَرَكَ فَأَنشَأَكَ زَكَاةً**
 ترجمہ تجھ کو بنایا۔ پھر تجھ کو ٹھیک کیا۔ پھر تجھ کو برابر کیا۔ جس صورت میں چاہا تجھ کو بنوڑ دیا۔ لیکن کبھی آدمی
 ناقص الخلق بھی پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے تھامری گجرات کے شاہ دولہ کے جو ہے۔ اور کبھی عواض کی
 وجہ سے ساخت جسمانی میں انواع و اقسام کے فتور واقع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح روح انسان کی بھی
 ایک خاص ساخت ہے کہ اس میں کتنی قدریں ودیعت کھی گئی ہیں۔ روحانی ساخت کے نقصانات
 میں ایک نقصان لامذہبی بھی ہے۔ مگر خلقی نہیں کیوں کہ مذہب داخل فطرت ہے: **فَطَرَهُ اللَّهُ الَّذِي نَظَرَ**
النَّاسَ عَلَيْهِمُ الْآيَاتِ خالق اللہ ترجمہ تراش اللہ کی جس پر تراش لوگوں کو۔ بدن نہیں اللہ کے
 بنائے کو۔ بات یہ ہے کہ انسان کو ایک خاص طرح کی عقل دی گئی ہے۔ فوق سائر الحیوانات جس کو بصیرت
 کہتے ہیں: **بَلَى الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ** **كَلَّا وَكَوْا أَفْقًا مَعَاذَ يَوْمَ تَرْجَمُهُ بِلُكَّةِ** آدمی اپنے واسطے آپ سوچہ ہے۔
 اور پڑاؤ اے اپنے ہمانے اس بصیرت کا نمونہ ہے۔ مگر ادنیٰ درجے کا۔ بصارت یعنی بینائی چشم سر۔ اگر
 انسان آنکھ کو کام میں لائے یعنی دیکھے تو دیکھنا اس کو مثلاً رنگ کی شناخت پر مجبور کرے گا۔ اسی طرح
 اگر آدمی عقل کو کام میں لائے اور سوچے تو اعمال فکر اس کو مجبور کرے گا۔ اس بات کے یقین کرنے پر
 کہ اس عظیم الشان کارخانہ دنیا کا فہرہ و کوئی بنائے والا ہے۔ اور جو چیزیں مرنے اور مسموم ہیں ان میں
 کوئی نشان اس طرح کی قدرت کا پایا نہیں جاتا۔ قدرت اگر کسی قدروں جی سی برائے نام ہے عجی تو پھر

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى الْكُتُبَ قَالَ هَذَا لِيَ لَبِيسٍ فَلَمَّا افْتَلَتْ قَالَ لَا حِجْبَ لِي فِي رَبِّهِمْ لَئِنْ كُنْتُ مِنْهُمْ لَإَشْفَعِي ۚ فَلَمَّا رَأَى الْكُتُبَ بَارِئًا قَالَ هَذَا لِيَ لَبِيسٍ فَلَمَّا افْتَلَتْ قَالَ لَيْسَ لِي فِي رَبِّ لِكُفُّونَ مِنْ الْقَوْمِ

ایک غریب خدا پرست کاشتکار کا کھیت موقعِ پاکِ رات کے وقت کچھ میل چڑ گئے۔ کاشتکار کھیت کے کنارے شاید یہ کھڑا سوچ رہا تھا کہ کیا تدبیر کروں کہ پھر پیل کھیت میں نہ گھسیں۔ ادھر سے ہو کر گزرا اس کا کوئی جان پہچان لا مذہب۔ اس کو کھڑا دیکھ کر وہ بھی کھڑا ہو گیا۔ اور لگتا باتیں کرنے۔ باتوں باتوں میں اُس لا مذہب نے کہا خدا ہوتا تو تمہارا کھیت ہرگز نہ کھایا جاتا۔ کاشتکار بولا کھیت کا کھایا جانا ہی خدا کے ہونے کی دلیل ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی چیز دنیا میں با اختیارِ خود متصرف نہیں۔ اور قوتِ تصرف اس نے اپنے آپ نہیں پیدا کر لی۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ ترجمہ جس نے اپنے کو پہچانا تو جالو کہ اپنے پروردگار کو پہچانا بھی۔ یہی بات ہو گویا زاد اے مطلب دوسرا ہو۔ دوسروں سے استہناد کی کیا ضرورت ہو۔

خداے تعالیٰ خود فرماتا ہے وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ترجمہ اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کو اور خود تمہارے اندر کیا تم کو سوچھ نہیں۔
دوسری جگہ فرمایا وَتَحْنُ أَشْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَيْدِ ترجمہ اور ہم اس سے نزدیک ہیں دھڑکتی رگ سے زیادہ۔ اسی کو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے منظوم کیا ہے

دوست نزدیک تر از من بہن بست	وین عجب ترکہ من ازوے دورم
چہ کنم باکہ تو اں گفت کہ او	درکت ارمن ومن مہجورم

ایک رنجیہ گو کہتا ہے

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار	جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی
------------------------------	----------------------------

الغرض انسان جب تک انسان ہے خدا کے ہوتے سے انکار کر نہیں سکتا۔ یہ مذہب کا پہلا سٹیپ ہوا۔ اب اور آگے بڑھو تو جس عقل کے زور سے ہم نے جانا کہ خدا ہے۔ اُسی عقل کے زور سے ہم نے جانا کہ خدا تمام صفات کمالیہ کا جامع۔ تمام معیوب اور نقصانات سے پاک اور مُنرّہ۔ اور اسی لئے ایک اکیلا ہی وحدہ لا شریک لہ۔ نہ اُس کو اعوان و انصار کی حاجت نہ یار و مددگار کی ضرورت۔ سب کچھ جانتا ہے۔ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ترجمہ بہلا وہ نہ جانے جس نے بنایا۔ اور جو چاہے کر سکتا ہے اِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ترجمہ وہ تو سب چیز کر سکتا ہے۔ دنیا کا کاخانہ جس انتظام سے چل رہا ہے۔ یہ انتظام دلالت کرتا ہے کہ وہ ایک۔ صرف ایک ارادے کا محکوم ہے عیبارت کھ رہی ہے کہ ڈیزائن سے لیکر ایک انجینیر کے سواے دوسرے کا اُس میں دخل نہیں۔ یہ ہیں معنی کو گانِ یَوْمَئِذٍ اِلَّا اللّٰهُ كَسَدَ ثَلَاثُ ترجمہ اگر ہوتے ان دونوں میں اور حاکم سواے اللہ کے تو دونوں خراب ہوتے، پھر انسان کی جبلت یہ بھی ہے کہ اگر وہ طبیعت کا شریف ہے تو معسن کا احسان ماننا اور اُس کا شکر گزار ہوتا۔ یہ ہے ماخذ عبادت کا۔

عبادت سے ہم خدا کی کوئی خدمت نہیں کرتے اور نہ اُس کو ہماری خدمت کی کچھ پروا ہے۔

لے قدم۔ مرحلہ ۱۲ ابتدائی نقشہ جو سب سے پہلے بنایا جاتا ہے۔ ۱۲۔

بلکہ عبادت سے صرف ہماری شرافت طبیعت ظاہر ہوتی ہے۔ اور اسی اعتبار سے وہ ہمارا فرض الہیانت ہے۔ دنیا میں انسان پر اس کے اپناے جنس کے بھی احسانات ہوتے ہیں۔ لیکن اگر خیال کرو تو خدا کے احسانات کا کچھ شمار نہیں۔ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً فَاصْبَحْ مِنْهُ مِنَ الشَّجَرِ اَرْدًا لَّکُمْ وَخَرَجَ لَکُمُ الْفَلَاحُ لَیْجَرِیْ فِی الْبَحْرِ یَا مَعْیَ وَنَسَخَ لَکُمُ الْاَنْهَادَ وَنَحَّضَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اِیَّٰیْنِ ۚ وَخَرَجَ لَکُمُ النُّیْلُ وَالنَّهَادُ ۚ وَاَنْتُمْ مِنْ کُلِّ مَآسَا الْغُلُوْلٰۃِ وَاِنْ تَعَدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا طَرَجِمَہ الدودہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین اور آتارا۔ آسمان سے پانی پھراس سے نکالی روزی تمھاری میوے اور کام میں دی تمھارے کشتی کہ چلے دریا میں اس کے حکم سے اور کام میں دین تمھارے ندیاں اور کام میں لگائے تمھارے سورج اور چاند ایک دستور پر اور کام میں لگائے تمھارے رات اور دن اور دیا تم کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی اور اگر گنوا انسان اللہ کے نہ پوچھے کہہ سکو۔

اور یہی سبب ہے کہ خدا نے تعالیٰ ہماری سب سے بڑی شکر گزاری کا مستحق ہے جس کا دوسرا نام عبادت ہے تو جس طرح عقل گواہی دیتی ہے کہ ذات اور صفات میں خدا کا کوئی شریک نہیں اسی طرح عقل یہ بھی گواہی دیتی ہے کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک فی العبادت کرنا پرے درجے کی احسان ناشناسی ہے جس کو اصطلاح شرع میں کفر کہتے ہیں۔ یعنی کفر ان نعمت۔ ذری اس بات کو خیال کرتے جانا کہ ابھی تک میں عقل کی رہنمائی سے دین کے راستے کو چلا جا رہا ہوں میں نے اس سے پہلے بصیرت اور بصارت دونوں میں ایک طرح کی مماثلت کا ہونا بیان کیا تھا۔ بصارت سے ہم چیزوں کے رنگ۔ ان کی شکلیں اور ان کے مواقع معلوم کرتے ہیں اور اسی سبب سے بینائی ایک بڑی بکار آمد قوت ہے۔ مگر اس میں نقص بھی ہے کیونکہ چیزوں میں نفوذ نہیں کرتی یعنی مثلاً دیوار کے پیچھے نگاہ کام نہیں دیتی اور یوں عجیب اس کی رسائی کی ایک ہے علم مناظر میں قوت باصرہ کے اور کبھی نقصانات کی صراحت ہے۔ جیسے دور کی چیزوں کا چھوٹا دکھائی دینا۔ اگر دیکھنے والا خود متحرک ہو تو اس کا ساکن چیزوں کو متحرک دیکھنا اس کو ریل کے پیٹنے والوں سے پوچھ دیکھو یا اُس سے جس کو کبھی تیز رو کشتی میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہو شفاف پانی کی تہ میں کسی چیز کا ابھرا ہوا نظارنا۔ فوس قنچ کی رنگ آئینری اور ان کے سواے اور بہت سی باتیں

ہیں جن کا بیان کرنا بے عمل سا ہو غرض بنیائی نقصان و قوت سے بری نہیں۔ البتہ یہی حال ہر عقل کا۔
بہت باتیں عقل کی گرفت سے باہر ہیں۔

کہ جاہا سپر باید انداختن

نہ ہر جائے مرکب توان تاخستن

معلوم ہو کہ تقناطیسی سوئی کا ایک سر شمال کی طرف رہتا ہے۔ مگر نہیں معلوم کیوں۔ اور یہی حال ہر کل اسباب و علل کا۔ زمین چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ بلکہ تمام مادیات میں کشش ثقل و اتصال کا ہونا معلوم ہے۔ مگر نہیں معلوم کیوں۔ روح و جسم کا نہ کو میں شروع میں کر چکا ہوں۔ معلوم ہو کہ روح نہ عین جسم نہ چیز و جسم ہے نہ اُس میں اس طور حلول کیے ہو جیسے ظرف میں منظر و نہ روح و جسم میں عرض و جوہر کا تعلق ہے پھر روح کیا ہے اور اس کو جسم کے ساتھ کس قسم کا تعلق ہے کسی کو خبر نہیں۔ میں اس دنیا کے سینکڑوں عقیدے گنوا سکتا ہوں۔ جن کو ناخن عقل نہیں حل کر سکتا۔ سچ پوچھو تو ساری دنیا ہی طلسم حیرت ہے۔ مٹی ایک جادو چیر ہے۔ اس کا نباتیت پھر حیوانیت پھر انسانیت کے مدارج پر ترقی کرنا نہ ایمان کے فہم میں آیا ہے اور نہ بھی آسکتا ہے۔ تو کیا دین میں کسی بات کا خلاف عقل نہیں بلکہ عقل سے خارج یعنی اس کی سمجھنا بالآخر ضرور ہونا چاہیے ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ دین میں بدرجہ اولیٰ ایسی باتیں ہونی چاہئیں جن میں لمس عقل نہ ہو۔ کیوں کہ دین کا مدار ہے اس پر کہ انسان موت سے معدوم نہیں ہوتا موت سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ روح و جسم کا تعلق چھوٹ جاتا ہے۔ اجزاء سے جسمانی متلاشی و متفرق ہو کر اپنے اپنے ٹھکانے لگ جاتے ہیں وَمِمَّا خَلَفْنَاكُمْ فِيهَا تَوَعَّدُكُمْ وَمِمَّا نَحْنُ بِكُمْ نَادَا اُخْوٰی ہ ترجمہ اسی زمین سے ہم نے تم کو بنایا اور اسی میں تم کو پھر ڈالتے ہیں اور اسی سے نکالیں گے تم کو دوسری بار۔ انگریزی سننے کا شوق ہو تو الٹ الٹ الٹ الٹ الٹ الٹ الٹ الٹ۔ یہی روح و جسم میں تھی۔ اُس کے تصرفات ظاہر ہوتے تھے تب بھی اس کی حقیقت ہم کو معلوم نہ تھی لہذا مرگ تو یہی سہی اور بھی روپوش ہو گئی؟ کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے۔ بایں ہمہ چند در چند قرائن ہیں بن سے یقین کیا جاسکتا ہے کہ روح کو فنا نہیں۔

لے رسائی ۱۲ لے راہیں را کہ اور ٹی میں مٹی ۱۲۔

اول جب ہم سرے سے روح کی حقیقت سے بے فہم ہو کر اس کا حکم لگنے کا کوئی حق نہیں
ثانیاً۔ اگرچہ روح جسمانی رنجوں اور تکلیفوں سے بحالت حیات متاثر ہوتی تھی۔ موت بڑی بڑی
 جسمانی تکلیف سہی اور روح کا اس سے متاثر ہونا قرین قیاس ہی مگر موت کا اولی اثر جسم پر تھا اس کا
 تو منتشر کر دینے کے سوا اور کچھ نہ کر سکی۔ روح جس پر موت کا اثر ثانوی ہو کیوں معدوم ہو جانے لگی تھی عجیب نہیں
 موت نے روح پر اتنا ہی اثر کیا ہوا اور بس کہ اس کو جسم سے بے تعلق اور بے دخل کر دیا۔

ثالثاً دانش مند سے دانش مند اور راسخ سے احمق۔ عالم سے عالم اور جاہل سے جاہل۔
 مہذب و نامہذب۔ سولازڈ اور وحشی ہر ملک اور ہر زمانے کے لوگ یعنی دنیا کے آدمی قریب کل کے
 بقائے روح کو تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔ ہم کو اس سے بحث نہیں کہ یہ خیال دنیا میں کہاں سے
 آیا۔ اور کیوں کرتے لوگوں نے اس کو قبول کر لیا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ عموماً لوگ اس کے
 قائل ہیں اور جن کو انکار ہو اگر سچے دل سے ہو بھی تو اس عقیدے کے لوگ اس قدر کم ہیں کہ اس
 بجم غفیر عالم کے مقابلے میں گویا کہ نہیں۔ دین تو خیر ہی میں کہتا ہوں کہ انتظام دنیا بھی اسی
 خیال پر مبنی ہو۔ میں نے شروع میں کہا تھا کہ بہت سے جرائم کا اسناد صرف مذہب سے ہوتا ہو۔
 سو مذہب سے اس محل پر میری مراد تھی یہی عقیدہ بقائے روح یعنی لوگ اس وجہ سے مرتکب جرائم
 نہیں ہوتے کہ جانتے ہیں کہ مرے پیچھے کیے کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ ایک انگریزی کتاب میں بہت
 سے نامی مجرموں کے حالات لکھے ہیں جنہوں نے مرتے وقت خوفِ ماقبت سے اپنے جرموں کا
 اقرار کیا اور ہر جگہ اور ہر زمانے میں ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ پس یا تو ساری دنیا کو بر غلط
 مانو۔ یا دوسروں کی طرح بقائے روح کے قائل ہو۔ ہونہ ہو یہ عقیدہ داخل فطرت انسانی ہے کہ
 ملکہ غیب نے ہر ایک کے دل میں ڈال دیا ہے کہ۔ کون جس کو اولاد سے خیر جاری سے یا کسی
 دوسرے پیرائے سے دنیا میں اپنی یادگار چھوڑ جانے کی خواہش نہیں۔ اس خواہش میں بھی مضمر ہے۔
 وہی بقائے روح کا خیال۔ کیوں کہ اگر آدمی مرنے سے معدوم محض ہو جاتا تو دنیا میں یادگار رہنے سے

۱۷ تربیت یافتہ شایستہ۔ مذہب ۱۷ غیب کی بات کا امام کرنے والا اپنے خدا ۱۷

خدا چنانے کے لئے دانت۔ اور اُس میں بھی یہ تفریق کہ پینے کے لئے ڈالیں اور کاٹنے کے لئے دانت
 نوچنے کو چکیاں ۵

ابو بادومہ وغور شید و فلک در کار اند | تا تو نالے بکھ آری و بخلفت نخوری

اور حیات ابدی عیسیٰ بڑی ضرورت میں جو اہل آباد کے لئے ہمارے سر پر لا دی جائے گی ہم کو اتنا بھی سہارا
 نہ لگائے کہ ایک ذرا جھلکی تو دیکھ لینے دے۔ جہاں تک خدا کے کارخانے سے ہم نے خدا کو جانا اور جان سکتے
 ہیں ایسی بے رحمی انسان کو ایسے دیر سے کی حالت میں چھوڑ دینا اُس کو ترسانا پریشان رکھنا خدا کی شان
 رحیمی سے بالکل بعید ہے۔ **اللہ عَزَّوَجَلَّ عَلَّمَ الْکِتَابَ**۔

یوں خدا نے کریم و رحیم نے انسان کو اسی کی عقلِ نارسا اور فہمِ قاصر کے بھروسے پر نہ چھوڑ کر پیروں
 کے ذریعے سے (صلواتِ العظیم جمعین) جہاں تک وہ اس سہتی میں سمجھ سکتا تھا بتایا اور سمجھایا کہ اس کو مرے
 پیچھے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کس حالت میں رہنا ہو۔ اور اس ابدی زندگی کے لئے اُس کو دنیا میں کیا تیار کر
 کرنی چاہیے۔ ہم نے پیروں ہی کے کہنے سے جانا کہ ہماری اس سہتی موجودہ کو آگے والی سہتی میں بہت
 بڑا دخل ہو۔ یہ خواہش ہو اور وہ اس کی تعبیر یہ جوتے بولنے کا وقت ہو اور وہ کاٹنے اور گانے کا۔ **اَللّٰہُ یُنِیَا
 مَرَدَّہُ الْاٰخِرَۃَ** ترجمہ دنیا آخرت کی کھیتی ہو میرے اس بیان سے ظاہر ہو گیا ہو گا کہ مذہب میں عقل
 کی رسائی کہاں تک ہے اور کہاں بھونچ کر عقلِ جبریل کی ہم زبان ہو جاتی ہو ۵

اگر یک سر سوتے بر تر پر م | فسر و غ تجلی بسوزد پر م

افراط و تفریط کے دونوں پہلو ہر بات میں مذموم ہوتے ہیں جس طرح یہ کہنا غلط ہو کہ مذہب نقل یعنی خدا و
 رسول کا فرمودہ ہو اور نقل کو عقل سے کچھ سروکار نہیں اسی طرح یہ کہنا بھی غلط ہو کہ ہم کو نقل کی حاجت
 نہیں اور ہر عقل ہم سب کچھ دریافت کر سکتے ہیں یہاں تک کہ حالاتِ بعدِ مرگ بھی یعنی قومیں انسان کو
 عطا ہوئی ہیں جسمانی اور دماغی سب بمنزلہ آلات ہیں۔ جیسے مثلاً تیشہ بخار ممکن ہو کہ بخار بھی اس تیشے سے
 ہاتھ پاؤں زخمی کرے۔ لیکن اسی کا تصور ہو گا کہ تیشہ کا۔ انسان بھی اپنی قوتوں کو بڑی اور جھلی دونوں طرح

۱۵ خدا کی شان اس سے بہت بڑی ہو ۱۵۔

استعمال میں لاسکتا۔ ان کو عقل رکھ سکتا ان سے فوق الطاق کام لے سکتا۔ لیکن اگر وہ کسی قوت کو
 بُری طرح استعمال کرے تو خود ہی ملزم ہو نہ قوت اور نہ جس قوت دی وہ پس ہر ایک قوت کے استعمال
 میں انسان کو اعتدال ملنا چاہیئے۔ خاص کر معاملات مذہبی میں عقل کو کام میں لانے وقت
 مذہب کے اعتبار سے بھی اس کو عقل کا دیا جانا تو ضرور تھا۔ وہ عقل ہی کی وجہ سے سکھت ہوا۔ دنیا اور
 دین دونوں میں جتنی خوبیاں ہیں تفریع میں عقل پر اور جتنی خرابیاں ہیں وہ بھی تفریع میں اسی عقل پر۔ یوں
 سمجھو کہ انسان فی حد ذاتہ ایک کمانڈر ہی اور تو اسے مختلف افواج ہیں۔ اُس کے ماتحت زیر فرمان یہ فوجیں
 ایک طرح کی نہیں۔ جیسے انگریزی فوج میں پورے۔ مدراسی یا تلنگے۔ مرہٹے۔ گورکھے۔ سکھ۔ بلوچ۔ اطران
 کابل کے پٹھان۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ سب قسم کے سپاہی ایک ہی کٹڑی سے ہائے جاتے ہیں۔ نہیں نہیں۔
 شاید ایک پوربیہ یا مدراسی بیک کی چٹری سے تو بلوچ اور افغان آریٹ رائٹس غرض جو قومی ترقی
 سے پہلے کے وقت تمام قواسم انسانی میں عقل ہی سب سے زیادہ زبردست ہو اور اس پر کوئی اثر نہ
 بہت ہی احتیاط کا کام ہے۔ یہ بڑا اختلاف مذاہب دیکھتے ہوئے آگ بھی ان ہی حضرت عقل کی لگائی ہوئی
 جیس میں چنگاری ڈال جاو دو رکھڑی۔ میں دیکھتا ہوں تو ہمارے وقت کے نوجوان تعلیم یافتہ استعمال
 عقل کے بارے میں صلاح اور اصلاح دونوں کے سخت محتاج ہیں۔ ان کو امور مذہبی میں غور و خوض
 کرنے کی نہ فرصت ہو نہ مہلت نہ لیاقت نہ معلومات۔ اور طرہ یہ کہ طلب بھی نہیں۔ اور طلب ہو تو کہاں سے
 گھر میں چچا نہیں بزرگوں کی ناکید نہیں۔ یا دوستوں میں ترغیب نہیں۔ رہا اپنے دل کا تقاضا۔
 ایسی عمر نہیں۔ گیند بلا کوٹ وغیرہ جہاں آؤر کھیل میں وہاں بارش بابا ہم بازی ایک مذہب بھی سہی
 اپنی قوم کی حالت پر نظر کرتے ہیں تو خستہ خراب حافل کاہل جاہل مغلس محتاج گویا زلت و خوارمی کو لازم
 اسلام ہے۔ کیا عرب۔ کیا عجم۔ کیا روم کیا مصر۔ کیا افریقہ سب سب ایک۔ ناک میں رنگے ہوئے
 جھرو پیکو تھنل و انحطاط۔ جہاں سونکیت واد باران میں سے فرادی فرادی ایک ایک کیفیت
 نو عمر آدمی کے عقیدے کے متزلزل کر دینے کو کافی ہے۔ نہ کہ نبوعہ۔ دنیا اور دین میں نقد۔ فسیہ کی نسبت ہے
 لہٰذا ہم کی صلاح ۱۲۷ مشکل سے فرمان بردار ہونے والا ۱۲۸ حکومت کرنا ۱۲۹۔

ہم لوگ ایسے کمزور و کمزور تھے کہ ہم سے امید رکھے وہ سوا حق تعالیٰ کا ایک آدمی۔ لیکن کیا کیا جاسے دل نہیں مانتا چارونا چار کھنا ہی پڑتا ہے۔ افسوس تو دنیا کا بھی کیوں نہیں۔ لیکن دنیا فانی چند روزہ آتی جاتی چیز ہے۔ بری طرح بھی گزر جاتی ہے اور بھلی طرح بھی گزر جاتی ہے۔ اور آخر گزر ہی جاتی ہے۔ بڑا خیال تو دین کا ہو۔

ہم غم ہاں فر دہ تر این است

غم دین نور کہ غم دین است

خدا نخواستہ نعمت جاتی ہے تو پھر کہیں کے نہ رہے خسر اللہ دنیا والا خسر اللہ ذلک ہو الخسران المبین طرجمہ گنوا کی دنیا اور آخرت ہی ہو تو طرجمہ۔ اور اس کے جانے کو کون سے چھکڑے چاہئیں۔ دین کا تو ایسا نازک معاملہ ہو کہ ایک خیال سے اور ایک مقال سے آدمی زندہ جاتا ہے۔ وہ تو بڑے شکر کا مقام ہو کہ گورنمنٹ اگرچہ مذہباً عیسائی ہو۔ مگر اُس کا کوئی مذہب نہیں یا یوں کہو کہ اس کا مذہب صلح کل ہے۔ عیسائی دین خود موسیٰ دین خود۔ پس اسلام کو جو کچھ خطر ہو نہ دیکھنا بے بصر سے ہے جو مسلمان کہلاتے اور اسلام کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں وہ لوگ ہیں جو مخالفین کی گیدہ بھکیوں سے ڈر کر صراطِ مستقیم سے بھٹک جاتے ہیں۔ ورنہ اسلام کے اصول ایسے سیدھے اور صاف اور سچے اور سلیس اور عام فہم ہیں کہ ان پر کامیابی کے ساتھ کوئی حملہ ہو نہیں سکتا۔ مجھ کو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ آغا خان جیڈی موروثی مسلمان ہوں۔ اور اپنے نسب نامے میں القراض سلطنتِ دہلی تک بلا فصل مستخرج اور مفتی اور علماء کے نام پاتا ہوں میں نے بزرگوں میں سے اوائل عمر میں صرف اپنے والد کو دیکھا اور جہاں تک میرا حلقہ شہادت کرتا ہے میں جانتا ہوں کہ وہ نہ صرف نام کے مولوی تھے۔ بلکہ بڑے پکے دین دار۔ یہ رویداد چاہتی ہو کہ میرا اسلام تقلیدی ہو۔ مگر خدا کے فضل سے ایسا نہیں ہے۔ مجھ کو اتفاق سے ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے مدتوں مجھ کو مذہبی چھان بین میں غلطیاں پہچان رکھا۔ یہاں تک کہ آخر کار اسلام کی حقانیت کامل طور پر میرے ذہن میں ایسی بیٹھ گئی جیسے پتھر کی لکیر محمد علی ذلک۔ رَبَّنَا لَا تُخِزْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ

اَنْتَ الْوَهَّابُ ترجمہ اس رب ہمارے دل تہ پھیر رہا ہے جب ہم کو ہدایت لے چکا اور دے ہم کو اپنے پاس مہربانی سے شک تو ہی پہنچتے ہیں والا۔

مجھ کو ٹھیک سنا یاد نہیں مگر سن ۱۸۵۷ء کے لگ بھگ کا مذکور ہے کہ ہمارے دہلی کالج اور فیصل کلاسز کی ریاضی کے استاد ماسٹر رام چندر صاحب اصل بلانے کے لئے آمادہ ہوئے۔ ماسٹر صاحب اور یاد کر گیا طبع کیا سٹوڈنٹ سب کے ساتھ مذہبی چھڑ چھڑا کرنے لگے۔ مذہبی مناظرے کی وہ پہلی بھنگ تھی جو میرے کان میں پڑی اگرچہ میں عربی کی جماعت اول میں تھا۔ اور فقہ کی مشہور کتاب فتاویٰ درمختار ہمارے کورس میں تھی۔ لیکن میں دیکھتا تھا کہ ماسٹر ہم لوگوں کو نیند کر دیتے تھے۔ مجھ کو ماسٹر صاحب کے ساتھ ایک خصوصیت بھی تھی۔ اور اکثر ان کے مکان پر بھی جانے کا اتفاق ہوتا تھا ماسٹر نے تو مجھ کو لکھا کہ دیا ہوتا جیسا کہ قرآن میں ہے: اِنْ يَكُذِّبْكَ لَتَوْدِىَنَّ دَوْلًا يَفْعَلُونَ بِكَ لَئِنْ لَمْ يَنْقُصْ مِنْ الْمُحْسِنِينَ ترجمہ تو تو لکھا تھا کہ مجھ کو گڑھے میں ڈالے اور اگر نہ ہوتا میرے رب کا فضل تو میں بھی ہوتا ان میں جو بچے آئے مگر مجھ کو ادب عربی کا تھا شوق بہت میں قرآن کی عبارت پر لٹو تھا اس نزاع نے مجھ کو اس نہر سے بچایا یہاں تک کہ کالج سے میں اپنا ایمان سلامت لے کے نکل گیا۔ مگر کیسا ایمان سترزل۔ متشابک۔ ضعیف۔ مفصل۔ پھر میں نے علم کلام کی کتابیں دیکھنی شروع کیں۔ موافق و مخالف دونوں ماسٹر نے مجھ کو عیسائی بنانا چاہا۔ اور علم کلام نے سرے سے لا مذہب مناظرے کا ایک انگریز اور مشہور قاعدہ ہو بہو منظرہ پیش کیا جس کے یہ معنی ہیں کہ ایک شخص دوسرے سے کہے تمھاری آنکھ میں ناخن ہے اور دوسرے کہے تمھاری میں ٹینٹ اس طریقے سے ممکن ہے کہ بعض صورتوں میں متعرض بند ہو جائے۔ لیکن غیر آدمی جو تحقیق حق چاہتا ہو دونوں سے بظن ہو جاتا ہے کہ دونوں میں کوئی بھی نقصان سے خالی نہیں۔ اس سے کہ متعرض کی آنکھ میں ٹینٹ ہے۔ ہماری آنکھ کے ناخن کا عیب زائل نہیں ہو سکتا غایتہ ما فی الباب ناخنہ اخف و اخفون ہو بمقابلہ ٹینٹ کے۔ لیکن جس کی آنکھ صحیح و سالم ہو وہ دونوں کو عیب دار سمجھے گا۔ ناخنہ والے کو کم ٹینٹ والے کو زیادہ۔ اس طرح ہے۔

۵۔ ہادی جی جب کسی کو یہ باتی کرتے ہیں تو اس پر بانی جہر کہتے ہیں یا عرض ہیں: دزدانہ کہتے ہیں: یا کوہ بلانے سے ہیں

۶۔ یعنی سب سے خفیف تراد سب سے آسان تر ہے۔

بریسوں میرے شکوک کا یہ حال رہا۔ ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

بایں ہمہ جب سے قرآن کے سمجھنے پر قادر ہوا۔ اُس کے استحسان میں کبھی ایک لمحے کے لئے بھی کمی نہیں ہوئی اور اس نے مجھے وہ کلام دیا جو مصداقِ امتی ہے ایک بڑے مرتقلے کو۔ میں نے ہر طرف سے مایوس ہو کر خیال کیا کہ میں بڑے بڑے نامی گرامی آئمہ کی نظم و نشر دونوں طرح کے کلام ٹھنٹھا ہوں۔ زمانہ جاہلیت کے مخفّرس کے۔ اسلام کے بعد کے اور خود اُس شخص کے جس کے مُنہ سے الفاظِ قرآنی نکلے اور اس کے دوسرے مقالات مجلداتِ احادیث میں منضبط ہیں مواظپیں خطبات ہیں قصص و حکایات ہیں۔ مراسلات ہیں یہ بات کیا ہو کہ قرآن کی عبارت کو کوئی نہیں پاتا۔ دوسرے آئمہ اُس طرز پر قادر نہ ہوں تو خیر مگر ایک ہی قائل کیوں کرو مختلف طرزوں میں اور مختلف بھی اس وجہ کے کہ زمین و آسمان کا لفظ کلام کرنے کی قدرت پاسکتا ہو۔ یہ تو عادتاً محال ہو تمھارے سمجھانے کے لئے کہتا ہوں کہ مثلاً ہندی شعرا میں سے زیادہ نہیں میر تقی۔ انشاء اللہ خال۔ سودا تین شاعروں کو لو ہر ایک کا طرزِ بھلاگانہ ہو۔ اور جو سخن فہم ہیں مضمون اور بندش سے پہچان لیتے ہیں کہ ان تین میں سے کس کا شعر ہو۔ میں شاعر نہیں ہوں۔ مگر اتنی اُکل مجھ کو بھی ہو کہ اگر کوئی شعر میرے رو بروٹھا جا جائے تو غالب ہو کہ اُس کے قائل کی تعین میں غلطی نہ کروں۔ میں جانتا ہوں کہ میر صاحب کے مضامین حسرت آلود ہوتے ہیں اور زبان نہایت درجہ شستہ اور سلیس یہ بات خاص میر صاحب ہی میں دیکھی گئی کہ ضرورتِ شعری کی وجہ سے لفظ کا دب کر نکلا بھی جائز نہیں رکھتے۔ انشاء اللہ خان بھگت ہیں۔ بیان میں شوخی و سودا ہر قسم کے مضامین پر قادر ہیں۔ بندش بھی اُس کی مضبوط ہوتی ہو۔ متاخرین میں مثلاً غالب اور ذوق میں تیر کرنا کیا مشکل ہو تینہما اِدْرَسَاح لَکِیْخِیْنِ ترجمہ ان میں ہو ایک پردہ زیادتی نہیں کرتے۔ غرض ہر ایک کی اپنی اپنی طرز ہے جب دوسرے کی طرز اختیار کرتا ہو گتا ہو مجھ کو خود ایسا اتفاق ہوا ہو کہ ضرورت کسی اخبار میں کوئی مضمون دیا اپنے نام سے نہیں۔ مگر تاڑنے والے تاڑ گئے تو مجھ کو بڑی

لے جس کے بدن میں رشتہ ہو ۱۲ الہ وہ لوگ جن کی کچھ زندگی جاہلیت اور کچھ اسلام میں ہوئی ہو ۱۳ مصنف ۱۲

حیرت ہی پیش آئی کہ پیغمبر صاحب نے دو طرح کے کلام پر کیوں کر قدرت پائی آخر یہ عقیدہ میں نے اس طرح پر حل کیا پیغمبر صاحب کا اپنا طرز تو وہی تھا جو احادیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ ربا قرآن۔ ان کا کلام ضرور تھا کیوں کہ ان کے منہ سے ادا ہوتا تھا مگر نزول وحی کے اوقات خاص میں جب کہ وہ اپنے اختیار میں نہیں ہوتے تھے۔ وحی بھی ایک اسرار آتی تھی لیکن اس قدر معلوم ہو کہ کبھی جہل حال کی نسبت کی شکل میں مشکل ہو کر پیغام خدا پہنچا جاتے تھے۔ کبھی خواب کے پیرائے میں وحی آتی تھی مگر اکثر کثرت کی سی جھنکار سن پڑتی تھی اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اس طرح کی وحی مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے آپ کا رنگ فق اور جسم ایسا بوہل ہو جاتا تھا کہ ایک بار آپ اپنی اونٹنی عضب پر سوار تھے کہ وحی آئی اونٹنی مائے بوجھ کے بیٹھ گئی۔ کرکڑاٹے جاڑے میں نزول وحی کے وقت آپ پسینے پسینے ہو جاتے۔ اس سے شاید کسی عیسائی مصنف نے اپنی کتاب میں لکھا ہو کہ ان کو صرع کی بیماری تھی۔ اس تشخیص سے غرض یہ ہو کہ ان کا دماغ صحیح نہ تھا اور اسی وجہ سے دعوی نبوت کر بیٹھے۔ مگر یہ کوئی نیا اعتراض نہیں۔ کافروں کے ترکش میں کوئی تیر نہ تھا جو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ چلا نہ ہو۔ جسوٹا مفسر می کہ دینا تو خیر معمولی بات تھی کہتے تھے اِنَّمَا عَلَّمَهُ بَشَرٌ مگر ترجمہ اس کو تو سکھاتا ہوا آدمی۔ اَسْأَلُكَ الْاَدْرَيْنَ اَكْتَبْتَهَا نَحْنُ عَلٰی عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاصْبِلَا ترجمہ نقلیں ہیں انھوں کی جن کو اس نے لکھ لیا ہو سو وہی لکھوائی جاتی ہیں اس پاس صبح و شام اَعْمَالُنَا دُرُكُوْا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الشَّامِخِ جَبَّوْنَ ترجمہ کیا ہم چھوڑ دیں گے اپنے ٹھاکروں کو ایک شاعر دیوانے کے کہنے سے اَفَلَا نَرٰی عَلٰی اللہِ کَذِبًا اَمْرًا بِسْمِ اللہِ بنا لایا ہوا اللہ پر جھوٹ یا اس کو سودا ہو۔

ان اعتراضوں میں سے کوئی اعتراض پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر متبانی نہ تھا اور چونکہ بڑی بے تک و ہونگی بے جھڑبانکتے تھے پیغمبر صاحب مسلم کو ایسے بونے پھسپھے اعتراضات سے آذر تقویت پہنچتی تھی پیغمبر صاحب مسلم کا حال یہ تھا کہ دعوی نبوت سے پہلے یہاں تک ان کی صداقت مسلم تھی کہ امین آپ کا لقب تھا ایک بار آپ نے نفیر پکار کر سب کو جمع کیا اور کہا کہ ہمارا اللہ تعالیٰ میں قدرت

کہوں کہ دشمن اس پہاڑ کی آڑ میں گھات لگا ہے پڑے ہیں کہ موقع پا کر تم پر حملہ کریں تو تم میرے کھوکھ
 سچ مانو یا نہ مانو۔ سب بولے ضرور۔ بھلا تم اور جھوٹ بھکاؤ گے۔ تم آپ نے فرمایا اِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّكُمْ بَیْنَ
 یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ ترجمہ میں تو ایک ڈرانے والا ہوں تم کو ایک بڑی آفت کے آگے آنے سے۔
 اس پر ابولسب بولا تَبٰی اَلَا اَظْهَرُ اَدْعَاؤُکُمْ تَرَ حِمَہُ تَجِدُوْہَا لَیْ مَارَکِیَا اِیْمَیْ تُوْنِیْ ہِمُ کُوْبَلَا یَا۔ اسی
 کے جواب میں سورۃ تَبٰی اَلَا اَبٰی لَہٗبٍ نَازِل ہوئی۔ اس بات کے لئے تاریخی شہادت موجود ہو کہ
 سفر اور حضر رخ اور خوشی۔ اُٹھتے بیٹھتے۔ چلتے پھرتے ہر حالت میں آپ کو خدا کی یاد دلا رہی تھی اور ہمہ وقت
 غفلت آنی نصیب العین۔ موٹی سے موٹی اور بھدی سے بھدی سمجھ بھی تجویز کر نہیں سکتی کہ ایسا شخص جس نے
 راست گوئی کا سکھ بھگا کر امین کا خطاب حاصل کیا ہو سب باتوں میں تو سچ بولے اور ایک بات میں جھوٹ بولے
 اور جھوٹ بھی بولے تو خدا پر اور اُس کے ساتھ یہ بھی کہتا جائے وَمَنْ اَظْلَمُ مِّنْ اِفْطَرٰی عَلٰی اللّٰہِ
 کَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحٰی اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ شَیْءٌ وَمَنْ قَالَ سَاَنْزِلْ مِثْلَ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَوْ تَرٰی اِذَا
 الظّٰلِمُوْنَ فِیْ عَنَابِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِکَہُ بِاَسْطُوْا اَیْدِیْہِمْ اَخْرَجُوْا اَنْفُسَکُمْ اَلْیَوْمَ تُحْجَرُوْنَ
 عَنْ اَبْ اَلْہُوْنِ وَمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ عَلٰی اللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ وَکُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِہٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَلَقَدْ
 جِئْتُمُوْا نَارَ اَدٰی کَمَا خَلَقْنَاکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَتَرْکَبْتُمْ مَا خَوَّلْنَاکُمْ وِزْرًا ۝ ظُہِرَ لَکُمْ ۝ وَمَا نُوْیْ مَعٰکُمْ
 شَفَعَاۤءُکُمْ الَّذِیْنَ رَزَعْتُمْ اَھْلَہُمْ فَمِنْکُمْ شَرٌّ لَّکُمْ ۝ لَقَدْ قَطَعَ بَیْنَکُمْ وَصْلَ عَنَکُمْ فَالْتَمَسْتُمْ تَرْجِعُوْنَ ۝
 ترجمہ اور اُس سے ظالم کون جو باندھے اللہ پر جھوٹ یا کسے مجھ کو وحی آئی اور اُس کو وحی کچھ نہ آئے۔
 اور جسے میں اُتارتا ہوں برابر اُس کے جوا اللہ نے اتارا اور کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم ہیں موت کی پہنچی
 میں اور فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ نکالو اپنی جان آج تم کو جزا ملے گی ذلت کی مار اس پر کہ کتے تھے
 اللہ پر جھوٹ باتیں اور اُس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے اور تم ہمارے پاس آئے ایک ایک جیسے جنم
 بناے تھے پہلی بار اور چھوڑ دیا جو ہم نے اسباب دیا تھا پیٹھے کے پیچھے اور ہم دیکھتے نہیں تمہارے ساتھ
 سفارش کرنے والے جن کو تم قاتلے تھے کہ اُن کا تم میں سا بھائی ٹوٹ گئے تم آپس میں اور جاتے رہے
 جو دعویٰ تم کرتے تھے۔

یہ اس غضب کی باتیں ہیں کہ ہمارے زمانے میں کوئی نالیق سے نالیق لپکتے سے نچا آدمی جس کو دو آنے پر بھجوا دیا گیا ہو یا کسی میں مطلق باک نہ ہو اگر قسم دیتے وقت اُس کو یہ باتیں یاد دلائی جائیں تو غالب ہو کہ تھراٹھے پس یک نیک نہادر است گوار است باز خدا ترس شخص کی نسبت ایسا یہودہ خیال کرنا پائے درجے کی بے انصافی نہیں ہو گیا ہو۔ پھر کوئی شخص جھوٹ بولتا ہو تو کسی غرض کسی مطلب سے۔ سستی شیعوں کو کہتے دو جوان کا بھی چاہے سچ تو یہ ہو کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جانشینی کے لئے کسی کو نامزد نہیں کیا۔ اور کیا ہوتا تو خلافت کے بارے میں اختلاف ہی کیوں واقع ہوتا جو شخص عرب جیسے سخت دلوں کو یہاں تک مسخر کرے کہ بتوں کی پرستش۔ بھائی سے بھائی جو رو سے نصہم۔ باپ سے بیٹے۔ لوگوں سے آرام و خوش اور وطن اور کینے اور غنے سب کچھ چھڑوا دیئے کیا اُس کو اتنی قدرت نہ تھی کہ اپنی جانشینی کو تسلیم کر دیتا۔ مگر یوں کہ کو کہ پیغمبر صاحب کو اس سے کچھ مطلب ہی نہ تھا۔ بعض اوقات خاص خاص لوگوں کے ساتھ کسی وجہ سے خصوصیت کی سی باتیں کیں اب ان کی دلیل جانشینی سے کہ تو تو تھاری خوشی پیغمبر صاحب مسلم ملک تمام خاندان نبوت نے جس زہد کے ساتھ زندگی بسر کی سب کو معلوم ہو۔ پس بغرض محال پیغمبر صاحب نے نبوت کا غلط دعویٰ کیا ہو تا تو دنیا وی جاہ و ثروت کی طمع سے۔ سو اس کا یہ حال کہ نہ خود متبع ہوئے اور نہ اپنے عزیزوں میں سے کسی کو متبع ہونے دیا اور نہ کسی جانشین کو نامزد کیا۔ مجتہب جاہ کا کیا اچھا ثبوت ہو۔ یہ جو حقیقت تہمت دروغ گوئی کی جو نہ دھری جائے اور نہ اٹھائی جاے۔

اب دیکھنا چاہیے کہ انمنا علیہم البشر کا تیر تھا یا وہ بھی نکلا اور نکلا بھی اکل چو۔ عرب میں جو فصیح دلیق تھے تمام ملک میں مشہور تھے ان کے قصائد صلیوں اور موسم حج اور بازاروں میں پڑتے اور دروازہ خانہ کعبہ پر لٹکائے جاتے تھے۔ اور اسی غرض سے وہ لوگ نصیدے کہتے ہی تھے۔ اور ان کی کیا تخصیص ہو کسی زمانے میں کبھی فصیح بلینہ ایسا نہیں گزرا جس نے شہرت کی نہ صرف تنہا بلکہ اس کے حاصل کرنی کی کوشش نہ کی ہو۔ تو فرض یہ ہو کہ جو لوگ قرآن کی سی عبارت کے کہنے پر قادر تھے ضرور ہو کہ مشاہیر میں سے ہوں اور معلوم ہو کہ جتنے مشاہیر تھے کھلم کھلا مخالف اسلام تھے پیغمبر صاحب

کی ہجرتیں کتنے اور لوگوں میں مشہور اور منتشر کرتے۔ ان میں سے کسی کو کیا پڑی تھی کہ درپردہ پیغمبر صاحب
 کی مدد کرتا۔ اور یہی وجہ تھی کہ مشاہیر میں کسی کی نسبت ایسا شبہ نہ ہو نہیں سکتا تھا تو متعرضین غیر ملک لوں پر
 گمان کرتے تھے اَعَاذَ عَلَیْکَہِ تَوَّمُ اَنْحَرُوْنَ ترجمہ ساتھ دیا ہو اُس کا اس میں اور لوگوں نے۔ اس کا کیا
 معقول جواب خدا تعالیٰ نے دیا لِسَانُ الَّذِیْ یُلَیِّدُ وَنَ الْکِیۡہِ اَجَّیِّ وَهَٰذَا لِسَانُ عَرَبِیِّ مُبِیِّنٌ ۝
 ترجمہ جس پر تعریف کرتے ہیں اُن کی زبان ہو اوپر ہی اور یہ زبان عربی ہو صاف جس کا یہ مطلب ہو کہ
 غیر ملک والوں کی طرف ایسا شبہ کرنا تو صریح ہو کیوں کہ غیر ملک والا کیسا ہی عربی زبان کا ماہر کوئی ہو
 ممکن نہیں کہ قرآن کی اسی عبارت سمجھ سکے۔ علاوہ بریں تھوڑی دیر کے یہ فرض کرو کہ پیغمبر صاحب قرآن کوئی
 دوسرا ہی شخص سمجھا تا سہی تو متعرض کا کام ہو اُس شخص کو نامزد کرے اور ہم کو سمجھائے کہ ایسے کلام فصیح و
 بلیغ کا کرڈٹ خود اسی شخص نے کیوں نہ لیا یعنی آپ پیغمبری کا دعویٰ کیوں نہ کیا اس سے بڑھ کر تعجب کی
 بات اور کیا ہوگی کہ ایسے زمانے میں جب نوڈیاں باندیاں تک شعر کہتی تھیں اور فصاحت بلاغت کو بڑا
 کمال سمجھا جاتا تھا اور اہل عرب اپنی زبان کی عمدگی پر یہاں تک ناز ان تھے کہ ماسوائے عرب کو بھی کہتے
 تھے جس کے معنی یہ ہیں کہ ادا سے مطلب اور گویائی پر قادر نہیں۔ لوگ قوت بیان اس قدر متاثر ہوتے
 ہوں کہ شعر اجب چاہیں قبیلوں کو قبیلوں سے لڑا ماریں غرض فصاحت بجائے خود ایک پاؤ قوت
 ہو ایسے وقت میں ایک شخص اُمی جس نے ساری عمر شعر کہنا کیسا شعر کموزوں پڑھنا بھی نہ جانا ہو وہ چکا
 چکار کر تھمدی کرے فَاتُوا السُّورَةَ مِنْ مِّثْلِهِمْ دَاوَعُوا الشَّهَادَةَ کَمَا کُنْتُمْ مِنْ دُونِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ
 اِنْ کُنْتُمْ تَفْعَلُوْا اَوْ لَنْ تَفْعَلُوْا ترجمہ تو لے آؤ ایک سورۃ اس قسم کی اور بلاؤ مین کو حاضر کرتے ہو اللہ کے سوائے
 اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر نہ کرو اور البتہ نہ کر سکو گے فَاتُوا بِشَرِّ شَرِّ مِثْلِهِ مِثْلًا وَاذْعُوْا سِنْ اَسْتَطَعْتُمْ
 مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ترجمہ تم لے آؤ ایک دس سو تین ایسی باندھ کر اور پکارو جس کو پکار سکو اللہ کے سوا۔ کہ اِنْ
 اِجْتَمَعَتْ اَلْاِنْسُ وَ اَلْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُہُمْ
 بِبَعْضٍ ظٰہِرًا ترجمہ اگر جمع ہو ویں آدمی اور جن اس پر کہ لاویں ایسا قرآن نہ لاویں گے ایسا قرآن
 لے لینے لوگوں سے کہے کہ میرے کلام کے مقابلے میں کلام لاؤ ۱۲۔

اور پڑے مد و کریں ایک کی ایک۔

فصحا کے عرب اپنا اور اپنے عربوں کا قید ہونا جلا وطن کیا جانا۔ مارا جانا گوار کریں اور کسی سے اتنا نہ ہو سکے کہ کابھری زبان ہلا کر تمدنی سے یہ مقابلہ پیش آئے ع

ایک بہ شہادت طلبہ لوح و قلم را

مخدا میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ جس کسی کو اتنی عربی بھی آتی ہو جتنی کہ مجھ کو اگر چہ جتنی آتی
چاہیے اس کا عشر عشر بھی بھڑکے نہیں آتا۔ بہر کیف مجھ کا استدلال آدمی بھی اتنا جان سکتا ہے کہ قرآن
کی عبارت سے کسی آدمی کا کلام اور آدمیوں میں خود پیغمبر صاحب بھی داخل ہیں لگائیں کیا تا فصاحت
بلاغت کے اکثر مسائل بھی منضبط ہیں مگر زیادہ تر میں اس کو وجدانی خیال کرتا ہوں یعنی اگر کوئی خاص
آیت لے کر مجھ سے پوچھو کہ اس میں کیا فصاحت ہو تو میں نہیں بیان کر سکوں گا۔ اور آیت کو آیت میں نہیں سمجھتا
کہ کوئی اردو کے ایک شعر یا ایک مصرعہ کی نسبت بھی ایسا دعویٰ کر سکے لیکن میں نے سینکڑوں دفعہ قرآن کو
دول سے آخر تک پڑھا ہوا اور دوسروں کے کلام پر میری نظر بہت تو نہیں توخیر ایسی بہت کم بھی نہیں۔ پس
میرا کیا استدلالی عقیدہ ہو کہ قرآن کلام بشر تو نہیں اور دوسرے بشر تو کس گنتی میں ہیں ان کا بھی کلام نہیں
جن کی زبان سے نکلا یعنی پیغمبر صاحب اور ہم کو غیر صادق نے جس کی صداقت اور راستی اور دیانت کے
سینکڑوں نہیں ہزاروں شواہد موجود ہیں ہم سے کہا کہ میں قرآن اپنے دل سے بنا کر نہیں کہتا بلکہ مجھ سے خدا
کہلاتا ہو پس ہم نے یقین کر لیا اور میں نہیں جانتا کہ یقین کرنے میں اب کون سی حالت منتظرہ باقی رہ گئی کہ
قرآن ضرور خدا کا کلام ہو۔ جتنے قسم کے معجزات پیغمبروں سے سرزد ہوئے بعد الوقوع واقعات تاریخی ہوئے گئے
یعنی مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ابراہے الٹے و ابرص اور اچھے موتی کیا تو اب یہ واقعہ تاریخی ہو۔ ہم نے
قرآن کو بیماروں کو چنگا کرتے مردوں کو جلاتے دیکھا نہیں ہم کو تحقیق کرنا پڑے گا کس نے دیکھا اور کس نے
روایت کی اور روایت کہاں تک قائل تسلیم ہو شہادت کا یہ حال ہو کہ لوگوں کی شہادت کی زمان
اور مکان دونوں کے اعتبار سے ایک حد ہوتی ہو کیا تم خیال کرتے ہو کہ چین کی مغلدری میں سچ بولنے والے

نہیں تھے یا اب نہیں۔ تھے اور ہیں۔ لیکن چوں کہ ہم اُن سے واقف نہیں۔ ان کے نام تک ہم سے صحیح طور پر پوئے نہیں جاتے ہم اُن کی شہادت کو جھٹلاتے ہوئے مگر ہمارے دل کو پورا اطمینان بھی نہیں ہوتا۔ یہی حال ہر واقعات کا باعتبار زمانے کے۔ ہمارے ہندوستان ہی کی تاریخ میں بہت سے واقعات ایسے مرقوم ہیں جن کے مقابلے میں ششہائے غدر کی کچھ بھی وقعت اور حقیقت نہیں۔ لیکن از بسکہ جدید العصر ہر ایک واقعہ معلوم ہوتا ہے اور پڑانے واقعات اس کے سامنے قصے کہانی۔ تو اس سے کیا نتیجہ نکلا کہ انبیائے سابقین کے کل معجزات واقع ہوئے۔ مگر ہماری نظر میں مردِ زمانے کی وجہ سے افسانہ ہو گئے۔ یہ عجیب صاحبِ آخر الزمان کی خصوصیت تھی پہلے دوسری خصوصیات کے کہ ان کو قرآن کا ایسا معجزہ ملا جو ابد الابد تک ہر وقت اور ہر جگہ تازہ اور نو تہیہ۔ مجھ کو حقیقت میں بڑی ہی ہنسی آتی ہے جب میں قرآن کی فصاحت میں بحث کرتے سنتا ہوں ایسے لوگوں کو جو عبارتِ عربی کے اعراب بھی درست نہیں پڑھ سکتے اور ردائے آتا ہے اُن پر جو مسلمان ہو کہ کوئی تو کہتا ہے کہ قرآن کی ترتیب ٹھیک نہیں اور کوئی نماز سے الفاظِ قرآن کے خارج کیے جانے کی کوشش کر رہا ہے اور اتنا نہیں سمجھتا کہ جن چیزوں پر اسلام کو فخر ہے اُن کی لمبی فہرست کے سرے پر قرآن ہے۔ بالفالحہ و عبارت و ترتیب۔ خدا نہ کہے کہ مسلمان اس فخر سے محروم ہوں اور وہ زمانہ آئے کہ جس کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ لوگ الجحد اور الخذلان میں اختلاف کیا کریں گے۔ پس مٹیں گا مگر قرآن کے رفارم قرآن کے پیچھے کیا پڑے ہیں گویا اسی وقت کے لیے مستعجل ہیں۔

اب ہم کفار کے اس اعتراض کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ کہا کرتے تھے اِنَّا لَنَرٰكَ كَوْنًا اِلٰهًا سِتًّا لِّشَاعِرٍ تَجْعَلُوْنَ تَرْجُمَہُ کیا ہم چھوڑ دیں گے اپنے ٹھکانوں کو ایک شاعر دبوانے کے کہنے سے پس میں دو باتیں ہیں۔ شاعر اور محنون۔ اس میں سا بھی شک نہیں کہ حضرت نے تمام عمر کبھی شعر نہیں کہا۔ بلکہ شعر اور شاعری دونوں کی باعلان تمام مذمت کی اَلشَّعْرُ اَعْوِیْطُہُمْ الْعَاوِنَ اَلَمْ تَرَ اَھْمَہُمْ فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّجْعَلُوْنَ لَہٗ اَھْمَہُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَقُوْلُوْنَ تَرْجُمَہُ شاعر دس کی بات پر چلیں وہی جو بے راہ ہیں۔ تو نے نہیں دیکھا کہ وہ میدان میں سر مار رہے پھر رہے ہیں اور یہ کہ وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے۔ ہر کو قریں قیاس نہیں کہ جو شخص

جو شخص کسی کام کی بُرائی بیان کرے خود اس کا مرتکب ہو۔ اور خود یَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ کا مصداق بنے پنیر صاحب صلعم کو میرے اور اپنے اوپر قیاس مت کرو کہ دن بھر بکواس کرتے رہتے ہیں اور سولے کرانا کا تہین کے بلکہ کرانا کا تہین میں سے بھی سولے کا تب دست چپکے اوری کوہاری بکواس کی پروا نہیں ہوتی۔ پنیر صاحب صلعم کا تو حال یہ تھا کہ ایک لفظ مونہ سے نکلا اور سینکڑوں ہزاروں دلوں میں کھٹا گیا۔ اگر شعر ہوتا تو لوگ اس کو یاد کر لیتے۔ حضرت کے رجز احادیث میں موجود ہیں۔ مَثَلًا اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنَا الَّذِي لَا كَذِبَ لِيْكَنْ شَعْرُكَسَ اَيْ نَهْ لَوْ كُنْ يُوْنُ كَرُوْنِيْ اَبْ شَعْرُكَسَ كَرْنِ بِرْ صَاحِبْ كِيْ طَرَفْ مَسُوْبْ كَرْنِ اَوْرُو عِيْدْ مَعْنِ كَذِبْ عَلٰی مَنْعِيْلْ اَلْكَلْبَتُوْ مَقْعَدْ اَمِيْنِ الشَّادِ تَرْجَمْہُ جو شخص جان بوجھ کر بھر جھوٹ باندھتا ہے وہ اپنا ٹھکانا جہنم ٹھہرائے گا مگر دین جاے۔

اب دیکھنا چاہیے کہ پنیر صاحب صلعم شعر کھ نہیں سکتے تھے یا کہہ تو سکتے تھے۔ مگر بڑا احمق کہہ کر کہہ نہیں ان دونوں میں شق صحیح ہی ہو کہ شعر کہنے سے عاجز تھے اور یہی عجز ان کی رسالت کی دلیل قومی ہے۔ اصحاب نے تو استفادۃ اور محبت کی وجہ سے بھی ہر وقت پنیر کو گھیرے رہتے تھے۔ داب مجلس نبوی کے لحاظ سے ہر طرح کے نہ کو ریا کرتے کبھی کسی کے منہ سے بے ساختہ کوئی شعر بھی نکل جاتا کیوں کہ شعر تو ان لوگوں کا گویا تکیہ کلام تھا۔ تو جناب پنیر صاحب اس طرح کے اشعار پسند فرماتے تھے

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَقَ اللّٰهُ بَاطِلٌ ۝۱
وَكُلُّ نَفْسٍ لَّا تَحْسِلُكَ سَرَ اِطْلُ ۝۲

اس کو مکر پر پڑھنے کی فرمائش کرتے اور آپ خود بھی دہراتے۔ لیکن از بس کہ طبیعت واقع ہوئی تھی ناموزوں پڑھنے میں وزن فوت ہو جاتا مثلاً اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَقَ اللّٰهُ بَاطِلٌ کی جگہ اَلَا كُلُّ شَيْءٍ سِوَاكَ اللّٰهُ بَاطِلٌ نکل جاتا تو حضرت ابو بکرؓ پر اس کا عجیب اثر ہوتا تھا عرض کرتے یَا نَبِیُّ اَنْتَ كَاْمِیْ اَشْهَدُ اَنَّكَ كَرَسُوْلُ اللّٰهِ۔

اور صحیحی تو ہو کہ جو شخص ایک مصرعہ تک ناموزوں نہ پڑھ سکے شاعری کیا جانے۔ اور بڑی حیرت کی

لے اللہ کے سواے کل چیزیں باطل ہیں ۱۲ لے اور ہر ایک نعمت اللہ کے لائے ہوئے والی ہے ۱۲ لے آپ پر میرے ماں باپ تیرا ہوں میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ رسول خدا کے ہیں ۱۲۔

بات ہو کہ نہ شعر کہہ سکے نہ شعر نوروں پڑھ سکے اور قرآن جیسے کلام فصیح و بلیغ سے محکم ہو۔ اس حیرت کو اس کے سوا اور کوئی تاویل دفع کر ہی نہیں سکتی کہ قرآن کو کلام خدا مانا جاوے۔ اب ایک بات یہ ہو کہ جو شخص عربی نہ جانتا ہو اُس کو کس طرح تسکین ہو کہ قرآن کلام خدا ہو۔ اس کا صرف ایک ہی جواب ہو کہ اُس کو چاہیے خود استدلال عربی پیدا کرے۔ یا عربی دانوں کے کہنے پر یقین لائے۔ جیسے ہم سنیں کہ فلاں حکیم کو مری چشم کا جکی علاج کرتا ہو اور کوئی شخص اُس کو باور نہ کرتا ہو تو اُس سے کہا جائے گا کہ بھائی! اندھا بن کر لاؤ اور امتحان کر یا دوسرے اندھے جن کو حکیم نے بنیا لیا ہو اُن کا کہا مان او نہیں مانتا تو جا اپنا سر کھا۔

اعتراضات کفار میں سے اب ایک اعتراض اور رہ گیا۔ جنوں۔ اور جنہوں نے صریح کا عرض تجویز کیا۔ وہ بھی ایک قسم کا جنون ہی۔ اگرچہ مطبق نہیں خدا اور خدا کے رسول سے بہتر کس کا تقدیر ہو کہ جو اب دے سکے خدا نے پیغمبر صاحب صلعم کو یہ جواب تسلیم کیا کہ اِنَّمَا اَعْطٰكُمْ دُوَ اَحَدًا ۚ اِنْ تَقُوْا لِلّٰهِ مِثْلَ شَىْءٍ ثُمَّ تَقُوْا
مَا اِصْحٰبُكُمْ يَنْتَظِرُوْنَ حَتّٰی تَخْرُجُوْا مِنْ حِلْمِهِ تُوَكَّدْ میں تو ایک ہی نصیحت کرتا ہوں تم کو کہ اگر تم کو کچھ کڑے ہوا اللہ کے کام پر دو دو ایک ایک پھر دھیان کرو اس تمہارے رفیق کو کچھ سودا نہیں۔

واقعہ میں عجیب طرح کی انفرادی فکری ترقی کہ اس حالت از خود فکری میں ایسا کلام سرزد ہوتا تھا متین مہذب معقول۔ مدلل۔ جامع فصیح و بلیغ۔ موثر جس نے ایک عالم کے ہوش درست کر دیئے۔

ایک حکایت مشہور ہے کہ ایک مزار نے کسی جاٹ سے ہنسی کی کہ جاٹ بے جاٹ تیرے سر پر کھاٹ۔ جاٹ یہ کلام متقی سن کر بہت بھنایا۔ اور آپ کو جواب سوجھا تو یہ کہ مغل بے متعل تیرے سر پر کچھ لہو مزار نے کہا کہ بھئی ٹنک سے ٹنک نہ ملی۔ تو جاٹ کیا کہتا ہو بلا سے بوجھ سے تو مرو گے۔ بجنسہ یہی حال تھا کفار کے اعتراضات کا جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جو جی میں آیا آئیں بائیں شائیں یک دیا اُس وقت کے لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جزو کل حالات سے آگاہ تھے۔ یہودہ اعتراضات سن کر اُن کی عقیدتیں زیادہ تر راسخ ہوتی جاتی تھیں۔

اب ہمارے زمانے میں وہی بُرائے دنیاوی اعتراضات ہیں یا شاید کسی کا پیرانہ بدلا ہوا ہونے کا
لوگوں کو بے خبر صاحبِ صلعم کے حالات اسلام کی حقیقت اور مہترشی سے پوری پوری آگاہی نہیں بودے سے

بودا اعتراض سنا اور لڑکھڑائے مشکل ہو کر پڑی ہو کہ نہ تو لوگوں کے موافقہ بند کیے جاسکتے ہیں کہ اعتراض
 بخیریں اور نہ اعتراضات کے سننے سے تحریز ممکن ہو۔ ہم کو دنیاوی ضرورتیں دوسرے مذہب والوں کے
 ساتھ احتیاط رکھنے پر مجبور کرتی ہیں لوگ واقف نہیں کہ صحبت ناموافق دین پر کیسا بُرا اثر کرتی ہے۔ کم سے
 کم اتنا تو ضرور ہوتا ہو کہ انسان میں جو ایک صفت تسلیم کی ہو اور جس کا ہونا خصوصاً دین کے لئے ناگزیر ہو
 اگر زائل نہیں ہو جاتی تو ضعیف ہو جانے میں شک بھی نہیں۔ دل ہر بات کے لئے دلیل مانگنے لگتا
 ہو۔ حضرت ابو بکر صدیق کی ایک حکایت منقول ہو کہ جب پیغمبر صاحب نے اپنا معراج پر جانبا بیان کیا تو
 سب پہلے حضرت ابو بکرؓ نے تصدیق کی کسی نے پوچھا کہ تم نے ایسے عجیب معاملے کو جلدی سے کیوں کر
 باور کر لیا تو حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا اس واسطے کہ پیغمبر صاحب صلعم نے فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ حضرت
 ابو بکرؓ کو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے کا ایسا یقین تھا کہ ان کو دوسری دلیل کا انتظار نہیں
 ہوتا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرماتے ہیں تَوَكَّلْنَا عَلَى اللَّهِ فَإِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَقَدْ كُنَّا مِنْ أَفْوَاجٍ مُمْتَلِئِينَ
 رَسُوْلَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي أَهْلًا لَا قَامَسُوْكَ إِلَّا تَرْجِمُهُ أَكْرَدِيْنَ رَأْسَ سَهْوَانٍ
 موزے کے نیچے کی طرف مس کرنا اولیٰ تھا۔ لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہو گا آپ
 اوپر کی طرف مس کرتے تھے پس اسی طرح میں کرتا ہوں۔

عبداللہ بن عمر صحابی کا ایک بیٹا تھا بلال۔ عبداللہ نے اُس کے رو برو مذکور کیا کہ پیغمبر صاحب صلعم
 فرماتے تھے لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَكُمْ حُظُوْطَهُنَّ مِنَ السَّاجِدِ تَرْجِمُهُ اِثْنِيْنَ رَأْسًا مِمَّنْ يَمْشِي
 سے نہ رو کو یعنی ان کو مسجدوں میں آنے کے خواہے نہ رو کو۔ اس پر بلال بول اُٹھا وَاللَّهِ لَنَمْنَعَهُنَّ تَرْجِمُهُ
 خدا کی قسم اُن کو روکیں گے ابھی بلال پوری بات بھی نہ کہنے پایا تھا کہ عبداللہ نے اُس کو بڑی موٹی سی
 گالی دے کر کہا کہ میں رسول نقل کرتا ہوں اور تو اُس کے خلاف کہتا ہو۔ جا میں نے تجھ کو فرزند ہی سے
 عاق کیا پھر ساری عمر اُس سے بات تک نہ کی۔

ایک حدیث ایسی بھی نظر سے گزری کہ کوئی صحابی اگھے وقتوں کی سُنَّیِ سُنَّیِ ایک حکایت پیغمبر صاحب
 صلعم کے رو برو بیان کر رہے تھے اس میں کہیں مذکور آگیا کہ بلال بولا حافہ میں میں سے ایک شخص نے

کہا کہ بھلا کہیں بل بھی بولے ہیں۔ یہ سن کر پیغمبر صاحب صلعم نے فرمایا کہ تجھ کو بیل کا بولنا عجیب معلوم ہوتا ہو۔ مگر میں خدا اور اُس کی قدرت پر ایمان لاتا ہوں اور ابو بکرؓ بھی تیرے سکون نفس کے یہ تو بڑے اعلیٰ مدارج ہیں ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتے۔ مگر آدمی کو ایسا ملے گی بھی نہیں ہونا چاہیے کہ عقل کے بدن ملکطہ ہی نہ توڑے دنیا اور دین دونوں میں عجیب طور کا نازک تعلق ہو۔

	دنیا خواہی و دین سے طلبی	ایں تازہ بخشنا نہ پدیر باید کرد	
ہم خدا خواہی و ہم دنیا سے دوں		ایں خیال است محال است جنوں	

یہ اور اس طرح کے اور بہت سے مقولات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا اور دین خدا کی دو گرہیں ہیں اللہ ایا لا یجیبہ تعان ترجمہ ضدین جمع نہیں ہوتیں۔ لیکن اگر دنیا اور دین خدا کی دو گرہوں تو ہم کو دنیا میں پیدا کرنا اور پھر کہنا کہ دین دار بن کر رہو طلب محال ہوا۔ یا عبارت دیگر ظلم اور خدا ظلم سے پاک ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا یُظْلِمُ النَّاسَ شَیْئًا وَلَٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ یُظْلِمُوْنَ ترجمہ اللہ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا ہر لوگ اپنا آپ بڑا کرتے ہیں۔

در میان فقر و ریاضتہ بندم کردہ	باز سے گوئی کہ دامن ترکین ہشیار باش
--------------------------------	-------------------------------------

لیکن جن مقولات سے دنیا اور دین کا ضد یکدیگر ہونا ظاہر ہوتا ہے وہ بھی بڑے دین داروں کے مقولے ہیں پس کوئی وجہ تفریق پیدا کرنی ہوگی وہ یہ ہے کہ حقیقت میں دنیا کو خادم دین بنا کر رکھنا ہے یعنی چاہیے کہ مقصود اصلی دین اور دنیا اُس کی تابع جیسے سودے کے ساتھ روکن۔ مثلاً غنی کہ اگر کوئی شخص مال چاہتا ہو۔ تن آسانی کے لئے غرور و حشمت کے لئے تو ایسا مال جی کا جنجال ہو اور عاقبت کا وبال۔ اور اگر کوئی مال کا خواستگار ہو اس غرض سے کہ بوجہ مشروع خود بھی اس سے متمتع ہو اور دوسروں کو بھی اُس سے فائدہ پہنچائے تو ایسا ہی مال کے حق میں مولانا سے روم فرماتے ہیں۔

مال را گر بھیردین باشی تمول	نعم مال صالح گفتش رسول
-----------------------------	------------------------

غرض مدار کاریت پر ہو اور نیت کا فاعل غتا رہی بندہ۔ مگر دنیا کے موجبات ترغیب اس کو دین کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیتے ورنہ دنیا اور مافیہا سب دین ہی۔ اگر نیت درست ہو۔ تو جن لوگوں نے انسان کے

رہا کریں اُن میں اور یہی بدلائم کی کرنے والوں کا۔

اسلام نے اتنا ہی نہیں کیا بلکہ جناب مسیح علیہ السلام کو یہود کے نالائق حملوں سے بچایا۔
اب انہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت ہو۔ احسان فراموش کہ ہاتھ دھو کر اسلام کے پیچھے پڑی ہو۔
انہی کی گئی سنائی دوسرے لوگ بھی دھڑا دیتے ہیں جن کے پاس لکھری جمع پونجی خاک پتھر نہیں۔
ہم کو عیسائیوں کے مقابلے میں چند در چند مشکلیں واقع ہیں سب سے بڑی مشکل تو یہ ہے کہ عیسائی ہمارے
پیغمبر صاحب کو جو اُن کا جی چاہے کہیں ہم جناب مسیح علیہ السلام یا اُن کی والدہ یا انجیل کی خدمت کا کوئی
کلمہ سے نکالیں سیدھے جہنم میں چلے جائیں ہاں نکٹوں کے ڈر سے اپنی ناک کٹا لے اور تھوڑی دیر کے لئے
یہود میں جا لے تب کہیں جا کر عیسائیوں سے برسرِ آئے۔ دوسری مشکل جو ہم کو عیسائیوں کے مقابلے
میں اس وقت درپیش ہے کہ زمانہ اس وقت عیسائیوں کا مساعدا ہے۔ لیاقت۔ دولت حکومت
یعنی دنیا جُتھا اذہبھا خدا نے اُن لوگوں کو دے رکھی ہے۔

ہر کہ پانچ روز نوبت اور مست

تِلْكَ الْآيَاتُ مُذْ أَرْسَلْنَاكَ بِالْبَيِّنَاتِ نَرْجُمُكَ بِأَنَّهُمْ كُفَرُوا بِكَ وَكَانُوا يَكْفُرُونَ
یہ ایک بڑی دلیل اُن کے فوٹو میں ہے ہر شخص جان نہیں سکتا کہ دنیا سے دین کو کہاں تک
تا ئی بھونچتی ہو النَّاسُ عَلَى دِينٍ مُّلُوكُهُمْ تَرْجُمُ لَوْگ اپنے بادشاہ کے طریق پر ہوتے ہیں۔ لوگ
مُنہ سے نہیں کہتے اور کہہ نہیں سکتے۔ مگر انسان کا دل ہی خدا نے ایسا بنایا ہے کہ جس کو اپنے سے
برتر اور بہتر حالت میں دیکھتا ہے۔ اس کی ساری اداؤں کو پسند کرنے لگتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ انگریز مذہب
میں حکومت سے کسی طرح کا فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے۔ لیکن بے چارے جو ایک مطلب حاصل ہو تو
چاہتے کی کیا ضرورت ہے۔ جیسے ایک کاشتکار کا کھیت نہر کے کنارے نشیب میں واقع ہو وہ اگر
نہر سے پانی نہ بھی لے تاہم نہر اس کو فائدہ پہنچا رہی ہو۔ اور شاید اسی اصول کے مطابق ایک فائدہ
خاص تک اُن لوگوں کو پانی کا محصول دینا پڑتا ہے جن کی زمین اطراف نہر میں واقع ہو پانی لینے نہیں

لے تمام پہلوؤں سے ۱۲ لے حق میں ۱۲۔

لیکن یہ ساری خارجی توہین ایک طرف اور نفس مذہب کا ضعف داخلی ایک طرف مَثَلُ الدِّينِ
 اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَدْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ إِذَا أَخَذَتْ بِسَيِّئَاتِكُمْ أَوْ هَنَ الْبُيُوتِ
 كَبَيْتِ الْعَنْكَبُوتِ ترجمہ کماوات اُن لوگوں کی جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اوروں کو حمایتی بنایا مگر طسی کی
 کماوات جیسی ہے کہ بنالیا اُس نے ایک گھر اور سب گھروں میں بودا سو مگر طسی کا گھر کسی مذہب کا پابند
 ہو کر اسلام پر اعتراض کر بیٹھنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ بونخص شیشے کا گھر رکھتا ہو اُس کو دوسرے
 گھروں پر ڈھیلے پھینکنے کیا مناسب ہیں۔ ع

کلخ انداز را پاداش سنگ است

اگر کسی نے پتھر کھینچ مارا تو سارا ڈھوڑا چکنا چور ہو کر رہ جائے گا۔ مگر یوں کہو کہ بن پر ڈھیلے پھینکے جاتے
 ہیں ان کو معلوم نہیں کہ ڈھیلے پھینکنے والوں کا گھر کالج کا ہے۔ یا جب گھر پر ڈھیلے آتا ہے تو جواب دینے
 کے لیے پتھر ہاتھ نہیں آتا۔ احمقوں کو تدبیر بھی سمجھتی ہے تو یہ کہ چلو بھائی گھر پھر پھاڑو کلخ اندازوں کے
 محلے میں چل بسیں میں نہیں کھڑا ہوانی مقامی ہذا اس غرض سے کہ اسلام پر جو اعتراض لوگ کرتے آئے
 اور کرتے ہیں ان کے سب جواب دوں یہ کام نہ ایک دن کا ہے نہ ایک ہفتے کا نہ ایک مہینے کا نہ ایک
 برس کا۔ بلکہ برسوں کا۔ اور اس کے لیے ایک علم جہاں نہ توں ہے علم کلام۔ اور میں پہلے کہ چکا ہوں کہ میں
 اس علم سے کسی قدر بے عقیدہ ہوں کسی ایک مذہب کا نشان دو جس کو مباحثے اور مناظرے نے معدوم
 کر دیا ہو اگر ساری عمر ڈھوڑا کرو ایسا مذہب نہیں پاؤ گے جب نہ پرستی جیسی چیز کسی کے لیے عام و
 نہ ہو سکی تو کسی مذہب کے درپے ہونا کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ لوگوں کو تبدیل مذہب کرتے ہوئے سن کر
 میرے دل پر اس سے زیادہ اثر نہیں ہوتا کہ جیسے سنو کہ شیخ نے فرض کرو چند لوٹے پانی مثلاً
 دریائے راوی سے لے کر چناب میں ڈال دیا۔ اس سے نہ راوی پایاب ہو گیا اور نہ چناب میں کچھ
 غیر معمولی طغیانی آگئی۔ بات یہ ہے کہ مذہب فی افسہ پیڑہی ایسی ہے کہ جس میں سمجھوتی کو بہت برا نسل
 ہے اور استلافِ راحہ کا حال یہ ہے کہ ایک چیز کو ایک شخص نہایت پیچھے دل سے اچھا سمجھتا ہے۔ اور دوسرا
 اُس پیڑہ کو اسی طرح نہایت پیچھے دل سے بُرا سمجھتا ہے اس مطلب کو کسی بھی طرز ادائیگی پر۔ ۵

<p>یکے یہود و مسلمان منظرہ کر دند یہود گفت بتوریت مے غورم سو گند بطیرہ گفت مسلمان کہ گر مقابلت من گر از بسط ازین عقل منعم و گرد</p>	<p>چنان کہ نختہ گرفت از نزع الیشانم و گرد روغ بود سپو تو مسلمانم صحیح نیست خدایا یہود میرا نم بخود گماں نبرد سچیکس کہ نادانم</p>
<p>میں اس اختلاف رائے کو بھی آیات الہیہ سے خیال کرتا ہوں جیسے وَ مِنْ آيَاتِهِ اخْتِلَافُ الْكَلِمَاتِ وَالْوَلَوِّ اِنَّكُمْ تَرْجِمُوهُ تَحَارِي زَبَانُوں اور تمھارے رنگوں کا مختلف ہونا بھی الہ کے آیات میں سے ہے۔ اور جب اختلاف رائے آیت اللہ ٹھہرا تو اس کے مٹنے کا بھی خیال بھی نہ کرنا چنانچہ خدا نے تعالیٰ خود فرمایا وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لَا يَزَالُ الْوَنُّ يُخْتَلِفُ فَاِنْ لَّمْ يَرْحَمْ رَبُّكَ لَإِنَّكَ خَلَقْتَهُمْ تَرْجِمَهُمْ اَگر چاہتا اللہ لوگوں کو ایک طریق (دین) پر بناتا لیکن ایسا نہیں بتایا، وہ ہمیشہ مختلف رہیں گے اور اسی واسطے ان کو پیدا کیا ہے۔ مگر جن پر تیرا رب رحم کرے لَإِنَّكَ خَلَقْتَهُمْ صَافٍ تَبَارَكَ بِرَبِّهِ کہ اختلاف مذاہب خلق انسان کی علت غائی ہے اور منطوریہ ہے کہ لوگ اختلاف کریں اور خدا کو ان لوگوں پر رحمت نازل کرنے کا موقع ملے جو صراطِ مستقیم سے متزلزل نہ ہوں۔ اگر عقل کو اُس کی حد سے متجاوز نہ ہوتے تو اور اُس کو وہیں تک مذہب میں دخل دو جہاں تک اُس کی رسائی ہو تو تم خدا کے بند سے ہو۔ یقین کر کے ماننا کہ جملہ مذاہب میں اسلام سب سے زیادہ محفوظ ہے۔ بے شک اسلام میں لوگوں کی غلط فہمی یا فراط و تفریط یا تعصب کی وجہ سے بعض اوپری باتیں بھی داخل ہو گئی ہیں اور کوئی مذہب ایسے تصرفات سے بچا ہوا نہیں۔ اور بہت سی باتیں ظاہر ہیں تو خلاف عقل معلوم ہوتی ہیں۔ مگر فی الحقیقت ان میں مناسخ عقل نہیں لیکن تاہم اسلام کے اصول ایسے عمدہ اور معقول اور سلیس ہیں کہ کوئی دوسرا مذہب ان سے لگا نہیں کھاتا۔ دین کی ساری عمارت اس ایک ستون پر کھڑی ہے جس کا ایک ہی جہاں کہیں اس ستون کو ڈگمگایا ہو یا پڑا۔ پس سمجھو کہ تمام عمارت بے بنیاد ہو علی شفا بحر و ہا د کا تھا دہی فی نار جھٹھٹہ ترجمہ ڈھینے والی کھائی کے کنارے پر پھرتی ہو کے کر گر پڑا اور رخ کی آگ میں۔ یہی ستون لڑکھڑا تھا۔ مشرک تو مشرک جن کو موجد ہونے کا دعویٰ تھا</p>	<p>میں اس اختلاف رائے کو بھی آیات الہیہ سے خیال کرتا ہوں جیسے وَ مِنْ آيَاتِهِ اخْتِلَافُ الْكَلِمَاتِ وَالْوَلَوِّ اِنَّكُمْ تَرْجِمُوهُ تَحَارِي زَبَانُوں اور تمھارے رنگوں کا مختلف ہونا بھی الہ کے آیات میں سے ہے۔ اور جب اختلاف رائے آیت اللہ ٹھہرا تو اس کے مٹنے کا بھی خیال بھی نہ کرنا چنانچہ خدا نے تعالیٰ خود فرمایا وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لَا يَزَالُ الْوَنُّ يُخْتَلِفُ فَاِنْ لَّمْ يَرْحَمْ رَبُّكَ لَإِنَّكَ خَلَقْتَهُمْ تَرْجِمَهُمْ اَگر چاہتا اللہ لوگوں کو ایک طریق (دین) پر بناتا لیکن ایسا نہیں بتایا، وہ ہمیشہ مختلف رہیں گے اور اسی واسطے ان کو پیدا کیا ہے۔ مگر جن پر تیرا رب رحم کرے لَإِنَّكَ خَلَقْتَهُمْ صَافٍ تَبَارَكَ بِرَبِّهِ کہ اختلاف مذاہب خلق انسان کی علت غائی ہے اور منطوریہ ہے کہ لوگ اختلاف کریں اور خدا کو ان لوگوں پر رحمت نازل کرنے کا موقع ملے جو صراطِ مستقیم سے متزلزل نہ ہوں۔ اگر عقل کو اُس کی حد سے متجاوز نہ ہوتے تو اور اُس کو وہیں تک مذہب میں دخل دو جہاں تک اُس کی رسائی ہو تو تم خدا کے بند سے ہو۔ یقین کر کے ماننا کہ جملہ مذاہب میں اسلام سب سے زیادہ محفوظ ہے۔ بے شک اسلام میں لوگوں کی غلط فہمی یا فراط و تفریط یا تعصب کی وجہ سے بعض اوپری باتیں بھی داخل ہو گئی ہیں اور کوئی مذہب ایسے تصرفات سے بچا ہوا نہیں۔ اور بہت سی باتیں ظاہر ہیں تو خلاف عقل معلوم ہوتی ہیں۔ مگر فی الحقیقت ان میں مناسخ عقل نہیں لیکن تاہم اسلام کے اصول ایسے عمدہ اور معقول اور سلیس ہیں کہ کوئی دوسرا مذہب ان سے لگا نہیں کھاتا۔ دین کی ساری عمارت اس ایک ستون پر کھڑی ہے جس کا ایک ہی جہاں کہیں اس ستون کو ڈگمگایا ہو یا پڑا۔ پس سمجھو کہ تمام عمارت بے بنیاد ہو علی شفا بحر و ہا د کا تھا دہی فی نار جھٹھٹہ ترجمہ ڈھینے والی کھائی کے کنارے پر پھرتی ہو کے کر گر پڑا اور رخ کی آگ میں۔ یہی ستون لڑکھڑا تھا۔ مشرک تو مشرک جن کو موجد ہونے کا دعویٰ تھا</p>

جیسے یہود و نصاریٰ۔ انھوں نے بھی توحید کی مٹی پلید کر رکھی تھی۔ اسی ستوں کو حکم اور مضبوط اور ستوار اور پائدار کرنے کے لیے پیغمبر آخر الزمان مبعوث ہوئے۔ خدا اور بندے میں باپ بیٹے کا رشتہ بھانسی کا تماشایک تین اور تین ایک جواز روئے اصول ہندسہ بدایت باطل وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهَوْنَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ اتَّخَذُوا أَحْبَابَهُمْ وَرُءُوسًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ترجمہ اور یہود نے کہا عزییر بیٹا اللہ کا اور نصاریٰ نے کہا مسیح بیٹا اللہ کا یہ باتیں کہتے ہیں اپنے منہ سے ریس کرنے لگے اگلے منکروں کی بات کی مار ڈالے ان کو اللہ کہاں سے پھیرے جاتے ہیں ٹھہراتے ہیں اپنے عالم اور دوشیزوں کو خدا اور اللہ کو چھوڑ کر اور مسیح مریم کے بیٹے کو اور حکم ہی ہوا تھا کہ بنگل کریں ایک صاحب کی کسی کی بندگی نہیں اُس کے سوا وہ پاک ہو ان کے شریک بنانے سے۔

چونکہ خدا ازلی ابدی ہو اُس کا دین مقبول بھی ازلی ابدی ہونا چاہیے۔ اسلام نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ نئی چیز لے کر آیا۔ اور اگر ایسا دعویٰ کرتا تو وہ دعویٰ ہی اُس کی تکذیب کرتا۔ ہم مسلمان جن اویان کا منزل بمن اللہ ہونا مانتے ہیں ان میں فرق اگر ہو تو جزئیات اور فروع کا نہ کلیات اور اصول کا۔ میں نے کلیات اور اصول ہی کے اعتبار سے کہا کہ اسلام کو نئی چیز نہیں لایا اور کلیات اور اصول ہی کے اعتبار سے باباقرآن میں پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت فرمایا ہُوَ مُصَدِّقٌ لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ترجمہ سچا کہنے والا جو اُس کے آگے جو لیکن اگر اہل کتاب ہم سے اصول میں اختلاف کریں جیسا کہ کہتے ہیں تو اسلام ہرگز ان کا مصدق نہیں۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ جتنے پیغمبر خدا نے بھیجے سب بلا خلاف و بلا استثناء توحید کو تسلیم کرتے آئے یہ پیغمبروں کا نہیں بلکہ اُن کی امتوں کا قصور ہے کہ توحید کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔

دین میں جو عقلی باتیں ہیں اُن میں سب سے پہلے اور سب کا مدار علیہ توحید ہے۔ جب تثلیث کہ وہ بھی شرک ہے خلاف عقل زبردستی ہمارے دل میں اتار دی جائے تو اُس کے صاف یہ معنی ہوں گے کہ عقل کو دین میں دخل نہیں پھر آدمی مکلف کیوں کٹھنہ سکھاتا ہی تحقیقت میں ہم کو سخت حیرت ہوتی ہے کہ

معتقد تثلیث ہو کر عیسائیوں کو دوسرے مذاہب سے اگرچہ شرک و بت پرستی ہی کیوں نہ ہو اعتراض کرنے کی کیوں کبرجرات ہوتی ہو۔ میں دیر سے چاہتا ہوں کہ کچھ کو تمام کروں۔ مگر لوگوں کی کوئی نہ کوئی حلی کئی بات یاد آجاتی ہو۔ اور آپ جانتے ہیں کہ یاد آئے پیچھے چپ رہنا مشکل۔ کہتے ہیں پیغمبر کی آنے کی ضرورت دکھاؤ کیوں کہ جھوٹ بولنا بڑا ہی اور سچ بولنا اچھا ہیہ اور اس طرح اور آسا طیبوا الاحوالین ابنا عن جید ترجمہ پہلوں کی کہانیاں۔ بزرگوں سے سنتے چلے آئے ہیں۔ پھر یہ دکھاؤ کہ ایسی ضرورت آگے کے لیے بند ہو گئیں کیوں کہ مسلمان اپنے پیغمبر صاحب کو نہ صرف پیغمبر مانتے ہیں۔ بلکہ ختم المرسلین بھی حائز کہ مجنبہ وہی یا ایسے اعتراض خود قرآن میں منقول ہیں مثلاً اُس وقت کے لوگ اعتراض کرتے تھے لَا يُزَالُ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رِجْلِ يَزِيدُ الْفَرِيقَيْنِ عِظَمَ كُفْرِهِمْ كُنْتُمْ مِنْ كُفْوٰنٍ مِّثْلُ مَا دَقِي رَسُولُ اللَّهِ ترجمہ کیوں نہیں اُتار لایا یہ قرآن کسی بڑے مرد پر ان دو بستیوں کہ ہم نہ مانیں گے جب تک ہم کو نہ ملے کہ کچھ پاستے ہیں اللہ کے رسول۔ ان کے جواب میں خدا تعالیٰ فرماتا ہوا اَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَةً رَبِّكَ اللَّهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ترجمہ کیا وہ جانتے ہیں تیرے رب کی مہر اللہ بہتر جانتا ہو۔

جہاں بھیجے اپنے پیغام۔
اس طرح کے خدشات کا پیدائش گاہ یا خدا کو خدائی سکھانا ہو۔ اور اگر ایسے خدشات کا دروازہ کھول دیا جائے تو بیمارے دین کے پیچھے پڑنے کی کیا ضرورت ہو۔ دنیاوی امور میں خدا کو بہت سی ملاحض بنائی جاسکتی ہیں مثلاً ہم تو معتقد ہیں کہ انسان کی خلقت احسن تقویم کے طور پر واقع ہوئی ہُوَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ترجمہ ہم نے بنایا آدمی خوب سے خوب انداز سے ہے۔ بلکہ انسان پر کیا موقوف ہو احسن کُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ ترجمہ جو چیز بنائی اچھی بنائی۔ اگر کوئی بد دین کہنا چاہے تو کون اُس کا منہ بند کرے گا کہ اگر مکھی کی طرح ایک لاکھ آنکھیں انسان کی ہوتیں تو کیا قباحت تھی یا لاکھ نہ سہی کم سے کم گدی میں دو آنکھیں تو لگا دی ہوتیں کہ گردن پھیر کر دیکھنے کی رحمت سے بچنا۔ اس قسم کی باتیں ہیں جن کے منظر سے آگاہ کرنے کے لیے میں کھڑا ہوا ہوں ایسی باتوں سے دین کا استغناء اور اس کے ساتھ استہزاء لازم آتا ہو۔

لے ٹھٹھا اونا ناخفیت کرنا۔

اور ایسے خیالات کے منجر بکھر ہونے کا خوف ہو۔ پورا پورا علم تو خدا کو ہو لیکن جہاں تک ہماری عقل ناقص کام کرتی ہو اسلام دین و مذہب کو بہت ہی بڑے فائدے پہنچے ہیں۔ خدا شناسی سے خدا پرستی کس نے سکھائی۔ اسلام نے۔ توحید کو کس نے پاک اور صاف کیا۔ اسلام نے۔ انسان کو شرک اور بت پرستی کی مذلت سے کس نے نکالا۔ اسلام نے۔ انسان کو اشرف المخلوقات تو خدا نے بنایا۔ مگر کس نے اس کو ایسا بڑا و سکھا یا جو اشرف المخلوقات کے لیے شایاں تھا۔ اسلام نے تم کو یہود اور مسیحائیوں کی دینی مشکلات معلوم نہیں۔ مثلاً اُن کے احکام عشرہ پڑھو تو سمجھو کہ وہ احکام ناممکن التعمیل ہونے کی وجہ سے احکام کتابی ہیں۔ ان سختیوں سے انسان کو کس نے نجات دی۔ اسلام نے یا مَرُّهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَ دَنْيَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَ يَنْهَى عَنْهُمْ الطَّيِّبَاتِ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اَصْرَهُمْ وَ اَلْفَالَ آتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ترجمہ بتانا ہو اُن کو نیک کام اور منع کرتا ہو اُن کو بُرے سے اور مالاں کرتا ہو اُن کے واسطے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہو اُن پر ناپاک اور اُتار تا ہو اُن سے بوجھ ان کے تو خدا نسیاں جو اُن پر تھیں۔ انسان کو یہ آسان تدبیر کس نے بتائی کہ وہ آپ اپنا گناہ معاف کرے سکتا ہو۔ اسلام نے۔

ہاں تو مسلمان بھی کان کھڑے کریں گے کہ اپنا گناہ آپ معاف کر لینا کیا معنی۔ سو بھائیوں غفلتوں کا ایر پھیر ہو خدا فرماتا ہے: ثُلَا يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ اَسْرَفُوا اَمْلًا اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ اِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذَّنْبَ جَمِيعًا اِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ترجمہ امی بندو میرے جنہوں نے زیادتی کی اپنی جان پر نہ اس توڑ والہ کی نہ سے بے شک بخشتا ہو اللہ سب گناہ وہ جو ہو وہی ہو گناہ معاف کرنے والا یہاں ذرا تیسیم نظر کرو جملہ اسمیہ مصدرہ یہ ان الذَّنْبَ میں الف لام استغراق کا اس پر جمیعاً کی تاکید اس پر دوسری تاکید اِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ دوسری جگہ فرمایا اَلَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ ترجمہ وہ وہی ہو جو توبہ قبول کرتا ہو اور برائیوں کو معاف کرتا ہو اَدْعُوْنِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِذَا اَسْأَلْتُمْ عِبَادِي عَنِّي فَاَنِّي قَرِيبٌ مُسْتَجِبٌ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَا اَنْ يَسْتَجِيبُوا لِي اَلَّذِي يُؤْمِنُ اَنِي لَعَنَهُمْ يَرْشُدُوْنَ ترجمہ مجھ کو پکارو میں تم کو جواب دوں گا اور جب تم سے پوچھیں بندے میرے مجھ کو تو میں دیک

پہرہ نچست ہوں پکارنے والے کی پکار کو جس وقت مجھ کو پکارتا ہو تو چاہیے کہ حکم مانیں میرا اور یقین لادیں
مجھ پر شاید نیک راہ پر آویں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخَلِّفُ الْوَعْدَ ترجمہ اللہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

ان سب باتوں کے ملانے سے کیا نتیجہ نکلتا ہو کہ توبہ کرو خدا قبول کرتا ہو اور توبہ فعل ہی بندے کا
اختیاری۔ اب پھر مطلب کا وہی سلسلہ اختیار کرو بہشت و دوزخ کے حالات کس نے ایسے شرح و بسط
کے ساتھ بیان کیئے کہ گویا دونوں کو چشم سر دکھا دیا اسلام نے۔ ورنہ عیسائیوں میں توبہ شیعہ واسطے
صرف ایک ہی لفظ تھا۔ خدا کی بادشاہت۔ اس لفظ کے معنی اب بھی اچھی طرح میری سمجھ میں نہیں آتے دنیا
میں بھی خدا کی بادشاہت ہی یہاں بھی اعراض کرنے والے نہیں چوکتے۔ بُرے لفظوں میں کہتے ہیں کہ
مسلمانوں کی بہشت سے خدا کی تقدس کو بیٹا لگتا ہو کہتے مسلمان اس اعراض کو کُسن کر بد عقیدت ہو گئے
لیکن میں کہتا ہوں کہ بیش بریں نیست بہشت میں دنیا کے سے مزے ہوں گے۔ سو دنیا ہی کے پیدا
کرنے سے خدا کی تقدس میں کون سا بٹا لگ گیا کہ بہشت کی وجہ سے لگ جاسے گا۔ یہ پھر وہی خدا کو
خدا کی تعلیم کرنے کی بات آئی۔ یعنی خدا نے تو اللہ ناسل کا جو قاعدہ ٹھہرا رکھا ہو اور جس سے ہر شخص ننگ

کرتا ہو اگرچہ علی و ابیہما علی ہی کیوں نہ ہو قابل تبدیل ہو۔ قرآن جیسی کتاب فصیح و بلیغ مواعد و حکم سے بھری
ہوئی دنیا کی اصلاح کی ضامن دین کی فلاح کی متکفل ہو ورنہ لوگوں کو مستحق طاعتوں کو لگا دینے والی تسکین
بخشنے والی۔ امراض روحانی سے شفا دینے والی۔ اہل دنیا کو کس نے عنایت کی۔ اسلام نے معاشرت
اور تمدن کے عمدہ ضابطے کس نے ٹھہرائے اسلام نے مسلمانوں کے مسئلہ طلاق پر تو اعراض کیا جاتا
ہو۔ اور بدون اس کے کار بر آری ہو نہیں سکتی تو رسولِ سپریشن کے نام سے اس کے لئے مقدمے لڑائے
جاتے ہیں۔ جتنے شفعہ اسلام سے پیدا ہوا۔ اب کوئی قوم نہیں جیس نے اس کو اختیار نہ کر لیا ہو۔ بات یہ
ہو کہ حضرت موسیٰ کی شرع میں احکام ظاہر پر پڑا ہو تھا حضرت عیسیٰ نے ظاہر سے قطع نظر کی باطن پر
توجہ کی یہ قاصدہ شرع محمدی ہی کا ہو کہ اس نے ظاہر و باطن دونوں کی درستی کا پیرا اٹھایا اور موسیٰ اور

لے ایک علمی طلاق ہو جو عدالت سے حاصل کی جاتی ہو۔ جب مذہب نے عیسائیوں کی مدد نہ کی تو انھوں نے یہ طریقہ حاصل کیا
کہ عدالت ہی سے تفریق زن و شو کی دگر ہی حاصل کرے تعین ۱۲۔

عیسوی شریعتوں کے نقصان کو پورا کیا اور جبک ظاہر و باطن کے محوسے پر انسان کی بہتی کا خاتمہ ہو۔ پس شرع محمدی آپ سے آپ آخری شریعت اور جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم المرسلین ہوئے ہیں معنی ختم رسالت کے۔

تو اب بھائیو! میں تم کو وصیت کرتا ہوں جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم کے بعد حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو کی تھی۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْنُوْنَ اِلَّا وَآلَکُمْ مُّسْلِمُوْنَ ترجمہ اللہ نے مجھ کو اپنا دین واسطے دین کو پس تم نہ مرو۔ مگر مسلمان ہو کر۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(اٹھواں لکچر)

مدرسہ طبیبہ دہلی کے پہلے سالانہ جلسے میں ۱۸۹۰ء میں دہلی

تمہید

یہ پہلی سالگرہ مدرسہ طبیبہ دہلی کی تھی اور ہندوستانیوں کے ابتدائی جوش مشوہیں اُس کی مناسبت سے جو ہم بھی تھا۔ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے اس مدرسے کی طرف شروع سے التفات فرمایا جو اور حسب دستور میر مجلس تھے۔

میں بھی عجیب آدمی ہوں۔ جب مدرسہ طبیبہ کی تجویز درپیش تھی تو بڑے زور سے اُس کا موید تھا۔ مدرسہ کھلا تو آئندہ کی کامیابی سے یالوس۔ اور آج جو مدرسے کی پہلی سالگرہ ہو۔ حکیم محمد عبد المجید خاں صاحب کے مبارکباد دینے کے لیے موجود۔ بلا سے لوگ مجھ کو زور و فریاد دلاؤ اور میری رائے کو مسترزاں سمجھیں مگر

مدرسے کو ایسے ایسے اور اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر مصوم دھڑکتے کے سینکڑوں ہزاروں سال گرہیں نصیب ح

ایں دعا ازمن و از جلد جہاں آئیں آباد

یہ تو نماز کی آئین نہیں کہ مقلدوں کو عذر ہو۔ سب کے سب پکار کے آئیں کہو۔ اگرچہ یہ مدرسہ بحالتہ الموجود ہمارے درد کی دوا نہیں اور ابھی برسوں ہمارے درد کی دوا نہیں ہو سکتا۔ خدا کرے یہ پیشین گوئی بھی ایسی ہی غلط ثابت ہو جیسی سالگرہ کی، مگر حکیم عبد الحمید خاں صاحب نے جو رپورٹ پڑھ کر کشتاف میں اُس کو مدرسے کے حق میں فال نیک سمجھتا ہوں۔ ح

سارے کہ نکوست از بہارش پیداست

الاب یہ ہو تو رگ آپ سے آپ اچھا ہو گا۔ ایک برس اور ایک بھی پہلا کیا بسا دار کہتا ہو۔ کوئی مجھ جیسا بیچارہ ہمت ہارا ایسے اہم کام کا بڑا اٹھاتا تو ابھی تک منصوبے ہی سوچا کرتا حکیم عبد الحمید خاں صاحب نے تو گویا ہتھیلی پر سرسوں جہاں دکھا دی۔ ایک ہی برس میں مدرسہ جاری بھی ہوا۔ ۱۸۷۷ء طالب علم بھی اطراف و جوانب سے سمیٹ لئے۔ جماعت بندی بھی کر دی۔ پڑھایا اور امتحان بھی دلویا اور خاصی کامیابی کے ساتھ دلویا کہ ۷۴ طلبہ نے امتحان دیا۔ ۲۱ کامیاب جنہوں نے تمنے پاسے العام لئے میں ان طالب علموں کی حالت پر حسد تو نہیں مگر رشک ضرور کرتا ہوں۔ شرح ملا اور شرح تہذیب پڑھتا ہوا دہلی کالج میں داخل ہوا تھا۔ یہ حال کاسٹرل سکول نہیں بلکہ ۱۸۷۷ء کے قدر سے پہلے کا کالج جس کا لوہا تمام ہندوستان کی تعلیم کا ہیں مانتی تھیں۔ خدا اُس کو جنت نصیب کرے۔ نو برس محنت کرتے کرتے ہلاک ہو گیا۔ عمر مر کے ساری عمر کی تحصیل میں ایک تمنہ نصیب ہو ا وہ بھی کورس کی کتاب پر نہیں بلکہ جوابیہ مضمون پر۔ تمنہ قدر میں لٹ گیا۔ اُس کا ملنا یاد ہو مضمون فراموش۔ شاید شمس العلماء خان بہادر مولوی محمد ذکاء اللہ کو یاد ہو گا۔ اول تو اُن کا حافظہ ماشاء اللہ قوی ہو۔ دوسرے ہم جامعہ نے سے طالب علموں میں ایک طرح کا محاسدہ قائم ہو جاتا ہوا اور وہ محاسدہ محمود ہو جو شوق کو شغل اور مشقت کو ہلکا کرتا۔ ہوتا ہو۔ تمنہ ملتے ہوئے دیکھ کر انھوں نے مجھ کو ضرور بری طرح گھوڑا ہو گا۔ اور اب بھی باوجودیکہ صاحب ڈپٹی کسٹرن بہادر موجود ہیں ہی طرح گھوڑے ہیں۔ اُن دنوں اگر یہ مدرسہ کھلا ہوتا تو میں بھول کر بھی کالج کی طرف توجہ نہ کرتا کہ کندن کا بکوردن

حزب سے تمھارے اسی مدرسے میں طب پڑھتا۔ پہلے ہی برس وظیفہ اور انعام اور تہنہ لیتا۔ چار برس میں فارغ۔ سند کے رکھنا تو لوگوں کی تندرستی اور زندگی پر حکمرانی کرتا۔ جو مرنا اُس کا الزام خدا پر اور جو بچتا میری تشخص صائب کا مستقیم توجہ کا ممنون۔ مگر کالج کی تعلیم سے بہت بڑا فیض بھینچا اسی تعلیم کے تفصیل میں نے بڑی سے بڑی نوکریاں کیں۔ تاہم میں کبھی افسوس کیا کرتا ہوں کہ میں نے طبابت کیوں نہ اختیار کی اگر حجم گئی ہوتی تو تین چار سلوں کے دلدار ہارتھے۔ لگے وقتوں میں اور اگلے وقتوں سے جالیئوس کا زمانہ مراد نہیں بلکہ غدر سے پہلے تک اطبا سے یونانی احتساباً علاج کرتے تھے اب ڈاکٹروں کی دیکھا دیکھی لینے لگے ہیں الا ماشاء اللہ اگر ویسی بیکریستی نہیں جو لیتے ہیں بھی عجیب مضائقے کے ساتھ باہر پھران خواستگار اور اوپر سے دل سے انکار۔ من چاہے منڈیا ہلاے وہ ادبھی دیکھنے کے لائق ہوتی ہی۔ اور میں خیال کرتا ہوں محتاج تعلیم ہے مشق و تمرین آئیں سکتی خدا جالے مدرسہ طبیہ کے کورس میں ہو یا نہیں مگر ہونی چاہیے بہر کیف اسی طلبہ الطب تم نے بڑا شریف فن اختیار کیا ہے تم غم غم ٹو اب لیکن کہا تم سمجھتے ہو کہ مدرسے کی سند حاصل کرنے سے تم طبیب بن بیٹھو گے۔ بڑی سند ہو تو بیت عند الناس۔ اور وہ میٹر ہی کھیر ہو۔ جس کو چاہیے۔ استعداد غائب۔ اتھوار مطالب تفتیش تحقیق حسن اخلاق تسخیر قلوب۔ یہ زمانہ کامپٹیشن یعنی منافست کا ہی۔ ظاہر میں یہ خیال کرتے ہیں کہ انگریزوں نے ہم کو بزرگوں کی طرح زوال سلطنت کی وجہ سے ہم لوگ غلغلہ و محتاج ہو گئے۔ لیکر تیغ خیال محض غلط ہے انگریز ہم سے بڑے دشمن خراج لیتے نہ ہم کو مجبور کرتے ہیں کہ اُن کی بنائی ہوئی چیزیں خواہی خواہی استعمال کریں مگر یوں کہو کہ انگریز بزرگ ہر مذہبی ہماری روزی چھینتے چلے جاتے ہیں اس کامپٹیشن نے ہندوستانی بھی چیزوں کو نقصان پہنچایا اور شاید سب سے زیادہ طلب کو۔ اگر اس مدرسے کی اغراض کامل طور پر پوری نہیں کی جائیں گی تو آئندہ عیسوی صدی کا پہلا ثالث یا غایت درجے نصف نہ گزرنے پاسے گا کہ طب یونانی کی وہی گت ہوگی۔ جو اس کی آبا ویدک کی ہوئی۔ نام معلوم سہی معدوم۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ جن مصیبتوں سے ہم میں گئے اور اسی شہر کے سرسید احمد خاں نے علی گڑھ کالج کھڑا کیا اور کھڑا کیا کیا۔

بڑے میاں کے خیالات کے مطابق تو ابھی بالا خانے کا زینہ تک بھی درست نہیں بہر کیف اُن مصیبتوں کو سرسید ہی کا جی جانتا ہو گا۔ ہم اُن مصیبتوں میں شریک نہیں ہوئے تو دیکھتے تو رہے ہیں اُن مصیبتوں کی وجہ سے میرادل دھکڑا کر رہا تھا۔ پھر میں نے خیال کیا کہ آج سارے ہندوستان میں حکیم عبدالحجید خاں صاحب کی طبیعت کا طوطی بول رہا ہو۔ اور ضرورت بھی اُنھوں نے ایسی اختیار کی ہو کہ دنیا کی دوسری تمام ضرورتیں اسی پر تفریع ہیں۔ حکیم عبدالحجید خاں صاحب کے اشارہ کرنے کی دیر ہو۔ روپے کے انبار لگ جائیں تو تعجب نہیں لیکن میں دیکھتا ہوں حکیم عبدالحجید خاں صاحب کو وہی سرسید کا سا رونہ روتے ہوئے ٹھٹھٹھ مین مین پڑ رہا ہے چندہ ہاے روپیہ۔ لیکن بُرا ماننے کی بات نہیں قرابہ میں حکیم صاحب نے سرگرمی تو کی ع

مگر وہ بات کساں مولوی مدن کی سی

اس سے کہ سالانہ رپورٹ میں ڈکھڑا کر دیا۔ اکمل الانضام میں کبھی کبھار چند سطریں لکھ لائیں یا کسی تقریب سے کہیں جلنے کا اتفاق ہوا اور نمنا مدرسے کا مذکور کر دیا۔ چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دوکار۔ ان بوسہ بہ پیام تدبیروں سے لقمہ چندہ ملا ہونے لگا۔ صاحب سرسید احمد خاں کی طرح گلے میں فقیروں کی سی جھولی لٹکاؤ کوڑی کوڑی دکان مانگو امیروں کی ڈیڑھ سو پر دھرتاؤ تھپڑیں کھٹے ہو کر ناچو گاؤ۔ سوانگ بھر لوگوں سے مکار طماع اور بہت سے بے فقط سنواؤ و خبر نہ ہو۔ اپنی ساری طاقت ساری فرصت ساری عافیت ساری دولت ساری عزت غرض ساری دنیا کو وقف مدرسہ کر دو تب باقی مدرسہ ہونے کا نام لو۔ پھر حکیم عبدالحجید خاں صاحب کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اسباب کچھ ہی کیوں نہ ہوں ہنود تو ان کے شریک ہوئے اور نہ ہوں۔ یہ ایک فیصل شدہ بات ہی۔ پس تمام کوشش محدود ہوگی مسلمانوں میں جو من حیث القوم خود فاقہ مست ہے

چاہیے ہی نقد وافر طب کے فن کے واسطے	ہم قلندر یاں نہیں کوڑی کفن کے واسطے
ذری شعر کے قافیے کو ملاحظہ فرمائیے گا۔ اصل میں تو شیخ ابراہیم فوق کا مطلع ہے	
چاہیے تیراں بستان سیم تن کے واسطے	ہم قلندر یاں نہیں کوڑی کفن کے واسطے

بندہ نے سرفہ کیا ہے اور اقرار سی مجرم ہوں مگر کوئی سزا نہیں دے سکتا۔ غرض مسلمان مفلسوں سے روپیہ لینا ہو۔ بچوں والوں کی سیر کے لئے نہیں۔ سلطان جی کی سترھویں کے لئے نہیں۔ سیکہ باغ بہاری کے لئے نہیں۔ کشتیوں کے اٹھاڑے کے لئے نہیں کہ ایسی ضرورتوں کے لئے ہماری قوم کے بے فکرے مسرور ناما عاقبت اندیش قرض وام کر کے کچھ دے بھی گزرتے بلکہ عائد غنائق کی جان اور زندگی کی حفاظت کے لئے مسلمانوں میں سرکفت تو بہتر سے نکلیں گے خاص کر گروہ غیر مقلدین میں مگر زربخت کوئی ایسا ہی الہ کا ولی ہو تو ہو ۵

گر جاں طلبی مضائقہ نیست	زر می طلبی سخن دریں بہت
-------------------------	-------------------------

مدرسے کے پرائیوٹ کلاس کو دیکھو کہ کیسے مدرسے کی ضرورت ہے اور کس قسم کا مدرسہ اس زمانے میں چل سکتا ہے طبیعوں کو دو دانشناس دو اساز بنانا ہے۔ تشریح سکھانی ہے۔ وید کی ڈاکٹری طبی یونانی کو ملا کر نئی طب بنا کر اُس کو رواج دینا ہے۔ یہ باتیں منہ سے کہہ دینی آسان ہیں کر دکھانا تو نہیں سکتا ہوں ایسا حوصلہ کرنا بھی حکیم عبد الحمید خاں صاحب ہی کا کام ہے۔ ابھی تک تمہارا مدرسہ پیش پیش نیست کہ وہی ہوائے ڈھڑ سے ہر چلنے والا طب یونانی کا سکول مٹی ایچرائٹ سکول ہے وہ تو حسن اتفاق سے چند باتیں جمع ہو گئیں حکیم عبد الحمید خاں صاحب پہلے درس طب دیتے تھے۔ شاگردوں کی حیثیت بدل دی تینوں بھائی بے خواہ کے نوکر مدرسہ بیٹے بنو اب صاحب دو جانہ تاہم رسی سامان کا لی مشکل مصارف ہوئے بعض بزرگانِ قوم نے خدان کو جزا سے خیر دے۔ ماہوار وظیفے مقرر کر دیئے۔ اتنی باتیں جمع ہو جانے سے آج یہ چند صورتیں جس سالانہ کی تقریب سے فراہم ہو گئیں ورنہ جو کم کرنا چاہتے ہیں۔ جو ہم کو کرنا چاہیے اُس کا تو ابھی شرم بھی نہیں۔ خیر یہ تو ناامیدی کی سی باتیں ہیں مگر ۵

بسلامت زده بسیار	خبر بد بدوم باز گزار
------------------	----------------------

ہمت بڑھانے والی جرات دلانے والی روداد یہ ہے کہ ریاست رام پور نے جس کی فیاضی خیرات و مہربانی میں نے یعنی سلطان نظام الدین لویا میں کامیاب و سوار و شہر دہلی میں ان کے حوا پر ہر سال ستر سو جگہ دس ہتھوڑیں بھیجے ۱۲۵۰ھ و ۱۲۵۱ھ چھوٹے پیمانے کا سکول بنی اسکو پو ۱۲۔

معروف و مشہور ہو۔ پچھتر روپے ماہانہ مقرر کر دیا ہو۔ اسی طرح خاندان بہادر حافظ عبدالکریم صاحب سی۔
 آئی۔ اسی رئیس میرٹھ نے تین سو روپیہ سالانہ اور ڈونیشن یعنی کثرت چندہ ایک ہزار وصول ہو چکا ہو۔
 یہ تو موجود ہے اور اسی کے قریب وہ ہو جو موجود ہے۔ مدرسے کی بڑی بہت بڑی خوش قسمتی یہ کہ اس کی دلاوت میں
 کوئین و کٹوری کی ولادت باسعادت کے روز ہمارے اتنی تھوڑی فصل کے بعد واقع ہوئی ہو کہ زمین برکت کا اس
 نہ کھینچا یعنی ہمارے ضلع کے حاکم اکبر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر اس مدرسے کی طرف اس قدر مہارت میں کہ
 دوسرا جلیلہ سے کا ہوا اور دونوں مجلسوں کو انھوں نے تشریف آوری سے مشرف فرمایا ہو غالباً صاحب
 ڈپٹی کمشنر بہادر اس مدرسے کو کا رنیر اور مفید عامہ خلائق کچھ کر شریک ہوتے ہوں گے مگر میں ان بظاہر
 کیے دیتا ہوں کہ ایسا کرنے سے نہ صرف مدرسے کو بے انتہا فائدہ پہنچا اور پہنچنے کی امید ہو بلکہ مسلمانوں کے
 دل ان کے اخلاق کے گرویدہ ہو گئے ہیں اور یہی وہ بڑا صلہ ہے جو ان جیسا نیک دل حاکم حاصل کر سکتا
 ہو۔ اب میں اپنی گفتگو کو ختم کرتا ہوں۔ بات یہ ہو کہ جب تک مدرسے کی حالت میرے خیال کے مطابق
 اور نہ صرف میرے خیال کے بلکہ اس موقع کے مطابق جو پراسپیکٹس میں دلائی گئی درست نہ ہو۔ مجھ سے
 خوب جی کھول کر بات نہیں کی جاتی مدرسے کو حد منہوش نہ تک پہنچانے کی آپ کو شش کرو اور اور
 توجہ دلاؤ۔ پھر کچھ تو گھر کی کھیتی ہو۔ کتنے لکھ سنو گے یا باقی صحبت باقی۔

(نواں لکچر)

مدرسہ طبیہ دہلی کے دو سہ سالانہ جلسے میں ۱۸۹۱ء کو دیگیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اب کے سال ارادہ تھا کہ کوئی شگفتہ سا لکچر دوں گا لیکن ع خوں کے بدرابہمانہ مایوسیہ۔

۱۸۹۱ء جس کے لیے بنایا۔

جوں ہی لکچر کا قصد کیا کہ یاد آگئی جنرل اعظم الدین خاں صاحب کی افسوسناک اور بے ہنگام موت۔
 میں نے رسم دنیا کے مطابق جنرل اعظم الدین خاں کی موت کو بے ہنگام موت کہا۔ ورنہ کوئی موت بے
 ہنگام لینے قبل الوقت یا بعد الوقت ہو ہی نہیں سکتی اِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْذِنُ سَاعَةً وَلَا
 يَسْتَقْدِرُ مَوْتًا۔ وعدے سے دم زیادہ نہ کم۔ اور اگر کسی موت کو بے ہنگام کہا جاسکتا ہو تو بڑی کثرت سے
 قبل الوقت کی موتیں وہ ہیں جو شاید طب یونانی نہیں بلکہ یونانی طبیبوں کے ہاتھوں سے ہوتی ہیں اور
 جن کی تعداد کے گھٹانے بلکہ ہو سکے تو بالکل روک دینے کے لیے حکیم عبد الحمید خاں صاحب نے اس
 مدرسے کا ڈول ڈالا ہے۔ بے شقی بھی کیا برمی چیز ہو۔ دو منٹ بات کرتے نہیں گزریں کہ میں نہیں سے باہر
 ہو گیا۔ اور تسلسل سخن کے لیے پھر اعداد کرنا پڑا کہ میں اس سال کوئی شگفتہ سا کچر دینے کا ارادہ کیا۔ یاد آگئی
 جنرل اعظم الدین خاں کی موت۔ نہیں ہو سکتا کہ مدرسہ طبیہ کے بلسہ سالانیس لکچر وہ اس کے بڑے
 حامی اور مددگار اور سرپرست اور کیا اور کیا کے اندر ان سال مرنے اور مارے جانے کا مذکور ہوں۔
 اور مذکور کروں تو نہیں ہو سکتا کہ بیان میں شوخی اور شگفتگی کو نہ ہوں۔ میرے اور جنرل اعظم الدین خاں کے
 درمیان کبھی کوئی غرض مشترک نہیں رہی۔ میں نے اُن کو اسی بلکہ دیکھا اور وہ دیکھتا ہوا قَوْلٌ دَاخِرٌ تھا
 یعنی فی عمری وعمرہ ایکسا بار تباہم میں اُن کی وفات پر اظہارِ افسوس کرتا ہوں۔ اولاً لعلنا ہم دردی شافی
 ثانیاً بدلہ عیہ اخوت اسلامی ثالثاً بقا ہما سے سرپرستی مدرسہ۔ ہم لوگوں نے جنرل صاحب کو اپنی کٹی کا
 پیٹرن بنانا چاہا جس کو انھوں نے غالباً ہمما لنفس منظور نہ کیا۔ ورنہ آج ہم کو دوسرے پیٹرن کی تلاش
 ہوتی۔ اور وہ کون ہوتا ہے یہی فقیر کیوں کہ جب کچر کرنا نہیں اور کرنے کا سلیقہ نہیں اور جو صلہ بھی نہیں تو جیسا
 پیٹرن ویسا ممبر ویسا سکرٹری ویسا اہل سب کچر ویسا تنگ ویسا تنگ (کچر نہیں) جو کچر ریاست رام پور
 سے ملتا ہو اور میں اپنے مونجھتے کیوں کہوں کہ کیا ملتا ہو کہوں کہ شرفی عالم بالا معلوم ابھی متقدما جادوں
 تو کوئی چودھویں صدی کا سخی کچر دیتا بھی تو دیتے دیتے دست کش ہو جاتا ہے کہ اوہ ایک بگڑے اس قدر
 ماہور آمدنی ہو اور چاہیے کیا۔ اس میں تو نہ صرف مدرسہ جل سکتا ہو بلکہ عبد الحمید خاں اور اُن کے ناندان کو
 لے رہا ۱۲۔ لکھ اپنی زندگی میں اور اُن کی زندگی میں ۱۲ لکھ سرپرست ۱۲ لکھ بوجہ کہ نفیس ۱۲۔

مطلب کی ضرورت نہیں اس لئے کہ عبدالحمید خاں سکرٹری ہیں۔ سید ہادی حسین خاں صاحب کو
پنشن کی حاجت نہیں کیونکہ پریزیڈنٹ ہیں۔ بہر کیف ریاست رام پور سے جو کچھ ملتا ہو عطیہ ریاست ہو
اور سچ تو یہ ہے کہ مجھ کو ٹھیک یا نہ بھی نہیں کہ کس قدر ملتا ہو۔ یہ میری معلومات ہیں اور میں مہربوں میں نہ
صرف مدرسہ طبیبہ کی طرف سے غافل ہوں بلکہ شہادت اعمال سے علی گڑھ کالج کا بھی طرہی ہوں اور
وہاں بھی میری ہی بلکہ اس سے بدتر کیفیت ہو جس کی یادداشت میں سید احمد خاں صاحب میرٹھی خان کو
کو سے تو بجا تھا اور انھوں نے کو سا ہوتا تو اب تک میں کبھی کام لیا ہوتا مگر مرا نہیں اس لئے کہ انھوں نے
کو سا نہیں اس لئے کہ کسی مسلمان کو کو سنا گو وہ پجری نہ ہو ان کی شان سے نہایت بعید ہو۔ غرض ریاست
رام پور جو کچھ ملتا ہو عطیہ ریاست ہو مگر میں کہہ دیکھ کہ اللہ اس کے شکر اللہ ہم اس کو احسان مندی کے
ساتھ ہم حرم جنرل کی مہربانی کی طرف منسوب اور ان کی وفات کا ماتم کرتے ہیں۔ اگر خدا کو مدرسے کا چلانا
منظور ہو تو ہماری تقدیر کا کوئی دوسرا جنرل اعظم الدین خاں بلکہ شاید مارشل اعظم الدین خاں پیدا
ہو جائے گا۔

نخواہدین چمن از سر و لاله خالی ماند	یکے ہی رود و دیگرے ہمسایہ
لیکن ہمارے مدرسے کی امداد و اعانت کے اعتبار سے	اَلشَّاقِیْقُوْنَ اَلَا وُكُوْنُ مِنْ تَحْتِ قَطْعِ
لَکُمْ قَبْلَ مَبْکَاہَا بَکَیْتُ صَبَابَةً	لَسَعْدِی شَفِیْتُ النَّفْسَ قَبْلَ التَّنْدِیْمِ
وَلَکِنْ نَکَتْ قَبْلَی فَعَجَبُ لَیْلٍ لُبْکَاءَ	بَکَاہَا فَقُلْتُ الْفَضْلُ لِلْمُتَقَلِّدِ

غرض ان کی فضیلت ان ہی کے ساتھ خاص تھی اور وہ ہماری شکرگزاری کا لائق شہرے گئے جس کے
لے امانت دار ۱۲۵۷ جو آدمیوں کا شکر گزار نہیں ہوتا وہ خدا کا بے شکر گزار ہو گا ۱۲۵۷ یہ وہ عہد ہے جو جنرل سے بھی
بڑا ہوتا ہے ۱۲۵۷ شاعر و فاضل کو ایک عاشق قرار دے کر کہتا ہے کہ جس طرح وہ عشق سرو میں روتی ہو اگر میں اپنے معنوقہ سعدی کے
عشق میں روتا تو میرے دل کو تلی ہوتی لیکن اب مجھ کو ندامت ہے کہ وہ مجھ سے پہلے سے روتی ہو اور اس کے رونے
سے مجھ کو بھی متحرک کرنے کی ہوتی ہو تو مجھ کو اس کی فضیلت مانتی پڑتی ہو کیوں کہ وہ موجود ہے اور میں مقلد ۱۲۵۷
لے بڑا حلقہ ۱۲۵۷

وہ مستحق تھے۔ کیا مشکل ہو کہ اُن لوگوں سے بات کرنا جو اتنی انگریزی بھی نہیں جانتے جتنی کہ میں۔ اب تم کو لائنز شیر کے منے سمجھا تا پھوں۔ لائنز شیر کے معنی ہیں شیر کا شیر۔ یعنی حصہ۔ بتندی بچوں کے پڑھنے کی انگریزی کتابیں ریڈر کہلاتی ہیں اُن میں یہ مشہور حکایت چلی آتی ہے کہ ایک بار چار جانوروں نے شکار میں ساجھا کیا۔ چار جانوروں میں دو تو مشہور شکاری ہیں۔ شیر اور بھیر۔ یا لومڑی اگرچہ شکاری نہیں ہیں لیکن چوں کہ شکار کی پس خوردہ خوار ہو۔ عجب نہیں اس نے بھی ساجھا کیا ہو۔ پوچھا جانور۔ ع چوں بار ہے برد عسز است

ہرگز شکاری نہیں اور مجھ کو صاف طور پر اُس کا نام لینے میں تامل ہے۔ کیوں کہ حُسنِ ظنِ نیرِ گانِ معلوم۔ اُس کا نام لیتے وقت جس سے آنکھیں چار ہوں گی وہی بُرا مانے گا کہ مجھ پر آوازہ کسا لیکن حکایت کو تو پورا کرنا ہے۔ چوتھے شریک کا نام لے کر بدونِ یقین نہیں پڑتی۔ تو میں اپنی آنکھیں ڈھانک کر کہتا ہوں کہ وہ چوتھا شریک تھا گدھا۔ شریک شریک یہ تھی کہ چاروں مل کر شکار کریں اور برابر بانٹ لیں۔ کسی جانور کو مارا اور بھیرے نے برابر کے چار حصے لگائے۔ سب شکار نے شیر کو اختیار دیا کہ جو حصہ چاہے۔ شیر نے کہا کہ ایک حصہ تو میں اس دعویٰ سے لیتا ہوں کہ جنگل کا بادشاہ ہوں اور زیادہ نہیں تو جنگل کے محاصل سے ایک رابعِ علاج مجھ کو ملنا چاہیے۔ دوسرا حصہ از روئے مہد و پیمان شریک میرا ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کر سکتا۔ تیسرا حصہ میں چھوڑ نہیں سکتا کیوں کہ اس میں دل اور جگر ہے جو خاص میری غذا ہے۔ رہا چوتھا حصہ تو حصہ ایک حقِ دین تھا تو یہ بڑی مشکل تقسیم ہے۔ سب زیادہ آسان بات یہ ہو کہ وہ بھی میں ہی لوں۔ غرض شیر چاروں حصے چٹ کر گیا۔ اور تینوں ساجھی مونہ کتنے کے کتنے رہ گئے۔ تو میں نے جو کہا تھا کہ جنرل اعظم الدین خاں ہماری فیکہ گزاری کا لائنز شیر لے گئے۔ اشارہ تھا اسی حکایت کی طرف۔ خدا نے دنیا ایسی نگہ بنائی ہے کہ یہاں ملائم اور ناملائم سبھی طرح کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ مگر یہ چرخہ کبھی بند نہیں ہوتا۔ بازار میں لڑکے ایک غزل گاتے پھرتے ہیں اُس کا مطلع تو یہ ہے ساجھو ساجھو اُس کا مطلب وہی ہے جو میں کہنا چاہتا ہوں۔

دنیا کے جو مزے ہیں ہرگز نہ ہوں گے

جیسے ہی رہیں گے افسوس ہم نہ ہوں گے

اور اسی قبیل سے یہ جلسہ۔ پس اس جلسے کے ہونی کی خوشی ہو تو اسی قدر کہ افتتاح مدرسے پر ایک برس اور گزر گیا۔ لوگوں کے تعلقات مدرسے کے ساتھ مختلف طور کے ہیں جس کا جیسا تعلق ویسے اُس کی خوشی۔ ایک تعلق تو تماشائیوں کا ہو کہ حکیم عبدالحمید خاں نے بلاوے کا رقبہ بھیجا بعض مفت کرم داشتن کے طور پر بعض حکیم صاحب کی مروت سے اور بعض تفریح کی غرض سے آمو جوڑ ہوئے۔ دیکھا کہ چند پہلے آدمی جمع ہیں۔ مکان کی آراستگی۔ مہمانوں کی آؤ بھگت۔ اور غسل کی ترتیب۔ سب باتیں ویسی ہی ہیں بلکہ اُس سے کہیں بہتر یہی خوشی کے جلسوں میں ہوا کرتی ہیں۔ سو اسے اس کے کہ ایک بوڑھا کھڑا کچر دے رہا ہو۔ نہ ناچتا نہ اُس کو ناچتا آتا۔ نہ گانا نہ اُس کو گانا آتا نہ بتاتا نہ اُس کو بتاتا آتا۔ مگر خدا نے اُس کو گویائی دی ہو جس کے ذریعے سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا آپ یہ خیال کیجئے گا کہ میں اپنی مدح کرتا ہوں۔ زمان حال کی شایستگی کی رو سے ناچنا۔ گانا۔ بتانا۔ داخل ہنر و آداب تمدن ہو۔ کہتے ہیں کہ رونا اور گانا کس کو نہیں آتا۔ یہاں گانے سے وہ گانا ہر دو اصول کے ساتھ ہو۔ ورنہ یوں تنہائی میں کبھی مزے میں ہوتا ہوں تو میں بھی گنگنا لیا کرتا ہوں۔ غرض جلسے کی پوری خوشی تو اُن لوگوں کا حصہ ہو جو صرف تماشا دیکھنے کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ اب رہی دھوئی خوشی اُس میں کئی حصے دار ہیں۔ سب سے اول ہمارے سکری صاحب حکیم عبدالحمید خاں فنِ طب کی غیر خواہی اور ذاتی شوق کے جوش میں اگر مدرسے کا بیڑا اٹھا بیٹھے۔ اب لکین و قیں پیش آنے کہ عشق آساں نمود اول دے افتاد مشکلا ہا مدرسے کے جذب سے پہلے حکیم صاحب مجھ کو معاف کر لیا کیوں کہ میں جذب کو بڑے معنوں میں استعمال نہیں کرتا بلکہ میری مراد ہے عشق و العشق و نفع من الجنون و الجنون انما هو عبد الحمید خاں کیا من حیث الفن اور کیا من حیث التفریح و مزج خلایق تھے اور اب بھی ہیں۔ مگر ظاہر ہیں لوگوں کی نظر میں اُس میں ذرا سا دھن آگیا ہو کہ چندے کے لئے کرنا۔ میرٹھ علی گڑھ پٹنہ تک کے دھاوے مارتے ہیں اور ابھی کیا معلوم یہ مدرسہ اُن کو کہاں کہاں کا آب و دانہ کھلائے گا۔ کس کس کی خوشامد کرائے گا۔ اور کس کس سے کیا کیا سنو اسے گائیں نے اپنے

لے مشق ہی ایک قسم کا فنون ہوا و جنوں کی بہت سی قسمیں ہیں۔ شکم زوری ۱۲۔

کانوں ایک شخص کو کہتے سنا کہ طبابت کی کچھ عزت تو فلاں مرحوم نے انیری میجر ٹری کر کے کھوئی تھی یہی سی مدرسہ کھول کر عبد المجید خاں نے ڈبوئی۔ اللہ اللہ آدمی آدمی ایک اور خیالات کا اس قدر اختلاف ہے

برخیائے صلح شان و جنگ شان

برخیائے نام شان و جنگ شان

ایک تو یہ ہیں کہ گرتی ہوئی دیوار کو تھوٹی لگائے۔ ڈوبتی ہوئی ناؤ کو بھٹالئے۔ قوم سے اس کا ٹوٹی ادا کرنے یعنی مدرسہ طبیبہ کے قائم کرنے کو وہیں طبابت خیال کرتے ہیں اور ایک وہ ہیں کہ سر جان اسٹریٹ لکھنؤ گورنر مالک شمالی و مغربی نے علی گڑھ کالج میں پکڑ دیا تھا اس پکڑ میں ایک بات یہ بھی تھی کہ دنیا میں فخر کے بہت سے ذریعے ہیں۔ ایک جنرل فتح نمایاں کرتا ہو اور وہ فتح اس کے لئے ذریعہ فخر ہو۔ کوئی شخص کسی طرح کی کوئی ایجاد مفید کرتا ہو اور وہ ایجاد اس کے لئے ذریعہ فخر ہو لیکن کوئی فخر بانی کالج کے فخر کو نہیں پاتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ عبد المجید خاں کو اپنی کوشش پر ناز کرنے کے لئے سر جان اسٹریٹ کی اس مقولے سے بڑھ کر اور کسی بند کی بھی ضرورت ہے۔

مسلمانوں کی کس بات کو روکے ان کے تنزلی و انلااس کے جہاں اور اسباب ہیں ان میں سے ایک بڑا سبب یہ بھی ہو کہ نسلی اور جمعی اور حقیقی ہر بات کو نہیں جانتے۔ ان کے نزدیک تنزل ہی بری عزت ہو گو وہ تنزل ہزار سبب عورتوں سے کیوں نہ حاصل کیا گیا ہو اور گو اس تنزل کی غرض رغبت تن آسانی اور نفس پروری کیوں نہ ہو۔ ہر شخص اپنی مالی حیثیت کو بٹا جس کی نظر میں واقعی اور نفس الامری حیثیت سے بہت زیادہ کر کے دکھانا چاہتا ہے۔ تاکہ زیادہ از استحقاق اس کی عزت کی جائے۔ اس کے لئے وہ قرض لیتا ہے جس سے بڑھ کر دنیا میں بے عزتی کی کوئی بات نہیں نفسوں اور لایعنی مصداق اپنے اوپر لازم کرتا ہو جن کو نفسی یعنی بے عزتی کی تمسید کہنی چاہیے محنت کہ جس میں شرعاً اور عقلاً کوئی قباحت نہیں عار سمجھتا جب تک بلا ضرورت ایک خدمت گار اس کے پیچھے نہ پھل نہیں سکتا۔ گو یا وہ بھٹیا کے کاٹا ہو اور خدمت گار اس کا ہانپنے والا باوجودیکہ نگہ انہیں کوٹا نہیں۔ مگر خدا جانتے کیوں پانوں سے کام لیتے ہوئے شرعاً تاہر شاید اس کے نزدیک چنانچہ اونا چنانچہ ایک ہی چیز ہے جناب پیغمبر خدا صلعم جو دنیا اور دین دونوں کی اعلیٰ ترین عزتوں کے جامع تھے اپنی نہ دہا می نے سب کا مرے بے تکلف اپنے

ہاتھوں سے کرتے تھے ہم اٹھ کر پانی پینے سے بھی گھینپتے ہیں اور اس کی وجہ کسی طرح کی معذوری و
 مجبوری نہیں بلکہ کبر و رعونت جس کی نسبت حدیث شریف میں وعید موجود ہے کہ جس کے دل میں بقدر
 ایک ذرہ رعونت ہوگی اُس کو بہشت کی ہوا حرام ہو چھ کو اکثر اتفاق ہوتا ہے کہ کسی دوست کی دکان پر
 بیٹھا ہوتا ہوں اور آم وغیرہ کوئی چیز کھنے لگی۔ اور میں نے بھی خریدی۔ اب اُس پوہلی کو ہاتھیں لٹکا کر
 ترفع اور کبر نفس کی وجہ سے گھر تک لانا بھڑ پر بار ہوتا ہے اور نہیں لاسکتا۔ اور اگر آپ لوگ اپنے اپنے نفس کا
 احتساب کیئے گا تو میں یقین جانتا ہوں کہ اتنے بڑے شہر میں بیٹھ اکیلا خروماغ نہیں ہوں۔ میں جب
 شروع شروع میں تک قدرت کے خانہ نشین ہوا تو مدتوں میرا یہ حال رہا کہ بازار میں پیادہ پانچلے سے میری
 طبیعت مضائقہ کرتی تھی۔ اگر بازار میں مجھ سے کھڑے ہو کر کوئی بات کرتا تو میں اس کو بڑی بدتمیزی خیال
 کرتا تھا۔ خدا نگار مجھ کو اس طرح لازم تھا جیسے آدمی کو ہزار لیکن میں نے سوچا کہ جس شہر میں میں نے
 مسافرانہ طالب علمی کی۔ اُس وقت کے جاننے اور دیکھنے والے ہنوز موجود ہیں۔ صرف اتنی بات کہ میں نے
 الفساق سے بڑی بڑی نوکریاں کیں یا پارس پیسے پتے ہو گئے۔ میرا اس قدر اتنا دلیل کم ظرفی ہو چنانچہ
 میں نے اُس رعونت کو کم کیا بجا بدہ۔ یہاں تک کہ خدا نے مجھ کو ساری بھی دی ہو کر بھی دیکھے ہیں اور
 میں اکیلا پیادہ پا جہاں چاہتا ہوں چلا جاتا ہوں مگر نفس میں ابھی اتنی خباثت باقی ہے کہ کوئی چیز سے
 چلتے ہوئے شرمانا ہوں۔ عزت کی بحث تو پیغمبر خدا صلعم کے سامنے بھی پیش آچکی ہے۔ کعب بن اشرف
 اور ابی بن سلول وغیرہ چند منافق بڑے مال دار تھے جو تنول کی وجہ سے مسلمانوں کے گردہ کو حقیر
 سمجھتے۔ شاید جنگ اُحد کا مذکور ہو رہی ہو کوئی مولوی ہوا اور میں غلطی کرتا ہوں تو ہمارا کر دینا کہ
 مسلمانوں اور ان منافقوں میں کچھ تکرار ہو پڑی اور مجھ کو اُس وقت ٹھیک یاد نہیں کس نے مگر ابی
 یا کعب ان ہی میں سے کسی نے کہا تھا۔ وَلَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجُنَّ عَنْهَا الْأَعْدَاءُ وَالْمُنَافِقِينَ
 اور ادیشے لوٹنے دو جو عزت والا ہو وہ ذلیل کو بیٹھنے سے نکال دے تو سہی۔ اس منافق نے اپنے نہیں اتنا
 کہا اور ازل سے جناب رسول خدا صلعم کی طرف اشارہ کیا تو خدا منافق کا جواب دیتا ہے وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ
 لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

پائی وہ بھی اس جلسے کی خوشی کرنے والوں میں سے ہیں لیکن اس طالب العلم کو سمجھنا چاہیے کہ اگر تم مدرسے سے سند فراغ نہ کر سکتے بھی اور خدا کرے کہ میں جلد نکل دوں گا تم ڈرے کہ میں تم کو بد عادت بنا دوں؟ نہیں نہیں عاशा و کلا نکلو اور کامیابی کے ساتھ نکلو تاہم اس سے زیادہ سخت مرحلہ تم کو اوپر پیش آنے والا ہو۔ وہ کیا ان لوگوں کے دلوں میں اعتماد اور اعتبار پیدا کرنا جن کو تم کو یہاں سے نکلنے کی اپنی معلومات طبیہ کا حقہ مشق بناؤ گے۔ سو وہ اعتماد اور اعتبار اس سے کو نہیں پیدا ہو گا کہ تم اپنے نہیں سمجھو کہ ہم منزل علم طے کر چکے ہیں اور ہم کو صرف عمل کرنا باقی ہے۔ میں کہتا ہوں اور میری اس نصیحت کو یاد رکھنا یہ نصیحت کسی طبیب کی نہیں ہے مگر ایک زمانہ دیدہ تجربہ کار کی ہے اور تم نے سنا ہو گا پیش طبیب مریش تجربہ کار برو کہ تمہاری طالب علمی اس وقت سے شروع ہوگی جب تم مستقل مطلب سے کر بیٹھو گے۔ اس وقت تک تم میں اور واقعی طبیب میں ایسا فرق رہے گا۔ جیسا کہ ایک شاطر اور جنرل میں شاطر کے پاس بادشاہ اور وزیر اور اسپتال اور پیادے سب فرضی لشکر ہے۔ اور جنرل کے پاس سچے سچے سپاہی۔ تم خیال کر سکتے ہو کہ شاطر کی ہار جیت کو جنرل کی ہار جیت سے کیا مناسبت ہے۔ یوں سمجھو کہ اب تمہارے سامنے ایک کتابی بیمار ہے مفر و مضرب کا تم علاج کر رہے ہو اور مطلب سے تم کو ایک واقعی بیمار سے کام پڑے گا۔ جس کی تکلیف تم سے دیکھی نہیں جائے گی۔ بیمار اور بیمار دار تم کو چین لینے نہیں دیں گے۔ وہ وقت ہو گا اہل غور کرنے اور طبیعت پر بوجھ دینے اور معلومات مدرسہ سے مدد لینے کا تم سمجھ سکتے ہو کہ جس زمانہ میں یونانی طب کی تدوین ہوئی تھی تب سے اب تک کیسے کیسے انقلاب واقع ہوئے ہیں آب و ہوا میں۔ لوگوں کی غذا میں طرز و عادات میں۔ دواؤں کی تاثیرات میں۔ نباتات میں۔ حیوانات میں۔ ہر چیز کے مزاج میں۔ انقلابات کے علاوہ ہزاروں نئی دوائیں قرا بادین میں بڑھ گئی ہیں۔ تشریح کی تحقیقات نے بے مبالغہ ہال کی کھال نکال کر رکھ دی اور کیمیا نے اس قدر ترقی کی ہے کہ اس کے فائدوں کے آگے کیمیا سے متعارف بے قدر مرض ہو گئی ہے۔ وہ آلات ایجاد ہوئے ہیں کہ ان کے ذریعے سے جو تصرف چاہیں کر سکتے ہیں۔ ارادے سے مطیع خیالات کے متعاود۔ تم کو

طبابت کرنی پڑے گی ان اختلافات اور اختلافات کے لحاظ سے اور وہ کچھ آسان کام نہیں مگر تم سلیقے سے طبابت کرو گے اور تحقیقات اور تجربات کا سلسلہ جاری رکھو گے اور نتیجہ تحقیقات کو اپنے ساتھ قبر میں نہیں لیجنا چاہو گے تو تم طب کو اس قابل کر دو گے کہ وہ کچھ دن سنبھلی رہے اور واقع میں ہی بھول ہو۔ اس مدرسے کے قائم کرنے کا اور اگر تم یہی پُرانی لکیر پٹیلے رہے تو سمجھا جائے گا کہ نہ تو مدرسے کی تعلیم سے مستفید ہوئے اور نہ تم نے مدرسے کا حق ادا کیا اور نہ خدا نے اسے کار ننگ دیکھو کہ کیا تھا اور کیا ہو گیا ہی اور کیا ہوتا چلا جاتا ہے۔ تم نے وہ فن اختیار کیا ہے جو پہلے نہایت مشکل تھا اور اب تمہارے لیے اور زیادہ مشکل ہو گیا ہے طب حقیضہ غلیظہ سے اوج یقینہ کی طرف ترقی کرتی چلی جا رہی ہے۔ اب اپنے منہ میں اٹھو کہنے سے کام نہیں چلے گا واللہ یُفَسِّیْ بَیْدَہُمْ نہیں چلے گا۔ ہمارے سارے دنیاوی علوم و فنون اور حرفت اور صنعت انگریزی تفتیش و تلاش کے مقابلے میں ع
ہم جو بیخ ہیشش آفتاب نمود

ہو گئے۔ کوئی کام باریک سے باریک اور موٹے سے موٹا اور نازک سے نازک اور بھدے سے بھدہ اور مشکل سے مشکل اور آسان سے آسان اہل یورپ کا ایسی کام سے ملا کر دیکھو دونوں میں فرق پاؤ گے۔ رکاب دار اور چھٹیا رسی کا کلاؤنٹ اور عطا کی کا حکیم عبد المجید خاں کے نسخے اور میرے نسخے کا رنگ خدا نکرے کہ میں اُن کی طرح کسی بندہ خدا کی جان پر ہتھ ڈالوں، طب کا پڑھ لینا آسان ہے لیکن طب انگریزی کے مقابلے میں سنبھالنا اُس کو رونق دینا لوگوں کے دلوں سے اس کے اعتبار کو گھٹنے نہ دینا جب کر کے دکھاؤ گے تو حقیقت کھلے گی۔ میرا دل جو لونی کی دیوار کی طرح بیٹھا چلا جاتا ہے اُس کا سبب یہی ہے کہ صرف تمہارے کرنے کا کام نہیں۔ تم کرنے پر آمادہ۔ اور قوم بد دینے پر تیار ہو تب کہیں جا کر کوئی صورت نکلیے تو نکلیے۔ تو صاحبانِ نون سن تیل ہو گا نہ رادھا نا ہے گی۔ میں نے اس جلسے کی پوری ادھوری خوشی کرنے والوں کو گنوایا تو میں اپنے تئیں کیوں فایز رکھوں۔ میں اس کی ضرورت کرتا ہوں اور اسی قدر خوش بھی ہوں کہ یہی طب لونی کی تعلیم جو محض بے قاعدے اور بے سلسلے تھی اور اب بھی جا بجا ہے۔ اس مدرسے کے جاری ہونے سے باقاعدہ اور منظم طور پر ہونے لگی ہو جس کا نتیجہ رفتہ رفتہ یہ ہو گا

کہ کوئی شخص دعوائے طبابت نہ کر سکے گا صرف اس بنیاد پر کہ وہ طبیب زادہ ہو اس سے اپنے طور پر کتابیں پڑھی ہیں وہ کسی کے طب میں نسخہ نویسی کرتا رہا جو یا اس نے عطاری کی پیاداس کو فقیروں سے مجرب نسخے پہنچے ہیں۔ یا کسی طبیب کی بیاض اس کے ہاتھ آگئی ہو۔ دس کو باقاعدہ اور منظم کہ دینا یہ بھی طب یونانی کی تاریخ میں پہلی بات اور حکیم عبد المجید خاں کی ایجاد ہو جس کے لئے وہ ہمارے اعلیٰ درجے کی مدح اور شکر گزاری اور ملکی امداد کے مستحق ہیں۔ حکیم صاحب نے جو پرانے فیشن کا سکول جاری کر دیا ہو اور پرانے فیشن کے سکول کے سوا سے میں اس کو کچھ اور کہہ بھی نہیں سکتا، اس سے یہ خیال کرنا غلطی ہو کہ جو کچھ کر سکتے تھے کر چکے اگر کالج کے قدر چندہ جمع کرنے کا انتظار کرتے تو جس قدر چندہ اب فراہم ہوا ہو۔ اتنا بھی نہ ہوتا۔ یہ واقعی سکول خیالی کالج کے حق میں چڑھیا کے ٹلا کا کام دے رہا ہو۔ لیکن میرے کانوں میں گونج رہے ہیں وہ لفظ جو عبد المجید خاں نے مدرسے کے جاری کرتے وقت علی رزوں الا شہادہ سن جمہور العباد کے تھے کہ یہاں دوا سازی اور تشریح بھی سکھائی جائے گی اور یونانی اور انگریزی اور دید کی طبابتوں سے بقاعدہ غذا ماصفاغ متاع نیک ہر دکاں کہ باشد

افتخار ملی جائے گی۔ سوا بھی تک ان چیزوں کا کہیں تہ نہیں مجھ کو ایسا دکھائی دے رہا ہو کہ ہنزدلی و در خیالی کالج کو واقعی کر دکھانے کے لئے سرس چاہئیں۔ ابھی تک دوا سازی کی جائز ماند سازی ہو رہی ہے کیا کریں۔ زمانہ باتوں ساز و تو باز ماند ساز بہ مردہ دل تو دکھائی بھی دیتے ہیں لیکن تشریح کے لئے کوئی مردہ نظر نہیں آتا۔ خدا جانے کن وقتوں کی ہڈیوں کا ایک ڈھانچ رکھا ہو اگر سامنے لایا جائے تو سب سے پہلا شخص جس کی مارے ڈر کے گھٹکی بندھ جائے میں ہوں۔ غدر کے دنوں میں فصیل قلمہ پڑھیں چڑھائی لگیں تو شاہزادے جمع ہو کر حضور میں گئے اور عرض کیا کہ اگر تو ہیں چھوڑی بی بی لی تو تانہ زاد دل کہ مر جائیں گے۔ پناہیہ حضور نے مانعت کر دی یہ اُن لوگوں کی بہادری تھی جنہوں نے انگریزوں کے مقابلے میں علم بغاوت بلند کیا تھا تو اگر ڈھانچ دیکھ کر سری لگتی بندھ جائے تو اس میں تعجب کیا ہو لیکن اس سے کچھ کو ڈر پوک مت سمجھنا میں اس زمانے کے بہادر دل میں نہیں تو بزدلوں میں بھی نہیں بہادری کا سیٹھ رہی گٹ گیا ہو تو

اُس میں کیا کروں۔ بہادری ایک صفت اکتسابی ہے۔ آدمی خطرات میں رہے اُس کو حملہ اور مدافعت کی ضرورت واقع ہو بہادر ہو سکتا ہے تم کیا خاک بہادر ہوں گے۔ امن میں پیدا ہوئے۔ امن میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور انشاء اللہ امن میں رہیں گے۔ ساری عمر بھی بندوبست نہیں چھوڑی تلوار نہیں چلائی حربہ کو ہتھیار کو بے دے کر ایک قلم سو بھی نوکری تک کام دیتا تھا۔ اب تو ہفتوں اس کے ہاتھ میں لینے کی بھی نوبت نہیں آتی۔ نہر آزمائی کو پوچھتے تو یہی آپس کی تو تو میں میں۔ اس سے بڑھ کر کسی کو دعویٰ ہو تو سامنے آئے اور اپنے کارنامے سنائے۔

تشریح تو جب ہوگی تب ہوگی عبد الحمید خاں اتنا تو کریں کہ دھانچ کو کھلو اگر باہر تو رکھ دین کہ بیچارے مدرسوں اور طالب علموں کی وحشت دور ہو۔ عبد الحمید خاں صاحب! میں بہت سی باتیں ناامیدی کی کمی ہیں جو شاید آپ کی دل شکنی کا باعث ہوئی ہوں گی اگرچہ امید نہیں کہ آپ کے دل کے ایسے بودے ہوں اور دل کے ایسے بودے ہوتے تو دل کل کالج کے قایم کرنے کا خیال ہی نہیں آسکتا تھا۔ یہ خیال ہی آپ کے قومی دل ہونے کی دلیل ہے لیکن میں آپ کو اخیر میں ایک خوش خبری دینی چاہتا ہوں۔ چند سے کی نہیں بندے کے پاس ایسی خوش خبری کہاں۔ مگر ایک خوش خبری اور ہے۔ کہ اب سے آٹھ نو برس پہلے کا مذکور ہو مین ان دنوں حیدر آباد میں تھا۔ اور انریبل جسٹس سید محمود بھی وہیں تھے۔ میں نہیں جانتا کہ سید احمد خاں کیا بیمار پڑے مگر علامت ایسی تھی کہ ان کے فرزند حقیقی سید محمود اور ان کے فرزند ان معسومی جن کو لوگ نجری کہتے ہیں سخت پریشان ہوئے۔ سید محمود نے باپ پاس جانے کا قصد کیا۔ صلی حال دریافت کرنے کے لیے ڈاکٹر کو جو ان کا معالج تھا خط لکھا۔ ڈاکٹر نے جواب دیا کہ گردوں کا عل ضعیف ہو گیا ہے۔ مگر میں تم کو پورا اطمینان دلاتا ہوں کہ تمہارا باپ مرنے والا نہیں کیوں کہ اُس کی جان کالج میں لگی ہوئی ہے۔ جس میں ابھی بہت کچھ کرنے کو باقی ہے۔ عبد الحمید خاں صاحب! آپ کو بھی اپنے کالج کی دھن لسی ہی ہو۔ جیسی سید احمد خاں کو اپنے کالج کی تھی اور ہے۔ اور بے دھن کی کالج ہو تا ہوتا نہیں تو آپ کو اپنی عمر کا بڑھا لینا مبارک اور آپ کو اپنے مدرسے طبعی کی کون سی سالگرہ بھی مبارک۔ میں لکچر دینے سے کچھ ملول نہیں ہوتا نہ لکچر دینا میرے لیے کچھ ایسی بڑی رحمت کی بات ہے رحمت کی بات تو اس صورت میں کہ میں سوچتا

بناؤں لکھوں مٹاؤں اور میں آتا ہوں اور جو کچھ میرے دل میں ہوتا ہو کھڑکھڑاتا ہوں۔ اس کی پروا نہیں کرتا کہ لوگ میرے لکچر کی طرف کیا خیال رکھتے ہیں۔ کیوں کہ لکچر دنیا میرا پیشہ نہیں۔ لکچر سے مجھ کو کوئی کمائی مقصود نہیں۔ قوتِ بیانیہ سے کما نام مقصود ہو تو وہ غفلتوں، تفسیر لکھوں۔ یہی شہرت اس کی مجھ کو ضرورت نہیں اور خواہش بھی نہیں۔ یہ میری رائے ضرور ہے کہ مدرسہ طلبیہ کے لیے کوئی پروفیشنل لکچر دینا چاہیے جو مدرسہ کی کارروائی اور طریقہ و درس اور امتحان میں نکتہ چینی کر سکے۔ میں صرف چھٹی نظری باتیں نہ مانتا ہوں وہ بھی عام طور کی۔ میں نے بار بار کہا ہے کہ اور اب بھی کہتا ہوں کہ مجھ کو فنِ طب سے منس نہیں اور نہ بہت بھی نہیں اور اس کی شاہد ہے۔ اس عمر میں میری تندرستی۔ اگر میں طب کی کسی طرح چھو بھی گیا ہوتا تو روگی ہوتا۔ اگر خارج سے کوئی پروفیشنل لکچر اہم نہیں سمجھتا تو کیوں نہیں مدرسے کے معلمین یا متعلمین میں سے کسی کو لکچر دینے کے لیے طیار کیا جاتا۔ مجھ میں خیالات کی کمی ہے۔ اور اُس میں شاید گویائی کی سوجھی بالفضل۔ وہ اپنی کمی کو ٹھوڑی شش سے پورا کر سکے گا۔ میں بوڑھا طوطا کوئی نئی بات نہیں سیکھ سکتا کبھی کبھی کچھ صلاحیں سوچتی ہیں تو میں پروفیشنل میں نہ ہونے کی وجہ سے اُن کو پیش کر سکتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ مثلاً امتحان کا جو طریقہ تحریری و تقریری جاری ہو مجھ کو اس پر عرض ہونے کا کوئی منصب نہیں جب مولوی لطف اللہ صاحب نے جنرل اعظم الدین خاں کی موجودگی میں امتحان لیا میں اُس جلسے میں حاضر تھا۔ لیکن میں نے دم نہ مارتا تاہم دل میں کہتا تھا۔ کہ تمہیں صاحبِ لم سہی محقق سہی۔ فرید العصر سہی و حیدر العصر سہی لیکن موجودیت کو طبابت سے کیا مناسبت۔ سائنسی علم دریاؤں میں نہ دیکھا کہ جس طالب العلم نے کتاب کی عبارت بمرائعات قواعد صرف و نحو درست پڑھی معنی ٹھیک کسے۔ مطلب سمجھا دیا۔ معجز صاحب نے اُس کی تحسین کی یعنی وہ امتحان میں پاس ہوا کیا چونکہ اُس وقت دو چار سطریں میں بھی پڑھ کر سُنا دیتا۔ سند طبابت مل جاتی۔ مگر وہ سند کنکوا بنا سے جانے کے سوا اور کس کام کی تھی۔ امتحان کی نسبت میں خیال کرتا ہوں کہ شاید یہ بہتر ہو گا کہ ہر ایک طالب العلم کو اُس کی معلومات اور لیاقت کے مطابق ایک بیمار علاج کو دیا جائے اور اُس کے علاج کی نگرانی کی جائے۔ لیکن اگر اس طور پر نگران

یعنی کی رائے قرار پائے اور خدا نخواستہ میں بیمار ہوں تو جب تک دوسرا لکچر نہ تجویز کر لو مجھ کو ان انٹری
نیم حکیموں کے حوالے نہ کیٹھنا۔ اور ہاں دوسرے لکچر کے تجویز کرنے میں اتنا ضرور خیال رکھنا کہ مولوی
حشمت اللہ کی ہی بلا کی آمد نہ رکھتا ہو کہ سنتے سنتے کان بھی بہرے ہو جائیں۔

(دسواں لکچر) لکچر جو محمد بن ایوب کیشنل کانفرنس کے چھٹے اجلاس

منعقدہ ۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱ دسمبر ۱۸۹۱ء میں بمقام سلی گڑھ دیا گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لکچر ارے کھڑے ہوتے ہی عربی کا یہ شعر پڑھا

آیَا أَهْلُ لُتْهِ لَا تَسْکُرُوْنِیْ	مَتْنِیْ اَضَعُ الْعِمَامَةَ لَعْنِ فُؤَادِیْ
---------------------------------------	---

اور سردی کی وجہ سے جو گلہ بند لپیٹ رکھا تھا کھول کر کہنا شروع کیا کہ۔

اس سال کانفرنس کا کچھ اور ہی رنگ نظر آتا ہے۔ میں اس کو داہنی آنکھ سے دیکھتا ہوں یعنی ایچ
آف محمد زہد یعنی نمونہ اسلام دکھائی دیتا ہے اور بائیں آنکھ سے دیکھتا ہوں تو منی ایچ آف ہندو ازم یعنی
نمونہ مذہب ہندو سوچہ پڑتا ہے۔ اور منی ایچ آف محمد زہد اس لیے کہ ممبروں کی اکثر کرسیاں خالی ہیں۔
جیسے مسلمانوں کی مسجدیں۔ اور وہ منی ایچ آف ہندو ازم اس واسطے کہ اتنے بندے نہیں جتنے خدا
ہیں۔ یعنی اتنے سنتے والے نہیں جتنے اسپیکرز گفتگو کرنے والے ہیں۔

۱۔ اصحابِ خود مجھ کو اجنبی مت سمجھو ۲۔ جب میں علامہ تارودن کا توجھے پہچان دے گا۔

میں بچر سے پہلے تبر کا اپنی نظم پڑھ لیا کرتا ہوں اگرچہ : نظم پڑھنی ٹھنسی اور نامر بلوط سی ہوتی ہو اس سلسلے
 کہ میں کچھ شاعر تو ہوں نہیں مگر نظم سے طبیعت میں جولانی اور گویائی میں روانی آ جاتی ہے۔ علاوہ بریں
 جس طرح محلی پنیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے منادی کہتے تھے کہ میرے بعد مجھ سے ایک بہت بڑا پنیر
 آنے والا ہے۔ اسی طرح نظم پڑھنے سے میں منادی کرتا ہوں کہ میرے بعد مولوی الطاف حسین حالی
 اپنی نظم پڑھیں گے اور میں اپنی پسندار میں ان کی نظم کی رونق کا باعث ہوتا ہوں۔ ع
 وَبِضَائِهِا تَسْبِيحُ الْاَشْيَاءِ

وہ نظم یہ ہے

<p>مجمع تعلیم کا گو یہ چھٹا اجلاس ہو منزل مقصود تک اپنی رسائی ہو چکی لالہ بھائی کوئی ڈپٹی ہول کوئی صدر امتحانوں میں ہیں انگریزی کے تھے کامیاب شاذ اگر کوئی مسلمان ہو تو اس کا کیا حساب کیا چین کا حکم رکھے گا وہ میدانِ فراخ اگر کسی کو ہو مسلمانوں سے اسیدِ فلاخ جب تلک مذہب ہو ہر اک بات میں ان کے خیل جب تلک ان پر سلسلہ ہو بلائے رکھ و راہ جب تلک ہو حاکمانِ وقت سے ان کو گریز جب تلک اسلاف پر ہو ان کو اپنے فخر و ناز جب تلک نفسی و مہائی ہو ہر اک کا شعار زید کو پر داسے دردِ محنت خالد نہیں</p>	<p>ہم مسلمان اور وہی محبت ہی فلاں ہو یاں تو پہلے ہی قدم پر پاؤں میں آس ہو ان کو کیا جن کے مقدس لکھی چیر اس ہو یا کوئی پر شاد ہو یا چند ہی یاد اس ہو جوں ہمالہ میں کہیں اک ریزہ الماس ہو جس میں ک غنچہ ہو باقی گھاس کٹا گھاس ہو ہم چکار سے کہتے ہیں ہم کو تو گئی یاس ہو جب تلک سلام بہ ہو جو کہ عند الناس ہو جب تلک ان پر ہو کمر و ہم اور دوس اس ہو گویا یہ ہند وہیں انگریزی گلو کا ماس ہو جب تلک ان دماغوں میں بھر افتاس ہو جب تلک ہر اک کو اپنی ہی غرض کا پاپس ہو اور نہ خالد کو کسی کے بیچ کا احساس ہو</p>
--	--

لئے چیزوں کا حال مقابلے سے ظاہر ہوتا ہے ۱۱ لکھ خود غرضی سے مراد ہے ۱۲۔

جب تک یہ لوگ ہیں جُفَّ الْقَلَمُ کے معتقد
 جب تک یہ ہیں بزرگوں کی بکیروں کے فقیر
 نعم ان پر ہو گئے جتنے تھے سب فضل و کمال
 اُن سے بڑھ کر کیا کوئی سمجھے گا کس کو اتنی عقل
 جب تک لوگوں کے ہیں اغراض ایسے مختلف
 نام کو ایک قوم میں جس سے کہ یہ فہوم ہو
 ایک مبعود ایک پیغمبر اور اک ہی قرآن
 پر نگاہ غور سے دیکھو تو کل افسردہ میں
 بھائیوں کا گوشت تھوڑا ہی کس کو بھوک ہو
 جب تک القصد یہ حالت مسلمانوں کی ہو
 کار سازی کو تری اسباب کی حاجت نہیں
 ہم دہی ہیں اور دہی حالت دہی لیل و نهار
 وہ جو بیماری تھی اب بھی ہو ذہن و خفیت نہیں
 ہاں مگر بیچ جائے تیرے فضل سے تو کیا عجیب

یعنی جو ہونا ہی سب مکتوبہ القلم اس ہو
 اُن کا فرمانا علی العینین فوق الراس ہو
 اُن کے آگے بولنا ہڈیاں ہو بکواس ہو
 وہ جو کہ گھر سے دہی اصل دہی مقیاس ہو
 یہ اگر پنجاب ہو تو دوسرا مدراس ہو
 ایک گروہ صاحبِ حق شہید الباس ہو
 سورہ الحمد سے تا سورہ التاس ہو
 وحشت و نفرت بجائے حب و میناس ہو
 خون کا لوگوں میں توڑا ہو کس کی پیاس ہو
 بس خدا ہی سے ہوان کی اس گر کچھ آس ہو
 وہ جو ہم سے دور ہو قدر تیرے پاس ہو
 آتش دہی ہو دہی اگلا پڑا نا کا کس ہو
 یہ مریض جاں بلب ہمان خیر القاس ہو
 یہ دوا ایسے مریضوں کو سداسے راس ہو

جو مسلمان قومی تعلیم میں اسٹریٹ لیتے ہیں جیسا لینے کا حق ہو اگرچہ اتنے کم ہیں کہ انگلیوں پر نہیں تو انگلیوں کے
 پوروں پر گنے جاسکتے ہیں۔ آج کل اُن میں اس بے مانند کامیابی کا بہت چرچا ہو جو سترہ سو کو حیدر آباد
 ٹرینٹ میں حاصل ہوئی۔ قبل اس کے کہ آگے بڑھوں میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ چند الفاظ جو میرے موصوفہ
 سے نکلے نمونہ ہیں اس طرز گفتگو کا جسے میں نے ایسے آؤٹیش کو خطاب کرنے کے لئے جیسا میرے
 سامنے اور گرد و گرد موجود ہو اختیار کیا ہو۔ کیا چھکو اردو میں اداسے مطلب کرنا نہیں آتا۔ یا خدا نخواستہ میں

لے اشارہ ہو جُفَّ الْقَلَمُ یا ہو گا لڑائی کی طرف یعنی جو کچھ ہونے والا ہو اسے تو تیرے لئے چکا ہو ۱۲ لے بسر چشم ۱۳ لے دل چسپی
 ظاہر کرتے ہیں ۱۴ لے حیدر آباد کے نمبر ختم ۱۵ لے حادہ بن ۱۶۔

انگریزوں کی ولایت جا کر ایسا سہوت ہوا یا ہوں کچھ کو اپنی ملکی زبان بھول گئی یا مجھ کہ انگریزیت نے
 چر لیا ہو۔ حاشا ان میں سے کوئی بات نہیں بلکہ میں نے اس طرز کو عہد او ارادۃ اس وجہ سے اختیار
 کیا ہے کہ آڈینس میں انگریزی داں یا انگریزی وضع کے لوگ بکثرت ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ ان کے
 کانوں کو انگریزی الفاظ پہلے معلوم ہوتے ہیں سمجھیں یا نہ سمجھیں کہیں یا نہ کہیں یہ طرز سے بے حد نہیں
 بلکہ میں نے پہلے بھی اسی طرز میں لکھ دیتے ہیں اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ بعض لوگ اس طرز پر بہتے ہیں ع
 بریں عقل و دانشس بیا بد گریست

جن صاحب کی رعایت مجھ تک پہنچی ہو ان کا طرز زندگی تو اس طرح کا ہے کہ اگر وہ خود موجود نہ ہوں تو کسی طرح
 گھر اور گھر کے فوجیہ سے ظاہر نہ ہو کہ اُس میں کوئی نیکو بھلا آدمی رہتا ہو۔ میں نے جو اپنے لکچر پران کا اعتراض سنا
 تو بے اختیار مجھ کو کسی کا عربی شعر یاد آیا ہے

فَاتِيَّ اَدْعِي عَيْنِيكَ اَلْحَدَّ مَعَهُ ضَا	وَلْيَعْبُثْ اَنْ اَنْصُرَكَ فِي عَيْنِي الْقَذْبِ
---	--

بات یہ ہے کہ میری زبان اردو ہو اور میں اردو ہی بولتا ہوں مگر اس میں یا تو عربی الفاظ ہوتے ہیں اس واسطے
 کہ میں مسلمان ہوں اور چاہتا ہوں کہ سب میری طرح کے مسلمان ہوں اور کم سے کم اتنی عربی جانیں جتنی مجھ کو
 آتی ہو۔ یا میرے بولنے میں انگریزی الفاظ ہوتے ہیں اس لیے کہ گو سرکار انگریزی کا نمک نوار نہیں کسی
 خصوصیت کا امید و انہیں تقرب حکام کا خواستگار نہیں ہے

نہ بر آشتی سے سوارم نہ چوشتی زیر بارم	نے خواجہ رعیت نہ غلام شہر یارم
---------------------------------------	--------------------------------

مگر ہو گیا کہ امپرس و کٹوریہ کا رضا مند خوشدل اور شکر گزار رعیت ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ سب مسلمان
 میری طرح کی رعیت ہوں اور کم سے کم اتنی انگریزی جانیں جتنی مجھ کو آتی ہو۔ یوں تو میری انگریزی لغت
 ہر پہلو سے کچھ بھی نہیں اور کچھ ہوتی تو کہاں سے ہوتی۔ جن دنوں طالب علمی کا اتفاق ہوا آج کل کا ساز و ماند تھا
 کہ درو دیار سے انگریزی کی تاکید ہوزمین و آسمان سے انگریزی کا تقاضا ہو دیا سنا ہے جان کھا کھی ہو کہ

۱۵۱ سبب خانہ داری ۱۲۵۵ ہجری ۱۲۵۵ ہجری کو تیری آنکھ میں شہر لاپلاہ اور اٹھائی دسے رہا ہو ۱۲۵۵ ہجری آنکھ میں کنگر
 بڑا ہوا کچھ کر تعجب کرتا ہو ۱۲۵۵

میری طلب ہو تو انگریزی پڑھو دین آ نکھیں دیکھا رہا ہے کہ مجھ کو سمجھانا چاہتے ہو تو انگریزی پڑھو۔ وہ تو ایسے وقت تھے کہ خود سید احمد خاں سے بھی پوچھا جاتا تو انگریزی پڑھنے کو کفر نہ بتاتے تو اس گناہ کبیرہ ہونے کے قیو پے ضرور مہر کر دیتے کالج میں یوں انگریزی پڑھنے کا اتفاق نہ ہوا کالج کے ٹرنز پورے ہونے نہیں پاسے تھے کہ نوکری کی سوجھی اور سوچھی کیا حاجت نے مجبور کیا۔ بارے اُس وقت تک نوکری میں انگریزی کی قید نہ تھی ورنہ آج یہاں پکڑ دینے کے عوض کالج کی مسجد میں نہیں بلکہ مسلمانوں کی کسی اور مسجد میں مجھ کو دغا دیتے ہوئے دیکھتے اور دیکھتے نہیں تو سینے ۱۸۵۷ء کے عذر کے بعد کالج کیشنل لائن میں الہ آباد کا ڈپٹی انسپکٹر تھا کہ میں ان خود انگریزی کا شوق کیا۔ دورہ کی نوکری آج یہاں کل وہاں۔ ہر روز نیا دانہ نیا پانی ۵

اَيُّ عَيْشٍ عَلَيْنِي اِذَا كُنْتُ مَيِّتًا

يَتَنَحَّلُ وَبَيْنَ وَشَايَ رَحِيلَ

پھر لکھ کر کے کاغذ ورنیس سرکاری کام کی وجہ سے وقت پر اپنا اختیار نہیں کوئی دوسرا ہوتا تو کبھی اس
 در کو اپنے پیچھے لگاتا۔ بنگر میں کچھ نہ کچھ کیے جی گیا۔ اور اب بھی کچھ نہ کچھ کیا ہی کرتا ہوں زیادہ نہیں ہو سکتا
 تو بالائز نام انگریزی اخبار پڑھتا ہوں۔ غرض میں نے انگریزی تو ٹوٹی بھوٹی کر لی۔ مگر اربس کہ انگریزی
 میں کارروائی کرنے کا موقع نہ ملا میں اُس کو اپنے ہونہ کرسکا۔ انگریزی کے اپنے و کرنے کا ایک طریقہ دیکھا۔ انگلش
 لائف یا انگلش وائف سوائے اس کے لیے خدا نے مجھ کو پیدا نہیں کیا نہ فرج شیخی باز نہ صورت اچھی ہیں
 اپنی انگریزی کو ٹھیکہ لائق بہت بیچ کہا دنہ اس لعنت بیچ پر میں آئی اے والوں کے ساتھ پالا لینے کو موجود ہوں
 مگر بی آئے بھی مسلمان بی آئے کیوں کہ معلوم ہو کہ انہوں نے ٹھیکہ انگلش نہ لی ہوگی اور بندہ بھی ہارا
 ہو تو میں ہارا ہوں۔ انگریزی پڑھنے سے ایک گرتو معلوم ہوا کہ آدمی ایک زبان کو پڑھنے سے حاصل کرے تو
 دوسری زبان کے سیکھنے میں اُس کو بڑی سہولت ہوتی ہو اور میرا خیال یہ ہو کہ ٹھیکہ انگلش ہونا کچھ بات
 نہیں بھگوان انگریزی گرامر کی ٹھیکہ انگلش مصطلحات تک معلوم نہیں مگر میں نے عربی کسی زمانے میں اچھی طرح

۱۔ مدت طالب علمی ۲۔ اسٹیم میری زندگی بھی کیا زندگی چو جب میرا یہ حال ہی ہے کہ اسے کہ مقام اور کرم میں جھوٹا نہ تہا ہوں ۳۔ اسٹیم استاد کے

۱۲. کوثر کتبیه کا ۱۲. شریفی ۱۳. بانی ۱۴. کتبیه کا ۱۵. شریفی ۱۶. کتبیه کا ۱۷. شریفی ۱۸. کتبیه کا ۱۹. شریفی ۲۰. کتبیه کا ۲۱. شریفی ۲۲. کتبیه کا ۲۳. شریفی ۲۴. کتبیه کا ۲۵. شریفی ۲۶. کتبیه کا ۲۷. شریفی ۲۸. کتبیه کا ۲۹. شریفی ۳۰. کتبیه کا ۳۱. شریفی ۳۲. کتبیه کا ۳۳. شریفی ۳۴. کتبیه کا ۳۵. شریفی ۳۶. کتبیه کا ۳۷. شریفی ۳۸. کتبیه کا ۳۹. شریفی ۴۰. کتبیه کا ۴۱. شریفی ۴۲. کتبیه کا ۴۳. شریفی ۴۴. کتبیه کا ۴۵. شریفی ۴۶. کتبیه کا ۴۷. شریفی ۴۸. کتبیه کا ۴۹. شریفی ۵۰. کتبیه کا ۵۱. شریفی ۵۲. کتبیه کا ۵۳. شریفی ۵۴. کتبیه کا ۵۵. شریفی ۵۶. کتبیه کا ۵۷. شریفی ۵۸. کتبیه کا ۵۹. شریفی ۶۰. کتبیه کا ۶۱. شریفی ۶۲. کتبیه کا ۶۳. شریفی ۶۴. کتبیه کا ۶۵. شریفی ۶۶. کتبیه کا ۶۷. شریفی ۶۸. کتبیه کا ۶۹. شریفی ۷۰. کتبیه کا ۷۱. شریفی ۷۲. کتبیه کا ۷۳. شریفی ۷۴. کتبیه کا ۷۵. شریفی ۷۶. کتبیه کا ۷۷. شریفی ۷۸. کتبیه کا ۷۹. شریفی ۸۰. کتبیه کا ۸۱. شریفی ۸۲. کتبیه کا ۸۳. شریفی ۸۴. کتبیه کا ۸۵. شریفی ۸۶. کتبیه کا ۸۷. شریفی ۸۸. کتبیه کا ۸۹. شریفی ۹۰. کتبیه کا ۹۱. شریفی ۹۲. کتبیه کا ۹۳. شریفی ۹۴. کتبیه کا ۹۵. شریفی ۹۶. کتبیه کا ۹۷. شریفی ۹۸. کتبیه کا ۹۹. شریفی ۱۰۰. کتبیه کا

پڑی تھی اب تو ایسا ذہول ہو گیا ہے کہ مولوی شہلی ایک صیغہ پوچھ بیٹھیں تو بغلیں جھانکنی پڑیں۔ مگر
زمان طالب علمی میں ایک ایک لغت اور ایک ایک محاورے کے لئے کئی کئی سندیں زبان کی نوک پر تھیں
[آگ تھے ابتدا سے عشق میں ہم] [ہو گئے حناک انتہا ہی ہم سے]

تو گو مجھ کو انگلش گرامر کی پہلی کتاب تک معلوم نہیں مگر میں نے عربی پر قیاس کر کے اپنے ذہن میں انگریزی
کی گرامر بنا رکھی ہے اور وہ مجھ کو کام دیتی ہے بہر کیف انگریزی جانتا ہوں تو چاہا۔ دنا چار اُس کے الفاظ زبان پر
آہی جاتے ہیں۔ دہلی کے متاخرین شاعروں میں اسد اللہ خاں غالب سب میں سر براہ و ردہ تھے
اپنا زبانہ لاف ہی تو ہے میرا ان ہی دو شاہروں کا مستقد ہوں۔ مستقدین میں مرزا رفیع السواد اور تاجزین
میں اسد اللہ خاں غالب کا غالب کے مضامین انوکھے اور خیالات باندھتے تھے۔ بندش مضبوط
و ترشہ جی کے ساتھ ان میں اگر عیب تھا تو یہ کہ مشکل گو تھے۔ میں نے عیب کو اُس معنی میں استعمال کیا
جیسا کہ علم بیان کی کتابوں میں ہے۔ شعر

اَوَّلُ عَيْبٍ فِي رَجُلٍ غَيْرُ اَنْ سَلُوْهُمُ
بِحَقِّ قُلُوْبٍ مِنْ قِيَرٍ اَلَا اَلْكَتَابُ

پہلا عیب غالب اپنی مشکل کوئی کے اندر میں خود فرماتے ہیں قطعاً

مشکل ہی زبیر کلام میرا سے دل	سُن سُن کے اُسے سنو یاں کامل
آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمائش	کو ہم مشکل و گزرا کہ ہم مشکل

لیکن اس عیب پر بھی وہ فارسی اور اردو دونوں کے استاد مستند مانے جاتے ہیں۔ باستحقاق
میرا ان کو ایک غزل کے چند اشعار نمونے کے طور پر پڑھتا ہوں

شما سچہ مرنو بدستِ نعلِ پند آیا	کہ از زبیر پند آمدن بدستِ پند آیا
ہو اسے سیر گل آئینہ بے مہر ہی قاتل	تہا شاست جو غلطی دل پہل پستہ آیا
جراحتِ تحفہ الماس از خانِ انج بکد آیا	مبارکباد اسد غنوار جان درد مند آیا

زیر بندہ صاحبِ جہیز زور سے کہ ان اشعار کا مطلب ایک بار پھر لایا تھا اور اب بھی عجیب ہے۔ زور
میں سے اسے زور سے کہ ان اشعار کا مطلب ایک بار پھر لایا تھا اور اب بھی عجیب ہے۔

سمجھ سکتا ہوں۔ لیکن اس وقت تو میں نے بے سمجھے ہی پڑھ دیئے ہیں۔ ان اشعار میں اگر کیا کی جگہ آمد ہو تو عبارت بتوالی اضافت پنج رقعے کی عبارت سے ملی جلی معلوم ہوگی۔ اگر یہ ایسے بڑے مستند استاد کی اردو ہو تو میرا کلام صرف چند انگریزی الفاظ کے آجانے سے کیوں اُردو نہ ہو۔ اسد اللہ خاں غالب کے دیوان ریختہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو نظم میں ایک طرز جدید کا رواج دینا منظور تھا۔ مگر چوں کہ کورس آف ٹائم اس کے خلاف پر تھا رواج دینا تو درکنار آخر آخر میں خود غالب کو اسے چھوڑ دینا پڑا۔ اب ایک طرز ہمارے حالی صاحب نے اختیار کی ہے اور وہ مقبول ہو گئی اس واسطے کہ وہ زمانے کے رنگ کے مطابق تھی۔ اُس کی مقبولیت اس درجہ کی تو ہے کہ نہیں کہ حالی کے اشعار ظفر کی غزلوں کی طرح ہر ایک گانے والے کے مونہ میں ہوں مگر پھر یہی مسلمان تو شاید ہی کوئی ایسا ہوگا جس کو مستدس حالی کے دوچار بند یاد نہ ہوں۔ میں مسلمان ہوں مگر الحمد للہ پھر یہی نہیں تاہم آزادی رائے کی کچھ یوں ہی سی ہوا لگ گئی ہے جو

تَعْبُطُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِيِّ مَجْدُ كَوْكَبٍ بَنَدِيسٍ تَوْشَعُ يَادِیْهِمْ
میں کسی طرز کی ایجاد کا دعویٰ نہیں کرتا مگر آج کو دن دن جو دشمنیہ اور بد مصلحتیہ کی ۲۸۔ تاریخ۔ یہ کون مقام ہے؟ علی گڑھ کالج کا اسٹریچی ہال۔ یہ کیسا مجمع ہے؟ ایجوکیشنل کانفرنس۔ انگریزی الفاظ سن کر جس کے جی میں آئے کان کھڑے کرے۔ میری آج اور اس جگہ کی پیشین گوئی کو لکھ رکھنا کہ ایک دن آئے والا ہو کہ جس طرح پاریس نا امنی سے تباہی ہو بلکہ ریختہ نا امنی سے تباہی کا کھانا نہایت دشوار ہے۔ اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ پیور اردو کا بے انگلش ریمینٹ کے ہونا معتذر ہو جائے گا۔ اور اگرچہ انگریزی کا اتنا رواج دیر طلب ہو مگر جیسی اردو سے میں نے لکھ دینا شروع کیا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر ہم ایسی دینی ترقی بھی کرتے رہیں جیسی اب تک کی ہو تو خدا نے چاہا سچا نہ پس کے اندر اندر ہم میں کے رودار لوگ ایسی اردو سمجھنے لگیں گے اردو میں جو ہندوستان کی زبان ہے۔ انگریزی الفاظ کو اجنبی سمجھنے کا کیا موقع اور محل ہو جبکہ قسط ظنیہ کے بموجب اور طہران کے آخر کا یہ حال ہو کہ جو شخص انگلش یا فرنگی نہیں جانتا کہ یہ دونوں زبانیں ایک ہی تھیلی کے چپے بٹے ہیں وہ ان اخباروں کا ایک ہارنکل نہیں سمجھ سکتا۔ یہ سلطنت کے ضروری اور قدرتی لوازم ہیں

لے زمانہ زمانہ ۱۲ شیطانی پیکر اُس کو بھڑا لیا اس کو دے ۱۲ آئینہ خالص ۱۲ لکھ الفاظ انگریزی ۱۲

اور اگر سارا جہان بھی متفق ہو کر ان کو روکنا چاہے تو رک نہیں سکتے ہو رہے ہیں اور ہو کر رہیں گے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو پہلے سے اس انجام کے لیے طیارہ ہونے اور ہوتے پہلے جاتے ہیں جیسے باسی ایڑے نیشن اور اکثر ہندو۔ اور بد قسمت بد بخت بد عقل بد حال بد مال میں ہم سلمان خیموں نے شرم و شرم میں مدتوں خدا کی ڈگری کو جاری نہ ہونے دیا اور مجبور ہوئے تو اب بھی اُس کی تعلیم میں پہلے جاسے بلکہ اڑنے لگانے سے باز نہیں آتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انگریزی تعلیم کا راستہ پہلے سے ذرا صاف ہو چلا ہو وہ اگلی سی ہزار تیس باقی نہیں کہ آدمی انگریزی اسکول میں داخل ہوا اور علماء دین اور فقہاء شیعہ میں نے مسلمانوں کی فہرست سے اُس کا نام خارج کیا۔ لیکن جبکہ ہم کو ایک منزل دور دراز ملے کرنی ہو۔ اور صبح کے ٹھنڈے وقت میں ہم پڑے ایٹھا کیے ہیں اور سب کے بعد کھڑے نکلتے ہیں تو لیا لیا کے کی چال چلتے سے ہم اُن مسافروں کو جا پکڑیں گے جو کچھ رات رات سے پہلے کھڑے ہوتے یا سفر کے بعد دو وقت میں منزل مقصود پر جا نہیں گئے۔ ایسی توقع کرنا اُس سے بھی زیادہ مکروہ غلطی ہو جو ہم نے آغاز سفر میں کی تھی۔

دَبَّيْتُ الْمَجِدَّ وَالسَّاعُونَ قَدْ بَلَغُوا فَكَابُرُوا الْمَجِدَّ حَتَّى مَلَأَتْهُمُ لَا تَحْسِبِ الْمَجِدَّ تَمَرًا أَنْتَ أَجْلُهُ	جَهْدًا لِقَوْمٍ يَلْفُو أَدْوَنَهُ الْأَذْرَلُ وَعَاقِقُ الْمَجِدِّ مَنْ قَاسَى وَمَنْ صَبَّرَا لَنْ يَبْلُغَ الْمَجِدَّ حَتَّى تَلْعَقَ الصَّبْرَا
---	--

اشعار عربی پڑھتا ہوں مگر بھی کو لطف نہیں آتا۔ سلطنت کیا گئی ساری چیزیں بے مزہ ہو گئیں تیاں تک کہ زبان عربی میں نہیں سمجھتا کہ لوگوں کو انگریزی تعلیم کے فائدہ کے بتانے اور بھانے کی ضرورت باقی ہو۔ جن کو خدا نے سمجھ دی ہو وہ اس کو مان نکلے ہیں اِسْتَفْتَيْتُمَا اَنْفُسَكُمْ لِيَكُنْ اَكْرَهُ مَا رَاَيْتُمْ اور جس سے مصیبت اٹھائی اور صبر کیا اُس نے بزرگی کو پالیا ۱۲۵۷ھ تیرگی تجھ نہیں ہو تو سی اور کھانی ابوسے کی نفی گوارا کر تو بزرگی پاؤ ۱۲۵۸ھ اُن کے دل اس کا تین کر چکے ہیں ۱۲۵۹ھ۔

گورے بھی نہیں کہ سب کے دل سے آمادہ ہوں تو ایک تو می کالج کو بھی نہ چلا سکیں۔ مگر ہونے والی باتوں کو کون روک سکتا ہے۔ ڈیپوٹیشن گیا اور جیسا کہ خیال تھا لدا پھندا واپس آیا۔ گورنمنٹ نظم نام کی داد و دہش سے اور ہماری فصحیت اور رسوائی سے۔ لیکن بس غنیمت ہو کہ ڈیپوٹیشن نے بھی ایک مانگی تو اپنی ہی قوم سے مانگی۔ میں جانتا ہوں اور کہہ چکا ہوں کالج کا ڈوٹنگ پرٹ ٹرسٹی ہوں تو کیا اتنا بھی نہ جان لوں گا کہ کالج شروع سے دوسری قوموں کی امداد کا شرمندہ احسان ہے اور کالج کی شرمندہ احسان ہے جو ہم سب مسلمان شرمندہ احسان ہیں کیوں کہ اگرچہ کالج کے دروازے کسی قوم پر بند نہیں مگر کہلاتا تو ہے مسلمانوں کا قومی کالج۔ ہم ہرگز نہ جھینٹے اگر ایسی مثالیں دکھا سکتے کہ ہم میں سے کسی نے ہندوؤں کے سنسکرت کالج یا عیسائیوں کے مشن کالج میں مدد دی ہے۔ لیکن ہم کیا دوسری قوموں کی مدد کر سکیں گے۔ جب کہ اپنی ہی چھپر پر چھوس نہیں ڈال سکتے خیر گزشتہ راصلوات۔ امی مسلمانوں جو موجود ہو اور سنتے ہو اور امی مسلمانوں جو پیشین گوئی دیکھتے ہیں ہوا اور لو اسلہ یا بوسا لدا ان تک پہنچے اب بھی غیرت اور حمیت کو کام میں لاؤ۔ اور اس دن کو مت آنے دو کہ یہ گدا پیشہ اور بوز دھاتیہ ہمارے اور ہمارے بچوں کے لئے غمزدگی کے آگے جا کر ہاتھ پھیلائے

حقاک با عقوبت دوزخ برابرست	رفتن بپاس مہدی ہمسایہ درابشت
----------------------------	------------------------------

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ان خود یا کسی کے کئے سے خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی شریک دل میں پیدا ہوتی ہے اور چوں کہ شیطان کے بہکانے کے ہزاروں رستے ہیں یہاں تو سید احمد خاں بھی وجود شیطان کے ضرور قائل ہوں گے۔ غرض شیطان کے بہکانے کے ہزاروں رستے ہیں ان میں سے بہتر ہے ایسے موقع پر خیال ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ مقدار کو کم بچ کر لوگ دل ہمتی پر قبول کریں اس سے بہتر ہے کہ چھٹی سادھ جاوے اگر ایسا دوسرے کسی کے دل میں آیا ہو اور میں خیال کرتا ہوں ضرور آیا ہو گا تو لاجول پڑھ کر اس کو دفع کرو۔ جو چیز خدا کی راہ میں دیجاتی ہے وہ شاید کسی شیخی باز دنیا دار کی نظر میں حقیر ہو بھی لیکن اگر خدا کے یہاں مقبول ہو جائے تو ایک دن پچھتم سر دیجھ لسنے کہ تیری دنیا و مافیہا سے

لے ہاں بین ہاں ملانے والا بیکار ۴۲ میرے دیکھنے اور سننے میں نہیں ۴۲

زیادہ قدر و قیمت کی ہو محسوس نہ ہو، یہاں اللہ عظیم ہاں اگر کالج میں دینا خدا کی اہمیت نہیں
 ہو تو دوسری بات ہو اور یہ سید احمد خاں کا منصب ہو کہ اس خیال کی تردید کریں یا کسی دوسرے
 باہت آدمی کا جو کفر کی بیجا سے نہ ڈرتا ہو۔ میں تو دھتتا ہوں کیوں کہ جینا تو اب کو دن کا ہو میرا بھی
 ان ہی لوگوں میں ہو اگر میرے جنازے کی نماز پڑھیں تو میں کہہ کر کا ہوا رہا حشر وہ تو بھائی میں
 تم سے صاف کہوں کہ بڑے ہیں تو اور پھیلے ہیں تو میری تمنا تو یہی ہو کہ ان ہی مولویوں کے زمرے
 میں ہو اللہم اٰخِیْیَیْ مِسْکِیْنًا وَاٰمِیْنِیْ مِسْکِیْنًا وَاَحْسَنِیْ فِیْ ذِمَّتِ الْمَسْکِیْنِ حضرت یوسف
 علیہ السلام کا قصہ یاد ہو گیا تو ان کی ابتدا تھی کہ باپ تو دسوں دیوالے تھے مگر بے مات بھائی ملے
 حسد کے چین نہیں لینے دیتے تھے۔ یہاں تک کہ شکار کے بہانے سے لے جا کر اندھے کوئے میں پھیل
 دیا۔ اور اپنی بنداریں ان کا قصہ ہی پکا دیا لیکن وَاللّٰہُ عَلَیْہِمْ اَکْثَرُ اَلْاٰیٰتِ وَلَیْکِنْ اَکْثَرُ اَلْاٰیٰتِ سَیْکُوْنٌ
 خدا کو جو منظور تھا سو ہوا۔ کیوں عین وقت پر کوئے کے نزدیک قافلہ آن کر ٹھہرے کیوں قافلے کا کوئی
 آدمی اُسی کوئے میں ڈول لٹکائے کیوں حضرت یوسف علیہ السلام ڈول میں ٹھہرے اور پھر موجود ہوا
 کیوں بھائی جو ان کی تاک میں اُس پاس گئے تھے ان کو اپنا غلام بنا کر کے قافلے والوں کے ہاتھ
 بیچیں کیوں قافلے والوں سے عزیز بھروسہ لے۔ یہ سب تمہید اس کی تھی کہ آخر کار یوسف عزیز بھروسہ
 ہوں۔ دنیاوی لذتوں کا حال یہ ہو کہ ان سے متمتع ہونے کا بھی ایک اندازہ ہو۔

جستے ہیں یاں مرے روش نشہ شراب	ہو جاتے بے مزہ ہیں جو بڑھ جاتے حد سے ہیں
حد سے بڑھ جانا ایک تو افراط انہماک سے ہوتا ہے اور ایک حد سے بڑھ جانا بھی ہو کہ اوڑھنا خدا و گدگین	
ہر روز میری دن وہی رات وہی صبح وہی شام وہی بیاگتا وہی سونا وہی کھانا وہی پینا وہی مرنے	
وہی جینا۔	

زندگی ہو یا کوئی طوفان ہو	اہم تو اس جینے کے ہاتھوں مرحلے
۱۵ تم اُس کو آسان سمجھتے ہو اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی چیز ہے ۱۶ ۱۷ خدا کے مسکین زندہ رکھ اور مسکین مار اور مسکین	
میں میرا حشر ۱۸ ۱۹ اللہ اپنے حکم کے نافذ کرنے پر غالب ہو لیکن اکثر لوگوں کو معلوم نہیں ۲۰ ۲۱ ۲۲ بار بار ۲۳۔	

چنانچہ بڑی عمر کو پہنچ کر حضرت یوسفؑ کی بھی یہی حالت ہوئی اور آپ نے دعا کی کہ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ فَاطِرِ السَّمَوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیُّ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ فَاَوْفِّیْ مُسْلِمًا وَاُحَقِّقْ بِالْصَّالِحِیْنَ غُلَامِیْ سے عزیز بھکر شمعِ نکت کی گمنامی کے بعد ایک یہ آرزو ہوتی کہ گئی تھی تو فَوَفِّیْ مُسْلِمًا وَاُحَقِّقْ بِالْصَّالِحِیْنَ یہ بات مجھ کو اپنے وَاَحْشَرْنِیْ فِیْ دُرِّ الْمَسَاكِیْنِ کہنے پر یاد آگئی یہ تذکرے دوسرے قسم کے ہیں۔ آؤ پھر تمھاری کافرنس کی سی باتیں کریں۔

ہاں تو مجھ کو گورنمنٹ نظام کے عطیے کی نسبت ایک ریمارک اور کرنا پڑا۔ وہ یہ کہ عطیہ عطیہ سن کر خوش تو بہت ہو رہا ہوں وہ عطیہ فی حد و انتہا بے شک و شبہ بہت بڑی قدر کی چیز جو لیکن کہیں ایسا نہ ہو کہ تھکڑا دیکھ کر تمہارے پاؤں پھول جائیں۔ قوم اور قوم بھی، سلطان اور پیران کی تعلیم اور تعلیم بھی انگریزی جلتی ہے اور سمجھنے والے کے نزدیک ایسے بے نیکی باتیں ہیں کہ سوائے سرسید کے اور تو کو فی ایسا خواب پریشان کن نہیں سمجھ سکتا۔

چہاںست در سرا میں تیرہاں اندیش

ہم ماست در سراپاں تپید حال اندیش

اگر آج سرسید اپنا سارا منصوبہ بظاہر کر دیں تو توں میں، تنا تو سے بل جواچھوڑ بھاگیں اور ہر چند سرسید نے بہتری ہری ہری گھاس دکھائی۔ اسی خیال سے میں نے شروع سے کندہ نہیں دیا۔ جانتا تھا کہ پچھلے پر ہاتھ دھرنے دیا اور انھوں نے فعل جڑے پس میں نے تو اپنا یہ شیوہ رکھا کہ سرسید کو اتنے دیکھا اور چھٹک کے وہ ہو رہا بہر کیف جس کام کا بیڑا سرسید نے اٹھایا ہو وہ اتنا بڑا عظیم الشان کام ہو کہ گنج قارون بھی اس کے سر انجام کو کافی نہیں ہو سکتا۔ سخت افسوس ہو گا اگر عطیہ حیدر آباد لوگوں اُن کے فرض اسلام۔ فرض قومی بلکہ فرض انسانیت سے فارغ اور بے فکر دے۔ سلمان برٹش گورنمنٹ سے اپنی کابلی اور نادانی کے انعام کے خواستگار ہوئے تھے اور چاہتے تھے کہ اُن کے ساتھ اسکالرشپ میں یا لیا قہ کے مستعینڈروں یا گورنمنٹ سروس میں کچھ رعایت نہ جاوے۔ کیوں۔

۱۱ ای پروردگار کو نے مجھے ملک دیا اور مجھ کو بال اس کا مطلب سمجھا نہ سکا یا اس پر یہ کہنے کے آسمان و زمین تو دنیا و آخرت میں میرا کارساز ہیں مسلمان مروجہ اور مجھ کو نیکو کاروں میں افضل قرار دے یعنی ایک سال ۱۱۰۰ و ۱۱۰۱ میں جو ۱۲ سالہ و ۱۱ سالہ طالب علمی آگے درجہ ۱۲ سے ملازمت سر ۱۰ ی ۱۲۔

اس واسطے کہ ان کی قوم دوسری اقوام معاصر کے مقابل میں بڑی اور پھسڈی ہو گورنمنٹ سے کیا جواب ملا۔ فریڈرک ایڈلفوڈ نے شک یہ نہ صرف منصفانہ جواب تھا بلکہ نہایت مناسب اور دانشمند اگر ہمیں گورنمنٹ مسلمانوں کے ساتھ کسی طرح کی رعایت کر گزرتی تو یقین جانو کہ جس جگہ آج مسلمانوں کو دیکھتے ہو اس سے بھی ضرور مقدم پیچھے ہٹے ہوئے ہوتے ہیں کبھی مسلمانوں کی خستہ حالی دیکھ کر خوش بھی ہوتا ہوں اور اس کو ان کی فلاح آئندہ کے حق میں فال نیک سمجھتا ہوں۔ ایک مدت ہوئی کہ میں حیدرآباد کی گورنمنٹ سے علی حدہ ہوں یہ پگڑتاہم اتنا وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ گورنمنٹ حیدرآباد نے جو امداد کی اس سے ان کا مقصود مسلمانوں کو صرف نمونہ دکھادینا تھا کہ ہم نے ایک اخوت اسلامی کا پائس کر کے اٹنا کچھ کیا۔ تنہم کو کبھی اخوت اسلامی ہم وطنی اور دوسرے چند در چند تعلقات کے لحاظ سے جتنا جس کا مفہور ہو کر اچھا ہے۔ دو قسم کے مسلمان ہیں ایک بامقصد و جو اپنے بچوں کی تعلیم کا خرچ اٹھا سکتے ہیں میں ایسے لوگوں کی طرف سے سخت بدگمان ہوں۔ یہ سمجھے رہو کہ ہر ایک کیلئے میں مستثنیات بھی ہوتے ہیں اسی طرح سب بامقصد و مسلمان ایک طرح کے نہیں۔ تاہم اکثر اس خیال کے ہیں کہ ادنیٰ اور اعلیٰ اور عربی اور انگریزی سے کیا بحث وہ سہ سے کسی طرح کی تعلیم کو اپنے لئے ضروری نہیں سمجھتے ان کی پنداریں دنیاوی تعلیم پیداکرنے کے واسطے ہو جس کی ان کو حاجت نہیں اور دینی مسجد کا ملا بننے کی غرض سے جو ان کے لئے موجب عار ہو۔ اموکاش خدا ان کے دل میں ڈالے کہ ان کی اولاد بدوین تعلیم کے اپنی پوزیشن اور سٹیکٹ اور پوزیشن کسی چیز کو بھی زیادہ دن تک نہیں سنبھال سکے گی۔ بہر کیف میرے نزدیک ان لوگوں کے خیالات کی اصلاح و تربط ہو اور یہ تو ان فارغ التحصیلین از کتب خانہ سے ہی مصروف کے ہیں کہ ان کو دم بھانسا دے کر جو کچھ ان سے وصول ہو غربا کی تعلیم میں صرف کر دیا جائے جو خدا میں اَعْنِيَا فَعْمِدْ دَعْوًا عَلَىٰ فَقْرٍ اَهْمِرْ بِهِيَ بَابَاتِ کہ ان سے اہلین متفہم کس طرح اگلا سے جائیں اس کی تدبیر ان بڑے میاں سے پوچھی جائے

۱۵ صاف و صاف مذکورہ اور پھر در رعایت نہیں ۱۰ ۱۱ حالت ۱۲ وقت ۱۳ ۱۴ جہاں تک تعلیم کو تعلق ہے ۱۵

مالی داروں سے کہنا داروں پر بابت دیا جائے ۱۶

جنھوں نے لائری کی تہیہ میں سوانگ بھرت۔ گلے میں جمولی لٹکا کر بیٹک مانگی یہی مغز سے کوئی بات اُتاریں تو ہمارے قوم کے ایڑے نہیں۔ دوسری قسم کے مسلمان بن کی تعلیم پر زور دیا جاسکتا ہے اور زور دینا مناسب ہے وہ لوگ ہیں جو پڑھنا چاہتے ہیں اور پڑھانے جانے کے قابل ہیں لیکن مسلمان تعلیم کے تحمل نہیں ہو سکتے۔ مجھ کو معلوم ہے کہ ہمارے رفاور ایسے ہی لوگوں کی تعلیم کی طرف متوجہ ہیں بھی مگر میں آپ صاحب سے معافی مانگ کر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تعلیم کے لئے لوگوں کے انتخاب میں کسی قدر بے احتیاطی ہوتی ہے اور ابتدائی جوش میں بے احتیاطی کا بڑا کچھ تعجب کی بات نہیں میں اس پالشی کا نہایت سختی کے ساتھ مخالف ہوں کہ لوگوں کو دوسرے پیشوں سے بہکا کر پینسلا کر تعلیم کے ڈربے میں ٹھونسنا جائے۔

تھوڑے پورے تعلیم یافتہ بہت زیادہ مفید ہوں گے اپنے حق میں۔ قوم کے حق میں۔ ملک کے حق میں گورنمنٹ کے حق میں۔ بہت بہت اچھے ٹیک آف آل ٹریڈز اینڈ ماسٹر آف ٹیک کے جس بے احتیاطی کا میں شکاں ہوں وہ اتنی امداد کے دینے میں نہیں ہوتی جتنی امداد کے لینے میں۔ لوگوں کو دیکھنا چاہیے کہ ہمارے تعلیمی فنڈ کیسی غریب اور غیر یقین حالت میں ہیں ہم اسکالرشپ دے سکتے ہیں وہ بھی بڑی مشکل سے نہ تنخواہ ہم طالب علموں کے تعلیم کے ضروری مصارف کا منہل کر سکتے ہیں۔ وہ بھی بدلتے نہ اُن کے کہنے کے خرچ کا ہم لوگوں میں یہ عام غلط فہمی ہے کہ اسکالرشپ کو تنخواہ سمجھ لیا جاتا ہے۔ گویا تعلیم ہمارا خدمت ہے۔ اور اسکالرشپ اُس کا معاوضہ۔ مجھ کو ہر دم دہلی کالج میں اپنا وظیفہ پانا یاد ہے جس دن سے وظیفہ شروع ہوا میں نے اور نہ صرف میں نے بلکہ ہمارے خاندان نے اس کو سلسلہ طائرت کا آغاز سمجھا۔ عربی جماعتوں میں تو کچھ ایسے بڑے بھاری وظیفے تھے نہیں مگر انگریزی کلاسوں میں بعض اسکالرشپ ایسے محاصل کے تھے کہ شروع میں اتنے کی نوآوری بھی نہیں ماتی۔ ہم لوگوں میں طالب علمی کا ایک طریق یہ تھا۔ اور اب بھی ہو گا کہ کم۔ اس واسطے کہ اُن علوم میں کا۔ واج علم ہو کہ بڑے بڑے ٹیچرز میں جہاں پڑھنے پڑھانے کا چرچا ہوتا تھا۔ باہر کے لوگ طالب علمی کے لئے بکثرت آجرتے تھے یہ لوگ اکثر مسجدوں میں رہتے۔ اور صدقات پر گزارا کرتے کسی کو عار کا موجب نہ ہوتا ہو مگر میں اس کو نفی کرتا ہوں۔

لے رے ۱۲ ۵۲ ذوقنوں کا ایک میں بھی نہیں ۱۲۔

بیان کرتا ہوں کہ میری طالب علمی کا ابتدائی حصہ اسی طرح پرلپس ہوا ہے۔ ان طالب علموں کا حال یہ تھا کہ بستیوں کو دو وقت کی ردی کا بھی سہارا نہ تھا۔ چھاپے خانوں کی تو افراط حال میں ہوئی ہو کہ کتاب شکل سے مانگی ملتی تھی دس دس پیسے میں اور اس سے بھی زیادہ ایک سبق میں شریک ہوتے۔ سب کے سب سامع اور ان میں سب سے زیادہ خوش نصیب قاری۔ اور میں نے ایسے ہی بے سرو سامان لوگوں کو علم سے بہرہ مند ہوتے دیکھا ہے۔ اگرچہ میں بے سامانی میں بعض سے بڑھ کر اور اکثر کی برابر تھا مگر افسوس ہو کہ علم کے اعتبار سے سب سے گھٹا رہا۔ غرض طالب علمی کا ایک رنگ تو وہ تھا اور ایک رنگ کالجوں اور اسکولوں کے طالب علموں کا ہے کہ ان کو دو وقت کے کھانے کے علاوہ کہ وہ بھی انگریزی ہو تو ہر پ اور ہندوستانی طور کا ہو تو تھوڑو درخ شکم بھر کے لیے چاہیے بڑیک فاسٹ اور ٹیفن اور ٹی اور اگر اور فروٹس اور ہاٹ ناٹ۔ بہاری مشریل اور نیٹیل۔ طالب علمی میں ستر عورت اور دفع حرور کے لیے موٹا چھوٹا پیر ایسے آگیا تو کافی سمجھا جاتا تھا۔ اب کچھ نہ ہو تو شہرٹ پینڈلوں اور اوور کوٹ ہینڈ کرچفٹ سٹاکنگز۔ گلوڈر فٹر۔ اور بھر صیدیت یہ کہ کھانے کے کپڑے اور ہوا خوری کے اور کالج آؤز کے اور سونے کے اور کھانسنے کے اور جھینکنے کے اور ایک پاکٹ میں بزاز ایک پاکٹ میں درزی۔ تو بہ ہیاردو سردی کی کمائی پر اور یہ شہر غمزدے کیا فرق جو ان طالب علموں میں اور ان یورپین سولجروں میں جو گرمی خنجر خانوں میں پڑے اینڈیں۔ سولجر اور اس قدر آرام طلبی۔ اور طالب علم اور اس درجہ بناؤ سنگارا یہ وہ انگریزی ہی طور کا سی۔ یہ ہنس کے سے پتیرے جو سکھائے جاتے ہیں۔ ہیں تو خوشنما لیکن یہ لوگ کالج کا سا ہوا صحن اپنے گھروں میں کہاں پائیں گے۔ میں تو اس وقت جہانوں کہ لوگوں نے حقیقت میں انگریزی تعلیم کی قدر کی جب ایشیا ٹکٹ سکالرز کی طرح فقر و فاقے کے ماتھ ان کو پڑھتے دیکھوں اس سے کہ

۱۷۷۷ء شہر کا نامشتہ ۱۶۷۷ء چاے ۱۷۷۷ء انڈے ۱۷۷۷ء میوہ ۱۷۷۷ء اور کیا کیا ۱۷۷۷ء مشرقی ۱۲
 ۱۷۷۷ء چاے ۱۷۷۷ء بڑا کوٹ ۱۷۷۷ء رومال ۱۷۷۷ء موزے ۱۷۷۷ء داستانہ ۱۷۷۷ء رومی ٹوپی ۱۲
 ۱۷۷۷ء کالج میں پڑھنے کے گھنٹے ۱۷۷۷ء انگریزی سپاہی ۱۷۷۷ء مشرقی طالب علم ۱۲۔

اگلی سی خوشنما باقی آئیں خیال نہیں کرنا چاہیے کہ لوگوں۔ نیز انگریزی تعلیم کی ضرورت کو پورے طور پر تسلیم کر لیا۔ سید احمد خاں کو چھوڑ کر کہ ان کا تو مذہب یہی دوسرا ہی بن لوگوں نے خوب دل کھول کر انگریزی تعلیم میں مدد دی جو اگر انھوں نے کارثواب سمجھ کر مدد دی ہو تو میرے نزدیک انھوں نے اس کو اتنا ہی کارثواب سمجھا ہو کہ مقررات شرعیہ میں ضائع کرنے سے بہتر ہو نہ یہ کہ بھوکے کو کھلانے نیکے کو پہنانے ع

پیل و مسجد و چاہ و مہاں سرا سے

بنوانے کی برابر ہو اور جس دن خدا لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دے گا کہ انگریزی تعلیم میں مدد
دینا واقعی ایک نیکو کام ہے تو مسلمانوں کو نہ سیدھا خدا کی روک ٹوک ہوگی کہ نہ کافرانہ نہ کلمہ پڑھنا نہ تم میں۔
اس سے کہیں کہ اللہ کی کرمات سے عروج الہی ہے۔ انگریزی باتیں اس وقت اتنی بات لوگوں
کے ذہن نشین کرنی چاہتا ہوں کہ تعلیم میں عروج الہی بات سے عروج الہیوں سے بہتہ اور انفعالناس
اور اذنی بالقلب ایسا، اللہ ہر عروج خیر است از الہ مرضی ہو اور تعلیم میں عروج بننا از الہ سبب اور
اس کو دہلی یا لاہور وغیرہاں صاحب سے تصدیق لینا کہ ملاج کے ان روایتوں میں سے کس کو
ترجیح دو۔ انگریزی مثل انجیل کو یاد جو پرورش از حق دین کی اور کچھ اس بات نے بھی تعلیم کے سچ کو ڈھکیلا
اور اس کی رفتار کو دھما کر رکھا ہو کہ لوگوں نے تعلیم کو سمجھا ہو سہو لی اور عقل پرستی جو فائدے اہل یورپ
نے ایک صدی کی متصل کاہش سے حاصل کیئے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ دونوں کی توبہ سے وہ بھی اچھوڑا
اور بادل بنواستہ ہم کو حاصل ہو جائیں شعر

حی عبادت سے پُرانا اور حشمت کی طلب
کام چو اس کا سر پہ نہ تیرا سر تیرا غلبہ

[illegible]

۱۱۔ لوگوں کو نافع تر ۱۲۔ شے کا کئے ہوئے ایک مقبول تر ۱۳۔ شے کو اس کے انی حالت میں رہنے کا علاج سے بہتر ۱۴۔

وَالْآخِرَةُ فَيَلْمُكَ دَسِيبٌ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ يَقْطَعُ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُدْهِبُ كَيْدَهُ مَا يَغِظُ تَهَامُكَ أَرَبُ
میں ایک صاحبِ مِزَن وجہ بندے کے ہنہام ہو کرے ہیں نظیر اکبر آبادی۔ من وجہ میں نے اس لیے
کہا کہ نظیر اُن کا تخلص تھا اور میرا نام ہے۔ اُن کا تخلص تڑ سے تھا۔ اور میرا نام ڈس ہے۔ ایک صلاح وہ بھی
بتائے کہ میں نہیں معلوم ہستی ہو یا واقعی دیکھو شاید وہی مفید ہو۔ اُن کی تویہ صلاح ہے۔

کوڑے ٹھٹھکے کو سجا اور دیکھ ملک قدرت کے کھیل
 چھوڑ سب کاموں کو غافل بھنگی اور دیکھ
 وہ تعلیم جس کی ضرورت ہو اور یقیناً مفید ہوگی اور جس کے ہوتے ناکامیابی ہو ہی نہیں سکتی وہ شمشیر نگ
 آند انگلیش نہیں ہو بلکہ وہ شوٹڈ سائنٹیفک ٹیکنالوجی۔ لیکن ذرا انصاف سے دل میں سوچو کہ ہم لوگوں نے
 ابھی تک شمشیر نگ کے سوا کچھ اور بھی سیکھا ہوا اور بڑبڑانا یہ کہ ہائے ہم کو رات میں چائے کی سی دولت
 کیوں نہیں ملتی ۵

عمل ایس دانگش لب نمہ پرواز | کہ مسکین ایس ندارد آں ندارد

ارادے بڑے بہتیں قاصر۔ کام بنے تو کیوں کر بنے۔ قومی تعلیم منجھ سے کھ دینے کو تو دو لفظ ہیں مگر ہندوستان میں قوم عبارت ہے چکر ڈر آدمیوں سے اور تعلیم سے مقصود ہے اس چیز کا سکھانا جس سے ان کے کان آشنا نہیں اور کان آشنا نہ ہونے کے علاوہ طلب صحیح پر در طلب۔ اور لوگ کارہ اور نظر یہ سب باتیں پیش نظروں تو یاس و ناامیدی کا کوئی محل نہیں۔ بڑے کام اسی طرح تدریج کے ساتھ ہوتے ہیں اور اسی طرح تدریج کے ساتھ ہوں گے۔ جتنا اگر ڈالا ہے اتنی ٹھاس بھی ہے۔ لوگ کامیابی کی مثالوں سے توقع نظر کر لیتے ہیں اور ناکامیابی کے شواہد نصب العین رکھتے ہیں جس سے ان کے دل شروع سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور یہی شکستہ دل آخر کار ان کی ناکامیابی کا سبب ہوتی ہے۔

افسوس ہو کہ مسلمانوں میں نام و نمود کے سلف سٹیڈ لوگ کم ہیں مگر احمد رضاؒ ہیں دریں جانشانہوں کوئی براؤنس بلکہ ڈیرکٹ ایسے متحد مسلمانوں سے خالی نہیں تو جو شخص پڑھتا ہے وہ اس اذعان کے

۱۷۰۰ عریزی کی لوں ملا کرنا ۱۲۵۰ کل استحداد علی ۱۳۵۰ ٹوٹی چھوٹی بولی بولنے لگا کہ ولایت کا ایک مشہور
موردی دولت مند تھا ۱۲۵۰ عیسوی نے اپنی کوشش سے اپنی حالت کو بہتر کیا ہو ۱۳۵۰ صوبہ ۱۲۵۰ ضلع ۱۲۵۰

ساتھ پڑھے ہو کہ ان ناموروں میں سے ایک میں بھی ہوں گا اگر اُس کا اذعان پچا ہو تو اس کا میں یقین دلاتا ہوں کہ وہ اس فہرست کے فہرست ڈویژن نہ ہو گا تو سیکشن میں ضرور ضرور ہو گا۔ اور میں کیا یقین دلاؤں گا خدا یقین دلاتا ہو اپنی کائنات میں عَلَّامٌ غُیُوبٍ مِکْنُ اذعان رکھو گے تو محنت بھی کرو گے۔ اور محنت کرو گے تو کامیاب بھی ہو گے خدا کی قسم ہو گے۔ ایک تو میں قدر واجب سے زیادہ لیاقت کی وقعت لگاتے سے منع کرتا ہوں اور ایک اہل یورپ کے ساتھ ہمسری کے خیال سے کہ ان دونوں کا انجام ہو نا امید می اور نا امید می کا بیدلی۔ اور بیدلی کا حرمان۔ اس کو خدا کی طرف سے فیصل شدہ بعد کو کہ ہم کتنا ہی دوڑیں اہل یورپ کی گرد کو بھی نہیں پاسکتے ہم میں اُن میں اُن دو کاشنکاروں کی سی نسبت ہو کہ ایک نے ابھی زمین میں ہل چلا نا شروع کیا ہو اور ایک کاٹ گاہ گرد گھٹنوں میں بھر رہا ہو سَنَاطَاتٍ یَّوْمَہُمَا لَکَرِہَا دُنِیَا کَارِہُ دُنِیَا اسی طرح پر چلا آیا ہو کہ ایک قوم کی نفسی اور تباہی حد غایت کو پہنچتی ہو۔ خدا اُن کے دلوں میں اروا سے پیدا کرتا۔ اور وہ قوم دولت کے کمانے پر مکر بستہ ہوتی۔ جب وہ دولت پر پورا قبضہ پالیتی ہو۔ تو عیش اور آرام طلبی میں پُر گرفتار اور کامل ہو جاتی اور ترقی کے عوض رجعت و تفریح کرنے لگتی اور چار کھانچہ فلسفی پر آگرتی ہو کوئی تہذیب جانتا کہ اس رٹیشن میں ہم کس جگہ ہیں۔ اور اہل یورپ کس جگہ۔ موجودہ حالت تو یہ ہو کہ اہل یورپ فل سپید سے ترقی کی طرف چلے جا رہے ہیں اور ہم نہیں معلوم کر گزرتے نشین ہو چکے یا ابھی اور گرنا تقدیر میں ہو۔ یا سید احمد خاں اور ان ہی جیسے درمندان قوم کے سہارا لگاتے سہ اگر کوئی ہوں کچھ بھرنے لگے ہیں فلسفی اور محکومی بھی کیا بری چیز ہو۔ انسان میں جو عیب واقعی ہیں اُن کے ظاہر ہو جانے تک کا تو خدا بقا نہیں جو عیب نہیں ہیں وہ بھی تہذیب و ادب اور نار و اعرصے اور خصوصیت جاتے ہیں یہ بالکل سچ ہو کہ اس وقت تک انگریزی تعلیم کا حصول نوکری ہی اور اس میں بھی پوری کامیابی نہیں۔ اور یہی نہیں کہ نہیں بلکہ کبھی ہو گی بھی نہیں کیوں کہ ڈانڈ سے زیادہ ششاک بھرتا چلا جاتا ہو اب سوا اس کے کہ ہمارے نئے تعلیم یافتہ نوکری کے علاوہ معاش کے

۱۷ اول ربیعہ ۱۲۸۵ھ دوسرا ربیعہ ۱۲۸۵ھ میں کسی کی محنت متابع نہیں کرتا ۱۳۸۵ھ دونوں میں بڑا فرق ہو ۱۲۸۵ھ دورہ ۱۳۔

۱۷ تیز رفتار ۱۲۸۵ھ اللہ ۱۲۸۵ھ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ۔

کسی میں سرفرازی خدمت ہو۔ اور کسی میں عطا سے جاگیر اور کسی میں نوازش خطاب اور کسی میں
تقرر منصب۔ اور ظاہر ہو کہ یہ سب مضامین دل کے خوش کرنے والے ہیں مگر بعض عجیبی روشنی
صورتوں کو کہی یہ بھی خیال آجائے۔
وہ وقت وہ سے و زمانہ کہ مہر گئے

لیکن بہر کیف یہ تحقیقاتیں ہیں پیشابجھ سے کی باتیں۔ ہم کو تو اپنی تمام توجہ صرف ایک ہی امر میں
رکھنی چاہیے کہ جہاں تک سکے لوگ انگریزی پڑھیں انگریزی پڑھنے سے خواہی نہ خواہی انگریزوں کا مذاق
پیدا ہوگا۔ اور اس طرح کی تحقیقات میں ضرور مزہ ملے گا۔ کہ آدمی اہل میں بند رہے اور محرومانہ
ذمہ دار ہو کر نہ سمجھاؤ کہ ان کی تہہ لگے۔ ان کی تہہ لگے اور نیز ابھی تک یہ عقدہ حل نہیں کر سکا کہ وہ کیا ہو گئی۔
مگر جب ہمارے انگریزی خواں اس تحقیقات کے درپے ہوں۔ تو ان کو قہر سے کہتے ہیں۔ یہ سے سے بھی
کچھ نہ کچھ مدد ملے گی اس کا تو مجھ کو عقیدہ ہو کہ برسہ برسہ یہاں وسیع اتھنیاں کو بڑی دور کی سوچتی ہو
اور جو کچھ کرتے ہیں آج نہیں توکل اور کل نہیں تو پرہیزوں ایک نہ ایک سالوں کے تو پرہیزوں
فائدہ مترتب ہوگا۔ ہر گاہ کہ اگر کیا کروں میں کچھ ایسا ڈالوں کہ مجھ سے کچھ ہو ہی نہیں سکتا شمع

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد	پر طبیعت ادھر نہیں آتی
---------------------------	------------------------

لیکن خدا کا فضل ہو کہ اتنے سالے خیر خواہاں اسلام جمع ہیں۔ جو اس سردی میں دور دور سے اسی لیے
تشریف لائے ہیں کہ اپنی طبیعت قوم کی تعلیم کا انتظام کریں۔ افسوس ہو کہ اس حجم غفیر کی سہی شاہد
نہ ہو۔ مگر لوں کہو کہ ابھی تک سنی کا اسلوب ٹھیک نہیں بیٹھا۔ ایک بات میری سمجھ میں آتی ہو کہ اگر
اور پچھلے بیگانہ اور ریشتری ان سب کو تو رکھا جائے بالاسے باقی۔ اور کانفرنس کا مال ہو ویدیز
ایئر ٹور وڈر کانفرنس کے اجلاس کی ترتیب اس طور پر ہو کہ پانٹونٹس اور تبلیغ ایک دوسرے سے
تمیز ہو سکے۔ ہر ضلع کے ریپریزنٹایٹو ایک تحریری فرست داخل کریں کہ آئندہ سال کے لیے کوئی کام

۱۵ حالات زمانہ سابقہ تحقیق کرنے والے ۱۲ رومی ٹوپی ۱۵ سمت ۱۲ کچھ دینا ۱۵ بیچ دینا ۱۵ فصاحت
۱۵ بلاغت ۱۲ شمار ۱۲ دخل چاہیے نہ نول ۱۲ وکلا ۱۲۔

وہ اپنے واسطے تجویز کرتے ہیں اور کون کون اس کام کا پیرا اٹھاتا ہے پھر دوسرے برس جب کانفرنس جمع ہو تو پچھلے برس کی کارروائی کا نتیجہ دکھائیں کہ کیا کھ گئے تھے اور کیا کر کے لائے۔ اسی کی رپورٹ ہو اسی کی کیفیت اسی میں غور ہو اسی پر بحث۔ اسی طرح ہر کانفرنس میں کارروائی ہوتی ہے۔ تب تو کچھ کام چلے گا ورنہ گستاخی معاف اس ماکڑی آف کانفرنس سے نہ اب تک کچھ ہوا اور نہ کچھ ہونے کی امید۔ بڑی شرم کی بات ہو کہ ہول برٹش انڈیا بلک برٹش انڈیا سے باہر دور دراز ملکوں میں شہرت ہو کہ ہم اتنے مسلمان ہر برس مسلمانوں کی تعلیم کا انتظام کرنے کے لیے جمع ہوتے ہیں اور حقیقت یہ کہ سید احمد خاں کی ذاتی کوششوں کے نتائج سے قطع نظر کروٹونل آرگنکٹسٹ ٹونل شاید کوئی ایسا ہی قسب القلیہ احسان من الرحمن دشمن اسلام مسلمان ہو گا جو سید احمد خاں کا ماننا چاہتا ہو مگر سید احمد خاں مسلمانوں کے رفارمر (اس میں مجھ کو تھوڑا سا کلام بھی ہے) مسلمانوں کے خیر خواہ ہونے سے امارٹل تو نہیں ہو گئے۔ ہم نے ان کے جیتے جی کون سے قلعے فتح کر لیے کہ ان کے مرنے سے اس کھیل کے بھٹہ ہو جانے کا خوف نہ کیا جاوے۔ جیسا حال کانفرنس کا ہے۔ اس سے بدتر بہت بدتر نہایت بدتر علی گڑھ کالج کا تھا۔ جس وقت سید احمد خاں کالج کا چندہ شروع کیا ہو سید احمد خاں کے بزم فریڈر یعنی حواریں کا تو حال معلوم نہیں مگر میں خیال کرتا ہوں کہ جس نے شاہی کما

دماغ بیہودہ بخت و خیال باطل ست

اب وہی کالج ہے کہ ماشاء اللہ اس کا ایک عظیم الشان کارخانہ ہے۔ کالج پر قیاس لگے میں کہتا ہوں کہ اس کانفرنس میں بھی کچھ جمید ہو اور یہ بھی کسی نہ کسی وقت اپنا رنگ لاسے گا پر لاسے گا اور تعلیم کی دنیا میں ایک پوز ہو گا۔ مگر کون کھ سکتا ہو کہ اُس وقت تک سید احمد خاں کا ہاتھ بھی اُس کے سر پر ہو گا یا نہیں۔ کالج تو ایک پٹی پائی رسوئی تھی سید محمود جٹ سکریٹری بن کر پروسنے میں باوا کا ہاتھ بٹوانے کو اکھڑے ہوئے۔ کانفرنس میں رسوئی کے بچنے اور پروسنے اور جینے کا کیا مذکور ہے۔

لے کانفرنس کی ہنسی ۱۲ تمام ہندوستان ۱۲ لے کچھ نہیں باکچھ نہیں کے قریب ۱۲ غیب فانی ۱۲ طاقت ۱۲

ابھی چوکے کی گوبری تک بھی نہیں دی گئی۔ پس سید احمد خاں کو مدد کی بڑی ضرورت تو کانفرنس میں ہو۔ کانفرنس تو ایسی چیز ہو کہ اگر اس کی کارروائی ٹھیک طور پر ہو تو کالج درکنار یونیورسٹیوں کو بلکہ گورنمنٹ کے ایجوکیشنل ڈیپارٹمنٹ کو ڈیپلٹ کرے مگر لوگوں نے ابھی کانفرنس کی ماہیت کو نہیں سمجھا حقیقتہً الحال تو نہیں ہو مگر کتنے میں اسی طرح آتا ہو کہ خدا سے تعالیٰ آدمی کو پیدا کر کے فارغ ہو جاتا ہو۔ یعنی اُس پروردگار نے آدمی کو اس طور کا بنایا۔ کہ اُس میں چند قوتیں ودیعت رکھ دیں اور اُس کو پورا اختیار دیا کہ ان قوتوں کو کام میں لاکر ترقی کرے۔ اس وقت تک کسی پرنکشف نہیں ہوا کہ آدمی کس حد تک ترقی کر سکتا ہو۔ قطعہ

آدمی زادہ طرفہ معجون نیست	از ملائک سر شستہ وز حیواں
گر کند میل این شود کم ازین	در ر و سوسو سے آل شود بہ ازاراں

بہر کیف ترقی و تنزل دنیا کے اعتبار سے ہو یا دین کے۔ انسان کی اپنی ہی کوشش یا غفلت کا نتیجہ ہو۔ اور یہ بات مسلمات بلکہ یقینیات سے ہو کہ جن قوتوں کے ذریعے سے انسان ترقی کر سکتا ہو ان کو ضرور تعلیم و تربیت دے سکتی ہو۔ پس خدا میں وہ نسبت ہو گی جیسے ایک مصور نے خاکہ بنا دیا اور دوسرے نے اُس میں خال و خط پیدا کیا۔ نوک پلک نکالی۔ رنگ و روغن بھرا۔ لباس پہنایا۔ آئینہ چو کھٹا لگایا۔ تو جو لوگ اپنے اُتارے جنس کو تعلیم دینا چاہتے ہیں گویا ان اغراض کی تکمیل کرتے ہیں جن کے پلے انسان پیدا کیا گیا ہو کانفرنس کو اُس کی ٹرولائیٹ میں دیکھنے کا یہ طریقہ ہو جو میں نے عرض کیا۔ اب فرماؤ کہ اتنے بڑے کام کے سرانجام کے لیے کیا اہتمام کیا گیا ہو اور کیا اہتمام کرنا چاہیے گئی برس سے اس کا بھی غل ج رہا ہو کہ لیکن کل ایجوکیشن کو عام تعلیم کے پروگرام میں شامل کرنا ضرور ہو اور لیکن کل ایجوکیشن عام تعلیم کے پروگرام میں شامل ہوئی تو خواہی کانفرنس کے پروگرام میں بھی اس کو لینا ہو گا لیکن میں بوجہ چند در چند اس کا سخت مخالف ہوں میں دوسرے سے کانفرنس کی حدود کی توسیع ہی کو پسند

۱۵ سرشتہ تعلیم کا محکمہ ۱۲ راہ تہا ۱۲ ترقی ۱۳

۱۴ حالت اصل ۱۲ تہہ تعلیم علی ۱۲

نہیں کرتا **طَلَبُ الْكُلِّ خَوْتُ الْكُلِّ** دوسرے **طَلَبُ الْكُلِّ** ایسے کوشش ہو کیا چیز عمل بالید جس کو فلسفہ اور اخلاق کی کتابوں میں حکمت عملی سے تعبیر کیا ہو سوا ہر بات ہو کہ بدون علم کے عمل ہو نہیں سکتا یہ جو لوگ مثلاً گلیں ایجاد کرتے ہیں اولاً اُن کے اصول کے مطابق جو اُن کو پہلے سے معلوم ہیں ایک منصوبہ سوچتے ہیں۔ پھر اُس کو بنا کر چلا کر دیکھتے ہیں اور جو کور کسر رہ جاتی ہو غور کر کے اُس کی اصلاح اور ترمیم کرتے ہیں تب کہیں جا کر کام بنتا ہو۔ یہاں سر سے سے علم ہی نکل رہی ہے۔

دہن کا ذکر کیا یاں سر ہی غائب ہو گیا یاں سے

منصوبہ سوچیں کیا خاک اور عمل میں لائیں کیا اپنا سر۔ بدون علم کے ٹکسنیکل لائن میں صرف نقلی ہو سکتی ہو۔ اور اس سے کوئی ایسا بڑا فائدہ نہیں۔ ورنہ ہر ایک کل میں جتنے لوگ بڑھتی نقلی ضرور کام کرتے ہیں سب انجینیر ہو جایا کریں اور ایسا نہ ہوا ہو نہ ہو گا اور نہ ہو سکتا ہو بدون سائنس کے **طَلَبُ الْكُلِّ** ایسے کوشش کچھ کام نہیں آسکتی۔ اور سائنس ہی وہ چیز ہے جس سے ہماری قوم کے کیا جو ان کیا بڑے سے کوسوں بھاگتے ہیں ہم مسلمانوں کی دنیوی مشکلات دیکھا بعض وقت بڑا ہی ترس آتا ہو کہ یا آئی یہ کیا ہو اور کیا ہو گئے اور پھر بھی کبھی کچھ نہیں گئے۔ زمانے کا رنگ ان کی نادانی اور بے سامانی یہ سب نیلا لت ہجوم کرتے ہیں تو اندر سے جی بیٹھا چلا جاتا ہو اور ہر خیزد فغ کر دچا طرف سے یہی آواز آتی ہو ع

ایسے دو بے کہیں اُچھلتے ہیں

یہ نہیں کہ ان کی درستی کی تدبیریں نہیں ہیں اور **طَلَبُ الْكُلِّ** بھی ہیں مگر چوں کہ ان ہی کے کرنے کی ہیں قریب قریب **انْبِطَالُ** کے ہیں جن کے سنبھالے دنیا نہ سنبھالی جاوے۔ اُن کو دین و دہد ہب کی ذمہ داریاں یاد دلانا وہی مثل ہو کر تے کو مارے شاہ مدار **شعشعہ**

مشکل کہ اس کے ہاتھ سے ہو کار دیں درست

مفلس کہ اُس غریب کی دنیا نہیں درست

لیکن اس سے ہم ذمہ داری کا خیال نہ کریں وہ ذمہ داری ساقی نہیں ہوتی۔ اس کے نتیجے ہم کو بھگتے ہوں گے سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ سوچیں یا نہ سوچیں۔ اس کا رخا نہ دنیا میں یہ نہیں کہ ہم کو اختیار نہیں ہو رہے ہو گویا

لے کل کے دہرے ہوئے کا نتیجہ ہو کہ کل فوت ہو ۱۲۰۰ قلعیم رفتہ رفتہ ۱۲۰۰ عی ۱۲۰۰ نا ممکن ۱۲۔

کہ نہیں ہو تو جو باتیں ہمارے اختیار سے خارج ہیں۔ انتظام الہی کے مطابق اپنے وقت پہنچ کر ہیں گی ہم چاہیں یا نہ چاہیں۔ مثلاً یہ تو بے شک ہمارے اختیار میں ہو کہ موت کا خیال دل میں نہ آنے دیں اور نہیں آئے دیتے اور آئے دیتے تو دنیا کا کچھ اور ہی رنگ ہوتا۔ مگر ہمارے خیال نہ کرنے سے موت تو سرے سے نہیں ملتی۔ وہ ایسے وسیع پاؤں چلی آرہی ہو کہ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ وہ اُس کے کتنے پاس آجھنچی ہو۔ اور کس وقت کس جگہ کس حالت میں اُس کا ٹیٹو ادا ہائے گی وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ هِيَ دُنْيَا وَدِينِ کی دوہری ذمہ داریوں کے اختیار سے اللہ جل شانہ فرماتا ہوا کَاغْرَضْنَا الْكَافِرَ لِمَا نَحْنُ السَّمُوتِ وَالْكَافِرُ وَالْجِبَالِ فَإِنَّ أَنْ يَحْجُوهَا وَأَشْفَقْنَا مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ان ہی دنیا و دین کی دوہری ذمہ داریوں کے اختیار سے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ خدا کی طرف سے فرمان لِيَغْفِرْ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيَذَرُهُمْ لِنِعْمَتِهِ عَلَيْكَ وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا وَيَنْصُرُكَ اللَّهُ نَصْرًا عَظِيمًا بل چکا تھا مگر ساری عمر وہ غافلانہ ہنسی جس کو قہقہہ کہتے ہیں اور جس کی شان میں قِيَّتُ الْقَلْبُ آیا ہو ہنسنے کا اتفاق ہی نہیں ہوا۔ ہمہ وقت سوچ میں رہتے بار بار آسمان کی طرف دیکھتے۔ ان ہی دنیا و دین کی دوہری ذمہ داریوں کے اختیار سے صحابہ کرام کے یہ مقولے برداشت صحیحہ ہم تک پہنچے ہیں کہ ایک کہتے تھے کہ امی کاش میں تیرھ ہوتا۔ دوسرے آرزو کرتے تھے کہ گھاس ہو تا جانوروں نے چرا اور لید اور مگنی اور گوبر گر کے نکال پھینکا۔ ان ہی دنیا و دین کی دوہری ذمہ داریوں کی اختیار سے کسی نے انسان کے حق میں کہا ہُوَ مُسْكِينٌ اِنَّ دَمَّ اَيِّ مُسْكِينٍ ذُبِحَ بِعَذْرِ سَكِينٍ ان ہی دین و دنیا کی دوہری ذمہ داریوں کے اختیار سے

لکسی شخص کو قہقہہ نہیں کہہ سکتے گا ۱۱۔ ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا اُنہوں نے اس کے اُٹھانے سے انکار کیا اور اُس سے ڈر گئے اور انسان نے اُس کو اُٹھا لیا وہ بڑبھا کا اور نادان ہوا ۱۲۔ تاکہ اللہ تمہارے اٹھنے پہلے کناہ معاف کرے اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے اور تم کو سیدھا راستہ دکھائے اور تم کو غالب فتح مند بنائے ۱۳۔

شاعر کہتا ہے

پہچانہ ہو کے آنا کسی بادہ کش کے کام
آدم ہنا کے کیوں میری مٹی خراب کی

ان ہی دنیا و دین کی دوہری دوہری ذمہ داریوں کے اعتبار سے لوگوں نے جوگ اور سنیاں اور
رہبانیت کے طریقے اختیار کیے اگرچہ اس طریقے کو اسلام نے جائز نہیں رکھا اور سجا جائز نہیں
رکھا لیکن اس سے اتنا تپہ تو چلتا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا و دین کی ذمہ داریوں کو اچھی طرح جانچا
اور تو لا ان میں بہتر سے ایسے بھی ہو گئے ہیں جنہوں نے اپنے میں اس جوڑی کے ہلانے کے کی قہر
نہ پا کر اس ریاضت سے جان چرائی ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رہبانیت کے طریقے میں مشقت
زیادہ ہے لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے۔ میں نے آزمایا نہیں اور خدا نہ کرے کہ کوئی بھلا آدمی آزمائے
مگر مشناہی کتابوں اور افسانوں میں پڑھا ہے کہ شراب کا نہ پینا چنداں مشکل نہیں جتنا کہ پینا اور اس
میں اعتدال کا لحاظ رکھنا۔ غور سے دیکھا جائے تو رہبانیت بڑے دھوکے کی ٹٹی ہے۔ اس میں
قانون قدرت کی صریح مخالفت ہے اور وہ کسی طرح چل نہیں سکتی قطعہ

امو ذوق کرے گا کوئی دنیا کیا ترک
دُنیا ہو میری بلا ارے کیسا ترک

مکن نہیں ترک ہو کسی سے دنیا
جب تک نہ کرے آپ اُسے دنیا ترک

اور شاید با احتمال ضعیف کسی گراں خان راہب کا پچو مہکال کر چلی بھی تو لازم آتا ہے کہ الباطل حکمت
آئی کیا خوب فرمایا ہو ذلک کسما کسما لعلہ کلمہ ملک کلمہ فی الا دھض یجلفون پس یہ شرط عبودیت
نہیں اور ہوئی چاہیے بھی نہیں کہ ہم کو بنایا آدمی اور ہم بننا چاہیں پھر یا بنایا آدمی اور ہم بننا چاہیں
فرشتے۔ بلکہ جیسا آدمی بنایا ہو اسی آدمیت کی شان میں رہتا ہی عبودیت ہے۔ اگرچہ اسلام نے
رہبانیت کے مٹانے میں کمی نہیں کی اور ربانی اسلام نے با وازینہ پکار دیا کہ لا دھبانیۃ
فی الاسلام۔ مگر انسان کچھ اس طرح کا مخلوق ضعیف اور دھل لائق اور سترزل ہو کہ وہ درجہ
توسط و اعتدال پر قائم رہیں سکتا شعور

۱۔ اور اگرچہ تو ہم تقویٰ میں مست ہیں مگر شہوات و ہوس کے لئے ہم غلابہ نہیں ہیں۔ ۲۔ اسلام میں جوگ اور سنیاں نہیں ہیں۔

بسکہ دشواری ہر کام کا آساں ہونا

آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا

اب عموماً دو قسم کے مسلمان پائے جاتے ہیں یا رہبانیت لیئے ہوئے جو زاہد اور تبارک الدنیا ہو تو کیا سکتے ہیں مگر دنیا اور بنانا چاہتے ہیں اور یہ ہمارے زمانے کے علماء اور مشائخ اور اُن کے شاگرد اور مرید ہیں اُن کی تعلیم کا حاصل ہو دنیا سے گریز دنیا سے نفرت یعنی وہی رہبانیت۔ دوسرے وہ ہیں اور یہ پہلے گروہ سے شمار میں بہت زیادہ ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ پیغمبر صاحب سے فرماتا ہو فَاعْرِضْ عَنْهُمْ قَوْلِي عَنْ ذِكْرِ نَاوَلْمُ يُودُّ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ذَلِكِ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ جو ہمارے ذکر سے روگردانی کرے اور دنیا کی زندگی کے سوا اُس کو اور کچھ درکار نہ ہو ایسے لوگوں کو منجھ مت لگاؤ اُن کے علم کی رسائی نہیں تک ہو میرا خیال یہ ہو کہ مذہب انساں کے کانسٹیٹوشن میں داخل ہو۔ اور اگر ایسا نہ بھی ہوتا تاہم میں بڑے زور سے آپ صاحبوں کو مذہب کی طرف متوجہ کرتا ہوں اس لیے کہ تعلیم کسی ہی مکمل کیوں نہ ہو مائٹرز کے بدون کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی اور مارٹرز بدون مذہب کے درست نہیں ہو سکتے۔ بیشک سوسائٹی کو مارٹرز کے فارینش میں غل غطیم ہو لیکن جو مارٹرز صرف سوسائٹی کے انفوٹنس پر مبنی ہوں راسخ نہیں ہو سکتے کَمَثَلِ الْعُنُكُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَكَيْتُ الْعُنُكُوتِ اگر دین و مذہب سے الگ رہ کر لوگوں کو تعلیم دی جائے تو میرے نزدیک اس کی ایسی مثال ہوگی کہ چٹیلے اور شسر پر لڑکے کو راجرز کا چاچا تو کھیلنے کے لیے پکڑا دیا جائے وہ ضرور اپنا ہاتھ کاٹ کر رہے گا۔ اگرچہ تعلیم کا ایوٹسج تھوڑا ہی مگر اب بھی ایسی مثالیں بہت ہیں کہ کالج یا اسکول سے نکل کر لوگ اَفَر لائف میں تعلیم سے راحت کی جگہ طرح طرح کی ایندائیں پاتے ہیں اور اس کا یہی سبب ہوتا ہو کہ مارٹرز کی خبر گیری نہیں کی گئی۔ بیشک مذہب میں ایسی بھی بہت سی باتیں ہیں جن کو تمدن سے کچھ علاقہ نہیں۔ لیکن واقع میں مذہب اور خاص کر مذہب اسلام ایسا جامع دستور العمل ہے کہ کسی حالت کا آدمی ہو مرد اور عورت عالم اور جاہل تو نیک اور مفلس تن درست اور بیمار مقیم اور مسافر جاگم اور محکوم لاولد اور صاحب لاولد لے ساخت ۱۲ ۱۵ اخلاق ۱۲ ۱۵ بناوٹ ۱۲ ۱۵ دباؤ ۱۲ ۱۵ اس کی مثال مکتبی کی ہی جو جس نے ایک گھر بنایا اور گھر دل میں سب سے زیادہ بودا گھر مکتبی کا ہے ۱۲ ۱۵ وسط ۱۲ ۱۵ زندگی مابعد ۱۲۔

مجرد اور تامل اس کو تمام زندگی میں جو کچھ کرنا ہو اس دستور العمل میں اس کے لیے ہدایت موجود ہو۔
 خدا کو جب بنی نوع انسان کی اصلاح منظور ہوئی تو اُس نے ایسی خراب سوسائٹی میں جس سے بدتر
 اُس وقت روئے زمین پر کوئی قوم نہ تھی اپنے سچے اور سادہ اور بے تکلف اور غیر متعصب پیغمبرِ فطرت کے
 کامل ترین نمونے کو بھیجا۔ اُن کے اقوال اور افعال سب قرآن اور حدیث میں مدون اور منضبط ہیں
 ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح کوئی شفیق باپ ہمہ وقت اپنے اکلوتے بیٹے کی حرکات و سکنات پر
 نظر رکھتا اور وقتاً فوقتاً بات بات میں اُس کو روکتا توکتا رہتا ہے۔ ہیں سلام نہیں کیا۔ اُنھوں نے
 مزاج پوچھا تھا تم کو کتنا چاہیے تھا کہ الحمد للہ جب کھانسی یا جامی لو تو مونہ پر ہاتھ رکھ لیا کرو۔
 بعینہ یہی بلکہ اس سے بہت بڑھ کر حال تھا پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کے ساتھ چنانچہ ایک صحابی
 فرماتے ہیں کہ اُس حضرت نے ہماری تعلیم و اصلاح کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا کبھی عَلَمُنا
 اَلْحَرَاءَ ؕ۔ پس مذہبِ خون کی طرح ہماری سوسائٹی کے رگ و پڑ میں بیٹھا ہوا ہے۔ اور اگر ہم تعلیم کو
 مذہب سے مجرد کرنا چاہیں تو پھر نہ اسلام ہی نہ شیعہ نہ سنی نہ زیدی نہ سوسائٹی کچھ بھی نہیں مسلمانوں کی
 دُفُئِشْنَ اَلْکُوفِی مَجْہ سے پوچھے تو میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ ایک گروہ مذہبی ہے
 ان میں ذات اور جماعت کا بھی امتیاز ہو مگر عند اللہ معتبر نہیں یا اَیُّہَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ
 ذَکْوٰ وَاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَاۗئِلَ لِّتَعْرِفُوْا اَنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰیہُمْ سِکْہِہِ
 اسباب جو کچھ ہوئے ہوں اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کی ہستی اور ترقی و عروج کا پرانہ مری کا
 جوش مذہبی تھا لیکن کس قسم کا جوش مذہبی کیا اس قسم کا کہ دنیا سے بھاگو اور اُس کو طلب نہ کرو
 اور اُس کے طلب کرنے کی تدبیریں عمل میں نہ لاؤ۔ صرف بڑی بڑی لمبی نمازیں پڑھو دھیر
 سارے روزے رکھو اگر ایسا ہوتا تو آج شاید کئی مدینے میں بھی اسلام دو اکوڑھونڈا
 ملے یہاں تک کہ ہم کو استہزا کرنا تک کھا دیا ۱۷ھ تو یسٹ ۱۲ھ تھریٹ ۱۶ھ لوگو ہم نے تم کو روادہ سے پیدا کیا اور تمھارے
 گروہ اور جتنے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار وہی تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ
 کے نزدیک ۱۷ھ دوسرے درجے کے ۱۲ھ اول درجے کا سبب ۱۲۔

نہ ملتا۔ نہیں نہیں نماز روتے کے علاوہ ایک اور ضروری مطلب ان کے پیش نہاد خاطر تھا جس کے لئے وہ سخت سخت مشقتیں اٹھاتے جس کے لئے وہ جان تک کے خرچ کر دینے میں مضائقہ نہ کرتے اور جس کے لئے مجبوری وہ نماز کو بھی قضا کر دیتے وہ کیا مطلب تھا۔ جہاد فی سبیل اللہ یا مالک گیری یا اعلا کلمۃ اللہ یا طلب دنیا جن لفظوں سے چاہو تعبیر کرو۔ مگر طلب دنیا اس مذموم پیرائے میں نہیں جو ہم اختیار کر رکھا ہے عاقبت کو تباہ دین کو برباد کر کے غرض اعلا کلمۃ اللہ کی وہ ایک شان تھی۔ جس کی ہند اضرورت اور نہ اُس کا موقع و محل۔ مگر کلمۃ اللہ ویسا ہی محتاج اعلا ہے بلکہ منع شیئی نائید جیسا پہلے تھا۔ ہاں اُس شانِ سابق کو بدل دینا ہو گا۔ اس واسطے کہ خدائے اپنی شان بدل دی۔ کُلُّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَأْنٍ ہم کو اعلا کلمۃ اللہ کے لئے جو شان اختیار کرنی ہو گی یہ جو کہ صمیم قلب سے امپرس و کٹوریہ کی وفادار رعایا رہ کر۔ دنیوی عزت اور دولت کے پیچھے سٹو باندھ کر پڑیں۔ اور کامپینیشن ریس میں کتنی پیچھے نہ رہیں اور یہ بدون اس کے ہونا نہیں کہ جو پڑھ سکتے ہیں جی بگا کر پڑھیں۔ کیا انگریزی زبان اور انگریزی سائنس۔ اور جو خود نہیں پڑھ سکتے دوسروں کو تخریج دیں اور پڑھوائیں۔ اسلام کے سمی رولز کو لٹن ہیں خاص کر اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کے دو ہی لفظوں میں دنیا اور دین اور شریعت اور طریقت اور ظاہر و باطن سب کا خلاصہ موجود ہے جناب پیغمبر خدا صلعم کے خصائص میں سے جو ام الکلم بھی ہیں اور جوامع الکلم کی فہرست میں حدیث سے پہرے اور اس کے متواتر ہونے پر بھی اجماع ہے۔ مگر اس کے معنی کیا ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اعمال کے حسن و قبح کا مدرنیت ہو اس میں اس زمانے کے مولویوں کے لئے بڑی بکار آمد ہدایت ہو۔ یہ لوگ ظاہر پر بڑا زور دیتے ہیں جس سے عوام ہی کو مقصود بالذات سمجھتے لگتے ہیں حالانکہ حدیث اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ بکار رہی ہو کہ نیت پر زور دینا چاہیے۔ ایک اور عطا اپنے مستعین کو مثلاً ہدایت کرتا ہو کہ پا جا مہ ٹخنے سے اونچا رکھو مگر اس کی لم نہیں سمجھاتا کہ عرب کے لوگ شیخی کے لئے اترانے کے طور پر انار کو لٹکاتے تھے پس اس ممانعت سے حقیقت میں مقصود یہ تھا کہ لوگ شیخی نہ ماریں اترائیں نہیں اونچا پا جا مہ تو بجائے

۱۷ ہر روز اُس کی ایک نئی شان ہو ۱۸ بجائے جی کی گھوڑ دوڑ ۱۹ عمدہ اصول ۲۰ مادی اعمال نیت پر ہو ۲۱۔

خود اگر کوئی شخص گھٹتا ہیں کر بھی اترائے تو عند الشارح ویسا ہی بغیر ہر جیسے مسئلہ الزار۔ تو جس واسطے صرف نیچا پا جامہ پہنتے سے منع کیا اور لم بتائی اُس نے نہ درخت کی تو خیر نہ لی توں کے کاٹنے کے پیچھے پڑ گیا اسی طرح اس زمانے میں کفر جھگڑوں اور سنگھاڑوں۔ اور مولیوں اور گاہروں سے زیادہ مستانہ اگر اجماعاً بالانبات کا خیال رہے تو مولیوں کو ناحق کے درد سے بڑی نجات ملے۔ شعر

براستہ مستانہ میخانہ گر سر سے بینی | مزن سپاہ کے کہ معلوم نیست نیت او

ہمارے انگریزی خواں ایک خاص شکل میں مبتلا ہیں کہ لوگ انگریزی کی طرف سے بدگمان تو ہیں ہی بڑی طرح ان نوجوان بڑکوں کی تاک میں رہتے ہیں۔ انسان کی زندگی کو مختصر ہو مگر اُس کے بھی حصے ہیں بچپن بچہ بچہ بڑھاپا ہو کسی کی ساری زندگی ایک طرح پر نہیں گزرتی۔ ہر ایک وقت اور ہر ایک دنگ شعر

یہ عمر اور عشق بہت آزرده جاسے شرم | حضرت یہ باتیں بھتی ہیں عند شبابیں

ایک لڑکا جو آج کیل کے پیچھے دیوانہ ہو۔ ایک وقت آنے والا ہو کہ وہ خود کھیل کود سے نفرت اور اپنے بیہودہ خیالات پر اپنے تئیں ملامت کرے گا جس طرح بچپن کی باتیں جوانی میں حقیر اور ذلیل معلوم ہوتی ہیں اسی طرح جوانی کی حرکتیں بڑھاپے میں مکروہ ہو جاتی ہیں اور کیا عجب ہو کہ مرے پیچھے تمام زندگی بے صرفہ و لا حاصل دکھائی دے۔ شعر

واسے نادانی کہ بعد از مرگ یہ ثابت ہوا | خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

تو میرے کہنے کی غرض یہ ہو کہ مذہبی خیالات اور تکلیف و وقار کے واسطے بھی عمر کا ایک وقت ہو کہ سے کم یہ جو مجھ پر گزر رہا ہو۔ بلکہ میں تو تھوڑے دنوں اور بھی جو امانہ مزاج رکھنا چاہتا ہوں۔ ع
پیر سے کہ دم عشق زندگی غنیمت است

واقع میں مذہبی خیالات اور تکلیف و وقار کا وقت مناسب وہ ہو جو ہمارے سر سپرد کا ہو۔ غایت درجے کی سبہ جمی اور بے انصافی ہو کہ ہمارے نوجوان انگریزی خوانوں سے اس طرز زندگی کی توقع بھی

لفظی زار سینے والا ۱۲۔

جاوے جواز ال عمر کے لیے شایاں ہر دھنکے مَن بُودِ اَلی اَدَلِ اَلْمُرَکِبِ لَا یَعْلَمُ بَعْدَ عَلَمِ شَیْءَا

اَلشَّیْءَانِ حَیْثُ بَاہُا اَبُو دَمْنِ مَن

اَلشَّیْءَانِ حَیْثُ بَاہُا اَبُو دَمْنِ مَن

میں مانتا ہوں کہ ان لوگوں سے بقاضائے عمر کچھ بے تمیزیاں سرزد ہوتی ہوں گی اور اس عمر میں سبھی سے ہوا کرتی ہیں شاید کسی کو نشان دار طور پر رہنے کا شوق ہوا اور وہ ہر چیز اکتیس سو پینسہ گز تا ہوا اُس کے ہزرگ اُس کو فصولی سچ کر بڑبڑاتے ہوں۔ یا شاید کوئی کھلٹڑا ہوا یا کوئی نمازیں حاضر ہونے سے الگ سا ہوا یا شاید بے وضو بھی ٹرخاتا ہوا یا کوئی بک صاحب کے خوف سے قرآن پڑھتا ہوا اور غلط لگاتا ہوا یہ باتیں بیشک نازیبا ہیں مگر میرے لیے شاید اور سرسید کے لیے یقیناً لیکن کوئی سرسید سے پوچھے کہ کیا آپ نے اس عمر میں ایسی باتیں تمہیں کیں۔ ضرور کیں۔ اور ان سے بہت زیادہ کیں۔ لیکن اسی قسم کی باتوں سے انگریزی بدنام ہو اور کہا جاتا ہے کہ انگریزی لوگوں کو کرٹان یا لاندہب بنا دیتی ہو مگر ان ہی کے ہم عمر حور کے نہیں پڑھتے یا پڑھتے ہیں مگر انگریزی نہیں پڑھتے۔ ہم نے تو کسی کو اشراق و تہجد پڑھتے یا پاس الفاس کتے نہ دیکھا نہ سنا۔ اگر شاذ و نادر کوئی انگریزی خواں حدِ عمر سے زیادہ بگڑا ہو تو یہ اُس کی اپنی طبیعت کا کھوٹ ہو جو انگریزی نہ پڑھنے کی صورت میں کسی دوسری قبیح ترین شکل سے ظاہر ہوتا شعر

تنگی دل کا گلہ کیا کہ وہ کا فردل ہو

کہ اگر تنگ نہ ہوتا تو پریشاں ہوتا

اس شخص نے اگر کالج میں رھ کر کوٹ پیٹلون پہننا جو تھارے نزدیک داخل بد وضعی ہو تو تھارے ہاں رھ کر کلی دار یا جامہ پہنتا اور چھیلانبتا۔ اس نے اگر کالج میں رھ کر کرکٹ کھیلنا سیکھا تو تھارے ہاں رھ کر گویا کھیلتا پتنگ اڑاتا بیٹریں اڑاتا۔ اگر کالج میں رھ کر اس کے مزاج میں یہ آزادی سمائی کہ جب کسی بات میں اشتباہ ہوا گو وہ مذہبی ہی کیوں نہ ہو بے تامل لوگوں پر ظاہر کر دیا تو تھارے ہاں رھ کر وہ لفاق سیکھتا اور اپنے تئیں معصوم اور ولی مادرِ اذ ظاہر کرتا۔ مگر شبہ جو تھارے نزدیک اصل الزام کی چیز ہو اس کا دل میں نہ آنے دینا تو اس کے اختیار میں نہ تھا۔ ماوشما کس شمار میں ہیں اللہ تعالیٰ پیغمبرِ صاحبِ فرما ہو لے اور تم میں سے کوئی کوئی ذلیل تر میں عمر کی طرف لڑنا یا جاتا ہو تاکہ جان بوجھ کر کچھ نہ جانے ۱۲ لے وہ عجیب چیزیں ہیں جن میں اتنی بھی گری نہیں جتنی برن میں۔ بوڑھا جو روکا ہوا چاہے اور بوڑھا بننا چاہے ۱۳ لے قیمتی ۱۲۔

وَأَنْ كُنْتُ فِي شَيْءٍ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَسْأَلِ الَّذِينَ يُفَرِّقُونَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ غَرْضًا لَهُمْ
 بے اصل ہو کہ انگریزی تعلیم لاند ہی سکھاتی ہو اگر واقع میں انگریزی تعلیم لاند ہی سکھاتی ہو جس کا دوسرا نام اسلام ہی
 یَقْضِ عَنْهُمْ وَأَصْرُهُمْ دَاغًا غَالًا أَلَيْسَ كَانَتْ عَلَيْكُمْ حِمَمٌ تَوْالِیَا اسلام رکھتے ہیں تَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ یَقْتُلُونَ
 ہو تو ہم غازی ہیں اور یَقْتُلُونَ ہو تو ہم شہید لیکن جن کا اسلام صرف یَقْتُلُونَ ہو اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھیں
 وہ دن گئے کہ خلیل خان فاختہ مارا کرتے تھے۔ اب تو ہندوستان میں بلکہ مجھے تو ایسا سامان نظر آتا ہے کہ
 مکے مدینے کی تو کمی نہیں حسباتی شاید روسے زمین پر بدون انگریزی تعلیم کے اسلام رکھ نہیں سکتا۔
 رہنے سے مراد عزت اور آبرو کے ساتھ رہنا ہو ورنہ محتاج اور ذلیل و خوار ہو کر رہنا ہو ضَرِیْبَتْ عَلَیْهِمُ الدِّیْنَةُ
 دَالْمُسْكَنَةِ وَبَاؤُا بِغَضَبِ اللَّهِ تَوْفَا اُس دن کے لیے سب مسلمانوں کو موت دے میں اگر بدعتیہ
 ہوں تو مجھ کو عقیدہ بد کا وبال بھگتنے دو۔ مگر سمجھو تو سہی تم کو بدعتیہ کرنے میں مجھ کو گزرت کثرت کا ثواب ملے گا
 بخدا صرف انوث اسلامی اور ہم دردی قومی کے خیال سے جو سید احمد خاں کے مونہہ دیکھے سے ٹھوڑی
 دیر کے لیے دل میں آجاتا ہو۔ ایک صلاح کی بات بتاتا ہوں اور میرے نزدیک اس میں کسی طرح کی قباحت
 نہیں اور فرض کیا کہ جو بھی تَوْفَا دَاؤُا نَبِیُّہُ الْخَطُوْرَاتِ انگریزی تعلیم کے لیے روپیہ خرچ کر د اور یہ
 سمجھو کہ مسلمانوں کی دنیوی حالت درست کرتے ہیں تاکہ خدا کا لول بالا اور اسلام کی عزت ہو میں قرآن
 اور حدیث کی سند سے کہتا ہوں کہ مرابط فی سبیل اللہ کا سا اجر ملے گا کیوں کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْاِیْمَانِ
 لیکن ایمان ٹھکانے ہو تو نیت بھی درست ہو یہاں نفس ایمان ہی میں کلام ہو اگرچہ کسی دوسرے کے
 ایمان پر اطلاع نہیں ہو سکتی مگر اپنے اوپر قیاس کر کے یا لوگوں کے اعمال ظاہری سے پتہ
 چل سکتا ہو۔

لے ہم نے جو تمہارے اوپر کتاب اتاری ہو اگر تم کو اُس میں کچھ شک ہو تو جو کتابیں تم سے پہلے اتاری ہیں اُن کے بڑھنے
 والوں سے پوچھو ۱۲۷۵ھ اُن کے بوجھ اور تیندیس جو اُن پر تھیں ہلکی کر تاہو ۱۳۱۲ھ لوگوں کو مارتے ہیں اور آپ بھی مارے
 جاتے ہیں ۱۳۱۷ھ ذلت اور محتاجی اُن پر لازم کر دی گئی ہو اور اللہ کے غصے کے مستوجب بنے ۱۳۱۷ھ ضرورتیں منوعات کو مہلج
 کر دی ہیں ۱۳۱۷ھ اعمال کی مہلکی جزائی نیت پر موقوف ہو ۱۳۱۷ھ۔

وَمِنْ خَلْقٍ تَخَفُ خَلْقًا لِّأَسْمَاءٍ تَعْلَمُ

وَمِنْ خَلْقٍ تَعْلَمُ خَلْقًا لِّأَسْمَاءٍ تَعْلَمُ

تو میں اپنے اوپر قیاس کر کے کہہ سکتا ہوں کہ ہم لوگ مسلمان ہیں اس واسطے کہ مسلمانوں کے یہاں پیدا ہوئے مسلمانوں کا سامنا رکھا گیا لیکن اس کا شاکش اس قدر مسلمان ہوئے کے لئے کفایت کرتا خدا نے اپنے کلام پاک میں کی جگہ مسلمان کی شناخت بتائی ہو ان میں سے ایک مختصر سی آیت پڑھتا ہوں۔ اَلْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَاهِدٌ وَّابَاؤُهُمْ اِلَيْهِمْ وَاَنْفُسُهُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ اُولَٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُونَ اس آیت میں صرف دو ہی باتیں ہیں اللہ اور رسول پر ایمان لانا اور اللہ کے رستے میں جان و مال سے کوشش کرنا۔ اور تھوڑی دیر کے لئے دیکھیں کہ ہم ان دونوں شرطوں کو کہاں تک پورا کرتے ہیں اَمْنُو بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ کے نہ لفظ مشکل ہیں اور نہ کچھ معنی دقیق ہیں چلتے ہیں کہ اللہ اور رسول پر ایمان لانا یعنی خدا کا مجموعہ صفات یقین کرنا اور رسول کو سمجھنا کہ واقع میں اُن کو خدا نے بندوں کی ہدایت کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا لیکن یقین ہی کی تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہو۔ بے شک ہم کو لوگ کے جملانے کا یقین ہی ہم کو اس کا یقین ہی کہ جس کو تیرا نہیں آتا وہ ڈوباؤ پانی میں ڈوب جائے گا ہم کو اس کا یقین ہی مثلاً اُمّی میں تھپڑا حب کی لاٹ ہو اُس کی چوٹی سے آدمی پتے فرش پر گرے تو ہلاک ہو جائے گا۔ یہ باتیں ہمارے موٹھے سے اقرار کرنے کی محتاج نہیں۔ ہمارا برتاؤ ہمارا عمل درآمد ہمارے یقین کا ثبوت ہی کہتے ہیں جو قصداً آگ میں جا کر جان دیتے کتنے پانی میں ڈوب کر مرتے کتنے اوپر سے گر کر ہلاک ہوتے اب اس یقین کا مقابلہ کرو اُس صرف زبانی یقین کے ساتھ کہ خدا ہی اور اُس سے ہمارا کوئی فعل کوئی قول کوئی خیال مخفی نہیں تَعْلَمُ خَلْقًا لِّأَسْمَاءٍ وَّمَا تَخَفُ الْاَعْدَاءُ وَاَنْفُسُهُمْ کو پسند اور بدی کو ناپسند کرتا ہو۔ اُس کی رضا مندی فوز و فلاح ہو اور اُس کی نارضا مندی ابدی عذاب و ہلاکت ذرا انصاف سے کہو کہ دونوں یقینوں میں کچھ بھی مناسبت ہو۔ شیطان نے ایک نافرمانی کی تھی

۱۔ اور جو کوئی اپنی ناشائستہ عادت کو پوشیدہ کرنا چاہتا ہو وہ اپنے پندار میں لوگوں سے چھپاتا ہو مگر لوگ سے بخوبی جان چاہتا ہو

۲۔ مومن وہ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے۔ پھر اگر کسی نے شک نہ کیا اور مال اور جان اللہ کے رستے میں کوشش کرتے ہوئے اور یہی سچے ہیں ۱۲ سالہ آنکھوں کی چوہیاں اور دلوں کے اسرار کو جاننا ہو ۱۲

ابداً لا آباد تک زندہ گیا۔ ہم ہیں کہ صبح سے اگلی صبح تک نافرمانیوں ہی میں گزرتی ہی اور ایمان ہو کہ

یہاں وضو حضرت بی بی تمیز

اس میں کسی طرح کا ضعف یا خلل نہیں آتا بہت ہی ٹھیک فرمایا ہے دُکُونُوا اخِذُوا اللّٰهَ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا اَمَا تَرَكَ عَلٰی ظُهُورِهِمْ اِنَّ دَابَّةً وَّلٰكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا اَجَاءَهُمْ فَارَآكَ اللّٰهَ كَانَ يَعْبَادُكَ بِصِدْقٍ اَجْمَعٍ ایت کا پس ذکر کر رہا ہوں یعنی اَمْنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ میں ایک غضب کی قید رکھ کر بتاؤ گا کی لگی ہو یعنی السوا و رسول پر ایمان لائے اور پھر کسی طرح کا شک نہ کیا اس نے تو اور بھی رہی سہی اس توڑ دی یہی مضمون دوسری جگہ دوسرے لفظوں میں بھی آیا ہُوَ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا سُبْحٰنَ اللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا یہ استقامت کا مرحلہ بڑا مشکل مرحلہ ہو لیکن جیسی خدمت مشکل ہو ویسا ہی بڑا بھاری صلہ بھی ہوتا نَزَّلَ عَلَیْکُمْ الْكِتٰبَ الْاَحْقَاقَ اَوَلَا تَحْزَنُوْنَ اَوَّلَیْنَ دَابَّةٍ الَّتِیْ کُنتُمْ تُعٰدُوْنَ تَحْنُ اَوَّلَیَّاءُ کُمْ فِی الْحٰیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَلَکُمْ فِیْہَا مَا تَشْتَهٰی اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْہَا مَا تَدْعُوْنَ نَزَّلْنَا مِنْ غَفُوْرٍ حَیْمٌ مَّجْبُہٌ بَرٰخُون ہر کہ تم اُمَمٌ مِّنْ نَّبَاؤِ ہم لوگوں کے حق میں جو اُمَمٌ مِّنْ نَّبَاؤِ لیونز رکھتے ہیں بڑا کڑا تازیانہ ہو کیوں کہ ہم ہی لوگ مذہب میں عقل کو بہت دخل دیتے ہیں جس کا دوسرا نام ہے اُتِیَاب۔ اللہ میاں کے پسند ہو دین اللہ عز و جل

<p>اگر باستدلال کار دین ہدے پاے استدلالیاں چوبین بود</p>	<p>فخر رازی را ز دار دین ہدے پاے چوبین تخت بے نگین بود</p>
--	--

لے لوگ جو ربانی کما تے ہیں اگر اُس پر پیکر کرے تو رو سے زمین پر کسی حیاں دار کو جتنا بھجورے لیکن ایک وقت مقرر تک اُن کو ٹھہرا دیتا ہر جب وہ وقت آجائے گا تو خدا ہی اپنے بندوں کے حال کا دانا اور بینا ہو لے اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ درود مست اور دل کو اُداس مت رکھو اور جس نیت کا تم سے وعدہ تھا تم کو مہیا رکھ ہم دنیا اور آخرت دونوں میں تمہارے کارساز ہیں اور نیت میں تم کو سب کچھ ملے گا جو تمہارا دل چاہے اور ملے گا جو مانگو گے خدا سے بخشندہ و مہربان کی طرف تمہاری نصیحت

۱۲۱۱ھ روشن خیال ۱۲۱۱ھ بڑھئیوں کا دین ۱۲۱۱ھ

یہ روایت میں نے حدیث صحیح میں دیکھی ہے کہ کوئی صحابی جن کا نام مجھے اس وقت فراموش ہو گیا
 ہو غالباً اہل کتاب سے سُنی ہوئی اگلی وقتوں کی کوئی حکایت جناب رسول خدا صلعم کی مجلس میں بیان کی ہے
 تھے اُس میں کلید و منہ کی کہانیوں کی طرح کچھ کچھ لگائے اور پھیرے کی تھی۔ حاضرین میں سے کسی نے گائے
 اور بھیرے کے بولنے پر تعجب سا کیا تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میں تو اس پر ایمان لاتا ہوں اور ابو بکرؓ
 اور عمرؓ بھی حلال کہ یہ دونوں بزرگ اُس وقت حاضر تھے ایک ایمان تو وہ تھے اور ایک ایمان
 اس زمانے کے ہیں کہ بات بات میں شبہ لفظ لفظ میں شک۔ اور طرہ یہ کہ جو لوگ عربی عبارت کے
 پڑھنے پر قادر نہیں کلام الہی کی تفسیر بالرائے کرنے پر دلیر تاویل القول یا لا یؤمنون یا القائل پر جری
 آپ سب صاحبوں نے سنا ہو گا کہ پنجاب میں ایک صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا وہ بزرگ
 ابھی چند روز ہوئے دلی میں بھی تشریف لائے تھے۔ خیر وہ جو کچھ کہتے تھے سوکتے تھے اُن کی تکذیب
 مخالفت میں جو پرچے نکلتے تھے اُن میں بھی جواب ترکی بہ ترکی بھگت ہو تا تھا مگر اس تمہید سے کہ مجھ کو خدا
 کی طرف سے الہام ہوا ہوا اور حضرت مرعیم رات غریب خانے پر تشریف لائی تھیں کذبت کذبت کہ جس پر
 مِنْ اَوْفَاهِمُ اَنْ یُعُوذُوْنَ اِلَّا کَذِبًا یہ ہیں نتیجے فتح باب تاویل کے۔ میں تو ایسا غالی اور متعصب مسلمان
 نہیں ہوں مگر یہ یہودگی اور خدا اور انبیاء کے ساتھ تسخر و استہزاء کھینک کر بھی تو حرارت آجاتی ہو۔ بدیش بابا
 ہم بازی۔ یہ سارے فساد اس کے ہیں کہ خدائی قدرت کو سمجھا لیتے اور اپنی معلومات کو اگر اسٹو ان لوگوں کے
 نزدیک خدا کو دنیا سے وہی تعلق ہو جو ایک گھڑی ساز کو گھڑی کے ساتھ ہوتا ہے کہ اُس نے گھڑی کے کیل
 پڑزے بنائے۔ اِن کو ترکیب دے کر گھڑی کو کوک دیا اب گھڑی ہو۔ کہ جب تک اُس کی کوک ہو آپ
 سے آپ پڑی چل رہی ہو۔ لیکن دنیا میں جتنے لوگ خدا کو مانتے ہیں وہ اس کو بھی مانتے ہیں کہ وہ سلسلہ
 اسباب کا پابند نہیں ورنہ کوئی خدا کو بھول کر بھی یاد نہ کرے۔ دن رات میں کوئی ایک لمحہ نہیں جس میں
 سینکڑوں ہزاروں لاکھوں۔ کروڑوں۔ پدموں۔ مہاسنکیوں بلکہ بے شمار دول خدا کی طرف التجا
 ملے بات کہ اُس پہلو پرے جانا جس سے کہنے والا ہوا راضی نہیں ۱۲ ملے بات جو اُن کے منہ سے نکلتی ہے ٹری بھاری بات ہو اور
 صرف جھوٹ بولتے ہیں ۱۲ ملے معدودہ ۱۲ ملے جامع ۱۲۔

نہ لیتے ہوں۔ بے شمار کاشیوں کو و مائیں دایہ و فی الارض ولا طائر یطیر یحنا حیہ الا اُمم
 اُمم اُمم اور لو کہ ان میں شے ایسی ہو جسے نہ لیں تو لکھیں لا یفقدون شے ہر اور لو کہ وہاں کلمہ جبر دریا
 الا کلمہ تو کیا یہ سارا عالم اس خیال سے خالی طرف رجوع کرتا کہ وہ اسباب کا گور کھ دھندلا کر کے
 اپنے ہاتھ کٹوا چکا ہو۔ ایسا انسان کرنا صریح غلط ہے شیخ اناک ہذا اُمتان عظیمہ بلکہ ہر فرد اسی دماغ
 کے ساتھ دعا کرتا ہے کہ خدا اُس کی سنتا اور اسباب سے قطع نظر اُس کی کار براری کر سکتا ہے۔ اشعار

ایڑا باہر دے راز سے دگر	ہر گدا را بردرت ناز سے دگر
تو ہی دیتا ہی مریضوں کو شفا	تو ہی کل عالم کا ہی حاجت روا
تو اُمید جان پر افسوس ہے	تو ہی تسکین دل کا یوس ہے
جس قدر محتاج آب و نان ہیں	سب تری سسر کار کے ہمان ہیں
تو ہی برساتا ہی پانی ابر سے	مہر سے حاشا کسی کے مہر سے
تو ہی دیتا ہی درختوں کو نمو	تو ہی دیتا ہی گلوں کو رنگ بو
تو ہی کرتا ہی شبہ کو بارور	تو اگاتا ہی تو ہی برگ و ثمر
آسمان پر ہو کہ ہونیر زمیں	ایک ڈرہ تجھ سے مستغنی نہیں
پھونچتا ہی تو ہی سب کی داد کو	تو ہی سنتا ہی ہر ایک فریاد کو
بادشاہ محمود یا بسندہ ایاز	سب ترے محتاج ہیں ای بے نیاز
تیرے آگے علت و اسباب کیا	تیرے یاں کیا ب کیا نایاب کیا
ہر گھڑی تیری نئی اک شان ہے	لبس ہی دین اور یہی ارمان ہے

جب کل عالم کا یہ حال ہو تو کیوں نہ ایسے خیال کو انسان کے کانسٹیٹوشن میں داخل سمجھا جائے

۱۱۔ جن جن جاندار جنس زمین پر چلتے ہیں اور صفت جانور پرستے اڑتے ہیں وہ بھی تمہاری طرح کی مخلوقات ہیں ۱۲۔
 ۱۳۔ او کوئی چیز ایسی نہیں جو تیرے پروردگار کی پائی اور تعریف بیان نہ کرے جو مگر تم ان کی باکی بیان نہ کر سکتے نہیں ۱۴۔
 ۱۵۔ تیرے پروردگار کے لشکروں کو بھی چاہئے ۱۶۔ منکھ سحران اللہ تیرے درجے کا ہستان ہے ۱۷۔

اس سے بڑھ کر سلف کُنُسُطُیْد (برخود غلط) کون ہوگا جو ذریعی عقل کے برتے پر مکتوٰۃ السَّمَوَاتِ
 وَالْأَرْضِ کے زائیں دخل دیتے گو کہ اندر کا مجتہد کا فضا سے دہر پر معرض ہو۔ یا برساتی پتکاز مانے
 کے حدوث و قدم میں راستہ زنی کر سبے جو شخص اپنی پیدائش کے بھید کو دریافت نہیں کر سکا
 جس نے نہیں سمجھا کہ درختانِ شمر و درکیوں کر نو مادہ دونوں کا کام دیتے ہیں جو نہیں جاسکتا کہ ابتدا میں
 مرغی بے انڈے کے پیدا ہوئی یا انڈہ بے مرغی کے اُس کو بے مشارکت پدرِ صُغٰی کے پیدا ہونے میں
 چوں وچر کرنے کا کیا حق ہو۔ یہ تمام کارخانہ کیا دنیا کیا موجودات کیا واقعات طلسمِ حیرت ہو اس میں ہر چیز
 عجیب ہو اور کچھ عجیب نہیں جلدِ مذاہب کی بنیاد ہو خدا کی ہستی جس پر ایک ظریف نے ایسی جیتی کمی کہ
 بس چھا گئی اندھوں کا ہاتھی۔ یہ اشارہ ہوا ایک حکایت کی طرف کہ کسی گھالوں میں ہاتھی آیا سا لگا لگا
 اُس کے دیکھنے کو نکل پڑا۔ اندھوں نے سنا اُن کو بھی شوق ہوا۔ مگر مشکل یہ آگڑی کہ آنکھیں نہیں گئے
 اور کسٹھی سوڈ ٹوٹی کسی نے دُم کسی نے کان کسی نے پاؤں کسی نے پیٹ اور پھر گئے اُس کے بیان
 میں اختلاف کرنے۔ وہ سب سچے تھے اپنی اپنی پندار کے مطابق مگر سب جھوٹے واقع کے اعتبار سے
 غرض خدا عجیب اور باوجودیکہ ہم ظاہری اور باطنی جو اس کے ذریعے سے کہی ہماری کائنات ہو۔
 اس کو سمجھ نہیں سکتے اُس کا ماننا عجیب اور پھر خدا جیسے العَجَبُ العجائب کو مان کر کسی بات پر تعجب
 کرنا سب سے زیادہ عجیب ہے یہ بحث بڑی دلچسپ ہو اور میں اس پر کچھ کتنا مگر سامعین کو دیکھتا ہوں
 کہ ملول ہو چلے ہیں اور مجھ کو وہ آیت اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الْإِبْرَہِیْمِیُّونَ کرنی ہو ہاں تو میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے
 ثابت کر دیا ہو کہ مومن ہونے کی پہلی شرط اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ ثُمَّ لَکُمْ نَزَآءُ اَوْ کُفْرُہُمْ پورا نہیں کر سکے۔ اب
 یہی دوسری شرط وَجَّہَاہَا اٰدِیَا مَوَالِہِمۡۤ اَنْفُسُہِمۡ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ اِذَا جَہَادَہَا سَہۡہُہُمۡ اَدۡرَآہُمۡ اَمۡ لَا
 یعنی کفار سے اپنے دین کی حفاظت اور حکایت کے لیے لڑنا یہ کتابی لڑائی نہیں ہے

مَنْ تَرَامُنْ وَانَّم تَوَمَّرَ اِنَارِیْ ہِیْنَ

مَنْ تَرَاکَا فَرَحُوْا اِنَّم تَوَمَّرَ اِنَارِیْ ہِیْنَ

بلکہ وہ لڑائی جس میں کینہ کی جگہ سراوریلے کے عوض تلوار ہوتی ہو۔ اگر جہاد سے اس قسم کی لڑائی
 مراد ہوتی تو سستے چھوٹے نہ والد بزرگوار کو ایسی بدتمیزی کا اتفاق ہوا اور نہ جہاد کو اور کس دین کو

خدا کے فضل سے ہوا بھی نہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہونے کا بھی نہیں لیکن آیت میں کچھ لڑائی کی تخصیص نہیں مطلق جاہدوا ہو جس کا مادہ جہاد ہو اور اس کے معنی ہیں کوشش۔ بے شک مانہ نزول قرآن میں بلکہ اُس کے بعد اور دوسرے دوسرے ملکوں میں اب بھی جہاد فی سبیل اللہ کی شق متعین ہی لڑائی ہو لیکن بحث اس میں ہو کہ ہماری حالت کے مناسب جہاد کا کون سا پیرہہ ہو۔ میں نے اسی مجمع میں اسی جگہ تیس سال بھی کہا تھا اور مولوی لوگ کچھ پی سے گئے۔ کیوں کہ اپنی نسبت کفر کا کوئی فتویٰ میری نظر سے نہیں گزرا اور اب پھر کہتا ہوں کہ اس زمانہ کا جہاد یہی ہو کہ تعلیم میں جس سے ہو کر تے بن پڑے کرے اور جَاہِدُوا دِیَا مَوَالِہِمْ وَأَنْفُسِہُمْ کا مصداق بن کر مومن اور صادق کے دوہرے دوہرے خطاب شاہنشاہ دو جہاں کی سرکار سے لے۔

ذَیْ ذَٰلِکَ فَلَیْتَنَا فِی الْمُنْتَافِیْنِ لَیْکِنْ کُنْ ہُوَ سِجِّ دِل سے مومن کو خان پر صادق کو بہادر پر ترجیح دے۔ اور خان اور بہادر بھی سرکار انگریزی کا نہیں کہ خیر اس میں دنیوی وقعت تو ہو بلکہ ایک پٹی ٹیسٹو پیری سٹیٹ کا جس کے خزانے میں اِن اِنٹِی ٹیسٹو پیری کے سوا کچھ بھی نہیں دَاخِر دَعْوٰی اَنْ اَحْمَدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

گیارہواں لکچر

جوانمں حمایت اسلام لاہور کے ساتویں سالانہ جلسے پر ۱۸۹۲ء میں مقام لاہور دیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جن لوگوں نے منطق کے ابتدائی رسالے دیکھے ہوں گے شکل اول کی یہ عموماً بلکہ ضروری و قیاسی مثال ضرور اُن کی نظر سے گزری ہوگی اَلْعَالَمُ مُتَبَدِّلٌ وَ کُلُّ مَخْبَرٍ جَاہِدٌ فَالْعَالَمُ حَادِثٌ

۱۵ رشک کرنے والوں کو چاہئے کہ اس میں رشک کریں ۱۶ شہ چھوٹی چھوٹی خراج گزار ریاستیں ۱۷ شہ خالی خطاب ۱۲۔

دعالم متغیر ہو اور ہر متغیر حادث ہو پس عالم بھی حادث ہو منطقی تو اس میں اس اعتبار سے نظر کرتے ہیں کہ شکل اول کے انتاج کے لیے اسباب صغریٰ اور کلیت کبریٰ شرطی۔ مجھ کو اس سے کچھ بحث نہیں ہے

کیا جانیں ہم زمانے کو حادث ہی یا قدیم | کچھ ہو بلا سے اپنی کہ میں فانیوں میں ہم

میں تو صرف عالم کے تغیرات پر کچھ کنا چاہتا ہوں اور تغیرات میں بھی صرف وہ تغیرات جو علمداری کے بدلنے کی وجہ سے برٹش انڈیا میں واقع ہوئے ہیں کچھلی علمداریوں کو عموماً نظر حقارت سے دیکھنا پائے درجہ کی بے انصافی اور ہٹ دھرمی ہو۔ ان میں ایسے زمانے بھی ہو گزرے ہیں جن کے حالات ہنوز صفحات تاریخ پر آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہیں اور آخر اللہ ہر ترک آبِ زر سے لکھنے کے لائق نہیں گئے کچھلی علمداریوں کی نسبت رائے قائم کرنے میں ایک عام غلطی یہ ہوتی ہے کہ اُس زمانے کے حالات کو موجودہ زمانے سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی طرح کی غلطی کا پردہ اُن لوگوں کی آنکھوں پر بھی پڑا ہے جو اسلام کو اُس عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے جسک وہ انصافاً مستحق ہو مثلاً کہتے ہیں اسلام کیا جس نے ایک مرد کو ایک دم سے چار بیبیوں کی اجازت دی۔ اسلام کیا جس نے غلامی کو جائز رکھا۔ یا مثلاً کہ مسیحی (عیسائیت) کی اسلام نے اعانت کی۔ رعایت کی۔ حمایت کی۔ اب اسی کہ مسیحی کے معتقد اسلام کو کہ مسیحی کا جانی دشمن ٹھہراتے ہیں شک اسلام نے ایک مرد کو چار بیبیان کرنے کی اجازت دی لیکن کیسے وقت میں جب کہ عرب اس تعلق زنا شوقی بالکل وحشانیہ حالت میں تھا کہ مرد کے لیے بیبیوں کی کوئی حد نہ تھی اسے زیادہ دانش مند ہی ایسے امور میں کیا ہو سکتی تھی کہ اسلام نے اس مطلق الغنائی کو پہلے چار کا اور پھر حدل کی قید لگا کر آخر کار ایک پابند کیا۔ یا تحریرِ رقبہ کو مذہبی عبادت قرار دے کر اِذَا مَا بُعْدُ وَاِذَا فَا دِ اء۔

(اس کے بعد احسان رکھ کر مائے وان لے کر چھوڑ دو) غلاموں کو آزادی کا مردہ سُنا یا۔ یا ایک طرف عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا بناتے تھے اور اُن کے مقابلے میں یہود بے ہودان کی الوہیت اور رسالت کو کجا۔ جائز طور پر اُن کی ولادت کے بھی قائل نہ تھے۔ اسلام نے ان کے روح اللہ بننے کی شادی کی اور اُن کے حق میں وہ شرف تسلیم کیا جو نہ تھا سے ترقی بشر ہو یعنی نبی مری۔ مگر اور بعضوں نے

۱۷ یہ اصطلاحات منطق ہیں ۱۲ اسے سلطنت ہندوستان ۱۲ اسے صدیقی ۱۲۔

مسٹر شاہ دین کے حصے کا ہوا اور چون کہ وہ بیرسٹر بھی ہیں میں ڈرتا ہوں کہ کس نے مجھ پر ہر انداز کے جابرانہ نہ لگا بیٹھیں تو میں اپنے اصلی مطلب تیزات عالم کی طرف عود کرتا ہوں۔

مقتضائے انصاف یہ ہے کہ ہندوستان کے اُن وقتوں کو دوسرے ملکوں کی اُن ہی وقتوں کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے۔ اگر سوائس اور شٹلر ٹیل مقابلہ کیا جائے گا تو ہمارے یہاں کی مچلی مٹداریاں کچھ ایسی زیادہ بھونڈی اور قابلِ نفرت نہیں دکھائی دیں گی۔

تیزات پر نظر کرنے کے لیے ہم کو پچھلی عہداریوں کے حالات کی تحقیق کرنے کی بھی پسند ضرورت نہیں۔ اسی عیسوی اسیسویں صدی کے نصف اخیر پر غور کرو۔ باوجودیکہ عہداری نہیں بدلی اس کو چاہو عہداری کا بدلنا آجہ کو کہ پہلے کپنی کا انتظام تھا۔ اب شاہی انتظام ہے، ہمارے دیکھتے دیکھتے اس کثرت سے تیزات واقع ہوئے ہیں کہ ان تیزات کی نظیر تو کہاں ملتی تھی۔ نری کثرت تیزات کی نظیر بھی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ سب سے اول شکستہ میں مجھے پنجاب آنے کا اتفاق ہوا اس تقریب سے کہ مسٹر رچرڈ ٹیل جو آخر کار سر رچرڈ ٹیل اور بھی کے گورنر ہو گئے تھے۔ اُن دنوں ضلع گجرات شاہ دولہ کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ ہندوستان کے بعض اضلاع آکرہ۔ ستھو، غیرم میں سر مشہد علی علی بی ہو چکا تھا مسٹر ٹیل نے اُسی کی مختصر نقل اپنے ضلع میں کرنی چاہی اور یوں تعلیم سے آفتاب کی پہلی کرن پنجاب میں ضلع گجرات پر پگی نہیں معلوم گجرات کے لوگوں نے اس تقدم کا کچھ پاس کیا اور تعلیم کے اعتبار سے وہ ضلع پنجاب کے دوسرے اضلاع سے پیش پیش ہو یا نہیں۔ میں خیال کرتا ہوں۔ ہمیں ہو گا۔ کیوں کہ سبٹ آف گورنمنٹ (صدر مقام) نہیں ہو۔ مسٹر ٹیل نے وہلی کالج سے جس کا اُن دنوں تعلیم کی دنیا میں ڈنکان بج رہا تھا چھ مولوی طلب کیے۔ بلا کے تو تھے چھ مولوی۔ آئے پانچ مولوی اور ایک کچھ آئے یعنی میں۔ جب اُس حالت میں کہ میں تانہ ولایت تھا ابھی کالج سے اٹھا ہوا چلا آتا تھا اور پوچھ پڑھا تھا۔ سب مستحق تھا۔ میں کچھ ملا تھا تو اب سوائے حروف شناس کے میں اپنے تئیں کیا خیال کر سکتا ہوں۔

لِکَلَا یَعْلَمُ بَعْدَ عِلْمِ شَدِیدَا دہانے ہو جھنے کے بعد کچھ بھی نہ جانے میں اُس وقت کا لکھا پڑھا ہے شک

بہت کچھ بھول گیا ہوں مگر پنجاب کے سفر کو نہیں بھولا اور وہ بھولنے کی چیز بھی نہ تھی عہد داری کو بدلے ہوئے کچھ ایسی زیادہ مدت نہیں ہوئی تھی۔ بھری برسات تھی ندی نالے اور نالے دریا ہو رہے تھے۔ اور دریا سمندر ٹرنک روڈ (شاہ راہ) جاری تھی مگر چوں کہ پل نہیں بنے پائے تھے گویا کہ بند تھی اور ان سب پر مزید اپنی نا تجربہ کاری ناداری اور بے سامانی غرض وہ جو کتابوں میں سفر کی مذمتیں پڑھی تھیں ان کی تصدیق ہو گئی اور تین بیس دن میں مشکل دلی سے گجرات چھوٹا۔ یہی نہیں کہ مجھ کو اُس سفر کی صرف صعوبتیں یاد ہیں۔ نہیں۔ چوں کہ منزل بمنزل کا سفر تھا میں نے آتے جاتے راہ کے سارے شہروں کو بھی دیکھا تھا۔ اور سب کی نہیں تو اکثر کی وہ اگلی حالتیں میری نظریں ہیں۔ ان میں سے ایک ہتھارالا ہو رہی ہے۔ ہر چند وہ دیکھنا اجمالی دیکھنا تھا۔ مگر پارلیمنٹ کے ان ممبروں کے مقابلے میں تو میں اُس کو تفصیلی ہی سمجھتا ہوں جن کو کسی مرض کی شکایت کی وجہ سے ڈاکٹر نے موسم سرما کے چند ہفتوں کے لئے سفر بھری کی راہ دی اور وہ ہندوستان کو دھڑلے سے چند ہفتوں میں آئے بھی اور گئے بھی اور ولایت چھو بچ کر لگے ہندوستان کے پیچیدہ معاملات میں راہ زنی کرنے جیسے بڑے بوجھ بوجھ کر ۱۹۵۷ء کا دیکھا دیکھا میں نے لاہور کو اب یہ چوتھا برس ہو سیریل احمد خاں صاحب کے ایجوکیشنل کانفرنس کی تقریب سے دیکھا یوں اگر کوئی مجھ کو لاہور کے سوا میں لاعلمی کی حالت میں چھوڑ دیتا تو میں ہرگز نہ پہچانتا کہ دنیا میں کہاں ہوں کیا صرف لاہور میں اور لاہور کے بھی صرف مکانات میں یہ عظیم واقعہ ہوا ہے۔ نہیں بلکہ انگریزی گورنمنٹ کے حسن انتظام سے کل ہندوستان کی ہر بات میں حیثیت بدلی ہوئی ہے۔ میں انگریزی عہداری میں ہندوستان کو ایسا خیال کرتا ہوں جیسے ایک بچہ جو ایک ہندوستانی بھوپتر دایہ کی گود میں نہیں جیسے بچے کو روٹا دیکھ کر بے تمیزی کے ساتھ دو دھڑلا دینے کے سوا اسے بچے کے ضائع کر دینے کے بہت اور اُس کے پالنے کا کوئی قاعدہ معلوم نہیں بلکہ وہ ایک ٹیرک اور ہوشیار بھوپتر ہنرمند دایہ کی کنارہ عاطفت میں سبز و گزٹ کے ایڈیٹر منشی سراج الدین کے رسالہ تعلیم کے اصول کے مطابق پرورش پاتا ہے۔ اور اُن اُن اُن کے جملہ اعضاء اور قومی اپنی اپنی جگہ متناسب ترقی کر رہے ہیں ہندوستان کج حالات ماضیہ اور موجودہ پر تفصیلی نظر ڈالی جائے اور ہر چیز بدلی ہوئی نظر آتی ہے اور مسلمان

کہ یہ اگر بدلے بھی تو اسی قدر کہ بد سے بدتر ہو گئے یہ مسلمانوں کی موجودہ حالت اگر ان کی سابقہ حالت کے مقابلے میں ردی ہوتی تو کہتے کہ زوالِ سلطنت کی وجہ سے اور اس کی شکایت کی کوئی وجہ نہ تھی لیکن جس رعایت کی شکایت ہو وہ یہ ہو کہ جیسی رعایا یہ ویسی رعایا دوسری قومیں جو حقوق ان کے - وہی دوسروں کے - پھر کیا وجہ ہو کہ یہ ان کے مقابلے میں پیٹھے ہیں تول میں عزت میں - تقربِ حکام میں - غرض ہر طرح کی دنیاوی رفاه و خوش حالی میں -

مجھ کو اپنے غفلتِ شباب کی بات اب تک یاد ہو کہ از بسکہ عموماً اُس وقت تک مسلمان ہی صدر الصدور ہوتے تھے ہماری طرف تو صدر الصدور کہتے ہیں پنجاب میں نہیں جانتا انہیں کیا کہتے ہیں شیخِ خدائیش صاحبِ جلسہ کی طرف اشارہ کر کے آپ کا کیا امدہ ہو؟ سب حج - تو مال صدر الصدور ایسے تھے جیسے تمہارے ہاں سب حج مگر کچھ کو تو کچھ صدر الصدور رہی کاغذ پسند ہو - کیوں کہ لہجے اور سننے میں بھلا معلوم ہوتا ہو اور سب حج ہو بھی نہیں سکتے غرض میں اُس زمانے میں ایسا خیال کرتا تھا کہ صدر الصدوری کے لیے مسلمان ہونا شرط ہے میں نے اول ادل منشی کا بھی سماے کا صدر الصدور ہونا تھا تو تعجب کیا کہ ہندو اور صدر الصدور - میں کیا جانتا تھا کہ ایک دن ایسا بھی مجھ کو دیکھنا ہو کہ جیسے ہندو کے صدر الصدور ہونے پر تعجب کر رہا ہوں ویسا ہی مسلمان کے صدر الصدور ہونے پر تعجب کروں گا - میں جانتا ہوں کہ وہ دن آگیا اور نہیں آیا تو اور دس بیس برس بعد سی -

یوں تو رعیت اور غلام دونوں میں ایک صفت مشترکہ ضرور ہے یعنی پرائی تابعداری مگر رعیت رعیت میں فرق ہے انگریزی رعایا ہونے کو آداسی کا مترادف سمجھتا ہوں لیکن فرض کرو رعیت ہونا مشقت کی بات ہے - تو یہ جو مسلمانوں کی گردن پر اب کہا بیش سو سو اسو برس سے رکھا گیا ہے جب کہ یہی اور اس سے بھی زیادہ بھاری جو اکھینے کھینچتے دوسری اقوام مسلمان کی شیتن کی پشتیں فنا ہو گئیں تو اس رو سے کس کو زیادہ خستہ حال اور مفلحال ہونا چاہیے اس کا جواب ہو دوسری قوموں کو مگر قطعاً منہکس ہو - انگریزی عملداری میں مسلمانوں سے زیادہ کوئی خستہ حال قوم نہیں -

جب قوم کا نام آیا تو قوم عبارت ہو چھ کر وڑ مسلمانوں سے جو پشٹون اڈیا میں بود و باش رکھتے ہیں۔
 بے شک ہم میں بھی کوئی کوئی بڑے بڑے مالدار ہیں۔ کوئی کوئی بڑی سے بڑی خدمت رکھتے ہیں۔ کوئی
 کوئی صاحب خطاب ہیں لیکن قوم میں یہ کوئی کوئی نہیں کھنٹے؟ فی صدی بتاؤ تو آسانی سے سب کی
 سمجھ میں آئے۔ سو میں ایک نہیں۔ آدھا نہیں۔ تہائی نہیں۔ چوتھائی نہیں۔ ایک پانچواں نہیں۔ غرض غم
 اسی طرح ایک چھوٹی سے چھوٹی کسر بولتے جاؤ اور میں برابر نہیں کرتا رہوں۔ یہاں تک کہ تکمیل و اعشاریات
 پر اتر پڑو اور میں ان میں بھی ایک بڑا لیا کنکھرا چلتا ہوا دیکھ کر کہوں کہ شاید۔

قوم کا پھیلاؤ اور غم و مستہ حالی دیکھ کر کبھی جی چاہنے لگتا ہے کہ یہ کہاں کے معدودے چند
 مستثنیات کیلئے کے بنائے میں خلل انداز ہو رہے ہیں یہ بھی نہ رہیں تو اچھا۔ تاکہ کھ سکیں کہ مسلمان
 سب کچھ تھے اور اب کچھ نہیں۔ تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ تو ہم ہی کو کو سنے لگ گیا میں پانی پی پی کر
 نہیں کوستا کہ تھیں ڈر ہو بلکہ گرم چاہے پی پی کر کچھ اور صاحب (گلا تر کرنے کے لئے ہار بار چلے پیتے جلتے تھے)
 مسلمانوں کی سلطنت جا کر اگر کوئی ظالم اور وحشی گورنمنٹ ان پر مسلط ہوتی اور ان کے مٹانے
 کے درپور ہوتی اور مسلمان اس نوبت کو چھو بیچ گئے ہوتے تو ہم سمجھتے کہ خدا ہی کو ان کا نیست و نابود کرنا
 منظور ہوا اور اس صورت میں نہ کوئی کسی کو سمجھاتا اور نہ کوئی کسی کو لانا دیتا۔ مگر بڑا جھینڈنا تو اسی کا ہو کہ
 انگریزی گورنمنٹ اس قدر مہربان اور اپنی رعایا کی اس قدر پرداخت اُس کو منظور کہ نہ صرف روئے
 زمین کی موجودہ گورنمنٹوں میں بلکہ تاریخوں میں اس کی نظیر نہیں اور اس پر مسلمان تباہ اور خستہ حال
 انگریزی عہداری میں مسلمانوں کی اسی مثال ہو کہ ایک دریائے متواج پڑا رہا ہو اور مردم و مرغ
 و مور سب اپنے اپنے حوصلے کے موافق اُس سے سیراب ہوتے چلے جاتے ہیں اور مسلمان ہیں کہ ہوسم
 تالستان میں دریا کی ریتی پر پیاسے پڑے تڑپ رہے ہیں۔

تہی دستان قسمت را چہ سودا ز ہر کامل | کہ خضر از آب جیواں تشنہ می آرد سکن در را

غرض یہ ایک واقعہ ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ مسلمان انگریزی عہداری کی برکتوں سے

۱۵ حکومت انگریزی ۱۲ ۱۵ گرمی ۱۲

گل سے نہیں تو اکثر سے محروم ہیں۔ اور چوں کہ دنیا عالم اسباب ہے۔ اس حرمان کا کچھ نہ کچھ سبب ہونا چاہیے۔ وہ سبب انگریزی عہداری کے اصول تو نہیں ہو سکتے۔ کیوں کہ اصول عہداری عام ہیں سب پر یکساں مؤثر۔ اور اسباب عام ہوتے ہیں۔ تو ان کے نتائج بھی عام ہوتے ہیں۔ لہذا کس اور چوں کہ نتائج عام نہیں ہیں تو معلوم ہوا کہ عہداری ان کا سبب نہیں، پس ہونہ ہو۔ ہم آپ ہی اپنی تباہی کے موجب ہیں۔

عام ہیں اُس کے تو الطاف شہیدی سب پر | تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا تو کیا سلطنت کے رائل ہونے سے مسلمانوں کی عقل بھی رائل ہو گئی۔ کہ اپنی پاؤں میں لگے آپ کلہاڑی مارنے میں اس کا جواب دوں گا۔ ہاں بے شک۔ ضرور۔ کیوں کہ دوسرا جواب بن نہیں پڑتا۔ ہر چند یہ جواب سن کر لوگ بھی کوٹھڑی اور پاگل بنائیں گے اور کہیں گے کہ منکرِ بداعت عقل ہے۔ مگر میں اپنی اس جگہ سے ٹپنے والا نہیں جب تک مسلمانوں پر ان ہی کی بد عقلی ثابت نہ کر دوں عقل جس کو میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں سے سلب ہو گئی۔ اس سے مراد بد عقلی معاش عقل سلحت اندیش عقل مزاج شناس زمانہ عقل سلیم میں نے ابھی تھوڑی دیر ہوئی۔ ان تغیرات کا مہل تذکرہ کیا جو انگریزی عہداری کی وجہ سے ہندوستان میں واقع ہوئے ہیں اور واقع ہوتے چلے جاتے ہیں اور واقع ہوتے چلے جائیں گے۔ پس مسلمانوں کی تمام بد عقلی محصور ہے اس ایک بات میں کہ انھوں نے اپنے تئیں زمانے کے ساتھ نہیں بدلا اور بدلتا چاہتے بھی نہیں۔ پس ان کو درپردہ ضد ہی اور مخالفت عہداری سے۔ زمانے سے۔ یا سیدھی طرح یہی کیوں نہ کہا جائے خدا سے۔ اور اس یہودہ ضد اور مخالفت کا نتیجہ ضروری نتیجہ اب تک جو ہوا دیکھا اور جو آئندہ ہونے والا ہے۔ اور ضرور ہونے والا ہے جو جیتا ہے گا دیکھے گا اور ضرور دیکھے گا۔

دنیا جو دارالاسباب ہے اس کے یہی معنی نہیں ہیں کہ ہر ایک واقعے کا ایک سبب ہوتا ہے۔ بلکہ وہ سبب پھر بجائے خود ایک واقعہ سمجھا جاتا ہے۔ اور کوئی اور واقعہ اس کا سبب ہوتا ہے۔ اسی طرح لے اور یہ نہیں تو وہ بھی نہیں ۱۲۔

دنیا میں اسباب کا ایک سلسلہ قائم ہو آلف کا سبب ہے اور بے کا سبب جیم۔ جیم کا وال دھکٹہ
 بحر (یعنی علیٰ ہذا القیاس) مسلمانوں کی خستہ حالی کا سبب ہو زمانے کے ساتھ ساتھ ان کا نہ بدلنا۔
 اب دیکھنا چاہیے کہ نہ بدلتے کا سبب کیا ہے؟ واقع میں تو نہ بدلتے کا سبب ہو کوتاہ اندیشی مگر عذر
 بہتر از گناہ کے طور پر چھپا رکھا جاتا ہو مذہب پر مبھتانک ہذا اجتہاد عظیمہ سبحان اللہ یہ تو
 بڑے ہی مبھتان کی بات ہے۔

میرے نزدیک مذہب اسلام کی حقانیت کی سب سے بڑی سب سے عمدہ۔ سب سے
 قوی دلیل یہی ہے کہ وہ کسی دنیاوی ترقی۔ دنیاوی بہبود۔ دنیاوی فلاح کا مانع ہوتا کیسا جارج
 اور مزاحم تھی نہیں۔ یہاں تک کہ سلطنت کا جو اعلیٰ درجے کی دنیا ہے۔ کیا قرون اولیٰ کے مسلمان
 جن میں خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب بھی تھے رَضَوْنَ اللہ تَعَالٰی عَلَیْکُمْ
 اَجْمَعِیْن اور جو دین کے اعتبار سے ہم عارِ اسلام ع
 بدنام کسندہ نکو ناسے پسند

مسلمانوں سے ہزاروں لاکھوں کروڑوں درجے بہتر تھے۔ وہ دین کو ہم سے بہتر سمجھتے تھے۔ اور ہم
 سے بہتر اس پر عمل کرتے تھے کیا ان بزرگوں نے دنیا کی سلطنت کے لئے رمتیں نہیں اٹھائیں
 چائیں نہیں دیں۔ جہاد فی سبیل اللہ کو صوم و صلوة پر مقدم نہیں رکھا۔ تم کہو گے کہ ان کو سلطنت
 دنیا مقصود بالذات نہیں تھی۔ بالکل غلط۔ سوائے تمھارے کوئی اس کو تسلیم نہیں کرے گا اور
 تمھاری بھی زبان تسلیم کرے گی نہ دل۔ ہاں یوں کہو تو ایک بات ہے کہ ان کو سلطنت سے شغلی۔
 تن آسانی اور مردم آزاری۔ وَاُمَثَلُ الْاِمَاِیَہِ بَاتِیْنِ مَنْظُورَہِ تھیں تو تم سے کون منکر کہتا ہو کہ دنیا کو ان
 رذیلوں کے لئے حاصل کرو۔ ع

خود راز علمائے نیکو ہیدہ بری دار

دین ہو کیا چیز۔ شارع علیہ السلام نے جو قاعدے ٹھہرا دیئے ہیں ان کے مطابق دنیا کو برتا
 اسی کا نام دین ہو کیوں ہی نہیں۔ اگر دین کوئی اور چیز ہو تو ابراہیمؑ غفل لول اٹھو کہ اس بڑھاپے

[illegible]

خَوْنِهِمْ اَمْتًا دَمِمْ سے جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے اللہ نے ان کے ساتھ وعدہ کر لیا ہے کہ ان کو رستے زمین کا خلیفہ یعنی حاکم بنائے گا جیسے اگلے لوگوں کو بنایا اور جو دین ان کے لیے پسند کر لیا ہے۔ اُس پر ان کو ثابت قدم رکھے گا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا، تو را خیال رکھنا کہ میں کس مطلب پر گفتگو کر رہا ہوں۔ میں دکھانا چاہتا ہوں وہ رابطہ اتحاد جو دین و دنیا میں ہے اگر اس شواہد قرآن سے پیش کر لے میٹھوں تو ایک مجلس کیا شاید کئی دن میں بھی تمام نہ ہوں مگر خیر ایک چھوٹی سی آیت تو اور بھی لو فرماتے ہیں قُلْ مَنْ حَرَّمَ ذَنْبَهُمْ فَلْيَرْتَدَّ اِلَيْهِ الَّذِي اَخْرَجَ لِعِبَادِهِ دَارَ الطُّبَيَّاتِ مِنَ الدُّنْيَا (امیو بیہر ان لوگوں سے کہہ دو کہ زینت کی چیزیں جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں۔ اور روزی کی پاک چیزوں کو کس نے حرام کیا) اس سے بڑھ کر اور کیا صراحت چاہتے ہو کہ خدا خود اس خیال کے لوگوں پر مقرر ہے جو دنیا و دین میں مہمانت قائم کرتے ہیں۔ میں نے اس مسئلے پر کچھ زیادہ گفتگو کی اور ابھی اُدھر کروں گا۔ اس واسطے کہ میرے پندار میں اسی غلطی سے مسلمانوں کو اس روز بد تک پہنچایا جا رہا ہے۔ دہلی میں مولوی ندیر حسین صاحب دور دوریاں تاک کہ عرب و فارس اور روم تک مشہور ہیں۔ اور ہندوستان میں چاروں طرف ان کے شاگرد پھیلے ہوئے ہیں۔ ایک مولوی صاحب کو امام ہو کر جاؤ مولوی ندیر حسین کے پاس اور ان میں ترقی کی روح بھونک دو۔ وہ آئے اور لگے مولوی صاحب کے مدرسے میں ان کے زور و زود غلط کرنے مولوی ندیر حسین صاحب رشتے میں میرے مکرم ہیں۔ الہامی مولوی صاحب نے بارگاہ مجھے بھی بلایا انھوں نے بہت کچھ کہا اور آخر کار مجھ سے کہنے لگے کہ آپ بھی کچھ کہیں۔ میں چُپ۔ جب بہت اصرار کیا تو میں تے کہا آپ یہاں کیا تعلیم کرنے آئے ہیں یہاں کی تفتیس تو یہ ہو کہ مسلمان نصف سابق تک پا جا رہے ہیں پتے پتے اُس کو گھٹنا بناتے جاتے ہیں اور زیادہ ترقی کریں گے تو لنگوٹی باندھے ہوں گے خیر یہ تو ایک بات تھی۔ پھر مطلب کی طرف چلو کہ جب عالم یعنی دنیا و مافیہا سب معرض تفسیر میں ہیں تو دین بھی دنیا و مافیہا سے خارج نہیں۔ کیوں کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ دنیا کے خاص طرح کے برتاؤ کا نام دین ہے۔ جیسے جیسے دنیا بدلتی جاسے گی ویسے دین کے احکام بھی بدلتے جائیں گے۔ یہ سن کر آپ صاحب حیران ہوئے کہ یہ کیا کیا ہو؟ دین بھی کوئی بدلنے

کی چیز ہی خدا کو اس سچے ابدی انلی خدا کو جو دین تمام روئے زمین پر رُائی یَوْمَ الْقِيَامَةِ جاری رکھنا منظور تھا اور جو اس کے علم میں انسان کی اصلاح معاش اور فلاح معاد کے لیے کافی تھا اپنے سچے پیغمبر محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے اپنی سچی کتاب قرآن مجید میں لکھوا کر لوگوں کے حوالے کر دیا کہ اس پر عمل کیے جاؤ لیکن ذرا صبر و سکون کے ساتھ میری بھی سنو کہ دین کی تبدیلی سے میں کیا مراد رکھتا ہوں پھر جو تمھاری سچ میں آئے۔ میری نسبت کہنا۔

کیا اس کو تبدیل نہیں کہیں گے کہ ایک شخص بیمار ہو گیا اور اس کو پانی کا استعمال ضرر کرتا ہو۔ وہ غسل اور وضو کے عوض لگا تیمم کرنے۔ کیا اس کو تبدیل نہیں کہیں گے کہ ایک شخص سفر کو نکلا انہما فرض بھی رکھ گئی اور روزہ ندارد۔ کیا اس کو تبدیل نہیں کہیں گے کہ ایک شخص مفلس تھا تو انگریز ہو گیا صاحبِ نصاب اور اس کو زکوٰۃ کا دینا لازم آیا۔ پھر مفلس ہو گیا زکوٰۃ ساقط۔ اب مجھ کو یہ بتاؤ کہ بیماری اور سفر مفلسی اور تو انگری کے چھوٹے چھوٹے تغیرات کی وجہ سے احکام دین بدلتے رہتے ہیں تو اتنے بڑے تغیر عظیم یعنی عملداری کی وجہ سے دین کا کون سا حکم بدلایا دوسرے لفظوں میں سہی اتنے بڑے تغیر عظیم عملداری کی وجہ سے مسلمانوں کے برتاؤ میں کیا فرق آیا۔

ہم لوگ پہلے سے ہندوؤں میں رہتے تھے۔ مگر ان پر حکم دیا تھا۔ اب بھی ہندوؤں میں رہتے ہیں اور برابر کی رعایا ہیں۔ ہندوؤں کے علاوہ کہ ان کا ہمارا مدتوں سے چولی دامن کا ساتھ ہو۔ ایک اور گروہ عملداری کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہو۔ وہ عیسائیوں کا با اقتدار گروہ ہو جس کا شمار یونانیو مابڑھتا جاتا ہو۔ اور بڑھتا جائے گا۔ اور یہ بڑھنا ضروری نتیجہ ان کی ہم مذہبی کا ہی ساتھ حکام وقت کے۔ آؤ تھوڑی دیر کے لیے اس بات کو بھی دیکھیں کہ یہ اسلام جس پر ہم کو فخر و فائز ہو اور واقع میں فخر و فائز کی چیز ہو بھی۔ اگرچہ افسوس ہو کہ وہ ہم جیسے نااہلوں کے پائے پڑ کر ان لوگوں کی نظریں جو اسلام کی حقیقت سے آگاہ نہیں حقیر دکھائی دیتا ہو۔ اس بارے میں ہمیں کیا سکھاتا ہو۔ اور جس شخص کی جوتوں کے صفحے ہم کو یہ فخر حاصل ہوا ہو۔ یعنی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا تئیرات زمانے کے ساتھ

کیا بڑا کوتاہ۔

جس نے پیغمبر صاحب کی زندگی کے ناپائیدار حالات پڑھے ہیں وہ اس کو بخوبی سمجھ سکتا ہو کہ آپ کی عمر کے تین حصے تھے جو ایک دوسرے سے ساف جدا اور متزلزل معلوم ہوتے ہیں وہ دو تہائی عمر تک سوج اور فکر سے اپنے تئیں اس بڑے مشکل بڑے غریب طلب بڑے تنہا باشندہ کا مہ عالم کی رفتارم کے لئے تیار کرتے رہے جس کے انجام دینے کے لئے خدا نے ان کو منتخب کیا تھا۔

حکمت غرض مت اللطف جہاں فریں | ان میں کند بندہ صہ صہ صہ عام را |

عمر کے ثلاث اخیر یعنی زمانہ نبوت سے دو ٹکڑے ہیں۔ ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد۔ ان دو ٹکڑوں کے حالات کو مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو ایسے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ گویا دو مختلف اشخاص کی دو مختلف زندگیاں ہیں۔ ہجرت سے پہلے کہا جائے تو اس سے ہفتے عشرے مہینے بلکہ برس دو برس بھی مراد نہیں۔ اکٹھے یہ برس باقاعدہ عمل میں امتداد مدت اور ان جسمانی و روحانی تکلیفات مالا یطاق پر نظر کی جائے جو آپ اعلیٰ رتبے کے صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کرتے رہے تو اندر سے خود بخود دل کو ابی مین لگتا ہو کہ کوئی ایسا ہی زبردست خیال تھا جو ان مشقتوں میں آپ کی ہمت بندھات رہے۔ وہ یہ نہیں تھا؟ اس بات کا اذعان کہ میں سچا پیغمبر ہوں اور مجھ پر خدا کی طرف سے وحی آتی ہے اور جو وعدہ مجھ سے کیا جاتا ہو وہ یقیناً تمہارا جزا پورا ہوگا پر ہوا کہ ان شاء اللہ صمدی کی طرف اشارہ ہو۔ حقیقت میں اگر خدا کی طرف سے شرح صدر ہو تو تنگ دلی کے ساتھ دلی الزام کیا ہو۔ جس سے کسی سختی نہیں اٹھا سکتا۔

پیغمبر صاحب خدا کا مستند عوام الناس میں سے ہیں۔ یہ سب سے آدمی تو تھے نہیں۔ وہ اس خاندان کے آدمی تھے جو خرافات اور تعزیرات اعتبار سے تمام عرب پر فضیلت رکھتا تھا۔ ان کی تعلیم و توحید و الہیان ملک یا روستا کے آدمی کی تعلیم و توحید و توحید تھی جو اکثر صورتوں میں ظہری اور جبری ہوتی ہے۔ بلکہ مذہبی پر ایسے جو اس وقت کے آدمیوں سے ہیں کے نمونے۔ ایک قوم

لے جس کی برداشت نہ ہوئے، اس لئے کہ یہ سب سے پہلے خدا کے نبی تھے۔ ان کے لئے یہ سب سے پہلے نہیں کھول دیا۔

میں اب بھی پائے جاتے ہیں۔ دولت حسب نسب حکومت وغیرہ بہت سے ذریعے عزت کے ہیں مگر کوئی عزت اُس عزت کو نہیں پاتی جو انسان مذہب کے ذریعے سے پیدا کر سکتا ہو۔ بے شک مذہبی عزت سب عزتوں سے بڑھ کر ہو۔ اور اس کا سبب یہ ہو کہ لوگ اس کی تنظیم کو ایک طرح کی عبادت سمجھتے ہیں اور اس کی عزت کی آڑ میں خدا کی عزت کرتے ہیں۔ یہ بات دوسری ہو کہ پیغمبر صاحب کی بعثت کے زمانہ میں عرب کے لوگ شرک اور بت پرستی کے بُرے عقائد رکھتے تھے۔ مگر ابراہیم علیہ السلام کے نائے ہوئے خانہ خدا کے آگے سارے بلا اختلاف سر جھکا تا تھا۔ حج ارکان معلومہ کے ساتھ بے شک اسلام سے شروع ہوا مگر اسلام سے پہلے بھی لوگ ہر برس خانہ کعبہ کی زیارت کو عبادت کے طور پر آتے۔ بڑا بھاری ازدحام رہتا اور عرب کے میلوں میں وہی موسم حج کا میلہ اُفل فہر تھا۔ اور ان لوگ کہ خانہ کعبہ کی کل خدمت قریش سے متعلق تھیں۔ لوگ یہاں تک اُن کا ادب ملحوظ رکھتے۔ کہ ذی الحج محرم۔ یقصر۔ اور رجب۔ امن عام کے چار مہینے چھوڑ کر باقی آٹھ مہینوں میں کسی کی مجال نہ تھی کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ کو جان مال سلامت لے جائے۔ مگر قریش سے کوئی شخص کسی وقت مترس نہیں ہوتا تھا۔ ان میں کا کوئی شخص کہیں جانگالتا تو لوگ سعادت سمجھ کر اُس کی مہمان داری کرتے۔ اور قریش سے اہل عرب کے وبنہ کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ اُن کا عبدان کے قبضے میں تھا جہاں ان کو جانا ضرور تھا۔ اور موسم حج میں تمام عرب گویا قریش کا مستان اور مہمان ہوتا تھا۔ غرض پیغمبر صاحب اُس قوم کے ایک فرد تھے۔ جس کا ادب مذہبی تمام عرب میں مسلم تھا۔ اور قریش میں بھی بنی ہاشم اور بنی ہاشم میں بھی عبد المطلب اور بنی عبد المطلب میں سے خود اُن حضرات کہ اپنی چلبی راستی اور نیکو کاری کی وجہ سے عشق و ان شباب میں محمد امین پکارے جاتے تھے۔ ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات۔ اس وقت بھی لوگ اپنے جھگڑے آپ کے پاس فیصلہ کولائے اور اگر کوئی پیچیدہ معاملہ پیش آتا اور بحث کی ضرورت ہوتی تو لوگ آپ کو آگے کرتے۔ ابتدا ہی سے آپ کی طینت ایسی تھی کہ لوگ آپ کو راست بازی اور نیکی کا نمونہ سمجھتے اور آپ کی دیانت اور امانت پر بھروسہ کر کے آپ کے پاس امانتیں رکھ جاتے ہیں اس کی بھی ایک مثال پیش کرتا ہوں جس سے میرے بیان

ابھی طرح صداقت ظاہر ہوگی۔

ابھی آپ نے نبوت کا اعلان نہیں کیا تھا کہ خانہ کعبہ کو از سر نو بنانے کی ضرورت واقع ہوئی۔
خانہ کعبہ بن تو گیا مگر اس امر میں اختلاف ہوا کہ ایسا کون ہو جو اس مقدس پتھر گناہوں کے مقناطیس
حجر اسود کو دیوار کعبہ میں اپنے ہاتھ سے نصب کرنے کی بزرگی حاصل کئے۔ عرب میں اختلاف کے یہ
معنی نہ تھے جو ہمارے یہاں ہیں ٹو ٹوٹیں میں۔ یا کوئی ایسا ہی بے باک اور آبرو باختہ ہو اٹھا پائی۔
بلکہ عرب میں اختلاف اور اختلاف بھی ایسی فضیلت کے بارے میں کہ کوئی دنیاوی شرف اُس کو نہیں
پاسکتا۔ اس اختلاف کے یہ معنی تھے کہ کشتوں کے پستے لگ جائیں بارے وہ شرف اُسی کو ملا جو اُس کا
اہل تھا اور جس کے ہاتھ سے چند روز بعد دین حق کی بنیاد رکھی جائے کو بھی۔ یعنی لوگوں نے اتفاق
کر کے محمد امین کے ہاتھ سے وہ پتھر اُس کے محل پر نصب کرایا۔

جو شخص تمام عرب میں عزت و آبرو و وقار و ادب و تنظیم و تحریم کا مرکز ہو۔ کیا ایک خدا نے اُس کو اپنا
ایک خاص کام سونپا کہ وہ اُس کی الوہیت کو دنیا میں قائم کرے۔ اس کام کا طیر اٹھا نا بھڑوں کے
چھتے کا چھپر دینا تھا ایک دم سے ساری موزی لپٹ پڑے اور حبان کے لاگو ہو گئے۔ جو مدارات
بینبر کے ساتھ ہوئی اُس کا ایک ادنیٰ نمونہ یہ ہے کہ ان مایکاروں نے بے حرمتی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں
رکھا۔ منہ پر تھوکا گلا گھونٹا۔ گالیاں دیں۔ جس طرح اب کینوں میں حقہ پانی بند کرتے ہیں اسی طرح بارہی
سے نکال دیا۔ حصہ بخرہ۔ لین دین۔ کھا نا پینا۔ بول چال سب موقوف۔ شادی بیاہ رشتہ ناٹھ سب
الگ پھر اسی پر اکتفا نہیں۔ نماز پڑھ رہے ہیں۔ سجدے میں گئے۔ اونٹ کا اوجھ لا کر گردن پر ڈال دیا۔
جس بستے سے سیرے تلکے نماز کو جاتے تھے۔ اس میں کانٹے بچھا دیئے کہ چھبیں۔ خانہ خدا میں آنے کی
سناہی بیٹھنے کی بندی۔ پھر سب فسادات صرف ایک اتنی بات پر کہ لوگوں کو ایک خدا کی طرف بلاتے
تھے وَمَا نَعْمُوا مِنْهُمْ اَلَا اَنْ يُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ الَّذِيْ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ هٰذَا دَانَ مِّنْ
عرب بھی کپڑا تو یہ کہ خدا نے غالب قابل حمد پر ایمان لائے جو آسمان اور زمین کا مالک ہے۔

ایک بار آپ کو بیٹھے بیٹھے ابتدا کے بعثت کی مصیبتوں کا خیال آگیا اور آپ نے غالباً بعض صحابہ

سازگار نہ ہو۔ نہ ہو۔ کیس بھی حقانیت کے بیج کو ڈال دو۔ وہ جیسے کا پر جیسے گا۔ آخر کتے کتے جن دلوں میں قبول حق کی استعداد تھی گرویدہ ہونے لگے۔ کچھ بوڑھے ایک آدمہ نوجوان۔ کچھ عورتیں۔ کچھ غلام۔ کچھ اطفال۔ کچھ مغالطہ۔ اسلام جس طرح پر تدریج پھیلا۔ اُس کا پھیلنا ہی اُس کی صداقت کی بڑی دلیل ہو۔ وہ بالکل طبعی طور پر پھیلا۔ اس کے جھنڈے کے تلے سب سے پہلے وہ لوگ آئے جن کو دین حق کے اختیار کرنے سے ثروت۔ حکومت۔ شہرت۔ نام و نمود۔ اس قسم کے دنیاوی تعلقات مانع نہ تھے۔ اس نے سچی اور مستحکم رفارم کی طرح پیڑ صاحب کے گھر میں نمود پڑا۔ اور اَلْاَحْسَبُ فَاَلَا حَرْبُ کے قاعدے کے مطابق پھیلنے پھیلنے آخر کار مَشَارِقِ الْاَدْنٰی وَمَغَارِبِہَا کو جاد بایا۔

اسلام کی رفارم نیشنل کانگریس کی سی رفارم نہ تھی کہ مقروض کتے پہلے اپنے گھر والوں کو سمجھاؤ نیشنل کانگریس کا کئی برس بڑا شور مچا رہا۔ اور اب بھی ہو مگر مدھم اور دروز بروز اس کو مدھم ہو کر آخر کار سب بند ہونا چاہیے۔ اور وہ بند ہونا نظر آ رہا ہو۔ مسٹر ہیوم کو جو اس کے بانی مبنی ہیں۔ گو برائے نام روک لیا گیا ہو۔ مگر وہ دست برداری کر چکے ہیں۔ پنڈت اجمودھیا نا تھ۔ پیارے مرہی گئے۔ اور یہی دو اس میں کارندے تھے۔ غرض نیشنل کانگریس کے مخالف جہاں اس پر اور بہت اعتراضات وارد کرتے تھے۔ میرے نزدیک سب سے زیادہ لا جواب اعتراض یہ تھا کہ اگر کانگریس والوں کو حقیقت میں سچے دل سے رفارم کی دھن ہو تو پہلے اپنے گھر والوں کی رفارم کریں۔ اس کے بعد گورنمنٹ کو رفارم کی صلاحیں بتائیں۔ فرشن ہیل ڈائی سلفٹ۔ ایوٹیبیل پہلے تو اپنے تئیں تو چھاکرے۔ پھر بیمار کے اچھا کرنے کا قصد کیجیو۔

ہندو اپنے بچوں کو بہت ہی چھوٹی سی عمر میں بیاہ دیتے ہیں۔ جس سے بیوہ عورتوں کا شمار بڑھتا جاتا اور نسلیں کمزور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ بیوہ عورت کو دوسرا بیاہ نہیں دیتے جس سے ان کو ساری عمر مصیبت مند زندگی بسر کرنی پڑتی ہو۔ جبراً بیوہ کا سر جھنڈا کر اُس کو بد صورت بنا دیتے ہیں۔ کیسی ہی ضرورت سے کوئی سفر بھری کرے۔ برادری سے خارج۔ کھانے پینے میں حد سے زیادہ

لے جے غلط ۱۲ قریب تر بھر قریب ۱۲ ملے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو ۱۲۔

چھوٹ مانتے ہیں۔ بت پرستی جو تمام بد اخلاقیوں کی بڑبڑ بڑے اصرار کے ساتھ اس پر چبے ہوئے ہیں۔
غرض کانگرس کے مخالفین نے اس قسم کے اعتراضات کی ایک بڑی لمبی فہرست بنا کر پیش کر دی۔
اور کہا کہ تمہارے گھر میں بیوی بیٹے بھرے کباب۔ پہلے ان کو صاف کرو بیچھے گورمنٹ کی رفاہ کار نامہ لو۔
بے شک اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا تھا۔

سوال محمد لکھنؤ کے اسلام کی رفاہ نمیشنل کانگرس کی سی رفاہ نہیں تھی۔ کہ کسی کو یہ کہنے کا
موقع ملے کہ پہلے اپنے گھر والوں کو سمجھاؤ۔ میں نے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے اسلام کی اس وقت تک
پوری پوری قدر نہیں کی جب تک ایک مولوی اور مولون کو اپنے کانوں رٹے نہیں سن لیا۔ نہیں
معلوم کس بات میاں بی بی میں تکرار ہو پڑی۔ اور گوشت ترکاری کے سوا وہ بات ہی کیا ہوگی۔

مولوی صاحب بی بی سے اس ادب کے خواستگار تھے جس کو وہ از روئے مولویت اپنا حق سمجھتے
تھے۔ مولون بگڑی ہوئی آپے سے باہر رہ رہی تھی۔ موبے تیری مولویت کو لگاؤں جھلسا۔ چلا ہو بھی
سے مولویت جتانے۔ میں تیرے رگ وریشے سے واقف ہوں۔ اب کے وعظ لکھ۔ قنات کے اندر
سے تیرا سا پرہ فاش کروں تو سہی۔ آدمی کتنا ہی سنبالہ کیوں نہ ہو۔ اس کی اصلی حالات گھر والوں
سے مخفی نہیں رہ سکتی اھل البیت اذ ذیٰ الجمالیٰ البیت دگر واسے گھر کے حال سے خوب واقف
ہوتے ہیں، اس پہلو سے دیکھا جائے تو آدمی وہی پڑا سچا ہے جس کو اس کے گھر واسے سچا مانیں۔

پیغمبر صاحبؐ کی اس وقت کی حالت۔ اہل عرب کا طرز تمدن جس میں زمانہ شوئی کے تعلق کی کچھ وقعت
ہی نہ تھی۔ اور پھر مذہبی معاملہ یہ سب باتیں پیش نظر ہوں۔ تو خدیجۃ الکبریٰؓ کا ایمان لانا سب پر
تفوق رکھتا ہے۔ خدیجۃ الکبریٰؓ بڑی مال دار بی بی تھیں۔ اور پیغمبر صاحبؐ کی دنیاوی وجاہت متفرج
تھی ان ہی کے متوال کہ انھوں نے پیغمبر صاحبؐ کو اپنا مستند بنا کر تجارت کے لیے شام کی طرف روانہ
کیا تھا۔ خدیجۃ الکبریٰؓ کا میکا دین دار میکا تھا۔ اور ان کے چچا زاد بھائی درقہ بن نوفل کتبہ محمد
عقبت و جدید یعنی توریت و انجیل کے بڑے عالم تھے۔ خدیجۃ الکبریٰؓ عمر میں پیغمبر صاحبؐ سے چند برس

بڑی بھی تھیں ایسی عورت کا اپنے تئیں پیغمبر صاحب کی زوجیت میں دینا اور ان کے مذہبی خیالات کی
 نگرانی رکھنا اور آخر کار ان کی نبوت کو تسلیم کرنا کیا کم وقعت رکھتا ہو مجھے تعجب ہے کہ مسلمان پیغمبر صاحب
 کی صداقت بتانے کو نصاریٰ کے اقوال سے استشہاد کرتے ہیں۔ کون گین؟ کیسا ڈیون پورٹ ترجمہ
 قرآن سبیل کیا چیز؟ لیکن میں سے کسی ایک کی شہادت بھی حدیث الکبریٰ کی شہادت کے مقابلے میں کچھ
 وزن رکھتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ میں صاحب تصنیف ہوں۔ اگرچہ میں اسے قابل فخر نہیں سمجھتا۔ میری
 کتابوں کے ساتھ سر ولیم مور کی رائے لکھی ہوئی ہو مجھے اُس سے کچھ فخر نہیں۔ اگر کوئی ادنیٰ
 زبان داں مسلمان بھی میری کتابوں کو پسند کرے تو میں اس سے زیادہ خوش ہوتا ہوں۔ کیا اور پول
 کے مسلمانوں کی شہادت بھی حدیث الکبریٰ اور صحابہ کبار کی شہادت کی گزری ہوئی ایسے استشہاد
 تو کچھ مستر شاہ دین بہر سٹریٹ لاہی کو بھاتے ہوں گے۔ میری نظر میں تو ان کی وہ قدر و وقت ہرگز
 نہیں جو حدیث الکبریٰ کی شہادت کی ہے اور جو درحقیقت بڑی قدر و وقت کے قابل ہے۔

غرض اس طور پر بھی رفتار کے مطابق مسلمانوں کا گروہ چکے چکے دو دو چار چار کر کے روز
 بروز زیادہ ہوتا گیا۔ قاعدہ ہے کہ ابتدا میں بڑا جوش ہوتا ہے۔ جس کے حال میں نماز شروع کی ہے۔ وہ
 فرائض سے بڑھ کر نوافل کا اہتمام کرتا ہے جس نے پڑھنے کا نیا شوق کیا ہے۔ دن بھر سبق پڑھتا رہتا
 ہو۔ اسی طرح اُس زمانے میں بھی ایسے جلد باز اور زود فریب زود لاغرمزاج کے لوگ داخل اسلام
 ہوئے تھے کہ خروج کے لیے بے قرار تھے۔ مگر پیغمبر صاحب ان کو روکتے کہ ابھی وقت نہیں آیا۔
 گھر میں بیٹھے بیٹھے چکے چکے اللہ اللہ کیا کرو۔ اتنا ہی بس ہے۔ پیغمبر صاحب کے سکے رہتے رہتے
 اسلام نے ترقی تو کی۔ مگر وہی ترقی مفلوبانہ کہ جو جہاں تھا اپنی جگہ چھپا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ مسلمان
 کا ایک گروہ جس میں پیغمبر صاحب کے چچا بیٹی داماد بھی تھے۔ اپنا دلیس چھوڑ بیٹے کو ہجرت کر گیا۔
 مخالفین اس ترقی کو بھی نہ دیکھ سکے انھوں نے سمجھا اور ٹھیک سمجھا کہ جب ان کا شمار بڑھتا جاتا ہے
 تو ان کا ضعف عارضی ہو جائے گا۔

اگر ماند شے ماند شے دیکھئے ماند

جب سب طرح سے ہائے تواضع والہ و اوائلی چاہا کہ پیغمبری کا کام تمام کریں وَاذْكُرْكَ الْيَوْمَ
 كَفَرُوا الْيَوْمَ اَوْ يَكْفُرُوا اَوْ يَخْرُجُوا وَتَكْفُرُوا وَتَكْفُرُوا وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَكْرُورِينَ اور وہ
 وقت باد کو جب کافر تھائے ساتھ مکر کرنا چاہتے تھے کہ تم کو قید میں ڈالیں یا مار ڈالیں یا جلاوطن کر دیں لوگ
 بھی مکر کرتے تھے اور خدا اپنی تدبیر میں لگا تھا اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہی، یہ منصوبے ہی کرتے
 رہے۔ اور پیغمبر صاحب ایک دن اور دورات پاس کے پاس غار ثور میں چھپے رہ کر اپنے انصار میں بیٹھنے
 جا داخل ہوئے۔ ہجرت میں ایک چھوٹا دو دو پہلے بھی ہو چکی تھیں مگر یہی وہ بڑی ہجرت ہے جس سے مسلمانوں کا
 سنہ چلا۔ اور واقع میں وہ واقعہ اسی یادگار کے قابل تھا اب اسلام میں ذرا جان ہی آجلی۔ اور وہ یا تو
 ٹھٹھہرا ہوا بے حس و حرکت پڑا تھا یا اب لگا کھلے اور پھر توفرتہ رفتہ اُس نے وہ جو لائیاں کیں کہ تمام
 روئے زمین کو ہلا مارا۔

اگر یہ کہا جائے کہ مسلمانوں نے بزورِ شمشیر اپنی سلطنت قائم کی تو اس سے کسی کو انکار نہیں ہمیشہ
 سلطنتیں بزورِ شمشیر قائم ہوا کی ہیں کیا اوروں کی سلطنتیں سلطنتیں تھیں اور ان کو زورِ شمشیر درکار تھا۔
 اور ان کی سلطنت بھیک کا ٹکڑا تھا کہ کہیں سے مانگ کر لے آتے یا کنکر پھرتے کہ پہاڑوں سے جا کر
 اٹھلا تے۔ سدا سے سلطنت کا یہی قاعدہ رہا ہے اور سدا کو یہی رہے گا جس کی لاطھی۔ اُس کی بھینس مسلمانوں
 کی سلطنت بھی اس مستثنیٰ میں نہیں مگر یہ کہ اس کا اسلام بزورِ شمشیر بھیلایا گیا واقعات تاریخ کو چھٹکانا ہے۔
 اسلام کو مسلمانوں کی سلطنت سے بے شک بڑی مدد پہنچی لیکن کون سا مذہب سلطنت کی مدد سے
 نہیں بڑھا۔ ہم کو تاریخ سے استشاد کرنے کی کیا ضرورت ہے جب کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ہر چند
 برٹش گورنمنٹ مذہبی نیوٹرلٹی کا دعویٰ کرتی ہے۔ اور وہ نیوٹرل ہے۔ مگر ہفتہ امداد عیسائیت کو صرف
 اتنی بات سے سمجھ رہی ہے کہ وہ حکام وقت اور وہ قوم با اقبال کا مذہب ہی نہ نصف آدمی اپنے دل میں اس کا
 اندازہ کر سکتا ہے۔ آج دیکھتے عیسائیت کو اگر ابتدائیں مردم کے بادشاہ کنستانتائن نے متعصبانہ اس کی امداد
 نہ کی ہوتی۔ آج دیکھتے عیسائیت کو اگر اہل یورپ اس کے متعقد نہ ہوتے۔ یا ہوتے اور برسرِ ترقی نہ ہوتے

آج دیکھتے پنجاب میں سکھوں کے مذہب کو اگر ان کی سلطنت نہ ہوئی ہوتی۔ یہ سب کسے کی باتیں ہیں کہ دنیا اور دین دو سوکن ہیں۔ اگر دنیا دین کی سوکن ہو تو ایسی کن ہو کہ بے اس کی مدد کے دین بی بی کے سر کو کبھی اوڑھتی بھی نصیب نہیں ہوئی اور ساری عمر دین بی بی کو دنیا بی بی کا اتار نہ ہی پہنتے گزری۔ تو محفل میں منہ دکھانے قابل ہی ہوئیں۔

کسی ایک مذہب کا نشان دو جس نے کسی زمانے میں کسی ملک میں بدون دنیا کی مشارکت کے ترقی پائی ہو۔ تو اسلام پیارے نے ایسا کیا قصور کیا ہو کہ اس کو بے وجہ کو قرار دیا جائے۔ لیکن سمجھے رہو کہ تمکُن اور ترقی دو چیزیں ہیں جیسے درخت کی دو حالتیں۔ ایک بڑ پھرنا اور ایک پھیلنا۔ پھولنا۔ پھلنا۔ کَرْدَجِ اَخْرَجَ شَطَاوَهُ قَادِرًا فَاسْتَغْلَظَ فَاَسْنَوٰی عَلٰی سُوْقِهِ یُحِبُّ الزَّرْعَ (جیسے روئید گی کہ پہلے اس کی کوئل نکلتی ہو۔ پھر اس کو تائید پھونچی تو پیپ کر موٹی ہوئی اور اپنے پاؤں پر آپ کھڑی ہو گئی کہ کاشکا لگے دیکھ کر تعجب کرنے) سو اگر سچ پوچھتے ہو تو اسلام نے جڑ تو اسی وقت بکڑی تھی جب مسلمانوں کو نہ زور کا بل تھا نہ زر کا یہ اعتراض۔ مباحث کا اعتراض کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا یا گیا۔ اگر تامل کیا جائے تو خود اسی اعتراض میں اس کا جواب بھی موجود ہو۔ تم کہتے ہو بزورِ شمشیر اسلام پھیلا یا گیا۔ بہت خوب۔ تلوار نے تو لوگوں کو مسلمان کیا۔ لیکن تلوار کو کس نے مسلمان کیا۔ یعنی تلوار فی نفسہ اس کی چیز نہیں۔ بزورِ شمشیر اسلام کے پھیلانے کے یہ معنی ہوئے کہ تلوار چلانے والے اسلام کے حامی ہوئے۔ مگر میں پوچھتا ہوں تلوار چلانے والوں کو اسلام کی حمایت پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ تم اس کا کیا جواب دے سکتے ہو۔ مجھ سے سنو۔ آمادہ کیا اس کو ایک تلوار نے جو گوشت، پوست پر نہیں۔ رگ و پی پر نہیں مغز و استخوان پر نہیں۔ بلکہ سویاے قلب پر کار کرتی ہو۔ یعنی وہ نفس انسانی جس میں خدا تعالیٰ نے قبولِ حق کی استعداد کو دلالت رکھا ہو۔ یہ تلوار شروع سے اسلام کی حامی ہوئی۔ اور مجھ کو اس کے کہنے میں ذرا بھی باک نہیں اب بھی ہر اور ہمیشہ رہے گی۔

اسلام کو اگر صرف تلوار نے پھیلا یا ہو تا تو مسلمانوں کے ہاتھ سے تلوار چھوٹے ہوئے مدیں ہو میں تلوار کے چبوتلے سے سلطنت لگتی۔ حکومت لگتی۔ نبوت لگتی۔ نبوتِ حالی لگتی۔ فارغ البالی لگتی اسلام کی رونق لگتی

شان گئی۔ مگر اسلام کا ایک بار دل میں اُترنا شرط ہی۔ پھر جائے جان رہے ایمان۔

جناب پیغمبر صاحب نے اپنے عہد کے تمام ملک و سلاطین کے نام دعوت اسلام کے خطوط جاری کیے تھے۔ ان میں سے ایک خط ہر قل روم کے نام کا بھی تھا۔ اُس نے خط پا کر حکم دیا کہ دیکھو عرب کے لوگ اس شہر میں تجارت کے لیے اکثر آتے رہتے ہیں۔ اگر ہوں تو اُن کو حاضر کرو چنانچہ جتنے عرب نظر پڑے۔ سب کو ہر قل کے حضور میں لے گئے اُن میں سے رئیس قوش البوسفیان بھی تھے جو اُس وقت تک اسلام سے مشرف نہ ہوئے تھے ہر قل نے پیغمبر صاحب کی نسبت ان لوگوں سے بہت سے سوالات کیے۔ اہل عرب نے البوسفیان کو جواب کے لیے اپنا پیشوا بنایا۔ البوسفیان کا بیان یہ کہ اُس وقت تک میرے دل میں پیغمبر صاحب کی طرف سے بکیدگی تو تھی ہی۔ بار بار میرے دل میں آتا تھا کہ پیغمبر صاحب کی نسبت خلافت واقع کچھ کا کچھ دوں مگر ساتھ میں کسے اور اپنی ذاتی وقت کے لحاظ سے جھوٹ و نہ کھ سکا۔ تاہم ایک آدھ بات چبا ہی گیا۔ ہر قل کے سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ جو لوگ جدید مذہب میں آجائے ہیں۔ اُن میں سے کوئی مرتد بھی ہو ہی۔ البوسفیان نے کہا نہیں تو ہر قل نے البوسفیان کے ہر جواب سے پیغمبر صاحب کی صداقت استنباط کی چنانچہ اس عدم ارتداد کے بارے میں کہا ”حق کا قاعدہ ہی جب مذہب نشین ہو جاتا ہو۔ پھر جی سے نہیں نکلتا۔“

یہ حدیث جس میں سے میں نے ایک نوری سی بات بیان کی۔ بڑے غرے کی حدیث ہی ہر قل کے سوالات اور البوسفیان کے جواب۔ اور پھر ہر قل کا استنباط قابلِ دیدہ۔ مگر حدیث اتنی بڑی ہو کہ سالم کو بیان کرنا چاہوں تو بہت سا وقت دہی لے لے اور میں سمجھتا ہوں کہ منشی مس الدین ابھی اگھر لکھ کر رہے ہیں اور کہتے ہوں گے کہ کہیں یہ ختم کرے تو چندے کی کارروائی شروع ہو۔ جواب دیا گیا کہ آپ جو چاہیں فرماتے چلے جائیں، لہذا میں نے اس کی ایسی ایک بات پر اقتصار کیا کہ اگر اسلام کو صرف تلوار سے پھیلایا جاتا تو مسلمانوں کے ہاتھ سے تلوار چھوٹے ہوئے مدیں ہوئیں۔ کتنے مسلمان مرتد ہوئے مسلمانوں کی مردم شماری کئے سامنے اس کا جواب سکوت یا انکار کے سوا اور کیا ہو سکتا ہی

لے یعنی مسلمان ہو کر پھر اسلام سے پلٹ جانا ۱۲۷ سے نتیجہ نکالنا ۱۲۸۔

پس اسلام کو نہ زور نے پھیلایا نہ زور نے۔ بلکہ اس کی صداقت نے۔ اس کی حقانیت نے اس کی
 سہولت نے۔ اس کے عام فہم اور ٹھیک انسانی طبیعت کے ساتھ اس کے موافق اور مطابق ہونے
 نے فُطْرَةُ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيُّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ
 لَا يَعْلَمُونَ (خدا کی بناوٹ جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہو۔ اللہ کی خلقت کو کون بدے۔ یہی سیدھا
 دین ہو لیکن بہت سے آدمی نہیں جانتے، کیا اسلام کی حالت ایک دم سے بدل گئی تھی۔ ایسا ہوتا
 نہیں اور ہوا بھی نہیں۔ لوں کہنے کو تو ہجرت سے اسلام کا دوسرا زمانہ یعنی اس کے غلبے کا آغاز سمجھا
 جاتا ہو۔ مگر واقع میں اسلام کا پورا تسلط عرب میں فتح مکہ سے ہوا اور قرآن پاک سے بھی اسی کی
 تصدیق ہوتی ہو اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا۔
 (جب خدا کی مدد آ پھونچی اور فتح لوگوں کو دیکھو کہ اللہ کے دین میں جوق جوق چلے آتے ہیں، ورنہ
 اس سے پہلے صلح حدیبیہ تک تو یہ حال تھا کہ پیغمبر صاحب نے خانہ خدا کی زیارت کے ارادے سے مکہ
 جانا چاہا۔ کفار نے روکا۔ کیا خدا کی شان ہو۔ خدا کا گھر اور جو شخص صاحب خانہ کا سب سے زیادہ
 معتقد اسی کو اس کے گھر جانے کی مनाہی۔ آخر کار صلح ٹھہری صلح نامہ لکھے جانے کو ہوا۔ تو حضرت
 علی کرم اللہ وجہہ نے جو اس کے کاتب تھے لکھا هَذَا مَا صَلَّحَ عَلَيْنَا مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ (یہ وہ
 معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ نے صلح کی، دوسرا فریق بولا۔ رسول اللہ کیسا؟ اگر تم کو رسول اللہ
 سمجھتے تو خانہ خدا سے روکتے ہی کیوں؟ اس پر اصحاب بہت ہی برا فروختہ ہوئے اور سب نے تلواریں
 سونت لیں اور قریب تھا کہ صلح بھٹک جاتے۔ مگر اللہ کے ضبط وہی انہیں کشمکش لے کر صَدْرًا
 (ایک پیغمبر) کیا ہم نے تمہارا حوصلہ فرائع نہیں کیا (یعنی کیا) آپ نے فرمایا اچھا رسول اللہ کے لفظ کو مٹا دو
 اُدھر وہ ضبط دیکھنے کے قابل تھا۔ اور ادھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مذہبی حمیت۔ اور
 جناب رسول اللہ کے ساتھ ارادت اور محبت۔ عرض کیا واللہ میں تو اپنے ہاتھ سے نہیں ڈال گا
 چنانچہ آپ نے خود اپنے دہن مبارک کے لمبا سے اس لفظ کو مٹا دیا تاہم میں تو مٹا دیا مگر سچ پوچھو تو
 اس میں لب جان بخش جان ڈال دی۔ اور اُس کو اُور تازہ کر دیا۔ نہ جانو اور نہ جانے کا قصد کرو

اس کا تو کچھ علاج نہیں کیسے معجزے اور کہاں کی کرامت۔ خود پیغمبر صاحب کی لکھت ان کی نبوت کا کافی ثبوت ہو۔ آخر کا جب کہ فتح ہوا اور پیغمبر صاحب افواجِ ظفر امواج کے ساتھ اس میں داخل ہوئے وہ داخل ہونا بھی عجیب طرح کا داخل ہونا تھا۔ کوئی نرم دل سے نرم دل۔ رحیم سے رحیم۔ اور عظیم سے عظیم دنیا کا بادشاہ ہوتا۔ اور اس کے ساتھ مکے والوں وہ سلوک یا اس کا عشرِ عشر بھی کیا ہوتا جو پیغمبر صاحب ساتھ کیا تھا تو سب کو بے اعتبارتہ تیغ بے دریغ کرتا۔ کہ صول کا ہل بھڑاتا۔ تمام شہر کو دھاتا۔ اینٹ سے اینٹ بجا دیتا۔ اِنَّ الْمُلُوكَ اِذَا دَخَلُوْا اَرْضَ يَهُۥٓ اُفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَرْضَ اَهْلِهَا اَرْضًا وَّكَلَّاكَ بَعْلُوْنَ (جب بادشاہ کسی قصبے میں داخل ہوتے ہیں تو اسے اُجاڑ دیتے ہیں اُس کے معزین کو ذلیل بناتے ہیں اور وہ ایسا ہی کیا کرتے ہیں)۔

یہ نبی ہی کی شان تھی کہ آپ نے مکے میں قدم رکھتے ہی چاروں طرف منادی کرادی۔ مَنْ دَخَلَ الْكُتَيْبَةَ فَهُوَ اَمِيْنٌ جو کعبے میں داخل ہو گیا اُسے امن ہے۔ وَمَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِي سَفْيَانَ فَهُوَ اَمِيْنٌ۔ (جو ابوسفیان کے گھر میں چلا گیا اُسے امن ہے) وَمَنْ دَخَلَ دَارَ قُلَيْحٍ فَهُوَ اَمِيْنٌ (اور جو قلیح کے گھر میں داخل ہو گیا اُسے امن ہے) یعنی قدرت پاکر بھر سب کو امن دے دیا۔ کسی سے انتقام نہیں لیا اس صورت میں آپ پر یہ تمت کہ اسلام کو بڑا شمشیر پھیلا یا۔ نہ دھری جائے نہ اٹھائی جائے۔

میں نے پیغمبر صاحب کے چند حالات اس غرض سے بیان کیے تا معلوم ہو کہ زمانِ مغلوبیت اور جوہم مخالفت میں اسلام کس رنگ سے رہا۔ اور اُس وقت کے مسلمانوں کا کیسا برتاؤ تھا۔ یا روشکر کرو کہ نہ ویسی مغلوبیت ہو نہ اُس طرح کی مخالفت۔ ورنہ ہم تو اپنے پندار میں مسلمان رہ ہی نہیں سکتے تھے۔ میں نے بیان کیا تھا کہ پیغمبر صاحب کی ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد کے حالات اس قدر ایک دوسرے سے مختلف ہیں کہ گویا دو مختلف شخصوں کی دو مختلف زندگیاں ہیں۔ اس اختلاف سے میری مراد اس قسم کے اختلافات ہیں کہ مفلس تھے بلا مبالغہ اس درجے کے کہ نہ پیٹ کو روٹی اور نہ تن کو کپڑا کیا اصحابِ صفہ کا حال معلوم نہیں مارے بھوک کے نمازیں کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا۔ ہمہ وقت پیٹ پر پتھر باندھے رہتے تھے کہ بھوک کی ایندھن محسوس ہوا اور لوگ ایک ایک پیغمبر صاحب

دو دو تین تین۔ لباس کی بے بری حالت کہ لے دے کر ایک بوسیدہ کپلی وہ بھی اس قدر مختصر کہ بچہ سے
میں جاتے وقت ہاتھ سے بچڑے میں تھام بے پردگی نہ ہو۔ سارے دن رات میں کھانے
کو بلا کیا؟ ایک کچور۔ کہاں تک آدمی ایک کچور کے سہارے بٹھلا رکھ سکتا ہے۔ جہاد کو چلے ہیں نہ سواری
نہ ہتھیار۔ پیروں میں جیتھر سے بندھے ہوئے اور اس مشقت پر کھانے کو درختوں کے پتے غرض مفلسی
کہ ہم لوگ اس کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ ایسی حالت ہم میں سے کسی پر گزری نہیں۔ ایک وقت وہ
تھے۔ اور پھر خدا نے اپنا فضل کیا تو بھڑکن سے محاصل آیا۔ پیغمبر صاحب صبح سے بانٹنے کو بیٹھے اور
پیس اور بھولیاں بھر بھر کر لوگوں کو دینا شروع کیا۔ جوار۔ باجر انہیں۔ سونا چاندی۔ تو بانٹتے بانٹتے
شام ہو گئی۔ ایک حضرت عباسؓ کا واقعہ حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے کہ انھوں نے انبار کثیر دیکھ کر
اپنے لیے اتنا سیٹا کہ اکیلے اٹھانے سکے۔ پیغمبر صاحب سے کہا کہ اٹھو ادو۔ آپ نے انکار کیا۔ ناچار کئی بار
اس میں تھوڑا تھوڑا کم کر کے آخر جتنا لے جاسکے لے گئے۔

جیسے ہم ان مسلمانوں کی ابتدائی مفلسی کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ ان کا معمول مابعد بھی قیاس
میں نہیں آتا۔ آخر آمدنی میں یہ حال ہو گیا تھا کہ لوگ حیرت کے روپے لیے پھرتے تھے اور
کوئی لینے والا نظر نہیں آتا تھا۔

غرض ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد اسلام کی حالت میں جو اختلاف واقع ہوا ایک تو
فقر و غنی کا تھا۔ دوسرا خوف و امن کا۔ تیسرا دولت اور عورت کا۔ چوتھا عجمیت اور حکومت کا۔ اسی
طرح اختلافات اور بھی خوبز کر سکتے جاسکتے ہیں۔ مگر جس کو اصل بنی سکتے ہیں وہ جو اسلام کا اصل اصول
ہو اس میں غم و غصہ صلح و جنگ کسی حالت میں کبھی رہتی برابر فرق نہیں آیا۔ دشمنوں سے لڑتے تھے
تو کیوں کر۔ اگرچہ مشہور ہے کہ انھوں نے خذ خذ عہ اور جبہ دیکھو راہی کے موقع پر چھوٹ۔ فریبہ کردغا سے
نہیں چوکتا۔ پر جناب پیغمبر صاحب نے نہ کبھی دغا کی۔ نہ کبھی جھوٹا بوسے۔ نہ کبھی عہہ لٹوڑا۔ نہ کبھی مافق
کسی کے سر ہوئے۔ نہ ظلم کیا۔ نہ بچا سختی کی۔ میری سچ میں نہیں آتا کہ مسلمان ایسے پیغمبر کی امت۔

ایسے اسلام کے معتقد پھر ان میں نہ شونت۔ یہ سختی کہاں سے آگئی۔ ہونہ ہو یہ اسی خبیث سلطنت کا اثر ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملکِ عضو فرمایا کرتے تھے گندگی تو خدا نے دور کی۔ اُس کی عفو نہ باقی چلی جاتی ہو۔

عیسائیوں میں تو باوجودیکہ ہم حکم رانی کر رہے ہیں عام شکایت یہ کہ مسلمانوں میں ظالمانہ ریشہ۔ تحمل بالکل نہیں یعنی دوسرے مذہب والوں کو دیکھ نہیں سکتے۔ ہندو بھی ہم سے مطمئن نہیں۔ اور جب کبھی ہنگامے اور خانہ جنگیاں واقع ہوتی ہیں مسلمانوں کی اگر زیادتی نہیں ہوتی تو مسلمان کچھ اٹھا بھی نہیں رکھتے۔ غرض دوسری قوموں کا یہ عام خیال ہے اور بے وجہ۔ بے سبب نہیں کہ مسلمانوں کا اگر سر کھلا ہوا نہ ہو تو یہ بچلے بیٹھنے والے نہیں۔ اپنے گھروں میں بیٹھ کر اپنے منہ میاں ٹھونسنے سے کیا ہوتا ہو۔ ذرا گورنمنٹ سے پوچھو وہ کیا خیال کرتی ہو۔ وہ فوج اور پولیس اور فوجداری کے انتظام میں مسلمانوں کی آبادی پر نظر کر لیتی ہو۔ اگر مسلمان زیادہ ہوتے ہیں تو اُس کو یہ قہر بانی انتظام قوت اور سختی کے ساتھ کرنے پڑتے ہیں اور نہ کرے تو کام بھی نہ چلا۔ فوجداری اور جیل خانوں کی بڑوں پر حضور تو معلوم ہو کہ مسلمان کس قدر جلد لاٹھی پوسٹ پر اُتر پڑنے والے لوگ ہیں۔ شروع شروع میں مجھ کو کبھی ایسا خیال آیا کرتا تھا کہ اب دوسری قوم ہندوستان پر سلطہ ہو اور تعلیم بھی عام ہوتی جاتی ہے۔ عجب نہیں رفتہ رفتہ ہندو مسلمانوں میں التماس ہو جائے۔ مگر میں دیکھتا ہوں۔ پہلے سے بہت زیادہ چھوٹ بہت زیادہ بدگمانی بہت زیادہ نفرت۔ بے شک تالی ایک ہاتھ سے نہیں بچتی۔ دونوں قصور وار ہیں اور دونوں کو قصور وار ہونا چاہیئے۔ مگر غصہ کو ہندوؤں سے کہنے کا کوئی منصب نہیں۔ کوئی حق نہیں اور کبوں تو وہ بڑا بھی کیوں کرنے لگے۔ پس میں تو اسی مسلمانوں کو تمہاری کو بھیاسکتا ہوں۔ اور تم ہی کو سمجھتا ہوں کہ اگر اسے خدا وقت کو دیکھو۔ وقت کے تقاضے کو دیکھو۔ اور اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی نہ مارو۔

اگر خدا نے انسان کو ایسا بنایا ہو۔ اور بے شک ایسا ہی بنایا ہو کہ وہ اپنا بے جنس کی مرد کا

محتاج ہی تو اپنا لئے جس کا انحصار اپنے ہی کنبے اور اپنے ہی خاندان - اپنی ہی قوم - اپنے ہی ہم مذہبوں میں نہیں ہی ملے ۵

بنی آدم اعضا سے یک دیگر اند	کہ در آفرینش ز یک جوہر اند
جو عضو سے پردہ آورد روزگار	دگر عضو ہا را نہ ماند قرار
تو کر محنت دیگران بے غمی	نشايد کہ نامت تست آدمی

اور یہ تو ہر کوئی سمجھ سکتا ہو۔ کہ جب خدا اور مخالفت درمیان میں آئی تو امداد و استمداد کا سلسلہ منقطع ہوا اور اسی کا شوق مخالفت اسی پر پس کریں کہ ایک دوسرے کو مدد نہ دیں۔ نہیں ایک دوسرے کو مدد دینے کے عوض نقصان بھگجانے کے درپڑ رہتے ہیں۔

ہم مسلمانوں کو زوال سلطنت کی وجہ سے جو اضطراری نقصان بھونچ گیا ہو وہ کیا کم ہے۔ اور اسی سے ہم کب پنپ سکتے ہیں کہ لوگوں کے ساتھ ناحق کی عداوتیں مول لے کر اپنی خرابی کے درپڑ ہوں اور پڑے بڑے بھاری نقصانات پلے باندھیں۔ اکثر لوگ یہ کہہ کر اپنے سر کا چھڑا اتارنا چاہیں گے کہ ایسی حرکات ناشائستہ صرف ان چند مسلمانوں سے سرزد ہوتی ہیں جو عوام کا لانا م ہیں۔ لیکن کیوں دالی سے سب جھبھانا چاہتے ہو مجھ سے زیادہ مسلمانوں کے بچان۔ طبیعت کوئی کو کیا جان سکتا ہو مسلمانوں کے مزاج کی افتاد کچھ ایسی بُری پڑی ہو کہ جن میں بگاڑ کا مادہ نہیں ان میں بناؤ کا بھی نہیں اور وقت کا تقاضا یہ ہے کہ حُرمانہ باتوں ساز و تو بازمانہ بساز ۶

وَلَلَّهِ هُرَا تَوَابٌ فَلَکُنْ فِي ثَنِيَا ۝	کَلْبَسَاءَ یَوْمًا اَجَدٌ وَاَخْلَقَا ۝
فَلَکُنْ اَلْمَسَّ اَلْکِیْسَ اِذَا کُنْتَ ذَہَبٌ ۝	وَ اِنْ کُنْتَ فِي اَلْحَمَقِی فَلَکُنْ اَنْتَ اَحْمَقُ ۝

جماد کا لفظ کچھ ایسی گھڑی کا ان کا لون میں بھونکا گیا ہو کہ اچھے خاصے پڑے لکھے بھلے آدمی مزاج کے

۱۵ عام لوگ مثل چار پایوں کے ہوتے ہیں ۱۳ زمانے کے بے کپڑے ہیں ان میں تو بھی ۱۲ سالہ اسکی سال با سن ۱۷ دن نیا ایک دن پرانا ۱۸ پس اگر دانشمندوں میں بیٹھے کا اتفاق ہو تو ہر اوجہ بوجھ کا بن ۱۲ اور اگر محققوں میں بیٹھے کا اتفاق ہو تو بھی

ٹھنڈے اور کچے نہیں تو قلم سے بیٹھے جہاد کر رہے ہیں یعنی اُردو ادیان کا رد۔ اور کیا میں نے تمثیل اور استعارہٗ منظرہ مذہبی کو جہاد سے تعبیر کیا نہیں لوگ ان کو اسی منظرے کی وجہ سے مجاہد فی سبیل اللہ کہتے اور لکھتے ہیں۔

میں نے یہ بڑا خطرناک مضمون اختیار کیا ہے۔ اور میں اچھی طرح سمجھا ہوا ہوں کہ اُسی وقت سے میری تکفیر کی تجویزیں سوچی جا رہی ہوں گی۔ لیکن مجھ کو اسی قدر بس کرنا ہو کہ میں اپنے پندار میں مسلمانوں کی بہتری کی صلاح ان کو دیتا ہوں۔

لوگوں میں باہمی بگاڑ کے بہت سے اسباب ہو سکتے ہیں اور میں جانتا ہوں ان میں سے ایسا قومی سبب جو تسلسلہ لگائیں رکھتا نہیں رکھتا نہیں رکھتا دین کا اختلاف ہے۔ یہ میل جول چھوڑا گئے یہ آپس میں شادی بیاہ نہ ہونے دے۔ یہ ایک جگہ مل کر بسنے نہ دے اور حد سے بڑھ جائے تو ایک کو دوسرے کی جان کا دشمن بنا دے۔ بے شک انسان کی نالایق خواہشوں نے بھی دنیا میں بہت خونی کرائی ہے۔ مگر مذہب سے زیادہ شفاک ہے اور یہ ایک واقعہ ہے تاریخی جس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کتنے نفوس قدسی ہیں (اپنے دیکھنے میں تو آیا نہیں) جو دین کے اختلاف کو اُسی کے دائرے میں محدود رکھیں اور معاملات دنیا میں اُس کو ترجیح نہ ہونے دیں۔ وہ تو بیٹھ کر کلا اور منتظر رہیں ہیں۔ کہ دو مخالف فرقوں کے ریسپرینٹون کرالسی جُبری طرح لڑتے ہیں کہ بھٹیاریاں کیا لڑتی ہوں گی اس وقت تو ایسا خیال ہوتا ہو کہ ان میں آپس میں صاحب سلامت بھی نہ ہوتی ہوگی۔ مگر ان کی لڑائی اسی کمرے کے اندر تک ہے جس میں تمام فسادات کی جڑ وہ حاکم ٹھہرا ہے۔ پھر جوں ہی کمرے سے باہر نکلے وہ ایک دوسرے کے ویسے ہی دوست ہیں جیسے کہ ہوتے چاہئیں۔ مگر مذہبی لڑائی کا یہ حال نہیں ہے۔ وہ ابدی نفرت اور عداوت قائم کر دیتی ہے۔ نہ صرف دو مخالفوں میں بلکہ ان کی نسلوں میں تو بھائیو اگر تم کو غیروں میں رہنا ہوا اور ضرور رہنا ہو اور اگر تم کو غیروں میں سے کچھ فائدہ چھوٹے مگن ہیں اور ضرور ممکن ہیں۔ اور تم ان فائدوں کے محتاج ہو اور ضرور محتاج ہو تو لڑائی کی بات بھول کر بھی نہ کرو۔ خاص کر مذہبی لڑائی

یہ آگ سلگائے سے بھڑک اٹھے گی اور بھڑک اٹھے گی۔ تو تم بجا پر سے غریب جھونپڑوں کے رہنے والے
ٹھہرے تمہیں کو پہلے جلائے گی بھی۔

تمہارے دل میں جو خندہ شے زور سے ہیں میں سمجھتا ہوں اور میں تم کو موقع نہیں دینا چاہتا کہ
سیرے گئے پیچھے وہ خندہ نہ زور ہوں۔ اور میری طرف سے کوئی اتنا نہ ہو کہ تمہاری تسلی کر دے تمہارا
خندہ بجا ہو اور تم کہہ سکتے ہو کہ سہ

ا کرتے جوں کوہ نہیں ہم تو سخن میں بخت	پر وہ کچھ ہم سے سنے گا جو کہے گا ہم کو
---------------------------------------	--

تم کہہ سکتے ہو کہ اول تو ہماری طرف سے ابتدا ہوئی نہیں اور ضرور ہوئی تو تمہارے کہنے سے آئندہ احتیاط
کریں گے لیکن لوگ جو بیٹھے بیٹھے حملے کریں وہ چھڑیں تو کیا اس کے جواب سے بھی گئے گز رہے ہوئے۔ کیا تم
یہ چاہتے ہو کہ لوگ کھلم کھلا تمہارے سپے اور پاک مذہب کی توہین کریں اور ہم بیٹھے سنیں۔ بزرگان دین کو
جراکس اور ہم کو بڑانہ لگے۔ تو کیا تمہاری یہ مرضی ہو کہ تمہاری طرح کافر ہو جائیں۔ گرم مت ہو گرم مت ہو۔
کوئی مشکل نہیں جس کے حل کرنے کی تدبیر خدا نے ہم کو نہ بتائی ہو۔ ہمارے سامنے پیغمبر صاحب کا نمونہ موجود ہو لَقَدْ
كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۖ اَلَّذِي يَدْعُوُكُمْ لِمَا كَرِهْتُمْ ۚ اَلَّذِي يَدْعُوُكُمْ لِمَا كَرِهْتُمْ ۚ اَلَّذِي يَدْعُوُكُمْ لِمَا كَرِهْتُمْ ۚ اَلَّذِي يَدْعُوُكُمْ لِمَا كَرِهْتُمْ ۚ
مُنْكَرُ لُوكِ رُوْدِرٍ وَتَهْمِيرُ صَاحِبِ تَوْبَةٍ صَاحِبِ خَدَاكِي تَوْبَةٍ كَرْتُمْ خَمَّ ۚ اَلَّذِي يَدْعُوُكُمْ لِمَا كَرِهْتُمْ ۚ اَلَّذِي يَدْعُوُكُمْ لِمَا كَرِهْتُمْ ۚ اَلَّذِي يَدْعُوُكُمْ لِمَا كَرِهْتُمْ ۚ
قَالُوا اَوَافَاكَ التَّوْحَمُنُ اَنَسَجِدُ لِمَا كَرِهْتُمْ ۚ اَلَّذِي يَدْعُوُكُمْ لِمَا كَرِهْتُمْ ۚ اَلَّذِي يَدْعُوُكُمْ لِمَا كَرِهْتُمْ ۚ اَلَّذِي يَدْعُوُكُمْ لِمَا كَرِهْتُمْ ۚ
ہیں کہ رحمن کیا چیز ہو۔ کیا تمہارا یہ مطلب کہ جس کے آگے سر جھکانے کو تم کو اُسی کے آگے سر جھکا دین۔
علاوہ میں شرک سے بڑھ کر بھی کوئی اور طریقہ نہ ملے تو یہی ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۚ تحقیق شرک بڑی
بے انصافی کی بات ہو دیا یہ کہنا کہ خدا کے جو روپے ہیں۔ اسی میں خدایک کون سی شان بڑھی جاتی ہو۔
قرآن کے مطالب پر نظر ہو تو کو کا ہے کو کسی کہ بتانے سمجھانے کی ضرورت پڑے۔ عین وقت پر آپ سے
آپ یاد آجایا کرے۔

بھلا پیغمبر صاحب کی ذاتی توہین کو تو رہتے دوسرے خدایک توہین تو خود خدا کو اور پیغمبر صاحب کو اور نہ
صرف پیغمبر صاحب بلکہ کل انبیاء علیہم السلام کو کس قدر شائق گزرتی ہو گی سو خدا کا نرا تو ان بندوں کے ساتھ

جو اس کی اہانت کرتے ہیں۔ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو جس کسی مذہب کو حقانیت کا طربا چوڑا
 دعویٰ ہو۔ وہ اپنی کوئی دنیاوی خصوصیت خدا کے ساتھ دکھائے۔ رزق قبول۔ تولد۔ تناسل۔
 تن۔ درستی۔ کوئی ایک چیز بتاؤ جو کسی ایک مذہب والوں کے ساتھ خاص ہو۔ قرآن کی وہی ایک آیت
 یاد کرو **وَلَا تَقَالُوهَا** اِنْ اَبْرَاهِيْمَ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ اَهْلَهُ مِنَ الشُّعْرَةِ مَنْ اَمِنَ مِنْهُمْ يَرْزُقْهُمُ اللّٰهُ
 وَاليَوْمِ الْآخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاَمْتِنْعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ اضْطَرْوْا اِلَى عَذَابِ النَّارِ بِمَا كُنْتُمْ اِبراهيم
 علیہ السلام کے بقا ضائع بشریت خدا کی رحمتوں کو دنیا میں اپنے گروہ کے ساتھ خاص کرنا چاہتا تھا۔ اور
 مَنْ اَمِنَ مِنْهُمْ كِي قِيدَ لَكَائِي۔ خدا نے کہا یوں نہیں بلکہ وَمَنْ كَفَرَ فَاَمْتِنْعُهُ قَلِيلًا جو کفر کرے گا اس کو
 بھی دُنیا کے چند روزہ قائدے یکساں چھو نہیں گے اور کفر و ایمان کا فرق آخرت میں ظاہر ہو گا۔
 شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اسی مضمون سے اقتباس کیا ہے

اگر با پدر جنگ جوید کسے	پدر بے لگاں چشم گیر دے
اگر خوش راھی نباشد ز خوش	چو بیگانہ گانش بر اندیش
اگر بندہ پابک نیاید بکار	عزیزش نداد و خداوند کار
وگر ترک خدمت کند شکاری	شود شاه شکر کش از بے پری
ولیکن خداوند بالا و پست	بہمیاں در رزق یکس نیست

ہم کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف حکم دیا ہے اور جملہ مذاہب کا مال کار بھی یہی ہے **وَتَحْتَفِظُوا
 بِاخْلَاقِي اللّٰہ**۔ اللہ کی سی عادتیں اختیار کرو۔ ہم کب خلق با خلاق اللہ ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ درگزر کرے
 اور ہم درپے انتقام ہم ہیں وہ سازگاری رکھے۔ اور ہم لڑیں۔ وہ برداشت کرے اور ہم ناکہ پر بھی کبھی بیٹھنے
 دیں۔ رہے پیغمبر صاحب ان کو باجاء اور بار بار یہی حکم ہوتا تھا۔ **فَاصْبِرْ فَإِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِلُّ عَمَّا رَزَقَہُ**
 (صبر کرو۔ خدا احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا) **فَاصْبِرْ لَّانَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ** (صبر کرو کیونکہ
 خدا کا وعدہ سچا ہے) **فَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰہِ** (صبر کرو۔ اور نہیں ہے صبر تمہارا مگر اللہ کی توفیق سے)
کَاصْبِرْ لِّمَا صَبَّرَکَ اللّٰہُ مِنَ الرُّسُلِ (صبر کرو جس طرح صبر کیا ہست والوں نے) یا تو یوں کہو کہ یہ

احکام پر تہ صاحب کے ساتھ خاص تھے مگر سوائے سلف کے ایک خلاف تک کوئی امام نہ کوئی مفسر اس کا قائل نہیں۔ یا کہ وہ احکام عام ہیں۔ اور ہم بھی ان کے مخاطب ہیں مگر ہم ان کی تعمیل نہیں کرتے۔ تو سب سے زیادہ مذہبی غیظ و غضب تم کو پہلے اپنے اوپر کرنا چاہیے۔ نہ کہ خود را فیضوت و دیگرے را بصوت مذہب کو تم نے سمجھا لیا ہو؟ مذہب نام ہر من بھوتی کا۔ کل حزب بما لدیہم فرحون۔

یہ تو ہم کا کارحنا نہ ہو یاں وہی ہو جو اعتبار کیا

جس عقیدت سے ایک مسلمان آب و زمزم نوش کرتا ہو۔ اسی ارادے سے ایک ہندو گنگا علی بتیا پو لینا دونوں کی مذہبی تسلی میں کچھ فرق نہیں۔ اور کیا تم سمجھتے ہو کہ لوگ جان بوجھ کر سمجھ کر حق بات کو نہیں مانتے۔ یہ بات میری سمجھ میں تو آتی نہیں کہ آدمی خدا کو جانے۔ اُس کی قدرت کو جانے۔ اُس کے احسانات کو جانے اور یہ بھی جانے کہ وہ کیا چاہتا ہو۔ اور پھر اس سے مخالفت کرے۔ خدا اور خدا کی قدر میں تو بجائے خود۔ مجھ کو اتنی ہی طاقت ہوئے دو کہ اس کتاب کو کہوں کھل اور یہ کھل جائے اور کہوں کہ بند ہو اور یہ بند ہو جائے اور اس میں کسی قسم کی نظر بندی اور چالاک کی کا دخل نہ ہو تو اتنی ہی طاقت پر اگر سارے ہندوستان کو اپنی طرف نہ کر لوں تو پھر میرا کچھ سننے کو نہ آتا۔ مگر یوں کہو کہ جہاں انسان کی دوسری حالتوں کا اختلاف منجانب اللہ ہو وہ من آیاتہ لختلاف الیسینکم ان آؤدکم و اُس کی نشانیوں میں سے ہو تمہاری بولیوں کا اختلاف اور تمہارے رنگوں کا اختلاف، اسی طرح اختلاف مذہب بھی من جانب اللہ و لو شاء اللہ لاجعل الناس اُمَّةً و لحد لا و لا یزالون یخلفون و لا یزالون دخیلاً و لا یزالون و لا یزالون خلیفہم و اگر خدا چاہتا سارے آدمیوں کا ایک ہی مذہب ہی گروہ بنا دیتا اور لوگ ہمیشہ اس میں اختلاف کرتے رہیں گے مگر جس پر تمہارا پروردگار رحم کرے اور اسی نے ان کو پیدا کیا ہو، اگر ذلک کا مشا اللہ یخلفون و لا یزالون یخلفون ہی ہو تو یہ اختلاف قیامت تک ٹٹنے والا نہیں خدا نے انسان کی ایسی بناوٹ رکھی ہو تو اللہ کی خلقت کون بدے ج

گر تو نے پسندی بغیر کن قفس را

لے ہر گروہ اپنے مال میں خوش ہو ۱۲

فرض کرو کہ ہم ایک مذہبی راے رکھتے ہیں۔ اور دوسرا آدمی اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ اور معلوم ہو کہ ناحق کی ضد سے اس نے ایسا نہیں کیا تو اس کا اختلاف قابلِ رحم ہو نہ مستوجبِ ملامت چاہیے کہ جب ہم کو جوشِ ہم دردی بے چین کرے۔ ہم اُس کے حق میں دعا کریں۔ رقی و لیلیٰ سے اُس کو بھجائیں مدد کریں کہ وہ راہِ راست پر آجائے۔ یا فرض کرو کہ وہ ناحق کی ضد کرتا ہو تو وہ اور زیادہ قابلِ رحم ہو۔ اگر راہِ راست پر آجاتا تو اپنا ہی فائدہ کرتا نہ یہ کہ ہم کو بخشواتا نہیں مانتا اپنا سر کھائے پڑے جو طے میں۔ ہم کو اس کے ساتھ عداوت پیدا کر لے کی تو کوئی وجہ نہیں۔

جو لوگ مذہبی مناظرات کرتے ہیں۔ دشمنِ عقل اتنا نہیں سمجھتے کہ ابنِ مناظرات سے دوسری قوموں کے ساتھ مخالفت اور عداوت پیدا یا تازہ یا راسخ ہوتی ہو۔ اور مسلمانوں میں اب اتنا دم نہیں رہا کہ اس مخالفت کی مقاومت کر سکیں۔ بعض کو یہ خیال بھی ہوتا ہو گا کہ مناظرہ بھی دین کی حمایت کا ایک پیرایہ ہو اور عجب نہیں کہ وہ اس کے اجر کے بھی متوقع ہوں۔ میں سرے سے اسی بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ کہ تقضائے دین داری ہی لوگوں کو مناظرات کا باعث ہوتا ہو اور وہ جتنا باورِ مخالفتہ لوجہ الداس کام کو کرتے ہیں۔ اگرچہ دوسرے کے مافی الضمیر پر لگی حاصل کرنا مشکل ہو مگر مناظرے ہی میں تو دین داری کا انحصار نہیں۔ دین داری اور بھی بہت سے کام چاہتی ہو۔ دین داری چاہتی ہو۔ مثلاً یہ کہ آدمی یہ جان کر کہ میں دین حق پر ہوں۔ پھر ہمہ وقت خدا سے ڈرتا رہے کہ دیکھئے انجام کیا ہوتا ہو اگر خطِ مخالفت پیش نظر ہو اور یہ ایسا خطر ہو کہ ہر فردِ بشر کے پیش نظر ہونا چاہیے تو میں سمجھتا ہوں اسی ایک خیال میں اس قدر کافی مصروفیت ہو کہ آدمی کو اپنی ہی نفس کی پرداخت سے فرصت مل نہیں سکتی دوسروں کے دین و مذہب کی وہ کیا خبر رکھے۔ غمِ نداری بے خبر۔

آدمی کو دنیا میں آپ ہی اپنا بیچ ہونے دو۔ لیکن ایک وقت آنے والا ہو کہ اس کا گناہ اور اس کی برارت۔ اس کی نیکی اور اس کی بدی ایسا بیچ تجویز کرے گا جس کو اُس کے دل کے ہمید۔ اس کی آنکھوں کی چوریاں دروازہ معلوم ہیں یہ کہ حَافِظَةُ الْاَعْمَالِ وَمَا تُحْيِي الصُّلُوْزُ (آنکھوں)

کی چوریاں اور بیٹیوں کے راز چاہتا ہے۔

کیا وہ بڑی خوفناک حدیث نہیں سنی کہ قیامت کے دن ایک شخص نمکیوں کا انبار اپنے ساتھ لے کر ہوگا اور حکم ہوگا کہ اس کو جہنم میں لے جاؤ۔ یہ حکم سن کر اس کو سخت حیرت ہوگی اور عرض کرے گا کہ اسی پروردگار کیا میں نے تیرے حکم کے مطابق نمازیں نہیں پڑھیں۔ روزے نہیں رکھے۔ زکوٰۃ نہیں دی۔ حج نہیں کیا۔ یہ نہیں کیا۔ وہ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ آخر کار رکھے گا کہ میں نے تیری راہ میں جان نہیں دی۔ غرض وہ اپنی نیکیاں اور کارگزاریاں ایک ایک کر کے گنوائے گا اور بارگاہ رب العزت سے نیا انشا ہوگا کہ بھک پیسٹکم تو نے کیے کر سیکھا تم نے دکھا ہے کے لیے کیے تھے۔ اور تو دنیا میں ان کا صلہ پا چکا ہے۔ تو نے چاہا لوگ تجھ کو سخی کہیں۔ اور لوگوں نے کہا۔ تو نے چاہا تو بہادر مشہور ہوا اور تو بہادر مشہور ہوا۔ پھر آج کیا چاہتا ہے تو نے کوئی کام ہماری رضامندی اور خوشنودی کے لیے نہیں کیا اور نہ تو اس کا سستی ہو سکتا ہے یہ سمجھ اور ریا جبر نے اس بد نصیب شخص کے سارے اعمال حسنہ ضبط کر دیے۔ مذہبی مناظر میں بڑی آسانی اور عجب کے ساتھ دخل کر سکتی ہیں مناظرے کو اظہار حق کی حد سے متجاوز نہ کرنے دینا بڑا مشکل کام ہے۔ بحث میں سخن پروری اور ضد ہی جاتی ہے۔ کون شاعر ہو جو داد نہیں چاہتا۔ اسی طرح کون سامنا نظر ہو چاہے فریق سے مدح و تحسین کی امید نہیں رکھتا ہے۔ اور اسی کا نام پر ریا۔ انسان کو خدا نے ایسا مخلوق خود غرض پیدا کیا ہے کہ جب تک جالب منفعت یا دفع مضرت متحرک نہ ہو وہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام بھی نہیں کرنا چاہتا۔ وہ اگر خدا کے نام ایک پیسہ دیتا ہے تو اس امید سے کہ اس کی عاقبت میں اس ایک پیسے کے بدلے دس روپے پندرہ آنے ملیں گے مثلاً الَّذِينَ يَتَّقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَتَتْ نَبْعَ بَلِّ فِي كُلِّ مُسْتَبَلٍّ مَّا تَهْتَبُونَ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِكُلِّ يَسَّاءَ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں صرف کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں پیدا ہوئیں۔ ہر بال میں سو دانے اور اللہ جس کو چاہتا ہے دو چند سے چند کر دیتا ہے تو ہم کیوں نہ تمہیں کہ بحث مذہبی میں بھی اس کی کوئی ذاتی غرض ضرور ہو اور وہ غرض ناموسری

اور انظارِ لیاقت ہی کیوں نہ ہو۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں مذہب میں سمجھوتی کا نام ہی اور یہ مناظرے کا نہیں بلکہ نفسِ مذہب کا تصور ہے کہ اس کا مباحثہ کبھی ختم اس کا جھگڑا کبھی فیصل نہیں ہوتا۔ اسی کا شِ مذہبِ اقلیدس کا کوئی دعویٰ ہوتا۔ یا حساب کا سوال یا جبر و مقابلے کی مساوات۔ مذہب کی بنیاد ہی عقیدے پر اور عقیدہ موقوف ہے قبولِ طبیعت پر اور طبائع اس بائے میں اس قدر مختلف واقع ہو گئیں کہ جس کی کوئی حد و انتہا نہیں۔

یہ ظاہر بات ہو کہ پیغمبرِ صاحب سے بہتر مناظرہ نہیں کر سکتے۔ اول تو خود اُن کا عقیدہ اُن قدر راسخ تھا کہ ہم کو اس کا پاسنگ بھی نصیب نہیں۔ دوسرے خدائے اُن کی بات میں اثر دیتا تھا اور جو بات خلوص سے کہی جاتی ہو موثر ہوتی ہی ہمارے بات میں اثر کیا خاک ہو سکتے کچھ ہیں۔ اور کرتے کچھ ہیں کہتے سب کچھ ہیں اور کرتے کچھ بھی نہیں۔ حق

ای طبل بلند یا نگ در باطن ہج

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ دلوگو جو ایمان لائے ہو کیوں کہتے ہو جو آپ نہیں کرتے، مگر باوجودیکہ پیغمبرِ صاحب عقیدہ راسخ۔ اُن کی بات میں بھی اثر تھا۔ اور اُن کا اہتمام بھی بلا کا اہتمام تھا۔ پھر بھی جن کی طبیعتوں میں قبولِ حق کی استعداد نہ تھی اُن پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ اور پیغمبرِ صاحب اس سے کچھ شکستہ خاطر سے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو سمجھا دیا اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحَبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (جس کو تم چاہو ہدایت نہیں کر سکتے۔ لیکن اللہ جس کو چاہتا ہو ہدایت کرتا ہے) اگر تم کو مناظرے کی کامیابی کا یقین ہو۔ تو کسی ایک صرف ایک مذہبی فرقے کا نام لو جو مغلوبِ مناظرہ ہو کر معدوم ہو گیا ہو سچ پوچھو تو لوگوں کو حق کی طلب اور تلاش ہی نہیں کہ مناظرے سے فائدہ اُٹھائیں۔ بحث و مناظرے کا نام آیا اور اِن کو خدا واسطے کی کاوش ہوئی۔ بلکہ میری رائے پوچھتے ہو تو جس کو اپنے مذہب پر زیادہ حملے کرائے منظور ہوں وہ اس طرح کی چھیڑ کرے۔ اس سے زیادہ افسوس کی اور کیا بات ہو سکتی ہو کہ تم کرنی چاہو دین کے حق میں دوستی اور وہ ہو جائے اُلٹی دشمنی وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَلِكَ تَتَنَاهَوْنَ عَنْ مَنَاسِكَ

عَلَيْهِمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (جو لوگ خدا کے سوا دوسرے معبودوں کی پرستش کرتے ہیں۔ اُن کو بُرائی کہو ورنہ وہ لوگ بیجا مانیں ناحق خدا کو بُرا کہنے لگیں گے۔ اسی طرح ہم ہر ایک گروہ کی نظر میں اُن کے عمل کو بہتر بنا دیا ہو۔ پھر اُس کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہو۔ سو جو کچھ وہ کرے یعنی اُس کی کیفیت وہ اُن پر ظاہر کر دے گا، ہندوستانیوں کو جیسے انگریزی عملداری میں آزادی نصیب ہوئی تھی پہلے سے ہوتی تو بہتری کچھ بہتری کر لیتے۔ مگر یہ اس کو لے گئے مذہب میں۔ اور مذہب میں بھی گھسے تو ایسی بھونڈی طرح کہ جس سے آپس میں اتفاق پڑے۔ پیرایہ تو بڑا اختیار کیا ہو۔ مگر ح۔

عروضہ سبب خیر گر خدا خواہد

ایک دوسرے کی ضد سی۔ انتقام کی غرض سے سی۔ شہرت اور ناموسری کے لیے سی۔ کسی وجہ سے سی۔ لوگ جو مذہب کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں۔ اسلام کو غیب سے درپردہ ناسید پھونچ رہی ہو۔ اور اس اصول بھی ایسے ہی صاف سلیس اور عام فہم کہ کسی کو حق کی تلاش کا نام تو زبان سے لینے دو۔ پھر دنیا میں کیسے اسلام کے سوا اس کا ٹھکانا بھی ہے۔

اسلام کا لب لباب دو مختصر سے جملے میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ میں دیکھا ہوگا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے تو لوگ متفق ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں۔ اور کیوں کر متفق نہ ہوں۔ عقل ان کو یہ سمجھا رہی ہو کہ خدا ہی وہی ہے بھی سمجھا رہی ہو کہ وہ ایک بھی ہو۔ جن مذہبوں میں شائبہ شرک تھا اب وہ اس کی تاویلیں کرتے جاتے ہیں اور تاویل نہیں کہہ سکتے تو جھینپ کر دل ہی دل میں پشیمان ہو کر بات کو ٹال جاتے ہیں۔ یا اس پہلو پر نہیں آتے۔ غرض مذاہب کا عام رجحان توحید کی طرف پایا جاتا ہو یہ اسلام کی فتح اور کامیابی نہیں تو اور کیا ہو؟ توحید اور اسلام مراد یک دگر ہیں یعنی لفظ دو اور معنی ایک بے شک اسلام ایک مذہب ہو۔ دوسرے مذاہب سے جدا اور ممتاز۔ لیکن اصل الاصول توحید ہو۔ اور باقی شرائع و آداب و امور و نواہی سب فروغ توحید کو ہیں (نفس قانون) اور باقی تمام مذاہب پراسیدیو یعنی ضابطہ کارروائی۔ اور جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی دعوت اسلام میں سارا زور اسی ایک توحید

دیتے تھے اور فرماتے تھے یا اَہْلَ الْکِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَکُمْ اِنْ لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ وَلَا تَشْرَکْ بِہٖ شَیْئًا وَلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا اَدْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (امی اہل کتاب) اور ایسی بات کی طرف جو تم میں اور ہم میں یکساں ہو کہ ہم سوائے خدا کے کسی کو نہ پوجیں اور نہ کسی کو اس کا شریک قرار دیں اور نہ ہم میں سے کوئی خدا کے سوائے کسی کو اپنا مالک قرار دے، بے شک ابھی لوگوں کی توحید میں خامی ہے۔ نقصان ہے کہ دور ہے۔ مگر دوسرے لوگوں کی توحید کو کیا کہا جائے۔ اور کس منہ سے کہا جائے جب خود ہم مسلمانوں کی توحید بھی خامی نقصان اور کمزوری خالی نہیں۔ ذرا توحید کا پیچ کسا جاتا ہے تو اپنے ہی بھائی و بانی و بانی کھ کر ہر بیٹی شروع کر دیتے ہیں۔ اور اس عالم اسباب میں اسباب سے قطع نظر کرنا بھی ذرا پیڑھی کھیر یعنی چھاپہ کو کون کھٹا کہا کرتا ہے جن عقائد اور جن افعال کی وجہ سے ہم دوسرے لوگوں کو مشرک ٹھہراتے ہیں وہی عقائد اور وہی افعال ہمارے یا ہم میں سے اکثروں کے بھی ہیں۔ فرق اگر ہو تو اسی قدر کہ اردوں نے اپنے بزرگوں کے حق میں افراتفری ہو ہم نے اپنے بزرگوں کی شان میں۔ لیکن سلسلہ سخن کشاں کشاں مجھ کو اسی گڑھے میں لے جانا چاہتا ہے جس میں گونے سے میں تم کو ڈراتا تھا۔ پس اس تذکرے کو چھوڑو اور اصل مطلب کو لو۔

ہاں تو میرا خیال یہ ہے کہ مذاہب کا عام رجحان توحید کی طرف پایا جاتا ہے اور میں اس کو اسلام کی فتح نمایاں خیال کرتا ہوں۔ اور اگر مسلمان اہل سنت و استقامت اختیار کریں۔ اور لوگوں کو سختی اور دھمکی سے نفرت و وحشت نہ دلائیں۔ تو میں کوئی وجہ نہیں پاتا کہ کیوں اسلام مذہب عام پسند نہ ہو۔ اور کیوں سب لوگ مسلمان نہ ہوں۔ آخر ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے ایسی باتیں جن سے تزلزل توحید ظاہر ہوتا ہے۔ سرزد ہوتی ہوئیں دیکھتے ہیں۔ اور ان کی تاویلات کو کوئی افسہما نحیف اوفعیف ہوں پذیر رکھتے ہیں۔ اور ان سے مفارقت اور مشارکت نہیں کرتے تو ایسی کون سی بڑی قباحت لازم آجائے گی۔ اگر غیر قوموں کے ساتھ ہم دل داری سے پیش آئیں اور مذہبی اجنبیت کو کم کریں۔ کچھ مولفہ القلوب کی بھی خبر ہو کہ وہ کون لوگ تھے۔ وہ تھے دوسرے تزلزل العقیدہ مَذْہَبِ بَنِیْ ذَلِکَ

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (نہ اور نہ اور نہ اور نہ ہلا کہ ہر) اگر پیغمبر صاحب ان کو حکمت علی سے بلائے
 بلائے نہ رہیں تو وہ حکم کھلا فریق مخالف میں جا ملیں فَمَا رَحِمَهُ مِنَ اللَّهِ لَئِنْ لَمْ يَأْمُرْ بِهِ لَكُنْتُمْ مِنَ الْغَافِلِينَ
 عَلِيْطُ الْقَلْبِ لَا تَفْضُوْا مِنْ حَقِّكَ (یہی خدا کی ایک رحمت ہو کہ تم ان کے لئے نرم ہو گئے اور
 اگر تم ہنوا اور سخت دل ہوتے تو تمہارے پاس سے کبھی کے شک گئے ہوتے) لیکن پیغمبر صاحب نے کبھی
 ان کی نسبت بدگمانی ظاہر نہیں کی اور نہ ان پر شبہ کیا۔ اور ان کے ساتھ بالکل دوستانہ برتاؤ رکھا۔
 فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (ان کو معاف کرو اور خدا سے ان کے گناہوں
 کی معافی چاہو اور معاملات میں ان سے مشورہ لو) نتیجہ ہوا کہ رفتہ رفتہ وہ ایسے سچے اور سچے مسلمان
 ہوئے جیسے اور انہوں نے ایسے ایسے کارنامے کیے جیسے دوسروں نے۔

مسلمان ادنیٰ ادنیٰ بات میں پیغمبر صاحب کی نقل و تقلید کرتے ہیں یہاں تک کہ وضع شکل و
 صورت بھی ایسی ہی بنانا چاہتے ہیں اور یہ ظہری عمدہ بات ہو۔ مگر افسوس ہو کہ پیغمبر صاحب کا سا باطن
 بنانے میں مطلق اہتمام نہیں جو سر تا پا حلم سر تا پا رحمت۔ سر تا پا سہولت تھی ان کو سینکڑوں مولفہ القلوب
 گھیرے رہتے تھے۔ اُمت نے استمال اور تالیف قلوب کا سبق ہی نہیں پڑھا۔ اور میری آج کی
 بات کو میں تو چاہتا ہوں دل پر گزروں پر تو تم کیا لکھو گے کسی کتاب کے چٹھے پر بادداشت کے طور پر
 لکھ رکھنا کہ جب تک مسلمان برداشت اور درگزر اور سازگاری کا شیوہ اختیار نہ کریں گے نہ ان کو
 دنیا میں فلاح ہوگی اور نہ کچھ دین ہی کو فائدہ پہنچا سکیں گے۔

جس طرح فطرت نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے قبول کرنے کا رجحان طبیعتوں میں پیدا کیا ہے اسی طرح
 وہی فطرت مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کے قبول کرنے کی طرف بھی طبیعتوں کو راغب کرے یہ کرے۔
 بشرطیکہ پیغمبر صاحب کو ان کی اصلی حالت میں دکھایا جائے سر پیٹ لینے اور نہ کمسوٹ ڈالنے کی
 جگہ جو پیغمبر صاحب کی ایسی بھونڈی تصویر دوسری قوموں کے پیش نظر ہو کہ معاذ اللہ وہ ایک شخص
 ہیں۔ ترش رو۔ بد خو۔ جنگ جو۔ ظالم۔ سفاک۔ کینہ توز۔ حکومت پلستد۔ ان کے واسطے ہاتھ میں سیف

مسلول پر یاد یا اسلامی کا بٹل یا ڈنٹا ٹ۔ (جھک سے اڑ جانے والی چیز) اور ایکس میں مارشل لا۔
 (قانون جنگ) جب کہ واقع میں از رو سے حق الامر وہ ایک شخص تھے ہنس مکھ خوش خلق۔ ہر بار۔
 منکسر متواضع نرم مزاج۔ نیک دل۔ اِنَّكَ لَعَلَّيْ خُلِيْتَ عَظِيْمًا اِنْ كُنْتَ تَحْمِلُ فِيْكَ سِتْرًا۔ یاد ستیو یا آپ
 حیات اور دوسرے میں فوز و فلاح دارین کا فرمان یعنی قرآن مسلمان کہیں یا نہ کہیں۔ مانس یا نہ مانس۔
 مگر میں اس بات کے کہنے پر مجبور ہوں کہ ابھی تک مسلمانوں نے پیغمبر صاحب کو ان کی اصلی حالت میں
 دکھانے کی ذرا بھی کوشش نہیں کی پیغمبر صاحب کو ٹھہرایا چیا اور آپ بنے ہوا اور لوگوں کو چاہتے ہیں کہ
 گرویدہ اسلام ہوں۔ ع

ایں خیال ست و محال ست و جنوں

اب یہ زمانہ کامپٹیشن (مقابلہ) کا ہے جہاں اور سب باتوں میں کامپٹیشن چلتا ہے مثلاً کوئی شخص
 نوکری کا طلبگار ہو۔ تو کامپٹیشن کی جبری میں سے نکلے بدون اس کو نوکری نہیں ملے گی۔ کوئی شخص تجارت
 کرنا چاہتا ہو کامپٹیشن کی کشمکش کے بغیر اس کو بھی کامیابی نہیں ہوگی۔ اسی طرح مذاہب میں بھی کامپٹیشن
 قائم ہے۔ ہر مذہب دے چاہتے ہیں کہ ہم کو سبکدوش کی نظر میں قبولیت ہو جتنے مذاہب ہیں گویا اسے
 ایک خاص چیز کے دکان دار ہیں۔ ہر دکان دار اس کو کشمکش میں لگا ہوا کہ سب سے زیادہ اس کی
 دکان چلے۔ لوگ کثرت سے اس کا مال لیں۔ جو تدبیر ایک دکان دار کو اپنی دکان جمانے کے لیے کرنی
 پڑتی ہو۔ وہی تدبیر اس کو کرنی پڑے گی۔ جو چاہتا ہو کہ اس کا مذہب زیادہ تر مقبول عام ہو اور وہ بات تدبیر
 ہو۔ ملنساری۔ راستی۔ خوش معاملگی۔ آسانی۔ ہزار تدبیروں کی ایک تدبیر یہ ہو کہ ہم اپنے تئیں اچھا دین دار
 بنا کر لوگوں کو اپنا چھانمو نہ دکھائیں۔ سو افسوس ہو کہ ہم نے ابھی تک اس طرف توجہ نہیں کی۔

جہاں تک دین داری کو تمدن میں دخل ہو ہم کو بنا چاری ماننا پڑتا ہو کہ مسلمان اگر سو سائٹی کے
 بہت بڑے ممبر بنیں تو یہ بھی نہیں۔ حالانکہ ہم کو اس کی بہت بڑی فخر حاصل ہو۔ مگر گھر دار سے نہیں بلکہ
 گفتار سے جو کلام اخلاق کے متم اور مکمل تھے۔ عَلَیْہِمْ مِّنَ الصَّلٰوٰۃِ اَتَمُّہُمْ وَاَکْمَلُہُمْ اِنْ یَرْحَمِ اللّٰہُ

۱۳۱ بے شک تم بڑے ہی خلیق ہو ۱۳۲ اتم و اکمل خلائق ۱۳۳ دونوں جہاں کی کامیابی۔ دہرہ دی ۱۲۔

رحمت پوری اور کامل تر۔

اسلام کی بے وقتی کے جہاں اور اسباب ہیں ان میں سب سے بڑا سبب مسلمانوں کی شکستہ حالی بھی ہے۔ مسلمانوں کی دنیاوی حالت درست ہو تو بہت سی باتیں جو لوگوں کی نظر میں موردِ اعتراض ہیں۔ وہی موردِ تحسین ہو جائیں لیکن خرابی یہ اگر پڑی ہو کہ اس شکستہ حالی پر مسلمانوں کو زہرِ تعلیم کیا جاتا ہے جس کا ضروری نتیجہ یہ ہو کہ مسلمان اپنی شکستہ حالی پر صبر کر کے بیٹھ رہے ہیں۔ اور اس کی درستی کی مطلق فکر نہیں کرتے۔ یا کرنا چاہتے مثلاً من بھرتو یہ کہتے ہیں چھٹانک۔ وہ بھی بادلِ ناخواستہ کہ ایسا کرنا اور نہ کرنا برابر۔ اگر ایک چھپر مثلاً سودی کی مجموعی پوری طاقت سے اٹھائے جانے کا ہو اگر دو چار آدمی اس کو انگلیوں کے سہارے سے اٹھانا چاہیں تو بھلا وہ چھپر اپنی جگہ سے کب بکسکا۔

ہیں اس شکایت کی سند میں پیش کرتا ہوں انجمن حمایت اسلام لاہور کی حالت کہ اس نے دیکھا تو ایسے بڑے کام کا بیڑا اٹھالیا جو قوم کے کرنے کا ہو۔ اور قوم کے کرنے کا بھی اس صورت میں ہے کہ قوم کشادہ دلی سے اس کی معین و مددگار ہو۔ لیکن قوم اور کشادہ دلی کا کیا کور ہو۔ صرف محدود و وسیع چند اس کو اتفاقی طور پر وہ بھی ہچکچاتے ہچکچاتے بنا ہے چلے جاتے ہیں۔ پس انجمن کی گزران بالکل توکل کی سی گزران ہو جس کو شاعر فانی سے بڑھ کر سمجھتا ہو۔

کہ اس میں آئی تو روزی ہو اور زین روزہ

زیادہ ہو گا تو کل سے بھی کہیں روزہ

ہمارے ہندوستان کا تو قاعدہ یہی ہو کہ جتنے چندے کے کام ہیں یا اسے چندے۔ اول تو جو کچھ ہو رہا ہو وہ قومی ضرورت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں اور نہ تھوڑا بہت جو کچھ ہو۔ اسی کا ش اس کو استقامت ہو پائیداری ہو۔ یوں سینک سینک کروینے سے روپے کا روپیہ خرچ ہوتا اور پیاس تو بھلا اس سے کیا بجھتی ہو۔ سب مل کر ایک دم سے زور لگاؤ کہ یہ ناوجود توں سے دلدل میں بھنسی پڑی ہو۔ تیرنے لگے۔ پس واپیش اور حیرت میں وقت گزرا چلا جاتا ہو اسانہ ہو کہ پھر عرصہ میں مرنے ہو کر علاج پذیر باقی نہ رہے۔

انجمن حمایت اسلام لاہور نے تو ایسا سپر ایہ اختیار کیا ہو کہ اس پر کوئی متعصب سے متعصب مسلمان بھی اعتراض نہیں کر سکتا۔ اس کو معمولی طور کی انجمن نہ سمجھنا یہ حجت الہی ہو جو مسلمانوں پر تمام ہوئی۔ اس وقت تک جو کارروائی انجمن نے کی ہو۔ اس کی رپورٹ ہم انجمن کے دل سوز اور سرگرم سکریٹری سے کل سن چکے ہیں۔ وہ ایک اعتبار سے کریڈٹ بیل ہو۔ لیکن پھر بھی آدمی کے کام کتنے ہی تمام اور کتنی ہی احتیاط سے کئے جائیں۔ ہمیشہ صلاح طلب باقی رہتے ہیں۔ اسی میں ان انجمن معاف کیجئے گا اگر میں آپ کی کارروائی میں کوئی نقص نکالوں۔ میں آپ صاحبوں کی پوری یقین لاتا ہوں جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں۔ اعتراض مخالفانہ نہیں ہو بلکہ صلاح دوستانہ۔

آپ لوگوں میں کوئی سرسید احمد خاں صاحب یا ان کے اعوان و انصار کے وقار اور انکو کس کا آدمی نہیں ہو سکتا آپ ایم مطلب، دی ہی ہو جو سرسید احمد خاں صاحب کا ہی۔ البتہ فرقہ میں اتنا فرق ضرور ہو کہ آپ کی کارروائی مسلمانوں کے وقتی خیالات سے بالکل ملتی ہوئی ہو جس کو سرسید کے گروہ کے وقار اور انکو کس کا پورا جواب ہونا چاہیئے اگرچہ آپ کے اور سرسید کے گروہوں میں کامپٹیشن قائم ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور بڑے لشکر کا مقام ہو کامپٹیشن ہو بھی نہیں خدا کے فضل سے ہندوستان اتنا وسیع ملک ہے کہ دونوں گروہ بلکہ ایسے ایسے کئی گروہ اس میں جو لائیاں کر سکتے ہیں۔ لیکن دونوں گروہوں کے نتائج کارروائی کو مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو آپ سرسید احمد خاں صاحب کی گروہ کو بھی نہیں پاسکتے۔ یہ کیوں؟ آپ کہیں گے وہی وقار کی کمی اور وانٹ آف انکو کس میں اس کو تسلیم کرتا ہوں کہ آپ حیدر آباد پٹیلہ بھوپال۔ پورنہ بنارس۔ ایسی ایسی سرکاروں اور دوسری موٹی موٹی چٹائیوں کو اپنے دام میں نہیں لاسکتے۔ لیکن میں ایک سبب زیادہ موٹی اور سبب زیادہ بھولی اور سبب زیادہ آسانی کے ساتھ دامن میں آجانے والی چٹایتا ہوں۔ کہ اگر اس کو پھینسا لو اور یقین جاز کہ اس کا پھینسا کچھ بھی مشکل نہیں۔ صرف تنکے کی اوجھل پہاڑ ہو۔ تو بس یہ سمجھنا کہ مجھے دولت کو پھینسا لیا۔ بتا دوں کہ وہ کون چٹایا ہو۔ بتا ہی دوں۔ خاص خاص لوگوں سے تم کو بچھڑے

چندے دیئے اور دیتے ہیں لیکن بندے کی رائے پر عمل کرو گے تو بات کی بات میں ایسے ایسے
 کتنے چندے جمع کر لو گے۔ وہ چڑیا۔ وہ سونے کی بھی نہیں بلکہ جواہرات کی چڑیا تمہاری ہی قوم ہو
 ان تلوں کو زمانے کی گردش نے بیل کر بھر بھری کھلی کر دیا ہو۔ مگر اب بھی اس کلی میں اتنا تیل ہو کہ سب
 نکال کر کیکھا کیا جائے تو تیل کی ایک ندی بہنے لگے۔ لیکن افسوس ہو کہ تم میں کوئی سلیقہ مندی نہیں
 پیاسا کوئیں کے پاس چائنا ہو کوئیں کو پیاسے کے پاس آتا ہوا نہیں سنا۔ لیکن وہ پیاسے
 تم ہو کہ کنواں تمہارے پاس آئے تو تمہاری پیاس بجھے۔ یہ سالانہ جلسے اور ماہواری رسالوں اور
 اشتہاروں کے کاغذی گھوڑے اگر پیاسے کا کوئیں کو اپنی طرف گھسیٹنا نہیں ہو۔ تو کیا ہو۔ ناچنے
 نکلنے تو گھنگٹ کیا۔ آخر تو تم نے قوم کے بیٹے گداگری اختیار کی تو جب تک تمہاری جمہولی ایک
 لکھ بیتی ماروڑی کی توند کی طرح خوب تن نہ جائے۔ بس نہ کرو یا اس کام ہی کو چھوڑ دیجئے۔ یہ تمہارے
 بس کا نہیں گدایاں قوم کا ایک گروہ کھڑا کرو کہ وہ لوگ جدھر کو جس کاٹھ اٹھے ملک میں منتشر
 ہو جائیں۔ لہرام سے لیں۔ الحاف سے لیں۔ دھیک گاشتی سے لیں۔ ہاتھ پائی کر کے لیں۔ بہکڑی
 سے لیں۔ لگ کر لیں۔ لپٹ کر لیں۔ چمٹ کر لیں۔ سر ہو کر لیں۔ خوشامد سے لیں۔ منست لیں۔ یا جت لیں۔
 سماجت لیں۔ دھڑائے کر لیں۔ لڑا کر لیں۔ جھگڑا کر لیں۔ بگڑا کر لیں۔ ہاتھ جوڑ کر لیں۔ پاؤں پکڑا کر لیں۔ مگر
 لیں پر لیں۔ کوئی غریب سے غریب۔ مفلس سے مفلس۔ نادار سے نادار۔ کنگال سے کنگال نہیں
 جو نہ دے۔ اور نہ دے تو اس کا دین دار میں ۵

عاشق کہ شد کہ یار بجالش نظر نہ کرد	ایو خواجہ درویش و گریہ طیب بہشت
مانگنے والے کو ایک طرز خاص یا ایک مقام خاص یا ایک شخص خاص یا ایک مقدار خاص کی پابندی کیا	ہر چہ آید در پیش نگزار در درویش ۵
دفا کیسی کہاں کا عشق جب سر چھوڑا تھمرا	تو پھر امون سنگ دل تیرا ہی سنگ آستان کیں ہو
سید احمد خاں صاحب بڑے آدمی ہیں بڑی بڑی اسامیوں کو ان کے حصے میں پہنچے دو۔	تم غریب لوگ ہو غریب سے۔ صرف غریب سے مانگو۔ اور پھر دیکھو کس کا پلہ بھاری رہتا ہو ۵

چراستانی از ہر یک جو سے سیم

کہ گرد آید ترا حیر و زنگے

بس میں ایک دو ٹوک بات امسال کے جاتا ہوں کہ نا تو یہ کرنا۔ ورنہ خیر خواہیئے قوم اور ہمدردی قوم کا لفظ منہ سے نہ نکالنا۔ زبانی خیر خواہ اور ہمدرد تو بہتر سے نکل پڑے ہیں۔ اور انہی میں تم لوگ زبردستی مجھ کو بھی دوسرے سے برس مقصود ہی دیر کے لیے بلا لیتے ہو۔ ورنہ فی الحقیقت خیر خواہ قوم اور ہمدرد قوم وہ ہے جو اپنے پاس سے لے۔ اور ہمارے لیے کرے۔ دوسرے سے مانگ کرے۔ غرض دے۔ کیا دے۔ ہا ہیض نقوش (روپیہ) کہ قوموں کو یہی بگاڑے اور یہی بنائے۔ یہی ڈبولے یہی ترائے۔

میں نے بڑی خوشی سے وہ تجویز مسمیٰ ہے جو کل کے جلسے میں پیش ہوئی۔ اور دو بزرگوں نے سوچی ہے۔ یعنی پنجاب میں اس نغمہ کے زیر اہتمام ایک کالج بنانا چاہیے۔ کچھ تعجب نہیں کہ اس پر یہ اعتراض ہو کہ کالج کھولنے کے لیے بڑے فنڈ چاہیں اور ان نغمہ کے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہے۔ لیکن ایسا اعتراض کرنے والوں کو کیا معلوم نہیں کہ خدا کی وہ شان ہے کہ لطفے سے آدمی پیدا کرتا ہے۔ نغمے سے بیج سے وہ شاندار درخت جس کے سائے میں بیٹھیں آرام پاتی ہیں گو نغمہ کے پاس اس وقت کافی روپیہ نہیں۔ لیکن اگر استقلال اور بہت سے کام کیا جائے گا تو بتدریج کافی رقم کا جمع کر لینا کچھ بات نہیں پھر یہ کون کہتا ہے کہ ایک دم سے کالج کھول دیا جائے۔ نہیں اس وقت۔ ایف۔ اے کی جماعت جاری کرو پھر فنڈ جمایا ہوتا ہے۔ پھر ایم۔ اے۔ اور پھر خدا کرے ایل ایل ڈی۔ کالج قائم کرنے میں یہ احتمال بھی کیا جاتا ہے کہ علی گڑھ کالج کو نقصان پھونپے گا۔ اور ہندوستان کے مسلمانوں کے واسطے وہی ایک کالج کافی ہے۔ میں علی گڑھ کالج کو ایسا ضعیف اور محتاج نہیں سمجھتا۔ جیسا خیال کیا جاتا ہے۔ اس کا اہتمام بڑے زبردست ہاتھ میں ہو اور وہ اس کے سنبھالنے کو بس کرتا ہو رہی یہ بات کہ وہ سارے ہندوستان کے لیے کافی ہو۔ ماننے کے لائق نہیں تعلیم کے ہائے میں گورنمنٹ کی امداد و فریڈر مضمحل ہوتی جاتی ہو اور وہ لوگوں کو بتا رہی ہے کہ تعلیم کا بوجھ تم آپ اٹھاؤ اس کا ارادہ ہو کہ آخر کار تعلیم کی امداد سے اپنا ہاتھ اٹھالے۔ اگر وہ دن آگیا اور

ضرورت آئے والا تو ہندوستان میں ایک علی گڑھ کالج لگایا۔ دوپاکا لگایا بھی کیا کافی ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں
خیر تو اب میں پھر اس طرف آتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس انگریزی حکومت میں کیوں کر بسر کرنا چاہئے
مسلمانوں کے پاس قرآن الیسا جامع دستور العمل موجود ہو گا کہ طب و کلا یا الیس رافا فی کتاب صبیہ
در و خشک سب طرح کی باتیں کتاب میں صاف صاف مذکور ہیں، کہ اس کے ہونے کسی کے بتانے
سمجھانے کی ضرورت نہیں اور واقع میں وہ دین کیا جس میں انسان کی ہر حالت کے مناسب ہدایت نہ ہو
مگر یہ کہ مسلمان اپنی حالت کے اندازہ کرنے میں غلطی کرتے ہیں۔ بیسے ایک مریض کہ اس کی طبیعت
تو ہر محتاج تنقیہ اور وہ طب کی کتاب میں تقویت کا نسخہ دیکھ کر استحال کرے۔ بے شک ایسا علاج غلط
ضرور اس کو نقصان کرے گا۔ اسی طرح مسلمان ہیں تو حقیقت میں مغلوب۔ دوسروں کے محکوم
دوسرے کے مقابلے میں حال مگر خواب دیکھتے ہیں ان تنقو کہ جب اسلام کی سلطنت تھی۔ اسلام کی حکومت تھی۔
اسلام مالدار تھا۔ اسلام باوقار تھا با اختیار تھا۔ جہاں تک میں نے خبریاں کیا ہو ہم لوگوں سے زیادہ پیسہ
زیادہ مناسب۔ اور ہم لوگوں کے حق میں زیادہ مفید ہجرت سے پہلے کے احکام ہیں جیسے لکھو درمیکو
و لی دین (تمہیں تمہارا دین مبارک مجھے میرا دین) لا اکر آہ فی الدین (دین میں کچھ زبردستی نہیں)
یا ایھا الذین امنوا علیکم انفسکم ولا یضربکم من ضل اذا اھتدیتکم (اے لوگو جو ایمان لائے ہو
اپنی ضرور لوگ تم راہ راست پر چلو جو گمراہ ہو وہ تم کو ضرر نہیں پہنچا سکتا) اور اگر جستجو کی جائے تو میرا خیال یہ ہے
کہ آدھے سے زیادہ قرآن کے مطالب ایسی ہی بلکہ اس سے بھی بدتر حالت سے متعلق ہیں جیسی ہم
ہندوستانی مسلمانوں کی ہو کیوں کہ سوائے معدودے چند پیغمبروں کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام بلکہ
کل اہل حق مخالفوں کے ہاتھوں سے تکلیفیں ہی پاتے۔ اور انہیں ہی اٹھاتے رہے۔
مناظرات مذہبی کی ایک وجہ غریبہ بھی کثرت سے زبان زد رہی۔ کہ ہمارے نوجوان لڑکے دوسروں
کے اعتراضات سنیں اور پڑھ پڑھ کر بد عقیدت ہوئے جاتے ہیں۔ اول تو میں اس کو تسلیم نہیں کرتا کہ
نوجوان لڑکے مذہب کی طرف سے دل سے متوجہ ہوتے ہیں کیوں کہ سپتہ دلی سے مذہب کی طرف
متوجہ ہونے کی ان کی عمر نہیں۔ ہر سخن وقت و بہر مکتہ مکاتے وارد۔

اور فرض کرو کہ نوجوان لڑکے سچے دل سے مذہب کی طرف متوجہ ہیں اور مناظرین بھی انہی کے عقائد کی حفاظت کے لیے اپنی دماغی قوت اور فرصت صرف کرتے ہیں تو اس کا پیرایہ دوسرا ہو۔ زیادہ بحث کرو گے تو میں سمجھوں گا۔ تم میرے ساتھ ہرانی جتنا ہی بات کرنی چاہتے ہو اور میں اس پہلو پر آنے والا نہیں۔ میں تو اپنی سی کھ گزرا۔ اگرچہ مسلمانوں سے بہت تھوڑی امید ہو کہ میری نصیحت پر عمل کریں۔ جب کہ شنی۔ شیعہ۔ وہابی۔ بدعتی۔ مقلد۔ غیر مقلد۔ ایک خدا کے بندے ایک پیغمبر کی امت۔ ایک قرآن کے ماننے والے۔ آپس میں لڑتے مارتے ہیں۔ ان سے دوسری قوموں کے ساتھ سازگاری اور صلح کا رہی کی کیا امید ہو سکتی ہو۔

دل دشمنان ہستم نکر دندنگ	شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا
کہ باد و ستانتِ خلائِ ست و جنگ	ترا کہ میر شود این مہم تمام

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

بارہواں لکچر

جو حکیم محمود خاں صاحب کی وفات حسرت آیات پڑوں ہال دہلی کے

ماہی جلسے میں ۱۸۹۲ء میں دیا تھا

تمہید

حکیم محمود خاں صاحب شہر دہلی کے بڑے نامی متاخرین میں تھے۔ دہلی میں اور بھی طبیب ہیں مگر ان کے ہوتے کسی کو فروغ نہ تھا۔ یہ واقعہ تحقیقی ہے کہ ان کے

جنازے کے ساتھ اور سیوم کی فاتحہ میں لوگوں کا اس قدر جھوم تھا کہ کتر دیکھنے میں آیا ہو۔ اس میں ان کے فرزند حکیم عبد المجید خاں کی وجاہت کو کچھ دخل ہو مگر مرحوم کی طبابت کے بارے میں عام لوگوں کو بڑی عقیدت بندی تھی۔ کلکتہ سے مولوی لطف الرحمن بیرسٹر تفریقہ لیکے آئے۔ اور اس مجمع کے اجتماع کے باعث ہوئے جس میں یہ لکچر دیا گیا۔ عائدہ شہر کے علاوہ خود صاحب ڈپٹی کمشنر میر مجلس تھے اور بوسنے والوں میں مولوی لطف الرحمن صاحب بیرسٹر محمد اکرم اللہ خاں صاحب بابو گردھاری لعل صاحب اور آفرین مولوی محمد زید احمد خاں صاحب۔ عام حاضرین کا متولہ یہ تھا کہ اگر مولوی محمد زید احمد خاں صاحب نے یہ لکچر نہ دیا ہوتا تو مجلس تعزیت پھینکی رہتی لکچر یہ ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وقت کو دچاسپے وہ کوئی دن ہو یا کوئی تاریخ یا کوئی مہینا یا کوئی سال انھیں یا سجد سمجھتا ہم مسلمانوں کی عقیدہ نہیں ہو اور نہ اس کو قتل قبول کرتی ہو۔ لیکن جب دنیا میں ملائم و ناملائم اتفاقات پیش آتے ہیں تو تقاضائے ضعف بشریت ایسے خیالات خواہی خواہی دل میں آہی جاتے ہیں۔ میں نہیں جانتا اور نہیں جان سکتا اور سوائے خدا کے کوئی بھی نہیں جانتا اور نہیں جان سکتا کہ ۱۸۹۲ء کے انتخاب تک کیا ہو۔ مگر اس کا آغاز تو ایسی آفتوں سے ہوا کہ خدا ہی خیر کرے۔ روس کہ وہاں کے باشندے بھی آخر میں تو اپنے ہی ابنائے جنس قتل ہوئے۔

بنی آدم اعضاءے یکدیگر اند	کہ در آفرینش ز یک گوہر اند
چو عضوے بدر آورد روزگار	دگر عضو ہار انہما در قرار

غرض روس اور اتنی دور روس بھی کیوں جاؤ۔ بنگالہ مدراس افیمبئی کے بعض ضلع۔ ان سب مقامات کی خشک سالی سن سن کر طبیعتیں تو اُداس تھیں ہی کہ دفعۃً ملک و کور یہ کے بڑے پوتے وارث تخت و تاج پرنس و کٹر کی مرگ مناجات کی خبر آئی۔ جیسے آسمان سے بجلی گر پڑی جوانی اور جوانی کا

بھی غفوان ع ایں ماتم سخت ست کہ گویند جوان مُرد۔

اور پھر سلسلہ بسلسلہ سلطنت کی امید داری اور سلطنت بھی انگلستان اور ہندوستان کی سلطنت یعنی دنیا کی بہشت بریں۔ اور سب سے بڑھ کر عین ارمان کے دنوں میں کہ تاریخ ٹھہر گیا کی۔ طیاریاں ہو رہی تھیں ایسے مرنے سے زیادہ اور کیا مصیبت ہو سکتی ہو خود مرنے والے کے حق میں۔ بڑھی بیوہ غم زدہ یک سرو ہزار سودا مالک کے حق میں۔ بانیوں کی رائڈ پرسیس میری آفت ملک کے حق میں۔ ہمارے شہزادے ولی عہد کے حق میں۔ ولی عہد بیگم کے حق میں۔ تمام خاندان شاہی کے حق میں۔ اور بلا امتیاز قوم و ملت تمام ملک کے حق میں ابھی اس حد سے ہم لوگ پیچھے نہیں پائے تھے کہ حکیم محمود خاں صاحب نے انتقال فرمایا۔ وہ بھی مفاجات۔ گویا آسمان سے پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ حکیم محمود خاں صاحب سے پہلے بھی مشہور طبیب ہو کرے ہیں۔ مگر ایسی شہرت کہ چہار دانگ ہندوستان میں ان کی خدات کا غلغلہ تھا۔ میرا خیال یہ ہے کہ شہر میں سے کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔ اس زمانے میں کہ انگریزی تعلیم اور انگریزی خیالات کا جھگڑا ایسے زور سے چل رہا ہو کہ ہمارے علوم و فنون کا ٹھہرنا مشکل بلکہ محال ہو گیا ہو طب یونانی کے اعتبار کو پیلا کی نظر میں جائے رکھنا ان ہی مرحوم کا کام تھا۔ ان ہی مرحوم کا حصہ اور ان ہی مرحوم کا حق ان کی شہرت کبریٰ مَوْتُ الْکَبْرِ کے طور کی شہرت نہ تھی بلکہ بنی تھی ہزاروں مختلف الاعمار مختلف الاولاد طائف مختلف الحالات آدمیوں کے ذاتی تجربے اور اجماع برجن کو حکیم صاحب نے برہنہ باور و بآشکناہ عذاب سے بچایا۔ نچہ ہلاکت سے چھڑایا۔ اور موت کے حلق سے اُگوا یا چونکہ دنیا کے تمام کاروبار متفرع ہیں زندگی اور زندگی پر جس کا محافطہ اسباب ظاہر طبیب ہے۔ اس لیے میں حکیم محمود خاں صاحب کی وفات کو قومی بلکہ ملکی مصیبت خیال کرتا ہوں وہ مصیبت ہم دلی دالوں پر سب سے زیادہ شاق ہے اس واسطے کہ دلی یہ بد نصیب دلی یہ بد قسمت دلی یہ بد بخت دلی سینکڑوں برس دار السلطنت ہوتے کی وجہ سے دولت اور حکومت اور عزت اور لیاقت کا مرکزہ کراہ ایک ضلع رہ گیا ہو۔ من مضافات

لے بڑے مرتے گئے تو ان کی جگہ چھوٹے ہوتے گئے ۱۲۔

لاہور ٹیچر مین شفاء و کُنْ اِلٰھُ مَنْ شَاءَ جاگئے اور منصب اور معافی کا تو کیا مذکور ہو۔ ہم ساری ہسی چار دیواری میں سلطنتوں کے اخیر فیصلے ہوتے تھے۔ اب ہم ہیں کہ ذری ذری سے مقدمے کے لئے لاہور گھسٹنا پڑتا ہے۔ نہ ہمارے یہاں کسی قسم کا کالج ہو نہ کسی صیغے کے اعلیٰ افسر کا ہیڈ کوارٹرس سے بڑھ کر محرومی اور خفت اور سبکی اور بے عزتی اور کیا ہوگی۔ عالم مشائخ۔ صنایع ہرفن کے استاد ہر ہنر کے کامل۔ درجنوں کوڑیوں یا اب بے لے کر ایک حکیم محمود خاں صاحب کا دم رہ گیا تھا۔ صد افسوس ہزار افسوس یہ نعمت بھی سلب ہو گئی۔ یہ فخر بھی چھین گیا۔ یہ چراغ بھی گل ہو گیا۔ خود طبیب بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ اصل میں طبیعت مدبر بدن ہو۔ اور طبیب کا کام طبیعت کی تقویت۔ لیکن اگر طبیب لوگوں کے دلوں میں ایسا اعتبار پیدا کرے کہ اسی کی ذات خاص سے طبائع کی تقویت ہو اور اُس کی طرف رجوع کرنے کو لوگ شفا کی ضمانت اور تن درستی کی کفالت سمجھتے ہوں جیسا کہ حکیم محمود خاں صاحب کی نسبت لوگوں کا عقیدہ تھا۔ تو اب دوسرے کی نسبت ایسی عقیدت پیدا ہونے کو عرض چاہئیں۔ یہ بات طبیبوں میں کم دیگی ہے کہ وہ جس فن کا عمل دوسروں پر کرتے ہیں اپنے اوپر اُس کا عمل کر کے لوگوں کو اس فن کا گرویدہ کر لیں مگر ہمارے حکیم محمود خاں صاحب طب لوہائی کے صداقت کا خود ثبوت جسم تھے۔ اگرچہ وہ ارذل العمر کو نہیں پھونچے اور عمر کی اس حد کو پھونچ کر جینے کا مزہ بھی نہیں مگر انھوں نے عمر طبعی سے اکثر

أَعْمَارَ أُمَّتِي بَيْنَ سِتِّينَ وَسَبْعِينَ پورا پورا فائدہ اٹھایا اور سب تک زندہ رہے اعلیٰ درجہ کی تن درستی کا عمدہ نمونہ تھے انھوں نے اپنی حرارت غریزی کی جو مدار حیات ہو اس قدر احتیاط کی تھی کہ اس عمر پر سخت سخت جاتے کے دنوں میں بھی کسی نے ان کو کسی وقت گرم کپڑے پہنے نہیں دیکھا ہو گا وہ اپنی وضع کے ایسے پگے تھے کہ ایسے مستقل مزاج لوگوں کا پیدا کرنا میں جانتا ہوں خدا نے بند کر دیا ہو کیا مِّنْ حَبِثِ الْفَنِّ کیا مِّنْ حَبِثِ الْعَمَلِ کیا مِّنْ حَبِثِ التَّوَلُّوْا کیا مِّنْ حَبِثِ الْحَيَاةِ

۱۷ جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے دلت دے ۱۲ یہ اشارہ ہر طرف اس حدیث کے کہ میری امت

کی اکثر عمریں ناپاٹھ اور شہر برس کے بیچ میں ہیں ۱۱۔

کیا میں حیثیت الوجاہت کیا میں حیثیت التعز زسب طرح پر حکیم صاحب مکرم و محترم تھے مگر وہ اپنے نیاز مندوں سے اور مساکین بے توکل سے ایسے بے تکلفانہ طور پر ملتے تھے جس سے ثابت ہوتا تھا کہ انھوں نے اپنی حالت کی برتری کبھی نظر ہی نہیں کی اور یہی ہو خلاصہ تہذیب اور شائستگی اور خلاق اور حسن معاشرت کا غرض ایسے اور اس سے بہدایح بڑھ کر تھے وہ بزرگ قوم جن کی رسم تعزیت عام طور پر ادا کرنے کے لئے ہم لوگ جمع ہوئے ہیں حکیم محمود خاں صاحب کی وفات سے جو نقصان عظیم قوم اور ملک کو بھینچا ہو اگرچہ فی حد فائز نامکن التلافی ہو مگر ۷

نخواہد ایں حسین از سر و لالہ خالی ماند	یکے ہی رود و دیگے ہسی آید
--	---------------------------

یڑے شکر کا مقام ہو کہ ہم اُن کے فرزند اکبر حکیم عبدالحمید خاں صاحب میں اُن کے نعم البدل ہونے کی توقع کرتے ہیں انھوں نے باپ کی زندگی میں اپنی طبابت کا سکہ بٹھالیا ہو بلکہ ایک بات میں اُن پر بھی ہمدردی سے گئے ہیں کہ اُن کو زمانے کی ضرورتوں پر نظر ہو اور مدرسہ طبیہ جس کے یہ بانی ہیں اس کا شاہد۔ پس میری اور ہم سب کی دلی آرزو اور تمنا ہو کہ خدا حکیم محمود خاں صاحب کی مغفرت کرے۔ اُن کے پس ماندوں کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور حکیم عبدالحمید خاں صاحب کی زندگی باپ کی زندگی سے زیادہ کامیاب زیادہ نامور اور زیادہ ممتد ہو۔

تیرھواں کچر

جو مدرسہ طبیہ دہلی کے تیسرے سالانہ جلسے میں ۱۵ جون ۱۸۹۲ء کو دیا گیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہاتھ نے آج مجھ کو جگا کر علی الصبح	آواز دی کہ اتنا بھی بیگانہ غونہ ہو
طبیہ مدرسے میں ہو ایک از حاتم خالق	ایسا نہ ہو کہ آج کے جلسے میں تو نہ ہو

<p>لوگوں کو رحمت طلب و جستجو نہ ہو قسمت کا چاک تابقیامت رفو نہ ہو اوریاں سبوحی قطرہ ہر گرتا گاونہ ہو یہ مخزن تخم خسبرہ و تخم کہ نہ ہو زر ہو۔ بلا سے رنگت ہو گل میں بوند ہو اس طرح کے مریض کو صحت کبھونہ ہو احساس شادمانی کا لفظ طوانہ ہو کیوں کر یقین ہو کہ یہ چرچا فرو نہ ہو اب آرزو یہ ہو کہ کوئی آرزو نہ ہو</p>	<p>اٹھ چل خدا کے واسطے اور درست لگا میں نے کہا کہ خیر۔ مگر اس سے فائدہ تو چاہتا ہی سیر مجھے درو جام سے ضبط معظمت کو درکار ہی دماغ دولت مدار رونق باغ جہان ہی دنیا میں مفلسی مرض لاعلاج ہی مجھ کو دیا گیا ہی وہ مایوس دل جسے دیکھے ہیں کتنے کھیل بگڑے ہوئے چشم جو آرزو ہو اس کا نتیجہ ہی انفعال</p>
--	--

اس قسم کے جلسے جیسا کہ یہ ہوا اگر سال گزشتہ کی کارروائی کا نتیجہ کامیابی ہو تو خوشی کے جلسے ہیں اس صورت میں سکڑی جو رپورٹ سناتا ہی اُس کا انداز ہی دوسرا ہوتا ہے وہ آپ ہی آپ ہنس دیتا ہے۔ خوب کڑا کے کی آواز سے ایک ایک جملہ پورا کرتا ہے۔ اور داد کے لیے ہر جہاں طرف دیکھتا جاتا ہے۔ اور اُس کی رپورٹ کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ گویا ایک فتح مندرجہ ذیل کا کارنامہ ہے جیسے لارڈ رابرٹس کا وہ مشہور دھاوا جو انھوں نے کابل سے قندھار پر کیا تھا۔ اور اگر پچھلا برس منجے کا گزرا ہوئے چندہ دینے والے دام میں نہیں آئے۔ اور پُرانوں سے وصول نہیں ہوا۔ یا بقدر توقع وصول نہیں ہوئی۔ مدرسوں کی تنخواہیں چڑھ گئیں اور طالب علموں کے وظیفے۔ اور جن کے راتب مقرر ہیں اُن کو گوشت کے عوض ملنے لگی دال وہ بھی اُپالی جن میں ترے کا نام نہیں اور پتلی پانی۔ تو ایسی حالت میں جلسہ سالانہ محرم کی سی مجلس ہو گی چوں کہ عبدالحمید خاں صاحب رپورٹ سننا چکے ہیں۔ حاضرین میں سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہ شرکبِ محفل خوشی ہو یا داخلِ مجلسِ غم۔ میری طبیعت ایک خاص طور کی واقع ہوئی ہے کہ مجھ کو موافق کم اور مخالف احتمالات بہت سوجھا لے اشارہ جو طرف اس آیت کے جس میں ارشاد ہے لَا تَقْضُوا دِیْنَکُمْ حَتَّى تَرْضَوْا اللّٰہَ یعنی خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

کرتے ہیں۔ یہ بیچارہ مدرسہ طبیہ تو کاندھی اور کپور شندی میں تو علی گڑھ کالج کی طرف سے بھی پورے طور پر مطمئن نہیں ہوں جس کی بنیاد کو سر سید احمد خاں نے اپنے ہندو میں اس قدر مستحکم کر دیا ہے اور کرتے جاتے ہیں کہ فرانسیسی ڈیفنسیو وکس کی بھی اُس کی مضبوطی کے آگے کچھ حقیقت نہیں۔ پس میں تو یہی کہوں گا کہ عبد الحمید خاں اپنا مرنیہ پڑھ چکے اب میں کچھ تحت لفظ پڑھنے کے لئے کھڑا ہوں۔ انسان کی زندگی میں سب سے زیادہ نازک وقت بچپن کا ہے۔ کیوں کہ جسم طرہ امتداد سے یہ بات پایہ ثبوت کو کھینچتی ہے کہ بچے بہت کثرت سے ضائع ہوتے ہیں۔ کچھ ہیں ہندوستان میں نہیں بلکہ یورپ میں بھی جہاں سٹینٹیفک طور پر اطفال کی پرورش کی جاتی ہے۔ اس کی وجہ کا بتانا عبد الحمید خاں کا کام ہے۔ اور اُن لوگوں کا جو مدرسہ طبیہ میں پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ لیکن میں کہہ کر کچھ غلط سے نابلد ہوں اور خدا مجھ کو نابلد ہی رکھے۔ کیوں کہ میں عمر طبی کے قریب قریب آگاہ ہوں چلتے چلاتے کیوں اپنے ارمان کو ڈالوں ڈول کروں۔ غرض میں تو ایسا سمجھتا ہوں کہ سن طفولیت میں روح و جسم کا تعلق ہونا ہی جدید العہد۔ اعضا علیہ رطوبت کی وجہ سے جس کا ہونا نمو کے لئے ضروری نازک عمارت بدن تھوڑے سے جھکولے کی بھی متقاومت نہیں کر سکتی۔ بعینہ یہی حال ہو اس طرح کے قومی کاموں کا جیسا کہ مدرسہ طبیہ ہے۔ مدرسہ طبیہ کی عمر اب تین برس کی ہے۔ اگر یہ آدمی کا بچہ ہوتا تو آج کو دوڑا دوڑا پھرتا اور بلبل ہزار داستان کی طرح چمکتا۔ لیکن باوجودیکہ عبد الحمید خاں کی سرپرستی میں اس نے پرورش پائی ہے میں اس کو ویسا چونچال اور توانا اور خوش حال نہیں پاتا جیسا کہ اس کو ہونا چاہیئے تھا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اس بیچارے معصوم کو پیٹ بھر کر دودھ نہیں ملتا یعنی کافی فٹد نہیں۔ اور اگر ابھی سے اس کی انتڑیاں سوکھ گئیں تو سچے لو کہ ساری عمر کے لئے ٹھٹھ کر رہ گیا۔ اس مدرسے کو تو اس طرح کا بنانا منطوق تھا کہ ویسا بن گیا ہوتا تو ہندو اور مسلمان سب کی جنٹ پر آپرٹی ہوتا۔ کیوں کہ پیش نہاد و خاطر یہ تھا کہ وید کی اور یونانی اور ڈاکٹر ہی کے اجزائے ثلاثہ کو ملا کر ایک معجون طبابت تیار کیا جائے۔ یہ خیال مجالس میں مجامع میں بار بار باعلان ظاہر کیا گیا۔ اور اخباروں میں اشتہاروں میں رسالوں میں

۱۵ وہ قلعہ سرحدیں وغیرہ جو سرحد افغانستان پختاقت ہندوستان کے لئے بنائے گئے ہیں ۱۲ ۱۵ علی ۱۲ ۱۵ مال مشترک ۱۲ -

سلطنت کا کوئی استمراری ٹھیکہ نہ تھا

ہر کہ رانج روز نوبت دوست

اب بھیک مانگنے کی باری ہو اور اس کے آثار دکھائی دے رہے ہیں سلطنتیں نکل گئیں
اور نکلتی جا رہی ہیں۔ اور جو باقی ہیں یو مافیا وضع ہو تی چلی جاتی ہیں۔ طب یونانی جس کے سبھان
کا اس مدرسے نے پڑا اٹھایا ہے۔ تو محتاج الیہ عام مگر پھر بھی اس کو مسلمانوں کے ساتھ ایک طور
کی خصوصیت ضرور ہو۔ چاہے اس طب کا ماخذ اصلی یونان ہو لیکن ہندوستان میں اس طب نے
مسلمانوں کی وجہ سے رواج پایا۔ یہ فن ہمیشہ مسلمانوں کے ہاتھ میں رہا۔ ہر زمانے میں اور ہر جگہ
مسلمان ہی اس فن کے بڑے سے بڑے ماہر ہوتے چلے آئے۔ الی یومنا هذا پس اگرچہ باشندگان
ہند عموماً صد سال سے طب یونانی کے ممنون ہیں۔ لیکن دوسروں پر طب کا اتھاق ہے۔ تو مسلمانوں پر
دعویٰ تیسرات۔ میرات کی جیسی کچھ تاکید اسلام میں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ کسی دوسرے مذہب میں نہ ہوگی
میں یہ نہیں کہتا کہ دوسرے مذاہب میں اس کا حکم نہیں ہے۔ مگر نہ اس شد و مد کے ساتھ کہ قرآن میں
جہاں اَقِمْوْا الصَّلٰوۃَ ہُوَ الْاَوَّلُ الْاَمْرُ کَیْ بھی ضرور ہو پھر میں اس کا بھی قائل نہیں۔ کہ مسلمان اپنا اسے نیشن
احکام مذہبی کی بجا آوری میں کابل اور پیکر واپس۔ ابھی رمضان کو گزرے کے دن ہوئے۔ بلا کی
گرمی اور پہاڑوں اور اس پر دربارت ہوا اور شاید طبیعوں اور ڈاکٹروں کا اجماع کہ فافہ عمل خطر ہے۔ مگر
اتنے بڑے شہر۔ دلی میں دس مسلمان بھی ایسے نہیں نکلیں گے جنھوں نے تکلیف سے جان بچا کر یاد با سے
ڈر کر روزہ نہ رکھا ہو۔ اور جنھوں نے نہیں رکھا وہ ایسے باہمت بزرگ تھے جو بزرگ عجز کے رمضان میں بھی روزہ
نہیں رکھ سکتے۔ بہر کیف میں مسلمانوں کو اپنا نیشن ایسا گروہ خیال کرتا ہوں جو بجا آوری احکام مذہبی
میں کسی دوسرے گروہ سے پیٹے نہیں۔ یہ خرچ کر دینے میں بھی ایسے دھنی ہیں کہ اگر مولویوں نے سب سے نہیں
بلکہ ان مولویوں نے جن کو دل آزاری کے کیئے و ہابی کہا جاتا ہے۔ روک ٹوک کی ہوتی تو مسلمان
شاوی غی یا اور دوسری تقریبات میں بہت سے فضول اور لالینی مصارف اپنے اوپر لازم کیے رہتے

سے آج کے دن تک ۱۰۰ لاکھ روپے کا روزہ روزہ ۱۳۰۰ سالہ بحیثیت قومی ۱۱۰ لاکھ روپے کا جواز ۱۲۱۔

بھلا پھر مسلمان باوجود یکہ مطیع مذہب اور خرچ کرنے پر دلیر بھی ہیں مدرسہ طبیہ جیسے نیک کام میں
 جمی کھول کر کیوں نہیں شریک ہوئے۔ اس کی دو وجہیں خیال میں آتی ہیں۔ اول تو لوگ ایسے کاموں
 کو صرف خیرات ہی نہیں سمجھتے۔ وہ بیمار کو دیکھ کر بے شک ترس کھائیں گے۔ اور دوا بلکہ غذا بہم پہنچانے
 میں بھی اُس کی مدد کو آمادہ ہوں گے۔ لیکن یہ خیال دور از کار اُن کے ذہن میں بھی نہیں گزرتا کہ کارِ اواب
 سمجھ کر اپنی گرہ کے دام خرچ کریں لوگوں کو طب پڑھوائیں اس توقع سے کہ نئے طبیب تیار ہوں
 اور آخر کار مریضوں کا علاج کریں۔ دوسرا سبب اینڈومی لاسٹ ڈوناٹومی لیسٹ ہے عموماً مسلمانوں
 کی بے قدری۔ یہ تو خاص ایک معزز لوگوں کا مجمع ہے اور جتنے مسلمان اس جگہ موجود ہیں ماشاء اللہ سب مقتدر
 ہیں لیکن میں عام مسلمانوں کی قوم کا مذکور کر رہا ہوں سو قوم تو بہت بڑی چیز ہے۔ ایک دلی شہر میں ایسے
 مسلمان کتنے ہوں گے شاید مشکل سے محلے پیچھے ایک یا دو ہمارے شہر میں صرف پنجابوں کی ایک قوم بدلت
 تجارت خوش حال ہے اور یہ لوگ غیر بھی ہیں۔ مگر اُن کے مذاق ہمارے ڈھب کے نہیں۔ پس مدرسے کی
 طرف سے ہوئے نہ ہوئے برابر تو غرض یہ ہے کہ مدرسہ طبیہ کو جہاں تک آسرا اور سہارا مسلمانوں کا ہے۔
 مسلمانوں کا حال یہ ہے شمس

خداوندانِ نعمت را کرم نیست

کو یہاں را بدست اندر درم نیست

پس مدرسہ طبیہ کی تقدیر حقیقت میں فیصل شدہ ہے۔ یوں بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹ پڑے اور خدا چھپر چھپا کر
 ہُن برس اوسے تو کسی نہیں جانتی ورنہ باسباب ظاہر تو سکول کی حالت افسوس کے قابل ہے۔ اور یہ سالانہ
 جلسے اور اژدحام اور اجتماع اور رپورٹ اور لکچر سب چیزیں بے مناسبت معلوم ہوتی ہیں۔ اگر فٹ
 جمع کرنے کی ایک عمدہ تدبیر فیٹبل اور پریکٹیکل میری سمجھ میں نہ آئی ہوتی تو میں اس جلسے میں شریک
 ہونے اور لکچر دینے پر ہرگز جرات نہ کرتا۔ اوی حکیم عبدالمجید خاں صاحب آپ اپنے مدرسہ طبیہ کے
 قائم کرنے اور اُس کو ترقی دینے کے لئے وہی یا ویسی ہی تدبیریں عمل میں لارہے ہیں جو ہر ایک فوٹڈر
 آف سکول یا فوٹڈرافٹ کالج عمل میں لاتا ہے۔ لیکن میں آپ سے معافی مانگ کر کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کی

لئے ترتیب میں آخری مگر درجے میں کم نہیں ۱۲۷۷ھ ممکن التعلیل اور سہل التعلیل ۱۲۷۷ھ بانی مدرسہ ۱۲۷۷ھ

دہی مثل ہو۔ مٹھنڈر اشہر میں لڑکا نعل میں۔ اے جناب آپ کے فٹڈ آپ ہی کی جیب میں آپ ہی کی ٹٹھی میں اور آپ ہی کے اختیار میں ہیں۔ دوسرے فوڈر بھیک مانگے اور لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائے اور گڑا گڑانے کے سوائے اور کچھ نہیں رکھتے۔ اگر آپ نے یہ سمجھا ہو کہ آپ بھی ان میں کے ایک ہیں تو آپ نے اپنی قدر نہیں بچانی ع

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

آپ خدا کے فضل سے مشہور و نامی طبیب ہیں اور خدا نے ہزاروں دلوں کو آپ کے لئے مسخر کر رکھا ہو۔ تاہم یکہ لوگ آپ کو اپنی تندرستی کا نگہبان اور اپنی جان کا محافظ باور کرتے ہیں آپ کو بہت سی عام اور کثیر الوقوع بیماریوں کے ایسے مجرب اور بھروسے کے نسخے ضرور معلوم ہوں گے جو خطا نہیں کرتے آپ کی بڑی دولت یہی نسخے ہیں۔ اور اگر آپ چاہیں! ہاں آپ کو چاہنا چاہیے اور آپ ضرور چاہیں گے تو آپ یہ ایک مدرسہ طبیبہ ایسے کئی بے منت غیر سے قائم و جاری کر سکتے ہیں۔ صرف اتنی بات کرنی ہوگی کہ اپنے لئے کسی کو بتائیے نہیں۔ مگر ان کے فوائد کو مشہور کیجئے۔ مشہور کرنے سے یہ مراد نہیں ہو کہ آپ کمال الاخبار میں اشتہار دے کر فخر ہو بیٹھیں۔ بلکہ اس کثرت سے اشتہار دینا ہوگا کہ بھلا زیادہ نہیں تو چہا ردا نگ ہندوستان میں کشمیر سے لے کر مدراس بلکہ سلون تک اور بٹنا ور سے لے کر چھاتاک کوئی بستی جس پر شہر کا اطلاق ہو سکتا ہو ایسی باقی نہ رہے جہاں آپ کا اشتہار نہ پھونچا ہو۔ اے جناب اب وہ زمانہ آگیا ہو کہ ہر چیز سینٹیفک ہوتی چلی جاتی ہو۔ اشتہار کا دینا بھی بجائے خود ایک سائنس ہو۔ اور ہر شخص اس سے عمدہ برا نہیں ہو سکتا۔ اشتہار حقیقت میں خریداروں کے پھنسانے کا جال ہو۔ اور اس طریقے پچال ڈالنا کہ خالی نہ آئے خاص سلیقہ چاہتا ہو لوگوں کی زبانیں مختلف ہیں مراسم و عادات مختلف ہیں۔

ان کے مذاہب مختلف مذاق مختلف مشاغل مختلف ان سب کو اپنی طرف متوجہ کرنا اور نہ صرف متوجہ کرنا بلکہ ان کو شوق و رغبت دلانا ایک طرز خاص سے نہیں ہو سکتا۔ بے شک تحریر ہی ایک آلہ ہے جس کے ذریعے سے ہم کسی بات کو مشہور کر سکتے ہیں۔ اس کا ایک طریقہ اخباروں میں اشتہار کا دینا ہی مگر متعدد اخباروں میں متعدد خطوں کی زبانوں میں۔ دوسرا طریقہ سناٹا نام میں اشتہار دینا ہے۔ چنانچہ

کرنا ہو۔ مناظر عام میں سب سے عمدہ ریل کے سٹیشن ہیں جن کی دیواریں مارے اشتہاروں کے پی پٹی ہیں۔ پھر نفس اشتہار کا پیرایہ غور طلب ہو۔ اکثر اشتہار میں کوئی عمدہ تصویر شامل ہوتی ہے کہ خواہی خواہی اُس پر نظر پڑے کبھی مضمون اشتہار ایسا دلچسپ ہوتا ہے کہ وہ توجہ دلاتا ہے۔ صرف توجہ دلانے کی غرض سے تھا کہ ڈاکٹر سیکو کو تم نے دہلی میں دیکھا ہو گا۔ ایک عجیب صنعت کی گاڑی میں عجیب الخفقت اونٹ جوتے ہوئے سڑکوں پر اور گلیوں میں بگل بجاتے پھرتے۔ لوگ تسخّر کرتے تھے۔ مگر ڈاکٹر سیکو اسی تسخّر میں لاکھوں روپے لگا کر چین سے اپنے وطن میں جا بیٹھے۔ غرض ادھر تو آپ اشتہار دینا شروع کیجئے اور ادھر کارخانہ دوا سازی میں اگر ہواور نہ ہو تو اس کو اب قائم کیا جائے دو ائیں تیار کر کے اور پھر دیکھئے کہ کتنی فائزیش اگر کرتی ہیں۔ میں کامل یقین کرتا ہوں اور آپ بھی کامل یقین کریں اور غالباً تمام حاضرین مل یقین کریں گے کہ آپ خاک کی جھلی بھی دیں گے تو لوگ اکیس سو کہ نہ ارجان اُسی کے خواہاں ہوں گے۔ دوا وروشی کا فائدہ آپ مدرسے کو دیکھئے اور ایک لاکھ فقیر کا بتایا ہوا بھی کام میں لا کر دیکھئے۔ خدا تے چا یا تو وہ فائدہ جو دوا وروشی پر تتریب ہو گا مدرسے کے لئے کافی اور کافی سے بہت زیادہ ہو گا۔ ہاں لاکھ انگریزی دوا کی طرح سر لیج تاثیر نہیں ہے مگر طلب لیکن اس کی کامیابی یقین ہے۔ اور چند بھی آپ کو کون نقد پر کھارہا ہے۔ اور چندے کا نتیجہ مشکوک بلکہ مبہوم۔ بلکہ معدوم ای جناب یہ میر خیالی ڈھکوسلا نہیں ہے۔ میں اس کے اتنے شواہد پیش کر سکتا ہوں کہ پھر کسی کو گنجائش انکار نہ ہو۔ آپ صاحبوں میں سے اکثر دل نے ہو رڈس کوئین۔ اینوز فرڈٹ سالٹ۔ گریٹ سرب۔ فیلونز سرب۔ بیچس پلٹر۔ کاکلس پلٹر۔ ہالونیز پلٹر۔ ہالونیز پلٹر۔ کیلیپس اکسٹرکٹ آؤٹ ہالٹ۔ کالس۔ برون۔ کلور وٹین۔ ہارس۔ ڈاسٹوڈین۔ اور اس طرح سے بہت سے انگریزی دواؤں کے نام سے اور نہ صرف نئے بلکہ ان کو استعمال کیا ہو گا۔ مگر ان دواؤں سے جو مالی متعین اہل یورپ نے حاصل کی ہیں۔ شاید بہت کم لوگ اس کا صحیح اندازہ کر سکتے ہیں۔ اندازے کے متعلق مجھے کوئی پتہ نہیں چلتا۔ باتیں یاد آتی ہیں کہ ہمارے دہلی کلینک میں بڑے مولوی صاحب لیجنے عربی کے مدرس اول کو جن کی شاگردی پر مجھے ناز ہو سوریہ تھو اہل ملی تھی۔ اور اس پر وہ اکثر عسرت کی شکایت کیا کرتے تھے اور ہم طالب العلوی کے وظیفے چار روپیہ سے کم کر

بارہ روپیہ تک تھے۔ تو ہم لڑکے لڑکے آپس میں کہاتے تھے کہ کیوں مولوی صاحب خلافت واقع اپنی تنگ
 دستی ظاہر کرتے ہیں کیا ہم لوگ ان کی تنخواہ بڑا کر دیتے ہیں کہ دفعہ دخل مقدر کے طور پر اس تمہید کی ضرورت
 ہو۔ اُس وقت ہم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کوئی شخص سو روپیہ ماہوار کی آمدنی رکھ کر بھی تنگ دست
 رہ سکتا ہو۔ پھر ہم ان کے تفصیلی مصارف پر نظر ڈالتے۔ مثلاً کھانا ایک دن سو روپیہ تجویز کرتا۔ تو دوسرا
 بڑی فیاضی کے ساتھ کہتا کہ دن نہیں بیٹھ بلکہ پچیس اسی طرح ہر بات اور ہر رقم پر بحث ہوتی۔
 اسی یا اس سے بھی زیادہ سرگرمی کے ساتھ جو گورنر جنرل کی کونسل میں ہندوستان کی بحث پر ہوتی
 ہو۔ ہر کیفیت مصارف کا مجموعہ پچاس ساٹھ سے متجاوز نہ ہوتا۔ غرض اس مخصوص مولوی صاحب کی
 طرف سے ہم سب کو بدگمانی رہی۔ آخر وہ دن آیا۔ اور آتا تھا کہ مین کانپور میں ڈپٹی انسپکٹر تھا۔ اور مجھے
 ملا کر پہلی تنخواہ سوا سو سے بھی زیادہ بھگوانی اور اتفاق سے اُس وقت وہ ناکافی بھی تھی مجھ کو فوراً
 مولوی صاحب یاد آئے اور ان کی عشرت کی تصدیق ہوئی۔ اور اب تو یہ حال ہو کر بڑے سے
 بڑا عہدہ دار بھی جھوٹوں شکایت کرے سچوں باور کر لیتا ہوں۔ اسی قبیل کی دوسری بات یہ ہو کہ
 جب مجھ کو اول اول مدارج اعداد سکھائے گئے تو وہ یہی مسمو کی سلسلہ تھا۔ ایک۔ دوہن۔ ستھن
 ستھن۔ دہ ستھن۔ کھن۔ دہ کھن۔ کڑوڑن۔ دہ کڑوڑن۔ اربن۔ دہ اربن۔ کھربن۔ دہ کھربن۔ نیلیق
 دہ نیلیق۔ پدمن۔ دہ پدمن۔ سنگھن۔ دہ سنگھن۔ مہاسنگھ۔ اس بچپن میں تعلیم کی تاکید کرتے ہیں کہ اس
 وقت کا سیکھا ہوا کائنات نقش فی الجہر ہو جاتا ہو۔ اس سلسلے کے الفاظ جیسے بے گھڑت ہیں ظاہر۔ مگر
 جوں کہ بچپن کے یاد کئے ہوئے ہیں ابھی تک نہیں بھولے اگرچہ مدارج بے ترتیب یا متروک ہو گئے
 ہوں تو شمس العلماء خان بہادر مولوی محمد ذکار اللہ سے صحیح کر لینا تو غرض یہ ہو کہ مدتوں مجھ کو اس
 سلسلے پر اعتراض رہا۔ کہ دنیا کا کام لاکھوں کڑوڑوں سے چلتا اور چل سکتا ہو۔ یہ شیطان کی سعی
 اضطرابی بے فائدہ کیا بنا کھڑی کی ہو۔ بارے جب دائرہ معلومات وسیع ہوا۔ تو سمجھ میں آیا کہ یہ
 فیہو لسن فکر زندہ ہوں تو اہل یورپ کی تجارت اور اسٹراٹھی کے متعاقبیر کیوں کر سمجھائے جائیں۔

لکھنؤ آمدنی و قح آئندہ موارثہ ۱۲۔ ۱۳۔ پھر کی کیر ۱۴۔ یعنی اتنے بڑے بڑے اعداد جو افسانہ معلوم ہوتے ہیں ۱۵۔ علم ہیئت ۱۶۔

یہاں میرا ایک عزیز دوست حافظ عبد المجید صاحب کسی جگہ موجود ہوں گے انھوں نے مسٹر پیچم کی گولیوں کے ٹرین میں انجن کا کام دیا ہے۔ وہ مجھ سے بیان کرتے تھے اور ان کا بیان معتبر اور واجب التسلیم ہے کہ مسٹر پیچم نے سنہ ۱۸۹۷ء میں سولہ لاکھ سو سو ہزار روپیہ گولیوں کے اشتہار میں صرف کیا جو شخص ایک سال کے عرصے میں اس قدر انبار دولت صرف کرے۔ ہم لوگوں سے اُس کے مفاد کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے جنھوں نے لاکھوں روپیے خواب میں بھی نہیں دیکھے۔ مسٹر ہالوے نے اپنی بیم کی یادگار میں رائل کالج بنایا۔ جس کی صرف عمارت میں ایک کڑوڑ سے زیادہ صرف ہوا۔ اُس کا ایک آرٹ گیلری جس میں تصویریں ہیں پندرہ لاکھ کی لاگت کا ہے۔ کالج کے سامنے شفا خانہ ہے جس میں چار سو اسی کمرے ہیں اور تین سو مریضوں کے رہنے کا ٹھکانہ۔ اس کی تعمیر پر مسٹر ہالوے نے کالج کے علاوہ آدھا کروڑ اور خرچ کیا۔ یہ سب خرچ کہاں سے آیا صرف مرہم اور گولیوں سے۔ لیکن کیا مرہم اور گولیوں سے جو کچھ کیا یا کالج و شفا خانے پر لگائیے نہیں۔ بلکہ نٹ پرلٹ کی ایک چھوٹی سی کسر کیا یہ رقیس علم ہیئت کے ہندسوں سے کم حیرت خیز ہیں۔ میں نے انگلستان کے چند تاجروں کا مذکور کیا۔ اگر امریکہ کے تاجروں کا حال بیان کرتا اور صاحب ڈپٹی کسٹرن پریسیڈنٹ نہ ہوتے تو جو صاحب پریسیڈنٹ ہوتے کبھی کا بھ کو بیٹھ جائے گا حکم دے چکے ہوتے۔ یہ لوگ جن کا میں نے ذکر کیا اور ان جیسے سینکڑوں پرنس مرچنٹ اس قدر مال دار ہیں کہ روسے زمین کے بڑے مالدار، خاندان شاہی کے پرنس ان کے تول پر رشک کرتے ہیں۔ تعجب سخت تعجب اور نہ صرف تعجب بلکہ افسوس سخت افسوس اور نہ صرف تعجب و افسوس بلکہ شرم اور نہایت شرم کی بات ہے کہ اہل یورپ اور اہل امریکہ یہاں سے ہزاروں میل دور بیٹھے ہمارے ملک اجنبی میں اپنی دواؤں کا سک بٹھالیں اور ہمارے طبیعوں کی یہ معاش ہو کہ جس طرح کوئی عملہ رشوت لیتا یا چور چوری کرتا ہے عطاروں سے چپکے چپکے چارم وصول کریں۔ بڑی بد نصیبی یہ ہے کہ ایجاد و اختراع کا تو کیا مذکور ہی نہیں موجود ہیں۔ ان کی بھی نقل کرتے بن نہیں پڑتی۔ اور اس پر بڑا نایاب ہے کہ انگریز ہندوستان کی دولت گھسیٹے پئے چلے جاتے ہیں۔ سچ ہو گھسیٹے تو لیے جاتے ہیں۔ لیکن سلطنت کے زور سے ایک پیسہ اور ہنرمندی کے دعوے سے ایک روپیہ

ایسا کوئی قانون نہیں کوئی حکم نہیں کہ ہم خواہی بخواہی انگریزی دوائیں استعمال کریں۔ مگر اُن کے استعمال پر ہم کو مجبور کر رہی ہیں وائوں کی منفعتیں اور ہماری ضرورتیں۔ کیا ہمارے ہاں اس قسم کی دوائیں نہیں؟ ہیں۔ مگر ہم کو بلا درد و دست کا تو کیا نہ کور ہو اپنے ہی وطن اپنے ہی ملک اور اپنے ہی متعارفین میں اُن کے رائج کرنے کا سلیقہ نہیں ہو۔ تجارت کی کامیابی کے ذریعہ بہت بڑے اصول ہیں۔ ارزانی قیمت اور اشتہار سو ہمارے ہاں دونوں میں سے کسی پر بھی عمل نہیں۔ ایک شخص جو مال کو سو اے کے پر سال میں چار بار اُلٹ پھیر کر سکتا ہو۔ وہ عقل کا دشمن اُس کے دینے کے انتظار میں چار سال تک روکے رکھتا پسند کرے گا۔ اور سو اے کے پر بیچنا کبھی جائز نہ رکھے گا۔ رہا اشتہار وہ تو ہمارے ملک میں عموماً نقصان عاجل سمجھا جاتا ہو۔ جس طرح راجر اس کے چا تو کے آگے ہاتھ رس کی بھونڈی بھنڈی چھری کا نام لینے کو جی نہیں چاہتا۔ اسی طرح یورپ اور امریکہ کی تجارت کے مقابلے میں یہاں کی تجارت کا ذکر کرتے ہوئے شرم آتی ہو۔ تاہم یہاں بھی جو لوگ ارزانی قیمت اور اشتہار کے اصول پر چلتے ہیں وہ اپنے اقراں میں ضرور کامیاب ہوتے ہیں۔ ولایت میں ٹیٹلٹ اخبار کے چھ لاکھ پرچے نکلتے ہیں۔ یہاں اردو ناگری بنگالی۔ مرہٹی۔ گجراتی۔ تلگلی۔ کشرٹی۔ سارسے ہندوستانی اخباروں کا مجموعہ بھی پچاس ہزار نہ ہو گا مگر بنگال میں بنگا باشی۔ مدراس میں ہندو گجرات میں راست گفٹار۔ اردو میں پیسہ اخبار اور اخبار عام لاہور کا سرکیولیشن زیادہ ہو۔ اس لیے کہ ان کی قیمت سستی ہو۔ اسی طرح اشتہار کے میں ملکی نظائر پیش کر سکتا ہوں۔ مگر کہاں تک بد نصیب ہندوستان کا رونا روئے جاؤں۔

غرض فہم جمع کرنے کے لیے ایک صلاح کی بات سمجھ میں آئی تھی۔ حُب تو کئی تقاضے سے نہیں کیوں کہیں کہ لوگ اگر شیدوں میں نہیں ملنا چاہتا۔ بلکہ حکیم عبدالحمید خاں کی خاطر سے میں نے وہ صلاح کی بات بیان کر دی۔ یہی نہیں کہ میں نے لکچر کی بھرتی کے لیے ایک بات بنادی نہیں۔ میں نے اس کو وقتاً فوقتاً سوچا اور اس کے مالہ اور ماحلیہ پر نظر کی۔ اور کوئی وجہ سمجھ میں نہ آئی کہ اس تدبیر کو کیوں اختیار کیا جائے اور اختیار کیا جاؤ کیوں نہ چلے۔ ہاں جن لوگوں میں حسد کا مادہ ہو اور نہیں دیکھ سکتے کہ عبدالحمید خاں

کوئی نام و نمود کا کام ہو۔ یا خدا نے جن کی مست مادی ہو اور وہ رفاه قومی کے ہر ایک کام میں اڑنے لگانے کو موجود ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ ضرور تعریف کریں گے کہ حرص اور حُب جاہ بھی کیا بُری بُلاہی عبد المجید خاں جیسے شخص سے بھیک بھی منگوائی اور آخر کار دوا فروشی کرائی۔ مگر یہ لوگ کیا اب نہیں کہتے اور کیا نہیں کہتے عبد المجید خاں صاحب اگر آپ ایسی بیہودہ باتوں کی پروا کریں گے تو مدرسہ طبیبہ کا خیال چھوڑ دیجئے متضاد باتیں ایک سر میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ میں تو آپ کے مدرسے کے لیے دوا فروشی کی صلاح دیتا ہوں اگر آپ اپنے ذاتی مفاد کے لیے دوا فروشی کریں تو دعا گوئی تو میں کہتا نہیں مگر بشرعاً اور عقلاً آپ ویسے ہی معزز و محترم ہوں گے۔ جیسے کوئی شریف آدمی دنیا میں۔ معزز اور محترم ہو اور یہ ہو سکتا ہے یا آئندہ ہو گا۔ ہمارے ملک پر یہ ایک غلاب آئی ہے کہ پیشوں اور کاموں کے تعزز میں امتیاز کیا جاتا ہو اور تا وقتیکہ یہ امتیاز بالکل ملایا میٹ نہ ہو جائے گا۔ ملک اور قوم کی فلاح کی توقع کتنی فضول ہے۔ ہم اگر اپنی دنیاوی حالت بہتر کرنی چاہتے ہیں تو ہم کو چارنا چار یورپ کی تقلید کرنی پڑے گی۔ وہاں کا حال یہ ہے کہ مسٹر گلیڈسٹون کا نام اس وقت روسے زمین پر پھوس ہو لارڈ کر ہی یہ شخص جسے سینکڑوں ستم اور لارڈ بنا دیے آپ وہی سیدھا سدا مسٹر ہے۔

سینے میں قلم کو لے قطرے کا قطرہ رہا | بل بے سالی تیری اُف رستے سمندر کے چور

تین بار انگلستان کا وزیر اعظم رہ چکا ہے اور عجب نہیں بیٹو الیکشن میں جو غریب ہونے والا ہے بھریبہ کرسی وزارت ہو۔ یہ عجیب شخص ایک اناج بھرتی کرنے والے کا بیٹا ہے اور خود اس کے بیٹے کی دکان کلکتے میں موجود ہے اور شاید اس کا بھتیجا یا قریب کوئی رشتہ دار۔ برہمائی ڈپٹی کنستہ تھا یا ہو۔ لارڈ سٹولی جام یعنی مرثیانے والا ہے۔ چنبر جس کے فضل مشہور ہیں ستم کا خطاب رکھتا ہے۔ ایک موچی سرولیم پلشہر ہے۔ ہنٹلی پامر کے بسکٹ چائے کے ساتھ کھائے ہوں تو اس قوم کا مسٹر پامر پارلیمنٹ کا ممبر ہے۔ مسٹر ٹولینو ایچ آتھ چند مینے ہوئے ایک گروٹر چھتر لاکھ کا سرمایہ چھوڑ کر مرے ہیں۔ ایک کتاب فروشن تھے۔ خدا نے برکت دی ہوتے ہوئے ہوس آف کانٹسٹ کے لیڈر اور

لہذا زبانِ ردِ خلاق ۱۲۵۷ھ انتخابِ جدید ۱۲۵۷ھ سرگروہ ۱۲۵۷ھ

ٹریڈری کے فرسٹ لارڈ ہو گئے۔ اور مرتے دم تک تجارت سے دست کش نہ ہوئے۔ اُن کی میسر کو
ملکہ نے پیئرس کا خطاب دیا۔ مسٹر ہالومی جن کا میں مذکور کر چکا ہوں اُن کو یہ عزت حاصل ہوئی کہ
اُن کے کالج کو خود کوئین وکٹوریہ نے کھولا۔ نیشنل گیلری میں اُن کی تصویر تیسرے نمبر پر لگی ہوئی موجود ہے
مسٹر کین ممبر پارلیمنٹ جو ہندوستان میں بھی گشت لگا گئے ہیں اور جنہوں نے انتظام آب کاری پر بڑا
غل بچار کھا ہوا ایک ٹین والا ہے۔

غرض یورپ کا اصول تو یہ ہے کہ اصلی عزت دولت اور لیاقت کی ہو اور ہی بھی یوں ہی اور
ہونا چاہیے بھی یوں ہی۔ کچھ ضرور نہیں کہ جو اسے میں نے پیش کی ہو بھی اس کو رد یا قبول کیا جائے
مگر اتنا اصرار ضرور کروں گا کہ اس سے قطع نظر نہ کیا جائے۔ حکیم عبد المجید خاں صاحب ابیں الیسا
خیال کرتا ہوں کہ آپ اپنے مجربات کی رائیٹی دینا چاہیں گے تو کوئی اسٹریٹیزنگ مین اس کی بڑا بھاری
معاوضہ دینے کے لئے کھڑا ہو جائے گا۔ اور آپ کے چند سے کی فہرست میں وہ ایک بڑی رقم ہوگی۔
میں نے نہایت تعجب سے سنا ہے کہ آپ نے مدرسہ کے سہرائے کو جائداد اراضی میں مشغول
کیا ہے۔ بے شک جائداد اراضی سے بھی کچھ فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن میں اس بات کو کسی دراندازی
سمجھتا ہوں جس کو زیادہ کمائی کرنے کا سلیقہ نہیں وہ ہمارے درجے اس تدبیر کو اختیار کرتا ہے۔ میں
بہت زیادہ خوش ہوتا اور آپ بہت فائدہ حاصل کرتے۔ اگر یہ سرمایہ اُس طرح پر صرف ہوتا جو میں نے
بیان کیا۔ میں مدرسہ طبیبہ کے مدرسوں کو تو نہیں طالب العلوم کو بھی دو چار ملاحقین بتاتا۔ مگر گرجی
اور صاحب ڈپٹی کمشنر کی پرنسپل اور وقت کی تنگی اجازت نہیں دیتی۔ اگر ہر مذہب طبیبانہ جیتا رہا تو
اگلے سالانہ جلسے کے لئے لگائے رکھنا ہوں۔ نیوں کہ اس مدرسہ میں کچھ دینا اب کچھ کو لازم سا ہو گیا۔

لے خزانے کا وزیر اعظم ۱۲۵۷ عی ۱۲۵۷ جو حوصلہ مند ۱۲۵۷ عی ۱۲۵۷ بر خلاف ۱۲۵۷



چودھواں کچر

ایکشنل کانفرنس کے ساتویں سالانہ جلسے پر مقام دہلی دسمبر ۱۹۶۲ء کو دیا گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تو یوں اٹھو کہ ہوا سلام کے سٹے میں کیا باقی
 نہ اب وہ ملک گیری ہو نہ وہ حرب و غر باقی
 نہ خورجست اٹھاتے کی نہ زور دست و پاباقی
 کہ تاریخی کتابوں میں ہو جس کا ذکر باقی
 جنہیں روئے زمیں پر دیکھتے ہو جا بجا باقی
 مسافر جاچکا لیکن ہو اُس کا نقش پاباقی
 کہ جس میں دل ربائی کی نہیں کوئی ادبا باقی
 خمیدہ ہوتے ہوتے رہ گئی پشتِ دو با باقی
 نہ وہ رنگِ خنقاہ نہ چشمِ سرِ سا باقی
 نہ رنگت میں ضیا باقی نہ چہرے میں صفا باقی
 کہ لوگوں میں نہیں ہو اب تو پاسِ اقبال باقی
 نہیں گویا کہیں کوئی کسی کا آشنا باقی
 نہ قانونِ ادب نافذ نہ آئینِ حیا باقی
 بروئے شیوہ دُخِ مَلَاکِیْنِ دُخْلُ مَا صَفَا باقی

مسلمانو! اگر تم میں ہو کچھ رسا باقی
 شجاعت تھی تو وہ ہم سے گئی گزری ہوئی ہل
 نہ ہمت ہو نہ جرات ہو نہ جستی ہو نہ چالاکی
 خدا جانے وہ کیسی سلطنت تھی کیا تھی کیوں تھی
 یہ ٹوٹی پھوٹی گنتی کی ریاستہائے اسلامی
 مگر اُس سطوتِ کبریٰ کی چندیں یاد گار ہیں
 عروسِ دہر زلالِ رشتِ منظر ہو گئی ایسی
 وہ بوٹا سا قدِ رعنا کہ عالم جس پہ مفتوں تھا
 تفسیر آگیا نقش و نگار حسن میں یکسر
 ملا دی خاک میں پیری نے سب رونق جوانی کی
 کہاں کی قوم کیسی خیر خواہی کس کی ہمدردی
 کچھ ایسی اجنبیتِ اِن دلوں میں آکے پھیلی ہو
 بٹھا رکھا ہو آزادی نے وہ سکے کہ لوگوں میں
 دہی طرزوں میں ہو طرزِ پسندیدہ جو رہ جائے

یہ معیار لیاقت ہو خدا شرمائے ہم سب کو
 کہ دارالعلم دہلی میں فضیلت اس کو کہتے ہیں
 مسلمان ہیں مگر صرف از برای نام کہنے کو
 وگرنہ دین داری پس حقیقت اُس کی اتنی ہو
 یہ سارے کچل ہیں دنیا میں دولت کے تول کے
 ہمارے قوم کو افلاس نے اس طرح گھیرا ہو
 کسی کے کام آئیں یا کسی کو نفع پہنچائیں
 تو کیوں اکثر مسلمانوں کی حالت یوں ردی ہوتی
 مسلمانوں کو ایسا تنگ پکڑا ہوا زمانے نے
 اسی کو ہم بڑی دولت بڑی شہرت سمجھتے ہیں
 لیکن جاتے ہیں ہم سب کو گھسیٹے قعر نکبت میں
 پڑھاتے ہیں سبق تحصیل حاصل زہد کا جب یاں
 لڑے مرتے ہیں ادنیٰ بات پر انجام جو کچھ ہو
 زمین و آسمان کو اپنا دشمن کر لیا کہ
 غرض دنیا و دین کے سب فضائل منسرح ہو کر
 وہ بیمار تریب مرگ ہو سلام و اویلا
 سیساکون سرسید پکارے سب میں کتنا ہوں
 بھلا ہوں یا بڑا یہ جانے اور اس کا خدا جانے
 عقائد میں کسی کے دخل دینے کی ضرورت کیا
 یہی اک فسر داخل ہو کہ جس کو دیکھ کر جانا
 جزاک الدنیر قوم کی اصلاح حالت میں

قطعہ

قطعہ

قطعہ

قطعہ

کہیں ہو بھی اگر علم و ہنر تھوڑا ذرا باقی
 کہ میری طرح کے چند اور ہیں حرف آشنا باقی
 کہ جیسے ذات کا ہو مستیاز و تفرق باقی
 کہ ہم جیسے گنہ گاروں کا ہو پردہ و مہک باقی
 مرا بہتر ہو وہ جس کے نہیں پہنچ سکا باقی
 کہ فی صد ایک کچھ خوش ہو تو محتاج و گدا باقی
 جو ہوتے آج کو ایسے نفوس اولیا باقی
 کہ گھر میں سر پہ بی بی کے نہیں ثابت دہا باقی
 نہ مر رہتے کی گنجائش نہ جینے کی جگہ باقی
 کہ مسجد میں ابھی ہو بوریا ٹوٹا پھٹا باقی
 اب ایسے رہ گئے ہیں مولوی اور پیشوا باقی
 ہزاروں سے نہیں ہو ایک میں سیر و غنا باقی
 مزاجوں میں نہیں برداشت کا مطلق پتہ باقی
 ہر ایک کے ساتھ ہو کوئی نہ کوئی خرخشہ باقی
 رہا ہو اک تعصب نا مناسب ناروا باقی
 سیساکو نہیں ہو جس کی اسید شفا باقی
 صدوسی سال اس کو آذر رکھو ای خدا باقی
 مگر ہو کوئی اس کی شان کا اس کے سوا باقی
 قیامت کو بھی رہنے دو گے کوئی فیصلہ باقی
 ہماری ناوکا پارے ہو اب تک نا خدا باقی
 دقیقہ ایک بھی تو نے نہیں رکھا اٹھا باقی

خدا نے تجھ کو بچھونچا یا ہو ان اعلیٰ مراتب پر
 طریق مختصر پر گئے القاب یکجا ہوں
 مگر معلوم ہو تجھ کو مسرت کچھ نہیں اس کی
 محال عقل ہو تجھ کو ہو اس دنیا سے فانی میں
 نہ ہو بے دل اور اپنی ہی کیے جا صرف ہمت سے
 اگر انعام کی تھب کو تو قہ ہو تو باور رکھ
 تجھے روئے گی سر پر ہاتھ رکھ کر قوم بد قسمت
 نہ ہو ویں کارگر گر لاکھ تدبیریں تو کیا پروا
 تصور میں پھر کر اپنے نانا جان کا دامن
 تباہی چھا رہی ہو تیرے پیغمبر کی اُمت پر
 مسلمانوں کو بہت قرن اول کی عطا فرما
 ذرا ٹھہراے طبیعت کس ہلا کی تیری آمد ہو
 یہ جو کچھ سن چکے ہو اب تلک تمہید طلب تھی

فردوں ترجن سے اب کوئی نہیں ہو مرتبہ باقی
 تو مشکل ہو کہ اسجد میں رہے حرف ہوا باقی
 کہ تو ہو دردمند قوم اور تیرا گلہ باقی
 سوا سے قوم کوئی آرزو یا انتخاب باقی
 کہ سب کے سر پر اب تو ہی ہو اک پڑھا ہوا باقی
 خدا کے پاس ہو تیری جسزاتیرا صلہ باقی
 اور اس کو دیکھ لے گا جو کوئی جیتا رہا باقی
 ابھی سب سے بڑی بھاری ہو تیرا دعا باقی
 خدا سے عرض کر یا قاضی الحاجات یا باقی
 بجز تیرے کرم کے اب نہیں کچھ آسرا باقی
 وقار و عروت اسلام تار و زجرا باقی
 کوئی حد بھی ہو اس باقی کی آخر تک باقی
 ابھی ہو شر میں کہنے کو اصل مدعا باقی

اگر اس ساتویں نوبت میں بھی ایجوکیشنل کانفرنس کے مفہوم اور اس کی غرض و غایت کے بیان
 کرنے کی ضرورت تھی تو میں خیال کرتا ہوں اُس ضرورت کو جلسہ تمہیدی جو اب سے چند مہینے پہلے دہلی
 کے میونسپل ہال میں منعقد ہوا پورے طور پر رفع کر چکا ہے۔ اس کانفرنس نے پچھلے سات برسوں
 کی کوشش میں مسلمانوں کی تعلیم پر جیسا کچھ اثر کیا ہو سر سید احمد خاں سے بہتر کوئی دوسرا
 اس کا اندازہ نہیں کر سکتا میں اسی کو غنیمت سمجھتا ہوں کہ کانفرنس کا کوئی سالانہ اجلاس
 ابھی تک نافذ نہیں ہونے پایا۔ اس سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ لوگ کانفرنس کی قدر کرنے لگے ہیں۔ گو قدر
 کرنے والے تنویر بلکہ ہزار بلکہ لاکھ ہیں ایک دو ہی کیوں نہ ہوں ہم کو ابتدائی ضعف کی وجہ سے نا اہلیتیں

ہونا چاہیے گریٹ تھنگز ہیو سال بگنگز دہڑے سے بڑے کام بھی چھوٹی چھوٹی باتوں سے شروع ہو کرتے ہیں خدا جس کی بے انتہا قدرت کے بے شمار شواہد موجود ہیں۔ اگر چاہے اور برکت بھی دے تو کیا عجب نہیں ہو کہ کانفرنس جو آج سرسید احمد خاں کا خیالی ڈھکوسلا دکھائی دیتا ہو۔ اسی کی بدولت مسلمانوں کی ٹیٹھسٹی مرجھائی ہوئی کھیتی از سر نو تازہ و شاداب ہو کر لہلہانے لگے ع

شاید کہ ہمیں بقیہ برآرد پر وبال

امو کاش وہ دن ہماری زندگی میں ہو۔ اجلاس کی جگہ کاہر سال بدستے رہنا بھی یقیناً مفید ہو۔ اور اگر دلی والوں میں سے کسی نے جرات نہ کی تو ان شاء اللہ قیامت کے دن سرسید احمد خاں کے مقابلے میں دلی کی طرف سے میٹ جج ہوں گا کہ انھوں نے مسلمانوں کا کالج علی گڑھ میں کھل کر دلی کے گلے پر چوچھری بھیری تھی۔ سو بھیری تھی۔ مرے پر سودرے اتنے برس کانفرنس کے یہاں لانے میں دیر کر کے دلی کا یہ دوسرا حق تلف کیا۔

کانفرنس کے لیے شہروں کے انتخاب میں جن باتوں پر نظر کی جاتی ہے۔ میں جانتا ہوں ان باتوں کی بنیاد پر فشنسی میں دلی کسی شہر سے ہٹی نہیں۔ بلکہ میں کہنا چاہتا ہوں بیٹا نہیں اس کی عظمت ان گئے گزے ہوئے وقوتوں میں بھی ایسی اعلیٰ درجے کی ہو کہ ہندوستان کا کوئی شہر اس کو لگا نہیں کھاتا سہ

دل و دلی ہیں گرچہ دونوں خراب	یہ کچھ لطف اس اُجڑے گھر میں بھی ہیں
------------------------------	-------------------------------------

ہر چند لکھنؤ نے زبان اردو میں بہتری خواش و تراش کی مگر جو فرق آمد و آرد میں ہو جو تفاد و تے ساختہ پن اور تکلف میں ہو وہی دلی اور لکھنؤ کی اردو میں ہو۔ ع

وَاللَّكْحُلُّ فِي الْعَيْنَيْنِ كَاللَّكْحُلِّ

دلی کے بدون ہندوستان کی تاریخ ایسی اندھی ہو جیسے بے شکل کے اقلیدس۔ اگر ہمارے شمس العلماء ۱۲ دیکھ ۱۲ حالت مجموعی ۱۲ سہ لگانے سے آنکھ قدرتی سرگین آنکھ جیسی خوب صورت

نہیں ہوتی ۱۲۔

خان بہادر مولوی ذکا اللہ نے اس عمر میں کہ خود اُن کی وہ شکل و صورت نہیں رہی کوئی بے شکل کی تقلید سے ایجاد کی ہو تو خبر نہیں۔ مگر میں نے جس زمانے میں شوق و رغبت سے نہیں بلکہ سکا لڑپ کے لالچ سے تقلیدس پڑھی تھی میرا وہی حال تھا کہ ایک آنکھ شکل پر ہو تو دوسری عبارت پر۔ اگر قرار است اور واقعاتِ عظیمہ کی یادگار قدر و قیمت کی چیز ہو تو دلی کا ایک ایک روڑا چلیگو کی نمائش گاہ میں بھیجنے کے قابل ہو جو صاحبِ دلی کی سیر کی غرض سے تشریف لائے ہیں اور ایسے بیک کر شہرہ دو کار بہت ہوں گے دو چار ہی دن کی مٹ گشت میں دیکھ لیں گے کہ چھ چھ ساٹ ساٹ کوں کے چکڑیں کتنی ایسی عمارتیں ہیں جو انجینئرنگ سکل اور بناوٹ کی عمدگی کے اعتبار سے روئے زمین کی تو ہیں کہ ستا نہیں مگر ہندوستان میں اپنا جواب نہیں دیتیں۔ نجد کو ہندوستان کے اکثر نامی شہر دیکھنے کا اتفاق ہوا ہو جس قریب سے شاہ جہاں آباد لہا بلکہ لہا یا گیا ہو کسی دوسرے شہر کو نصیب نہیں۔ الغرض گزشتہ سے قطع نظر کے حالات موجودہ کے لحاظ سے بھی دلی کے مغاور کی فہرست دوسرے شہروں کی فہرستوں سے بالشت دو بالشت ٹکلتی ہوئی رہے گی۔ اور یہی مغاور ہیں جو کشاں کشاں کا نفرنس کو ہیاں بہر لائے۔ مگر لاکہ

لائے اُس بت کو انتخاب کر کے

کھنڈ توڑا خدا خدا کر کے

لیکن میری نظر ان مغاور پر نہیں ہو۔ یہ مغاور بعض معدوم ہو کر اُن کا افسانہ باقی رہ گیا ہو بعض علی شرف الزوال ہیں۔ اور جو علی شرف الزوال نہیں بھی ہیں اُن کو بھی کا نفرنس کے مقاصد سے کچھ ایسا تعلق نہیں۔

میں جس بات کو دیکھتا ہوں وہ یہ کہ دلی کو دوسرے بلاد ہند پر ایک دینی فضیلت ہو۔ یہ امام ہو اور دوسرے شہر مقتدی۔ یہ بھتہ ہو اور دوسرے شہر مقلد۔ یہ اصل ہو اور دوسرے شہر نقل۔ یہ اسلام کا تہ ہو اور دوسرے شہر فروع۔ میں اس کو ہرگز مبالغہ نہیں سمجھتا کہ اسلام کے اعتبار سے جو نسبت دینے کے کو عرب سے ہو وہی نسبت دلی کو ہندوستان سے ہو۔ ہندوستان میں اسلام کے پھیلنے کے کئی پیرائے خیال میں آتے ہیں۔ کچھ تو وہ ہوں گے جنہوں نے اس ملک کو فتح کیا اور یہیں رہ پڑے

لے معاری سلیقہ ۱۲ لے زائل ہونے کے قریب ۱۲۔

افسوس اُن پر اور اُن کی نسلوں پر۔ اور کچھ ایسے بھی ضرور ہوں گے بلکہ عجب نہیں ایسے اکثر ہوں۔ جنہوں نے طوعاً یا کرہاً مذہب اسلام اختیار کیا۔ لیکن چاہے پہلے کے مسلمان رہے ہوں یا بعد کو مسلمان ہوئے ہوں۔ ہندوؤں کے اختلاف کی وجہ سے اُن دنوں کا اسلام خالص اسلام نہیں ہو سکتا تھا۔ اور افسوس یہ کہ اب تک بھی خالص نہیں اور شاید ہو گا بھی نہیں۔ اُفتاد تو بگڑی ہوئی پڑی تھی اور اسلام کے پینے کی کوئی توقع نہ تھی مگر سچا خدا اپنے پیے پیئر کی زبان سے **وَاللّٰهُ مُتَعَدِّدٌ** اور **وَلَيَمْلِكَنَّ لَهُمُ دِينُهُمُ الَّذِي ارْتَضٰ لَهُمْ** کی منادی کر چکا تھا اور اُس کی دُگری جاری ہوتی ضرور تھی **اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْلُفُ الْوَعْدَ** بآسے کفرستان ہند میں یعنی ہماری اسس دلی میں وہ خاندانِ ذی شان پیدا ہوا

ایں خانہ تمام آفتاب است

جو شاہ ولی الدقدس المدبر العزیز سے شروع ہو کر مولوی شاہ اسحاق صاحب پختہ ہو گیا۔ **اِنَّ اللّٰهَ وَآلِہٖ وَاٰلِہٖ سَاجِدُونَ** ان لوگوں نے اور بعض ان کے معاصرین نے بھی قرآن اور حدیث کے ترجمے کیے۔ تفسیریں اور شرحیں لکھیں۔ دینیات کی کتابیں تصنیف کیں۔ درس دیے و عظمے۔ یعنی زمانے کی ضرورتوں پر نظر کر کے وہ یا ویسے کام کیے جو اپنے وقت میں صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کیے تھے **رَضَوُا اللّٰہَ عَلَیْکُمْ اَجْمَعِیْنَ** غرض لی کی نبی عظمیٰ فی فیضیت نبی برتری دینی شرافت ان بزرگوں کی قائم کی ہوئی ہو۔ خدا ان کو جزا سے فیہر دے۔ یہ پتھور یا تعلق یا التمش یا کسی غوری یا شاہ جہان کی عمارتیں نہ ہوں جو یو مافیو مایکہ ساعۃ فساۃ بلکہ انا فانا فرسودہ و مُندرس ہوتی چلی جا رہی ہیں اور ایک دن معدوم ہو کر رہیں گی **لَمْ تَعْنِ بِالْاُمْسِ** بلکہ یہ وہ باقیاتِ صالحات ہیں جن کا قیام ذاتِ خدا کے ساتھ وابستہ ہے۔ **وَبَقِیَ وَجْہُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ**

۱۷۰۰ء اپنے نورِ ہدایت کو پورا کر کے ۱۷۰۳ء اور جو دینِ خدا نے اپنی مرضی سے مسلمانوں کو تباہ یا اُس کو ضرور مستحکم کرے گا۔ ۱۷۰۳ء اللہ کا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہوتا ۱۷۰۳ء ہم اللہ کے بس میں ہیں جو چاہے سو کرے اور ہم کو اُس کے پاس لوٹ کر جانا ہو ۱۷۰۳ء گویا کہ اُن کا کس نشان بھی نہ تھا ۱۷۰۳ء اور پروردگار کی ذات ہمیشہ ہمیشہ کو باقی رہے گی جو عزت والا اور بزرگ والا ہے

افسوس تو ہم کو مسلمان بادشاہوں کے مرنے کا بھی بہتیرا ہی کچھ ہو اور نہ کیوں ہو۔ وہ ایک نیچرل بات ہو اضطرابی۔ اس کا چھپنا نفاق بُزدلانہ ہو اور ہم سے اس کی توقع رکھنا طلبِ محال بے شک ان شخصی حکومتوں میں سے اکثر قابلِ شرم و نفرت بھی تھیں۔ مگر ہم ان کی اصلاح کی آرزو کرتے نہ ان کے زوال کی۔ ان کی درستی چاہتے۔ نہ ان کی تباہی۔ لیکن ہماری قوم کو ان بادشاہوں کے مرنے سے اتنا بلکہ اس کا عشرِ عشر بھی نقصان نہیں چھو نچا۔ جتنا ان بزرگانِ دین کے ناپید ہو جانے سے اگر مسلمان بادشاہ مر گئے اور ان کے مرنے سے آخر کار اسلامی سلطنت جاتی رہی تو خدا نے برٹش گورنمنٹ میں ہم کو اس کا فہم البدل عطا فرمایا ہے کہ اس عملداری میں ہم کو امن اور آزادی بشیر ہے کہ ہم اُسے مستفید ہونا چاہیں اس قدر ہے کہ ہم کو اپنی سلطنت میں بھی میں کبھی نصیب نہیں ہوئی کہ اگر ہندوستان سے اسلامی سلطنت جاتے رہتے کا خیال آتا ہو اور اکثر آتا ہو تو صرف اس وجہ سے کہ ہم کو برٹش گورنمنٹ کی برکات سے مستفیع ہونے کا سلیقہ نہیں۔ ورنہ ہم تو اسلامی سلطنت کو جیسی اکثر ہو گزری ہیں یا جیسی ضعیف و نامتظم جابجا اب بھی ہیں کبھی بھول کر بھی یاد نہ کرتے۔ در دوسرے تہہ۔ لیکن علمائے دین کے اٹھ جانے سے جو نقصان اسلام اور مسلمانوں کو چھو نچا اور بھونچ رہا ہو اس کی تلافی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی وَهَكَذَا اَيُّ هَبُ الزَّيْمَانِ وَكَيْفَى الْعِلْمُ فِيهِ وَيَذْهَبُ سَرَّ الْاَقْدَرِ۔ مدتوں تک میں یہ خیال کرتا رہا کہ جب قرآن میں خدا فرماتا ہو لَا تَرْجُوا الْاَوَّلِيْنَ وَلَا الْاٰخِرِيْنَ اِلَّا فِيْ كِتَابِ مُّصِیْبِيْنَ اور اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ تُوَابِ ہم کو دین کے لئے کسی خلیفہ یا امام یا مجتہد یا مجددِ آج کل کے محاورے کے مطابق رفاہِ عمر کی کچھ ضرورت نہیں۔ اور میرے اس خیال کی تائید ہوتی تھی واقعہ قرطاس سے۔ اور وہ واقعہ یہ تھا کہ اُس حضرت صلعم نے جاں کنی کی حالت میں فرمایا اِنِّيْ بَقَرٌ طَاسٍ اَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَّنْ تَقْلُوْا اَبْعَدِيْ (کاغذ لے آؤ تو میں وصیت لکھوا دوں تاکہ میرے بعد تم گم راہی میں نہ پڑو) عمر رضی اللہ عنہ مصلحتِ وقت سمجھ کر لوگوں کو روکا کہ میں انزہا بق روح کے وقت پہنچ میرا صاحب کو

۱۵ اسی طرح زمانہ گزرتا اور علم ناپید ہوتے چلے جاتے ہیں ۱۲۵۰ء تر و خشک سب کچھ قرآن میں کھلا ہوا ہے

۱۲۵۰ء آج ہم نے تمھارے دین کو کمال اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔

و صیت کی تکلیف دینی نامناسب ہے حَسْبُکَ الْکِتَابُ اللہ۔ لیکن اب جبران تغیرات کو دیکھا جو
انگریزی عمل داری کی وجہ سے واقع ہو رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ کا حَسْبُکَ الْکِتَابُ اللہ
اُسی وقت کے لیے کافی تھا کہ ان کو سپر صاحب کی دفاتر کے مسلمانوں کی حالت میں کوئی انقلاب
بین واقع نہیں ہوا تھا کہ ان کو کسی جدید یا مزید ہدایت کی ضرورت ہوتی۔ لیکن ہم سپر صاحب کے
زمانے سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ ہماری حالت اس قدر بدلی ہوئی ہو کہ ہم قرون اولیٰ کے مسلمانوں
کے مقابلے میں گویا بالکل دوسری قسم کی مخلوق ہیں۔ اُن وقتوں کے مسلمان بجائے خود بادشاہ تھے
حاکم وقت رعایا تو رعایا پاس پڑوس کے بادشاہ ان کے نام سے تھرتے تھے تَسْلُفِي قِي قُلُوبِ
الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبُ یا ہم میں نصاریٰ کے محکوم نصاریٰ کی رعیت ہر بات میں نصاریٰ کے دست نگر
نصاریٰ کے محتاج اُن کو یا ایہا الَّذِینَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْیَہُودَ وَالنَّصَارَیَ اَوْلِیَاءَ بَعْضُهُمْ
اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَتَوَلَّیْهُمْ فَاِنَّہُمْ مِنْہُمْ اِنَّ اللہَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظَّالِمِینَ اَوْلِیَاءُ یَتَّخِذُ
الْمُؤْمِنُونَ الْکَافِرِیْنَ اَوْلِیَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ یَفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللہِ فِی
شَیْءٍ اِلَّا اَنْ یَتَّقُوا مِنْہُمْ نَفْعًا لِّعَمَلٍ کَرَّ اَسَانُ تھیں۔ اُن کو یہود اور نصاریٰ اور دوسرے مذہب
والوں کی پداہی کیا تھی۔ کہ ان کے ساتھ دوستی کرتے اور سازگاری رکھتے۔ مگر ہمارا کیا حال ہے یہود تو
کسی گنتی میں نہیں تھے بَلَّغْ لَہُمْ الذِّلَّةَ وَالسُّکُنَةَ وَبَاؤُا بَعْضَہُمْ مِنَ اللہِ نصاریٰ کے ساتھ
دوستی کرنا سازگاری رکھنا عرت اور حکومت اور دولت کو تو رکھو بالائے طاق شرط زندگی ہے۔ رہے ہندو
ان میں اور ہم میں سینکڑوں برس ایسا میل جول چلا آتا ہے کہ اب ہم اور وہ بٹوارہ کرنا بھی چاہیں اور فرقین کے
احق چاہتے بھی ہیں تو ہونیں سکتا نہ تھوک بٹ نہ کھیت بٹ۔ دوسرا بڑا فرق ہم میں اور غار اسلام کے

لہ ہم کو اللہ کی کتابیں کرتی ہو ۱۵۷۱ھ ہم تھارا دہ بکھڑوں کے دل میں بٹھا دیں ۱۲۱۵ھ ایہا ان لوہود اور نصاریٰ کو یا دست تادہ ایک دوسرے کیا
ہیں اور تم میں سے جو کوئی اُن سے یاری کرے گا تو وہ اُن ہی میں گنا جائے گا بے شک اللہ قوم ظالم کو ہدایت نہیں کرتا ۱۲۱۵۔
۱۵۷۱ھ مسلمانوں کو چاہیے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو بار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا تو اللہ کو اس سے کچھ سروکار نہیں مگر یہ
کہ کافروں سے اپنا بچاؤ کرو ۱۲۱۵ھ ذلت اور غمناہی ان کو لازم کر دی گئی اور خدا کے غضب میں آگئے ۱۲۔

پایا ہی۔ بہتروں نے تہمتا کس پیرس کی طرح اس کی پروانہ کی۔ بعض نے پروا کی تو دیکھا کہ بزرگوں کے پسینے کے کپڑے کچھ اُن ہی کے بدن پر پھینک دیے۔ انھوں نے بے مصرت سمجھ کر ڈال رکھے۔ اور کچھ ایسے سادات بھی تھے جنھوں نے کھوپ بھری رفو کیا کاٹھا چٹا بیوند لگایا اور تبر کا پین پھرے۔ ان باتوں کے علاوہ میں دیکھتا ہوں۔ زندگی کی کوئی حالت کوئی شان نہیں۔ جس میں زمانے کے انقلاب کی وجہ سے اُن فوٹین اور غیر متوقع معاملات بکثرت پیش نہ آتے ہوں۔ اور اُن کی نظر زمان سلف میں کہیں نظر نہیں آتیں۔ مال اور فوجداری اور دیوانی کے کل آئین اور تمام ضوابط اور ہنگین دستور بدل گئے اَلَا مَلِئْنَا اللّٰہ ریل اور سٹیم اور تار برقی اور نہر ہا قسم کی کلیں اور پوسٹ کارڈ اور ویلیمیل اور سنی آرڈر اور سٹامپ اور میڈیکر سنی اور پرامیسری نوٹ اور ساز و سامان معیشت کے قریب قریب کل چیزیں نکل کھڑی ہوئیں۔ جن کا لگنے و مٹنے میں کوئی نام بھی نہیں جانتا تھا۔ سائنس نے کہی حضرت ہمارے زمانے کے شیطان میں تمام مذاہب کا ایک خد بچا رکھا ہے۔ یہ اب حال کا نہ کو رہو کہ دو طالب العلم مقلد و غیر مقلد جھگڑے۔ مقلد نے کہا اگر ائمہ کا اجتہاد نہ ہوتا تو دنیا کے کام بند ہو گئے ہوتے کیوں کہ بہت سی باتیں ہیں جن کے احکام قرآن اور حدیث میں نہیں نکلتے۔ غیر مقلد نے کہا کہ جزی سے جزی مسئلہ بھی نہیں جس کو ہم قرآن اور حدیث سے استنباط نہ کر سکیں۔ اور ہم کو کسی کے اجتہاد کی حاجت نہیں۔ مقلد نے ایک فرضی استفتاء لکھ کر غیر مقلد کے حوالے کیا کہ اس کا جواب قرآن و حدیث سے دیا جائے۔ زید نے خالد سے مثلاً سودم کے بدلے کوئی چیز مول لی۔ اب بائع و مشتری کیفیت ثمن میں مختلف ہیں۔ ایک کہتا ہے خر قدی دوسرا بخاری تو اس صورت میں کیا کرنا ہوگا؟ اَللّٰہُ جَوْرًا اَوْ جَوْرًا کیا پیرا لفظ ہے۔ کیوں کہ اس میں اس کی صراحت نہیں کہ اجر جواب دنیا میں ملے گا یا عقبی میں۔ غیر مقلد نے حدیث اِذَا اخْتَلَفَ السَّيْعَانِ فَاَلْفَوْا الْبَاقِیَ پیش کی اس پر فقیر رسالہ بازی شروع ہوئی۔ اور مذہبی اختلافات کا قاعدہ ہے کہ ایک نے فقہ چڑھایا پھر اُن کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا۔ ایک شخص نے اس اختلاف کو میرے سامنے نقل کیا۔ اور نقل کیا بھی تو اس

۱۵ جو پہلے نہیں دکھائی دیے ۱۲ تا ۱۳ کو اجر ملے گا ۱۱۔ ۱۳ جب بائع و مشتری میں اختلاف ہو تو جو بائع کے

تمہید سے کہ جن دو طالب العلموں سے یہ محاسنت شروع ہوئی ہو تم کو حکم کر دانتے ہیں۔ یہ سُن کر مجھ کو
 بے اختیار ہنسی آئی۔ اور ہنسی کے ساتھ غصہ بھی مہنسی تو اس وجہ آئی کہ مجھ میں مولویوں کی سی کوئی بھی بات
 نہیں تو مولوی کی بھینٹی بے تکی ہوئی۔ اور غصہ اس بہت ہے کہ میں نے اپنے جی میں کہا بھلا یہ تو کھنٹے پڑھنے
 کی بات ہے۔ میں چاہوں تو اُنیں بائیں شاخیں کچھ ہانک بھی دے سکتا ہوں۔ لیکن اگر کل کو کسی نے میری
 نسبت از خود خیال کر لیا کہ یہ بڑا کلا دنت ہو اور مجھ سے فرمایش کی کہ یہ صبح کا وقت ہے۔ بھلا ایک بھیہر دیں تو
 گا کر سناؤ تو میں کیا کروں گا۔ میں اُس شخص کو جو میرے روبرو یہ قصہ لایا تھا مناسب وقت کچھ کھ کر
 طال و یالیوں تو میں بھی غیر مقلدوں کے سے عقائد رکھتا ہوں۔ مگر اس مسئلہ خاص میں مقلدوں کے
 ساتھ ہوں بلکہ ان سے بھی دوچار قدم آگے بڑھا ہوا۔ کیوں کہ میرے نزدیک نہ صرف قرآن و حدیث
 بلکہ قرآن و حدیث اور اجتہاد ائمہ بھی اس زمانے کی دنیاوی ضرورتوں کو ناکافی ہیں۔ ناکافی کا لفظ جو میں نے
 استعمال کیا شاید اچھا نہ ہو مگر میری مراد یہ ہے کہ معاملات میں ہزار ہا جزئیات ایسی پیش آتی ہیں جن کے
 لئے اجتہاد جدید کی ضرورت ہو جس وقت دراہم سمرقندی و بخاری کا مسئلہ میں نے سنا تھا ٹھوڑی دیر بعد
 انگریزی اخبار میں اتفاق سے خلاف ورزی کا پی بلاٹ کا ایک مقدمہ نظر پڑا فوراً خیال میں آیا کہ دراہم
 سمرقندی و بخاری کی جگہ یہ صورت ہوتی تو غیر مقلد کو قہر پھٹ سُننا پڑتا۔ ایسی ہی باتوں نے میرے
 خیالات کو بدل لایا اور اب میری رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کو مجدد یا مجتہد کی سخت ضرورت ہے۔
 اور بدو ان ایسے شخص کے ہمارا کام چل نہیں سکتا۔ اور میں خود ہی کے متقدمین علم کو یاد کرتا ہوں تو وہ
 بھی اسی سبب کہ مجھ کو ان لوگوں میں اس بات کا پتہ ملتا ہے۔ مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب نے جو کتاب
 حجۃ اللہ البالغہ لکھی۔ اُن کو اس کتاب کے لکھنے پر ضرور یہی خیال باعث ہوا ہو گا کہ اب خدا نے تعالیٰ
 دین العباد کو اللکتاب کی قبول کرنے والی طبیعتیں پیدا نہیں کرتا۔ لوگ ہر ایک بات کو میزانِ عقل میں تولنا
 چاہتے ہیں۔ یا جیسا مشہور ہو کہ مولوی شاہ عبدالعزیز نے دلی کی شاہی تختہ ہوں کو دکھا کہ اُن میں در ثائق
 لکھنؤ میں اور سرکار انگریزی کے پرائیسری نوٹوں میں کچھ بھی فرق نہیں، جائز ٹھہرا دیا تھا۔ کچھ شک نہیں
 لے سناٹے میں آگیا ۱۲ بڑے عورتوں اور مکتب کے رکھوں کا دین ۱۲۔

کہ انھوں نے دیکھا عموماً ملوے اور سچے کہ ان آمدنیوں کو برپا قرار دے کر اتنے سارے مسلمانوں کو مصداق
 فَادْعُوهُمْ بِحُكْمٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ بنانا اور خدا اور اس کے بندوں میں سے ہر ایک کو بلا کر آسان ہجرت برپا
 کے سچ کو ذرا دھمیل کرنا چنانچہ انھوں نے انہوں کو امتین کو اختیار کیا جو ان کا کام تھا

تو براے وصل کر دین آمدی

وہ اگلے علما زندہ ہوتے یا ان کے جانشین ان کے سے دل و دماغ رکھتے ہوتے تو اسلام میں جس کو اپنے ملک سے ہٹا دیا ہوئے پر ناز تھا اور ناز واجب تھا۔ ایسی سختی ہرگز داخل نہ ہونے پائی کہ واقعہ میں اس کا سمجھنا نہ پکتے ہوئے انکار سے کوہا تھا میں نے رہنا ہو رہا ہے۔ میں بھی اخبار میں پور پول کے نومسلموں کے حالات اور امریکہ میں اشاعت اسلام کی تجویزیں پڑھا کرتا ہوں مگر بے دلی اور استکراہ کے ساتھ۔ پور پول اور امریکہ کے نام سے مسلمانوں کے دلوں میں جوش پیدا ہوتا ہے اور جوش کی بات بھی ہے۔ منجھو جو بے دلی پر وہ اس سے کہ ہم ممالک دور دراز میں تو اسلام کے پھیلاؤ کی تدبیریں کرنی چاہتے ہیں اور گھر کی خبر نہیں کہ یہاں چھینکے ناک کاٹی جاتی اور لوگوں کو مترادف کافر بنانے کے لیے حیلے ڈھونڈے جاتے ہیں۔ ایک طرف پیغمبر صاحب فرماتے ہیں انا اباہی یکتو الاکھم یعنی قیامت کے دن میں فخر کروں گا کہ میری امت میں اس کثرت سے لوگ ہیں کہ کسی نبی کی امت میں نہیں اور ساری عمر آپ نے اور سلف صالح نے اسی کوشش میں صرف کر دی کہ جہاں تک ممکن ہو مسلمانوں کا گروہ بڑھے۔ یدخلون فی دین اللہ احوالاً اور ہمارے ان وقتوں کے علما ہیں کہ لوگ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں نمازیں پڑھتے ہیں مسلمانوں کا ساتھ رکھتے ہیں۔ مسلمان ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور مولوی ہیں کہ ذرا سی خفیف اور مختلف فیہ بات کا الزام لگا کر زبردستی ان کو دھکے دیے چلے جاتے ہیں یورپ کے لوگ جب ان ہی دنوں اسلام نہ لائے۔ جب اسلام ماننے کی چیز تھا تو اب ایسی حالت میں کہ ہم موروٹی مسلمانوں کو اس میں رہنا لے طیارہ ہوا اور رسول کے ساتھ لڑنے کو ۱۲ سال تک کا اشتہار دیا ۱۳۵۰ مذہب آسان سلیس ۱۲ سالہ اللہ کے دین میں جو حق چلے آ رہے ہیں ۱۲۔

دشوار ہو رہا ہو کون اسلام قبول کیے لیتا ہو اور لاکھوں کھڑوں میں دچا دس میں اس خیال کے ہوئے بھی تو اس سے اشاعت نہیں ہوئی جاتی۔

بھلا جن کے تشبیہ سے اور تشبیہ بھی فی العقائد نہیں کہ وہ نہ کبھی تھانہ اب ہونہ ہو سکتا ہو بلکہ تشبیہ فی اللباس تشبیہ فی الماکل تشبیہ فی الرکوب تشبیہ فی المشی تشبیہ فی القیام تشبیہ فی القعود تشبیہ فی الی شی سے ہم کافر ہوں۔ ان کا من تشبیہ تقوم قوم قوم کے ہوتے مسلمان ہونا ہند کے مسلمان کہیں تسلیم کرنے لگے تھے اور کریں تو سید احمد خاں خوشی کے دھول بجائیں کہ یہ جیتے اور مسلمان ہارے۔

ان لوگوں نے یقین ہو عقائد کے سوا سہ اپنی حالت ظاہری بالکل نہیں بدلی ہوگی یا بہت کم بدلی ہوگی۔ امید نہیں کہ مسلمان میں گھٹ کر پورے میں بیٹھی ہوں یا آئندہ بیٹھیں۔ امید نہیں کہ ان لوگوں نے طرز عمل تبدیل کیا ہو یا آئندہ کریں۔ امید نہیں کہ یہ نو مسلم نے اصول معاشرت عمل میں لائے ہوں یا آئندہ عمل میں لائیں۔ میں تو اپنی ذات سے ان کے حالات کی تفتیش کے درپور رہتا نہیں مگر یہ آواز بھی کسی طرف سے

میرے کان میں پڑی کہ دن کے دس بجے بھی ایک نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہو۔ اور بار موعیم پڑھ کر ان کا کیا جاتا ہو۔ اگر ایسا نہ بھی ہوتا ہم اس میں شک نہیں کہ ہند کے مسلمانوں کا سا اسلام بلکہ میں تو کموں کا عام طور کا

اسلام یورپ اور امریکا میں کوئی قبول کرتیں سکتا اور منہ سے قبول کر بھی لے تو اس پر عمل نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ کہ خدا ان کو ہجرت کی توفیق دے۔ اور حضرت سلطان روم کی عمل داری میں جا بیس اور ان کے ہم حالت

عرب کے ابتدائی مسلمانوں نے آخر یہی کیا تھا۔ اور حبیب ان لوگوں نے اسلام اختیار کیا ہو تو ہم جیسے تشدد مسلمان نہ سہی ان کو پورا پورا مسلمان بننا تو ضرور ہو۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الَّذِي آمَنُوا اَدْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ اور یورپ میں گھر بیٹھے تو پورا مسلمان بنا معلوم۔

كُلُّوْا نَفَرًا مِّنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّیْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ

۱۷ھ لکھا ۱۳ھ سوار ۱۵ھ رختار ۱۶ھ برفا ۱۷ھ نشست ۱۸ھ کوئی سی پیز میں مشابہت ۱۹ھ انگریزی باجا ۱۲

۱۷ھ ایمان والو اسلام میں پورے پورے آ جاؤ اور شیطان کے تدبیروں سے چلو۔ تمہارا گھلاؤ دشمن ہو ۱۹ھ کیوں نہیں ان کے برگروہ

میں سے کہ لوگ گھر سے نکلے تاکہ کہیں گھر میں اور اپنی قوم پاس رہیں جاکر ان کو ڈرائیں شاید وہ بچیں ۱۲۔

يَخَذُ دُونَ بے شک جہاں تک ہو سکے ہم لوگوں کو بھی اُن کی مدد کرنی چاہیے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں ہمارے
ہم وطن اُن سے کیس زیادہ محتاج مدد ہیں۔ کیا یہ اتلاہ حق نہیں ہوگا۔ کہ ہم یورپول اور امریکا کے
نومسلموں کو جان نہ پہچان غالب بڑی سلام چند سے بھیجیں اور اپنے ہم وطن بھائیوں کو بر باد اور تباہ ہونے
دیں۔ وہ اگر سلام لائے تو اپنی عاقبت درست کی۔ یہاں کے مسلمانوں سے بڑھ کر وہ ہماری ہم دردی
کے کس طرح حق دار بن بیٹھے يَتَمَنُّونَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمَنُّوْا عَلٰی اِسْلَامِكُمْ بِلِ اللّٰهِ يَمُنُّ
عَلَيْكُمْ اَنْ هَذَا اَكْمَلُ الْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ مُّصْٰدِقِيْنَ اُن لوگوں کو چندہ دیا بھی جائے تو اس شرط
سے کہ ہم میں آکر رہیں اور اپنی قومی شایستگی اور تربیت کے نمونے دکھا کر ہماری اصلاح کریں۔ اور
مسلمان مشنریوں کا کام دیں۔ کیا اسلام لاتے ہی اُن لوگوں میں سے بھی یونیورسٹی کا سٹڈنٹ بن گیا۔
یا اسلام لانے کا عاجل صلہ ہو کہ کلمہ بھرا اور سوال شروع کیا۔ لیکن اگر بالفرض والتقدیر امریکا کا یورپول کے
نومسلم ہمارے ان اضلاع میں آنکلیں تو علی گڑھ کے سوا اے اے یونیورسٹی کے یونیورسٹی کے یونیورسٹی کے
اُن کا ٹھکانا نظر نہیں آتا۔ یورپ اور امریکا کو مسلمان کرنا چاہو گے تو وہ جہاد کی دلیل جس کے ماننے کے
سوا کسی چارہ ہی نہ تھا وہ تو اب پیش رفت جانے کی نہیں۔ اب رہیں دلائل عقلی تو تم نے خود عقل کو
دین میں معطل کر رکھا ہے۔ بلکہ دین کی تخصیص بھی کیوں کروں دنیا میں بھی عقل کو معطل کر رکھا ہے۔ بھائیو
یورپ اور امریکا کو مسلمان کرنا چاہو گے بلکہ پڑھے جنوں کا اتارنا ہی۔ آج ترقی کی ٹرین میں
یورپ اور امریکا دونوں کا ٹور ٹریڈنگ ہے۔ اگر اسلام متعارف کو یورپ اور امریکا میں لے جانا چاہتے
ہو تو از براے خدا اسلام کو مت رسوا کرو۔ اپنا گھٹنہ کھولنا اور آپ ہی لاجوں مرنا۔ اور اگر اسلام متعارف
کے سوائے دوسری قسم کا اسلام ہو اور اشارے اور کنائے میں کہنا کیا ضرور ہو سید احمد خاں
کا سا اسلام ہو تو اہل یورپ اور اہل امریکا ایساے نیشن اس کو مانیں گے تو کیا مگر ہاں اس قدر
سے ہم پر اسلام لانے کا احسان جتنا ہے تم اُن سے کہو اپنے اسلام کا ٹھکانا احسان مت دھو بلکہ نہ اہم پر احسان رکھتا ہو کہ تم کو
ایمان کی ہدایت دی بشرطہ کہ تم اپنے بیان میں سچے ہو ۱۲۷۷ انسان ہمدردی ۱۲۷۷ صفت ۱۲۷۷ کہ ہم ہنسنا چاہیں
پر دواز ۱۲۷۷ سب سے آگے ۱۲۷۷ من حیث القوم ۱۲۷۷

وحشت جو اسلام متعارف سے کرتے شاید نہ کریں۔ مذہب کے اعتبار سے یورپ اور امریکا ہم سے بھی گئے گزرے ہیں۔ وہاں کے ملکی دماغوں میں یہ غفلت ہے۔ کہ سرے سے خدا ہی کو نہیں مانتے۔ کیسا مذہب اور کہاں کا اسلام۔ یہ سمجھے رہنا۔ کہ میں ملک اور قوم سے بحث کر رہا ہوں نہ افراد خاص سے۔ بے شک ان میں خدا کے بندے ایسے بھی ہیں۔ جو خدا کا ادب کرتے اُس سے محبت رکھتے۔ اور محبت کے ساتھ ڈرتے بھی۔ اور شاید ان میں سے بعض کو عیسائیت سے تسلی نہ ہوتی ہو اور نجات کے لئے اُن کو دوسرے مذہب کی تلاش ہو۔ لیکن کوئی سا مذہب بھی ہو اُس میں خلاف قیاس تو نہیں ہر از قیاس باتیں ضرور ہوں گی۔ کسی میں کم کسی میں زیادہ۔ تو جو شخص عقل کے بدون ٹکڑا ٹوڑنا نہیں چاہتا وہ کیوں کسی دین و مذہب کا معتقد ہونے لگا۔ ہر ایک چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔ یہ زمانہ افراط عقل کا ہو تو کل مذاہب شکی ہو رہے ہیں۔ ازاں جملہ اسلام بھی تعلیم تو ناقص نکوٹن رہی ہو جس میں کتنا ہوں اسلام شکی ہو رہا ہو تقاضے وقت اور انگیزی عملداری سے۔ یہ کسی کہنے اور نا احسان مند آدمی کا کام ہو کہ برٹش گورنمنٹ پر مذہبی پارٹی ٹیلٹی یا مذہبی انٹرفیرنس کا الزام دے لیکن نیوٹرلٹی ہی سے کوئی مذہب شکی ہونے لگے تو یہ مذہب کا قصور ہو نہ برٹش گورنمنٹ کا۔ مثلاً گورنمنٹ کی نیوٹرلٹی اس بات کی متقاضی ہو کہ وہ اپنی تمام رعایا کو کسی قوم کسی مذہب کے ہوں صداقت کے ایک درجے میں سمجھے۔ اور ان ہی اصول پر تمام معاملات تصفیہ پارہے ہیں۔ لیکن فرض کرو ایک مذہب ایسا ہو جو دوسرے مذہب والوں صرف اُن کے مذہبی معتقدات کی وجہ سے عموماً جھوٹا سمجھتا ہو تو ایسا مذہب گورنمنٹ کی نیوٹرلٹی سے کیوں کر یکساں ہو سکتا ہو۔ یا مثلاً گورنمنٹ اور اُس کی اکثر رعایا مسلمان نہیں ہو وہ بے محابا سودیتی اور دیتی اور دلواتی ہو۔ سرکاری محاصل میں آبکاری اور بہت سی دوسری رقیں شامل ہیں جو از روئے شرع اسلام ناجائز ہیں۔ سرکار رجم اور قطعید کی جگہ جو مانے کرتی اور ان یک جاتی رقبوں سے ملازم خواہ پاتے پس یک مسلم لے لکھ رہے ہیں ۱۲ لے طرف داری ۱۲ لے دا غلت ۱۲ لے نا طرف داری ۱۲ لے متفق سازگار ۱۲۔

لے سنگسار کرنا ۱۲ لے ہاتھ کاٹنا ۱۲۔

نوکر ہی پیشہ لوگوں کی آمدنی شرعاً جائز یا ناجائز جیسی ہونے کو نوکر ہی پیشہ اس کا فیصلہ کریں۔ میں تو مدت ہوئی نو سو سو روپے پورے کو کے نوکر ہی سے تائب ہو گیا ہوں۔ رہی تجارت تو کل اقسام تجارت میں صرف وہ تجارت قابل قدر ہو جو یورپ کے ساتھ ہوا اور گنیمتیں اور بڑے اور چھابی یعنی تمام ہندوستان کے تمام مسلمان سودا گرا ایک زبان ہو کر انکار کریں تو بھی نہ مانا۔ یورپ کی تجارت سود سے پاک ع

ایں خیال ست و محال ست و چمنوں

زمینداروں اور کاشتکاروں کی حالت پر نظر کر تو فرمیں اَصْطَرَّ فِي تَحْصَدٍ کے مصداق ہیں
کیوں ہیں۔ یہ عمل اس بحث کا نہیں۔ مگر معلوم ہو کہ ہیں اور ان کو مردار بھی حلال ہے۔ اب ان کے
سوا اے معاش کا کوئی اور ذریعہ تم میں سے کوئی بتائے جو شائئہ حرمت سے بڑی ہو پس مسلمانوں کا
حال کیا ہے۔ حرام و حلال کا فرقہ نہیں کرتے اور نہیں کر سکتے۔ ہائے ہائے کیا حدیث یاد آئی ہے۔
یہ اُم الخبائث شراب اسلام میں ایک دم سے حرام نہیں ہوئی۔ مگر اس کی مذمت کی آیتیں نازل ہوتی
رہتی تھیں صحابہ رضی عنہم جو لوگ محدث تھے تارکے کہ انجام کیا ہونا ہو۔ چنانچہ عمر بار بار کہتے تھے۔
اللَّهُمَّ بَيْنْ لَنَا فِي الْحَمْرِ بَيِّنَاتًا شَافِيَةً۔ لیکن جن کے ذہن اتنے رسالہ تھے اس نکتے کو نہ سمجھے
اور کیوں کر سمجھے۔ خدا فرماتا تھا لَيْسَ لَكَ عَنِ الْحَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قَوْلٌ فِيهَا إِحْصَاءٌ كَثِيرٌ وَمَنْ أَعِزَّ
لِلنَّاسِ دَرَاهِمُهُمَا أَكْثَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا تو کثروں نے خیال کیا ہو گا کہ اِدِّمَانِ یا افراط مذموم ہے۔ اور
خدا کا مطلب یہ تھا کہ پہلے شراب اور جوئے سے لوگوں کو نفرت پیدا ہوئے تو حکم حرمت نازل
کرد تاکہ لوگ بطور عاقل تمیز کریں چنانچہ آخر کار نص مریع نازل ہوئی یا اَكْثَرُ النَّاسِ

ملہ تو جو بھوک سے بے قرار ہو اور گناہ کی طرف اُس کے دل کا میلان نہ ہو تو اشد معاف کرنے والا مہربان ہے ۱۲ھ ای
خدا شراب کے بائے میں ہم کو کوئی صاف حکم ملے ۱۲ھ گندمی باتوں کی جڑ ۱۲ھ لوگ تم سے شراب دھوئے کے بائے میں
سوال کرتے ہیں تو تم یہ جواب دو کہ ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں اور فائدے سے ان کا گناہ بہت بڑھ کر
۱۲ھ شراب کو لازم کر لینا ۱۲ھ ایمان والو شراب اور جو اور پرستی شیخ تھان اور پاسے سے واپس آتے ہیں کہ شیطان شیطان
تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جو سے تم میں عداوت اور دشمنی ڈال دے اور تم کو یاد خدا اور نماز سے روکے تو اب یہی تم ہاؤ گے کہ نہیں

یہاں بھی کتاب میں کچھ ہوا کرتے کچھ ہیں۔ یہود و نصاریٰ کا وہی شیوہ مسلمانوں نے اختیار کیا ہو اور زمانہ اس حدیث کی پیشین گوئی کی تصدیق کر رہا ہو۔ یوں احکام شرع کی بجا آوری میں کوتاہی کس سے نہیں ہوتی قطعاً

بندہ ہماں بہ کد نقیصہ خویش	عذر بدرگاہ خدا آورد
ورنہ سزا و اجساد اندیش	کس نتواند کہ عجب آورد

نمازیں قضا ہوتی رہتی ہیں۔ مجھ جیسے کم ہمتے بندہ شکم روزوں سے جان چراتے ہیں۔ اس خیال سے کہ تمام عمر میں ایک حج فرض ہو۔ جاڑوں میں حج ہونے لگے قرطینہ کی طرف سے اطمینان ہو تب دیکھا جائے گا۔ ابھی مرے تھوڑے ہی جاتے ہیں۔ غالب ہو کہ دنیا ہی سے ہجرت کر دیں تو کریں حج تو ہوتا ہوا اتنا معلوم ہوتا نہیں۔ اور امر شرعی میں سب سے زیادہ مؤخوذ ہو زکوٰۃ۔ سوا ول تو مسلمان بہت ہی کم صاحب باب ہیں جو میں معلوم ہوا کہ زکوٰۃ نہیں دیتے اَلَا مَا شَاءَ اللہ۔ اور دیتے بھی ہیں تو پوری نہیں اور زکوٰۃ کے طور پر نہیں۔ پس کیا فرق کیا جاسکتا ہے ہم مسلمانوں میں اور یہود و نصاریٰ میں۔ انھوں نے کتاب اللہ کو صرف تلاوت کے لیے رکھا تھا نہ عمل کے لیے ہم بھی قرآن کی تلاوت کرتے ہیں عمل دل خیر صلح۔ قرآن میں ایک آیت ہو اَلَّذِينَ آمَنُوا وَنُفِخَتْ فِي قُلُوبِهِمُ لَقَدْ كَرِهَ اللہُ وَمَا نَزَلَ مِنْ شَيْءٍ وَلَا يَكُونُ اَكَا لِيَنْ اَوْ تَوَالِ الْكِتَابِ مِنْ قَبْلِ فُطَال عَلَيْهِمُ الْاَمْدُ فَفَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثُرَ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ اور اس آیت کے متعلق ایک اثر بھی ہے صحابی صاحب اثر لکھتے ہیں کہ ابھی ہم کو مسلمان ہوئے پورے چار برس بھی نہیں ہوئے تھے کہ خدا کے نزدیک ہم قابلِ ملامت ٹھہرے جب صحابہ کے ساتھ یہ معاملہ ہو تو واسے ہم چودھویں صدی کے مسلمانوں پر غنّ احق بِالْاَمَلَةِ وَاُولٰٓئِكَ اٰخِرُیْہَا اگرچہ مسلمان کیا دنیا اور کیا دین دونوں کے اعتبار سے تنزل کے اسفل السافلین درجے میں بھونچ گئے ہیں۔ مگر ان کا تنزل اتنا قابلِ افسوس نہیں جتنا ان کا تنزل سے لے کیا مسلمانوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ خدا اور ان سے احکام کے لیے جو ان پر نازل ہوئے ہیں ان کے دل عاجزی کریں اور ان لوگوں جیسے نہ ہوں جن کو پہلے دی گئی کتاب بارودہ آگیا اٹھے اور ان کے دل سخت پڑ گئے اور ان میں اکثر نافرمان ہیں ۱۲۔ ہم ملا سکتے

بے خبر ہونا۔ ان کو تنزل کا شعور ہو تو شعور کے ساتھ مذہب بھی ضرور ہوا ورنہ ہو تو لاہرم اچکنے کی تمیل سے سنبھلنے کی
 تدبیر کریں برکریں کتنے ہی قوم اور قوم کی وسعت پر نظر کر سکتے ہیں۔ پھر کتنے ہیں جو قوم کی تباہی دیکھ کر متاثر
 ہوں۔ پھر کتنے ہیں جو متاثر ہوں اور کچھ کرنا چاہیں۔ اگرچہ ان سوالات کا جواب ہوتے ہوئے آخر کار صفر ہوگا
 یا صفر سے تجاوز ہو کر کوئی مقدار منفی لیکن طیب اگر ہو بھی کیا کرے گا جب بیمار اپنے نہیں بیمار ہی نہ بچھنا اور اٹلا
 علاج سے گریز رکھتا ہو یہاں کچھ نہ ہوا دہونے کی توقع بھی نہ ہو وہاں یہ جو کچھ ہو رہا ہے غنیمت ہے لیکن میں دیکھتا
 ہوں کہ جو لوگ مسلمانوں کے رفاہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور بعض اُن میں کے ہیں بھی اُس خیر سے جس کی
 رفاہ کی سخت ضرورت ہے اور اُسی کے رفاہ پر مسلمانوں کی تمام تر بسود فلاح موقوف و منحصر ہے اس کی طرف
 کسی قدر بے توجہی کی جاتی ہے یا جتنا اہتمام اُس کے بارے میں ہونا چاہیے نہیں ہوتا۔ وہ کیا چیز ہے۔
 مسلمانوں کے مذہبی خیالات۔ وہ خیالات ہماری اسی دلی میں پیدا ہوتے اور اسی دلی میں نشوونما پاتے
 اور اسی دلی میں زور پکڑتے اور ان کی درستی بھی ہوگی تو اسی دلی میں گی اور اسی دلی سے ہوگی شیعہ کی تو کتنا نہیں
 کہ یہ تفرقہ خاندان نبوت کے ساتھ پیدا ہوا۔ لیکن وہابی بدعتی مقلد غیر مقلد دواتین ذوالین وغیرہ وغیرہ
 کہاں سے نکلے۔ اسی دلی سے۔ اور کوُن جانتا ہے کہ ابھی یہاں سے کیسے کیسے اختلافات پیدا ہوں گے اور
 مسلمانوں میں کیسے کیسے فرقے برپا کریں گے۔ سید احمد خاں اور اُن کے اعوان و انصار بخوبی سمجھے
 رہیں کہ جب تک دلی کی اصلاح نہ ہوگی نہ ان کا علی گڑھ کالج کچھ کر سکے گا نہ کانفرنس نہ انسٹیٹیوٹ نہ لکچر نہ تفسیر
 نہ آرٹیکل نہ اخبار نہ رسالے جس طرح تھرمسٹر سے سردی گرمی کا اندازہ کیا جاتا ہے جس طرح مٹی ہارکٹ سے
 اسن کا جس طرح نبض سے مرض کا جس طرح میڈیٹر و لاجیکل آئیزرویشن سے برسات کا میں دلی کے
 مسلمانوں سے عام مسلمانوں کی حالت کا اندازہ کرتا رہتا ہوں۔ سید احمد خاں نے تعلیم سے اپنا
 نمونہ دکھانے سے باہر جو کچھ کیا ہو اُس کو یہی بہتر سمجھتے ہیں۔ دلی کا یعنی سید احمد خاں کے وطن کا تو حال یہ
 ہے کہ ابھی دو یا تین مینے کا نہ کو رہیں ہیں کے میونسپل ہال میں اسی کانفرنس کا تہمدی جلسہ ہو رہا تھا
 یہ فیض اللہ کے دو طرح پڑھنے کی طرف اشارہ ہو ۱۲۵۵ھ نقدی کا ہوا ۱۲۵۵ھ ستارے جو ٹوٹے ہیں اُن کا
 حساب و کتاب ۱۲۔

اور باہر باہر مولویوں نے ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ اور سن گزرتا تو ہم مہو مہو کی منادی ہو رہی تھی۔ کانفرنس تو تھی مگر کپنیوں کی طرح ایک دن دو دن حد میں دن اپنا کھیل کر کے رخصت ہو گا اور پھر جو اس کی روئی دھنکی جائے گی دیکھئے کہاں کہاں پہل کر جائیں۔ اسی جناب نے دیکھا تو دیکھا کہ مغرور نہ ہو جیے گا اگر آپ کو کچھ کرنا ہو اور بے شک کرنا ہو تو دینی میں کانفرنس کی ایک پینٹ بریج متقل شاخ قائم کیجئے کہ وہ ہر روز نہیں تو ہر ہفتے اور ہر ہفتے نہیں تو ہر مہینے اور ہر مہینے نہیں تو ہر تیسرے مہینے بس اس سے زیادہ نہیں اجلاس کیا کرے تب کچھ اثر ہو تو ہو وہ بھی شاید اور کہیں مدتوں میں جا کر اس بریج کا صرف یہ کام ہو کہ مسلمانوں کے مذہبی خیالات کی اصلاح کرے تو اصلاح کس قسم کی سب سے پہلے مسلمانوں کو مذہبی ٹارگٹس سکھائے ٹارگٹس اسلام کی ایجاد ہو اسی سے اسلام شروع ہوا جب ٹارگٹس حد سے گزر گیا مجھوری اپنے تحفظ کے لئے لوگوں سے لڑنا پڑا۔ رفتہ رفتہ ٹارگٹس میں کمی آتی گئی۔ یہاں تک کہ مسلمانوں وہ سبق لیا جس کو لاکھ اب ہر چند یاد دلایا جاتا ہو نہیں آتا یہ کیا دوسروں کے ساتھ ٹارگٹس سے پیش آئیں گے جب کہ آپس ہی میں سازگاری اور صلح کاری قائم نہیں رکھ سکتے اور اس کے بدون ان کو فلاح ہوئی ہو اور نہ ہوگی۔ مذہبی خیالات کے متعلق دوسری بات جس کی میں صلح دیتا ہوں یہ ہے۔ کہ دائرہ مذہب اب بھی بہت وسیع ہو گیا ہو اور یو مافو ما وسیع ہوتا چلا جاتا ہو اگر اس کو سیٹر نہ سکوت خیر تا تو کرو کہ یہ زیادہ پھیلنے نہ پائے۔ دائرہ مذہب کے ٹکڑے اور پھیلنے سے میری مراد یہ ہو کہ مسلمان ہر ایک بات کو مذہب میں نہ گھسیں اور جتنی الامکان آزادی اسے کو قائم رکھیں۔ آزادی اسے کے قائم رکھنے کو نہ میں اپنی طرف سے کہتا ہوں بلکہ خدا جس نے دین اسلام کو پسند کیا اور فرمایا اسے صلیت لکھو الا سلام دینا اور ان الله اصطفى لكم الدين فلا تموتن الا وانتم مسلمون اسی کی مرضی ہو کہ ہم آزادی اسے کو ضائع نہ ہونے دیں یا ايمان الذين امنوا الا النساء قلن عن اشياء ان تبدلن لکن

۱۰ جو اپنی شرکت سے کسی قوم کے گروہ کو زیادہ کرے تو وہ ان ہی میں گنا جائے گا ۱۲ بدیع ملو تو محبت زیادہ ہو ۱۲۔
 ۱۱ برداشت۔ درگزر ۱۲ ہم تمہارے دین اسلام سے رضا مند ہیں ۱۳ اللہ نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے تو ہم اسلام ہی کے دین میں مرنا ۱۴ ایمان والو بہت باتیں نہیں پوچھا کرتے اگر تم کو بنادی جائیں تو بڑی گلیں اور کھینچ کر انزل جو ملا ہو پوچھو گے تو بتایا بھی جائے گا اللہ تمہاری یہ خطا سنا کی اور اللہ سنا کر نے والا بردبار ہو ۱۵ تمہارے پیچھے بھی لوگوں نے باتیں پوچھیں مگر تمہاری نافرمانی نہ کرنا

سَوِّكُمْ وَرَأَوْا نَسَاؤَهُمْ حِينَ يُنْزِلُ الْفَرُّ أَنْ مُبْدَلَكُمْ عَقَالَهُ اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ عَفْوٌ رَحِيمٌ قَدْ
سَالَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ یہ آزادی رائے نہیں ہو تو کیا ہو۔ پھر نبی اسرائیل کا
وہ قصہ جو سورہ بقرہ میں ہو کہ خدا نے ذبح بقرہ کا حکم دیا۔ میں اُس وقت ہوتا تو صلاح دیتا مگر موسیٰ کی
نہ مسمیٰ جو اُن کو لاٹھی کے زور سے سُناتے تھے تو میری کیا سنتے بہر کیف میں تو صلاح دیتا کہ ہندوؤں
کو تو خیر نہ ہو چکے سے کالی گوری موٹی دہلی بھیا بڑھی سستی مہنگی جیسی ملے ایک گائے کیس سے پوکر
حلال کر دو۔ وہ لگے موسیٰ سے جھٹیں کرنے اُدْعُ لَنَا ذَبَابٌ مُّبِينٌ لَنَا مَا مَحْيٰی - اُدْعُ لَنَا ذَبَابٌ مُّبِينٌ
لَنَا مَا مَوْتًا جوں جوں چھانٹے گئے کر کر رہا ہوتا گیا۔ یعنی قیدیں بڑھتی گئیں۔ آخر کار گائے تو ذبح کی مگر
بڑی ہی مشکلوں سے فُذِّجُوا وَ مَا كَادُوا يَتَعَلَّوْنَ میں ایسی بہت سی باتیں بتا سکتا ہوں جو صرف
ریجنس ذیل کی وجہ سے داخل مذہب ہو گئی ہیں۔ اور اگر میری رائے غلطی پر ہو تو خدا معاف کرے
اور مجھ کو سیدھا راستہ دکھائے۔ میرا خیال یہ ہو کہ یہ غلو ابتداء اسلام میں بہت ہوا کیوں کہ اُن لوگوں کے
مذہبی دلوے اور جوش و خروش بہت بڑھے ہوئے تھے۔ ان کو پیغمبر صاحب کے ساتھ اس درجے کی
محبت اور عقیدت تھی کہ اُن کے تمام افعال اور اقوال اور حرکات اور سکناات اور شست و بھشت
اور عادات اور اطوار اور اوضاع سب کو دین ہی سمجھتے اور دین ہی سمجھ کر ان کی تعمیل اور تقلید اور
پردہ اور نقل کرتے تھے۔ اور اگر صحابہ کو پیغمبر صاحب کے ساتھ اس درجے کی محبت اور عقیدت نہ ہوتی
تو کیوں کر ممکن تھا کہ اس قدر جلد و رحمت اسلام بویا بھی جاتا بڑ بھی پکڑ لیتا اور بھیل بھی لے آتا یعنی
اسلامی سلطنت بھی قائم ہو جاتی اور سلطنت بھی قائم ہو جاتی تو ایسی زبردست کہ اس نے تمام ربیع
مسکوں کو اپنی ٹٹھی میں لیا وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اس محل پر چند مثالیں بیان کروں گا۔
جن سے مستمعین صحابہ کی محبت اور عقیدت کا کچھ اندازہ کر سکیں۔ قریش کو پیغمبر صاحب کے ساتھ شروع
ہی سے جانی دشمنی تھی اور انھوں نے پیغمبر صاحب کے ہلاک کرنے میں کوئی کسر نہیں کی۔ خوریا نہ نہیں

۱۱ ہمارے طرف سے خدا سے پوچھو کہ وہ بتائے گا کہ ۱۲ ہمارے طرف سے خدا سے پوچھو کہ وہ بتائے
گائے کیسی رنگ کی ۱۲ لگائے حلال تو کی مگر اُن سے توقع نہ تھی ۱۲ بوشش مذہبی ۱۲۔

کہ صلح حدیبیہ کا مذکور ہوا فتح مکہ کا۔ اور جو بات میں بیان کرنے والا ہوں وہ یوسفیان کا مقولہ ہوا
 کسی اور شخص کا جو قریش کی طرف سے ایچی بن کر آیا تھا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ یہ واقعہ تاریخی کوثر
 اپنے اعوان و انصار سمیت لڑنے کے لئے طیار تھے یہ شخص قریش کی طرف سے لشکر اسلام میں آیا اور اس نے
 واپس جا کر قریش کو بھجایا کہ تم کو کس سے لڑنے کا ارادہ کر رہے ہو۔ میں فارس اور روم دونوں سلطنتوں
 کے حال سے واقف ہوں۔ محمد صلعم کے ساتھیوں کی سی جاں نثاری میں نے کسی بادشاہ کی فوج
 میں نہیں دیکھی۔ جہاں محمد صلعم کا پسینہ گرے ان میں کا ایک ایک تنفس اپنا خون گرانے کو غور و غم سمجھتا ہے۔
 صحابہ کی عقیدت کی یکفیت تھی کہ پیغمبر صاحب صلعم کے وضو کے پانی کی آب حیات سے قطرات عرق
 کی جواہرات سے زیادہ قدر کرتے تھے۔ خون حجامت۔ تراش ناخن۔ بال۔ کپڑے۔ لیٹے ہر چیز جس کو
 پیغمبر صاحب کے ساتھ کسی طرح کی نسبت یا ادنیٰ ملا بہت تھی اُن کو جان سے بڑھ کر عزیز تھی۔ ان لوگوں
 کی اس درجے کی ارادت دیکھ کر پیغمبر صاحب کو ہمیشہ خوف رہتا تھا کہ ایسا نہ ہو یہ لوگ میری تغلیب میں حد
 سے زیادہ مبالغہ کرنے لگیں۔ اور اسی خیال سے کئی مواقع پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھنا میرے سر سے
 کچھ کس سیری تیر کو نہ پوجنے لگنا۔

غرض جس نے پیغمبر صاحب کی لائف پڑھی ہو وہ ضرور میری اس رائے سے اتفاق کرے گا
 کہ صحابہ کو پیغمبر صاحب کے ساتھ اس درجے کی محبت اور عقیدت تھی کہ ان کے تمام افعال اور اقوال
 اور حرکات و سکنات اور نشست و برخاست اور عادات اور اطوار اور اوضاع سب کو دین ہی سمجھتے
 اور دین ہی سمجھ کر اُن کی تعمیل اور تقلید اور پیروی اور نقل کرتے تھے۔ لیکن اگر پیغمبر صاحب کے تمام
 افعال و اقوال اور حرکات و سکنات اور نشست و برخاست اور عادات اور اوضاع اور اطوار دین ہی
 ہوں تو لازم آئے بشریت سے پیغمبر صاحب کی تشریفِ حالان کہ آپ پکارے فرماتے تھے اور چوں کہ خدا
 کلموا تا تھا دوسری بات فرمائیں سکتے تھے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحٰی اِلَیَّ بِتَوْحٰیہِہٖ اَنْ ہُوَ
 اور حدیث میں ہُوَ اِلٰہٌ وَفِیْہِ اٰیٰتٌ لِّعِبَادٍ فِیْہِ مَلٰئِکَہٗ مَقَرَّبٰہٗ وَکَانَ فِیْہِ مَرْسَلٌ اور اسی حدیث
 ۱۲۷ تم ان سے کہو کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں مجھ پر وحی آتی ہو ۱۲۷۔

مضمون کو سہی نے اقتباس کیا ہے اور کہتے ہیں۔ گاتے ہے بحفصہ وزینب پرداختے و وقتے ہالاکہ
مقرب در ناستے یہی سہی حضرت یعقوب کے بارے میں کہتے ہیں قطعہ

یکے پسید زان کم کردہ فرزند ز صریش لے پیراہن شنیدی بگفت احوال ابارق جہان مست گئے بر طالع اعلیٰ نشینیم	کہ امی روشن گریں پر خرمند چرا در چاہ کنش اندیدی دے پیدا و دیگر دم نہان مست گئے بر پشت پائے خود نہ بینیم
---	--

غرض حقیقت نبوت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر پر بخیر بَشَرِ الْبَشَرِ تَوَلَّوْا لِّلْکَوْبِ تَوَلَّوْا
وہ بشری حیثیت سے کرے یا جو بات وہ بشری حیثیت سے کہے وہ خلاف دین تو نہیں ہونے
کی۔ مگر جو دین بھی نہیں مثلاً یہ کہ جب تک حضرت ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے دیکھا کہ یہ لوگ کھجوروں
کے زرمادہ درختوں کا گابھا ملائے ہیں۔ آپ نے بتقاضاے بشریت خیال کیا کہ یہ لوگ شہر کٹ
بت پستی اور بے دینی کی وجہ سے مبتلا ہے ادھام تو ہیں یہی کہیں درختوں میں زرمادہ کی تفریق اور گابھے
کا ملا نا اسی قبیل سے نہ ہو آپ نے گابھا ملائے کی ممانعت کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ درخت باور نہ ہوئے
لوگوں نے عرض حال کیا تو آپ نے فرمایا اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَسْوَرْدُنِیَا کُم اس سے معلوم ہوا کہ گابھا
ملا نا دنیاوی بات تھی اور اس کے بارے میں آپ کا ارشاد واجب التعمیل نہ تھا۔ اس میں پیغمبر
صاحب کی کچھ بھی کسر شان نہیں۔ وہ لوگوں کو خدا سے واحد کا گرویدہ کرنے آئے تھے نہ باطنی سکھانے
اسی طرح آپ کو شعر کہنا کیسا مخزول طور پر پڑھنا بھی نہیں آتا تھا۔ تو کیا اس سے نبوت میں کسی طرح کا
وہن آگیا۔ حاشا۔ یا مثلاً یہ کہ پیغمبر صاحب کو علم غیب نہ تھا لَکُم مَّا فِی الْغُیْبِ فَاِیْنَ خَزَاۤءِیْنُ اللّٰهِ وَلَا
اَعْلَمُ الْغُیْبِ وَلَا اَقُوْلُ لَکُم اِنِّیْ مَلٰٓئِکَہُ اس زمانے کے مشائخ میں کوئی جو اپنے مریدوں
کے روبرو اپنی بے اختیاری اور درماندی کا اس طرح پر صاف صاف اقرار کرے؟ وہ دعویٰ
لہ دنیا کی باتیں تم مجھ سے ہتر جانتے ہو ۱۲۵ علم فصاحت ۱۳۵ میں تم سے یہ تو نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں

اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں کہتا ہوں کہ فرشتہ ہوں ۱۲۵۔

نہ بھی کریں گے تو بخومیوں اور رقالموں کی سی مشتبہ بات کہیں گے تاکہ حاجت مند ہتھ سے نہ اکھڑے پائے
 پیغمبر صاحب کی صداقت کی یہی تو بڑی دلیل ہے کہ انھوں نے فوق البشریت کسی بات کا دعویٰ ہی
 نہیں کیا۔ اس کی تصدیق میں ایک بڑی عمدہ آیت پڑھتا ہوں ﴿وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تُنْزِلَ
 مِنَ السَّمَاءِ مَاءً كَمَا دَسَّ عَلَيْنَا اَلْكَفَّ اَوْتَاٰنِیْ بِاَللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًاۙ اَوْ يَكُوْنُ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ ذُرْوٰی
 اَوْتَرَفِیْ فِی السَّمَاءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیْقِكَ حَتّٰی تَنْزِلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرُؤُۤهُۙ وَلَا كَسْ بِلَاكِی تَحٰیۤیْ ہر کہ
 کیسے ہی ٹھنڈے مزاج کا آدمی ہو گرا یا ٹھٹھے۔ مگر اس سب کا جواب کیا تھا۔ قُلْ سُبْحٰنَ رَبِّیْۤ هَلْ
 كُنْتُ اِلَّا نَبَشْرًا مِّمَّا سُوِّیْتُۙ تو مطلب یہ ہے کہ جس طرح لوازم البشریت موجب نقصت پیغمبر ہیں اسی
 طرح جزو شریعت بھی نہیں ہیں۔ ہر مومن کے لوگ آئے اور جناب رسالت مآب سے درخواست کی کہ اصحاب
 میں سے کچھ لوگ ہمارے ساتھ کر دیجئے کہ ہماری قوم کو چل کر احکام دین سکھائیں۔ آپ نے اُن کے کہنے
 کو باور کر لیا۔ اُن نابکاروں نے صحابیوں کو راہ میں مار ڈالا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ پیغمبر صاحب
 بحیثیت پیغمبری دھوکے میں آگئے۔ یا مثلاً چند دیہاتیوں نے مدینے میں آکر ظاہر کیا کہ ہم مسلمان ہیں
 اب دہو اے مدینہ نے اُن سے کی ناساز گاری۔ آپ نے حکم دیا کہ تم فلاں جگہ ٹھہرو اور صدقے کی
 اونٹنیاں دودھ پینے کو عنایت فرمائیں۔ وہ اونٹنیاں لے چلتے ہوئے اس طرح کی میں سینکڑوں نہیں
 ہزاروں مثالیں پیش کر سکتا ہوں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بہت سی باتیں ہیں نرمی دنیاوی اور وہ
 شروع سے داخل دین سمجھی گئی ہیں۔ اور یہی وجہ ہوئی کتب احادیث میں ان کے لکھے جانے کی مثال
 کے لئے طب نبوی کو لوہے پر شک ایسا ہوا ہے کہ بعض اوقات پیغمبر صاحب نے کسی مرض کے لئے

لکھا اور کہتے ہیں ہم تم پر گواہان لائے دے نہیں مگر یہ کہ تم زمین سے ایک چشمہ جاری کر دیا مجھروں اور انگوڑوں کا باغ ہو
 اور تم اُس میں نہریں بہا دو جیسا کہ تم کہتے تھے ہم پر آسمان کے ٹکڑے برس یا ہمارے موابجے میں خدا اور ملائکہ کو لاکھا
 کرو یا تمہارے یہاں سونے چاندی کا قلع ہو یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے منتر کو ماننے والے نہیں مگر یہ کہ ہم کتاب
 اترے اور ہم اُس کو آپ پڑھیں ۱۲ لکھا تم جواب دو سبحان اللہ کیا میں آدمی اور خدا کا رسول ہونے کے علاوہ کچھ چیز ہوں؟

کوئی دوا یا تدبیر بتادی۔ میں اس کو ایک دنیاوی بات کہتا ہوں اور میں کیا کہتا ہوں پوچھو حکیم
 عبد الحمید تھا صاحب کتبہ کا قانون شیخ پر علاج کرتے ہیں یا طبیب نبوی پر تو کیوں طبیب نبوی دنیاوی بات ہوا اور
 عمل کرنا غیر ضروری اور دوسری باتیں اس سے کہیں اٹھتے و اُٹھتے دنیاوی نہ ہوں۔ اگر صرف کتب
 حدیث میں ہونا دینی ہونے کی شناخت ہو تو طبیب نبوی اور دوسری بہت سی باتیں یکساں ہیں اسی طرح
 مثلاً یہ ہوشیور ہو کہ سر کے سارے بال رکھنے سنت ہیں۔ بے شک معلوم ہو کہ پیغمبر صاحب کے سارے
 سر پر بال تھے مگر اس کو لغوی سنت کہنا تو ٹھیک ہو مگر دینی سنت کہنے سے لازم آجائے گا اس کا
 اتباع۔ اور پھر ایک بال ہوں تو مضائقہ نہیں۔ اس طرح کی سنیکڑوں باتیں نکلیں گی جتنی باتیں دینی
 قیود جتنی قیود دینی بنتی جتنی سنتی و مناجح۔ اگرچہ شروع شروع کے مسلمان عموماً ہر چھوٹی سے چھوٹی بات
 میں پیغمبر صاحب کی پیروی اور نقل کرنی چاہتے تھے اور میں اُن کے اس خیال کو ایک طور پر برطی
 عزت اور استحسان کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ پھر بھی اس بارے میں اُن کے مدارج کو متفاوت پاتا ہوں
 میں اکثر تعجب کیا کرتا ہوں حضرت عمرؓ اور اُن کے بیٹے عبداللہؓ پر۔ باپ کی وہ شدت کہ درخت حیات
 رضوان کو جس کا مذکور قرآن میں ہو لَقَدْ سَمِعَی اللہ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ اِذْ يَبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ
 اکھڑا پھینکا۔ بیٹے کی یہ احتیاط کہ پیغمبر صاحب کی کوئی ادارہ نہ جائے۔ میں جانتا ہوں اگر اس کا پتہ مل سکتا
 کہ پیغمبر صاحب ایک سکند میں کتنے سانس لیتے تھے یا کچھ بار کچھ جھپکاتے تھے تو ابن عمرؓ اس کو بھی
 دین سمجھ کر کرتے اور التزام کے ساتھ کرتے۔ وہ ایسی ذری ذری سی باتوں کا خیال رکھتے تھے کہ اگر
 اُس راہ سے سفر کرنے کا اتفاق ہوا جدھر سے پیغمبر صاحب کا گزر ہوا تھا تو ابدار وہیں اُترتے جہاں
 پیغمبر صاحب اُترے۔ وہیں سوتے جہاں حضرت سوتے۔ اور اُسی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے جس جگہ حضرت
 نے نماز پڑھی مثلاً راستے کے داہنے ہاتھ ٹیلے کے پاس شیب میں ابن عمرؓ کے معاصر اُن کی ان باتوں
 کو جس نظر سے دیکھتے تھے وہ ایک اس مثال سے معلوم ہوتا ہو کہ تحصیل یعنی مقام محصب میں ٹھہرنے
 کو ابن عمرؓ سنت پیغمبرؐ سمجھتے تھے اس واسطے کہ واقع میں پیغمبر صاحب مکے سے لوٹتے وقت وہاں ٹھہرے
 لے اللہ مسلمانوں سے خوش ہو گیا جب وہ ایک درخت کے نیچے ٹھہرا سے ہاتھ پر حیات کر رہے تھے ۱۲۔

تھے لیکن ابن عباس کہتے ہیں لیس التخصیص بشی الختموا منزل انزل به رسول الله صلى الله عليه وسلم وعاشه رضي الله عنهما کا بھی یہی مقولہ ہے انما انزلہ رسول اللہ کا کہ انتمو لکل وجہ ان باب بیوں میں میرا تو کیا مومنہ ہو کہ ایک کا تخلیہ اور دوسرے کی تصویب کروں لیکن یوں جس کا جی چاہے جتنا چاہے اپنے اوپر تشدد کرے۔ گفتگو اس میں ہو کہ وہ تشدد داخل دین بھی ہو یا نہیں۔ رہبانیت کیا چیز تھی وہ بھی ایک طرح کا تشدد تھا ابتدائے عوہا ما کتبتناھا علیکم الا بتغایر ضوان اللہ ان حضرت صلعم نے ایک بڑھی عورت کو دیکھا سواری کو تل اور آپ با پیادہ حج کے لیے گھسٹی ہوئی چلی جا رہی ہو۔ فرمایا نیک بخت کیوں لا حاصل رحمت اٹھاتی ہو۔ سواریوں نہیں ہولیتی۔ ایک اور صاحب تھے انھوں نے ناک چھد کر ایک ڈوری پروئی تھی اور جس طرح مداری رکھ کر لے چلتا ہوں ان کو کوئی آدمی اس خاص ادا سے حج کرانے لیے جا رہا تھا پیغمبر صاحب نے دیکھ کر یہ سوانگ متوف کر لیا خود پیغمبر صاحب کی صاحبزادی زینب نے مسجد نبوی کی چھت میں ڈوری لٹکائی۔ رات کو ذکر الہی کرتیں اور بال ڈوری سے باندھے تھیں کہ نیند آئے تو جھٹکے سے آنکھ کھل جائے۔ پیغمبر صاحب دیکھ کر ناخوش ہوئے اور ڈوری کھلوادی ایک صبا کی کھیتی کرتے تھے۔ شام کو تھکے ماندے گھر آئے سویرے سے جماعت کے ساتھ نماز شاپڑھ کر سوتے۔

معاذ ابن جبل تھے امام ایک دن خدا جانے ان کے جی میں کیا آئی کہ نماز عشاء میں سورہ بقرہ شروع کر دی۔ کاشت کار بیچارہ بہت سٹ پٹایا۔ اور سواے اس کے اور کچھ نہ بن پڑا کہ نیت توڑ الگ نماز پڑھ کر گھر کا رستہ لیا۔ آل حضرت کو اس کی خبر گئی تو آپ پر بہت ناخوش ہوئے اور تین بار فرمایا ائتاک انت یا معاذ۔ ایک شخص نے تلاوت قرآن کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا مینے میں ایک۔ اُس نے عرض کیا میں زیادہ پڑھ سکتا ہوں۔ فرمایا دو۔ اُس نے عرض کیا میں زیادہ پڑھ سکتا ہوں۔ فرمایا تین۔ اُس نے پھر عرض کیا میں زیادہ پڑھ سکتا ہوں۔ فرمایا چھتیں ایک اس سے زیادہ نہیں۔ یہ رمضان کی تراویح جو

۱۵ محرم میں ٹھیک پڑھیں وہ ایک آیت کی جگہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں آئے پڑھے ۱۲ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محرم میں صرف اس عرض سے ٹھہرے کہ کئے سے روانہ ہونے کی وہاں سے آسانی تھی ۱۳ اُنھوں نے رہبانیت کو آپ ہیجا دیا ہم نے اُن پر فرض نہیں کیا مگر اُنھوں نے اس کو ہیجا دیا اللہ کو خوش کرنے کے لیے ۱۴ معاذ کیا تو کو کوئی مصیبت میں آتا ہو

حضرت عمرؓ کے وقت سے شروع ہوئی ہو صحابہ نے اُن حضرت کی زندگی میں بہتر سے ہی زور مارے
اُن حضرت صلعم اس کو طرح ہی دیتے رہے صوم الدہر کی مخالفت آپ صاحبوں نے سنی ہی ہوگی۔ بڑے تشدد
کو بھی آپ نے صوم داؤد یعنی ایک دن بیچ کی شکل اجازت دی پیغمبر صاحب نے صحابہ میں مواخات
کرادی تھی۔ ان میں سے ایک صحابی اپنے برادرِ خواندہ کے یہاں مہمان گئے صاحبِ خانہ کی بی بی کو بچھا
کہ شوہر دارِ عورتوں کی سی ان میں کوئی بات نہیں۔ پوچھا تو ان بی بی نے کہا تمہارے بھائی کو تو عبادت
الہی سے فرصت نہیں۔ بناؤ سنگار کس کے لئے رات کو دونوں بھائی ایک مکان میں سوئے یہاں
خانہ جب نماز کے لئے اُٹھنے کا قصد کرتے۔ مہمان کہتے ابھی نہیں۔ آخر جب تہجد کا وقت آیا۔ دونوں
نے نماز پڑھی۔ اور مہمان نے صاحبِ خانہ سے کہا کہ تم پتھارے نفس کا حق ہو۔ تمہاری بی بی کا حق ہو۔ مہمان
حق ہو۔ اور ایک خدا کا بھی حق ہو۔ تو ہر ایک حق دار کو اس کا حق چھوڑنا۔ اُن حضرت نے سنا اور مہمان
کی تصویب فرمائی۔ اور خود اُن حضرت کا تو حال یہ تھا کہ نماز پڑھا رہے ہیں پیچھے سے کسی عورت کے پیچھے
کے رونے کی آواز آئی اور آپ نے جلدی جلدی نماز تمام کی۔ ان باتوں سے اور ایسی اور بہت سی
باتوں سے ثابت ہو کہ دین میں تشدد کرنا شارع اسلام کو ناپسند تھا۔ مگر لوگوں نے جوش میں آکر
از خود اپنے شوق سے کیا۔ اگلوں کا کرنا پچھلوں کے لئے پسند ہوتا گیا۔ خیر ایک سنت پیغمبرؐ تھی سو تھی۔
اس پر سترادہ ہونی سنت صحابہ جس کو اصطلاح میں اثر کہتے ہیں وہ کھلم کھلا اہر اسناد کی سنت شاگردوں
کے اور ہر پیر کی سنت مریدوں کے لئے فرض ہر کہ آمد براں مزید کر دے۔ کسی کو اتنی توفیق نہ ہونی کہ اس
لم کو سمجھتا اور اسلام کو تشددات سے پاک کرتا۔ شدہ شدہ اب مسلمانوں کو دین نے ایسا اپنے شکنجے
میں کسایا کہ بیچاروں سے کچھ کرتے نہیں بن پڑتا۔ کافر نس بڑا ہی ثواب لے اگر مسلمانوں کو ان
تشددات سے جو نہ داخل دین ہیں اور نہ شارع کی رائے تھی کہ داخل دین ہوں بچا لے۔ بھلا اور کچھ
نہ ہو سرت دست اتنا تو ہو کہ دین اور زیادہ پاؤں نہ پھیلائے پائے۔ اگر مسلمانوں کا دین درست ہو جائے
تو ان کا اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ لیکن مذہبی خیالات کے درست ہوئے بغیر تو سید احمد خاں
دوسرا جہنم بھی لیں مسلمان دنیاوی ترقی نہیں کر سکتے۔

مذہب ہو کیا چیز۔ انسان کی نیچر کو گھڑی سمجھو تو مذہب اس کا رگولیٹر ہو۔ اس گھڑی کی سپرنگ کچھ اس طرح کی واقع ہوئی ہو کہ بے رگولیٹر کی روک کے ہمیشہ تیز چلنا چاہتی ہو **وَرَأَى النَّفْسَ لَامَنًا** **بِالشَّوْرِ** **إِلَّا مَا دَحَّيَّرَتْ**۔ یہ ہو ماضی تشدید و تشدد کا جس سے کوئی مذہب خالی نہیں اور خالی ہونا چاہیے بھی نہیں۔ لوگ رگولیٹر سے کام لینے میں غلطی کرتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ رگولیٹر کے ذریعے سے سپرنگ کی رفتار کو جھما کریں۔ چاہتے ہیں کہ سپرنگ کے زور کو محدود کر کے گھڑی کو بے کار بنائی اسلام کی بڑی عہدگی یہی ہو کہ اس نے اس عام غلطی کی اصلاح کرنی چاہی۔ بے شک اصلاح ہوئی اور بہت کچھ ہوئی **يُضَعُّ عَنْهُمْ أَصْحَابَهُمْ وَكَأَنَّهُمْ فِي الْغَلَا** **الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ**۔ لیکن وہ تشدد جو شروع دنیا سے مذہب کے ساتھ ساتھ پیدا ہوا تھا دلوں سے کم ہو اور مٹا نہیں۔ حامل دین اسلام دو گروہ ہیں۔ علما اور مشائخ میں بیان میں اب تک علما کی طرف متوجہ تھا۔ حال آں کہ تشدید و تشدد کا الزام علما پر ایک چھٹانک تو مشائخ پر ایک من نہیں بلکہ ایک ٹن۔ اگر تشدد نہیں تو طریقہ کوئی چیز نہیں۔ دیکھو ان کے مجاہدات ریاضات ترک حیوانات اربعینات اور کیا اور کیا لوگ اس کو کتنے نفس کشی اوریں کتابوں غشی سب تدبیریں ہیں الباطل فطرت اور نقص قانون قدرت کی۔ اور یہی وجہ ہے کہ دنیا میں کبھی کوئی مذہب اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوا۔ کامیابی سے مراد ہوا اس مذہب والوں کا اطمینان کہ ہم امتحان میں پاس ہوئے جو عمر تازی مشکلی۔ **كُنْتُمْ مَثَلًا** **بِأَيِّ نَهْمٍ** **سَلَفٍ**۔ اور جب تک جیتنا ہو اپنے تصور کا معترف اور نجات سے مایوس۔ بات یہ ہو کہ مذہب کا کوہ گراں دیکھ کر لوگوں نے جو اچھوڑ دیا ہو۔ جس قدر بوجھ اٹھا سکتے اور خدا کو اسی قدر ان سے اٹھوانا منظور ہو **لَا يَكْفِيكَ اللَّهُ نَفْسًا وَلَا سَمْعًا** **أُسْ** کو بھی کندھا نہیں دیتے۔ جانتے ہیں کہ قسائی کے گھر اول جانا آخر جانکیوں لا حاصل رحمت اٹھائی۔

مذہب کی یہ حالت بڑی ہارنیل اور ڈس اٹیواننگ ہو۔ اور میں اس کو ہو پ قل اور پیرنگ بنانا چاہتا ہے ایک پرزہ ہو جو کمائی کے کھلے اور کھلے کو تیر یا ست کرنا ہو ۱۲ سالہ کمائی ۱۲ سالہ انسان کا نفس بدی کی خدائیں بت کیا کرتا ہو مگر نہ کھلا پتی مہر رکھے ۱۴ لوگوں سے ان کے بوجھ بکے کرنا اور ان پر جو قیام ہیں ان کو توڑنا ۱۵ اتاری جوڑ ۱۶ لکھی کو تکلیف نہیں دیتا مگر بقدر اس کی طاقت ۱۷ خوفناک ۱۸ مایوسانہ ۱۹ امید دلانے والا ۲۰ خوش کن ۲۱

ہوں۔ اور یہی اصل مطلب ہے جس کو کانفرنس پر مشتمل فورٹیل پریس کرتا ہوں۔ اس سے پہلے کہ بات کا پہلو بدلوں ایک دخل مقدر کے دفع کرنے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ باوجودیکہ تشدد اعلیٰ درجے کا تشدد صلیب عیسائیت میں داخل ہے اس پر بھی عیسائی دنیاوی ترقی کے معراج اکمال پر پہنچ گئے ہیں۔ اور مسلمان ہر خندان کے اصل مذہب میں تشدد نہیں سختی نہیں اور جو تشدد اور سختی دیکھتے ہو وہ خارج اس میں گھس پڑی ہے۔ اس پر بھی ان کی دنیاوی حالت اتنی ترقی چلی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عیسائی صرف نام کے عیسائی ہیں۔ ان میں جو تعلیم یافتہ صاحب الرائے ہیں اکثر دھرم کے یا ان کے چھوٹے بھائی نیچری ہیں اور جندہ ب کا ادب کرتے ہیں انھوں نے ایک ایسی سٹرکٹ ریجن بنالیا ہے اور اس کی دنیاوی باتوں میں اکثر فیر نہیں کرنے دیتے۔ نہ تو تھر پیدا ہو نہ مذہبی غلامی سے ان کو آزاد کرے اور نہ دنیاوی ترقی کے رستے میں یہ لوگ ایک قدم سرکیں۔ ہمارے یہاں بھی خدا نے تو تھر تو پیدا کر دیا ہے۔ قوم کو بھی اس کی راے پر عمل کرنے کی توفیق خدا دے تو بس سب کام سُدھ ہیں۔ پانی نے جگہ کر لی ہے اور قطرہ قطرہ جمع ہو رہا ہے انشاء اللہ ایک نہ ایک دن تمام مزامتوں کو ایسا ہمارے جانے گا کہ کہیں یہ بھی تو نہیں لگے گا جھینگر دیکھا ہے؟ دیکھا تو ہو گا مگر شاید خیال نہ کیا ہو۔ اس کی دہری بڑی موچیں سی ہوتی ہیں۔ ان کو انگریزی میں فیلز کہتے ہیں۔ یہ فیلز جھینگر کو وہ کام دیتی ہیں جو ہم میں اندھوں کو ہاتھ ایسے ہی دو فیلز خدا نے اہل یورپ کو بھی دیے ہیں۔ بھلا اس پہلی کو بوجھو تو کہ ان کے دو فیلز کیا ہیں۔ طبیعت پر زور دو۔ ہمارے تو میں بتاؤں۔ اہل یورپ کے فیلز میں مشنریز اور مہنٹس یہی دو گروہ پہلے دوستانہ یا دوستانی بستمی رسد غیر ملکوں میں جاتے اور وہاں کے حالات کی سٹل کرتے اور آخر کار یورپ کے جھینگر کو چاٹنے کے لئے لا بٹھاتے۔ بس اتنی ہی بات سے سمجھ لو کہ مشنری گائپل کی منادی سناتے آتے ہیں۔ یا کانگریٹ کی۔ اور سوداگر مال بیچنے جاتے یا ملک خریدنے۔

لے نہایت زور سے ۱۲ لے لینے کانفرنس کو زبردستی اس کی طرف متوجہ کرتا ہوں ۱۲ لے خلاصہ مذہب ۲ لے مداخلت ۱۲ لے انگریزوں میں بڑا نامی رنڈام ہوگا رنڈام ۱۲ لے پادری ۱۲ لے سوداگر ۱۲ لے انجیل ۱۲ لے فتوحات ۱۲۔

اب تک میں نے جو کچھ بیان کیا۔ اس سے لوگ ایسا سمجھے ہوں گے کہ میں دینیات کی تعلیم کا مخالف ہوں اگر فی الواقع ایسا سمجھا گیا ہو تو میرے بیان کا قصور ہی میرا مطلب صرف اس قدر ہو کہ دنیا اور دین میں جتنی علیحدہ گی شائع ہو کر کھنی منظور ہو باقی رہے۔ اتنی بات ملحوظ رکھ کر دینیات میں جو چاہو پڑھو اور جتنا چاہو پڑھو۔ بلکہ میں تو دینیات کی تعلیم کو ضرورت سے کم بہت کم سمجھتا ہوں۔ مثلاً بلاد اسلام کا جغرافیہ اور مسلمانوں کی تاریخ۔ میں ان دونوں کو ضروریات دین میں سے خیال کرتا ہوں۔ اور ہمارے ہاں دونوں سلسلہ درس سے خارج نتیجہ یہ ہو کہ حدیث پڑھنے بیٹھو جگہ مقامات کے پہاڑوں کے نام آتے ہیں بے اختیارجی چاہتا ہو کہ ان کی لوکیٹی (موقع) معلوم ہونہ کسی نے کبھی نقشہ بنایا اور نہ دیکھنے میں آیا۔ بہت تفتیش کی تو اتنا پتہ لگا وہ بھی کسی کا۔ بَلَدٌ فِي الشَّامِ جَبَلٌ مَسَافَةٍ عَشْرَ لِيَالٍ مِنْ مَكَّةَ رَأْسُ مَآيَةٍ كَانَ يَنْوُ فُلَانٌ يَنْزِلُونَ یہ رہی تاریخ باوجودیکہ مسلمان ضبط تاریخ میں کسی قوم سے پیٹے نہیں رہے اور چوں کہ ان کا زمانہ متنازعہ ہے ان کی تاریخ بھی سب سے زیادہ قابل اعتبار ہو لیکن ازل سے کہ عموماً تاریخ داخل درس نہیں پڑھے لکھے یعنی مولوی تک اسلام کی تاریخ سے گویا کٹا وٹھ محض ہیں اور عوام تو اپنے پیغمبر کے حالات سے بھی ابھی طرح آگاہ نہیں۔ حدیث بھی ایک قسم کی تاریخ ہو۔ مگر مسلسل اور جامع نہیں اور وہ تاریخ کی حیثیت سے مدون بھی نہیں ہوئی مسلمانوں کو گدگد گانے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہو کہ ان کو ان کے بزرگوں کے حالات سے آشنا کیا جائے۔ اور یہ سمجھیں کہ ان کے بڑے کیا تھے اور انھوں نے کیسے کیسے کار نمایاں کئے تھے۔ پھر کہاں تک ان کو غیرت نہ آئے گی اور کب تک عرق حمیت پڑی سو یا کرے گی۔ مگر یہ اس سے نہیں ہونے کا کہ موٹی موٹی ضخیم کتابیں جو اٹھائی نہ اٹھیں بنا کر مسلمانوں کے سر ماریں۔ کسی کو ان کے خریدنے کا مقدور ہو اور اس کو افکار و دنیا سے فرصت بھی ملی اور تاریخ دانی کا مذاق بھی ہو تو اس نے کبھی بھی مشغلے کے طور پر سرسری نظر سے دیکھ لیں۔ نہیں۔ تاریخ اور جغرافیہ کو کورس میں لینا ہو گا۔ دینیات کا ہوا علوم و دنیاوی کا۔ انگریزی تعلیم میں تاریخ بڑی اہم ۱۷ ملک شام میں ایک شہر ہو ۱۸۷۵ء کے دن کے رستے پر ایک پہاڑ ہو ۱۸۷۵ء ایک تالاب کا نام ہو جو فلان قبیلے کے لوگوں کا تھا اور وہ اس کے پاس آکر رہا کرتے تھے ۱۲۔

چیز بھی گئی ہو اور بلاشبہ وہ بڑی اہم چیز ہو بھی۔ لیکن سرکاری تعلیم میں جو تار نہیں ہیں وہ ان ہی کے مطلب اور ان ہی کے ڈھب کی ہیں۔ ہم کو اپنی وقتی ضرورتوں کے مطابق کتابیں بنوانی ہوں گی۔
 میٹر بل (مسئلے) موجود ہیں۔

میں نہیں سمجھتا کہ کافر نس کے فنڈ (سرمایہ) اگر کچھ ہوں۔ اس سے کسی بہتر مصرت میں انوسٹ (مشغول) بیکار آمد کیے جاسکتے ہیں۔ بات یہاں تک چھوٹی ہو۔ اس بنا پر کہ میں کافر نس کو مسلمانوں کے مذہبی خیالات کے اصلاح کی صلاح دیتا ہوں۔ اگرچہ اسلام میں بہت سی باتیں جن کو دین سے کچھ علاقہ نہیں داخل دین ہو گئی ہیں۔ مگر تاہم ہندوستان کے دوسرے ادیان کے مقابلے میں بہت کچھ آزادی اسلام میں باقی ہے۔ اور اگر اصل آزادی جو اسلام میں ہے حاصل نہ کی جاسکے اور بلاشبہ اس کا حاصل کرنا بھی مشکل تو جس قدر باقی رہی ہو اسی کی احتیاط کی جائے۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ اتنی ہی آزادی کی بنیاد پر مسلمان بہت کچھ ترقی کر سکتے ہیں۔ اور یہی آزادی جس کے لیے میں اتنی دیر سے غل مجاہد ہوں اس آپس کی بھوٹ کو بھی روکے گی۔ یا کم سے کم اس کو کم کئے گی جس کی وجہ سے اسلام ضعیف ہوتا چلا رہا ہو۔ میں نے تو اس خیال کو ایسا پکا یا ہوا کہ چھوٹے چھوٹے اختلافات تاؤ نکبوت کی بارہج حقیقت نہیں سمجھتا اِنَّ اَوْھَنَ الْیُؤُتِ لَبِیْتُ الْعَنْکُبُوتِ۔ وہ سُنی شیعہ کا بڑا اختلاف جس نے شروع سے مسلمانوں کو دو بڑی پارٹیوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ اصل دین کے اعتبار سے میں اُس کو بھی فضول و لائینی خیال کرتا ہوں اور اگر مسلمان میری آج کی باتوں کو سہہ نکلے اگرچہ بد اقبالی کی وجہ سے جو ان کے سر پر سوار ہو سستے ہوئے نظر نہیں آتے لیکن اگر سہہ نکلے تو ایک دن بشرط زندگی سُنی شیعہ کے اختلاف پر ایک خاص پچھروں گا۔ اور شاید اسی کافر نس میں اب محکو تعلیم دینیات کے متعلق کافر نس کو ایک صرف ایک صلح اور دینی ہے۔ وہ یہ کہ مولوی لوگ تعلیم دینیات کے گویا ٹھیکہ دار ہیں۔ لیکن جو مولوی تعلیم دینیات کے ٹھیکہ دار ہیں وہ تو کبیشہ بھی ضرور ہیں۔ یہاں تک کہ جو مولوی توکل پیشہ نہیں عالم دین نہیں سمجھا جاتا یعنی عالم دین ہونے کے لیے توکل

سہ گھروں میں سب سے بڑا گھر مگر مای کا گھر ۱۲۔

پیشگی لازم ہو۔ اب ہم اسی ایک بات کو دیکھتے ہیں کہ آیا دین میں اس کی بھی کچھ اصل ہی یا نہیں۔
قرآن اتنا پتہ تو چلتا ہے کہ لکھنے والے کو عَوْنُ الْغَيْبِ وَاٰمُرُوْنَ بِالْعُرْفِ وَهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ
اس سے علما کے گروہ یا شکوہ کے ہونے کی ضرورت تو ثابت۔ اب رہی توکل پیشگی تو اگر مولوی اپنی
آمدنی سے دجو اکثر نہیں بلکہ کل صدقات کی قسم میں سے ہو گو اُس کو زبردستی ہدیہ قرار دیا جائے۔
رضامند ہوں وہ ضرور رضا مند ہیں مجھ کو اُن سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ لینے والے جانیں اور
دینے والے۔ مگر مولویوں کی توکل پیشگی سے جو ایک بڑی قباحت پیدا ہو رہی ہے۔ اس کے انسداد
کے لیے جہاں تک مجھ سے ہو سکے ضرور اصرار کروں گا۔ وہ قباحت یہ ہے کہ مولوی لوگ دنیات کی تعلیم
ڈیڑ لکڑی جیسی کرتے ہیں سو کرتے ہیں۔ ایک اُن ڈیڑ لکڑی تعلیم ان کے اپنے نمونوں کی ہو جو وہ اپنے
تلامذہ اور معتقدین اور پیلک کو دکھاتے ہیں۔ مولوی نہ بھی کہیں تاہم اُن کے نمونے لوگوں کو سکھاتے
ہیں کہ دین داری یا کمال دین داری کے لیے زہد و توکل شرط ہے۔ اور یوں مسلمانوں کو دنیا کی طرف
سے نفرت اور بے دلی پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ اور دنیا کا حال یہ ہے کہ طلب بھیج پر بھی اس کا حصول
دشووار تو نفرت اور بے دلی کے ساتھ اس کو محال ہونا چاہیے اور وہ محال ہی بھی۔ آخر مولویوں کی
معاش لوگوں کی امداد پر ہو تو کیوں اس امداد کو قاعدے کے پیرائے میں لا کر مولویوں کو دوسرے مدرسوں کی
طرح تنخواہ دار ملازم نہ بنایا جائے۔ مولوی بھی عار صدقات سے بچ جائیں گے اور زہد و توکل ہی
باقی نہ رہے گا کہ لوگ اس کی تقلید کریں۔

میں دو پینچروں کو دیکھتا ہوں۔ ایک نے رہبانہ زندگی کی گو وہ زندگی بہت ہی مختصر تھی۔
نہ بیاہ کیا نہ گھر بنایا۔ نہ کوئی پیشہ لے کر بیٹھے۔ نہ دنیا سے کسی طرح کا تعلق رکھا۔ اور اپنی قوم و امت کو
تعلیم بھی کی تو ایسی ہی کہ کل کے لیے ذخیرہ مت کرو۔ دشمن سے دشمن کے ساتھ بھی صمیم قلب سے
ایسی محبت رکھو جیسی اپنے اکلوتے فرزند سے۔ اگر تمھارے ایک گٹے پر کوئی طمانچہ مارے دوسرا

۱۵ تم میں ایک گروہ ایسا بھی ہونا چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائیں نہ کہ برائی سے منع کریں ۱۶ صاف طور

بھی اُس کے آگے کر دو کہ بھلا بابا اور مار۔ ان کی تلقین کا لبِ لباب تھا جو کہ سناس۔ زہد تک دنیا
 مختار۔ درویشی۔ اُن کی اُمت کو دیکھتا ہوں سلطنت کرتے ہوئے۔ اور سلطنت بھی ایسی سہل نہ کہ اگر کوئی نظر
 بھر کر دیکھے تو اُس کی آنکھیں نکالیں۔ اور کتنوں کی نکال لی ہیں اور اب نکال لینے کو تیار ہیں۔ دولت مند
 کا یہ حال ہے کہ مٹی سونا ہی اور سونا مٹی۔ دوسرے پیغمبر صاحب کو دیکھتا ہوں تو اُن کے اُصول ہی دوسرے
 ہیں وہ دنیا کو دنیا کی جگہ سمجھتے اور جس قدر کی وہ لائق ہو اس کی قدر کرتے اور فرماتے ہیں لَبَنًا مَا خَلَقْتُ
 هَذَا بَابًا وَلَا أَوَّلًا وَلَا آخِرًا وَلَا شَرْعًا وَلَا نَسْرًا وَلَا تَوَكَّلُوا عَلَيَّ وَلَا تَكُونُوا مِنِّي وَلَا تَقُولُوا أَنِّي
 مِنَ الْإِزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَإِنَّ لِلنَّاسِ حُكْمًا لِّمَن هُوَ
 مِنَ الشَّيْءِ وَالْبَيْنِ وَالْفَنَاءِ طَيْرُ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِصَّةُ مِنَ الْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامُ وَالْغَرَضُ
 ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَبَآئِطِ وَالْخَيْلُ وَالْبَعَالُ وَالْجِبَالُ لَكُمْ نَوَاحٍ وَرَبِّعَةٌ
 وَرَعْدُ اللَّهِ الَّذِينَ آمَنُوا لَكُمْ وَعَمَلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسِّرَنَّ اللَّهُ لَهُمُ الْكَسْبَ فَكَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
 غرض ان کی تعلیم و ہدایت کا خلاصہ یہ تھا کہ دنیا دار خدا پرست ہو۔ ایسے ہی وہ آپ تھے اور اپنی اُمت کو بھی
 وہ ایسا ہی بنانا چاہتے تھے اور عیسایانہ چاہتے تھے بنا گئے تھے۔ اب اُن کی اُمت جو حستہ حال۔
 شراب تباہ مغس۔ محتاج دوسری قوموں کی محکوم۔ مغلوب۔ بے وقعت۔ ذلیل۔ غوار۔ یعنی مسلمانوں
 نے عیسائیوں کی شان اختیار کر لی جو اور عیسائیوں نے مسلمانوں کی ۵

۱۵ یہ پروردگار تو نے اس دنیا کو کچھ تو نہیں بنایا ۱۶ لکھا اور پیو اور فضولی نہ کر د ۱۷ اللہ کی بنائی ہوئی عزت کی
 چیزیں جو اُس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کیں۔ اور پاک روزی ان کا حرام کرنے والا کون۔ ان لوگوں سے کہو
 کہ جو لوگ دنیا میں ایمان لائے ہیں قیامت کے دن یہ چیزیں خاص کر ان ہی کو ملیں گی ۱۸ لکھا لوگوں کو فریاد نہ کرو گناہ
 خواہشوں کا عورتوں سے اور بیٹوں سے اور سونے چاندی کے ڈھیروں سے اور پہلے ہوئے گھوڑوں سے اور چار پائیوں سے
 اور کھیتی سے۔ یہ جیتے ہی کے فائدے ہیں اور اچھا انجام خدا کے پاس ہے ۱۹ لکھا اور گھوڑے اور خچر اور گدے تاکہ ان پر چاری
 کر دو اور عزت کی چیزیں ۲۰ لکھا جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اُن سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو
 ملک کا مالک بنائے گا جیسے ان لوگوں کو بنایا جو ان سے پہلے ہو گئے ہیں ۲۱۔

حسن زبیرہ بلال از حدیث صہیب ان روم زخاک مکہ البوجل ایس چہ بلو العجی ست

اس سے بڑھ کر بلو العجی یہ ہے کہ تذیر احمد مسلمان ہو کر اسے نیز پیشتر آت ہنر مائیس دی نظام۔ اور لاڈ لینڈون
کرچن ہو کر والیسے۔ ان کو پیشتر آت نظام نہیں تو کم سے کم مولوی لینڈون ہونا چاہئے اور چکو والیسے
نہیں تو کم سے کم لاڈ تذیر احمد۔ لاڈ تذیر احمد کے نام سے کم کو بڑی ہنسی آئی اور بے شک ہنسی کی بات ہی
ہو۔ مگر ہائے ہی بھائی بندوں نے سلطنتیں کی ہیں۔ ملک گیریاں کی ہیں۔ ملک داریاں کی ہیں۔

آگ تھے ابتداے عشق میں ہم اب جو ہیں خاک انتہا ہی یہ

پندرھواں لکچر فطرت اللہ

یہ لکچر انجمن حمایت اسلام لاہور کے اٹھویں سالانہ جلسے میں توجید پیر ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۳ء
کو دیا گیا۔ یہ وہ مشہور لکچر جو جس کی بنا پر لاہور کے مشہور مقدمات لا۔ بیل (توہین مذہب)
وغیرہ عدالت میں ظاہر ہوئے اور جس طور پر اس قضیہ نامہ قضیہ خاتمہ ہوا وہ محرم علی
صاحب چشتی اڈیٹر اخبار رفیق ہند کے معافی نامہ مندرجہ ذیل سے ظاہر ہوگا۔

معافی نامہ

میں محرم علی چشتی نہایت عاجزانہ طور پر سچے دل سے مولوی تذیر احمد صاحب سے معافی کا
تلقی ہوں۔ مجھے نہایت ہی رنج ہی کہ میں نے اپنی تحریرات میں ان کی نسبت متعدد سخت الفاظ
اور بلا موقع اور ناملائم اور بیجا فقرے اور گالیاں لکھیں جن کی وجہ سے ان کو رنج اور تکلیف ہوئی۔

۱۷ سہرکار نظام کا ایک وظیفہ خوار ۱۲۷۷ھ اس لکچر کا انگریزی میں بھی ترجمہ ہو گیا ہے۔ ناظرین سے میری عاجزانہ التماس ہے
کہ براہ مہربانی اس لکچر کو غور سے پڑھیں اور ٹھنڈے دل سے فیصلہ کریں کہ اس میں کیا ایس گھول کر دیا گیا تھا جو
اس قدر شور و شغب مچا گیا ۱۲۔

ان سب کی تلافی کا جو کچھ مجھ سے ممکن ہو میں بچے دل سے اور نہایت انگسار سے بذریعہ اس تحریر کے کرتا ہوں اور یقین واثق دلاتا ہوں کہ آئندہ کسی قسم کی بیجا تحریروں کی نسبت شائع نہ کروں گا۔ اور نیز صفحہ اول رفیق ہند میں اس تحریر کو چھاپنے کے علاوہ اخبارات پنجاب میں جن کی تفصیل ۱۹ اپریل ۱۸۹۳ء کے رفیق ہند میں ہو اور جنہوں نے مولوی صاحب کے برخلاف لکھا ہو ایک ایک بار معافی کو مستہر ہونے کے لیے بھیج دوں گا۔ نیز یہ اقرار ہو کہ میری طرف سے جس قدر استغاثے مولوی صاحب پر دائر ہوئے ہیں ان سب میں باز دعویٰ داخل کر دوں گا۔ میں نہایت افسوس ان بیجا دلائل اور لاطال الفاظ کی نسبت کرتا ہوں جو میں نے اپنی تحریرات میں استعمال کیے۔ مولوی صاحب نے متعدد بار خوجہ معاف کر دیا ہو۔

راقم محرم علی حاشی ۱۹۔ جون ۱۸۹۳ء مقام لاہور

دستخط انگریزی

رام ناتھ جٹسریٹ درجہ اول لاہور

نَحْمَدُكَ يَا نَصْرَ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اب سے غالباً بیستیس برس پہلے کا مذکور ہو کہ ایسٹ انڈین ریلوے کا وہ حصہ جو الہ آباد اور فتح پور کے درمیان واقع ہو کھولا گیا۔ میں اُن دنوں طر اس الہ آباد کا ڈپٹی انسپکٹر تھا۔ اور مجھ کو دورے کی ضرورت سے اکثر ریل پر سفر کرنے کا اتفاق ہوتا تھا۔ چوں کہ ریل نئی چیز تھی۔ انتظام میں بھی بہت سے نقص تھے۔

اور لوگ ریل کے ضبط اوقات اور اُس کی توبہ رفتار سے بھی اچھی طرح آگاہ نہ تھے ایکسپریس۔ دھاتات اکثر واقع ہوتے رہتے تھے اُس وقت کی دو باتیں ابھی تک مجھے یاد ہیں۔ ایک سستی کی اور ایک افسوس کی

ہنسی کی بات تو یہ ہو کہ اتفاق سے خبر نہیں کہاں کے۔ مگر وضع سے معلوم ہوتا تھا کہ کھنڈ کی طرف کے دو صاحب ایک سٹیشن پر گھنٹوں پہلے سے ریل کے منتظر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ اتنے میں گھنٹی ہوئی

۱۷۔ الہ کی بناوٹ جس کے مطابق لوگوں کو بنایا اللہ کی خلقت کو کون بدے یہ جو ٹھیک دین لیکن اکثر لوگوں کو معلوم نہیں ۱۷۔

اور ریل کے کسی ملازم نے آواز دی کہ کچھ کم کے جانے والو ٹکٹ لینے چلو۔ ان دونوں نے بھی ٹکٹ لینے اور پھر فراغت سے اپنی جگہ جا کر باتوں میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد ریل آسوجو دھوئی اور لوگ گاڑیوں پر سوار ہونے کے لیے دوڑے یہ دونوں بھی گئے گز کی چال سے چلے۔ اول تو جس تکلف سے انھوں نے اسباب اٹھایا ہو قابل دید تھا۔ دونوں ہاتھ اور دستر۔ اسباب کی گھڑی۔ پاندان۔ حقہ اور اس کے اجزائے ثلاثہ نیچے چلم۔ ٹیکوں کی تھیلی۔ ایک کف دست کے برابر ٹوپی جو سر پر اوڑھے تھے یا انھیں کے محاورے میں کیوں نہ کہوں سر پر دیئے تھے۔ وہ اور شاید ناشتہ بھی۔ اتنی چیزیں سنبھالنے کو اب مجھے یاد نہیں کہ انھوں نے ان چیزوں کو کیوں کر سنبھالا۔ مگر گھڑی کو تو میں دیکھتا تھا۔ الگ سے چٹکی میں بکڑے تھے اور کمر بل کھا کھا جاتی تھی۔

اللہ اللہ کیا اختلافات اوضاع ہو ایک تو وہ ٹوپی تھی کہ میں نے اس کو کف دست کے برابر بتایا اور ایک تمھارے صافے ہیں کہ باقی سارا لباس ایک طرف اور ایک سر بند ایک طرف پھر مختلف بندش کی بگڑیاں ہیں اپنے ہاتھ کی باندھی ہوئی۔ دستا بندوں سے بندھوائی ہوئی۔ ایک نئی ایچر آف دی پرائڈز آف امپٹ آن دی سمارٹ سکیل یعنی ننھا متا اہرام مصر کا نمونہ پارسیوں کی بگڑیاں اگر کیس نظر ٹڑپی ہو۔ اور ایک منصب داری بگڑی ہمارے خیدر آباد کی ہو۔ ملکی سبک۔ بگڑی کی بگڑی اور ٹوپی کی ٹوپی۔ عمامے ہیں پھٹے ہیں۔ ہمارے ہاں کے نیچریوں کی وضع مختصر لال ٹھنڈے داتر کی ٹوپی ہو۔ نیچری تو یہاں بہت ہوں گے۔ مگر لال ٹوپیاں کم دکھائی دیتی ہیں اور خدا جانے کتنی قسم کی ٹوپیاں ہیں۔ جتنے سر و تنی پوششین اور دی لاسٹ و ونوٹ دی لیسٹ سب سے آخر مگر تیرے میں کم نہیں، ایک بنگالہ ہو کہ اس کو ٹوپی یا بگڑی کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ غرض ہمارا ہندوستان بھی عجیب مختلف الشوؤں خطہ ہو۔ ہر ایک کی وضع نرالی۔ ہر ایک کی طرح جدا گانہ۔ اور جتنا اختلاف ظاہر کا ہو اس سے کہیں زیادہ مذہب کا معتقدات کا۔ تم کو تعجب ہوتا ہو گا کہ وہ بقدر کف دست ٹوپی سر پر کیسے سنبھالتی ہوگی۔ اگر اوڑھنے کا ارادہ ہو تو تدبیر میں بتا دوں وہ ٹوپی آل بینیوں سے بالوں میں اٹکالی جاتی ہو لیکن اب پرائی باتیں چھوٹی چلی جاتی ہیں۔ الایہ ایک عجیب سیر دیکھنے میں کی

ہو کہ جو صوبے بعد کو انگریزی عملداری میں آئے وہ جلد جلد انگریزی اثر سے متاثر ہوتے گئے۔
خیر تو وہ ریل کے دو مسافر اپنا سارا بھیر ایلے ہوئے سوار ہونے کی غرض سے چلے پلٹ فاپ
جانے کو اکیلے اکیلے ایک گلیا رے میں سے گزرنا ہوتا تھا۔ گلیا رے کے سرے پر دونوں ٹھکے اب
یہ اُس سے کہتا ہوں کہ اسی قبلہ آپ اور وہ اُس سے اصرار کرتا ہوں۔ اسی قبلہ آپ۔

یہ قبلہ قبلہ بیت المقدس نہ تھا کہ حکم آیا قَوْلِ فَجَعَلَ سَطْلَ السَّيْرِ الْمَحْرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ
فَوَلُّوْا وُجُوْكُمْ لَشَرْقِیٍّ اَوْ غَرْبِیٍّ اِنَّهُ سَبْعُ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً سَبَّحَ لَمْ یَمُوتْ
طرف اپنا منہ پھیر لیا کہ وہ اور حکم کے ساتھ سب کے سب کعبہ شریف کو مڑ گئے۔ یہاں تک کہ
ایک شخص نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تحویل قید کے بعد پہلی نماز پڑھی اور نماز
پڑھ کر گھر جا رہے تھے راہ میں ایک مقام پر بیت المقدس کی طرف کو نماز جماعت ہو رہی تھی انہوں
نے نمازیوں سے کہا تم کہہ دو کہ نماز پڑھ رہے ہو۔ قبلہ تو بدل گیا اور میں ان حضرت صلعم کے پیچھے بھی
کعبہ کی طرف نماز پڑھے چلا آتا ہوں وہ لوگ رکوع میں تھے سنتے ہی کعبہ کو پھر گئے۔

غرض ہمارے ان لکھنوی دوستوں کا قبلہ قبلہ بیت المقدس تو نہ تھا کہ ایک حکم میں اس کی
تحویل ہو جاتی۔ بلکہ وہ قبلہ تھا تکلف اور ظاہر داری کا۔ وہ قبلہ تھا دکھاوے کا۔ تپاک کا۔ وہ قبلہ
تھا وقتی ضرورت پر نظر نہ کرنے کا۔ وہ نام کو قبلہ تھا اور حقیقت میں قطب ازجا تجنبد نتیجہ ہوا
کہ ریل نکل گئی اور یہ دونوں انسوس کرتے رہ گئے۔

دوسری حکایت یہ ہو کہ ایک مقام پر ریل کی سڑک دو تہک اور پائیل کاٹ کر نکلی تھی دونوں
طرف ٹیلی کی سلامی دیواریں بیچ میں سڑک میں نے کہا تھا نہ کہ یہ ان دونوں کا مذکور ہو کہ ریل نئی
نئی جاری ہوئی نہیں معلوم سیلوں کا ایک گٹھے کا گد کیوں کر سڑک میں اُتر آیا۔ ڈرائیور نے دیکھ کر
دور سے ڈرائیو آوازیں نکالنی شروع کیں۔ پانی اُڑایا۔ غل مچایا۔ بیل کیا بھیس۔ یہاں تک کہ ریل
ان دونوں دیواروں کے بیچ میں آ داخل ہوئی۔ دو سیلوں نے عجیب تماشا کیا۔ ایک تو بیچ سڑک
میں گردن جھکا کان کھڑے کر بھینکا رے مارتا ہوا ریل سے ٹکرائے کہ تیار ہوا۔ اُس نے ریل کو شاید

بھینس سمجھا ہوگا۔ اور دوسرا دم دبا کر نہیں بلکہ اٹھا کر ریل کے آگے ہولیا۔ اور باقی حیران و مبہوت ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے کہ کدھر جائیں کہ کدھر نہ جائیں چنگی بجاتے میں ریل نے اُس کا جوڑنا چاہتا تھا اور اُس کا جوڑیل کے آگے آگے بھاگتا تھا مگر ریل کی تیزی کو کیا پاتا اور اُن کا جو حیران و مبہوت تھے مگر کچھ کرتے نہ تھے غرض سب ہی کا تو قیہ کر دیا۔ وہ ہاریل سین (منظر خندانک) بچھے بھی تنک بھولا نہیں اور بھولے گا بھی نہیں۔

ان دونوں حکایتوں سے سوچنے اور سمجھنے والے کے لیے بہت بڑی نصیحت نکلتی ہو۔ ریل کو سمجھو کہ وہ زمانہ کا نمونہ ہے۔ اور ہیلوں کا گلہ ہم لوگ ہیں۔ اگر ہم زمانہ کی قوت رفتار سے واقف نہ ہوں تو۔ اور اُس کا مقابلہ کرنا چاہیں تو۔ اور اُس کے ساتھ ساتھ نہ چلی سکیں تو اور کچھ نہ کریں تو زمانے کی ریل ہم میں سے کسی کو سپر کرنے والی دھچکڑنے والی نہیں یہ وہ چلی ہو کہ تھکسی کو اس کے پاؤں میں ڈاسے ہی نہیں پاؤں میں آیا اور چاہے اٹھا ہوا گھن سب کو پیس کر رکھ دیتی ہو۔ یہ وہ درستی ہو گی یوں یا سرسوں یا اسی جو کچھ اُس کے ٹمبہ پر پڑے گیا بنے کاٹے نہیں پھوڑتی۔ اب یہ تمہارا کام ہو کہ زمانہ کی رفتار کو پہچانو۔ اُس کی قوت کو سمجھو۔ اور پھر یہ دیکھو کہ تم کن میں ہو۔ ان لکھنؤ والوں کی ٹنگے گز کی چال چل کر ریل پر وار ہو لو گے یا زمانے کی ریل کا مقابلہ کرو گے یا بھاگ کر اُس کی زور سے بچ جاؤ گے۔ یا آنکھوں پر پٹی باندھ کر کانٹوں روٹو پرانی روٹی، ٹھونس کر زمانے کی ریل کی آمد سے بے خبر ہو کر ہو گے۔ گم گم کھڑے دیکھا کرو گے اور ریل اوپر اوپر چلی جائے گی۔ ریل کے پھینچنے میں اب کچھ دیر نہ سمجھنا۔ وہ آئی یہ آئی۔ بھاگو بھاگو بچو۔

اَنَا التَّائِيَةُ الْعَرَبِيَّةُ

یہ عربی عجمی؟ حدیث شریف ہے۔ اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اہل مکہ پر منادی کرانی کہ مجھ کو تم لوگوں سے کچھ ضروری بات کہنی ہو فلاں وقت فلاں مقام پر جمع ہو جاؤ تو وہ کچھ بھٹک کر کہنا ہو تم کو اُس سے آگاہ کر دوں۔ لوگ جمع ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ بھلا اگر میں تم۔ اے تمہیں کی فوج تم کو لوٹنے مارنے کے ارادے سے اس پہاڑ کی آڑ میں آکر چھپی پڑو؟ تو تم میری بات کا یقین کر لو گے یا نہ کرو گے سب بولے کہ ضرور یقین کریں گے۔ کیوں کہ تم اپنی قوم کے پیادہ خواہ نہیں جھوٹ بولنا تھا اشیوہ

نہیں اس پر آپ نے فرمایا کہ تمہاری خرابیاں حد سے گزر گئی ہیں اور نزول عذاب کا وقت آگیا۔ اور
اور میں نے مارے جلدی کے کپڑے بھی نہیں پہنے اور جیسا بیٹھا تھا تم کو ڈرانے کے لیے بھاگنا
آگیا ہوں۔

یہی مضمون قرآن میں بھی ہے مگر دوسرے الفاظ میں فَإِنِّي نَذِيرٌ لَّكُم بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ
بڑے لوگوں کی بڑی باتیں مگر میں نے جو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقولہ سے تشبیہ کیا تو صرف اتنی
بات پر کہ میرا نام تقدیر ہی اور چاہے یوں سمجھو کہ مجھی کو سوچھی۔ یا کسی دوسرے کے سمجھانے سے سوچھی
مگر میں تمہارے اس بھرے عج میں اقرار کرتا ہوں وَلَا أَتَّبِعِي کہ دوسرے کے سمجھانے سے نہیں
بلکہ اُس کی دیکھا دیکھی سوچھی۔ کہ مسلمان دنیاوی تو فز دنیاوی تمول کے اعتبار سے تباہ اور برباد ہونے چلے جاتے
ہیں۔ اصل میں غل مجانے والا۔ سوتوں کو جگانے والا اور ہی اور یس تو اُس کی ہاں میں ہاں ملانے
والا ہوں۔ وہ بھی اُس کی سی دل سوزی سے نہیں۔ اُس کی سی آئینہ اُٹھ سے دبے قرار ہی نہیں
میں تو سمجھا تھا کہ مسلمانوں کا بد قسمت گروہ اُبھرنا چلا ہی۔ اور جب سر سید احمد نے اہل
پنجاب کو زندہ دل کا خطاب دیا تو میں نے ایسا خیال کیا کہ ایسا دور اندیش۔ ایسا تجربہ کار
جس نے مسلمانوں کی دنیاوی اصلاح کو اپنا اُڑھنا بچھونا بنا رکھا ہی اور شبانہ روز اسی دھن میں
غلطاں پیچاں ہی۔ ایک خطہ کے مسلمانوں کی نسبت ایسی عمدہ رائے ظاہر کرے تو یہاں کے مسلمان
ضرور ایسے ہی ہوں گے لیکن سوائے اس ایک انجمن حمایت اسلام کے پنجاب کے مسلمانوں میں اور
کوئی فلاح قومی کا کام کیا ہو تو بول اٹھو۔ کیا اتنے بڑے پنجاب کو پنجاب کے اتنے سارے مسلمانوں
کو بس اس ایک انجمن کی اور ایسی انجمن کی حاجت تھی جس کی گزراں محض توکل پر ہو

کہ اس میں آئی تو روزی ہو اور میں زندہ

زیادہ ہو گا توکل سے بھی ہمیں روزہ

یاد تو کیوں نہ ہو گا مگر ایک مہینے سے بھی کم میں رمضان شریف تشریف لانے والے ہیں۔ اگرچہ
گزشتہ سالوں کی سبھی ایک کے رمضان میں نہیں ہو گی۔ مگر آخر روزہ روزہ ہو۔ اُس وقت انجمن
کی حالت کی تم کو قدر ہو گی اور تجھ پر بھی جیسی قدر ہو نی چاہیے نہیں ہو گی کیوں کہ تمہارے یہاں

پرس دن بعد رمضان آئے گا اور انجمن میں بارہ مہینے امیر خانی رمضان رہتا ہو۔

امیر خانی رمضان کا قصہ یہ ہو کہ امیر خان پٹنار ایک لوٹیر آدمی تھا اور اُس نے اپنی قسم کے سپاہی جمع کر لئے تھے۔ ان لوگوں کو کبھی تنخواہ نہیں دی جاتی تھی۔ اتفاق سے نقالوں کا ایک طائفہ اس کے لشکر میں چھپنا اور لوگوں کو اپنا تماشا دکھانا چاہا۔ لوگوں نے عذر کیا کہ ہم کو دلنے گھاس کی مشکل پڑی رہتی ہو۔ تم کو انعام و اکرام کہاں سے دیں گے۔ سرگروہ طائفہ نے کہا کہ ہمارا تماشا کر لو تو ایسی نقل کریں گے کہ شاید تمھاری تنخواہیں بھی تقسیم ہو جائیں۔ چنانچہ ایک شخص بہت بزرگ صورت جیسے ہمارے انجمن کے نقیب الاولیاء دھان بھم الدین صاحب، موجود ہوئے طائفے میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت آپ کون بزرگ ہیں انھوں نے جواب دیا کہ رمضان شریف اتفاق سے وہ مہینہ شاید ربیع الاول کا تھا تو دوسرے نے حیران ہو کر پوچھا کہ رمضان شریف کے اس مہینے میں آنے کا کون سا موقع ہو انھوں نے جواب دیا کہ تم کو معلوم نہیں میری تعیناتی امیر خاں کے لشکر میں ہو۔ صرف ایک مہینے کی خدمت ملتی ہو اسی میں سارے جہاں میں پھرتا ہوں اور پھر اپنے ٹھکانے آگلتا ہوں۔ سننا ہو کہ یہ حکایت امیر خاں کے کان تک چھپی اور اُس نے تنخواہ کے تقسیم کیے جانے کا حکم دیا۔

کیا ہمہ وقت کوئی آدمی تمھارے آگے جھولی پھیلائے کھڑا رہے۔ یا ہر ماہواری رسالہ میں تمھارے پاس عرضیاں بھیجی جایا کریں۔ یا ہر سالانہ جلسے میں تم کو یاد دلایا جائے کہ ایک انجمن ہو اور اُس نے قوم کی امید پر فراہ قومی کے بہت سے کام اٹھا رکھے ہیں۔ اُس نے ہول پرلونس دگل صوبے، کے عیسائیوں کو اپنی حفاظت میں لیا ہو اور یتیم آدمی کے بچے ہیں لاوارث بے کس اُن کو تمھاری طرح دو وقت بھوک لگتی ہو۔ جاڑوں میں سردی اُن کو رہنے کا مکان۔ ستر عورت کے لئے کپڑا اور کاہ ہو۔ غرض وہ بھی آدمیوں کی سی ضرورتیں رکھتے ہیں اور سوائے خدا کی ذات کے کوئی اُن کی ضرورتوں پر نظر کرنے والا نہیں۔ یا نیچے تم اگر خدا تمھارے دل میں رحم ڈالے۔

لہٰذا یہ انجمن کے بڑے سرگرم ہوں۔ کچر کے وقت جلسے میں لوگوں کو یہی بات ترتیب بٹھا رہے تھے۔

اور یتیموں کا ترس کھاؤ۔ یا انجمن یہ وہ عورتوں کی پرداخت کرتی ہے۔ یا انجمن نے اسکول جاری کیا اور اب وہ اُس کو کالج کرنے پر مجبور ہوئی۔ اور ان سب باتوں کو چاہئے خرچ۔ انجمن کمیابانی نہیں جانتی۔ اُس کو دستِ غیب کا عمل نہیں تا اُس نے کہیں سے دبا کر اترانا نہیں پایا۔ انجمن کے ممبر چور نہیں۔ ڈاکو نہیں کہ کسی کا مال جا کر مار لائیں۔ اُس کا سرمایہ وہی جو تم ہاتھ اٹھا کر دے دو تم میں سے کون انجمن کی سی بے اس بے سہارے زندگی پسند کرے گا۔ کون ایسی زندگی کرتا ہے۔ کون ایسی زندگی کر سکتا ہے۔ تم کو شروع میں سمجھنا چاہئے تھا کہ یہ انجمن کہاں تک پاؤں پھیلائے گی۔ اور ملک کی نظریں غیر قوموں کی نظریں۔ خدا و رسول کی نظر میں اُس کے جاری ہونے سے تم کہاں تک ذمہ دار ٹھہرے گے۔ اگر یہ انجمن سسک سسک کر جی جیسی کہ اب تک جی اور اب جی رہی ہے تو کچھ کہ میرے منہ میں خاک یہ اک دن مرے گی اور ضرور مرے گی لیکن خدا نخواستہ مری تو ایسی نہیں مرے گی مسلمانوں کی عزت کو ساتھ لے کر مرے گی مسلمانوں کی غیرت کو ساتھ لے کر مرے گی۔ مسلمانوں کی حیثیت کو ساتھ لے کر مرے گی۔ میں انجمن کے اتنے ثبات کو بھی اپنے زمانے کا اسلامی مہجرہ سمجھتا ہوں۔

سرسید پر جنھوں نے ہندوستان میں اس طرح کی نباشی (کفن کھسوٹی) کو رواج دیا جیسی پہرہ بگمنا یاں کرلو۔ میں سرسید احمد کا بھٹا نہیں۔ وہ اگر پیر ہوں تو اُن کا مرید نہیں۔ استاد ہوں تو اُن کا شاگرد نہیں۔ مرثیہ خواں ہوں تو اُن کا بسور یا نہیں۔ امیر ہوں اور مجھ کو معلوم ہو کہ نہیں ہیں۔ لیکن اگر امیر ہوں تو اُن کا دست بگمنا بھی اٹھانے اب ہوں۔ اور نہ ان شاء اللہ مدت العمر ہوں گا۔ مگر جو کیا آدمی ہوں۔ دوست دشمن میں تمیز کرنے کی۔ قومی حالت اور قومی ضرورتوں کی شناخت کی عقل رکھتا ہوں۔ تمہارے اس لاہور میں اور لاہور کیا چیز ہو علی گڑھ میں اور علی گڑھ کے شہر میں بھی نہیں نیچر گڑھ میں یعنی محط کالج میں خود سرسید اور اُن کے حواریں کے رد و رد میں نے اس بات کے کہنے میں مطلق باک نہیں کیا۔ اور کیوں کرتا کہ میں اُن کے سب نہیں بعض متعذرات کو غلط سمجھتا ہوں۔ لیکن جیسا کہ اُن کی غلطیوں کا یقین ہے۔ اس بات کا بھی یقین ہے کہ وہ شخص منافق نہیں۔ بزدل نہیں۔

مکار نہیں اور قومی خیر خواہی سے ایسا سرشار ہو کہ اُس کا بس چلے تو اپنی تو پہلے ہی سے اُتار رکھی ہو۔
 دوسروں کی بگڑی بھی اُتار کر مسلمانوں کے حوالے کر دے وہ جو کہتے ہیں حُبُّكَ الشَّيْءُ يَعْصِي وَبِصْنَعِهِ
 آدمی کو ایک چیز کی محبت اندھا بہر کر دیتی ہے سید احمد خاں کو مسلمانوں کی دنیاوی اصلاح
 کی دُسن میں آگا پھپکا نہیں سو جھٹتا۔ افراط و سہر ایک چیز میں مذموم ہے۔ پس میرے نزدیک سید احمد
 خاں میں عیب ہو چکا ہے میری برائے سید احمد کی نسبت اگر صحیح ہو تو میں کسی سے اُس کی تائید
 نہیں چاہتا اور اگر غلط ہو تو اصلاح کے لیے اس کو کسی کے روبرو پیش نہیں کرتا میں نے سید احمد خاں
 کے ساتھ کسی امر میں مخالفت کی ہے تو سب سے زیادہ مجھی کو اس کا افسوس ہے۔ اگرچہ سے اُس میں کسی طرح
 کی بے تہذیبی سرزد ہوئی ہو۔ اُن کو خانے شرف دیا ہو یا اعتبار کے شرف دیا ہو یا اعتبار کے شرف دیا ہو یا اعتبار کے شرف
 دنیاوی کے بہت بڑا شرف دیا ہو یا اعتبار خیر خواہی قومی کے اور حدیث شریف میں آیا ہو مَن لَمَّا
 يَرْحَمْ صَغِيرًا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرًا فَالْأَمْسُ مِتَّ اَدَبُ جُھوٹے پر مہربانی نہ رکھے اور بڑے کا ادب نہ کرے
 وہ ہم میں کانہیں، حدیث میں صغیر و کبیر دونوں لفظ مطلق واقع ہوئے ہیں۔ صغیر سے نہ صرف بیٹلیا
 چھوٹا بھائی مراد ہو اور کبیر سے نہ صرف باپ یا رشتہ کا کوئی بزرگ اور نہ اس میں مذہب و عقائد
 کی قید ہو بلکہ جناب رسول خدا صلعم کی خدمت میں کچھ و خود یعنی ایٹھی آئے اور وہ اُس وقت تک مسلمان
 نہیں ہوئے تھے۔ اُن کے سر گردو کوتاہوا دیکھ کر اصحاب سے جو حاضر خدمت تھے فرمایا۔ فَوُجُوْا اِلٰی
 سَيِّدِكُمْ داپنے سردار کو استقبال کر کے (و) غرض مَن لَمَّا يَرْحَمْ صَغِيرًا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرًا اَلَيْسَا لَوْلَا اُنْ رُّوْلُ
 (قاعدہ زرین) ہو کہ اگر مسلمان اس پر پورا پورا عمل کریں تو ان کی سوسائٹی سے بہتر شایستہ و مہذب
 اور متفق و یک دل دنیا میں کوئی سوسائٹی نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر مسلمان اپنے پیغمبر کی بات نہ مانیں اور
 لوگوں کو زبانِ قلم سے ایذا لیں دیں اور اپنے بڑوں کا ادب ملحوظ نہ رکھیں اور یوں مسلمانوں میں بخشین اور
 عداوتیں پھیلیں اور وہ سنار کی سی کھٹ کھٹ کرتا ہی رہے اور یہ ایک لومار کی سی جڑ دیں اور یہ سالہ
 نزلہ آخر کار اسلام پر گرسے تو آئیں اسلام اور بانی اسلام کا کیا قصور ہے۔

مسلمان رسول کی کیا مانیں گے جب وہ خدا کی نہیں مانتے میں اس کی تائید میں قرآن کی چند

چند تیس پڑھتا ہوں یا ایہا الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان ینزلوا خیرا منہم ولا
 نساء من نساء عسی ان ینکحن خیرا منہن ولا تلیعنوا انفسکم ولا تمنا بربوا لا کتاب
 یقین الا سحر الفسوق بعد الایمان۔ ومن لم ینتب فاولئک هم الظالمون یا ایہا
 الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا یجسسوا ولا یعتب
 بعضکم بعضا یحب احدکم ان یناکل لحم اخیه میتا فکرمھم ولا انتموا للہ ان اللہ
 اتوا براحیمہ اذ ایمان والو کوئی گروہ دوسرے گروہ کی ہنسی نہ اڑائے عجب نہیں جن کی ہنسی
 اڑائی جاتی ہو وہ ہنسی اڑانے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کی ہنسی اڑائیں عجب نہیں
 جن کی ہنسی اڑائی جاتی ہو وہ ہنسی اڑانے والیوں سے بہتر ہوں اور اپنوں کو جھڑومت اور نہ برے
 لغتوں سے یاد کرو ایمان لائے پیچھے نافرمانی بڑی بدنامی کی بات ہے اور جو تو یہ نہیں کرے گا تو یہی لوگ
 ظالم ٹھہریں گے۔ اے ایمان والو اکثر بدگمانیوں سے بچتے رہو کیوں کہ بہت سی بدگمانیاں داخل گناہیں
 اور لوگوں کے حالات کی ٹوہ میں مت لگے رہو اور ایک دوسرے کی غیبت مت کرو۔ کیا تم میں سے
 کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کے گوشت کو کھائے اس سے تو تم کو ضرر گھرنی آتی
 ہوگی اور ڈر والد سے بے شک اللہ کو یہ قبول کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

اور خیر سید احمد خاں سے یہاں بحث بھی کیا ہے۔ وہ اس انجمن کے سکریٹری نہیں۔ ممبر
 نہیں۔ پیٹرن دمری سرپرست نہیں۔ بلکہ من و جب یہ چاہتے ہوں تو تعجب نہیں کہ انجمن کے فنڈز
 جو کچھ ہوں بے جا کر علی گڑھ کالج میں ٹھونس دوں کہ نہ ہزار ادھورے اور نہ ایک پورا۔ مگر جن کی
 طبیعتیں نیش زن واقع ہوئی ہیں وہ ہر ایک کی گاڑی میں کسی کی بھی ہو بے رورہ اٹکائے نہیں رہتے۔

دودشوندار بد مانغے رسند	بادشوندار پچراغے رسند
-------------------------	-----------------------

ان کی مثال فخر کی سی ہے کہ گدھوں کو لادنے لگے تو کہائیں گھوڑا ہوں گھوڑوں پر زین کسنے کی نوبت آئی
 تو لگا چوں پچوں کرنے ان انکرا الا صوات کصوت الحیور (سب سے بڑی آواز گدھے کی ہے)
 اے ظالم کہیں تو نہ اور لدے گا نہیں تو یہ قومی بوجھ کیوں کر اٹھے گا۔ یہ لوگ کیسا ہی نیک کام ہو ہمیشہ

بڑے موٹوز (اغراض) پر ڈھال لے جاتے ہیں۔ شعر

چوں خدا خواہ کہ پردہ کس درد | میلش اندر طعنه پاکاں برد

اور کوئی جتنی ہوئی بھیتی نہیں سو جتنی تو نہ ہب کا حیلہ نکال کھڑا کرتے ہیں۔ ڈاکٹر تقدیر امراض میں لکھا کر رہے ہیں۔ لیکن جس میں اختلاف ہو وہ تقدیر امراض حیاتی ہی۔ روحی امراض کے متعدی ہونے میں کچھ بھی شبہ نہیں۔ ایک گندہ دل سارے کیونٹی دجاعت کے دلوں بگاڑ دینے کو کافی ہو۔ جیسے ایک دیاسلانی ایک شہر کے جلا دینے کو بس کرتی ہو۔ اگر میٹر بل ڈرائی (جیسوس خشک) اور ہوا لائق ہو کونو علی حدید (خبردار ہو) ۵

ای بسا ابیس آں دم بڑے ہست | پس بہر دستے نباید داد دست

میں اپنے زعم میں بہت ہی آزادانہ زندگی بسر کرتا ہوں۔ نہ کسی کا لچ کا بانی ہوں نہ کسی انجمن کا سکڑی نہ کسی اخبار کا ایڈیٹر۔ لوگوں کی مدح و ذم سے مستغنی۔ تحسین و تحقیر سے بے نیاز۔ میں نے ساری عمر لکھ نہیں دیئے۔ خدمت سے علی حدہ ہو کر فائدہ نشین ہوا۔ نہیں معلوم لوگوں نے کیوں کر سمجھ لیا کہ میں ہوا کا رخ بچا پتا ہوں جو کچھ آپ سمجھتا ہوں دوسروں کو سمجھا سکتا ہوں۔ بشرطیکہ سمجھنا چاہیں اور سمجھ کے پیچھے لاشی بیٹے نہ پھر رہے ہوں۔ دس دفعہ بلایا ایک دفعہ آکھڑا ہوا تو کیوں کر ہو سکتا ہو کہ دل میں ہو کچھ اور کہوں کچھ ۵

راست می گویم ویزدان نہ پسند جز راست | حرف نارا است سرودن روٹن انجمن است

مجھ سے اختلاف ہو تو مجھے جوجی چاہے کہو اور جوجی چاہے مجھ کو مگر اے خدا یہ نہ کرنا کہ جیسے سید احمد خاں کے ساتھ مجھ کو سمیٹ لیا۔ میرے ساتھ اس بیجاری انجمن کو سان لو۔

مجھ کو تو نیچری کہلانا عار تھا۔ مگر نیچریت کے اب وہ مننے نہیں رہے۔ جن کی وجہ سے میں نیچریت کو عار سمجھا کرتا تھا اب نیچریت یہ ہو کہ سید احمد خاں کو علی گڑھ کالج کا بانی کو نیچری علی گڑھ اسٹیوٹ گزٹ کا ایڈیٹر کو نیچری۔ سر کو نیچری۔ ڈاکٹر کو نیچری۔ آدمی کو نیچری۔ تو ایسی نیچریت کا قبول کرنا اس سے زیادہ موجب عار نہیں ہونا چاہیے جیسے دو اور دو کا چار کہنا۔ میرا نیچریت کو تسلیم کرنا سی

قبیل سے ہو جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۵

فَلَيْشَهِدَ الثَّقَلَانُ إِنِّي سَاقِصٌ

إِنْ كَانَ قَضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ

اگر آل محمد کے ساتھ دوستی رکھنا رفض ہو تو دونوں جہان اس پر گواہ ہیں کہ میں رافضی ہوں۔ میں جو اپنے نفس کا احتساب کرتا ہوں تو میرا صرف ایک ہی خیال ایسا ہو جس کو کوئی معاند نیچروں سے ملتا ہو اٹھ سکتا ہو۔ یہ میری رائے ضرور ہو کہ تاویل کرنے سے کسی حکم کی ایسی بے حرمتی نہیں ہوتی جیسے اصرار اور اعلان اور تعمیم کے ساتھ اس کی تعمیل نہ کرنے سے بات کو صبر و سکون کے ساتھ سنو ہی نہیں تو اس کا کیا علاج ہے۔ مگر سنو گے۔ اور زمانہ۔ ہمارے دعا تو یہ ہے کہ تم ہی کو مٹائے ورنہ تمھاری پہلی نسل نہیں تو دوسری اور دوسری نہیں تو قسم کھانے کی بات ہو کہ تیسری ضرور سننے گی کیا چھوٹی چھوٹی باتوں کی فکر میں پڑے ہو انگریزی ایجوکیشن و تعلیم کو روکو۔ اگر تم سے روکی جائے اور اب تو یہ ایسی جڑ پکڑ گئی ہے کہ بعض انگریز بھی جن کی یہ بلالائی ہوئی ہو جی اے صبا اس ہمہ آردہ تست۔

اس کو روکنا چاہتے ہیں اور نہیں رکتی۔ جن لوگوں نے ایجوکیشن کی قدر و قیمت کو جاننا پہچانا وہ ایسے اس کے گردیدہ ہیں کہ اگر گورنمنٹ اعلیٰ درجہ کی تعلیم سے دست کش ہونا چاہے تو مارے اجیشین کے یہاں سے ولایت تک گورنمنٹ کی دھجیاں بکھیر دیں۔ لیکن اگر گورنمنٹ اعلیٰ درجہ کی تعلیم سے دست کش ہو بھی جائے تو وہ لوگ چاہے جھوٹے مریں ننگے پھریں۔ بھیک مانگیں۔ مگر ایجوکیشن کا بال بیکانہ ہونے دیں۔ بنگالی تو بنگالی ہمارے تارکھ و لیسن پرنسپلز و مہالک مغربی و شمالی، میں گورنمنٹ نے دو کالج بند کر دیئے لوگوں نے چندہ کر کے دونوں کو بہتر قائم رکھا۔ تو جو لوگ اسلام کو معرض خطر میں سمجھتے ہیں اُن کو چاہئے کہ ایجوکیشن کو روکیں۔ اگر اُن سے روکی جائے اور یہ نہ رُکے گی تو جن باتوں کا سُنا نا گوار ہو وہ اور اُن سے بڑھ کر تم آپ کو گے یہ اپنے آنکھوں دیکھے واقعات ہیں کہ جن باتوں کی اب کوئی مطلق پروا نہیں کرتا۔ اب سے چالیس برس پہلے ایک ایک بات کفر و زندہ سمجھی جاتی تھی۔ میں ایسے باپکا

بیٹا ہوں کہ دہلی کالج کے پرنسپل نے ہر چند چاہا کہ میلنگیزی پڑھوں والد مرحوم نے جو ایک غریب آدمی تھے مگر اپنے وقت کے بڑے دین دار صاف لکھ دیا کہ مجھے اس کام جانا منظور۔ اس کا بھیک مانگنا قبول مگر انگیزی پڑھنا گوارا نہیں۔ میں ایسے مولوی کا شاگرد ہوں جنہوں نے لاٹ صاحب سے باسکرا ہر چہ تمام تر ادب بخوری ہاتھ ملا کر اُس ہاتھ کو مٹی سے رگڑ رگڑ کر دھو ڈالا تھا۔ انگیزی صابون سے نہیں جنہوں نے پانی پینے کا مٹکا جو جماعت میں رکھا رہتا تھا تھوڑا والا ڈالا تھا۔ اس واسطے کہ اُس میں سے ایک شامت زدہ انگیزی خواں مسلمان پانی پی گیا تھا۔ تم کیا دین داری برتو گے۔

دین داریاں بیٹھیں جو ہم نے دیکھیں ہیں اور اب ان کے دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں۔ اور ایک دین داری یہ ہے جو ہم اور تم سب دیکھ رہے ہیں۔ ان نین کا یہی سیکھ۔ وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ۔ اور ایک دین داری ابے پچاس برس بعد ہوگی اگر امام مہدی نہ آگئے۔ تم ایک سرسید کو بیٹے پھرتے ہو۔ کچھ خبر بھی ہو۔ زمانہ کتنے سرسید اکر چکا اور کرتا چلا جا رہا ہے جن میں کے سرسید ہیں۔ ان کا تو یہ قول ہے۔

قَوْلُ لِمَا قَالَ اَلَيْسَ اَمْرًا كَثُورًا

اِذَا مَا تَمِنَّا سَيِّدٌ قَامَ سَيِّدًا

جب ہم میں سے ایک سر دار چلتا ہو تو اُس کی جگہ دوسرا سر دار کھڑا ہو جاتا ہے اور وہ بھی بزرگوں کی سی باتیں کرنے لگتا ہے اور انہیں کے سے کام،

قرآن مجید میں یہود و نصاریٰ پر جہاں اور اعتراض ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے کہ جو کچھ تمہاری کتاب میں لکھا ہے اس پر تو عمل کرو فَادَّبُوا بِالتَّوْرَةِ فَاذْكُرُوا اَن كُنْتُمْ مُّصَدِّقِينَ وَلْيُكَلِّمُ اَهْلَ الْاِنْجِيلِ مِمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ تَوْرَتِے اَوْ اَكْرَمُ سَعٰے ہو تو اُسے پڑھ کر دیکھو۔ اور جن پر انجیل آئی ہے ان کو چاہیے کہ جو کچھ اللہ نے انجیل میں اتارا ہے اُس کے مطابق تو حکم دیں، یا ان وقتوں کی تہیں رہنے دو۔ احکام عشرہ میں کے یہ احکام کہ کل کے لئے ذخیرہ مت کرو۔ یا تمہارے داہنے کپڑے کوئی طمانچہ مارے تو دوسرا اُس کے سامنے کرو۔ ہم نہیں کہتے کہ خدا نے یہ ناممکن التہیل احکام بھیجے تھے شاید اُس زمانہ میں ایسے متوکل ایسے بے نفس لوگ رہتے ہوں گے۔ مگر اب ہمارے وقتوں میں کی ایک یہودی کوئی ایک نصرانی یا کوئی ایک آدمی ان حکموں کی تہیل کرتا یا کر سکتا ہے۔ تو خود ان کی

لاقانون، اُن کو کٹھن من کر رہا ہو مجرم قرار دے رہا ہو اب تم اپنی جگہ آپ احتساب کر لیت کہ
مسلمان کسی ایسے الزام کے مور دہیں یا نہیں۔ کیوں کہ معاملہ خدا کے ساتھ ہو ۵

باخداوند غیب داں نہ رود

زورت از پیش می رود باما

کوئی نہیں کہتا اور کسی کو کہنا چاہیے بھی نہیں کہ مذہب سے قطع نظر کرو۔ مذہب قطع نظر کرنے کی
پہیز نہیں ہو آدمی کی اور خصوصاً ہم مسلمانوں کی دنیاوی اور دینی فلاح موقوف ہو مذہب پر۔ ہم اُس
گروہ کے لوگ ہیں جن کو مذہب نے کھڑا کیا۔ مذہب نے ہم کو ترقی دی۔ مذہب نے
ہماری حالت درست کی۔ مفلس تھے مذہب کی بدولت امیر ہو گئے۔ خاکِ مذلت پر پڑے
تھے۔ مذہب کی بدولت اوجِ عزت پر پہنچ گئے۔ محکوم تھے مذہب کی بدولت حاکم بنے۔ رعیت
تھے مذہب کی بدولت بادشاہ بنے۔ شاہنشاہ بنے۔ غرض کچھ نہ تھے مذہب کی بدولت سب کچھ
ہو گئے۔ کیا یہ کچھ کم افسوس کی بات ہو کہ اب وہی ہم ہیں اصل ابتدائی حالت سے بھی کم تر۔ فروغِ حالت
میں اتنا انقلاب ایسا رد و بدل۔ اس قدر اختلاف۔ یہ کیوں؟ یہ وہی مذہب کا برسِ یزید یعنی بڑی
غلط فہمی۔ مذہب کو برسی طرح سے عمل میں لانا۔ یہ کوئی سچیدہ مسئلہ نہیں ہو۔ ہر شخص اپنی جگہ اس کا فیصلہ
کرے۔ کہ ہم مسلمان ہندوستان میں انگریزوں کی عملداری میں اسلام کو دنیاوی عزت۔ دنیاوی
متول کے ساتھ جمع کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں کر سکتے۔ تو کچھ بحث نہیں۔ تکرار نہیں لڑانی نہیں بھیگڑا
نہیں۔ چلو اپنا اپنا بوریا بدھنا باندھ باندھ کر ان ظالموں کی عملداری سے نکل بھاگیں لیکن کتنے آدمی
ہیں جو ایسا ارادہ کریں یا چلنے والوں کے ساتھ چل کھڑے ہوں۔ جس سے کہو گے وہی کانوں پر
ہاتھ دھرے گا کہ نابا با ہم ایسا امن۔ ایسی آسائش۔ ایسی آزادی کہاں پائیں گے۔ رہا مذہب
وہ ہمارے دل کے ساتھ ہو جہاں ہم وہیں مذہب ۵

میں وہ نہیں کہ تم ہو کہیں اور کہیں ہوں میں

میں ہوں تمہارا سایہ جہاں تم وہیں میں

یہاں ہم کو کاہے کی روک ٹوک ہو۔ نماز پڑھنی چاہیں روزہ رکھنا چاہیں۔ کوئی مانع نہیں۔ زکوٰۃ دینی
چاہیں یعنی نغن حمایت اسلام کی مدد کرنی چاہیں۔ کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ حج کو جانا چاہیں کوئی

ہزارم نہیں ہاں دک سمجھو لو کہ سمجھو تو صرف اتنی کہ دوسرے مذہب والوں کے حقوق میں دست انداز نہ ہوں۔ لیکن کچھ ایسے بھی نکلیں گے جن کے حق میں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ سات سو برس پہلے کہہ مرے ہیں ۷

ترک دنیا بھر دم آموزند	خویش تن سیم و نہ اندوزند
------------------------	--------------------------

اور شاعر عربی کتاہو ۷

بَحْبَحْتُ مِنْ شَيْئٍ وَمِنْ دُهْدٍ ۶	وَذَكَرَهُ النَّارُ وَأَهْوَاهَا
يَكْرَهُ أَنْ يَشْرَبَ مِنْ فُضَّةٍ	وَيَسْرِقُ الْفُضَّةَ إِنْ نَالَهَا

دجھ کو اپنے پیر صاحب اور اُن کی پرہیز گاری پر تعجب آتا ہوا اور وہ جو دوزخ اور اُس کی ہولناک باتوں کا تذکرہ کرتے ہیں اس سے بھی تعجب آتا ہوا چاندی کے باسن سے تو پانی پینا مکروہ سمجھتے ہیں اور اگر دست رس ہو تو چاندی چاکر ڈب میں رکھ لیتے ہیں حافظ شیراز فرماتے ہیں ۷

فقیر مدرسہ دی مست بود و فتوی داد	کہ می حرام ولے بہ ز مال و قاف بست
----------------------------------	-----------------------------------

یہ ہیں جو مسلمانوں کو ابھرنے نہیں دیتے عام مسلمانوں میں اتنی لیاقت نہیں کہ انجام کار کو سوچیں یہ چارے بہ کائے بھسلائے میں آجاتے ہیں۔ اور یوں مسلمانوں کی مٹی خراب ہو رہی ہو۔ لیکن یہ رفتار یَقْدِمُ بِجَلَا وَبُؤْسٍ خَرُّهُ خَوْنٌ (ایک پاؤں آگے رکھیں اور ایک پیچھے) اس بعد مسافت نظر کرتے کچھ بھی نہیں جو ہم کو طو کر فی چوک تک اس تند بذب میں رہو گے بات کو کیسو کر چلو یا تو کچھ مت کرو کہ اوپر والوں کو صبر آجائے اور کرتے ہو تو جی کھول کر کرو یا مرغے لڑانے منظور ہیں اور اسی میں کچھ مزا ملت ہو تو ویسی کہو میں تو اس مرتبہ تم سے دو ٹوک بات کرنے آیا ہوں۔ میری نسبت اگر مذہبی گمانی ہو اور میرے عقائد بُرے ہیں تو مجھ کو اُن کا وبال جھگٹنے دو۔ میں تم میں کسی شفاعت کا خواستہ گزار نہیں ۷

حقاکہ با عقوبتہ و فرج ہر بار بست	رفتن بہ پاسے مردیے ہمسایہ در بہشت
----------------------------------	-----------------------------------

یہ میری کبھی خواہش نہیں ہوئی اور انشاء اللہ ہو گی بھی نہیں کہ لوگوں کو مذہبی عقائد میں اپنا ہم خیال بناؤں اور اقل جماعت کا بھی لیڈر بن جاؤں۔ کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ مجھ سے میرے اور لوگوں

اُن کے افعال و معتقدات کا حساب لیا جائے گا و لاہو زور زوراً و زوراً اُخروی دایک کا بوجھ دوسرا نہیں ڈالا جائے گا لیکن کدواتے میں تو کہتا ہوں۔ پوچھتے ہیں تو بتاتا ہوں۔ سوال کرتے ہیں تو جواب دیتا ہوں کہ میرے نزدیک اسلام لازماً انسانیت ہے فطرۃ اللہ الّٰہی فطرۃ النّاس علیہا لا تبدیل یُخلق اللہ ذلک الدین الّٰہی و لکن اکثر النّاس لا یعلمون الدن کی بناوٹ جس کے مطابق لوگوں کو بنادیا اللہ کی خلقت کو کون بدے بھی پوچھیک دین لیکن اکثر لوگوں کو معلوم نہیں، کھانے سے پینے سے پہننے سے کسی دفع میں رہنے سے کسی زبان کے سیکھنے سے کسی علم کے پڑھنے سے اب ہوا سے۔ دنیاوی حکومتوں کے رد و بدل سے اس میں فرق نہیں آسکتا۔ اگر انسان ایک خدا کا قائل نہیں تو وہ اوج انسانیت سے ساقط ہو کر حیض حیوانیت پر آگراہے۔ اور اگر ایک خدا کا قائل ہے۔ اور بندہ بشر ہو کوئی امر نامشروع بھی اُس سے سرزد ہو جاتا ہو تو وہ ڈسپلن (قواعد) کو توڑتا ہو اور اُس کی پاداش میں شاید اُس کی دلیل بولی جائے یا اُس کا رینک (درجہ) توڑ دیا جائے یا اُس کا ریشن (مراتب) گھٹا دیا جائے یا اُس کا بھستہ موقوف یا اور کوئی سزا دی جائے مگر فوج سے اُس کا نام نہیں کٹے گا۔ اُس کو گولی نہیں ماری جائے گی اُس کو پھانسی نہیں لگے گی دیٹس آل (دیس ہو چکا) اسلام کی جزیلیٹی (عمومیت) کہ قیامت تک اب کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ اور مَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَاٰثِمَةً لِّلنَّاسِ محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں بلکہ خدا کے رسول ہیں جن پر نبوت ختم ہو گئی اور ہم نے تم کو کل دنیا کے سارے لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کے بھیجا ہو، غرض کیا بلحاظ زمان اور کیا باعتبار مکان اسلام کی جزیلیٹی (عمومیت) پڑی پکار رہی ہو کہ اس کو کیا ہونا چاہیے اور لوگوں نے اس کو کیا بنا رکھا ہو۔ مگر وہ اپنی اصلیت پر آئے۔ اُسے کا ضرور آئے گا۔ اور یہی ایجوکیشن اس کو اس کی اصلیت لائے گی۔ لیکن یہ پیغمبرین کے کام ہیں۔ ایجوکیشن اور مذہب یعنی مذہب متعارف میں کسر و انکسار ہو نہ تو مذہب چاہئیں۔ اُس وقت تک پیشین گوئی کے جرم میں جس جس کی قسمت میں گالیاں کھانی گئی ہیں گالیاں کھائے اور جس جس کی تعذیر میں لعنتیں بدی ہیں لعنتیں سن لے پھر جو ناہو وہ ہو گا۔

تولیدہ رائیست فردا سید

نوشتہ بماند سیاہ بر سفید

ایسا پکٹیکس (مکمل بتیل) ایسا سہل سہل (ایسا زینیل) (مقول) مذہب جیسا کہ حقیقت میں اسلام ہے
کوئی شخص جس کو خدا نے کامن سنس (معمولی عقل) دیا ہو اس کو گھٹ (نامنطور) نہیں کر سکتا۔ وہ
صرف تنکے کے اوچھل پہاڑ ہو۔ ذرا ازبرائے خدا اس نکتے کو سمجھو کہ فطرت انسانی اسی طرح سے واقع ہوئی
ہو کہ جو پیدا ہوتا ہو وہ مسلمان ہی پیدا ہوتا ہے اس کے یہی معنی ہیں کہ تمام بنی آدم اصل خلقت کی رو سے
مسلمان ہیں یہ وہی بات ہے کہ کسی نے پوچھا ناک کدھر ہوتی ہے ایک نے سامنے سے ناک پر انگلی رکھ کر
بتا دیا کہ یہ ناک ہو دوسرے نے گدھی کے پیچھے سے ہاتھ لے جا کر بتا دیا کہ یہ ناک ہے۔ تاک تو جہان ہزار
وہیں ہو۔ صرف بتانے کے طریقے مختلف ہیں قرآن سے تو اس کی سندیں ہی چکے ہو وہی قَطْرَةُ اللَّهِ
الَّتِي قَطَرْنَا عَلَيْكَ۔ اب لو حدیث۔ ایک بار اُس رحمت اور شفقت کے جوش میں جو پیغمبروں کا
خاصہ ہے۔ ہمارے پیغمبر صاحب نے اپنے خادم بلالؓ کو حکم دیا کہ ای بلال نبی جادینے کی گلی کو چپے میں بھیجی
طرف پکار پھر من قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَحَلَ الْجَنَّةَ (جو ایک خدا کا قائل ہو وہ جنتی ہے) بلالؓ
چلے۔ راہ میں ملے عمرہ پوچھا بلالؓ کدھر انھوں نے بیان کیا تو عمرہؓ ان کو ان حضرت کی خدمت میں
لوٹا لائے۔ اور عرض کیا ای جناب کہیں ایسا نہ ہو۔ یہ حکم عام اُن کر لوگ نیک کاموں کے کرنے سے
بازر ہیں۔ وہ حکم ایک مصلحت سے اُس وقت مشہور نہ ہوا۔ مگر لکھا ہوا موجود ہے۔ اور پڑھے لکھے اس سے
واقف ہیں۔ اگر اسلام کو اس کے اصلی پیرائے میں پیش کیا گیا ہو تالو لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ اسلام
کو لیا ہوتا۔ مگر دنیا کی بد نصیبی سے وہ پیش کیا گیا غارت گری اور خوں ریزی کے پیرائے میں پیش کیا گیا
عذاب اور مصیبت کے پیرائے میں اور پیش کرنے والے کون۔ دنیا کے بادشاہ۔ جاہ و ثروت کے
قریبہ ملک گیری کے حریص۔ پس لوگ اسلام کی ڈراؤنی صورت سے لگے بھاگنے اور افسوس ہے
کہ اب بھی مسلمانوں کی طرف سے استمالت اور تالیف قلوب کی مطلق کوشش نہیں کی جاتی۔ وہ
پشت پائشت کے موروثی مسلمانوں کو اسلام سے نکال دینے کی فکر میں لگے ہیں مسلمانوں کو کافر ٹھہرنا
مرتد بنادینا یہ تو ان کی ایک معمولی بات ہے۔ جن طبیبوں کے پاس مرجعہ زیادہ ہوتا ہے۔ وہ موسمی امراض کے

کسی ایک نسخے کی بہت سی نقلیں کر رکھتے ہیں۔ نہ نبض دیکھیں نہ حال پوچھیں مریض آیا اور انھوں نے مسند کے تلے سے نسخہ نکال حوائے کیا۔ اُدھر ایک عطار لگا ہوا ہوا وہ حکیم صاحب کے دستور سے واقف ہو اُس نے پہلے ہی سے پڑیاں باندھ رکھی ہیں اتنا دیکھ لیا کہ نسخہ حکیم صاحب کا ہے۔ دواؤں کے نام اور اوزان پڑھے اُس کی بالائونڈے سے کہا فلاں خانے میں جو پڑا رکھا ہو ان کو لا کر دے دے۔ لائے حضرت ساڑھے چار پیسے۔ قریب قریب یہی حال ہو۔ اس زمانے کے کفر کے فتوؤں کا لیکن ای آر یو۔ ای جھو۔ ای ہندو بھائیو۔ ای عیسائیو۔ ای اسلام کے سوا کسی اور مذہب کے ماننے والو۔ ای مذہب کی تلاش رکھنے والو۔ ان لوگوں کی بات پر مت جاؤ۔ اگر تم آدمی ہو اور ضرور آدمی ہو اگر تم عقل بھی رکھتے ہو اور ضرور رکھتے ہو تو تم خدا کو مانتے ہو گے اور اُس کو ایک بھی جانتے ہو گے اب تم ساری دنیا کو چھان مار دو دیکھو تو اتنی ہی بات پر کوئی بھی تم پر ہاتھ دھرتا کوئی بھی تم کو نجات ابدی دلا دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ ہاں ایک شخص ہے محمد عربی اسلام کا پیغمبر منکر متواضع سیدھا سادہ۔ بے تصنع۔ بے تکلف۔ بے طمع وہ اطمینان کرتا ہے کہ چلو۔ میں تم بخشوادیتا ہوں۔ بے شک لوگوں نے اس کی بُرائیاں تم سے کی ہوں گی اور اب بھی کرتے ہوں گے لیکن اگر کوئی تم سے کھدے کہ کو اتھارے کان لے گیا۔ تو کیا سننے کے ساتھ کوسے کے پیچھے دوڑے دوڑے پھرو گے۔ کیوں نہیں پاس کے پاس ٹٹول لیتے کہ سر میں کان بھی ہیں یا نہیں۔ اس کی بات کو تو جانچو کہ کتنا کیسے پتے کی ہے۔ ابدی نجات اور ایسی سستی۔ اور اگر نجات کی قدر ہی نہیں اور بدے میں مرنا منظور ہو تو پڑو چلے میں ہم تو اپنا اُلا ہنا اتار چکے۔

مذہب کا گڈ ٹوٹس دینے اچھا استعمال یہ ہے کہ ہم اپنے نفوس کی اصلاح کریں ہم کو آپنا جانچ بننے کا کوئی استحقاق نہیں لَا تَزْكُوا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اللَّهُ (اپنے منہ آپ نیکو کا رستہ نہ خدا ہی کو خبر ہو کہ اُسکے نزدیک کون نیکو کا رُٹھیرتا ہو) میں خیال کرتا ہوں کہ انسان کو اپنے نفس کی اصلاح کا ایسا شغل ہو کہ اگر وہ اس ڈیوٹی کو اچھی طرح ادا کرے تو اُس کو دوسروں کے حالات کی تجسس کی فرصت ہی نہیں مل سکتی۔ میری باتوں سے ایسا ظاہر ہوتا ہو گا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں

اُس پر عمل کرتا ہوں لیکن اگر عمل کرتا ہوتا تو تم سب پر عمل مقناطیسی کر دیا ہوتا۔ اثر جو نہیں ہوتا اسی سے نہیں ہوتا کہ کہا سب کچھ جانتا ہو اور کیا کچھ بھی نہیں جانتا۔

ہر ایک کے ناصح برائے دیگران | ناصح خود یا قسم کم درجہاں

کہنے کو تو چھوٹے چھوٹے دو جملوں میں سارے اسلام کا خلاصہ ہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ خدا ایک محمد برحق لیکن منہ سے ایک اور برحق کہنے کی سند نہیں۔ کردار سے۔ گفتار سے۔ رفتار سے ثابت کرو کہ تم نے خدا کو ایک اور محمد کو برحق سمجھا لیا کہ عید ہی کی ایسی ٹیڑھی کھینچ کر کہ تمہاری اتنی سی امتحان میں قیل ہو گئیں۔ باوجود کچھ عقلی شہادت موجود ہے اور جو عقل ہم کو بتاتی ہے کہ خدا ہی وہی بھیجی جاتی ہے کہ وہ ایک ہو۔ مگر آدمی کچھ ایسا دھمیل لائق مخلوق ہو کہ وقت پر بہک ہی جاتا ہو اسلام سے پہلے خدا ہی کی اتاری ہوئی شریعتیں تھیں۔ ان شریعتوں میں اوامر تھے۔ نواہی تھے آداب تھے مواعظ تھے حکم تھے۔ سب ہی کچھ تھا۔ یہی باتیں تھوڑی رد و بدل سے اسلام میں بھی ہیں پھر کیا ضرورت داعی ہوئی کہ ایک نیا مذہب جاری کیا جائے کہ وہ جو رو کو ختم سے۔ باپ کو بیٹے سے۔ دوست کو دوست سے مالک کو جائیداد سے۔ گھر سے۔ وطن سے۔ آدمی کو آدمی سے جدا کر دے اور ایک جدید قانون ہو اور وہ فیصلہ کرے فَرِيقًا فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقًا فِي النَّارِ ایک گروہ جنت میں ایک گروہ دوزخ میں ہاں ضرورت تھی اُسی توحید کی خامی۔ اُسی توحید کا زلزل۔ پس بڑی بات سب سے بڑی بات۔ متمم بالشان بات جو اسلام میں ہو وہ توحید ہو۔ پاک صاف۔ خالص۔ بے آمیزش۔

جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو اس کا اس قدر اہتمام تھا کہ ساری عمر اسی کی رضا بندگیوں میں لگے رہے۔ اپنی تعظیم تک جائز نہیں رکھتے تھے کہ میں سیانہ ہو لوگ مبالغہ کرنے لگیں۔ اور میرے ساتھ وہ معاملہ کریں جو یہود نے حضرت عزیر اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیٰ نبیناؤ علیہم السلام والسلام کے ساتھ کیا۔ بدر کی لڑائی فتح ہوئی تو انصاری کی لڑکیاں بیت الرسالت میں اگر شادیانے لگانے لگیں۔ آپ خاموش پڑے سنتے رہے۔ یہاں تک کہ انھوں نے کہا ہمیں رسول ہیں جو غیب کی باتیں جانتے ہیں۔ جھٹ اٹھ بیٹھے۔ اور فرمایا کہ نہیں نہیں وہی اپنا پہلا گیت گائے جاؤ۔ اپنی

قبر کے بارے میں تو آپؐ بار بار فرمایا کہ دیکھنا اسے بعد میری قبر کو نہ پوچھنے لگنا تصویر کے کھینچنے تصویر کے رکھنے کے باب میں جیسے جیسے وعید ہیں وہ سب تدبیریں تھیں سید باب بت پرستی کی ہم نہیں سمجھتے کہ اس سے بڑھ کر انسان اور کیا کر سکتا ہو۔ کہ پانچوں وقت نمازیں ہر مسلمان کے منہ سے کھلونا جاتا ہو کہ شَهِدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

اس نبیؐ موصوفہ علیہ افضل الصلوات والکمل التحیات کی اُمت کو دیکھو۔ ہم کو دوسرے ملکوں کی توخیر نہیں مگر غالب ہو کہ یہی حال ہوگا جو یہاں کا ہو کہ بزرگانِ دین کی تعظیم کو معد عبادت کے بھینچا دیا ہو۔ جب تک تمہارے نہ کہیں معلوم نہیں ہو تا کہ اس سے حاجت طلب کر رہے ہیں اور کس کی شفاعت چاہتے ہیں اور اگر خیرُ النفس ورفیقُ الشَّهِيدِ الَّذِي يَكُونُ مَعَكُمْ فِي النَّارِ ہو تو لوگ میرے زمانہ کے پھر جو اُن کے بعد پھر جو اُن کے بعد کے سلسلے کی رعایت کی جائے اور رعایت ہو فی چاہتے کیوں کہ وہ فرمودہ رسولؐ ہو۔ تو ان بزرگوں کی نوبت بھی نہ آئے لیکن مسلمانانِ درگزر مسلمان فی در کتاب۔

معدود سے چند مسلمان ہیں جو توحید کا پاس کرتے ہیں سوان کو دہائی دہائی لکھ کر اس فکر میں لگے ہیں کہ اُن کو باغی سرکار ٹھہرا کر بن پڑے تو جلا وطن کرادیجئے۔ سورہ مائدہ کا اخیر کوع میرے اس مطلب سے بہت ہی چسپاں ہو فرماتے ہیں۔ وَإِذْ قَالَ اللَّهُ لِيَعْقُوبَ إِنِّي مَوَدُّعٌ أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوا مِنِّي وَابْنِي إِسْحَاقَ مِنْ دُونِ اللَّهِ۔ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِعَاقِبَةٍ إِنَّكَ قُلْتَهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ كَعَلِمْتَهُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ مَا قُلْتَ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ أَعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُمْ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُمْ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ إِنْ تَعَذَّلْتُمْ عَنْهُمْ عَبْدُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ مَنَاقِبِ الصَّالِحِينَ صَلَّوْهُمْ لَمْ حَبَّتْ تَحْسَبِي مِنْ تَحْتِ الْأَنْهَارِ خَلِيدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَوَضَعُوا عَنْهُمْ ذَلِكَ الْقَوْلَ الْعَزِيزُ (اور جب اللہ پوچھے گا کہ ایمریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے علاوہ مجھ کو اور میری ماں کو معبود قرار دو تو حضرت عیسیٰؑ بارگاہِ رب العزت میں عرض کریں گے

کہ اے خداوند تو عارفِ شرک سے بری ہو بھلا یہ کہیں مجھ سے ہو سکتا تھا کہ جو بات مجھ کو سزاوارک نہیں مجھ سے کالوں
 اگر میں نے کہی ہوگی تو اے خدا ضرور تجھ کو اُس کا علم ہوا ہوگا۔ کیوں کہ تو میرے دل کی بات جانتا ہو۔
 اور تجھ کو تیرے اسرارِ قدرت کی کچھ خبر نہیں میرے دل کی بات کیا تجھ کو غیب کی ساری باتیں معلوم
 ہیں۔ مجھ کو جو تو نے ارشاد فرمایا تھا وہی جوں کالوں میں نے اُن لوگوں کو کہنا یا تھا اس کے سوا ایک
 حرف نہیں کہ اللہ کی پرستش کرو جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہو اور جب تک میں اُن کے ساتھ
 موجود رہا میں اُن کے حالات دیکھتا رہا جب تو نے مجھ کو اپنے پاس بلالیا۔ تو تو اُن کانگراں حال تھا۔
 اور تو بھی چیزوں کو دیکھتا رہتا ہو۔ اگر تو اُن کو سزا دینی چاہے تو یہ تیرے بندے ہیں تیرے حکم سے باہر
 نہیں اور اگر معاف کر دے تو تو اختیار رکھتا ہو اور مصلحت شناس ہو۔ اس پر اللہ جل شانہ فرماتے گا۔
 آج کا دن دھو دن ہو کہ سچوں کو اُن کا سچ کام آئے گا ان کے لیے بلغ ہیں جن کے تلے نہریں پڑی
 بہ رہی ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اُن میں رہیں گے اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے خوش یہ یہ پڑی
 کامیابی۔)

انبیاء کے بھی مدارج ہیں چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہُوَ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ
 عَلَىٰ بَعْضٍ مِنْهُمْ لَمَّا كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبِكْيْتِ وَأَيَّدْنَاهُ
 بِرُوحِ الْقُدُسِ دِہ ہمارے رسول ہیں۔ ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر مدارج کے اعتبار سے
 بزرگی دی اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کو ہم نے معجزے دیئے اور روح القدس سے مدد دی۔
 جب تک قرآن یا حدیث میں صراحت نہ ہو کہ کسی پیغمبر کے درجے کی تعیین نہیں کر سکتے اس آیت
 میں جو میں نے ابھی پڑھی عیسیٰ علیہ السلام کا با تخصیص مذکور ہو اور ایک جگہ فرماتے ہیں شَرَعَ لَكُمْ مِنَ
 الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ يَقُولُوا
 إِلَهُاتٌ أَلِیْسَ بِرَہ نکالی جس کی وصیت نوح کو کی تھی اور اسی کی وحی ہم تمہاری طرف بھیجی اور اسی
 کی وصیت ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو کی تھی اور ایک جگہ فرماتے ہیں وَلَقَدْ آدَسْنَا نُوحًا وَ
 إِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَقِیٌّ ثُمَّ قَفَّيْنَا

عَلَىٰ أَثَرِهِمْ يُرْسِلْنَا وَفَقِينَا يَحْسِي ابْنُ مَرْكُوهَ وَاتَّخِذْنَاهُ الْإِنجِيلَ ۚ داور ہم نے لوح اور
 ابراہیم کو رسول بنا کر بھیجا اور اُن کی لسل میں نبوت اور کتاب کو رکھا تو اُن میں سے بعضے راہ یاب ہیں
 اور اکثر ان میں کے بدکار ہیں۔ پھر انہیں کے قدم بقدم ہم نے اپنے دوسرے رسولوں کو چلایا اور
 انہیں کے قدم بقدم عیسیٰ کو چلایا اور ہم نے اُن کو انجیل بھی دی، ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت
 عیسیٰ بھی بڑے درجے کے پیغمبر ہیں اور صاحب کتاب ہونے میں تو کچھ شک ہی نہیں۔ ایک بات اُن
 میں خاص ہے کہ دوسرے انبیاء کو مجوزے دیئے گئے تھے اور حضرت عیسیٰ کو بھی دیئے گئے تھے مگر وہ خود
 بھی ایک معجزہ تھے۔ کیوں کہ بے باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ بہر کیف وہ ایسے کچھ تھے کہ لاکھوں آدمیوں
 آدمیوں نے غلطی کی۔ بے جا کیا بُرا کیا۔ مگر اُن کو خدا مانا۔ اچھا خدا مانا تو کیا کیا۔ وہ کیا جو خدا کے ساتھ
 کرتے ہیں۔ اُن سے دعائیں مانگیں۔ اُن سے حاجتیں طلب کیں اُن کو خدا کی طرح متصرف با اختیار
 سمجھا۔ اُن کی وہ تعلیم کی جو خدا کی کی جاتی ہے۔ اسی کا نام ہے شرک اور یہی وہ بلا ہے جس کی خدا کو چڑھتا ہے۔
 وہ فرماتا ہے إِنَّ الْفِرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ د شرک بڑی ہی ظلم کی بات ہے۔ فرماتا ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ
 أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَقْبِضُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يُفْسِدُ آدَامَةَ کے ہاں سے اُس کی تو مغفرت نہیں جس شرک
 کرتا ہے لیکن شرک سے کم جو گناہ ہوں وہ جس کو چاہے معاف کر دے اور واقع میں شرک تو کھلی
 کھلی بغاوت ہے جب ایک شخص خدا کو خدا ہی نہیں مانتا۔ پھر اُس سے اُمید مغفرت کیسی جو تیرا خدا ہو
 اُس کے پاس جا اور اُسی سے مغفرت مانگ۔ خیر تو لوگوں نے حضرت عیسیٰ کو اور اُن کی والدہ کو
 شریکِ خدا کی گردانا۔ آدمی سے سب حق ہو سکتے ہیں۔ مگر نہیں ہو سکتا تو یہ کہ وہ اپنے تئیں خدا
 سمجھے اور فرعون کا اُنارَکُمْ اَلَا تَعْلَمُوْنَ سنا ہو تو وہ اُس کی یہودہ شنی تھی۔ اور خوش حالی اور حکومت
 کے غرہ میں اگر حضرت موسیٰ کی ضد سے اُس نے نالایق بات مُنہ سے بک دی۔ عجز و بے کسی کا
 وقت آیا تو اُس کی ساری قلمی کھل گئی۔ حَتَّىٰ إِذَا دُرِّكَهُ الْعُرَىٰ قَالَ أَمَنْتُ إِنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا
 الَّذِي أَمَنْتُ بِهِ نَبُوءُ الْإِسْرَاقِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ جب لگا ڈوبنے تو بول اُٹھا کہ میں ایمان لایا
 اس بات پر کہ جس خدا پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں ان کا

اور فرعون پر کیا موقوف ہو تمام آدمیوں کا یہی حال ہو کہ مصیبت کے وقت اُن کو خدا یاد آتا ہو اور
 خوش حالی میں خدا کی کچھ پروا نہیں کرتے چنانچہ انسان کی اس عادت کو خدا تعالیٰ نے اس طرح پر بیان
 فرمایا ہو سکتی اِذَا الْكُفْرُ فِي الْفُلَاكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِجْحٍ طَبِيعَةٍ وَفِرَّوْا بِهَا جَاءَهُمْ عَصِيفٌ وَ
 جَاءَهُمُ الْفُجْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَكَلَّمُوا اللَّهَ فَأَجَبَهُمْ دَعْوَاهُمْ فَوَلَّوْا اللَّهَ خُلُوصًا إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُنْجِبُنَّ
 هَٰذَا لَكُمُ الْوَيْلُ مِنَ الشَّكْرِ إِنَّ فَلَمَّا ابْتِغَاهُمُ إِذَا هُمْ يُؤْمِنُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ يَا أَيُّهَا النَّاسُ
 إِنَّمَا ابْتَغَيْتُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ دُيَاں
 کہ جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں اور بادِ موافق اُس کو لے جاتی ہو اور مرضی کے موافق ہوا پھر خوش ہوتے
 ہیں تو ہوا کا جھونکا ناؤ کو اگلتا ہو اور ہر طرف سے موجیں آنے لگتی ہیں اور لوگوں کو خیال ہوتا ہو کہ اب تو
 ہم گھر کے توڑے خلوص کے ساتھ خدا کو پکارنے لگے ہیں کہ اگر ہم کو اس بلا سے نجات دے تو ہم تیرے
 شکر گزار بندے ہو کر رہیں گے جب اُن کو خدا نجات دیتا ہو تو ناحق خشکی میں جا کر بغاوت کرنے لگتے ہیں
 لوگو یہ بغاوت تمہارے ہی حق میں مضر ہو دنیا کے جیتے جی کے فائدے ہیں پھر تم کو ہماری طرف
 لوٹ کر آنا ہو اُس وقت ہم تم کو بتادیں گے کہ تم نے کیسے عمل کیے تھے پھر پھر فرعون پر لعنت کرنے کو
 تو سب ہی ہو جاتے ہیں اور مجھے ایک دن خیال آیا کہ فرعون کی طرح اَلْكَسَّ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَٰذَا
 الْاَلْهَادُ بَجَرِّحِي مِنْ عَمَلِي دُکھ دیکھ کر کہ میں ملک مصر کا لکھتا ہوں اور یہ تیرے میرے عملوں کے تلے پڑی ہو رہی
 ہیں ہو اور پھر آدمی اَنَّا دُکُّوْا الْاَهْلِي نَدَ کہتے تو جانیں۔ وہ شعی جو مادہ فرعونیت ہی ہمارے ہاں کے
 ناموں اور خطابوں میں پڑی جھلک رہی ہو تو غرض یہ ہو کہ حضرت عیسیٰ کی شان سے نہایت بعید
 تھا کہ دعویٰ خدائی کریں اور اپنی پرستش کرنا چاہیں مَا كَانَ لِيَشِيرَ اَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَ
 وَالنَّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولُ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كَوْنُوا رَبَّانِيْنَ بِمَا كُنتُمْ
 تَعْمَلُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنتُمْ تَدْرُسُونَ وَلَا يَأْمُرُكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا مِنَ اللَّهِ السَّيِّئَاتِ
 اَنْ يَّأْتَا بِآيَاتٍ لِّكُفْرٍ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُسْلِمُونَ دیکھیے بشر کا کام نہیں کہ خدا اُس کو کتاب اور
 حکومت اور نبوت عطا فرمائے اور پھر وہ لوگوں سے لگے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بنو بلکہ

وہ تو یہ کہے گا کہ خدا پرست بنو کیوں کہ تم کتاب الہی پڑھتے پڑھاتے رہے ہو اور تم کو ایسا حکم نہیں
 دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا بناؤ۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تم کو اسلام سے آئے اور وہ تم کو
 کفر کا حکم دے، لیکن حضرت عیسیٰ کے متقیدین نے ابن کی پریشانی کی اور ان کو اور ان کی والدہ
 کو خدائی کے درجہ میں لیا۔ لیکن یہ ایسا ان کو سپر ہی نہیں، خلاف قیاس ہر خیال ہے کہ واقعہ میں سخت
 تعجب ہوتا ہے۔ لوگوں نے کیوں اس کو ایک لمحہ کے لیے بھی دل میں آنے دیا۔ مگر پھر کچھ بھی تعجب
 نہیں ہوتا کیوں کہ حضرت عیسیٰ تو پھر بھی بڑے رتبے کے پیغمبر تھے۔ بے باپ کے پیدا ہونے
 تھے معجزے کی طاقت سے مردوں کو جلاتے۔ اندھوں کو بینا۔ کورمبوں کو چنگا کرتے تھے۔
 ان کی نسبت ایسا شبہ کر لیا گیا ہو کہ یہی خدا ہیں یا یہ بھی خدا ہیں تو انسان کے ضعف سے کچھ
 بھی بعید نہیں لیکن ہم مسلمانوں کا کیا حال ہے کہ ہم میں کا ایک جم غفیر قریب قریب اسی طرح کی
 مدارات ہر ایک شخص کے ساتھ کرتا ہے جس کو وہ بزرگ سمجھے تو ہم کس ٹھنڈے سے اعتراف کر سکتے
 ہیں۔ یہودی پر نصاریٰ پر مشرکین پر۔

باقی رہی تاویل کہ ہم ان کی تفسیر کرتے ہیں نہ پریشانی ہم ان سے شفاعت چاہتے ہیں نہ
 حاجت سو یہ تاویل تو نبی نہیں بلکہ مشرکین سے لی گئی ہے اور خدا کی جناب سے نامعلوم ہو چکی ہے۔
 وہ بھی یہ کہتے تھے ھُوَ الَّذِي شَفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ (یہ ہیں ہمارے سفارشی الہ کی سرکار میں۔)
 مَا عَبَدُھُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى (ہم تو ان کی پریشانی اسی لیے کرتے ہیں کہ الہ کی سرکار
 میں ہماری رسائی کی تقریب کر دیں) کیا انصاف ہے کہ وہ خدا کی نظر میں ایسی ہی شفاعت اور
 ایسی ہی تقریب کے ہوتے مشرک ٹھہریں اور ہم موحّد کے موحّد تو حید نہ ہوئی بی بی تمیز کا وضو ہوا
 کہ وہ کسی طرح ٹوٹتا ہی نہیں۔ پس ہم نے بنی اسرائیل کی طرح خدا کے ساتھ ایک ادعائی خصوصیت
 پیدا کر رکھی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (ہم الہ کے فرزند ہیں اور اس کے
 دوست) لَمْ نَكُنَّا الْبَنَاءُ إِلَّا الْيَتَامَى مَعَهُ وَدِدِهِ (سوا اسے چند روز کے ہم کو اتنی دفریح چھوٹی
 بھی تو نہیں) اُن سے پوچھا جاتا ہے اَتَّخَذَ اللَّهُ عَمَلًا فَلَمْ يَجْلِبِ اللَّهُ عَمَلًا اَمْ تَقُولُونَ

عَلَىٰ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لے لیا ہے کہ خدا اپنے عہد کے خلاف نہیں کر سکتا یا بے جانے بوجھے خدا پر ہتان بندی کرتے ہو، اگر ہم سے پوچھا جائے تو کیا جواب؟
 نو اہل مطلب کی طرف دو باتیں متیقن تھیں ایک یہ کہ حضرت عیسیٰ نے اپنی اور اپنی والدہ کی پریشانی نہیں کرانی چاہی دوسری یہ کہ خدا کو بھی علم تھا کہ انھوں نے نہیں کرانی چاہی بائیں ہمہ چوں کہ خدا کو شرک سے حد درجہ کی ناراضی ہو خدا نے نہ تو حضرت عیسیٰ کے تقرب کا پاس کیا اور نہ اُن کی براہِ نظر فرمائی۔ اور ہمارے محاورے کے مطابق اُن سے نہ صرف کیفیت دریافت کی بلکہ جواب طلب کیا۔ اَنْتَ تَخْلُقُ النَّاسَ (کیا تو نے لوگوں سے کہا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا سمجھو) حضرت عیسیٰ کو اپنی براہِ معلوم تھی اور یہ بھی جانتے تھے کہ خدا کو بھی میری براہِ معلوم ہو۔ چاہیے تھا کہ سیکڑی اور بے باکی سے جواب دی کر تے مگر وہی ۵

بہ تمہید پر کشد تیغِ حکم	بہ مانند کرو بیاں شمع و شمع
سوال سن کر تھمرا اٹھے اور جواب دی کا وہ پیرایہ اختیار کیا کہ اقراری مجھ بھی نہیں کرتا ۵	
گناہ اگر چہ بنود اختیار ماحافظ	تو در طریق ادب گوش کو گناہ سن مست

چھوٹے ہی تو یہ عرض کیا سُبْحٰنَكَ اے پروردگار تیری شان اس سے کہ کوئی تیرا شریکِ خدا ہی ہو اَرْفَعُ و اَعْلٰی ہو۔ اے عیسیٰ تم پر خدا کی رحمت اپنی صفائی ظاہر کرتے ہیں مگر کس خوبی سے۔ تعلیمِ شرکِ الہام تھا پہلے ہی شرک کی جڑ کاٹ دی۔ اس کے بعد عرض کیا مَا يَكُونُ لِيْ اَنْ اَقُولَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقِّ (بھلا میں اور ایسی بات کہتا ہوں جو کوئی سزاوار نہ تھی) میں تو تیری طرف سے رسول بن کر گیا تھا اگر خدا کی کا دعویٰ کرتا تو اپنے تئیں آپ ہی جھٹلاتا۔ اور مجھ کو وہ خدا کی پھبتی ہی کب تھی۔ دوسرے لوگوں میں اور مجھ میں رسالت کے سوا سے امتیاز ہی کیا تھا کہ میں خدا بننا چاہتا۔ ساری حاجتیں اور ضرورتیں جو دوسروں کو پیش آتی ہیں مجھ کو بھی پیش آتی تھیں بے اختیار اور در ماندگی جیسی دھروں میں ویسی مجھ میں حضرت عیسیٰ چاہتے تو صرف سُبْحٰنَكَ کہہ کر چپ کر جاتے۔ یا خیر مَا يَكُونُ لِيْ اَنْ اَقُولَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقِّ پر بس کرتے کیوں کہ اتنا کہنے سے وہ اپنی صفائی کر چکے تھے۔ مگر انبیا تو تقرب کے بھوکے

ہوتے ہیں ان کو خدا سے بات کرنے کا موقع ملے تو ایک منٹ کی بجائے ایک گھنٹہ لگا دیں۔

جس وقت حضرت موسیٰ کو خلعت پیغمبری عطا ہو رہا تھا تو خدا تعالیٰ نے پوچھا وَمَا لَكَ بِعَيْنِكَ يَا مُوسَىٰ موسیٰ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟ عرض کیا ہے عَصَا سے بھی کالفاظ بھی زیادہ ہی تھا مگر عَصَا سے بھی عَصَا کہنے میں کچھ دلگتی ہے پھر موسیٰ تو بھی عَصَا پر بھی کب بس کرنے والے تھے۔ عرض کرتے ہیں اور کرتے ہی چلے جاتے ہیں اَوَّلُ مَا عَلِمْنَا اَوْ اَكْثَرُ مَا عَلِمْنَا عَلٰی عَيْنِي وَاُولٰٓئِكَ مَا رَدُّوا عَلٰی اَخْوٰی میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور رزق توں کے پتے بھڑا کر بکریوں کو کھلاتا ہوں۔ اور اس سے میرے اور بھی مطلب نکلتے ہیں۔

یہی حال حضرت عیسیٰ کا ہوا۔ بلکہ اُن کو تو اپنی صفائی بھی کرنی تھی۔ جہاں تک زبان نے یاری دی کہتے ہی چلے گئے۔ کہ میں نے ایسی نالایق بات منہ سے نکالی ہو گی تو تجھ کو ضرور خیر ہوئی ہو گی۔ کیوں کہ تو تو میرے دل تک کا حال جانتا ہو۔ اور میں تیرے دل کی بات کیا جانوں کہ تو مجھ سے تبلیغ رسالت کے سوا کچھ اور کیا چاہتا تھا۔ اور تجھ سے تو غیب کی بھی کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ ابھی حضرت عیسیٰ کیا چپ کر سکتے ہیں اُن کو اپنی برادرت کا جوش آ رہا ہو اور کسے چلے جاتے ہیں کہ مجھ کو تو جو حکم ملا تھا میں نے بے کم و کاست دہی کا وہی اُن کو سنا دیا تھا کہ اللہ کی پیش کردہ جو میرا تھا اس سب کا پروہ در گزار دو۔ اور جب تک اُن کا میرا ساتھ رہا۔ اُن کی خبر رکھتا رہا کہ کہیں تو جو جہ سے بھٹک نہ جائیں۔ پھر جب تو نے مجھ کو اپنے پاس بلا لیا تو اسی خدا تو آپ اُن کا نگارِ حال تھا تجھ کو خبر ہو گی کہ اُنھوں نے میرے بعد کیا کیا۔ ہائے ہائے نبوت کی شان نہیں جاتی۔ اُمت کی وجہ سے مفت جواب ہی میں بکلاے گئے اپنا قصہ ورنہیں۔ لگاؤ نہیں مگر اُس کے حال پر جو شفقت تھی اُس میں کمی نہیں تھی۔ وہ لوگ خدا کے ساتھ بندہ نہ کریں۔ ان کو جواب دہی میں کچھ اٹھیں اور یہ اُن کی سفارشیں کریں کہ اے خدا اگر تو ان کو سزا دینی چاہے تو تیرے بندے ہیں تیرے حکم سے باہر نہیں جو چاہے سو کر اگر تو ان سے درگزر فرما سگے تو کوئی تیرا ہاتھ پکڑنے والا نہیں کہ تو کیوں ان کو معاف کیے دیتا ہو۔

اسی طرح میں ایک دن سورہ یوسف پڑھ رہا تھا جب اُس مقام پر پہنچا جہاں حضرت یوسف قید
 ہو چکے ہیں اور اُن کے ساتھ کے دو قیدیوں نے خواب دیکھے ہیں اور اُن سے تعبیر پوچھی ہے
 تو آپ نے فرمایا لَا يَأْتِيَكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِ إِلَّا تَبَاكُمَا بِمَا فِي يَدَيْكُمَا ذَلِكُمَا مِمَّا
 عَلَّمَنِی رَبِّیْ اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ كٰفِرُوْنَ وَانْتَبِئْ
 مِلَّةَ اٰبَائِیْ اِبْرٰهِيْمَ وَاسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ مَا كَانُوْا لَنَا اَنْ تَشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ذٰلِكَ مِیْرَ
 فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْكَ وَعَلٰی النَّاسِ وَلٰكِنْ اَكْثَرُ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ يَا صٰحِبِی السَّجْنِ اَذْ بَابِ
 مُشْتَفَرِّ قُوْنٍ خَيْرًا اَمَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ اِلَّا اَسْمَاءُ سَمَّیْتُمُوْهَا
 اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا اَعْمٰی اَمْرًا اَنْ لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا
 اِنَّا لَا ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیْمُ وَلٰكِنْ اَكْثَرُ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ يَا صٰحِبِی السَّجْنِ اَمَّا اَحَدُكُمْ مَّا
 حضرت یوسف بے گناہ قید ہو گئے تھے اول تو قید ہی بے حرمتی کی چیز ہے اور پھر ایک جھوٹی تہمت
 ضرور مستعمل ہوں گے کہ کب وہ وقت آئے کہ میں عذاب سے چھوٹوں۔ بارے خدا کا کرنا۔
 اِذَا اَسْرٰدَ اللّٰهُ شَیْئًا هَیْآ اَسْبَابُہٗ (جب اللہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کے اسباب ہٹا
 کر دیتا ہے) کیوں بادشاہی رکاب دار اور بٹلر (ساتی) یوسفؑ کے ساتھ قید میں جائیں اور کیوں
 اُن کو خواب دکھائی دیں۔ اور کیوں حضرت یوسف سے تعبیر پوچھنے کی ضرورت واقع ہو اور
 یوں یہ واقعہ قید خانے سے حضرت یوسف کے خلاص پانے کا سبب ہو جائے۔ اُنھوں نے
 خواب بیان کیے تو حضرت یوسف نے کہا گھر اوتھیں کھانے کے وقت سے پہلے پہلے میں
 تم کو تعبیر بتا دوں گا۔ خدا نے مجھ کو اس کا سلیقہ دیا ہے کیوں کہ میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو خدا کو
 نہیں مانتے۔ اور آخر کے منکر میں میں اپنے آپائی دین یعنی ابراہیم اور اسحق اور یعقوبؑ کے دین پر
 ہوں۔ ہم لوگ کسی چیز کو خدا کا شریک نہیں سمجھتے۔ اور یہ اللہ کا احسان ہے تم پر اور لوگوں پر ولیکن اکثر
 لوگوں کا دستور ہے کہ احسان نہیں مانتے، اسی یا ران جنس بھلا سمجھو تو سہی کہ کئی خدا کا ہوتا، ہتھریا
 ایک زبردست خدا کا جو سب پر حکم رانی کرے، خدا کے سوا سہی تم جن کو پوجتے ہو بس اُن کا نام

نام ہے۔ خدا کے پاس سے تو اس کی کوئی سند آئی نہیں اور خدا کے سوا سے دوسرے کو حکم دینے کا اختیار نہیں اس نے تو یہی فرمایا ہے کہ میری ہی پرستش کرو۔ سچا دین ہی ہو مگر بہتروں کو معلوم نہیں۔ ایسا یا ان مجتہدین میں کا ایک آگے چل کر خوابوں کی تعبیر کا بیان ہو تو مجھ کو یہ خیال آیا کہ حضرت یوسف سے پوچھی تو کوئی خواب کی تعبیر وہ دوسرا دکھڑا لے بیٹھے۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ دکھڑا رسالت کا دکھڑا تھا جو ہمہ وقت حضرت یوسف ؑ کے نصب العین تھا۔ ان کی تمام دنیاوی ضرورتوں پر مقدم لکھنا اُچھا دین دُنْیَا مَلِكًا اِلَّا كَلَّا غَاثِمِنَ اللّٰهِ دَسَا سَا لَا كِتْمَ۔
(مجھے اس کے سوا کہیں پناہ ہی نہیں کہ خدا کا پیغام بھیجا دوں اور حق رسالت ادا کر دوں) میں لیں سے ادھر ادھر ہو جاتا ہوں اور اس کی وجہ یہ میری کم مشقی ہے مہارتی۔

جب حضرت عیسیٰ اپنا اظہار دے چکے تو اللہ جل شانہ احکم الحاکمین نے یہ حکم اخیر صادر فرمایا کہ آج وہ دن جو سچ بولتا ہے حق اس کے کام آئے اور وہ سچ سے فائدہ اٹھائے۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی تصدیق کی کہ تم ٹھیک کہتے ہو۔ تمھاری اُست آپ ہمکی۔ تم نے کسی کو نہیں بہکایا۔ تم ہمارے بندے تھے اور بندگی کی شان سے رہے اور اب بھی ہمارے مقبول بندہ ہو۔ یہ باغ جن میں نہریں دوڑ رہی ہیں۔ تم ہی جیسوں کے لیے ہیں یہ نہیں کہ دیکھا بھالا اور رخصت۔ بلکہ تم ہی ان باغوں کے مالک ہو اطمینان کے ساتھ ان میں رہو ہوسوع

چشم ماروشن ودل ماشاد

اس کوغ کے پڑھنے سے ذہن میں یہ بات کھلتی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ سے بارہا سر کی گئی تو ایسا نہ ہو کہیں ان بزرگوں سے بھی خدا پوچھ بیٹھے کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ ہماری قبر پر نشان دار بناؤ۔ ان قیمتی غلاف اڑھاؤ پیچھے چڑھاؤ۔ روشنی کرو۔ میلے جاؤ۔ دھولک بجاؤ۔ بیچ کر اؤ اور ہماری لہی تعظیم کرو کہ اس میں اور عبادت میں تیر نہ کرنی مشکل ہو۔ شفاعت کے لیے ہمارے آگے گواہ گواؤ۔ اور حاجت کے لیے خدا کے آگے نہیں۔ یہ بزرگ تو حضرت عیسیٰ کی طرح عذر و معذرت نہ کر کے پہنچوٹ ہی جائیں گے مگر دیکھیے امت پر کیا بیتی ہو۔

یہ ہر وہ اسلام جس کو لوگ منوانا اور یورپ اور امریکہ میں سے جانا چاہتے ہیں۔ بھلا کوئی شخص جس کے سر پر باغ اور دماغ میں عقل اور عقل میں سلامت ہو ایسے اسلام کو مان سکتا یا ایسے اسلام میں رہ سکتا ہو اور پھر اس زمانے میں۔ وہی تمھارے قادیانی صاحب کی مثل ہوئی۔ مجھ کو تو اُن بزرگ کی خدمت میں تیار نہیں۔ مگر میں نے اُن کا دہلی تشریف لانا سنا اور یہ بھی سنا۔ خدا جانے غلطیاں کچھ اپنے تئیں مسیح موعود کہتے ہیں میں نے تو سن کر یہ کہا تھا کہ آج کو سچ مجھے مسیح اترائیں تو یہ ایسا بیڑھا اور بڑا وقت ہو کہ اُن کو بھی اپنا منوانا مشکل ہو۔ ان بے چاروں کو کون پوچھے گا۔ آخر وہی ہوا کہ اب تو اُن کا غلّ دب دبا سا گیا۔ لیکن میں مسلمانوں کو آگاہ کیے دیتا ہوں کہ یہ نہایت کا غلّ آسانی سے دبے والا نہیں۔ اس واسطے کہ یہ شورش کسی ایک شخص خاص کی پیدا کی ہوئی نہیں۔ اس کا شش بھ شورش سید احمد خاں کی ذات خاص سے پیدا ہوئی ہوتی تو ایک دن اُن ہی کے ساتھ ٹٹی میں دب جاتی۔ ع

ایسا آرزو کہ خاک شدہ

نہیں نہیں۔ یہ شورش پیدا کی ہوئی ہو زمانہ کی۔ یہ شورش پیدا کی ہوئی ہو انگریزی عملداری کی۔ یہ شورش پیدا کی ہوئی ہو انگلش ایجوکیشن کی یہ شورش پیدا کی ہوئی ہو لوگوں کے غمخوار کی سید احمد خاں کو اگر اس سے تعلق ہو تو اسی قدر کہ اُن کو خدا نے گدہ کی سی آنکھ دی کہ جو بلا آنے والی تھی اور آگئی انھوں نے اُس کو پہلے سے دیکھ لیا۔ پہلے سے ہوتے تو دیکھ کر چپ کر رہے ہوتے ع

خدا جو بیٹھے بٹھائے اُسے خراب کرے

لگے غلّ بچا نہ۔ یہ شورش تو تب دبے کہ خدا انگریزی عملداری کو غارت کرے اور وہی اگلے وقتوں کی سی گھسی گھسی پھر ہونے لگے۔ نہ ریل ہو۔ نہ تار ہو۔ نہ ڈاک ہو۔ نہ منی آرڈر ہو۔ نہ ویلوپی بیل پائل ہو۔ نہ دیاسلمانی ہو۔ نہ چاقو ہو۔ نہ سوئی ہو۔ نہ انگریزی کپڑے ہوں۔ نہ اسن ہو۔ نہ آسایش ہو۔ نہ آلودی ہو۔ حقوق کی حفاظت ہو۔ نہ فریاد کی شنوائی ہو۔ نہ بندوبست ہو۔ نہ انتظام ہو۔ اگر یہ منظور ہو تو میں قرآن کے نفلوں میں کتا ہوں **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ** **وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ**

لَعَنَهُ اللّٰهُ دُکھ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم بھی اپنے بیٹوں کو بلاؤ ہم بھی گھر کی بیبیوں کو بلائیں اور تم بھی گھر کی بیبیوں کو بلاؤ اور ہم بھی ہوں اور تم بھی ہو پھر خدا کے آگے گڑ گڑائیں اور جھوٹوں پر لعنت کریں (نصاری بخران میں سے چند لوگ آن حضرت صلعم کی خدمت میں مباحثہ مذہبی کے لیے آئے اور جناب رسول خدا صلعم کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ تہ دل سے اپنے عقائد کے قائل نہیں ہیں اس پر اپنے ان سے مباہلہ یعنی قسام قسمی کو کہا۔ اور ان حضرت نے اپنے ساتھ حضرت علیؑ جناب رسولؐ اور دونوں صاحبزادوں حضرت حسنؑ حسینؑ کو لیا اور فرمایا کہ اَللّٰهُمَّ هُوَ لَا اَهْلَ بَيْتِيْ (ای پروہور دگار یہ ہیں میرے گھر والے، لیکن نصاریٰ کل بھاگے اور قسم کھانے پر رضامند نہ ہوئے۔

قرآن میں تو ہر علیؑ کا ذبیح ہم کو کہنا چاہیے علیؑ اہل بیتؑ کا کھانا تو میں بھی کھا رہا تھا ساتھ قسام قسمی کرنے پر راضی ہوں۔ کوئی ایک تو تم میں سے آئیں کہ یہ مگر یہ سمجھ رہنا کہ دن رات میں کوئی نہ کوئی گھڑی قبولیت کی بھی ہوتی ہو ایسا نہ ہو کہ آئیں۔ کہنے کے ساتھ لاہور میں سکھ اگر اپنا عمل دخل کر لیں۔ اور حمایت اسلام کے ممبر جو ہوں کے بلوں میں گھستے پھریں۔ غرض یہ نیچریت کی شورش تو تب دے کہ انگریزی عملداری اٹھ جائے۔ یا تب دے کہ مسلمانوں کو کچھ کرنا نہ پڑے اور ان کی دنیاوی حالت آپ سے آپ درست ہو جائے۔ مگر یہ تو شیخ جلی کے سے منصوبہ ہیں نہ انگریزی عملداری کے اٹھنے کی کوئی صورت ہو ورنہ ٹھہرے گی۔ اور مسلمانوں کو اپنی دنیاوی حالت کے مزاج کو اصلاح بلانے کے لیے آج کے آج اور کل کے کل چار و ناچار انگریزی تعلیم کا مسہل لینا پڑے گا۔ علی گڑھ کا لچ کا مسہل لیں تو اور حمایت اسلام کا مسہل لیں تو۔ وہ جلیپ یا کسٹریل کا جلاب ہو۔ اور یہ تھرا دایسی المٹاس۔ اب جس کو جو پیچھے ہٹ رہا ہو کہ یہ المٹاس کا جلاب تیار ہو۔ آنکھیں میچ کر بی بی جاؤ۔ شاباش شاباش۔ وہ پی لیا وہ پی لیا۔ اب ذرا طبیعت کو میری باتوں میں مشغول کرو کہ جلاب ابھی طرح اتر جائے لیکن جن کا ٹوکنا سے جلاب بند نہ کر آیا ہو یعنی انہیں حمایت اسلام کے سکرٹری منشی شمس الدین صاحب دست جلاب کے دام بھی مانگتے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں لکچرڈ کی اصلی شرفشت اور ٹپوں کی ترجمین قیمتی روائیں ہیں تو بھائی مانگیں سو دو۔ بلا سے روپیہ ہاتھ کا میل ہو۔ تم اچھے ہو جاؤ گے تو بہتر اکل لو گے۔

سوٹھواں لکچر جواہر لاس مشتم محمد ن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ دسمبر ۱۸۹۳ء میں بمقام علی گڑھ دیگیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

<p>پھر آخر ہوا سال خورشید خاور لگا روز آہستہ آہستہ بڑھنے مسلمانوں پر صادق آئے تو جانیں اچھل آئے ڈوبے ہوئے کتنے بیڑے ہم ان اپنی آنکھوں سے دیکھا کیے ہیں ہوئے ہیں بہت دائرہ حقیقت ولیکن بظاہر توقع نہیں ہو اگر ہو تو سمجھو کہ جی اٹھے مردے تو سمجھو ہوا خرق عادت محقق گئے دن کہ اسلام سے کانپتے تھے بت و برہمن کی زبان پر تھا جاری جدھر رخ کیا سلطنت زیر سرمان</p>	<p>کہ ہو چکے پر آیا ماہ دسمبر بندھا ہی تنزل ترقی کا چکر کہ ہی پھیل بھی اک رسم دنیا مقرر سنجھل جاتے ہیں لوگ کھا کھا کے ٹھوکر ہلالوں کو بنے ہوئے بدر انور بزرور طبیعت درخت تنادر کہ اسلام کو ہو بحالی مکر اگر ہو تو جانو ہوئے موسم پھسر تو جانو لگا بننے اٹھ سمت در زمان وزمین بید کی طرح تھر تھر دم نعرہ ذکر اللہ اکبر جدھر آنکھ اٹھانی ممالک مسخر</p>
--	---

یہ حاکم ہر اک شخص ان کی رعیت
زمانے میں اُس وقت جتنے ہنر تھے
یہ ممتاز تھے حق بجانب کہ کوئی
طبیعت میں ہر ایک کے غم گساری
خلفے عجب دل دیئے تھے کہ جن میں
اگر صبح کو لڑیئے بھائی بھائی
کبھی رونق افزائے بزم مسرت
لڑائی میں ایک ایک دوس سے پہچاری
الگیں دشمنوں کے تئیں ہو کے چھڑے
بھگایا ہوا اعدا کو یوں غازیوں نے
خدا اور رسول خدا اُن کے حامی
ہلا ڈالی بنیاد الیوان کسریٰ
پراس سے کہ داد کو ختم ہوا تھا
بڑوں نے پیٹے ہوں شال درد و شائے
ہے ہوں گے اگلے خزانوں کے مالک
ہمیں مر گئے جب کہ فاقوں کے مارے
خدا ہی بدل جائے والدہ بالہ
مگر کیا کیا جائے آخر تو دل ہر
پگھلتا ہی دیکھے سے درد و مصیبت
خصوصاً وہ دل جس کو سینے میں اپنے

یہ آفت تمام آدمی ان کے نوکر
یہی سب میں فائق ہی سب ہیں
نہ بدعت اہل نہ ثانی نہ ہم سر
مرا جوں میں سب شرافت کا جوہر
کسی کی طرف سے نہ تھا کینہ مضمر
تو پھر شام تک ہو گئے شیر و شکر
کبھی مرد میدان و سالار لشکر
شہیدان بدر و حبا عانِ خیر
اگر پھینکے یس کے ٹٹھی میں کنکر
اڑا کر ہوا جیسے لے جائے پھر
کوئی آسکے اُن سے کس طرح برسر
رگڑ دی پڑ گردن ملک قیصر
بھلا بھوکے پوتوں کو سیری ہو کیوں کر
میسر نہیں اُن کی تسلیوں کو دھو تر
ہمیں ایک پیسا ہی کبریت احمر
بزرگوں کے کٹ کٹ کے نکلے فرغ
اگر ہم سنو جائیں اتنے بگڑا کر
سر ریح التائر نہ لو ہا نہ تھمر
ازیت سے ہوتا ہی ہے عین و فطر
یہ بیٹھے ہیں یہ بزرگ گت ہمر

لگا یا تھا اک باغِ نانا نے ان کے
 بکثرت ریاحین دکھائے رنگین
 درختوں پہ پھل اور پھولوں پر پرندے
 ہوئے ہیں مگر چھپے سنتے سنتے
 ہر اک قطعہ بچوں کے تختے کے تختے
 تعالیٰ اندھ فواروں کی سر بلندی
 فواکہ اگل کھائیے رزق طیب
 سنے ہوں گرا و صاف جنت کے تم نے
 نظر لگ گئی پھولتے پھلتے اُس کو
 اب اُس کی یہ نوبت ہوئی ہو درینا
 نہ سبزہ نہ سایہ نہ اک قطرہ پانی
 جہاں نعمت خواں جھنڈتھے طائرؤں کے
 اُسی وہ کیا ہو گئیں سب بہاریں
 جہاں وہ گئیں یہ فنا بھی جائے
 خزاں ہو تو جائے شکایت نہیں ہی
 مگر یہ تباہی اور اتنی تباہی
 نہ ہو حق ماقم ادا اس الم کا
 مگر صرف رونا ہو رائدوں کا شیدہ
 یہ مردوں میں اسی وادی اور ہائے کیسی
 یہ تصمیر ہمت مگر چیست باندھو

کئی سو برس تک رہا تازہ و تر
 بافسراط شمشاد سر و صوبہ
 زمین پر دھڑکتی ہیں ٹہنیاں سر
 شب و روز صبح و سا گوش گل کرتے
 ہر اک حوض پانی کی چادر کی چادر
 کہ قطرے بنے انجم چرخِ جنبر
 شگوفے اگر سونگئے مشک و عنبر
 اُسی کا نمونہ تھا روئے زمین پر
 حوادث کی بہیم چیلی باد صرصر
 کھنکھ دست سیدان ہی جیسے کھنکھ
 نہ لطف تفریح نہ لطف تیج منظر
 پڑھے ہیں وہاں منتشر مشک پر
 مزین ہیں جن کے بیانوں سے دفتر
 کہ ہم بھی انھیں دیکھتے اک نظر بھر
 کہ ہر باغ کے واسطے ہر متدیر
 اور ایسی تباہی ہی اک امر آخر
 اگر رویے تاقیامت برابر
 کہ اُن کو مناجاتِ حالی ہی ازیر
 کہ بیٹھو منتفض اور اٹھو مکر
 ذرا دل کو مفسبوط رکھو برادر

خدا کے لئے کوئی صورت نکالو
مسلمان فاقوں سے مرتے نہ پائیں
اگر تم میں ہر مردی اور مرد
جو تم کو حیت ذرا چھو گئی ہو
سہارا لگاؤ علیٰ قدر طاقت
جو سر کو تو مندرل پہنچو ہی پھینچو
بہت سوچے کھوچے اب تو جیتیو
کوئی حد بھی ہو بدگمانی کی آخر
سنا بھی کرو گوش دل سے نصیحت
جو دنیا و دین میں ہو ایسا مخالفت
تو تم کس طرف کے ہوئے منہ سے پھوٹو
کوئی بات ہو اُس میں دیں کے اڑ گئے
یہ دنیا میں رہنے کے پھتن نہیں ہیں
مگر ترک دنیا کچھ آساں نہیں ہو
صوابط پہ باندھے ہوئے ہیں خدا کے
یہ طامات و دعوے ہیں دھوکے کی ٹٹی
پڑے کیا جو سید مذہب کے پیچھے
وے گر کے دنیوی فائدے کی
سیادت کا دعویٰ اور امت کا دشمن
اُسی باغ کو جڑ سے کاٹے اُجاڑے
جو کیئے کوئی بات ایسی تو کیئے

بتاؤ کوئی ایسی تدبیر مل کر
کہ اب ان کی حالت ہو بدتر نکھتر
اگر کچھ ہو پاس خدا او پیہر
اگر تم یہ چاہتا ہو غیرت کا منتر
اسی طرح اٹھتے ہیں لوگوں کے پھیر
بیشیر طیکہ ان کو کرو اپنا رہبر
کہاں تک کرو گے ستم اپنے اوپر
ارے غلاموں! خیر خواہوں سے بدتر
کہ سوئے مظنہ ہو ممنوع منکر
کہ یہ جائے دکھن تو وہ جائے اُتر
کشاکش میں دونوں کی مجبور مضطر
کوئی کام ہو اُس میں مذہب کی بچتر
اٹھاؤ چلو تہ کرو اپنا بستر
دکھائے کوئی کر کے بر غم غیبر
نہ بدلے نہ بدلیں الیٰ یوم عشر
اگر زہد ہی بھی تو زہد مزور
سنو جی یہ کافر سہی بلکہ الکفر
تو کیا ضد سے کرو گے نقصاں سلسر
ہمیں تو نہ آیا نہ آئے گا باور
کہ جو باغ ہو اس کی میراث مادر
کہ دائر ہو امکان عقلی کے اندر

<p>نکل جائے کستوں کا دب کر پور کریں یہ تو تم کیوں بھروسے کا کیف کہ حج ہو شش پنج تم اس کے اسیر تم اس کو نسل کے اراکین و ممبر خدا ہو کے محتاج تعلیم دیگر کُلُّ دَهِينَ وَّ کُلُّ مِيسِرَہ</p>	<p>نہ ایسی کہ سن کر جسے گر پڑے بھت پڑھا ہو گا قرآن میں روزِ آخر میں خدا کو بھی سمجھے ہو کیا اپنے دل میں و یا اس کے ہاں بھی کوئی کونسل ہو اُسے رے لینے کی تم سے ضرورت پڑی کیا پائی تم اپنی نبیر و ہر یکے راہر کا رے ساختند</p>	
<p>اب ہم اسرارِ الہی کی سرحد پر پہنچ گئے ہیں ۵</p>		
<p>فسر و غ تجل بسوزِ دیرم</p>	<p>اگر یک سر موسیٰ بر تر پر م</p>	
<p>بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ</p>		
<p>وَوَدَّ الْوَلَدُ هُنَّ قُلْدُ هُنَّ یٰ مگر اہو قرآن مجید کی ایک آیت کا جو سورہ ن میں واقع ہو ووددا کا مادہ ہو وود اور اسی سے ہو مود و ودا مثلثہ جس کے معنی ہیں دوستی محبت رغبت خواہش میلانِ خاطر و امثالہا تَدُ هُنَّ اور یَدُ هُنَّ دونوں بابِ اَدِ حسان سے ہیں اور اس کا مادہ ہر دُ هُنَّ جس کے معنی تیل کے ہیں اور جوں کہ تیل کا خاصہ ہو چکنا ہٹ۔ اِدہان اور مداہنت کے معنی ہیں نہ ہی ملاہنت و وود و الامریٰ ہُنَّ کی نمیریں رہیں ہیں کفارِ قریش کی طرف اور تَدُ هُنَّ خطابِ ہر جناب رسالت مآب علیہ السلام سے تو وود و الْوَلَدُ هُنَّ قُلْدُ هُنَّ کے معنی تھے کہ وہی بیکر کفارِ قریش جانتے ہیں کہ تم اُن کے ساتھ نرمی اختیار کرو تو وہ بھی تجھ سے ساتھ نرمی اختیار کریں قرآن میں اس کی صراحت نہیں ہو کہ کفارِ قریش نبیہ صاحب سے کس طرح کی نرمی چاہتے تھے۔ اور نہ اُس نرمی کا لہ کُلُّ دَهِينَ اشارہ ہو کُلُّ اَمْرِ بِمَا کَسَبَ دَهِينَ کی طرف اور کُلُّ مِيسِرَہ سے مراد ہر</p>		
<p>کُلُّ مِيسِرَہ لِمَا خُلِقَ لَہ - ۱۲</p>		

مذکور ہو جس کے کرنے پر کفار قریش آمادہ تھے۔ اس کا پتہ چلتا ہوا حدیث سے سیر سے۔ اس بار
 میں طبعی لمبی لمبی حدیثیں نظر سے گزری ہیں۔ اور توضیح مطلب کے لئے ان کے سنائے کو بھی جی چاہتا ہوں۔ مگر
 مجھ کو معلوم ہے کہ کتنے مسلمان عربی سمجھ سکتے ہیں اور جو سمجھ سکتے ہیں۔ ان میں کتنے ہیں جو عربی سن کر خوش ہوتے ہیں اور
 کچھ جو سن کھڑے ہوں حاضرین پر نظر کر کے کہہ رہا ہوں جو تعلیم کے اعتبار سے مسلمانوں میں منتخب اور سربراہان اور وہ ہیں ورنہ
 عام مسلمانوں کے شمار کی رود سے بلکہ عوامندہ مسلمانوں کی شمار کے رود سے بھی مجھ کو کتنا چاہئے کہ ایک
 مسلمان بھی عربی داں نہیں کیوں کہ کوئی چھوٹی سی کسر ہوئی بھی تو وہ کس گنتی میں جنہوں نے برٹش
 انڈیا کے زمانہ جاہلیت میں یعنی ۱۸۵۷ء کے فدر سے پہلے یہ تادانی کی۔ اور انگریزی عہداری کے لحاظ
 سے طالب دنیا کے حق میں عربی کے حاصل کرنے کو نادانی کے سواے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ غرض
 جنہوں نے ۱۸۵۷ء سے پہلے عربی حاصل کی تھی اور ان میں ایک کم سواد سا کٹھ ملازم بھی ہوں پہلے
 یہ خیال ہو کہ ایسے سب لوگ افسوس کرتے ہیں کہ کیوں ہم نے عربی جیسی بے کار چیز کے پیچھے اپنا
 وقت ضائع کیا۔ اور فدر کے ادھر بڑوں ہی سا چرچا عربی کا دیکھتے ہو۔ ان میں مدرسے کے بڑے
 ہوں کو تو میں کچھ عربی داں سمجھتا ہوں مجھتا نہیں۔ اور وہ بچا رہے عربی داں ہو بھی کیسے سکتے ہیں کسی
 بڑی ہمت کی عربی کو سکھانے لیکورج کے طور پر اختیار کر لیا۔ اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ کیسی عربی
 جانتے ہیں اور کیسی عربی جان سکتے ہیں فدر اور سکھانے کی یہاں ساری عربی ہدی اولیٰ لکچر ہی ادا کی گئی ہے آئی کہ
 یوں تنہائی میں شاید صفحے کے صفحے اپنے دل میں گھڑتا چلا جاؤں مگر اچانک کسی عرب سے بات
 چیت کرنے کا اتفاق ہو تا ہوں تو پہلے ہی جھلے میں سٹی بھول جاتی ہو۔ دو سطر خط قلم برداشتہ
 نہیں لکھ سکتا۔ سبب کیا؟ بے ہمتی۔ اور عدم مزاحمت۔ یہ ہیں زمانہ کے خلاف کوشش
 کرنے کے نتیجے۔ عربی تو سوائے کتابوں اور پڑانے کھنڈروں اور قبروں کے کتبوں کے اور
 کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ اور نہ سوائے نماز کی اس کی کہیں آواز سن پڑتی ہو مگر ہاں انگریزی ہو کہ
 ریل پر سوار ہو گاڑی گاڑی اور سٹیشن کے دروازے دروازے پر انگریزی دیا سلائی کے گیس پر

انگریزی۔ سوت کی چپک پرائیگریزی چاقو پرائیگریزی۔ مقرر اض پرائیگریزی کپڑے کے تھانوں پر گزری
 کہ نہ دیکھو تو دیکھو اور نہ سنو تو سنو۔ عربی ہماری ملکی زبان نہیں۔ دنیاوی کوئی حاجت اس پر نہیں
 پھر ہمارت اور مزاولت ہو تو کیوں کر ہو۔ شکر ہو کہ سنسکرت اور لٹین جیسی تو نہیں کہ روسے زمین
 سے ناپید ہو گئی ہو۔ مگر اپنے حساب سے تو عربی بھی ڈو لینگویج (زبان مردہ) ہی ہے اگر دین اسلام کا
 سہارا نہ ہو تا تو الحمد اور الحمد کے اختلافات کبھی کبھل کھڑے ہوئے ہوتے۔ اتنا غنیمت ہو کہ کتاب المد عربی
 ہو۔ کتاب الرسول یعنی حدیث عربی ہو۔ فار عربی ہو۔ اور ان شاء اللہ عزت میں بھی ہم حم جن کوئی
 آتی ہو وہ اور جن کو نہیں آتی وہ سب عربی ہی بولیں گے۔ ورنہ ہندوستان میں اور انگریزی عباداری
 میں عربی ایسی ہی بے جوڑ ہے جیسے امریکا اور یورپ میں اشاعت اسلام مجھ میں ایک یہ بڑا
 سخت عیب ہو کہ تسلسل سخن قائم نہیں رکھ سکتا۔ کہنا یہ چاہتا تھا کہ مدہانت کے متعلق جی چاہتا ہے
 کوئی حدیث پڑھ کر سناؤں۔ مگر پہلے ہی جی بٹیا ہوا ہے۔ بادل ناخو استہ کچھ پڑھا بھی تو پڑھنے واسلے
 کا پڑھنا بے لطف اور سننے والوں کا سنا بدمزہ۔ مگر مدہانت کا مطلب تو بیان کرنا ضرور ہے۔

ایک مختصر سی حدیث اس بارے میں یہ ہو کہ **إِنَّ نَاسًا مِنْ قُرَيْشٍ اجْتَمَعُوا فِيهِمْ أَبُو جَهْلٌ وَبَنُو هَاشِمٍ
 وَالْعَاصِ بْنُ وَائِلٍ وَالْأَسْوَدُ بْنُ الْمُطَّلِبِ وَالْأَسْوَدُ بْنُ عَبْدِ يَعْقُوبَ فِي قَهْمٍ مِنْ مَشِيخَةٍ قُرَيْشٍ
 فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ائْتُوا إِلَى ابْنِ طَالِبٍ فَلْيَنْكَلِمُوا فِيهِ فَلْيَنْصِفُوا بَيْنَهُ فَلْيَكَلِّفْ عَنْ شَعْمِ
 آلِهَتِنَا وَتَدْعُهُ وَالْهَاءُ الَّذِي يُجْبَدُ فَإِنَّا نَخَافُ أَنْ يَكُونَ هَذَا الشَّيْءُ فَيَكُونُ مِنَّا إِلَهٌ نَسْتَعِ
 فَعَبْرَتَانِ يَا هَ الْعَرَبُ يَقُولُونَ نَرْكُوكَ حَتَّى إِذَا مَاتَ عَنْهُ تَنَاوَلُوهُ فَيَعْبُدُونَهُ رَجُلًا مِنْهُمْ يَقُولُ لَهُ
 الْمُطَّلِبُ فَاسْتَأْذَنَ لَهُمْ عَلَى ابْنِ طَالِبٍ فَقَالَ هُوَ لَا مَشِيخَةَ قَوْمِكَ وَمَنْ أَهْمُ يَسْتَأْذِنُونَ
 عَلَيْكَ قَالَ أَذْخَلَهُمْ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِمُ قَالُوا أَبَا طَالِبٍ أَنْتَ كَيْدَرٌ نَاوَسْتِ نَا قَالُوا هُمْ
 مِنْ بَنِي أَخِيكَ قَسَمُ فَا فَلْيَكَلِّفْ عَنْ شَعْمِ آلِهَتِنَا وَتَدْعُهُ وَالْهَاءُ قَالَ فَبَعَثَ إِلَيْهِمُ ابْنُ طَالِبٍ
 فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا بَنِي أَخِي هُوَ لَا مَشِيخَةَ
 قَوْمِكَ وَمَنْ أَهْمُ وَقَدْ سَأَلُوكَ أَنْ تَكَلَّمَ عَنْ شَعْمِ آلِهَتِهِمْ وَيَدْعُوا إِلَهُكَ وَالْهَاءُ قَالَ**

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَاعِيزُ أَفَلَا أَدْعُوهُمْ إِلَى مَا هُوَ خَيْرٌ لَهُمْ قَالَ دَالِي تَدْعُوهُمْ
 وَتَالِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَدْعُوهُمْ أَنْ يَتَكَلَّمُوا بِكَلِمَةٍ تُدِينُ لَهُمْ فِيهَا
 الْعَرَبُ وَيَمْلِكُونَ بِهَا الْجَمْعَ فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ مِنْ بَيْنِ الْقَوْمِ مَا هِيَ وَأَيْبَاكَ لَنُطِيقَنَّهَا مَا عَشَرَ
 أَمْثَالِهَا قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَقُولُونَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَرُّوْا وَقَالُوا سَلْنَا عَنْهَا
 قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَوْ جِئْتُمُونِي بِالْفَتَنِ حَتَّى تَضَعُوهَُا فِي يَدِي مَا سَأَلْتُكُمْ
 عَنْهَا فَقَالُوا مِنْ عِنْدِ غَضَبَانَا وَقَالُوا وَاللَّهِ لَنَشْتَمَنَّكَ وَالْهَلَكَ الَّذِي أَمَرَكَ بِهَذَا
 وَانْطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنْ امْشُوا وَاصْبِرُوا عَلَى آلِهِمْ إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ يُرَادُ اس حدیث کا
 حاصل مطلب یہ ہے کہ روئے قریش نے جمع ہو کر مصلحت کی کہ چلو ابوطالب پاس چلیں اور ان سے چل کر
 در خواست کریں کہ تمہارے بھتیجے صاحب ہمارے یہودوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ اس کا انصاف آپ کے
 ہاتھ ہی ایسا ہو کہ یہ گالیاں دینے سے باز رہیں۔ اور ہم بھی ان سے اور ان کے خدا سے متعزض نہ ہوں۔
 چنانچہ سب لوگ ابوطالب پاس گئے اور اپنا مدعا ظاہر کیا انھوں نے پیغمبر صاحب کو بلا کر کہا بھتیجے یہ
 لوگ تمہاری قوم کے سردار ہیں اور تم سے اتنی بات چاہتے ہیں کہ ان کے یہودوں کو برا نہ کہو تو یہ بھی
 تم سے اور تمہارے خدا سے دست بردار رہیں پیغمبر صاحب نے کہا تو کیا چاہا جان آپ کی یہ مرضی ہو
 کہ میں ان کے فائدے کی بات بھی ان سے نہ کہوں۔ ابوطالب بولے آخر وہ کیا بات ہو پیغمبر صاحب
 نے فرمایا میں ان سے ایسے دو انچھ کھلاسنے چاہتا ہوں جن کی برکت سے کیا عرب کیا عجم سب ان کے
 مطیع ہو جائیں سن کر ابو جہل بول اٹھا وہ کون سے دو انچھ ہیں۔ اگر ان میں ایسی بات ہو تو وہ نہیں
 ہیں کہنے کو ہم طیار ہیں۔ آپ نے فرمایا بس وہ انچھ ہیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، یہ کہنا تھا کہ سب کے سب
 بکھرے اور لگے کہنے یہ نہیں اس کے سوا کوئی اور بات کہئے آپ نے فرمایا تم روٹھو یا بکڑو بس
 میں تو یہی ایک بات چاہتا ہوں۔ اور اگر آسمان سے آفتاب کو اٹھا کر میری ٹٹھی میں رکھ دو تو بھی میں
 دوسری بات کہنے والا نہیں۔ اس پر سب کے سب خفا ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور لگے کہنے بخدا ہم
 تم کو گالیاں دیں اور تمہارے خدا کو گالیاں دیں تو سہی۔ اس حدیث کے متعلق عجیبو ایک زرا سی بات

جملہ معترفہ کے طور پر کہتی ہو کفار قریش کو گالیوں کی شکایت تھی تو کیا واقعہ میں پیغمبر صاحب اُن کے
 مسبب و دلوں کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ حاشا و کلا پیغمبر صاحب کی لائف نہایت شریعہ و بسط کے ساتھ
 لکھی ہوئی موجود ہے اور پیغمبر صاحب کا کوئی قول کوئی فعل اس سے چھوٹے نہیں پایا۔ حتیٰ کہ پرے
 تک کی باتیں لوگوں نے قلم بند کر دی ہیں اور اس کی جہہ ہوئی ہے کہ پیغمبر صاحب کی لائف کو لوگ
 دین دارانہ زندگی کا نمونہ بنا نا چاہتے تھے تاکہ اُس کی تقلید کر سکیں۔ اور ایسی کاوش کے ساتھ
 واقعات کی تفتیش کی گئی ہو کہ از آدم تا اس دم کسی شخص کے ایسے تفصیلی حالات معلوم نہیں پیغمبر
 صاحب کی لائف کو بالاسماعیل پڑھو اور بار بار پڑھو اور موافقت اور مخالفت دونوں سے قطع نظر
 کر کے پڑھو تو ضرور تمہارا دل اندر سے گواہی دے گا کہ اس طرح کی بے داغ بے لوث پاکیزہ اور
 مقدس زندگی پیغمبر کے سوا کسی بشر سے ہو نہیں سکتی۔ میں نے جو پیغمبروں کی طرف سے اپنے
 دل کو مطمئن کیا ہے تو اُن کی لائف ہی سے کیا ہے مثلاً حضرت یوسف ہی کو۔ عام مسلمانوں کا
 یہ خیال ہے کہ ان کی پیغمبری کا ثبوت تھا اُن کا حسن کیا تم نے یہ شعر نہیں سنا۔

شمس یوسف دم عیسیٰ اور یحییٰ داری	انجیر خباں ہمہ داند تو تنہا داری
----------------------------------	----------------------------------

بے شک میرے نزدیک کوئی پیغمبر کیہ المنظر بیعت نہیں ہوا اور چاہیے بھی تھا کہ نہ ہو تاکہ لوگ نہ تو
 اُس سے وحشت و نفرت کریں اور نہ اُس کو نظر حقارت سے دیکھیں۔ بلکہ حسن صورت کو کسی پیغمبر کا
 معجزہ قرار دینا ہم تو ایسی باتوں کے قائل نہیں ہیں۔ لوگوں کو گرویدہ حسن یوسف ہونے کا اختیار ہے
 میں تو حضرت یوسفؑ کی تین اداؤں کا فریقہ ہوں۔ ایک تو اُن کا امرأۃ العزیز سے کہنا اُن کے
 احسن مَثَوٰی۔ کہ عزیز میرا آقا ہے اور میرے دے اُس کے حقوق پرورش ہیں مجھے ایسی نمک
 حرامی نہیں ہو سکتی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یوسف کی طبیعت میں اعلیٰ درجہ کی احسان شناسی
 اور مروت کی صفت ایسی راسخ تھی کہ کوئی ترغیب اُن کو متزلزل نہیں کر سکتی تھی۔ یہ ہو یوسفؑ کی
 پیغمبری کی ایک شناخت۔ یا اُن کا ایک معجزہ۔ دوسرے حضرت یوسف کا بھائیوں سے کہنا۔
 لَا تَزِیْبْ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ بِفِضْرِ اللّٰهِ لَکُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّحِیْمِ۔ مجھ تو تم سے کچھ شکایت نہیں۔

میں نے تمہارا قصور معاف کیا۔ خدا بھی تمہارا قصور معاف کرے۔ یہ جو غفور الودود ہے۔ یہی ہے صمد
رحم۔ یہی ہے پاسِ اُخوتِ تیسرے یوسفؑ کی آخری تمنا تو فِیْ مُسْلِمًا وَ اٰخِیِّ بِاللّٰهِ الْحَبِیْبِ یُوسُفُ
نے سلیمانؑ کی طرح نہیں کہا تھی اِنِّیْ مُلْكًا لَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ عِندِیْ اَوْ اِذَا یُوسُفُؑ نے ایسا
کہا ہوتا تو کچھ تعجب نہ تھا۔ کیوں کہ وہ غلامی اور قید کی مصیبتیں میں جھیل کر سلطنت پر پہنچے تھے۔ اور
ان کو سلطنت زیادہ عجز و ہونی چاہیے تھی۔ لیکن خدا کا بندہ فرماں بردار رہ کر دنیا سے اٹھ جانے اور
اس کے نیکو کار بندوں میں جا شامل ہونے کو وہ سلطنت سے زیادہ عزیز رکھتے تھے جس سے کہاں
عبودیت ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح کی بہت باتیں ہیں جن کو میں حضرت خاتم النبیینؐ کی لائف میں بتا
ہوں۔ از انجل علم وانکسار عجز و تواضع چشم پوشی و در گزر تہذیب و شائستگی۔ نرمی۔ ولینت۔ پیغمبر
صاحب کو بہت کثرت سے غیظ و غضب کے مواقع پیش آتے تھے۔ کیوں کہ مذہبی پر خاش
کی وجہ سے لوگ اُن کو طعنے کی ایندائیں دیتے رہتے تھے کبھی کبھی بشرے پر غصہ کے آثار کا مترتب
ہونا تو کتابوں سے ثابت ہے۔ مگر کسی دشمن نے بھوٹوں بھی بد زبانیاں اور سخت کلامی اور درشتی
کا الزام نہیں یا اُن کی ہدایت تھی۔ اِذْ قَعَّ بِاللّٰہِیْ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَ بَیْنَهُ عَدَاوَةٌ
کَانَ قَوِّیًّا حَلِیْمًا وَّ مَا یُلْقِیْہُمُ اللّٰہُ الذِّیْنَ صَابِرُوْا وَّ مَا یُلْقِیْہُمُ اللّٰہُ اِلَّا دُوْحًا عَظِیْمًا لَّا تُجَادِلُوْا اَهْلَ
الْکِتَابِ اِلَّا بِاللّٰہِیْ اَحْسَنُ لَّا تَسْبُوْا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فِیْسُبُوْا اللّٰہَ عَدُوًّا
یَغْفِرْ عَلَیْہِمْ حضرت کے خادم انسؓ رن گواہی دیتے ہیں کہ میں نے یس برس حضرت کی خدمت کی۔ اس اثنا
میں خدمت کے متعلق میرے کسی فعل پر اُن حضرت نے اعتراض نہیں فرمایا یعنی میں نے کوئی کام کیا
تو نہ پوچھا کہ کیوں نہ کیا۔ اور کیا تو نہ پوچھا کہ کیوں کیا۔ اور حالانکہ حضرت انسؓ اُن دنوں کے تھے نو عمر

۱۷ موت دے چکا اسلام پر اور ملا جو نیک بختوں میں سے بخش چکا وہ بادشاہی کہ نہ چاہیے کسی کو میرے پیچھے ۱۲۔

۱۸ جواب میں تو کہ اُس سے بہتر بھر دیکھے تو جس میں تجھ میں دشمنی ہے چھوڑ دوسرے ہونگے والا اور یہ بات ملتی ہے نہیں کو
جو سہار رکھتے ہیں اور یہ بات ملتی ہے اُس کو جس کی بڑی قسمت ہے۔ ۱۹ جگہ لاندہ کو کتاب والوں سے مگر اس طرح پر جو
بہتر ہے ۱۲ اور تم لوگ بڑا نہ کہو جن کو وہ پکارتے ہیں اللہ نے سوا کہ وہ برا کئے نہیں اللہ کو بلکہ اپنی سے نہ بچ کر ۱۲۔

اُس حضرت کسی کام کو بھیجتے۔ اور یہ جیسے لڑکوں کا قاعدہ کھیل میں لگ جاتے۔ ایک یہودی کا آپ پر فرض آتا تھا۔ اُس نے ایسی سختی سے تقاضا کیا کہ صحابہ کو ناگوار ہوا تو آپ نے فرمایا اِنَّكَ لَصَاحِبُ الْحَقِّ مَقَالًا ایک یہودی نے اگر السلام علیکم کہنے کے عوض دبی زبان سے اَلْسَامُ عَلَیْكَ کہا اور سام کے معنی ہیں موت تو اُس نے دعا کے بدلے بدعادی حضرت تو عَلَیْكَ کہہ کر خاموش رہے۔ حضرت عائشہ رضہ نے سُن پایا تھا۔ اُنھوں نے کہا عَلَیْكَ اَلْسَامُ وَاللَّعْنَةُ بِجَنَابِ رَسُولِ خُدا ناخوش ہوئے اور زجر فرمایا۔

مال غنیمت میں سے ایک چادر گم ہو گئی۔ کسی بنفس نے کہا پیغمبر صاحب بے لی ہو گئی۔ تو آپ کیا فرماتے ہیں خدا مجھ کو رسالت کے لیے امین سمجھے اور میں ایسی ادنی چیز پر نظر کروں وَمَا كَانَ لِلنَّبِيِّ اَنْ يَغْلُلَ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا عَلَیْكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قصہ افک سے بڑھ کر بھی کوئی بات ہوگی اور مسلح نے جو حضرت ابو بکر رضہ کے خالہ زاد بھائی تھے اور ان ہی کا دیا کھاتے تھے۔ اس نالایق بات کو شہرت دی تھی۔ ابو بکر اُن کی اعانت سے دست کش ہو بیٹھے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا يَنْتَظِرُ اُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَاءُ اَنْ يَكُوْنُوا اُولِي الْعُرْبِ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْيَعْقُوبُ اُولُو الْفَضْلِ الْاَلَا تَتَذَكَّرُونَ اِنْ يَحْضُرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ مجھ کو پیغمبر صاحب کی نبوت اور ابو بکر رضہ کی صدیقیت پر ایمان لانے کے لیے بس یہی ایک آیت بس کرتی ہو۔

غرض پیغمبر صاحب کی بُردباری اور تمہیں تو اس درجہ کی تھی کہ اپنی زبان سے بُرا کہنا کیسا وہ اس کو بھی جائز نہیں رکھتے تھے کہ ان کے دشمن سے دشمن کو بھی کوئی ان کی طرف سے سخت بات کہے۔ پس ہونہ ہو وہ سب دشمن جس کی شکایت کفار قریش البوطالب پاس لے کر

لے صاحب حق جو کچھ کہے اُس کو پہنچا دیتا اور یہی سب خیانت نہیں ہو سکتی اور جو کوئی خیانت کرے گا قیامت کے دن اُسی چیز کو لافز کرے گا ۱۷ سالہ اور قسم نہ کھا دیں بُرائی داسے تم میں اور کشائش داسے اس پر کہ دیوں ناطے والوں اور محتاجوں کو اور وطن چھوڑتے والوں کو اس کی راہ میں اور چاہتے کہ معاف کریں اور رزق کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ تم کو معاف کرے اور اللہ بخشنے والا ہر بیان ۱۲۔

مقرر ہوا اس ایک آیت - اور آیت بھی نہیں جزو آیت میں تمام ہو جائے جب میں جانتا ہوں کہ لوگوں کو سوائے خاموش بیٹھے سنتے رہنے کے اور کچھ چارہ نہیں تو رطب و یابس جو کچھ مونہ میں آئے کتنا چلا جاؤں مگر یہ تو فرمائیے کہ جو کچھ میں نے اب تک کہا اُس کو اس جمع سے اس تقریب سے اس مال سے مناسبت کیا؟ ہاں تو مناسبت یہ ہو کہ میں کئی کئی برس سے دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے بزرگ سرسید نے مداخلت کی پالیسی اختیار کی ہو اور اختیار کرتے چلے جاتے ہیں میں نے اکثر لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ سرسید اگر مذہب کی کرید نہ کرتے تو وہ لوگوں میں زیادہ مقبول ہوتے اور علی گڑھ کالج کبھی کالونیسٹی ہو گیا ہوتا۔ مگر اس رائے سے اتفاق نہیں میرا خیال یہ ہے کہ اگر مذہب کی کرید نہ ہوتی تو سرسید کو کوئی پوچھتا بھی تو نہیں کہ کھڑے رہتے ہیں۔ اور یونیورسٹی ہو تا تو درکنار علی گڑھ کالج تحفیض لود سکول ہی میں پڑا سڑتا۔ سرسید کے مقبول و مردود ہونے کی تو میں جانتا نہیں مگر یہ جو کچھ ہوا ہے اور بہت کچھ ہو رہا ہے اور بہت کچھ ہونے کی امید ہے یہ سب متفرع ہے اس پر کہ سرسید نے مسلمانوں کے اصلی مرض کو دریافت کیا اس کے اسباب تحقیق کیے اور آخر کار ازالہ سبب کے قاعدے کے مطابق علاج شروع کیا۔ علاج تو ٹھیک ہے۔ اور بیمار کی حالت میں افادہ بھی ہے۔ مگر خدا جائے کیا کچھ کر بیمار کو بد پرہیزی کی اجازت دے دی ہو اور مگر بڑا خوف ہے کہ کہیں خدا نخواستہ مرض خود نہ کر کے اگر نکلس ہو تو پھر جالینوس بھی قبر سے اُٹھ کر آئیں تو بیمار سننے والا نہیں تشبیہ واستعارہ کو الگ رکھ کر صفات صاف کیوں نہ کہوں مسلمانوں کو بیماری کہا تھی؟ افلاس اور ذلت اور غلامی اور محکومی یہ سب اس کے لوازم پھر مسلمانوں میں اکثر ایسے تھے جو یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ہم بیمار ہیں روگی ماں باپ کی روگی نسل۔ انھوں نے سمجھا ہماری خلقت ہی ایسی ہے اور جب بیماری مزین ہو جاتی ہے تو اس کی انداز کا احساس بھی باقی نہیں رہتا۔ یا مدہم پڑ جاتا ہے بعض نے اپنے تئیں بیمار سمجھا تو ان سے تشخیص سبب میں غلطی ہوئی۔ تقدیر الہی پر صبر و شکر کر کے بیٹھ رہے۔ اَلْیَاسُ اِحْدٰی الرَّاحَتِیْنَ۔ مسلمانوں میں یہ تقدیر کا مسئلہ ایک اعتبار سے عمدہ بھی ہے تو حد سے زیادہ عمدہ اور ایک اعتبار سے بُرا بھی ہے۔ تو حد سے زیادہ بُرا اور حد سے زیادہ عمدہ ہے اس اعتبار سے کہ مرتے کو سکرات تک کی تکلیف

نہیں ہونے دیتا اور بڑا اور حد سے زیادہ بڑا ہو اس اعتبار سے کہ انسان کو ابھرنے نہیں دیتا فرض
جنہوں نے تقدیر الہی پر حوالہ کیا وہ تو ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ گئے کہ خدا ہی کو منظور نہیں تو ہمارے کیے کیا
ہو تاہم اَلَّذِي نَبِئْتُهُنَّ الْمُؤْمِنِينَ وَجَعَلَهُنَّ الْكَافِرَاتِ جُنْدَ رُزْكِ بَاتِ ہُو۔ ان شاء اللہ عاقبت میں
جھوٹوں کے بدلے زمرہ دیا قوت کے مخلوق میں چل کر رہیں گے۔ یہاں آٹھ آنے میں
کی ماما کو رکھنے کا مقصد نہیں نہ سی وہاں عوروں سے خدمت لیں گے۔ رہی ظاہری عورت۔
دو دن کی کوتوالی پھر وہی کھر پا اور جالی۔ اصلی عورت ایمان کی جیسا کہ اللہ خود قرآن میں فرماتا ہے۔
بَلَلَّ اللَّهُ الْحَمِيمَ وَكَوَلَّهُمُ مِّنْهُنَّ سَ

الہی بحق بنی فاطمہ

کہ بر قول ایمان کنم خاتمہ

جن کے ایسے خیالات تھے اُن کا مرض بڑھتے بڑھتے اُس میں ایسی روأت آگئی کہ متعدی ہو گیا جو
اُن کو چھو گیا وہ بھی انھیں کی طرح لے لے کرنے لگا۔ سامری نے حضرت موسیٰ کی غیر حاضری میں نبی اسرائیل
کو گو سالہ پرستی کی ترغیب دی تھی حضرت موسیٰ نے واپس آکر دیکھا تو بڑے ناغوش ہوئے اور سامری
کو بد دعا دی۔ اُس کا حال یہ ہو گیا تھا کہ اچانک کسی سے اُس کی بھینٹ ہو جاتی تو دونوں کو بنا پڑھ
تیا۔ پس وہ لامساس لامساس دہننا بچنا کہتا ہوا کیلا جنگلوں میں مارا مارا پڑا پھرتا۔ کوئی ہی جو
ایسی ہی بد دعا اُن لوگوں کو دے جو آپ کا ہل ہیں اور دوسروں کو ہر کار اپنے بڑے
نمونے دکھ کر کاہل بناتے ہیں۔ نہ صرف ہم معدودے چند مسلمانوں میں بلکہ شاید
مارتھ و سٹرن پراونسز بلکہ شاید انڈیا کی ہول جٹن کمیونٹی میں سید ہی ایک ایسے مسلمان
ہیں جنہوں نے سمجھا کہ مسلمانوں کا یہ مرض افلاس زوال پذیر ہے۔ اور جہالت سے پیدا ہوا ہے اور اگر
ان کو علوم مفیدہ سکھا پڑھا کر ان کی جہالت دور کر دی جائے تو یہ خاصے پہلے چنگے جٹنیں ہو سکتے ہیں
مال دار مرزا محال۔ دنیا میں اسباب کا ایک سلسلہ قائم ہے اس قاعدے کے مطابق مسلمانوں کے
افلاس کا سبب تھا۔ (اور پتھا کیا معنی؟) ان کی جہالت۔ پھر ان کی جہالت کا سبب تھا (اور پتھا
سے دنیا میں کو قید خانہ اور کانکر بھشت ہے ۱۲۵۷ء اصلی عورت تو اللہ اور رسول اور مسلمانوں ہی کی ہے ۱۳۔

سابق عبارت نہیں بلکہ یہ مقام جہاں میں کھڑے ہوں کیوں کہ اس قسم کی تاویلیں ہمیں بہت سوچنا پڑتی ہیں
 وہ تاویل یہ ہے کہ یہود نے مذہبی غلامی کو حدِ غایت تک بھینچا دیا تھا۔ یہی مذہبی غلامی جو جس کو قرآن میں اُصْحٰبُ
 اور اُغْلَال سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ^{۱۱} یَضَعُ عَنْهُمْ اَصْرَهُمْ وَالْاُغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ اُن کی مذہبی
 قیود اور رسوم اس قدر سخت ہیں کہ اگر اُن کی پوری پوری تعمیل کی جائے تو حقیقت میں زندگی وبال ہے۔
 ہمارے ملک کے ہندوؤں کو بھی بڑی بڑی مذہبی سختیاں چھلنی پڑتی ہیں اگر کریں تو۔ مگر یہود کے مقابلے
 میں وہ ایسے ہی دنیا کے منے اُڑاتے ہیں جیسے ہندوؤں کے مقابلے میں ہم ^{۱۲} وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ
 مَنْ يَّشَاءُ سناہو اور سناہو میں اس لئے کہتا ہوں کہ اول تو یہود اس ملک میں بہت ہی کم ہیں اور
 کثرت سے ہوتے بھی تاہم ان کو خاص کر ہم مسلمانوں سے سخت مذہبی عداوت ہو ^{۱۳} وَلَيَحْبِطَنَّ اللّٰهُ اَشَدَّ النَّاسِ
 عِلَاوَةَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اِلٰهُو دَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اور ہم مسلمان تو کچھ ایسے کھڑے مزاج کے ہیں کہ نصاری
 جن کی نسبت اسی آیت میں ارشاد ہو۔ ^{۱۴} وَلَيَحْبِطَنَّ اَفْرَہُ مَوَدَّةَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَالَّذِيْنَ قَاتَلُوْا
 اِنَّا نَصَادِي اور یہ لوگ کثرت سے بھی ہیں۔ اور حاکمِ وقت بھی ہیں۔ کم پیش سو برس ان کو ہم چکومت
 کرتے ہوئے ہو گئے ان ہی سے ہم نے کونسا رل بطریقا لیا ہے سید احمد خاں پر یہ ساری بھر مار ہو کیوں
 رہی ہو اسی لئے نہ کہ انگریزوں سے رل رکھتے اور مسلمانوں کو اُن کے ساتھ رل پیدا کرنے کو کہتے ہیں۔
 غرض سناہو آنکھوں سے نہیں دیکھا کہ یہودیوں کے یہاں ایک ذبیحے میں ایسی ہی نازک اور باریک
 احتیاطیں کرتی پڑتی ہیں کہ ایسا دیساری ان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس مذہبی غلامی کا نتیجہ
 کیا تھا۔ اور اس کے سوائے نتیجہ اور ہوتا بھی کیا کہ یہودی دنیاوی حالت یو مافیو ماً اور ساعۃ فاسعۃ
 اور اَنَافَاتَا منسرل ہوتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ایک بڑی عظیم الشان سلطنت کھو کر ^{۱۵} ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ اللَّعْنَةُ
 ۱۱ اور اُنار تاہو اُن سے بوجھ اُن کے اور مشقتیں جو اُن پر تھیں ۱۲ یہ اللہ کا فضل ہے جو جسے چاہے دے ۱۳ ۱۴ تو پارسے گا
 سب لوگوں سے زیادہ دشمنی میں مسلمانوں سے یہود اور شرک کرنے والوں کو ۱۵ اور تو پارسے گا سب سے زیادہ محبت
 میں مسلمانوں کی وہ لوگ جو کہتے ہیں ہم نصاریٰ ہیں ۱۶ ماری گئی ہو اُن پر ذلت جہاں دیکھے سوائے وصمت اور اللہ کے اور
 دست اور لوگوں کے۔ اور کمال لائے غصۃ اللہ کا اور ماری گئی اُن پر عتابی ۱۷۔

اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَخَافُونَ يَوْمَهُ تَتَّبِعُونَ اَمْرًا مِّنْ لَّدُنْهُ فَتَرْجِعُونَ
 کی کتابیں آگے اور جہاں حضرت مذہبے دنیا میں اس طرح پر حذل دیا ہو وہاں دنیا کی ایسی ہی مٹی پیدا
 ہوئی ہو ہم مسلمانوں ہی کی دنیا کو کہ معراج الکمال ترقی پر پہنچ کر اسفل المسافین تنزل میں آگرے اور
 ابھی ٹھیرے نہیں گرتے چلے جاتے ہیں لیکن دنیا کو خدا نے کسی مصلحت سے بنایا ہو کہ بتا ما خلقت
 هذا ابًا طلاء اور اس کو منظور ہو بلکہ اس کا حکم ہو اور حکم بھی ہو لہذا تفسیر ذاقی الأرض بعد
 اصلا جھاکہ یہ کارخانہ ایک وقت خاص تک اسی طرح چلتا رہے اور اس کو چلائے کون چلا تین ہم
 اور تم جن کو اللہ میاں نے روئے زمین پر اپنا خلیفہ یعنی نائب بنا کر بھیجا ہو وہ سند خلافت ہی پڑھ کر نہ
 سنادوں وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِیْفَةً اَوْ رِیْہ نَظَہَرُہُ کہ دنیا کا کتنا بڑا
 عظیم الشان کارخانہ ہو اور اس کے سنبھالنے کو بڑی محنت اور استعدادی اور ہوشیاری درکار ہو تو جب
 جب خلیفہ جی خود ہی خبر نہیں کارخانہ میں نظمیں پھیلاتی چاہئے مشکل یہ اگر پڑی ہو کہ خلیفہ جی کو مکتب
 کی خبر گیری کے علاوہ گھر کا سودا سلف بھی لانا ہو اور خلیفہ جی ہیں بھی بھڑکے پھٹس ان سے محنت
 ہو نہیں سکتی۔ مکتب کو دیکھتے ہیں تو سودا سلف رہا جاتا ہو اور سودے کو جاتے ہیں تو مکتب میں
 نوٹس اور ہم بچاتے ہیں۔ اور میاں جی ہیں کہ خلیفہ جی کی ایک نہیں سنتے۔ اور کہتے ہیں جھک مارو
 مکتب کی بھی خبر کھو اور گھر کا سودا سلف بھی کرو جتنے دن یہود خلیفہ رہے سودے سلف کے پیچھے
 مکتب کا ناس مار دیا۔ تو اُس حکیم بڑی نے پہلے حضرت عیسیٰ کو مبعوث کیا۔ اور غرض اُن کی بشت سے
 کیا تھی یہود کو مذہبی غلامی سے آزاد کرنا۔ بعض اُس آزادی سے مستفید ہوئے اور اکثر نہیں۔
 جیسے ایک جانور قفس میں پیدا ہو۔ اور ساری عمر قفس میں رہے اور اُس کو اگر رہا کر دیا جائے تو وہ
 آزادی سے متاثر ہو جاتا ہو اور اُس سے اڑا نہیں جاتا

پروں کا باندھنا صیاد کی اک بدگمانی ہو	قفس میں آگے کھولی آنکھ ہم پر وار کیا جانیں
۱۵ اور ب توئے ان کو بے کار پیدا نہیں کیا ۱۲ اور زمین میں سنورے پیچھے خرابی نہ ڈالو ۱۳ اور جب کہاتیرے	رب نے فرشتوں کو مجبور بنا ہوا زمین میں ایک نائب ۱۲۔

جن دنوں میں پرنس آف ویلز صاحب تشریف لائے تھے تو انھوں نے کچھ قیدی بھی آزاد کیے تھے کوئی سیکھ تھا عر قید۔ وہ جو چھوٹ کر گیا تو دیکھا گاؤں کے جان بچان والوں میں کوئی باقی نہیں۔ اور ساز و سامان زندگی کا ہم بھینچا نا اُس کو ایک کھڑک معلوم ہوا تو اُس نے واپس آکر عالم ضلع کو عرضی دی کہ اس سے تو مجھ کو قید خانہ ہی میں زیادہ آسائش تھی یہی حالت یہودی کی ہوئی کہ اُن کو مذہبی غلامی سے نکلنا ایک مصیبت معلوم ہوتا تھا حضرت عیسیٰ بہت تھوڑے دن دنیا میں رہے اور شروع سے اُن کے شن پر کچھ ایسی اوس سی چڑھائی تھی کہ وہ ہنپا ہی نہیں۔ اسی شن کی ٹیکل کے لیے ہمارے پیغمبر صاحب آخر الزمان بھیجے گئے۔ وہ کیا شن تھا؟ ایک دفعہ اس کی پھر صراحت کرلو۔

مذہبی غلامی سے جس نے یہود کو دنیا کے کام کا نہ رکھا تھا آزادی

اس تمہید کے بعد اس آیت کو لو جس کے معنی میں بحث کی جا رہی ہو۔ **وَرَادَّ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ اللَّهِ بِحَقِّ طَائِفَةٍ مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاجْعَلِ الَّذِينَ آمَنُوا مِنِّي ذُرِّيَّتًا لِّكَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنِّي كَمَا مَبُغِيَ لَكَ لِيُخْرِجَكَ مِنِّي وَيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الْيَمِينِ وَأَخْرَجَكَ مِّنَ الْأَيْمَنِ إِلَى الْيَمِينِ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنِّي كَمَا مَبُغِيَ لَكَ لِيُخْرِجَكَ مِنِّي وَيُخْرِجَكَ مِّنَ الْأَيْمَنِ إِلَى الْيَمِينِ** اور ایسے صاف ہیں جیسے آئینہ میں کتا ہوں جن لوگوں نے یہود یا نہ مذہبی غلامی سے جو مانع اصلاح معاش تھی آزادی حاصل کی کسی دین و مذہب کے ہوں وہ سب **الَّذِينَ آمَنُوا مِنِّي** میں داخل ہیں۔ اور جب یہ لوگ **الَّذِينَ آمَنُوا مِنِّي** ہوئے تو جو ان کے ضد ہیں اور دین کو مانع اصلاح معاش جانتے ہیں سمجھ لو کہ وہ خود کون ٹھہرے؟ اب دیکھو **إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ** آیت میں کیسا بیٹھا ہے جیسے تھیوے میں نیکی نہ غرض میں نے دنیاوی یہود کو دین حق کی شناخت ٹھہرا رکھا ہے اگر دین و دنیا میں یکساںی حد فاصل قرار دی جاسکتی کہ دونوں میں سے کوئی دوسرے کے علاقے میں مداخلت نہ کر سکتا تو شاید اختلافات سے بہت کچھ نجات ملتی۔ مثلاً موت ایک سرحد ہوتی اس سے پہلے پہلے دنیا۔ اور اُس کے بعد دین۔ لیکن دنیا کا فائدہ اسی میں تھا کہ دین اس کا سرپرست ہو مسلمانوں نے دین و دنیا کے باہمی

تعلق کے سمجھنے میں غلطی کی۔ اسی سے وہ اس نوبت کو بچنے۔ اور جب تک وہ غلطی میں مبتلا ہیں وہ اپنی دنیاوی حالت درست کر نہیں سکتے یہ منطقی اصطلاح کے مطابق تو لوگوں نے دنیا اور دین میں تباہی کی نسبت قرار دے رکھی ہو اور واقع میں یہ عموم و خصوص میں وجہیں کو چاہیئے۔ ایک مادہ اجتماع کا اور دوسرا اسے افتراق کے ساتھ جو ہیں یعنی بعضے کام صرف دین کے ہیں مثلاً جیسے نماز اور بعضے کام صرف دنیا کے جیسے *اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُورِ دُنْيَاكُمْ* اور بعضے مشترک جیسے *حَتَّى اللّٰقْمَةِ يَفْصَحُ فِي فَمِ الرَّائِیِّ* کہ جو روکا کر کھلانا بھی عبادت مالی سمجھا گیا۔ اور لقمہ کا ذکر تو تمثیل کے طور پر فرما دیا ہو۔ ورنہ مقصود یہ کہ کسب معاش۔ نوکری سے ہو یا کاشتکاری سے یا حرفت سے یا کسی اور پیشے سے۔ بس یہ مادہ اجتماع محل غلطی ہے کہ اس کو خالص دنیاوی سمجھ کر مادہ افتراق بنا لیتے ہیں۔ اور جب افتراق ہی افتراق ہو تو آپ سے آپ تباہ ہوا۔ پھر دین و دنیا کے باہمی تعلقات پر غور کیا جاتا ہو تو دین و دنیا میں ایک طرح کی جلتی (حامدت) ضرور ہو اور جلتی نہ ہوئی تو ایک چھوڑ دوسرا افتراق کے کہاں سے آئے مگر یہ جلتی دنیا کے طرف سے زیادہ ہو یعنی دنیا نہیں اجازت دیتی کہ دین کا کوئی کام کیا جائے۔ مگر دین کا ہر گز یہ حال نہیں۔ وہ دنیا کے اکثر کاموں کو اپنا ہی کام سمجھتا ہو لہذا شروع ہو کر لوگوں کو دین کی اس فیاضی اور کشادہ دلی اور وسعت پر نظر نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح دنیا اجازت نہیں دیتی کہ دین کا کوئی کام کیا جائے۔ اسی طرح دین بھی اجازت نہیں دیتا کہ دنیا کا کوئی کام کیا جائے یہی وہ غلطی تھی جو یہود نے کی۔ اور جس نے اُن کی دنیا کو تباہ کر لیا۔ اور یہی غلطی ہم مسلمان کر رہے ہیں۔ اور ہم بھی اپنا دنیا کو بحسابے تباہ کر چکے ہیں ہم *مَّا خَلَقْتُ الْاِنْسَ وَالْاِنْسَ* کے یہ معنی سمجھتے ہیں کہ ہم کو سوائے نماز و زکوٰۃ کے دنیا کا کوئی کام کرنا نہیں چاہیئے ہم دنیا میں پیدا کیئے گئے ہیں۔ مگر دنیا کے کام کرنے کے واسطے نہیں۔ بلکہ صرف عبادت کرنے کے لئے۔ لیکن اگر یہ مطلب ہو تا تو رہبانیت کو کیوں منع کیا جاتا۔ نکاح کی نسبت کیوں فرماتے *سُنَّتِیْ وَمَنْ رَضِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَا یَسْمِعُنِیْ* سفری نماز کی قصر کا کیوں حکم دیتے۔ بلکہ سرے سے سفر ہی کی منہا ہی کر دیتے۔ پارساں کے لئے اپنے دنیا کے کام ہم ہی خوب جانتے ہو ۱۲ لکھ ہم لے انسانوں اور جنوں کو عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہو ۱۳ میری

سنت ہوا اور جو میری سنت سے بیزار ہو مجھ سے نہیں ۱۲۔

دلی واسے لکھ کی وہ حدیث یاد کرو کہ ایک صحابی دوسرے صحابی کے مہمان رہے۔ مہمان صاحب
 خانہ کی بی بی کو دیکھا میلی کپلی معلوم ہوا کہ صاحب خانہ خانہ داری کی طرف متوجہ نہیں۔ رات ہوئی تو
 صاحب خانہ نے عادت کے مطابق ساری رات کی نماز کی طیاریاں کیں۔ اور مہمان کو بھی ساتھ
 کھڑا رکھنا چاہا۔ مہمان نے کہا یہ کہاں کی عبادت نکالی ہو۔ تم پر ایک خدا ہی کا تو حق نہیں۔ اُس کے
 حق کے علاوہ بی بی کا حق ہو میرا حق ہو کہ تمہارا مہمان ہوں۔ پھر تمہارے اپنے نفس کا بھی حق ہو کہ
 اتنی رحمت اٹھاؤ گے تو دنیا کے کام کے نہ رہو گے اور یہ نہیں کہ یہ اس مہمان صحابی کی ذاتی رائے
 تھی اور بس نہیں پیغمبر صاحب کے سمع مبارک تک یہ حکایت پھنچی اور آپ نے اس کی تصویب
 فرمائی۔ **اَلَا یَعْبُدُ دُنَّ** کے معنی ہوتے جو تم سمجھے ہو تو ملک گیریاں۔ انتظام سلطنت شام و
 روم تک کے دھاوے۔ تجارتیں اور اُن کی سی خانہ داریاں کہ ایک ایک کی درجنوں بیبیاں اور
 کوڑیوں بیٹے بیٹیاں یہ سب کام کیسے ہوتے تھے۔ دن رات تو اُن کے بھی چوبیس ہی گھنٹے کے تھے۔
 بات یہ ہو کہ ان کے پاس دنیا کے کام ہم سے بہت زیادہ تھے اور وہ اُن کو انجام دیتے تھے عبادت
 سمجھ کر یہ ہیں معنی **اَلَا یَعْبُدُ دُنَّ** کے سو تم بھی ایسا ہی کیوں نہیں کرتے۔ تم نے تو خدا سے ہرئی جتانی
 کر رکھی ہو۔ وہی مکتب کے خلیفہ والی بات کہ مکتب کی نگرانی اور گھر کا سودا منصف دو دو کام تو نہیں
 نہیں ہو سکتے۔ غرض یہ ہو کہ مسلمان اُس زمانے کے مسلمان دین و دنیا کے باہمی تعلق کے سمجھنے و اندازہ
 کرنے میں سخت غلطی کرتے ہیں اور یہاں سے زمانے کے رفاہر کا کام ہو کہ اس غلطی کی اصلاح۔ علی گڑھ کالج ہوا
 یا کانفرنس ہو یا یہ تو اقسام فروعات ہیں۔ بڑا کام جو سید احمد خاں نے شروع کیا تھا یہی تھا کہ وہ
 مسلمانوں کی دینی غلط فہمیوں پر ان کو متنبہ کرتے تھے لیکن میں دیکھتا ہوں تو اب اُنھوں نے اس کو
 سیکڑی کام بنالیا ہو۔ اگر اُنھوں نے یہ سمجھا ہو کہ کالج قائم کر دینے سے ان کے مشن کا کام پورا ہوا تو میں دھج
 ڈیوڈ فرنس ڈوہنز اسپینس ڈوہنز اینڈ ڈوہنز پبلشس (اُن کے تجربہ اور عرواؤں مندے کے ادب کے ساتھ)
 بڑے زور سے اُن کے ساتھ مخالفت کرتا ہوں۔ اگر مسلمانوں کے مذہبی خیالات کی اصلاح نہ ہوئی۔ اور
 افسوس ہو کہ نہیں ہوئی اور اب اس کی چھیڑ چھاڑ بھی نہیں ہوتی تو جو عمارت سید احمد خاں نے کھڑی

کی ہو میرے منہ میں خاک۔ اُس کی بنیاد بالکل پادری ہو۔ سید احمد خاں سے بڑھ کر کوئی اس کو نہیں سمجھ سکتا اور ہم میں سے کوئی کچھ سمجھتا ہو تو اُن ہی کے سمجھانے سے کہ مسلمانوں میں یہی غلط فہمیوں نے تعلیم سے محروم رکھا۔ انھوں نے اس کے لئے کمیٹیاں کیں جو اب مضمون لکھوائے۔ انعام دیئے۔ اور باطنیان ایک راستے قائم کر کے اُسی پر کارروائی کرتی شروع کی۔ اور یہ جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں اُسی کارروائی کا نتیجہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اور ساری کوششیں ایک طرف اور تہذیب الاخلاق مرحوم ایک طرف۔ اُس کے سٹرل سے سٹرل پرپے کو علی گڑھ انسٹیٹیوٹ و تھوچ انراٹیکلیڈ ڈپارٹمنٹی فارگٹ دی نیم جس کے ساتھ مجھے یاد نہیں کون سا اخبار منظم ہو گیا ہے، کے عمدہ سے عمدہ پرپے سے مقابلہ کر کے دیکھو تو معلوم ہو کہ سید احمد خاں پہلے کیا تھے اور اب کیا ہیں۔

اگ تھے ابتدا۔ئے عشق میں ہم

ہو گئے خاک انتہا ہی یہ

خود سید احمد خاں کو اور آپ صاحبوں میں سے اکثر کو معلوم ہے کہ میں بعض مذہبی عقائد میں سید احمد خاں سے اختلاف کرتا ہوں اور اس کو سخت سمجھو یا بے پروائی یا خود پسندی کہ میں بھی سید احمد خاں کی تصنیفات کا سبکدوش نہیں رہا یا اس ہمہ بین مدد سے اس کا معتقد تھا کہ تہذیب الاخلاق مسلمانوں کی رفاہ کی دی آؤلی (صرف یہی) تدبیر ہے مسلمان بعض مذہبی غلط فہمیوں کے اعتبار سے محتاج تنقید تھے۔ تہذیب الاخلاق میں کبھی کبھی ایسے اُتکل بھی نکلتے تھے جن کو میں نے درسی سٹر انک پریگٹوڈ بڑا زبردست سہل سمجھا۔ مگر جب عمدہ عاصی ہوتا ہے اور مادہ سوداوی عسیر الانقلاع کو بدو سٹر انک پریگٹو کے کام نہیں چلتا۔ دہلی میں علماء کا ایک نامی گرامی خاندان ہو کر رہا ہے۔ انھوں نے ترجموں سے تصنیفات سے۔ پسند و نصحت سے ہندوستان میں شاعت اسلام کے لئے بڑی بڑی کوششیں کی ہیں اور یہ ان ہی بزرگوں کی کوششوں کے نتیجے ہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو تجوڑ مسلمان کہا جاسکتا ہے۔ درنہال کے مسلمانوں میں اور ہندوؤں میں صرف انگوٹھے کے پردے ہی کا فرق رہتا اور رہتا۔ وہ بھی شاید۔ شاید کالفاظ میں نے اس لئے کہا کہ آخر وہ دن آنے والا تھا کہ سید احمد کوٹ پتلون کو رواج دے کر اس امتیاز کو بھی اٹھا دیں تاکہ مذہب کا پردہ دھکا رہے اللہ اس علی دین مسلمان کو

بھی اپنی جگہ صحیح ہے لیکن میں سمجھتا ہوں۔ اَللّٰهُمَّ عَلٰی دِیْنِ مُحَمَّدٍ صَلِّیْ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے زیادہ صحیح ہے عبارت
نہیں بلکہ مطلب مسلمان جب ہندوستان میں آکر رہے اور اُن میں اور ہندوؤں میں اختلاط ہوا۔
تو کیا صرف ہندوؤں نے مسلمانوں کی مذہبی رسمیں اختیار کر لیں نہیں بلکہ مسلمان بھی ہندوؤں سے
متاثر ہوئے اور بہت کچھ متاثر ہوئے جو شخص اسلام کی اصلیت سے آگاہ ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ ہندوؤں سے
کے مسلمانوں کا اسلام کس قدر اصلیت سے بدلا ہوا ہے۔ علمائے دہلی کا وہ خاندان جس کا میں ابھی
ذکر ہاتھا اُس خاندان کے ممبروں نے اسلام کی بڑی بڑی اور متنوع خدمتیں کی ہیں مگر سب سے
بڑی اور سب سے عمدہ اور سب سے زیادہ اِن شاعر الدین مقبول عند اللہ وہ خدمت تھی جو مولوی ایل
کی انھوں نے اسلام کو شائسہ ہندویت سے پاک کرنا چاہا۔ مگر ہندویت مدتوں کے اختلاط کی وجہ
سے اسلام کی روگ و بڑیں بٹھی ہوئی تھی۔ اور اس مادہ فاسد کا اعراج آسان نہ تھا مولوی ایل
نے کسی قدر تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم اور اسی قسم کی اور چند کتابیں لکھنے سے اور بہت کچھ خارا
شکات و غلطوں سے مسلمانوں کو بچایا دیا۔ جلاب تھا کہ اواد اور کڑوا۔ اکثر نے تو پیتے کے ساتھ گل دیا
بعض پیتے تو پی کے مگرو ان کی جھاتی پر دھرا رہا۔ اور بعض کو اس بھی آیا کہ لیکل ماکھم قریب قریب
یہی حال سید احمد خاں کا ہے۔ اور نہ صرف سید احمد خاں کا بلکہ ہر شخص کا جو فارم برتا چاہے میں سبک
میں سرسید کو تہذیب الاخلاق کے بنڈ کرنے کا الزام دیتا ہوں مگر یہ نہیں سمجھا کہ سرسید جلاب کے
اگلنے والوں کی مکروہ آزاروں سے ڈرے ہوں۔ اگر وہ ڈر لو کہ دل کے ہوتے تو ان کے دل میں
ارفارم کا خیال ہی پیدا نہ ہوتا۔ رفارم کا طیر اٹھانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرسید ان لوگوں میں ہیں
جن کا مولو ہو لہذا حقائق کو ممتد کہ حیر اچھا پھر انھوں نے تہذیب الاخلاق کو کیوں بند کیا۔ اس کا
جواب تو سرسید ہی کو دینا چاہیے مگر میں بھی تو اپنے احتمالات عقلی و ذرا لوں۔ اس احتمال کا تو ذکر بھی
نہ کر کہ تہذیب الاخلاق سرسید کے مشن کے مقاصد کے لئے ضروری نہ تھا اگر تہذیب احسن لاق
ضروری نہ تھا تو خود سرسید احمد خاں کا ہونا بھی ضروری نہیں علی گڑھ کا کبھی ضروری نہیں کا نفرس
بھی ضروری نہیں مسلمانوں کی تعلیم بھی ضروری نہیں یعنی مسلمانوں کا ہونا بھی ضروری نہیں۔ ایک احتمال یہ

کیا جاسکتا ہو کہ سید احمد خاں نے فی زمرہ تفسیر کو تہذیب الاخلاق کا نعم البدل سمجھا ہو تفسیر اُس کے
متن کے اعتبار سے تو دونوں جہاں کے عوض میں بھی سستی ہو

ہمردو عالم قیمت خود گفتہ نرخی بالا کن کہ ارزانی ہنوز

رہے اُس کے مضامین یعنی وہ مضامین جو حضرت کے ایجاد طبع ہیں اُن کے اعتبار سے شبہ برت
کے دنوں میں اس تفسیر کی کچھ قدر ہو جاتی ہو تو خبر نہیں اور یوں تو عام مسلمان اُس کو ہاتھ لگانا بھی
گناہ سمجھتے ہیں یعنی لوگ قرآن کے ٹائٹل یا جلد کے پشت پر لَا یَمَسُّہَا إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ لکھا دیا
کرتے ہیں لیکن سید احمد خاں کی تفسیر کی تو نسبت پوچھا جائے تو معدودے چند پھر مسلمانوں کے سوا
باقی مسلمان تو یہی رائے دیں گے کہ اس پر لَا یَمَسُّہَا إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ لکھنا مناسب ہو اگرچہ
تہذیب الاخلاق اور تفسیر دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں مگر ایک بات تفسیر کے پیرائے میں
کمی جاوے اور وہی بات اسی جواب مضمون یا آرٹیکل کے طور پر اخبار میں شائع ہو دونوں میں
بڑا فرق پڑ جاتا ہو مشتاکانِ بیہوش غرض تہذیب الاخلاق بمجاہد عام مسلمانوں میں اتنا مردود
نہیں جیسی سید احمد خاں کی تفسیر نجاسا۔ علاوہ بریں تفسیر کی اشاعت بھی تو تہذیب الاخلاق کی
اشاعت کو نہیں پاتی۔ ایک وجہ تہذیب الاخلاق کے بند ہونے کی سمجھ میں آتی ہو اور یہ بھی قرین
قیاس سید احمد خاں کو فرصت نہیں تو اس کے یہ معنی ہوئے ہیں کہ سید احمد خاں جو غیر یوں کا
اتنا بڑا کثیر الانفا گر وہ کھڑا کیا ہو ان میں سے کسی میں اتنی لیاقت یا ہمت یا حمت نہیں کہ تہذیب الاخلاق
چلائے میں سید احمد خاں کی نیابت کرتا پس سید احمد خاں کے مشن کو ٹوٹل فیلیور
(ناکامی محض) کے سوا اسے اور کیا کہا جاسکتا ہو جب سمر سید کی سرپرستی میں ان لوگوں سے اتنا
کام نہیں ہو سکتا تو ان کے بعد یہ کون سے قلعے فتح کر لیں گے۔ پھر صرف تہذیب الاخلاق کے بند
ہونے کا رونا نہیں ہو بڑا رونا اس کا کہ سید احمد خاں اور کارروائیاں بھی اسی طرح کی کرتے
ہیں جتنے ظاہر ہوتا ہو کہ اُن میں وہ اگلا سب جوش نہیں رہا۔ یا بآن شولاشوری ویا بایں بے ٹکی۔
۱۵ اس کو پاک ہی لوگ ہاتھ لگائیں ۱۶ اس کو پاک لوگ ہاتھ نہ لگائیں ۱۷۔

ہر چند مجکو ایک طرح کی ارادت سید احمد خاں کے ساتھ ہو مگر میں ان کے پہلے طرز کو حال کے طرز سے کہنا نائل (متحد و مطابق) نہیں کر سکتا اور شاید یہ میری سمجھ کا قصور ہو۔

گرداب واریا تیرے صدقے جاسیے	دریا کا پھیر پائیے تیرا نہ پاسیے
-----------------------------	----------------------------------

غرض سید احمد خاں کی کارروائی میں مجکو بوسے مدامت آتی ہو جس سے میں کچھ شروع کیا تھا اور جس کو میں ان کے مشن کچھ حق میں سخت منفرد سمجھتا ہوں۔ اس کو استمال اور تالیف قلوب کہتا بھی غلطی ہو بے شک استمال اور تالیف قلوب کی سند ہم جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال میں ملتی ہو لہذا **كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ مِّمَّا كَانُوا فِي السُّبُلِ** معاملات میں بھی مولفۃ القلوب کے ساتھ مصلح ملک داری کے لحاظ سے خاص خاص رعایتیں کی جاتی تھیں تاکہ گروہ مسلمانان ان کی گردن سے غمخوار رہے مثلاً کبھی مال غنیمت سے ان کو رزق و استحقاق دیا جاتا تھا۔ اور بعض ناعاقبت اندیش مسلمان اُس وقت بھی معترض ہوتے تھے لیکن خدا نے مسلمانوں کو سمجھا دیا تھا **وَأَعْلَمُوْا اَنَّكُمْ رُسُوْلُ اللّٰهِ تَوٰطَّعُوْا كُنْزِي الْكَافِرِيْنَ الْاَكْمَلِ لَعْنَتُهُ**۔ چنانچہ جنگ حنین کے بعد تقسیم غنائم میں ایسا اتفاق پیش آیا اور اس واقعے کے متعلق چند اشعار مجکو یاد ہیں اشعار

أَجْعَلْ رَهْمِيْ وَهَبِ الْعَبِيْدِ	بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَالْاَقْدَعِ
فَمَا كَانَ يَخْصَنُ وَلَا حَالِيْ	يَقُوْا قَانَ مَرْدَاسٍ فِيْ جَمْعِ
وَمَا كُنْتُ دُوْنِ اَمْرِيْ مِنْهَا	وَمَنْ نَقَصَ الْيَوْمَ لَا يُؤْفَقْ

یہ ان وقتوں کے مولفۃ القلوب اسی قسم کے تھے جیسے ہماری ہرگز میں امیر عبدالرحمن خاں اور فریڈریشٹس (علاقہ جات سرحدی) کے جرگے۔ اس تالیف قلوب کے یہ معنی ہرگز نہ تھے کہ

اے تم کو بھلی ہو سکنی رسول کی مثال ۱۷ سالہ جانور اگر رسول ہر بات میں تمہارا کہا ماسے تو تم کو مشکل ٹھہرائے گی ۱۸ سالہ کیا امیر اور میرے گھوڑے کا حصہ آپ عیدناؤں اور غزاع کو دیتے ہیں حلال کرنے تو ان دونوں کے باپ ہمارے باپ سے کسی کام میں ٹبھے ہوتے تھے اور نہ میں ان میں سے کسی سے ہیٹھا ہوں اور جس کو آج آپ ہیٹھا کریں گے وہ کبھی شہر شاکس کا ۱۸

پیر صاحب ان کے ساتھ کسی طرح کی مذہبی رعایت کرتے تھے۔ ایسی رعایت کی جاتی تو وہ داخل
 مداخلت ہوتی جس کی سخت ممانعت تھی غرض تالیفِ قلوب کا تو مضائقہ نہیں لیکن یہ پیر
 و گریو کارروائی۔ یہ بھتہ تہقیری جس پر میں معترف ہوں تالیف نہیں ہو۔ بلکہ کھلی کھلی
 مداخلت ہر قطع نظر ازیں کہ مداخلت دلیل ضعف ہو۔ وہ حقیقت میں دشمن کا قتل میں پالنا
 اور اپنے پاؤں میں آپ گلہاڑی مارنا ہو۔ اور پھر مداخلت سے ہوتا بھی کیا ہو۔ اور ہونا بھی کیا ہو۔
 اگر سید احمد خاں قرآن کا جاس بھی پسین کر انہیں تو جو پیر پوڈ ڈھلے سے بدگمان ہیں وہ اُن کی ایک
 دام فریب سمجھیں گے اور سمجھتے ہیں اور جو نیولی کنورڈ (مصدقہ ان جدید) تھے اُن کے عقائد میں تزلزل آتا
 جاتا ہے سوالگ ہم کو تو لارڈ مکا کے کی وہ ادا بند ہے کہ جب نیوز (ڈیسوں) کو قیلم دینے کا مسئلہ پیش ہوا
 تو اس فیاض دل اور نیک دل نے دو ٹوک بات کہ دی کہ اگر ان کو مفید تعلیم دینی منظور ہو تو ان کو انگریزی
 پڑھاؤ اور وہ علوم پڑھاؤ جو یورپ میں پڑھائے جاتے ہیں اور اس گاڑی کو میرے حوالے کرو کہ
 میں اس کی چلا کر دکھا دوں۔ اور اگر ان کو ایشیائی تعلیم کی بھول بھلیاں میں جھٹکانا ہو تو میرا کانشنس
 (ایمان) اس کو جائز نہیں رکھتا میں اس کو چھوڑوں گا بھی تو نہیں۔ کانگریس والے نہ مانیں تو اس
 ہسٹ و ہری کا علاج نہیں۔ مگر ہم کو تو خوشامد کے طور پر نہیں بلکہ ظاہر حق کے طور پر ہسٹ و ہری
 یَشْكُرُ النَّاسَ فَلَمْ يَشْكُرِ اللَّهُ (جو شخص انسان کا شکر گزار نہ ہو وہ خدا کا شکر گزار کیا ہوگا) کنا پڑتا ہو کہ
 ہندوستان پر انگریزوں کی کیوں کہوں کہ خوشامد پڑھوں ہو۔ انگریزی عملداری کے بے شمار احسان
 ہیں۔ ریل اور تار برقی اور ڈاک اور ٹیلیگراف اور ٹرکس اور نہریں اور مدارس اور شفا خانے اور کیا اور کیا
 وَإِنْ نَعْلَمِ أَنْ نَعْمَاءُ اللَّهِ لَا تَحْصُوهُوَ (اگر خدا کی نعمتوں کو گنا چاہو تو نہیں گن سکو گے) لیکن سب میں
 بڑا احسان وہی تھا جو لارڈ مکا کے ہم ہندوستانیوں پر کر گیا۔ وہ ہمارے لیے تمام دنیاوی برکتوں کو
 شہر اور سر زمین (یعنی) اوچھم کر گیا ہے۔ بشرطیکہ ہم آنکھ بند کر کے اُس کی بنائی ہوئی سڑک پر چلے جائیں۔
 ہم چلتے ہیں یا یوں کہو کہ گورنمنٹ ہم کو اُسی رستے ہانکتی ہے لیکن ایشیا ملک تعلیم کی ملک ہمارے
 سروں سے نہیں گئی ہم بھی اس کو مذہبی حیلے اور کبھی شیش نیلا کی یادگار کے بہانے سے تازہ کرتے

رہتے ہیں اور ان دونوں تعلیموں میں رقابت کا سامنا ہو سکتا ہے

ہم اور رقیب ہرگز یک جا ہم نہ ہوں گے | ہم ہوں گے وہ نہ ہوں گے وہ ہوں گے ہم نہ ہوں گے

میں مسلمانوں کو لگتا جیسا کہ آدھا تیرا آدھی بیٹیہ تعلیم کی طرف بہت راغب دیکھتا ہوں۔ اور یہ آثار کچھ اچھے نہیں۔ اور افسوس یہ ہے کہ اگر میری رائے غلطی نہیں کرتی تو یہ کافر نس مسلمانوں کی ہاں میں ہاں ملاتا رہتا ہی یہ سچ ہے کہ مسلمانوں کو نئے طور کی تعلیم سے اگلی سی نفرت نہیں لیکن نفرت نہیں تو شوق و رغبت بھی نہیں۔ اور تعلیم کا جو رنگ اس وقت ہوا اس کے اعتبار سے میں کہہ سکتا ہوں کہ ہونا چاہیے بھی نہیں۔ کیوں کہ شوق و رغبت متفرع ہو انڈیو سمنٹ (درغیب) ہر ہمارے ان بچکار طالب العلوم کو لے کر ایک انڈیو سمنٹ نوکری کا اور اس کا ناکافی ہونا انظر من لشنسنا وجودیکہ بچے کو یہ بات معلوم ہو تو تنگی معاش لوگوں کو مجبور کرتی ہے کہ امید ہو ہم پر اپنے جگر گوشوں سے تعلیم کی مصیبتیں اٹھوائے ہیں پشین گوئی اس سے زیادہ صحیح نہیں ہو سکتی کہ تعلیم کے متعلق بری انگلیشن دیکس نے عود مدرس اگر شروع نہیں ہوا تو انگریزی بیسیوں صدی کے غالباً پہلے ہی راج میں ضرور شروع ہو جائے گا۔ کیا مشکل کی بات ہو کہ ایک طرف تو ترغیب سے تقریص سے تطبیع سے افہام و تفہیم سے تعبیر و تحقیق سے لوگوں کو تعلیم پر مجبور کیا جاتا ہو اور دوسری طرف کیا حکام کیا فارمر کیا واعظ کیا صاحب سب کے سب طالب العلوم کو الزام دیتے ہیں کہ یہ احمق صرف نوکری کی امید سے پڑھتے ہیں۔ تعلیم جو دی جاتی ہے نوکری کے سوا اسے اور کسی مصرف کی ہی بھی؟ اگر یہ تعلیم اور کسی مصرف کی ہوتی تو کسی ایک تعلیم یافتہ نے کچھ کر کے دکھایا ہوتا۔ اور جب کسی نے کچھ کر کے نہیں دکھایا تو معلوم ہوا کہ یہ تعلیم نوکری کے سوا کچھ اور کرنے کے لیے طالب العلوم کو طیار نہیں کرتی۔ پس ایسی صورتوں میں اگر صرف نوکری طالب العلوم کا ایٹم نصب الحین و مقصد ہو تو الزام کی کیا بات ہے

در میان قہر و ریختہ بندم کردہ | بازمی گوئی کہ دامن ترکمن شیار باش

میں گورنمنٹ کے کسی انتظام کو اتنا ناقص و قابل اعتراض نہیں پاتا۔ جتنا انتظام تعلیم کو تمام تعلیم کو گورنمنٹ نے اپنی ٹٹھی میں سے رکھا ہے۔ اور جب رعایا کو آپ اپنی تعلیم کے سنبھالنے کا سلیقہ نہ ہو تو

بلاشبہ گورنمنٹ کا فرض ہے کہ وہ تعلیم کا انتظام کرے۔ لیکن گورنمنٹ نے جو کچھ اب تک کیا ہے اس کا
 نتیجہ تو یہ ہے کہ کچھ لوگ نوکریاں پا گئے ہیں اور وہ اپنی جگہ خوش بھی ہیں اور اکثر بے معاش پڑے پھرتے
 ہیں۔ نوکری ملتی نہیں اور سوائے نوکری کے نہ ان سے کوئی کام ہو سکتا اور نہ ان کو کوئی کام آتا
 ہے۔ یہ لوگ تعلیم کے بڑے خطرناک نتیجے ہیں۔ وہ اپنی ذاتی ناکامیوں کو گورنمنٹ کا منظر قیام قرار دے کر
 ملک میں عام ناراضا مندی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں جس کو تحسید بغاوت کہا جاسکتا ہے۔
 اشاعتِ تعلیم کے لیے جتنی کوششیں کی جاتی ہیں سب ایک طرف اور ان لوگوں کا نمونہ عبرت
 ایک طرف۔ فارسی خواں ناکاموں کے لیے ایک ہندی دوہا مشہور تھا۔

پڑھیں فارسی بھی نہیں سیکھیں	یہ دیکھو قدرت کے کھیل
-----------------------------	-----------------------

اب انگریزی خواں ناکاموں کے لیے ایسا ہی کوئی دوہا بن گیا ہو گا۔ یا نہیں بنا تو اب بن جائے گا۔
 مگر ابھی تک تو سننے میں نہیں آیا۔ جب تعلیم کی یہ حالت ہو تو میں نہیں سمجھتا کہ کانفرنس کس مرض کی
 دوا ہے۔ تعلیم تو ٹھیکری گورنمنٹ کے قبضہ قدرت میں کہ جو سٹینڈرڈ (معیار) وہ قرار دے وہی سٹینڈرڈ
 اور جو کورس (نصابِ تعلیم) وہ تجویز کرے وہی کورس۔ کانفرنس بہت کرے تو مسلمانوں کو گھیر گھار
 کر اس تعلیم کی طرف لائے تو پھر وہی دورِ بطنی لازم آیا۔ کانفرنس اگر تعلیم و جد کے نقصانوں کو دور
 نہ کر سکے تو وہ ایک باڈی (جماعت) ہو جائے گا محض۔ اس احاطہ میں مسلمانوں کے شوق و رغبت کا
 اندازہ طالبِ علموں کے شمار اور ان کے نتیجہ امتحان اور بوڈنگ ہوسوں کے خالی بھرے ہونے
 سے کیا جاتا ہو گا اور میں مسلمانوں کے شوق و رغبت کا اندازہ اسی کانفرنس سے کرتا ہوں اور
 دیکھتا ہوں کہ پانی کے بتا سے کی طرح بیٹھا چلا جا رہا ہو جس طرح علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گرتے گرتے
 کلج کا سب سر و نیٹ آرگن (آئہ سلوع) ہو کر رہ گیا ہے جیسے وہ دن دکھائی دے رہا ہے کہ یہ کانفرنس بھی
 سستے سستے گھٹنے گھٹنے آخر کار کالے گڑے سٹیوں میں دوڑ جائے گا جھک و حقیقت میں تعلیم کی نسبت اپنے خیالات کا
 ظاہر کرنا مقصود تھا۔ اور میں نے کوئی نئی بات نہیں کہی۔ یہ وہی باتیں ہیں جو بار بار کہی جا چکی ہیں۔
 مگر ہاں سید احمد خاں کے حالات سے میں نے اس مرتبہ زیادہ تعریف کیا ہے۔ اس واسطے کہ

سید احمد خاں کے حالات اور تعلیم اور کانفرنس اور مسلمانوں کی رفاہی اصلاح حال یہ کل مقایسہ
ایسے ایک دوسرے میں مشتبک اور گڈ ٹڈ ہیں کہ کوئی اور شخص ان مضامین کو ایک دوسرے سے
جدا کر کے بیان کرنے پر قادر ہو تو ہو میں تو نہیں ہوں بے شک میں نے سید احمد خاں کی مخالفت
کی ہو اور مخالفت بھی کی ہو تو شاید بڑی طرح تو کیا مجھ کو اس مخالف کے لئے مندرت کرنی چاہیے اگر میں سمجھوں
کہ سید احمد خاں مجھ سے مندرت کے متوقع ہوں گے تو پہلا آدمی جو منصب رفاہی سے ان کے
معزول کیے جانے کی رائے دے میں ہوں کیا ہو سکتا ہو کہ یہ ہم کو آزادی رائے سکھائیں اور جب
وہ آزادی ان کے مقابلے میں لائی جائے تو بڑا بانیں۔ ہائے ہائے یہی تو وہ صفت تھی جو ہم میں سے
نکل گئی ہو۔ اور اسی کے نکل جانے کی وجہ سے ہم مسلمان اس رفو بد کو بھینچے ہیں۔ معاویہ کی نسبت
کسی کتاب میں نظر پڑے گا کہ دَحْلُ يَقُولُ لِمَعَاوِيَةَ وَاللَّهِ تَسْقِيْتُمْ بِهَا مَعَاوِيَةَ أَوْ
لَتَقُوْا مَتَّكًا فَكَانَ يَقُوْلُ بِهٖ يَقُوْلُ الْقَائِلُ بِالْحَشَبِ يَقُوْلُ مَعَاوِيَةُ اِذَا النَّسْتَقِيْمُ
سو میں نے بھی سید احمد خاں کے مقابلے میں ان شریعہ کے مسلمانوں کی نقل سی کی ہو

دل میں ہمارے بات کا آنا ہو شرط پھر	سر جائے یا رہے نہ رہیں پر کے بغیر
------------------------------------	-----------------------------------

میں نے اب تک تعلیم کی کچھ کا ڈارک سائیڈ رخ روشن نہیں کواں دکھایا ہو لیکن رخ
عیب می جملہ گفتی ہنرش نیز بگو
اس کا ایک برائٹ سائیڈ رخ روشن بھی ہو۔ اور اگر اُس کو نہ دکھاؤں تو تعلیم کا بڑا بھاری حق میری
گردن پر رہ جائے گا۔ اور بجائے دال علی الخیر ہونے کے میں اپنے تئیں متاع الخیر سمجھوں گا۔ بے شک
تعلیم کی حالت بہت ہی ہو پلاس (نامید ہو) مگر وہ اسی سبب سے ہو پلاس معلوم ہوتی ہو کہ
پختہ (تعلیم) کو ٹینڈر ڈو قرار دیں اور جو کام جیٹیشنڈ (نسلوں) میں ہونے کے ہیں۔ ان کو ایک دن
بلکہ ایک گھنٹے میں پورا کرنا چاہیں ہم اپنی حالت کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اعلیٰ یورپ کے ساتھ یعنی ایک
ایک شخص معاویہ سے لکھ رہا تھا قسم خالی یا تو تم خود سیدھے ہو جاؤ یا تم کو ہم آپ سیدھا کریں گے معاویہ نے کہا کچھ
وہ بلا لکڑی سے معاویہ بوسے خیر تو ہم سیدھے ہو جائیں گے۔ ۱۲۔

بتدی ایجوکان کا ایک منہسی منارغ تحصیل کے ساتھ یا ایک پیادہ پا کا اکسپرس ذمہ داری
 تیز رفتار ریل کے سوار کے ساتھ۔ اگر اہل یورپ کے مقابلے میں بیٹے ہونے کی وجہ سے ہم تعلیم سے
 بے دل ہوں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ہم تجارت۔ حرفت۔ صنعت۔ فلاحیت وغیرہ وغیرہ۔
 غرض دنیا کے سب کاموں کو چھوڑ بیٹھیں۔ ابھی حال میں میں نے کسی اخبار میں پڑھا کہ ولایت
 کے اخبار ٹائمز نے جو اپنے خاص خاص کارسائڈ ٹیٹوں کی اُجرت مقرر کر رکھی ہے۔ اس کا سالانہ
 بجٹ کچھ اوپر ساڑھے چار لاکھ روپیہ کا ہوتا ہے اور یورپ میں ایسے کسی اخبار میں جو آمدنی میں ٹائمز
 کے ہم پلہ ہیں۔ یہاں سارے ہندوستان کے اخباروں کو اب سے سیکڑوں برس تک بھی یہ
 بات نصیب ہونے والی نہیں۔ یہ اخبار کا تذکرہ میں نے اتفاقاً طور پر کر دیا کہ فی الوقت ایک بات یاد
 آگئی۔ ورنہ دولت اور ایساجار اور ہنرمندی کے متعلق یورپ کی ایسی بے شمار باتیں ہیں کہ ان میں سے
 ایک چھوٹی سی بات بھی بیان کی جائے تو یہاں کے لوگوں کو اذیت لیلہ کی حکایت معلوم ہو فرمیں
 دل سے بتائی ہوئی ہم تو ایسے گئے گزرے ہیں کہ یورپ کے مقابلے میں ہماری کچھ ہستی ہی نہیں
 یہ انسان کی ایک نچرل بات ہے کہ جب وہ اپنے اپنا بنائے جلس میں کسی کو اپنے سے بہتر حالت میں دیکھتا
 ہو تو اس کو اپنی حالت سے ایک طرح کی بے دلی پیدا ہوتی ہے اور بے دلی کے دو بیج ہوتے ہیں یا تو وہ
 اپنی حالت کے بہتر کرنے کی کوشش کرتا ہو اور ایسے لوگ کم ہیں۔ اور یا وہ ہمت ہار کر کابل و بیکار
 ہو جاتا ہو اور ایسے بہت ہیں۔ اور اسی مصیبت سے شارع تعلیم یہ کہ اگر تم شکر گزار بہت سے بننا
 چاہتے ہو تو ہمیشہ اپنے سے خیر تر حالت پر نظر رکھو۔ لیکن میں تعلیم کے متعلق سٹوڈنٹس (طلبہ) کو وائٹس
 (حاضرین) میں جگہ الگ پہچان پڑتے ہیں یہی نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے سے بہتر حالت کے لوگوں کو
 دیکھو یعنی اہل یورپ کو اور اپنی حالت کے بہتر کرنے کی کوشش کرو۔ یورپ ہی دو چار دین میں
 برس میں یورپ نہیں ہو گیا۔ روم واز لوٹ بلٹ ان اے ٹیے (شہر روم ایک دن میں تو نہیں بن گیا
 تھا) بلکہ اس کی صدیوں کی نہیں تو ڈیڑھ ہونے دو صدی کی کوششوں کے نتیجے ہوتے ہیں شک بھی نہیں۔
 پس ہم کو قبول ٹھیکے کو آمدی کی سیر شدہ ہی ہاڑ پڑانے اور بے دل ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس ضمن میں کو

حکیم سنائی نے کمال فصاحت و بلاغت کے ساتھ نہایت مختصر مگر جامع الفاظ میں ادا کیا ہے۔ اس میں وہ نفیس قطعہ آپ صاحبوں کو ٹھہ کر سناتا ہوں۔ قطعہ

قرن ہا باید کہ تیاک کو فکے از لطیف طبع سال ہا باید کہ تیاک سنگ صلی ز آفتاب ماہ ہا باید کہ تیاک مشت پیم از پشت پیش ہفتہ ہا باید کہ تیاک پنبہ از آب و گل روز ہا باید کشیدن انتظار بے شمار	عاقلے کامل شود یا فاضلے صاحب سخن لعل گردد در دین خشاں یا عقیق زندگین صوفیے را خرقہ گرد دیا حمارے رارسن شاہدے را حلقہ گرد دیا شہیدے اکفن تا کہ در جوف صدف باران شود در بدن
---	---

یورپ کی ہم سہری کا خیال تو بیہودہ سہری ہو کیوں کہ یورپ ہمارے حسابوں منزل مقصود تک پہنچ گیا ہے اور ہم کو سینکڑوں برس کی مسافت طے کرنی ہے۔ مگر یوں ہم اپنی ابتدائی حالت کے لحاظ سے تعلیم میں بھی ایسے بُرے نہیں ہیں کہ ماسٹر بک ہم کو یو آئیڈل بواے (مست شست لڑکوں کو کہہ کر خطاب کریں۔ چاہے پلاسی کی لڑائی سمجھو یا اس سے بھی پہلے کی کوئی تاریخ پھیر لو۔ مگر ہم تو ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد انگریزی عملداری کا آغاز شمار کرتے ہیں۔ اور واقع میں جس کو انگریزی عملداری کی بنا چاہیے اُس کا آغاز نذر کے بعد سے ہی ہوا ہے ورنہ نذر سے پہلے تو ایک جماعت تاجران کی عملداری تھی۔ غرض ان میں تین برس کے عرصہ میں ہم نے یہ کچھ کر لیا تو ہم کو شاہنشاہ ملنی چاہیے تعلیم کی افتاد اگر بہت اچھی نہیں تو بہت بُری بھی نہیں۔ بُری تو ہوتی اور بہت بُری ہوتی اگر علی گڑھ کلج نہ ہوتا یعنی خدا نخواستہ سید احمد خاں نہ ہوتے پڑھائی تو جیسی اور کالجوں کی ویسی علی گڑھ کالج کی اور جب گورنمنٹ اور مذہب و دور رس کشنر (مانع و مزاحم) ہمارا کلا گھونٹتے رہتے ہیں تو ہم سے اور توقع بھی کیا کی جاسکتی ہے

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند	آنچہ استاد ازل گفت ہماں می گویم
مگر کچھ بھی سر سید احمد خاں کا الفلوس (اثر و اقتدار) ان ڈاکٹر ٹلی (تالوا سلطہ) اپنا کام کر رہا ہے ان ڈاکٹر ٹلی میں نے اس واسطے کہا کہ یوں دیکھئے تو کالج کے تعلق کوئی انتظام اُسکے سبب سولی (بلا شرکت بغیر سے) سید احمد خاں کے اختیار میں نہیں ہر کام کی جدوجہد اکیسیاں ہیں اور کیسیوں کے ذوالبط	

مقرر ہیں۔ اُن کے مطابق مبراں کٹی کارروائی کرتے ہیں مگر ہم تو سید احمد خاں ہی کو کالج کا الفا
اور او میگا یعنی ابتدا و انتہا یا ہمہ اوست سمجھتے ہیں اور یہ بھی یوں ہی ع
خود کوزہ و خود کوزہ گو خود گل کوزہ

لیکن کیا سید احمد خاں دوسرے کو دخل دینے میں مضائقہ کرتے ہیں سحاشاد کلا۔ بلکہ وہ دیکھتے
ہیں کہ جو لوگ ان کے اعوان و انصار ہونے کا دم بھرتے ہیں۔ اُن میں بھی محدود چیزیں ہیں جن کو سچے دل
سے اس درد سر کے اپنے ذمے لینے کا شوق ہو اور شوق کے ساتھ اہلیت اور صلاحیت بھی ہو یہی اصل
ہم اس ناشدنی بھوٹ کی جواب سے چند برس پہلے سید احمد خاں کے کیمپ میں ظاہر ہوئی تھی۔
سید احمد خاں سے بڑھ کر اور کس کو اس کی تمنا ہو سکتی ہو کہ یہ گھر وندا اور اُس غایت پر نظر کرتے جو
سید احمد خاں کو مد نظر ہو یہ گھر وندا نہیں تو کیا ہو۔ غرض سید احمد خاں سے بڑھ کر اور کس کو اس کی تمنا
ہو سکتی ہو کہ یہ گھر وندا اُن کے ساتھ مٹی میں مل نہ جائے مگر جب کوئی سہارا لگانے کی ہامی نہیں بھرتا تو
بے چارہ بوڑھا اکیلا اس عمر میں اپنی ہڈیاں سل رہا ہو۔

اسب میں ایسی چند باتیں بیان کر دوں گا۔ جن کی وجہ سے میں علی گڑھ کالج کو عزیز رکھتا ہوں اور چاہتا ہوں
کہ اور لوگ بھی خصوصاً مسلمان اس کی قدر و وقعت کریں۔ کیوں کہ اس وقت قومی خیر خواہی ایسی مختصر
ہو کہ مسلمان تعلیم پائیں اور تعلیم بھی پائیں اسی علی گڑھ کالج میں پہلا سبق جو مسلمانوں کو اس کالج سے سیکھنا
چاہیے وہ سلف ہلپ (اپنی مدد آپ کرو) کا سبق ہو یہ سبق ترقی کا پہلا سٹپ (قدم) ہو میں اس
کالج کو اس شیخی کے نظر سے نہیں دیکھتا کہ یہ ہم مسلمانوں کا کیا ہوا کام ہو۔ مگر ہاں کالج کو دیکھ کر اس وجہ
سے خوش ہوتا ہوں کہ مسلمانوں نے سلف ہلپ کے رستے میں پہلا قدم رکھا ہو۔ اس سے دو مطلب
نکلنے ہیں ایک یہ کہ مسلمانوں نے اپنے تئیں محتاج مدد گھا اور دوسرے یہ کہ اپنی مدد آپ کی۔ یہی
در خیال اگر خدا مسلمانوں کے دلوں میں راسخ کر دے تو دنیا میں وہ کون سا کام ہو جو مسلمان
نہیں کر سکتے۔ پھر نظر ظاہر ہیں میں یہ کالج بھی ایک ایجوکیشنل انسٹیٹیوشن ہو اور ایسے کئی انسٹیٹیوشن پیش
آئی ہیں مگر سب پرے ہیں اور اب تو یہ دکھا سب کو معلوم ہو گیا ہو کہ انگریزوں کو دامن میں لانے کا یہ سب

آسان بیٹ (داندہ دام) ہو کہ چار لوٹ سے گھیر کر ایک سکول جاری کر دیا کاکڑ ٹوٹی کشتہ کا بلالینا تو کچھ بات نہیں ممکن ہو کہ ان سے کوئی بڑی مصلیٰ آ پھنسے۔ بے شک پڑھائی کے اعتبار سے تو یہی حال ہو جیسا کہ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ ہم کوئی اور سٹیڈیڈ نہیں ٹھہرا سکتے۔ کوئی دوسرا کورس نہیں تجویز کر سکتے لیکن کورس کے علاوہ ایک اشراقی طور کی تعلیم خاص کر اس کالج میں اور صرف اسی کالج میں دی جاتی ہو جس کے ذریعے سے سید احمد خاں طالب علموں کو اپنے طور کا بناتے ہیں۔ مذہبی عقائد میں نہیں بلکہ ان صفتوں میں جن کے بدون امن ماند میں کوئی آدمی جھٹلین ہو نہیں سکتا۔ قسم کھانے کی بات ہو کہ سید احمد خاں نہ اپنے عقائد کو کسی پرفورس دہبرہ کرتے اور نہ فورس کر سکتے۔ مگر نقص انگیزی بے شائبہ تعلیم مذہبی طلبہ میں مذہب کی طرف سے شکوک پیدا کرے تو اس میں سید احمد خاں کا کیا دوش ہو کیا تم سمجھتے ہو کہ پادری اور پادریوں کی مذہبی تعلیم اور ان کا پرہیزگار (وعظ) یہ چیزیں طلبہ کو عقائد سے متزلزل کرتی ہیں میں کہتا ہوں۔ انگیزی نقوش چاہے ان میں حساب اور جغرافیہ اور تاریخ ہی کیوں نہ ہو مذہب سے متزلزل کرنے کے لئے کافی ہیں۔ اگر سید احمد خاں طلبہ کو نیچری بنانے کی کوشش کریں تو ہم مسلمانوں کو ان کا شکر گزار ہونا چاہیے کیونکہ رط کے اگر نیچری مسلمان نہ ہوں گے تو وہ لاندہب ہوں گے یا کر شان کو کسی سکول میں جانیں گو کوئی مذہبی کتاب نہ دیکھنے پائیں۔

لفظ قسطنطنیہ کی پورٹی فیشن، تعریف بیان کرنے کو تو بڑا وقت درکار ہو اور میں اپنے میں اتنی قابلیت بھی نہیں دیکھتا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ مستیع ذات کمالیہ انسانی میں قسطنطنیہ کا سنس آجاتا ہو۔ گیم خوشی بروں می برد مروج کی قسم کے لوگوں سے ہماری کار برآری نہیں ہو سکتی اگرچہ ہم مسلمانوں میں ایسے بھی کم ہیں ہم کو دور کاریں دین سہی می کند کہ بغیر و غریق را کے ٹاپ کے آدمی اور ایسے لوگ طیار ہوں گے تو اسی کالج سے طیار ہوں گے کیوں کہ یہاں اور صرف یہاں اس کا انتظام کیا جاتا ہو جب کہ دوسرے انسٹیٹیوشنوں میں اس کی ضرورت ہی تسلیم نہیں کی گئی اس واسطے کہ کورس سے خارج ہو۔ یہ بات کہ علی کالج طالب علموں کو ملی ہے۔ ایم اے کے علاوہ قسطنطنیہ بھی بنانا ہے

اس کے متعدد شواہد موجود ہیں امتحان میں انٹرنس سے اور عمر میں ٹینئر سے متجاوز نہیں ہوتے اور یہاں کے طالب العلم ان فکروں میں لگے ہیں کہ ننھے ننھے ہاتھوں سے چھوٹی چھوٹی چندوں کی تھوڑی تھوڑی رقمیں جمع کر کے ایک فنڈ بنادیں جو بے مقصد ورلڈکوں کو سپورٹ (تملقل) کرے یہ وہ لیاقت ہو کہ آکسفورڈ اور ہارڈنبرگ کی یونیورسٹیوں کی ڈگریوں کو لے کر ان پر سے قربان کر کے پھینک دیا جائے۔ اگر گورنمنٹ ان باتوں پر نظر نہیں کرتی تو کچھ پروانہ نہیں افسوس یہ ہو کہ پبلک کی آنکھوں پر بھی خدا نے پردہ ڈال دیا ہو۔ ورنہ پڑھنے والے لڑکے اور علی گڑھ کالج میں نہ ہوں اس کے معنی کیا یہ تو میں نے مثال کے طور پر ایک بات بیان کی شے نمونہ از خروار سے ورنہ کوئی آدمی کالج میں کہہ کر پورے دن کے ضبط اوقات کو مختص نہ دیکھے تو جانے کہ کیوں کر یہ لڑکے خوش دلی اور چالاک کے ساتھ پڑھنے لکھنے میں مشغول رہتے ہیں ہم ٹیوٹریز میں غلط فہمی یہ واقع ہو کہ دن بھر کتاب کے رٹے رہنے کو شرط طالب علمی قرار دے رکھا ہو اس طرح کی طالب علمی کرنے والوں میں ایک میں بھی ہوں۔ دن کا تو کیا حساب دن بچے یا دہائیں کہ زمان طالب علمی میں نہیں کسی ایک رات تین دن بھر کسو یا ہوں میں سکا اڑھپا ہونے بیچے ایک چوکیدار کو چند پیسے مہینا دیا کرتا تھا کہ وہ چکورات کے دو بجے کتاب دینی کے لیے جگا دے۔ میں گرمیوں میں مکان کے اندر گھٹ اور جاڑوں میں باہر صحن میں بیٹھ کر کتاب دیکھتا تھا تاکہ سونہ جاؤں مجھ کو کتنی قسم کے عطشے اور ٹپکے معلوم تھے اور اگر میں سمجھتا کہ اس طرح کی طالب علمی علی گڑھ کے طالب علموں کے حق میں مفید ہوگی تو یقیناً جانوں میں ان لٹکوں کے بتا دینے میں دریغ نہ کرتا غرض مجھ کو کتنی قسم کے عطشے اور ٹپکے معلوم تھے اور اب میں خیال کرتا ہوں کہ غالباً اسی آل ورک اینڈ نو پلے دکام ہی کا طرد کھیل نہیں کا پتہ ہوا ہو تو عجیب نہیں کہ ساری عمر مجھے ریاضی نہ آئی ایک زمانے میں شطرنج کھیلا کرتا تھا تو ہمیشہ ماتیں کھاتا۔ بڑے دینے کو بڑی جیت جیتتا ہندوستانیوں کے ذہنوں میں یہ غلط خیال ایسا جما ہوا ہے کہ اگر کھیل کو کپلسری (جبری) نہ کیا جائے تو یہ خالی بیٹھے رہیں اور دوڑ دھوپ کے نام گھر سے باہر پاؤں نہ نکالیں ایسے قدر ناشناسوں سے توقع رکھنی فضول ہو کہ یہ علی گڑھ کالج کے ٹیم (کھیلے) والوں کی

جماعت کی داد دیں گے۔ مگر ایک وقت آنے والا ہوا اور اُس کو دور دیکھو کہ آج جن پر لعنت کی جاتی ہو ان کے عرس ہو کریں گے۔ اور ہر ایک بات جس پر اعتراض کیا جاتا ہو دستور العمل ٹھہرائی جائے گی اور کاش میں اُس وقت کے دیکھنے کے لیے زندہ رہوں۔ اور تم سب بھی خیر تو علی گڑھ کالج کی پکیر میں رہو۔ خطا اُنص ہیں ایک پکیو لیو بیٹھی بھی ہو کہ ایسے کھیل جن سے تو اسے دماغی شگفتہ اور جسم شست و چالاک اور ندرستی نہ شور دیتا تھا، اور سیکور محفوظ ہو یہاں کے روٹین سلسلہ درس میں داخل ہیں۔ اور ان پر ویسی ہی توجہ کی جاتی ہے جیسی تعلیم کتابی پر علی گڑھ کالج کے نقصان میں سے ایک بڑا مفید اور بڑا بکار آمد یہاں کے طلبہ کا ڈیٹنگ (بحث مباحث) کلب ہے۔ جہاں یہ لوگ جمع ہو کر گویائی کی مشق بہم پہنچاتے۔ استدلال و رد و قیج حاضر جوابی یعنی داب مناظرہ سیکھتے اور اہم معاملات میں رائے زنی کرنے کی عادت کرتے ہیں۔ یہی حاصل تمام تعلیم کا تعلیم پھوری منصوبہ ہے اور یہی اس کا پیکٹس (عمل) اور جب میں ایسی باتوں پر نظر کرتا ہوں تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ علی گڑھ کالج کے ہوتے لوگ اپنے بچوں کو دوسری جگہ کیوں پڑھواتے اور کیوں پڑھتے داسے دوسری جگہ پڑھتے ہیں۔ پڑھواتے ہو اور پڑھتے ہو تو یہاں پڑھو اور یہاں پڑھو۔ ورنہ امتحان بھی پاس کر لو گے ڈگری بھی مل جائے گی اور شاید کوئی مقول نوکری بھی۔ غرض اشرفی ہو جاوے گے۔ مگر ٹکسالی نہیں۔ وثیقہ کمال آگے میگزینسٹریٹ نہیں ۵

اگرچہ شیخ نے ڈاڑھی پڑھائی سن کی سی	مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی
------------------------------------	---------------------------------

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ تعلیم تو اور جگہ بھی ہوتی ہے مگر تربیت جو نتیجہ اور حاصل تعلیم ہے وہ یہیں ہوتی ہے اور اس میں ابھی حال میں پنجاب کے لفٹنٹ گورنر صاحب نے طالب علموں کو بڑی عمدہ نصیحت کی ہے جنہیں کانگریس کی شکرستے تحریر ہیں اور واقع میں کنشیل کانگریس کا انعقاد خود غرضی اور نفاذیت پر مبنی ہو یا نہ ہو اور اُس کا یہ نتیجہ درست ہو یا نہ ہو اور اُس کی غرض و غایت ممکن الحصول ہو یا نہ ہو لیکن اس سے تو کسی کو انگریز کنشیل کانگریس میں نظم و نسق ملک کے متعلق ایسے پیچیدہ اور اہم مطالب پیش ہوتے ہیں کہ ان میں رائے زنی کرنے کو بڑی عقل بڑی معلومات اور بڑی لیاقت درکار ہے اور طالب العلم اپنی جگہ کہتے ہی لائق ہوں۔

امید نہیں کہ ان شرطوں کو پورا کر سکیں تو نیشنل کانگریس میں شریک ہونے سے ایسے انڈی ناطری نا تجربہ کار
نوجوان بچے اس کے ملک کو فائدہ پہنچاتیں غالب یہ کہ نادان دوست کی طرح اُلٹا نقصان پہنچانے
کے باعث ہوں گے اور اپنا وقت عزیز مباحث لاطائل میں ضائع کرنے سے اتھانوں میں قیل یا
پھسڈی رہیں گے سوالگ۔ پس ان لوگوں کو خواجہ حافظ کے شعر سے بہتر اور کیا صلاح دی جاسکتی ہے

موز مصلحت ملک خسرواں دانست	اگداے گوشہ نشینی تو حافظا مخر و ش
----------------------------	-----------------------------------

شہر کے عذر کے دنوں میں جب باغیوں نے دہلی کے سرکاری میگزین کو لوٹا اور لوٹوایا تو بازاری
لوگوں میں کٹر کوئی بچا ہو گا جو کوئی نہ کوئی ہتیار جزائل بندوق طہنچہ اڑا کر نہ لے گیا ہو۔ ہمارے محلے میں
پنجابی کڑے کی ایک بڑی مشہور مسجد تھی۔ اُس میں بہت سے مجاہدین ابھرے تھے۔ اُن میں اکثر
باہر کے گوار تھے۔ اُس خدائی لشکر کے ریکروٹ سپاہیوں کا حال یہ تھا کہ نشانہ لگانا اور بندوق
چلانا کیسا ہیچاروں کو بھرنے کا طریقہ بھی معلوم نہ تھا۔ ان لوگوں کی بڑی بڑی جماعتیں دھاوا کرتے
کو جاتیں۔ شام کو فوج پاکرواپس آتے۔ اور یہی واپسی اُن کی فتح ہوتی تھی تو وہ چار دس پانچ آدمی خمی
بھی ہوتے لوگ جانتے کہ لڑائی میں زخمی ہوئے اور ان کی بڑی قدر و منزلت ہوتی۔ مگر وہ لڑائی کے
زخمی نہیں ہوتے تھے۔ وہ زخمی ہوتے تھے اس طرح پر کہ بندوق بھرنی چاہیے۔ مثلاً ایک ایچ ڈیٹھ ایچ
انھوں نے نادافقت کی وجہ سے (اور انڈی کی بندوق مشہور ہی ہے) بھر دی ایک بالشت سوا
بالشت۔ ادھر پانچ کرنے سے بندوق چٹٹی اودھر چٹٹی ہی تھی اپنی ہی طرف کے دو چار دس سپرہ جنگل وقت
آنگلوٹ گئے اور بندوق اپنے فرض ادا ہوئی۔ تو یہ مجاہدانگریزوں کو گالیاں دیتے کہ ان ایسے سیوں
نے اسی دن کے لیے یہ دھوکے کی بندوقیں بنا بنا کر رکھی تھیں یکا اشد دوشد۔ تو اگر طالب العلم نیشنل
کانگریس کے شریک ہوتے تو وہ ایسے ہی کچھ کار نمایاں کرتے جیسے عذر کے انڈی مجاہد کیا کرتے تھے۔
لیکن اگر پنجاب کے لاٹ صاحب کو علی گڑھ کالج کے ڈیٹنگ کلب کا حال معلوم کر دیا جائے تو وہ
غالباً ہمارے طالب العلموں کو مستثنیٰ کریں گے۔ لیکن ہم بچہ بھی اس رعایت کو دکھائیں (نامنظور)
اگریں گے دھتھینکس (لشکر گزاری) کیوں کہ ہم نیشنل کانگریس کو بڑے سوچ بچار کے بعد کٹھنم طرود

کر چکے ہیں۔ اور ہم اس رائے سے ایک ایچ کی قدر بھی تو ہٹنے والے نہیں **لَا تَقُولُوا لَكَ**
 کیا پنجاب کے لاٹ صاحب ہمارے کالج کے ساتھ ساتھ یہ خاص رعایت کرتے ہو گورنمنٹ ہمارے
 ساتھ اور بہت رعایتیں کرتی ہیں اس لئے کہ ہم نے اپنے تئیں ان کا مستحق ثابت کیا ہے۔ گورنمنٹ کو
 ہم پر پورا پورا اعتبار ہے۔ اور ہم سچے دل سے پورے پورے اس کے خیر خواہ ہیں اور یہ ہمارے
 کالج کا بڑا ایم (مقصود) ہے میں نے اس بات کو سٹرکچر (منظر و اعتراض) کے طور پر بیان کیا تھا کہ مروجہ
 تعلیم کلرکل تعلیم ہے یعنی لوگ نوکری کے لئے تیار کیے جاتے ہیں اور بس بے شک دور کے خیال سے
 تو تعلیم پر یہ اعتراض ضرور وارد ہوتا ہو اور جوں جوں زمانہ ترقی کرتا جائے گا اس تعلیم کا ناقص اور غیر
 مفید ہونا ثابت ہو اور ہو مگر ہم مسلمانوں کی حالت موجودہ کے لئے کافی اور مفید دونوں ہیں ہم لوگ
 نوکری ہی کو معاش پیدا کرنے کا معزز ذریعہ سمجھتے ہیں اور ہمارے اس خیال کے بدلنے کو مدتیں
 چاہیں۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ نوکری کو جس کے لئے ہم بنائے گئے ہیں اپنے لئے مولو (لا کر محفوظ)
 کر لیں اور ان لوگوں کو جن کا یہ کام نہیں۔ اور دوسرے پیشے اختیار کرنے میں ان کی طبیعتیں مضائقہ
 نہیں کرتیں اور نہ ان کو مضائقہ کرنا چاہیے نوکری میں نہ گھسنے دیں۔ یہ تعلیم کیسی ہی ناقص و ناتمام ہے
 اس میں اتنی خوبی تو ضرور ہو کہ آدمی کو ہر کارہ بنا دیتی ہے یہی پاپڑ ہم نے بھی پہنے ہیں اور قریب قریب
 اسی طرز پر تعلیم پائی ہے۔ فرق اگر تھا تو یہ کہ یہی علوم ہم کو ورنیکولر (زبان لکی) میں پڑھائے گئے۔ اور
 جب تک جنس لکے اس ورنیکولر کا افسوس کریں گے تو میں نے اپنے ساتھ کے طالب علموں کو دیکھا کہ
 مختلف کاموں میں مشغول ہوئے۔ مگر خدا کے فضل سے جو جس شان میں تھا یا اب ہو اپنے
 اقران میں مشاغل اور اشغال میں ممتاز رہا یہ کانفرنس اس وقت تو علی گڑھ کالج کی ہاں میں
 ملانے والا ہے۔ مگر یہ ایک جرم دینج ہے اگر ہم گیا تو آگے چل کر اس کا مزہ آئے گا۔ جب ملک تعلیم کی
 پوری پوری قدر کرنے لگے گا اور لوگ سمجھیں گے کہ زمانہ کس طرح کی تعلیم کا مستحق ہے۔ گورنمنٹ تعلیم
 سے دست بردار ہو بیٹھے گی اور لوگ تعلیم ادا کو ان کی پرورش کا جزو اعظم سمجھیں گے اور اس کا انتظام

تمام وکمال اپنے ہاتھ میں لیں گے۔ اُس وقت اور صرف اُسی وقت لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ہمارے
 بوڑھے رفارم سید احمد خاں کو بھی کتنی دور کی سوچھی تھی سید احمد خاں اور ان کے کامیابیٹ
 سٹاف کے ہوتے ہر ایک کا کام نہیں کہ یہاں کے طالب العلوم کو نصیحت کرنے یا کسی بات کی
 صلاح دینے کی جرات کرے کیوں کہ کسی نے سوچ کر کوئی بات نکالی بھی تو وہ دیکھ لے گا کہ اُس کے
 ذہن میں ہی اور یہاں اعلیٰ درآمد میں مگر مجھ کو تو یو کچھ کہنا ہی اپنی طرف سے کہ ہی گزروں گا یہی نہ
 کہ بات مکرر ہوگی اچھا اگر مکرر ہوگی بھی تو قند مکرر ایک اعتراض تو عموماً انگریزی خواں طالب العلوم
 کی طرز تعلیم میں ہی طالب اعلیٰ میں نے بھی کی ہی اور ہزاروں نہیں تو سینکڑوں کو طالب اعلیٰ کرتے
 دیکھا ہو مگر وہی پُرانی الیشیائی تعلیم یہ بات دوسری ہی کہ جو علوم ہم لوگ پڑھتے تھے وہ بے کار
 تھے یا بکار آمد مفید تھے یا نامفید مگر وہ ایک طرح کی طالب اعلیٰ تو تھی ہی۔ میں علم کا علم سے مقابلہ نہیں
 کرتا۔ بلکہ طرز تعلیم پر یکساں کر کے چاہتا ہوں۔ ہم لوگوں میں مطالعہ بڑی ضروری چیز سمجھا جاتا تھا۔
 یعنی اگلے سبق کو زور و طبیعت سے آپ نکالنا۔ اس میں ایسی زحمت ہوتی تھی کہ جس نے مطالعہ کیے
 ہیں۔ بس اُسی کا دل جاتا ہو گھنٹوں کتاب پر سر جھکا کے جھکائے گردن شل ہو ہو جاتی تھی۔ اور دماغ پر
 جو فشار پڑتا تھا بس اُس کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہو کہ دو گھنٹے کے اچھے زبردست مطالعے کے
 بعد طبیعت اس قدر خستہ ہو جاتی تھی کہ گو یا بڑی بھاری منزل طوک کے آتے ہیں۔ زحمت تو بڑی سخت
 تھی مگر ویسے ہی اس کے فائدے بھی تھے کسی فن کی ایک کتاب بھی اس طرح پڑھنے سے گزری تو بس
 جانو کہ اُس فن میں اچھا خاصہ عبور ہو گیا۔ استعداد جلد جلد بڑھتی تھی۔ مطالعہ کا پڑھا ہوا اس طرح ذہن
 نشین ہوتا تھا۔ جیسے نقش فی الحجر کہ برسوں کے بعد خیال کرو اور تازہ۔ میں دیکھتا ہوں تو انگریزی خواں
 میں مطالعہ کا دستور بالکل نہیں اور شاید اوور گریمسک اکثر اسباق کی وجہ سے اُن کو مطالع کی
 فرصت نہیں ملتی۔ مگر کچھ ہی سبب ہونی چاہیے کہ ان کی استعداد ڈیپ اور سوئڈ (غائر و عمیق) ہونے
 کے عوض شیلو اور سوپر فیشل سطحی و قشری ہوتی ہی نظر مطلب کے اطراف و جانب اور پروڈر اسٹیڈ گنڈ
 (غائر یعنی مالہ اور مانعہ پر) اس لئے نہیں کرتی۔ اور خود مجھ کو بار بار اس کا تجربہ ہوا ہے۔ بے شک اس میں سیل

اکیس پندرہ مستثنیات لایق اعزاز، بھی ہوں گے۔ اور ضرور ہوں گے مگر لایق اعزاز کے الکل چھوڑ
 بچوں کو انکی پودا کر چلنا سکھاتے ہیں۔ اور اس سے بہت بہتر وہ طریقہ ہے کہ لکڑی کے ایک چوکھٹے میں
 جس کو عورت عام میں گھڑولنا کہتے ہیں پیسے لگا کر اس کے سہارے سے بچے کو کھڑا کر دیتے ہیں۔ چوکھٹا آگے
 کوڑکھتا ہو اور بچے کو خود بخود پاؤں اٹھانے پڑتے ہیں غرض یہ ہوتی ہو کہ بچے پاؤں پر زور دینے کی
 عادت کرے چنانچہ اس تدبیر سے بچے کو کھڑا کر چلنا سکھ جاتے ہیں۔ لیکن اگر ہم بچوں کو کندھے پر چڑھائے
 چڑھائے یا گود میں لادے لادے پھر اس اور خود بچے کو کسی طرح کی رحمت نہ اٹھانے دیں تو وہ بچہ
 کبھی بھی پاؤں چلنا نہیں سکھے گا یہی حال ہو پڑھنے کا ہر لڑکا صرف ایک سہارا لگنے والا ہو اور اصل میں
 پڑھنا وہی ہو جو سٹوڈنٹس اپنے آپ سے پڑھتے ہیں۔ یعنی خود معلوم ہوتے ہیں اور خود ہی متعلم۔ اب تم کو اپنی
 ایک حکایت سننا تو شاید تم سمجھو کہ کچھ شعنی گجارتا اور خود ستائی کرتا ہو۔ حالانکہ شعنی اور خود ستائی نہیں بلکہ علم پر
 مطالعے کی ضرورت کا ثبوت کرنا منظور ہے۔ میں نے کالج میں سبقتاً انگریزی نہیں پڑھی اور کبیر نفس
 تو اس کا متقاضی ہے کہ کہوں گجارتا انگریزی نہیں آتی۔ لیکن آپ لوگوں میں انگریزی دانی کا اظہار نہ کروں
 تو کیا مولویوں میں کستا پڑھوں اور ان کو نیٹھے بٹھائے اپنی نسبت فحش کے کفر کھنے کی تکلیف دوں۔
 بعد غد میں الہ آباد میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھا کہ میں نے انگریزی کا شوق کیا۔ نہیں بلکہ ایک دوست
 نے رغبت دلائی۔ وور سے کی نوکری پڑھنا تو کیا ہو سکتا تھا مگر میڈ کو اڑ میں دستقر آتا تو ان ہی دست
 سے بقدر دست داد فرصت کچھ دیکھ لیتا۔ اور دور سے میں بطور خود اس کو یاد کرتا چسند روز میں
 اتنی استعداد ہو گئی کہ رومن کی سکول ڈکشنری کی مدد سے عبارت کا مطلب سمجھ لیتا تھا۔ مگر بدقت تلفظ
 بہت سا ہی نا درست تھا اور اب تک بھی نا درست ہو۔ میں اس عیب کی شکایت نہیں کرتا جس سے
 کتر ہندوستانی خالی ہوتے ہیں بلکہ میں اپنے میں یہ عیب بہت زیادہ پاتا ہوں۔ اس واسطے کہ ساری
 عمر میں اہل زبان کے منہ سے انگریزی الفاظ بہت سنے ہوں گے تو شاید ایک بہن ار اور اگر مکررات کو
 خدمت کروں تو چند درجن اور اسی نا درست تلفظ کی وجہ سے گجارتا انگریزی میں بات کرنے کی کبھی بہت

لے اکر کل کے حکم میں ۱۲-

چھوایا مطلب کی بات تو یہ ہے کہ جب ہماری ٹیٹھی (تثلیث) کو لاٹ صاحب نے ڈیڑھی کلکٹریاں
 دینی تجویز کیں۔ ریڈ صاحب نے نوٹیشن رول کے فارم میں میری انگریزی دانی کی بڑی مدح
 کی اور میری وہی حال ع

عالم محمد افسانہ ماہوار دوماہ سہ

تو کیا ریڈ صاحب نے میری مدح غلط کی۔ ایسا ہر نہیں سکتا تھا۔ ہاں اُن سے غلطی ہوئی تو یہ کہ اُنھوں
 نے فی زعمہ میری استعداد کو انگریزی کی طرف منسوب کیا حالانکہ وہ استعداد صرف قوت مطالعہ
 تھی جو میں نے اپنی طالب علمی میں حاصل کی تھی اور اُس وقت تک ایسی فرسودہ نہیں ہوئی تھی جیسی
 اب ہو گئی ہے۔

مفصل ہو گئے تو سی غالب	وہ عناصر میں اعتدال کہاں
------------------------	--------------------------

تج کل کے انگریزی تعلیم یافتہ ہم اولڈ فیشن کے پڑھے ہوؤں کو ذرا نظر حقارت سے دیکھتے ہیں اور
 بلاشبہ پُرانی تعلیم اس جدید تعلیم کے مقابلے میں نظر حقارت سے دیکھے جانے کی مستحق بھی ہو گئیں تو
 طرز تعلیم میں بحث کر رہا ہوں نہ نفس تعلیم میں۔ ہم تعلیم کا اچھا بُرا تو جانتے نہیں اب بھی جو کچھ کر رہے ہیں
 وہی اولڈ فیشن کے معدودے چند تعلیم یافتہ کر رہے ہیں۔

رنگین سواہر اب کے گل نو بہار سے	یہ ملا جو برگ زر کوئی اس حسن میں ہے
---------------------------------	-------------------------------------

ان میں سے کوئی بی لے ام ای۔ ایل ایل ڈی ہو تو بتا دو۔ ایک سید احمد خاں ال ال ڈی ہیں نہ
 وہ نہ تمھاری انگریزی کی وجہ سے۔ اور نہ ہماری پُرانی عربی تعلیم کی وجہ سے بلکہ اُس تعلیم کی وجہ سے جس کو
 علم لہ فی کسنا چاہتے تھے لہذا ہون لہذا علمنا کہ ایک شخص نہ عربی کا فاضل ہو نہ انگریزی کا پروفیسر۔
 اور خدا اُس کے ذہن میں ایسی برکت دے کہ ہونیوں اور پروفیسروں کو رستہ بتائے۔ انگریزی
 پڑھتے تو تم ہو مگر کاش میری برابر اُس کی قدر کرو کہ باوجودیکہ نہ تو جب پڑھنے کی عمر تھی انگریزی
 پڑھی اور نہ ساری عمر خدا نے انگریزی کو میرا ذریعہ معاش گردانا۔ تو انگریزی کی ایسی ہی قدر و قیمت
 ملے ہم نہیں کو اپنے پاس سے علم دیا۔

دل میں تھی کہ بڑی عمر میں اس کو سیکھا اور بے تقاضا سائے معاش سیکھا اور اسی پر پس نہیں کیا بلکہ ہمیشہ افسوس کرتا رہا اور کرتا ہوں کہ کیوں ابتدا میں میں نے انگریزی نہیں پڑھی۔ نوکری تو میں نے مولوی مہدی علی کی مہربانی سے ایسی پیش قرار خواہ کی کی کہ سیکڑوں انگریزی جوانوں میں سے ایک کو بھی نصیب نہیں ہوتی مگر میں اس کو چانس رحمت و اتفاق ہی سمجھتا رہا کیوں کہ وہ اس قیمت کے صلے میں ملی تھی جس کی انٹرڈک ویلیو ذاتی قدر و قیمت اس زمانے میں اتنی ہی نہیں۔ تو اسی عزیز و انگریزی کی اتنی تو قدر کر دیتی تھی میں نے کی اور کرتا ہوں اور یہ معلوم ہو گا اس سے معاش سے قطع نظر کر کے تم کو انگریزی کا شوق ہو۔ اگر تم یہ سمجھ کر انگریزی پڑھ رہے ہو کہ فی زمانہ معاش پیدا کرنے کا ذریعہ ہو تو میں تمہاری رائے کی تصویب کرتا ہوں۔ مگر میں اس کو شوق نہیں سمجھتا۔ شوق یہ ہے کہ جب خدا کرے تم امتحان پاس کرو۔ اور خدا کرے تم کو نوکری بھی مل جائے اور نوکری بھی مل جائے تو مستول لینے تم کو مدرسے سے طالب لٹکالہ خلق باقی نہ رہے اس کے بعد بھی تم سسٹمی مطالعہ کرتے رہو اور کتب سب مینی کو اپنے جیتے جی کا مشغلہ بنا لو۔ روحانی لذتوں میں سے ایک لذت کتاب بینی کی بھی وہ کہ جس کو اس کی چارٹ پڑھاتی ہو باقی تمام لذتیں اس کی نظر میں حقیر ہو جاتی ہیں۔ شاید اس کا ظاہر حال خستہ و خراب ہو مگر میں نہیں سمجھتا کہ دنیا میں اس سے زیادہ کوئی خوش ہو سکتا ہو۔

نہیں ہو قانع کو حاجت زروہ مغلسی میں بھی ہو تو دلخاک	جہاں میں مانند کیا گر ہمیشہ محتاج دل غمی ہو
---	---

میں جو کتاب بینی کی مدح کرتا ہوں اور تم کو اس کی ترغیب دلاتا ہوں سنی سنائی نہیں کرتا میرے لیے تو یہ شرط زندگی ہو گئی ہو۔ اور میں نہیں جانتا کہ اگر تم کو کتاب بینی کا شغل بھی نہ ہو تو حد درت سے علاحدہ نہ ہو۔ کیوں کہ زندہ رہتا اور ہاں نوکری کی حالت میں بھی کتاب بینی کی عادت بڑھنے سے کام نہیں آتا اور وہ موقوف کو تو میں کبھی بھول نہیں سکتا میں اپنی کیشنل لائن سے نکل کر اول ساڑہ سلیم پور ضلع کانپور میں تحصیل دار مقرر ہوا۔ آج تو میں تحصیل دار مقرر ہوا۔ اور دو تین مہینے بعد تحصیل داروں کا امتحان ہونے والا تھا۔ سمر چارلس ایٹ جو ان دنوں بنگال لٹنٹ گورنر میں مجسٹریٹ ضلع تھے۔

انھوں نے میری جدید العہدی پر نظر فرما کر مہربانی سے لکھا بھی کہ تم چاہو تو اگلے سال شریک امتحان ہونا میں نے یہ سوچا کہ امتحان کا کھٹکا بڑا۔ اور میں نے صاحب مجسٹریٹ سے عرض کیا کہ قیل ہونے کی صورت میں میری جدید العہدی کا لحاظ فرمایا جائے۔ سر شمسہ تعلیم کے ملازم کو مال گزاری اور فوجداری سے کیا نسبت۔ تحصیل داری کے کاغذات کا ہڈ اور ٹیل (سر اور پاؤں) تک تو مجھ کو معلوم نہ تھا۔ علی انگلی رکھ کر بتاتے تو میں دستخط کرتا۔ علموں نے امتحان سے بہتر ای ڈر یا بگ میں اپنی قوت کتاب بینی کا بخوبی اندازہ کرنا تھا۔ ایک نہ سنی اور شریک امتحان ہوا پہلی ہی دفعہ ہول ڈویژن کے تحصیل داروں میں نمبر اول۔ ڈپٹی کلکٹر ہی میں پھر وہی امتحان کا مرحلہ پیش آیا۔ اور گورکھ پور میں یہ اُن وقتوں کا تذکرہ ہو کہ ضلع بستی علی حدہ نہیں ہوا تھا، کام کی یہ کثرت کہ خدا کی پناہ۔ مگر وہی کتاب بینی کی عادت ہول پائونٹ (صوبے) کے پاس شدگان میں ہڈ آت دی لسٹ انکلوڈنگ (سر فہرست بشمول) جائینٹ مجسٹریٹ اسسٹنٹ کلکٹر ڈپٹی کلکٹر کینڈیڈٹس شاید یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ایک نیٹو ڈپٹی کلکٹر جنٹوں اور اسسٹنٹوں پر ہیبت لے گیا کہ اُس کے بعد سے امتحان کا رزلٹ (نتیجہ) دو حصے ہو کر مشتبہ ہونے لگا۔ یورپینرز کا الگ الگ اور انڈیوز کا الگ۔

پس اس طالب علمو! جہاں رہو اور جس حالت میں رہو عربی کے اس چھوٹے سے مصرعے کو جلی قلم سے خوش خط لکھو اگر سامنے میر پر رکھے ہو۔ ع

وَحْدَيْهِ جَلِيْسٌ فِي الزَّمَانِ كِتَابٌ

اس پر عمل کرو گے تو تمام دینی اور دنیاوی برکتوں کا میں ضمانت۔ میری ضمانت تو تم کو کیوں تسلی ہونے لگی کہ تو بڑے سبب کی ضمانت دلوادوں مگر دینی برکتوں کے لیے بھی ان کی ضمانت لو گے؟ میں تو تم کو تعلیم کے متعلق بہت سی صلاحیں بتاؤں۔ لیکن کچھ ایسے سچ اگر پڑے ہیں کہ تعلیم کا روبرو ہونا ہو۔ دیر طلب اور مشکل سیکولر (دنیاوی) تو کچھ ہے بھی اور شاید کچھ ہو بھی جائے گی کیوں کہ لوگ اس کی اصلاح کی طرف متوجہ ہیں۔ مذہبی تعلیم تو جس کی طرف سے جگواندیشہ ہو۔ وہ بلا سبب لائق بیوقوفی سمجھا

لے زمانے میں سب سے بہتر فرق کتاب ہو ۱۲۔

کباب ہو۔ مصیبت یہ ہو کہ لوگ صبر و سکون سے بات سنتے نہیں اور پہلے سے پرچوڑ سڈ دکارہ متغفر ہوں تو صبر و سکون کے ساتھ نہیں کیا خاک۔ مذہب کا نام زمان پر آیا اور انھوں نے کان کھڑے کیے سنتے کے لئے نہیں بلکہ وحشت و گریز کے لئے۔ اور بات جو میں کہنی چاہتا ہوں اسی قدر ہو کہ دین میں جو کچھ جمع کیا گیا اور جس ضرورت سے جمع کیا گیا اور جس طرح جمع کیا گیا وہ ہر قسم کے لئے تو بہت ٹھیک تھا جس وقت جمع کیا گیا تھا لیکن اُس وقت میں اور اس وقت میں نور و ظلمت کا فرق ہو گیا ہے ہم کو اس وقت کے لحاظ سے دینیات کو ترتیب دینا ہو۔ لیکن ترتیب دے کون۔ اور کوئی اتنی جرات بھی کرے تو اس کی مانے کون۔ اس سے بہتر ہو کہ اس بحث کو ہمیں رہنے دو کہ اس قدر پس کرتا ہو کہ تم کو ایک ذرا سا ہنٹ (اشارہ) کر دیا گیا کہ بات تمہارے کان میں پڑی رہے اور اس سے زیادہ زیادہ کہا جا چکا ہو اُسی کا کیا اثر ہوا کہ آج کے لئے کا ہوتا۔ زمانہ کارنگ دیکھ کر تعلیم کے متعلق جو سیف و حقوفا و بے خطر شوری دیا جا سکتا ہو یہ ہو کہ جو گورنمنٹ کے سوکر و اور جو تھاری سو سائٹی کے سوکر و

جو درد یہ ہو تو درد مندو کہاں تک تم دو اور کرو گے	کرو ٹھکل کہ عاشقی میں نہ یوں کرو گے تو کیا کرو گے
---	---

اب اپنی طرز معاشرت کی نسبت ایک بات سنو۔ اس زمانے میں طالب علمی سے بڑھ کر بھی کوئی مصیبت نہ ہوگی انگریزی نہیں پڑھتے تو پیٹ کور وٹی نہیں ملتی پڑھتے ہیں تو مذہبی طعنوں کے علاوہ منحور اور بے ادب اور سرف سبھے جاتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ گالی لاکھی نہیں پتھر نہیں۔ چھری نہیں کہنوں نکلے ٹوڑی ٹوٹے گوشت پھٹے۔ رگ کٹے۔ مگر خدا جانے کیا چیز ہو کہ ان سب سے زیادہ ایذا دیتی ہو

جَزَا حَاتِي السِّنَانِ لَهَا الْهَيْتَامُ	وَكَلَا يَلْتَأُمُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ
--	--

یہی حال ہو مطاعن کا۔ پہلے تو عام انگریزی خوالوں پر مذہبی ملاحی گالیاں پڑا کرتی تھیں۔ سوشلزم کہ ان میں تو بہت کمی ہو اب سارا پھوڑ ہمارے اس کالج کے طالب علموں پر ہو۔ سوان حضرت مسیح علیہ السلام کی بدولت اور میں دیکھتا ہوں تو مسیحی بھی بجائے خود اپنے اور تمہارے حصے کی گالیوں کا خوب انتقام لے رہے ہیں

اسی طرح بت پد خو کو رام ہیں نے کیا	جب اُس نے دی تجھے گالی سلام میں نے کیا
------------------------------------	--

اور اس سے زیادہ شدید انتقام یہ ہے کہ پابندی مذہب کا بچ کے ڈسپلن (ضوابط و قواعد) میں داخل ہیں لوگوں کو ان کے تعصب نے اندھا بہ کر رکھا ہے مگر کالج کے درو دیوار تو اندھے بہرے نہیں ہیں وَ اِنَّ مِنْ شَيْءٍ اَكْبَرَ مِنْ بَعْضِ مَا وَلَكِنْ لَا تَقْفَهُونَ سَمِجَہُ ذرا صبر کرو۔ ایک دن ہو گا کہ مسجد کی اینٹیں گواہی دیں گی کہ اسی خدا ان طالب علموں کے سر پر ہے ایسے ہم پر چمکے اور ان کی لال لال ٹوپیوں کے پھنڈرے۔ اور پیشانیوں خاک آلود ہوتیں۔ اُس وقت تم کو سعدی کے اس مقولے کی تصدیق ہوگی

نیک باشی و بدت مین خلق بہ کہ بد باشی و نیکت مینند

آدمی کو خدا نے کئی فیکلٹی (تقابلیتیں) عطا فرمائی ہیں۔ اُن میں سے ایک مذہب بھی ہے وَ قَطَرَ تَا اللّٰہِ اَلْبَیِّنِ قَطْرًا النَّاسُ عَلَیْہِمْ۔ اور یہ فیکلٹی (خلقی قابلیت) پورے طور پر ڈولپ (ترتوا زہ و شاداب) ہوتی ہے اُس وقت جب آدمی سن و قوف کو پہنچتا ہے اور انبیاء علیہم السلام جو ہالیں برس یا اُس سے بھی زیادہ عمر میں مبعوث ہوئے تو اُس کی بھی یہی وجہ ہے تو میرے نزدیک تو عمر لڑکوں سے جیسے ہمارے طالب علم ہیں اُسی قدر پابندی مذہب کرانی چاہیے کہ اُن کی مذہبی فیکلٹی معدوم یا سنڈلڈ (پتھر مردہ) افسردہ نہ ہونے پائے اور میں اس کے لیے علی گڑھ کالج کی ڈسپلن (ضوابط و قواعد) کو کافی سمجھتا ہوں جو لوگ قبل الوقت زیادہ پابندی مذہب دکھاتے ہیں میرا تقرر یہ ہے کہ بابا جان ہمارے ہوتے پہنچ بڑے ہو کر ان کی مذہبی فیکلٹی (قوی) کند پڑ جاتی ہے اَللّٰہُ مَا شَاءَ اللّٰہُ دل میں تو تقاضا ہے نہیں اس واسطے کہ تقاضا پیدا ہونے کی عمر نہیں پس وہ جو زیادہ تر ہمیں (مذہبی) بننا چاہتے ہیں ضرور یہ کہ متصنع اور مرائی ہوں اَعْمَالُہُمْ کُوْا دَاۤیِبٌ شَتَدَتْ بِہِ الرِّیْحُ فِیْ یَوْمٍ مَّاصِعٍ لَا یَقْدِرُوْنَ مَّا کَسَبُوْا عَلٰی شَیْءٍ کتنا ہی طالب علموں کو سمجھاؤ۔ منع کرو کہ مذہبی گورکھ دھندوں کے سجھاسے کا تنہا راقبت نہیں ہو کر وہ کب باز آتے ہیں حقیقت میں یہ بیچارے بھی طبیعت سے مجبور ہیں۔ مذہبی اختلافات تو سد آ

۱۔ سب چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے ۱۲۔ اللہ کی بناوٹ جس پر لوگوں کو بنایا

۱۳۔ اُن کے لیے جیسے راکھ کہ اڑا لے گئی اُس کو ہوا آندھی کے دن اپنے کپے پر کچھ سدرت

نہیں رکھتے ۱۴۔

چلے آئے ہیں اور نہ صرف چلے جائیں گے بلکہ بڑھتے چلے جائیں گے وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَ النَّاسَ
اُمَّةً وَاحِدَةً وَاَكْذَرَ الْوَنَ مُخْتَلِفِينَ اَلَا مَنْ نَحْمُرْ رُزْقَكَ وَاِلَآئِكَ خَلَقْنَاهُمْ مِمَّا يَشْكُرُ
جیسی کئی کئی برس سے دیکھنے میں آتی ہو ہمارے تو خواب و خیال میں بھی نہ تھی۔ اگلے وقتوں میں
نذہبی علما وہ بھی سب نہیں بلکہ بعض اپنی جو دت طبع دکھانے کے لیے علم کلام میں کوئی ایک ادھر رسالہ
لکھ مارا کرتے تھے ماوشما کو مباحضہ و مناظرہ سے کچھ سرکار نہ تھا عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود۔ یا اب
یہ حال ہو گیا ہو کہ جو جس دین کا ہو پڑھا ہو تو اور نہیں پڑھا ہو تو جانتا ہو تو اور نہیں جانتا ہو تو اپنی جگہ تہجد
اور مجاہد بنایا پھر تہاوی یہ ہیں نتیجے رعایا کی بے ہنگام آزادی اور گورنمنٹ کی نیوٹرلٹی یا امپارٹنلٹی کے
چاہے وہ مجبوری ہی سے کیوں نہ ہو معلوم ہوتا ہو کہ مذہب کے متوالے کو دوں کھا کر دنیا سڑی ہو گئی
ہو تو کیوں کر توقع کی جائے کہ طالب العلوم کے کالوں تک اس غل کی آواز نہ پھنپے۔ آواز پھنپتی ہو تو
خدا نے کان دیئے ہیں چار و ناچار سنتے ہیں اور سنتے ہیں تو خدا نے عقل دی ہو چار و ناچار طبیعت
لڑاتے ہیں۔ غرض طالب العلم بھی چاہیں تاہم ان کو مذہب کی نسبت ایک نہ ایک رائے قائم
کرنی پڑتی ہو جب طلبہ میں اتنی صلاحیت نہ ہو کہ وہ پولیٹیکل باتوں میں رائے زنی کریں تو ان میں
اس کی صلاحیت کہاں سے تسلیم کی جاسکتی ہو کہ مذہب کا فیصلہ کریں۔ کیا مذہب پولیٹیکل باتوں
سے بھی گیا گزرا ہو جس کے اختلافات دنیا کے ساتھ ساتھ پیدا ہوئے اور کتنے حکیم کتنے فلاسفہ کتنے
منظر کتنے منکر ہو گزرے اور یہ اختلافات رفع نہ ہوا پر نہ ہوا تو طالب العلم! مذہب کے قطع نظر بھی نہ کرو اور
قطع نظر تم کبھی نہیں سکتے مگر اتنا تو غل بھی نہ کرو کہ تمہارے بڑھنے لکھنے میں حرج واقع ہو جس کام میں
تم لگے ہو یہ بھی داخل عبادت ہو بشرطیکہ نیت خیر ہو اور اس سے زیادہ اور کیا نیت خیر ہو سکتی ہو کہ تم
مسلمانوں کی قوم کو معزز بنانا چاہتے ہو جس کا وہ مسلح عنوان ہو اعلا کلمۃ اللہ دین و دنیا کے تعلق پر
ابھی تھوڑی دیر ہوئی میں کچھ بیمار کہ کر چکا ہوں اب اسی قدر کہنا چاہتا ہوں کہ ہم کو خدا نے دین اور
دنیا پر امتحا اختیار دیا کہ چاہیں دونوں کو لڑا ماریں اور کبھی ملتے نہ دیں اور یہ بالکل خدا کی مرضی کے
لے اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک اس کرنا اور لوگ ہمیشہ اخلاص میں رہیں گے مگر جس پر اللہ رحم کرے اور اسی نے ان کو پیدا کیا

خلاف ہوا اور چاہیں دونوں میں ایسا اتحاد پیدا کر دیں کہ دونوں ایک جان دو قالب رہیں جیسے ہمارے
 سرسید اور ہمارے جیسے کے پرنیڈنٹ نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی خاں صاحب
 بہادر کہ ان دونوں میں ایک مرتبہ کسی نے لکھا تھا **کَلَامًا دَوَّجٌ وَاحِدٌ حَلَّ فِي جَسَدَيْنِ** - یا
 اسی طرح کی کوئی دوسری عبارت اور خدا کی بھی عین مرضی یہی ہے کہ دین و دنیا میں ایسا ہی کاٹھن
 اختلاط ہو اور یہ کیوں کر ہو سکتا ہو۔ ہمارے اپنے صرف ارادے کی پوری رو کو کہا کر کھلائیں اور وہ
 کما فی ہمارے نامہ اعمال میں عبادت لکھی جائے۔ خدا خواستہ کوئی دوست بیمار پڑے اس کی
 عیادت کو جائیں اور جو قدم اٹھائیں۔ جنت کی طرف۔ چاہے کوئی ہمیں مرتد بنائے یا کافر ٹھہرائے
 مولویوں کے مسئلوں میں تو اپنی عقل کچھ کام کرتی ہو نہیں۔ سفر میں نماز کے قصر کرنے کا حکم ہو اور نہ
 کرو تو گنہگار اس واسطے کہ خدا اپنے بندوں پر کسائی کئے اور وہ اسل سانی سے فائدہ نہ اٹھائیں
 تو یہ ایک طرح کا کفرانِ نعمت ہو بڑا عمدہ خیال ہوا کی کاش اس کو اتنی وسعت دمی جائے کہ لوگ
 روٹیوں کا کچھ دھند کریں اور خدا بھی خوش رہے۔

اب میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تمہاری نسبت مغرور بی ادب و مسرف کے الزام کہاں تک صحیح ہیں
 یہ اور اس طرح کے اور چند الزام متفرع ہیں اور خود داری پر جو ضروری نتیجہ انگریزی تعلیم کا ہو۔ لوگ تو تم کو
 ملازم قرار دیتے ہیں اور میں کہتا ہوں اور بکار سے کہتا ہوں کہ تمہاری ساری اداؤں میں بس یہی
 ایک ادا انگو سب سے زیادہ پسند ہو وہ جو کہتے ہیں ہوتا ہر بروے کے چکنے چکنے بات۔
 بس اسی ایک ادا سے معلوم ہوتا ہو کہ تم کچھ کر کے دکھاؤ گے۔ خود داری ہو کیا چیز سلف اسپیڈ یعنی
 آپ اپنی عزت کرنا جب ہم آپ اپنی عزت نہ کریں تو ہم دوسروں سے کیا توقع رکھ سکتے ہیں۔
 کہ ہماری عزت کریں گے۔ آپ اپنی عزت کرنا ایسا اچھا خیال ہو کہ انسان کو کسبِ کمال اور
 برتری اور ترقی اور لیاقت کی طرف براہِ راست کرنا رہتا ہو بس وہ انسان کے حق میں ایک بڑا
 عمدہ سائق ہے اس خیال کا آدمی کبھی فروتر حالت میں رہ نہیں سکتا کیا خوب کہا ہو۔

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق	باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو
-------------------------------	----------------------------

پر ہاں اتنی بات ضرور ہو کہ خود داری میں افراط نہ ہونے پائے کہ خود داری میں افراط ہوئی اور وہ منجر بغرور ہوئی اور غرور تمام مذمتوں میں بدر ز دلیت ہو کہ مغرور آدمی چنانچہ تین دو رکھینچتا ہو و تنہا ہی لوگوں کی نظروں میں مگر تا اور ذلیل و منہوض ہوتا چلا جاتا ہو ۵

مرتبہ کم حرص رفعت سے ہمارا ہو گیا	آفتاب آسا ہوا اونچا کہ تارا ہو گیا
-----------------------------------	------------------------------------

کچھ معلوم ہو کہ اگر ہم ایک قوم کی نسبت دریافت کرنا چاہیں کہ ان میں خود داری ہی یا نہیں اور ہو تو کتنی ہو تو اس کے معلوم کرنے کا کوئی معیار بتا سکتے ہو۔ نہیں بتا سکتے۔ مجھ سے سنو۔ اس کا معیار یہ ہے ان کا لٹریچر۔ خدا فارسی کا کھوڑا کھوڑے اور احمد لد کہ ہمارے ہاں سے تو کھوڑا ہی گیا اس کجبت نے مسلمانوں کے اخلاق پر ایسا بڑا اثر کیا کہ خود داری کا سنس نکل گیا۔ مبالغہ اور جھوٹ اور نفاق اور ریا اور تصنع اور تکلف اور خوشامد فارسی لٹریچر کے یہی کچھ ہر نہیں اور جن لوگوں کی گھٹی میں یہ ہر پلایا گیا ہو وہ خود داری کو کبر و نخوت سمجھا اور کہا ہی چاہیں۔ عربی کا لٹریچر تم مجھ سے بہتر جانتے ہو اس میں کہیں مجھ اور کورٹش اور آداب و تسلیمات نظر پڑا ہی ہی سدھا۔ سادہ السلام علیکم وعلیکم السلام اور کسی نے اِذَا حُيِّیْتُمْ بِحَسْبِ قَدْرِکُمْ فَحَسِّنُوا حَسْنَ مِیْہَا پر عمل کیا تو علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ دیا اور جگت ہو چکی۔ گفتگو میں مخاطب کے لئے بادشاہ نہیں بادشاہ کا باوا کیوں نہ ہو وہی ایک لفظ اَنْتَ مراسلت کہ وہ بھی مکالمہ ہی ہو۔ مگر فابانہ گفتگو کی ہو ہو۔ نقل ایک خط تو قرآن میں موجود ہو اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمَانَ وَ اِنَّہٗ لَیْسَمُ اللّٰہُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اَلَا تَعْلَمُوْا عَلٰی وَاَنْتَیْ مُسْلِمٰتٍ اَوْ یَنْبَغِیْ صاحب کے خطوط احادیث میں منضبط ہیں مہربانی فرما کر ان کو دستور الصبیاں سے لے کر الشہ طاہر و حید اور ابوالفضل تک کے خطوط سے تلائنا اور ہاں مادہ ورام نامی ایک ہندو صاحب بھی ہیں اور ان کی النشا بھی داخل درس جو عربی کے لٹریچر نے بھی عجم کے احتلاط کی وجہ سے دہی

۵ جب حکمو کوئی دعا دے تو تم اس سے بہتر و عادی ۱۲۵ یہ خط سلیمان کی طرف سے اور شروع ہوا لد کے نام سے جو بطور طہر تھا یہ نہ رحم والا کہ نہ در نہ کرو سیر سے تمہاری اور چلے آؤ حکم برادر ہو کر ۱۲۔

فارسی کا رنگ پہلونا شروع کیا تھا کہ شاید اسی کی خواست کی وجہ سے بنیاد سلطنت ہی متزلزل ہو گئی

قدم بے فلاح و ناسعود

گر بدریا رود بر آرد رود

طریح کو تم نے ایسا سمجھا کیا ہے؟ طریح قومی کی بکیر کا فوٹو ہوتا ہے اور طریح کا بکلو تا قومی ادبار کی نشانی ہے۔ غرض اگر بیٹو تم کو بدماغ سمجھیں تو یہ خود ان کی اپنی سمجھ کا قصور ہے کیوں کہ ان کے مورث مذاق بگڑے ہوئے ہیں ان کا خود داری کو غور سمجھنا اس سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا جیسے کسی شخص کو پتوں کا غلبہ ہو اور اسے بیٹھی چیز کڑوی لگے۔ میں نے اس بات کو بہت ہی افسوس کے ساتھ سنا ہے کہ ایسا ہی خیال بعض صامب لوگوں کا بھی ہے۔ اور ہر تو کچھ تعجب نہیں۔ انگریزی خوانوں کو اس نشیل کا انگرس نے بہت بدنام کر دیا ہے اور سب ملنے اور حاضر تو سے بھی بیا سکتے تھے مگر کانگریس والا کہلانے سے بے شک ایذا ہوتی ہے جیسے اس طبیعت کا بواہن سمجھو یا انگریزوں کی خوشامد یا کاشنٹس کا تقاضا یا دوست دشمن کا تفرقہ اور نفع و ضرر کا استیلا اگرچہ انگریزی ٹریمپ عربی ٹریمپ کی طرح فارسی کے عیوب سے پاک ہے اور اسی وجہ سے انگریز لوگ سب سے زیادہ خود داری کی قدر کرنے والے ہیں مگر نشہ حکومت میں بعض از خود رفتہ بھی ہو جاتے ہیں اور یہی ہیں جو بیٹو کی خود داری کو دیکھ نہیں سکتے۔ ان کے نشے پر گرزک کا کام دیتی ہے مملوں اور خدمت گاروں کی مدارات۔ جو کان پھری میں اور بنگلہ پر ایک طرف غریب پرور اور حضور اور جناب عالی اور دوسری طرف قدوسی اور نمک پروردہ اور غلام اور خانہ زاد سفنے کے خوگر ہوں ان کو آئی اور یو کی مکروہ آواز سے ایذا نہ ہو تو تعجب۔ مگر سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ جس میں خود داری نہیں اس آفر دعوت نہیں صداقت نہیں دیانت نہیں وفاداری نہیں ہمت نہیں دلیری نہیں استقلال نہیں۔ بیشک چاہو سی سے دنیا میں بہت کام نکلتے ہیں۔ لیکن سلف رسپکٹ (خود داری) کو سکریفائیس (قربان) کر کے کوئی کام نکلا بھی تو ایسی کاسیابی پرست۔ طالب اعلیٰ اہم کو برطی مشکل کا سامنا ہے شاید تم پر بالا نقول کو ترجیح دی جائے شاید تمہارے حقوق یا مال ہوں مگر کچھ بھی ہو سلف رسپکٹ کو ہاتھ سے نہ دیتا۔ یہ خود ایک ایسا سٹیفٹیشن (اطمینان قلب) ہے

کہ تمام فائدے اس کے مقابلہ میں پہنچ رہے ہیں لیکن اس خیال کے راسخ کرنے کے لیے اخلاقی اور مذہبی خیالات کا پکا ناشر ہو رہا ہے

کشود کار کسی سے یہاں ہوا بھی ہو
سماجت اتنی بھی آخر کوئی نہ بھی ہو

سترھواں کچر

جو انجمن جمالیہ اسلام لاہور کے نویں سالانہ جلسے منعقدہ ۱۸۹۴ء میں توحید پر دیا گیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نظم

مگر دیکھا نہیں جاتا کہ اپنی قوم غارت ہو
کہ دنیا میں مسلمانوں کی ذلت ہو حقارت ہو
کہ اس قابل نہیں مجھ سے کوئی تقدیرِ خدا ہو
اکیس دشمنوں کی بھی نہ اس دجے بُری گت ہو
معاذ اللہ خدا ہو جائیں گراں کی سی خست ہو
کہ اپنی قوم کو خود نام سے اپنے ندامت ہو
اگر واقع میں باقی ہو۔ اور اُس میں کچھ طوالت ہو
نہیں ہو یہ کہ مجھ کو خاص کر کوئی شکایت ہو
بڑی دولت ہو جب جس حال میں جس کو تناعت ہو

خدا شاہد ہو میرے دل میں گر کچھ بھی شرارت ہو
طبیعت ہی تو ہو مجھ سے قتل ہو نہیں سکتا
گھلا کر تار ہوں اس غم میں مگر بے سود و لا حاصل
مسلمانوں کی حالت دیکھ میرا دم اُلٹتا ہو
کہاں وہ سلطنت اور وہ حکومت وہ جہانداری
کہاں یہ مفلسی یہ ناکسی یہ ذلت و خواری
یہ میری عمر آئی ہو اور اب تھوڑی سی باقی ہو
خدا کا شکر ہو میں حال میں اپنے بہت خوش ہو
مجھے پوری سبک دوشی ہو افکارِ معیشت سے

میں اپنی نیند سوتا ہوں مزے سے پاؤں پھیلا کر
 نہ گردن میں مری طوقِ غلامی ہی کسی شر کا
 نمک خوار نظامِ حیدر آباد کن ہوں میں
 مجھے ملتا ہے گھر بیٹھے جو یاں پر پل نہیں سکتا
 یہ سن کر حاسد بد نفس مر جائے تو مر جائے
 نہ طالبِ جاہ کا ہوں اور نہ خواہاں ہوں تیر کا
 یہ کس سے ہو کہ مائے مائے کتے کی طرح پھرتے
 خدا تک چھینچنا آسان اور ان تک چھینچنا مشکل
 بصدِ وقت جو چھپے بھی تو صاحبِ چھپے کیا ہیں
 یہ کالا لوگ کا عادت ہی میلہ گھر میں رکھتا ہو
 گھڑی کو دیکھ کر فرماتے ہیں خلق و مروت سے
 یہ ملتا ہو اگر ملنا اسے کیئے تو فرماؤ
 نہ میرا بد سا ہو نامور ہونا زمانے میں
 کسی کی ایک کوڑی مجھ کو دینی ہو تو بول اٹھو
 اگرچہ سارے سامانِ تکبر جمع ہیں سارے
 پر استغنا و خودداری کہہ ہوتے کیا تعجب ہو
 فقط اک مشغلے کے طور پر تھوری تجارت ہو
 اگر کچھ فائدہ ہونا ہی ہو گا۔ لاجرم ہو گا
 چھینچتا ہی ہر اک کو جس قدر جس کا مقدر ہی
 وگرنہ قصان خدا خواستہ قسمت میں لکھا ہی
 ولیکن یہ نہ ہو لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاؤں

اگرچہ سر پہ میری شور و غوغا سے قیامت ہو
 نہ حاکم ہوں کہ مجھ کو فس کر ہیو در رعیت ہو
 جب ایسے کا تو سل ہی تو مجھ کو کیوں ثروت ہو
 اگرچہ نوکری میں عمر ساری صرفِ زحمت ہو
 کہ ہم سب کو بھی طہیان ہو اُس کو بھی حیات ہو
 مصیبت ہی اگر حکام میں رشد و وجاہت ہو
 سلام از دور کر لیتے اگر صاحب کو فرصت ہو
 مگر ہاں خانہ سالماں جی کی تقریب و شفاعت ہو
 کہ دل بتلاؤ اگر آبِ دہو میں کچر درارت ہو
 اسی سے کارا اور انقلو نسا کی شدت ہو
 کہ پرسوں پل جانے کو ہوا چھا آپ رخصت ہو
 کہ اس جلدی میں کیوں کر فرضِ مطلب کی جبارت ہو
 نرمی شیخی شیخی ہی اگر لوگوں میں شہرت ہو
 تنازع کس لیے ہو وارثوں سے کیوں عدالت ہو
 مگر حاشا کہ مجھ سے بھول کر ایسی حماقت ہو
 کسی نادان کو گر مجھ پر گمانِ عجب و غوث ہو
 اب اس میں گئے جل کر فائدہ ہو یا خسارت ہو
 حسد ہو کس لیے اور کیوں کسی کو رشکِ غلط ہو
 موافق چاہیے تقدیر ہو تند سیر یا مدت ہو
 اسے برداشت کر سنے کی آئی مجھ کو بہمت ہو
 مجھے آجانے مرگ ناگماں گر ایسی لوبت ہو

مسلمانوں کو بھی توفیق دے یا رب کہ گھر گھر میں
 نہ شیخ وقت ہوں اس بات کے درپہ کہ لوگوں کو
 کوئی قائل ہو میری خرق عادت کا کرامت کا
 ابھی سلب مرقع ہو کر کسی پر پڑھ کے چھو کر دوں
 لطیفات بھل جا رہی ہوں میرے ہر بن موسیٰ
 فقیری دوسرے انفلوں میں ہر فرمان آزادی
 کوئی اولاد کی درخواست سے کر میرے پاس آئے
 اگرچہ ہوں زن و شوہا پ بیٹے کو لڑا ماروں
 غرض دنیا میں جتنی حاجتیں انسان کو پیش آئیں
 ذریعہ بھگو کر داسنے جو خواہاں ہو تقرب کا
 نہ ٹلا ہوں کہ مسجد ہی میرا کاسا گدائی کا
 قضا ہونے نہ دوں تکبیر اولیٰ ہر جماعت کی
 تباہی جو نہ آتی ہے مسلمانوں پہ آج بائے
 ارادہ ہو کہ اب ایک مدرسے کا جال پھیلاؤں
 کمال دین داری کی صفت سے متصف لیکن
 نہ لوگوں کو پڑھانا درس دینا کام ہے میرا
 میں تم میں اکھڑا ہوتا ہوں حبیب مجھو کرتے ہیں
 تم آجاؤ اور آکر اپنا کچھ رو دو تو جلسے میں
 کوئی بھاری سی متحدہ رقم چندے کی آجائے
 کہا لیتے ہیں کتنے آدمی میرے ذریعے سے
 اگر اپنے لیے چاہوں تو کتنا کچھ حاصل ہو

تجارت ہو تجارت ہو تجارت ہو تجارت ہو
 ارادت ہو عقیدت ہو سیر ہاتھوں پہ بیت ہو
 کوئی گرویدہ رمزد عاوس سہرمت ہو
 توجہ ڈال دوں تو مرغ لبیل کی سی حالت ہو
 قبول خلق و جلب منفعت سے خاص نسبت ہو
 وہ مرفوع القلم کیا ہو جو محکم الشریعت ہو
 کشائش کا کوئی طالب ہو تار و زری میں بہت ہو
 رکھوں دل پر توجانی دشمنوں میں لسن الفت ہو
 ہر اک حاجت کے بر لانے کی بھگولوری قدرت ہو
 وسیلہ بھگو ٹھہرائے اگر مشتاق جنت ہو
 مجھے دعوت میں جانا فرض ہو اور دل کسنت ہو
 مری موجودگی میں ہو اذال ہو یا اقامت ہو
 مجھے کیا چاہتے ہو میں ہوں مسجد ہوا ماست ہو
 کہ اس تہذیب سے چمنے کے ملنے میں سولت ہو
 دکھاوے کا تقدس ہو نمائش کی عبادت ہو
 کہ یہ سب در بدر ساز بہر اظہار لیاقت ہو
 کہ گرتے رہیں لاؤ مہربانی ہو عنایت ہو
 ہجوم و ازدحام خلق ہو لوگوں کی کثرت ہو
 ہماری انجمن کو فخر و استحکام و قوت ہو
 تمہیں ہوا جہان کو فائدہ مجھ کو مسرت ہو
 بہت کچھ ہو گدائی کی اگر میرے تین ست ہو

یہ دلوں انا بھی دینے ہی میں داخل ہو اگر سمجھو
 پھر آتا ہوں تو کہہ دیتا ہوں جو کچھ میرے دل میں ہو
 اگر لوگوں کے خوش کرنے کی حاجت ہو تو ان کو
 یہاں تحسین تک اور داد تک کی بھی نہیں پروا
 دلوں کو مول لے لیتے ہیں ہم لطف مضامین
 کوئی سی انجن میں نے کھڑی کی ہو تو بتلا دو
 غرض ہوتی ہے ہر ایک کام میں انسان کے ضمیر
 کسی مطلب کو تم میری طرف منسوب کر دیکھو
 اور اس کے بعد سوچو تو تھا رادل گواہی دے
 بتاؤ کچھ مفاد ان لکھڑوں کا ان سچوں کا
 غلط فہمی بتاتی جلتے تا آگے کو سیدھے ہوں
 لگا دے تازیانہ گر کسی کو شست رو دیکھے
 پھٹی ہی کی پھٹی رہ جائیں انھیں سننے والوں کی
 وہ افسانہ ہو نیندین جس کے سننے سے اُچٹ تکیں
 وہ چورن چھانٹ دے بادی لٹھہرائے بھلا کی
 نہیں لکچر مگر آئینہ صافی دروں جس میں
 اگر آئینہ دکھلاتا ہو رنگی کی سیہ رونی
 کوئی غارہ ہم بھینچائے ایسا جس کے مانے سے
 انہیں نے عمر بھر اخبار کی جانب توجہ کی
 کسی کی ہجو لکھے یا کسی کی مدحت بے جا
 مذاق قوم بگڑے ہیں کچھ ایسے ان دلوں کر

کہ مثل خیر ہو گر خیر کے اوپر دلالت ہو
 خوشی ہو اس کے سننے سے کسی کو یا کہ نفرت ہو
 کہ جو اُمید و انجشش و انعام و خلعت ہو
 سخن بے قدر و کاسد ہو اگر شاہانِ قیمت ہو
 مگر دل حق پسند و شیوہ انصاف طہیت ہو
 ہو کوئی کارخانہ میرے دستے جس کی خدمت ہو
 کرے انکار گر کوئی تو انکار بد اہست ہو
 خدا نے عقل دی ہے صاحبِ فہم و فراست ہو
 کہ نامکمل ہو اصلاح میری کوئی نیست ہو
 بھڑاس کے کہ لوگوں کے تئیں ہمیر میرت ہو
 خطا کاری دکھائی جائے تا آئندہ عصمت ہو
 چھو دے اگر اُس کے چھونے کی ضرورت ہو
 کھلے ہی کے کھلے رہ جائیں منہ حیرت سی حیرت ہو
 وہ نوحہ ہو درو دیوار تک کو جس سے رقت ہو
 وہ چٹنی ترشی سب سے پندار و غفلت ہو
 بعینہ منطیع ہوتی ہے جیسی جس کی صورت ہو
 اُسے آئینے سے کیس واسطے انقبض و کدورت ہو
 کلف چہرے کا اُس کے دور ہو گر گوری رنگت ہو
 یہ وہ کرتا ہو جو اماندہ تہذیب و حلت ہو
 محال عقل ہو بے اس کے ترویج و اشاعت ہو
 نہ پوچھے کوئی نگر پابند سے صدق و دیانت ہو

میں سمجھتا ہوں مسلمان (اہل قلم مسلمان) جن کے لئے لکھنا پڑھنا تحصیل معاش کا ذریعہ ہے
اب مان نکلتے ہیں کہ اس زمانے میں انگریزی تعلیم رزق کی ڈوٹی ہے اور میں خیال کرتا ہوں تعلیم
انگریزی اب بہت اچھی طرح رواج پاگئی ہے اور بات چلی جاتی ہے عربی فارسی کا کچھ یوں ہی سا چچا
جو دیکھتے ہو وہاں چند روزہ ہے۔

ہجوج اندر آفتاب تموز

آفتاب کے لفظ پر مجھ کو ایک حکایت یاد آئی ہے تو فرضی اور خیالی مگر اس کا نتیجہ بڑا عمدہ ہے کہ ایک
مرتبہ آندھی اور آفتاب میں بحث ہو پڑی کہ دونوں میں کون زیادہ طاقت ور ہے۔ کوئی راہ گیر
لیا دہ اوڑھے چلا جاتا تھا۔ پیارے کی شامت جو آئی تو بٹھیری کہہ کر اس پر زور آزمائی کریں۔
اور اس کا لبادہ اُتروائیں۔ پہلے ہوا کا ایک ایسا زور کا جھول کا آیا کہ راہ گیر کے پاؤں اُگھڑ گئے
اور وہ لگا غبارے کی طرح معلق اُڑ اُڑا پھرنے لگا۔ اتفاقاً کسی گڑھے میں گر آئے تو وہیں زمین بچ کر
بیٹھ گیا۔ آندھی جھکڑ پٹی۔ بگولائی مسافر ہو کہ مڑے سے اس کے گنبد میں بیٹھا ہے۔ اُس کے بعد
آفتاب نے دھوپ نکالی۔ اور آہستہ آہستہ دھوپ تیز ہوتی گئی چند منٹ میں گزرے
تھے کہ مسافر نے آپ سے آپ لیا دہ اُتار پھینکا اور بازی آفتاب کے ہاتھ رہی۔

آفتاب کیا ہر زمانہ کی رفتار مقتضائے وقت جس کا دوسرا نام ہر ذکر کی آفت گاؤ۔
یعنی حکم خدا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ خدا نے تعالیٰ فرماتا ہے۔ دہریئے زمانے کو بُرا نہ کہا کرو۔
کیوں کہ جس کو تم لوگ دہر سے تعبیر کرتے اور اُس کو متصرف فی الامور سمجھتے ہو۔ وہ متصرف فی الامور
میں ہوں۔

زمین تارود تا لکھنؤ بیبار

انبار دہ تا لکھنؤ بیبار

اس میں ایک مذہبی تعلیم مضمون جو اسلام کے ساتھ خاص ہے۔ کہ سوائے خدا کے کسی کو فرشتہ ہو
یا بغیر انتظام دنیا میں چھوٹا کام ہو یا بڑا کچھ دخل نہیں۔ اور یہ اسباب کا سلسلہ جو دیکھتے ہو ایک دم
ہی ابلہ فریب۔

اپن نقش کہ دانیس نمونہ

کنش زده نسل وارگونہ

جوشارت سائنس نزدیک بین ہیں اور دور کی چیز دیکھ نہیں سکتے۔ اُن کو اسباب ظاہر نے گھیر رکھا ہے۔ اُن کی نظر کی رسائی اُن ہی اسباب ظاہر تک ہی اور بس۔ مگر اسلام دنیا کو فاسٹنگ دور میں، بتاتا ہے کہ یہ اسباب ظاہر مامور اور مجبور ہیں تین لڑائی کے وقت کسی صحابی کی چادر ہوتا ہو گئی۔ وہ جیسا دستور ناخوش ہو کر لگے ہو کو پراکتے۔ فرمایا۔ لَا تَسْتَوُوا اِلَّا بِمَنْزِلَةِ مَا مَوَدَّكَ تُو بات وہی نکلی کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ اُسی ذات پاک کے حکم سے ہو رہا ہے لَا تَسْتَوُوا اِلَّا بِمَنْزِلَةِ مَا مَوَدَّكَ تُو اس کو مت قیاس کرو دنیا کے بادشاہوں پر کہ ان میں سے جو بڑے بیدار مغز ہیں۔ ذریعوں کی آنکھوں سے دیکھتے اُن کی کانوں سے سنتے اور گمانا جاسکتا ہے کہ اُن ہی کے ہاتھوں سے لکھتے۔ اور اُن ہی کی زبان سے بولتے بات کرتے ہیں جس طرح کسی مصلحت سے جس کو ہم نہ سمجھتے ہیں اور نہ اُن کی زندگی میں سمجھیں گے۔ اسباب کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ اسی طرح اگر اُس کی سرکار میں فرشتے ہوں اور اگر ہوں کیا مٹے۔ یقیناً نہیں۔ کیوں کہ ہم کو غیر صادق نے ایسی خبر دی ہے تو ہم کو استعجاب کی کوئی وجہ نہیں غایت مافی الباب وہ بھی من جملہ اسباب ہوں جس طرح دوسرے اسباب سے جو مرنی اور مشاہد ہیں۔ اُس کی قدرت کاملہ اُس کی بنیادی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ان میں سے ایک فرشتہ بھی سہی۔ جب اس طرح اسباب ظاہر کو اور اسباب ظاہر کی تخصیص بھی کیوں کروں بلکہ ماسوی اللہ کو انتظام دنیا سے بے دخل محض سمجھ لو گے تب تم کو کھوٹا کھوٹا اَلْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ کے معنی معلوم ہوں گے۔ کہ شارٹ سائنس کی نظر میں وہ اگر ہو تو صرف سبب اول و باطن ہو اور فاسٹنگ کی نظر میں جیسا وہ اول و باطن ہو ولسا ہی آخر و ظاہر بھی ہو کیوں کہ درمیانی اسباب مجزوب اختیار کی وجہ سے ساقط الاعتبار ہیں۔ اور اسلام جو بُت پرستی کا سخت مخالفت ہے۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ بُت پرستی اسباب ظاہر کی پابندی اور شارٹ سائنس سکھاتی ہے۔ لہٰذا ہوا کو براعت کہ وہ تو پانی تا بعد از ۱۲ گھنٹہ اُس کے حکم تغیر ذرّہ تک نہیں ہوتا۔ سب سے پہلے وہی ہے اور سب سے آخر بھی وہی ظاہر و آشکارا ہے اور وہی جیسا اور پوشیدہ ہے۔

مگر انسان کچھ ایسا بودا مخلوق ہر خَلْقِ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا اس کا جسم تو بہت سے جانوروں کے مقابلے میں جیسا کمزور ہو سو ہو۔ اس کا دل اس کے جسم سے بھی زیادہ کمزور ہو۔ وہ ایک بات کو سمجھتا ہے اور سمجھتا بھی ہو تو ایسا سمجھنا کہ سوائے تسلیم کوئی چارہ نہیں ہوتا اور پھر اس سے ایسے افعال سرزد ہوتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا اس بات سے منکر ہی مثلاً موت ایک ایسی یقینی چیز ہو کہ دنیا میں اس سے بڑھ کر یقین اور کیا ہوگا۔ بلکہ قرآن میں جو ایک مقام پر آیا ہُوَ مُتَعَبِدٌ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ تو یقین سے موت ہی مراد ہو۔ اور جس طرح موت کا آنا یقینی ہے بے

رہا اگر کوئی تا قیامت سلامت	پھر آخر کو مرنا ہو حضرت سلامت
-----------------------------	-------------------------------

اسی طرح یہ بھی یقینی ہے کہ اس کا وقت مقرر نہیں۔ آج تک تو کوئی آدمی ایسا پیدا ہوا نہیں اور پیدا ہوگا بھی نہیں جس کو بچپن میں جوان ہونے کا اور جوانی میں بوڑھے ہونے کا کامل یقین رہا ہو۔ ہمارے ملک میں تو زندگی کے تینہ کرانے کا کچھ ایسا دستہ نہیں۔ مگر شاید کسی زمانے میں کسی قوم نے زندگی کی ایسی قدر و حفاظت نہیں کی۔ اور نہ زندگی سے ایسا فائدہ اٹھا لیا۔ جیسا اہل یورپ نے ان لوگوں میں زندگی کے بے کا بظار رواج ہو۔ لیکن یہ نہ نکلا ہو ہم سے۔ یعنی ہم مرگوان سے یہ جوئے مکملواتی ہو۔ اور ہم جو انہیں تو کیا ہو غرض زندگی کی بے ثباتی کا تو حال یہ ہو کہ اس کو اعلیٰ البدیات۔ حق یقین جو کہو سوجا ہو مگر میں پوچھتا ہوں آپ صاحبوں میں کوئی ایک بھی ہو جس کو اس جلسے میں تشریف لاتے وقت۔ یہ وہاں بھی گزرا ہو۔ کہ دیکھئے انجن کے مکان تک بچھتا بھی ہوں یا نہیں۔ اور پھنپتا ہوں تو پورا پھر سننے پاتا ہوں یا نہیں۔ اور پھر ختم ہوئے پیچھے صحیح سلامت گھڑوٹ کر آتا ہوں یا نہیں۔ میں یہ بات آپ لوگوں کو الزام دینے کے لیے نہیں کہتا۔ خود میرا کیا حال ہے۔ وہی سے ریل میں آیا ہوں۔ اور ریل ہی میں واپس جاؤں گا۔ اور یہ بھی مجھ کو معلوم ہے کہ ریل بچاؤ کے خوف محل خطر ہو۔ اخباروں میں ہمیشہ پڑھا کرتا ہوں۔ ریلوں کا ٹکراؤ پٹرلوں سے آڑنا۔ شیشے کا بکڑنا۔ مگر جب وہی سے چلا تو پورے یقین سے چلا کہ ضرور لاہور لے انسان کی خلقت ایسی واقع ہوئی ہے کہ اسے اپنے رب کی عبادت کب تک کہ وہ وقت آئے میں کا آنا یقینی ہے۔ ۱۲

بچپنوں کا تصور لکچر دوں گا۔ اور اتفاق سے دسے بھی رہا ہوں۔ اور ضرور دینی واپس جاؤں گا۔ یہاں تک کہ میں اپنے آدمیوں سے کھ آیا ہوں کہ سٹیشن پر چاہر ہوں۔ اسی طرح جب آدمی پوچھا ہو جاتا ہے مثلاً جیسے میں ہوں چاہیے کہ تصور مرگ ہمہ وقت اُس کے نصب العین رہے۔ لیکن واقعہ میں حال کیا ہے۔ ع

مردچوں پیر شودر ص جواں می گردد

جیسے طفلِ امر و آئندہ زندہ رہنے کی توقع کر سکتا ہو ویسی ہی توقع ایک پیر فقرت بھی کرنا ہو اور اگر عمر کے کسی درجے میں زندگی کی طرف سے بے اعتمادی ہو تو انتظام دنیا درہم برہم ہو جائے۔ فرض کرو کہ آسمان میں کوئی ایسا فرشتہ ہو جس کو زمین کا کچھ حال معلوم نہ ہو اور اُس سے کہا جائے کہ قدرت کے کارخانے میں ایک زمین بھی ہو اُس پر آدمی بستہ ہیں ذی شعور۔ اور اُن کا حال یہ ہو کہ اُن کی بڑی سے بڑی عمر شتر برس کی ہو مٹی ہو اَلْاَصْحَادُ اِمْتَنَ بَيْنَ سِتِّينَ وَ سَبْعِينَ اور وہ بھی غیر مقرر جس کا وقت آدمی کو نہیں بتایا جاتا۔ اچھا تو وہ فرشتہ ہماری نسبت ایک سو خیال پیدا کرے گا۔ اور ضرور سمجھے گا کہ ہم لوگ دنیا میں اٹھاؤ پٹھے کا سار ہنارستہ ہوں گے۔ ہمہ وقت سفر عاقبت کے لئے کربستہ طیار۔ اور وہ فرشتہ یہ بھی ضرور سمجھے گا کہ جب یہ لوگ ذی شعور ہیں اور اُن پر خدا کے احکام نازل ہوتے اور ان پاس تنہیہ جاتے رہے ہیں تو یہ لوگ نیک بھی پرے ہی درجے کے ہوں گے۔ اور اپنی تمام مختصر اور بے شہادت زندگی عبادتِ الہی میں صرف کرتے ہوں گے۔ بہت خوب۔ اب فرض کرو کہ اُن فرشتہ صاحبِ حکم ہو کہ زمین پر جاؤ اور آدمیوں کے حالات دیکھ کر رپوٹ کرو اور اپنی رائے بھی لکھو۔ فرشتہ صاحبِ رائے اُس کے اور تمام روئے زمین کی سیر کی ہر ملک اور ہر قوم اور ہر قوم کے آدمیوں سے ملے۔ یہ دیکھ کر حالات دریافت کئے اور سب کچھ دیکھ بھال کر رپوٹ لکھنے بیٹھے۔ تو فرماؤ وہ فرشتہ کیا رپوٹ لکھے گا۔ یہی کہ اگر میں نے زمین اور آدمیوں کی شناخت میں غلطی نہیں کی تو میں اُن کا عجیب حال دیکھتا ہوں۔ یہ تو ایسے اطمینان سے

یہ میری اُمت کی رائے ہے۔ ساتھ اور شکر کے درمیان ہوں گی ۲

بیٹھے ہیں کہ گویا ان کو مرنا ہی نہیں۔ عمارتیں بنواتے ہیں پکی مستحکم جن میں یہ تو یہ ان کے بیٹے پوتے پڑ پڑتے پڑ پڑتے بڑھے پھونس ہو ہو کر مچھپ جائیں۔ اور عمارتیں عیسیٰ کی عیسیٰ قائم۔ باغ لگواتے ہیں ایسے کے دادا۔ پردادا۔ سکڑاوا لگاتے اور اولاد۔ اولاد کی اولاد۔ اور اولاد کی اولاد کی اولاد پھل کھاتے۔ جتنی چیزیں ان کے مصرف کی ہیں۔ یہاں تک کہ جوتی اور کپڑا وہ بھی پائدار اور چلاؤ دیکھے بدون نہیں لیتے۔ ان کی زندگی محدود ہے۔ بے شک۔ بے ثبات ہو بے شک۔ اور یہ ان باتوں کو جانتے اور مانتے بھی ہیں بے شک۔ مگر یہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔

جب موت جیسی چیز کے ساتھ آدمی کا یہ بتاؤ ہو تو کیوں کر اس سے اُمید کی جاسکتی ہو کہ وہ اسباب ظاہر سے قطع نظر کر کے ایسے سبب کا قائل ہو یعنی خدا پر ایمان لائے جس کو وہ دیکھ نہیں سکتا **لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ**۔ یہ ہر منشا بت پرستی کا۔ یہ ہر منشا شرک کا۔ یہ ہر منشا کفر کا۔ یہ ہر منشا اختلاف مذہب کا اگر دوسرے مذہب کے لوگ خدا کے بارے میں غلطی کرتے ہیں تو وہ کسی قدر محدود بھی سمجھے جاتے ہیں کہ ان کو ان کے بزرگوں نے یہی سکھایا یا سمجھایا ہے۔ سب سے بڑی تعجب کی بات یہ ہے کہ مسلمان بھی کثرت سے اس قسم کی غلطیاں کرتے ہیں۔ حلال کہ اسلام کا سارا زور توحید پر یعنی اس بات پر کہ خدا ایک ہو **وَحْدًا لَا شَرِيكَ لَهُ** اُس کی وحدت اس طرح کی وحدت نہیں ہے۔ جیسے پنجاب میں ایک لفٹ گورنر یا ریش انڈیا میں ایک ویسٹرنر یا ایک امپرسس وکٹوریہ۔ یہ وحدتیں ناقص اور برائے نام ہیں۔ اصل وحدت اُس خدا کے پاک کی ہے جس کی نہ است میں کوئی شریک اور نہ صفات ہیں اُن کے گمشدہ ہوتے نہ صرف اس سے نقص توحید ہوتا ہو کہ معاذ اللہ دوسرا خدا مانا جاسے۔ بلکہ اس سے بھی کہ معاذ اللہ دوسرا اُس کے اختیارات میں ذیل مانا جائے اور اس سے بھی کہ معاذ اللہ دوسرا مستحق عبادت سمجھا جائے بے شک ہر ایک مسلمان کہے گا کہ میں ایسی کامل اور اعلیٰ توحید کا معتقد ہوں مگر اُس کا یہ کہنا اس سے زیادہ صحیح نہیں ہو گا جیسے وہ کہے کہ میں زندگی کے محدود اور بے ثبات ہونے کا معتقد ہوں اس کے معتقد

لے نظر میں پرا حاطہ نہیں کر سکتیں اور وہ نظروں پر محیط ہے ۱۲ اُس جیسی کوئی چیز ہی نہیں ۱۲۔

ہونے کے صرف یہ معنی ہیں کہ وہ انکار نہیں کر سکتا۔ نہ یہ کہ اُس کا کردار اُس کی گفتار کا مصدق ہے وہ جو پیغمبر صاحب نے دہر اور ریح کو بڑا کتنے سے منع فرمایا۔ اس کی لم بھی یہی تھی کہ دہر اور ریح مجبور اور ناسور ہیں اور اُن کا بڑا کتنا موہم ان کے منصرف فی الامور اور مختار ہونے کا ہے اور وہ شرک ہے۔ اصل توحید تو یہ چاہتی ہے کہ یہ بھی نہ کہو کہ کوئین دافع تپ ہو بلکہ یوں کہو دافع تپ حکم خدا ہے اور بس۔ یہی کوئین اس کو کسی مصیحت سے سبب ظاہری ٹھیکر دیا ہے مگر اُن باتوں کا لحاظ کوں کرتا ہے۔ الیشانی شامروں کے وصل و ہجر۔ گل و بلبل۔ شوق و انتظار جہاں اور جموں مضامین ہیں ان میں سے واضح یا شیخ یا زراہد کو بڑا کتنا اور آسمان کو اُلاہنا دینا بھی ہے شیخ زراہد کو بڑا کتنا دین کے ساتھ استہزاکر تاہی اور آسمان کو اُلاہنا دینا و عید لا تشبوا اللہ فہر میں داخل میت

چہ دادہ ہزین ز آسمان چہ می خواہی

از آسمان دزین فکوحہ می کنی شہ ربور

بحث تو دلچسپ ہے مگر میں مطلب سے الگ چاڑھا۔ آندھی اور آفتاب کی حکایت کوئین تطبیق دینا چاہتا ہوں مسلمانوں کی حالت پر۔ میں نے مسلمانوں کو وہ راہ گیکھا ہے جس پر آندھی اور آفتاب نے زور آزمائی کی تھی لبادہ مسلمانوں کے اوہام اور تعصبات۔ آندھی اہل کساتی میں ہے مگر ہم اس کا کوئی نمونہ نہیں پاتے اگر ہم خدا نخواستہ کسی ظالم بے انصاف بادشاہ کے محکوم ہوتے۔ اور وہ ہم کو ترک اسلام پر مجبور کرتا توئیں اُس کو بے تامل آندھی قرار دیتا۔ اور آفتاب کو توئیں کبھی چکاہوں۔ زمانے کی رفتار مقتضائے وقت جس کا دوسرا نام ہے ڈگری آف گاڑ۔ یعنی حکم خدا۔ زمانے کی رفتار وہی ہوتی ہے مگر سیٹی یعنی اس کا قدم سست پڑے چھوٹا پڑے۔ مگر پڑے گا آگسٹہ کی۔ زمانہ حرکت میں آکر رکن اور ٹیکھے ہٹنا جانتا ہی نہیں۔ اسحق اور بدعت ہیں وہ لوگ جو زمانے کی رفتار کو روکنا چاہیں۔ اس مسلمانان پنجاب میں تم کو مبارک یاد دیتا ہوں کہ تم اس حق اور بدعتی میں چنناں مبتلا نہیں ہوئے اس کی مصیبت کوئی پوچھے پنجاب کے سوائے دوسرے مقامات کے مسلمانوں سے اور خاص کر ہم دلی راولوں سے کچھ خبر بھی جودتی ہے کیا چیز؟ وہ سیکر

نہ زمانے کو بڑا صحت کو ۱۲۔

برس ہندوستان کا دارالسلطنت رہی ہے۔ اس کو دوسرے بلاد ہند سے وہ نسبت تھی جو دل کو
اعضاے بدن سے ہو کرتی ہے۔ اگرچہ بہت سے ماہہ التشبیہ سمجھیں آتے ہیں۔ مگر سب سے عمدہ
وہ ہے جس کا ماخذ حدیث ہے اَلَا اِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضَغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَاِذَا فَسَدَتْ
فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ اَلَا وَهِيَ الْقُلْبُ۔ اسی طرح سارے ہندوستان کا بگاڑ یعنی اوبار اور زوال اور
زوالِ سلطنت اور فحلسی وغیرہ وغیرہ خرابیاں اس سے پیدا ہوتیں کہ پہلے دلی خراب ہوئی۔ دوسرے
اعضا کا فساد کمتر ہلک ہوتا ہے۔ مگر ہارٹ ڈسینر (بیماری دل) کا بیمار جاں برہو نہیں سکتا۔ دلی کا
خراب ہونا تھا کہ تمام ہندوستان تباہی میں آگیا۔ بے شک اب دلی کچھ نہیں اور کچھ نہیں سے بھی
بدتر ہے اور اس کو ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ مگر جیسے میر تقی صاحب فرماتے ہیں بیت

دل ودلی ہیں گرچہ دونوں خراب	یہ کچھ لطف اس اجر طے گھر میں بھی ہیں
-----------------------------	--------------------------------------

دلی سے اُس کی تمام عظمتیں بچان لی گئی ہیں۔ اس واسطے کہ وہ چھپنی جا سکتی تھیں۔ مگر اس کی حکومت
زبانِ ملکی پر بدستور باقی ہے۔ اور ابھی سینکڑوں برس باقی رہے گی۔ اگر بیچ پوچھو۔ تو ہندوستان
میں اسلام کی اشاعت دلی سے ہوئی ہو و کفی بہ فحراً۔

اشاعتِ اسلام سے میں یہ مراد نہیں رکھتا کہ مسلمانوں نے دلی میں سلطنت قائم کی جس کی
وجہ سے اشاعتِ اسلام ہوئی۔ بلکہ میں اشاعتِ اسلام سے وہ اشاعت مراد رکھتا ہوں جو علماء
دین کی وجہ سے ہوئی میں نے اشاعتِ اسلام کو دلی کے مخاخر میں گنا ہے۔ اور واقع میں وہ اسی
قابل ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ وہی اسلام جس کو مسرتا سر رحمت اور برکت اور ریس اور نہولت ہونا
چاہیے مسلمانوں کی غلط فہمی اور سورا حتمال کی وجہ سے ان کو پریشان کر رکھا ہے۔

آفتابِ معصی سے وقت ہے کہ سمتِ الہی اس پر آٹھنی اور لبادہ تعصب نے اس قدر ایذا

لے شُن رکھو جسم میں ایک گوشت کا لوتھر ہے جب تک وہ ٹھیک ہے سارا جسم ٹھیک ہے۔ اور اُس میں بگاڑ پڑا تو سارا جسم
بگڑا میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ وہ لوتھر دل ہے ۱۲ لے اس کوئی فخر کافی ہے لیکن اگر وہ موجد فخر بھی ہوں تو ایک فخر اشاعتِ
اسلام پس کرتا ہے ۱۲۔

دے رکھی ہو کہ دم لولا یا جاتا ہو پسینے پسینے ہو رہے ہیں۔ بدن میں مرچیں سی لگی ہیں۔ آنٹا تو ہوا ہو کہ آگے سے لیا دھکول دیا ہو کہ کچھ ہوا لگے اور ذرا تسکین ہو۔ مگر یہ نہیں کہ اتنا بھینکیں۔ اب تجویز کیا درپیش ہیں۔ کہ تعلیم انگریزی اور مذہب دونوں کو کیوں کر جمع کیا جائے۔ پہلے بسم اللہ ہی غلط۔ اگر تعلیم انگریزی اور مذہب میں اتنی مخالفت بھی ہو جتنی آٹھ سو فیصدی۔ تو آفتاب مغرب سے طلوع کرے لو کرے۔ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نکلے تو نکلے۔ بہا لہ پہاڑ دکن میں سمندر سے جا لگے تو جا لگے۔ میری آج کی بات کاغذ پر نہیں پتھر پر رکھنا۔ انگریزی تعلیم اور مذہب دونوں جمع نہیں ہوں گے نہیں ہوں گے تاریخ سے استشاد کئے ہماری ہلاکت خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو کہ مذہب دنیا کی مقاومت کر نہیں سکتا۔

ہم تو اس بات کے قائل ہیں نہیں کہ کوئی آدمی اپنے مادری مذہب کو بقاضاے حقانیت چھوڑتا ہو اَلَا مَا لَشَاءَ اللّٰهُ انسان کے دل ہی کو خدا نے اس طرح کا بتایا ہو کہ وہ جس سوسائٹی میں رہتا ہو۔ اُسی کے سے خیالات پیدا کر سیتا ہو۔ یہ تو بڑی بے انصافی ہو گی کہ تم دوسرے مذہب والوں کو صرف اس وجہ سے کہ وہ تمہارے ہم عقیدہ نہیں تمہم کرو۔ اور لوگوں میں بھی خلافتی ہو۔ جیسی تم مسلمانوں میں۔ وہ بھی کائنات رکھتے ہیں۔ جیسے تم مسلمان رکھتے ہو۔ اوروں کے دل بھی نیکی سے تسلی پاتے ہیں۔ جیسے تم مسلمانوں کے دل تسلی پاتے ہیں۔ ایک مسلمان جس ارمان سے آب زمزم نوش فرماتا ہو۔ اُسی ارمان سے ایک ہندو گنگا جل پیتا ہو۔ باقی مختلف ہیں اور ارمان یکساں۔ ایک مسلمان جین خوش دلی سے سفر حج کی تکالیف کو برداشت کرتا ہو ایک ہندو اسی خوش دلی سے تیرتھ جاتا رہے دیکھ سہتا ہو۔ زیارت گاہیں الگ الگ ہیں۔ مگر تکالیف اور خوش دلی برابر جس اُمید سے ایک مسلمان حرمین شریفین میں مرنے چاہتا ہو۔ اُسی اُمید سے ایک ہندو کاشی میں پُران چھوڑنے کی ہچکار کرتا ہو مرنے کے مقام جدا۔ امید ایک اور یہ نہ صرف میرا خیال ہو۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہو: **لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ فَيَحْزَنُوا**۔

لے مگر جو اللہ نے چاہا ۱۲۵ ہر فرقہ اپنے خیال میں مکن ہو ۱۲۔

تراهد به نماز و روزہ ضابطہ دارد
معلوم نہ شد کہ یا زور سبزد کیست

عاشق به خیال دوست ربطی دارد
 هر کس به خیال خویش خطی دارد

اس قطعہ کا قائل اختلافات دیکھ کر حیران رہ گیا ہو گا اور اسی لیے کہتا ہے کہ معلوم نہ شد کہ یار غور سندز کیست۔ مگر ہر ایک اہل مذہب جانتا ہے کہ یار غور سنداز دوست پس حیرت کا کیا عمل ہو۔ اپنا تو مسلک ہے اَنَا عَمِلْتُ خَلْقَ عِبَادِیٰ جِنِّ۔ اگر تم خدا کو غفور اور رحیم اور رؤف اور بخشنندہ بخشاینندہ اور مہربان سمجھ کر تعجب کرتے ہو وہ دلیسا ہی ہے جیسا تم نے سمجھا۔ اور اگر تم اُس کو کھڑا سمجھ کر اُس کے پاس جاتے ہو تو دراصل گمراہ ہو جانا۔

فرعون نے حضرت موسیٰ سے پوچھا تھا کہ تم تو ایک نیا خدا تصنیف کر کے لائے ہو۔ ہزاروں
لاکھوں آدمی جو پرانے عقیدے کے ہو کر رہے، اُن کا کیا ہونا ہو مابالِ الْقُرُونِ الْأُولَىٰ اگر حضرت
موسیٰ کی جگہ ہمارے زمانے کے علما ہوتے تو فرعون کا سوال پورا ہونے نہ دیتے اور جھٹ سے بول
پڑتے **حَصْبُ جَهَنَّمَ** مگر موسیٰ نے۔ اُس بُرے صاحبِ عزم پیغمبر نے جس کے حالات ہمارے
پیغمبر آخر الزمان سے بہت ہی ملتے جلتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جبکہ جگہ حضرت موسیٰ کا تذکرہ ہے۔
دنیا کے اُس بُرے مقنن نے مابالِ الْقُرُونِ الْأُولَىٰ کا کیا جواب دیا تھا۔ **عَلَيْهَا عِنْدَ رَبِّي فِي**
كِتَابٍ لَا يَذِلُّ رَبِّي وَلَا يُنْقِصُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ مَهْلًا وَسَوَّلَكُمْ فِيهَا سُبُلًا وَأَنْزَلَ
مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاتَخَرَجَتُ بِهِ آذَانُ جِبَالٍ فَيَاسْتَسْقِي شَيْئًا كَلُوا وَاشْرَبُوا وَانْعَمُوا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ
لِّأُولِي الْأَبْصَارِ مہیا کرتا تھا کہ وہ بھی انہیں کم و بیش ہاتھ جکھڑ تاکہ اُس حرمی موسیٰ بُرے بولنے والے

۱۷۔ یہ حدیث قدسی ہی یعنی خلافتِ نابھ کی سرانجام دہ میرے ساتھ جیسی عقیدت رکھتا میں بھی اُس کے ساتھ ویسا ہی بتاؤ کرتا ہوں ۱۲۔ دفع کا ایندھن ۱۲۔ اُن کا حال تو میرا پروردگار ہی جانتا ہی اُس اُنزل سے لوحِ محفوظ میں لکھ رکھا ہی چھوٹتا ہو نہ چوکتا ہو۔ اُس نے تمھارے اہلِ ام کے سینے فرشتہ زمین بچھا دیا ہو اور اُس میں رستے جاری کر دیئے اور اوپر سے پانی برساکر طرح طرح کے گھاس بوٹے پیدا کیئے کہ خود بھی کھا فائدہ اپنے جانوروں کو بھی کھلائے اور غلہ ان واقعات کو قدرتِ الہی کی نشانیاں سمجھتے ہیں دیکھتے نہیں کہ تم کو کبھی ہی سے پیدا کیا اور پھر اُس میں اُتار دیتے ہیں اور پھر اُس سے دوبارہ تم کو نکالیں گے ۱۳۔

پیغمبر ہوئے ہیں۔ اور پارساں اسی حکم میں بیان کر گیا ہوں کہ خدا نے اتنا ہی پوچھا تھا۔ وَمَا تِلْكَ
 بِصَبْرِكَ يَا مُوسَى۔ جواب میں موسیٰ نے ایک تار باندھ دیا۔ اَلْهِيَ عَصَايَ اَتُوكُوْنُ عَلَيَّهَا وَ اَهْتَهِسُّ بِهَا
 عَلٰی اَعْمٰقِيْ وَلِيْ فِيمَا مَادِبُ اٰخِرٰى حَبِ خَدَاكِ سَا تَقْدِيْرُ مَعَالِمَهُ يُوْتُوْهُ فَرْحُوْنَ كِيَا بِلَا تَحَا۔ اُس نے مَا
 بِالْقُرُوْنِ الْاَوَّلِيْنَ تَمِنْ لَفْظِ كَيْ حَضْرَتِ موسیٰ نے تین قول کے جواب میں اتنا کہہ ڈالا اور گویا اے اے حق تعالیٰ کہ خدائے عز
 کیا تھا کہ میرے بھائی ہارون کو میری مدد پر آمادہ کر کہ وہ مجھ سے زیادہ گویا ہو کر اے اے حق تعالیٰ صَدْرِيْ
 بَسْرِيْ اَمْرِيْ وَاَحْلُ عَقْدًا مِّنْ لِّسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ وَاَجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هَارُوْنَ
 اَخِيْ اَشْدَدَّ بِهٖ اَزِّيْ وَاَشْرُكُوْنِيْ اَمْرِيْ كِي تَسْمِيْكَ كَثِيْرًا وَ تَذَكُّرُ لَكَ كَثِيْرًا دوسری جگہ
 صَابُ فَرَمَا ہُوَ اَخِيْ هَارُوْنُ هُوَ اَفْضَلُ مِنِّيْ لِيْسَانًا نَّادِيْ سَلَمَةً مَّعِيْ رَدَّ اَيْضًا قَوْلِيْ بَاتِ یہ کہ
 دل میں جوش نہ ہوتا تھا۔ ہمارے پیغمبر صاحب کے حالات میں بھی لکھا کہ آپ نماز پڑھاتے ہوئے
 تھے تو پیچھے ہٹنے والوں کو آپ کے سینے سے ایسی آواز آتی تھی کہ گویا دیگ ابل رہی ہو موسیٰ کی زبان
 اَفْتِ لَكُنْتُ كِي دجہ سے اچھی طرح یاری نہ دیتی ہوگی مگر وہ دل کا جوش کہاں جائے خود موسیٰ
 اس کے ضبط پر قادر نہ تھے۔ تیسرے موسیٰ کے جواب میں بات تو اتنی ہی تھی عَلِمَهَا عِنْدَ ذِيْ بَنِي
 جو لوگ پرانے عقیدے پر مرمے۔ اُن کا حال خدا جانے۔ کیا فرعون موسیٰ کا سوال وجواب ہم
 ایک حکایت سمجھ کر سن لینا چاہیے اور یس نہیں یہ تو معمولی طور کی سمجھ ہو اور کچھ زیادہ تعریف کے
 لائق نہیں۔ ایسی ہی سمجھ کی نسبت مولائے روم فرما گئے ہیں بلیت

۱۵ موسیٰ تھارے دا پتہ ہاتھ میں کیا پتھر ۱۲۷۱ مسیحی لائے ہی اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں
 کے لیے پتے بھاڑتا ہوں اور اس سے میرے اور بھی بہت سے کام نکلتے ہیں ۱۲۷۲ میرے پروردگار میرا سینہ کھول دے
 اور میری ہم آسمان کر دے اور میری زبان کی گانہ ۱۰۱۰ کرے ناک وہ میری بات سمجھیں اور میرے ہی گھر آئے سے میرے
 بھائی ہارون کو میرا قوت بازو بنا کر میری کمزوریوں کو دے اور اس امر تبلیغ رسالت میں میرا سامھی کر دے تاکہ ہم دونوں
 مل کر تیرے کثرت سے بیان کریں اور کثرت سے تیری نیکو کاری میں لگے ہیں ۱۲۷۳ اور میرا بھائی ہارون اُس کی زبان
 مجھ سے زیادہ صاف ہو تو اُس کو میرے ساتھ بھیج دے کہ میرا قوت بازو ہو کر میری تصدیق کرے ۱۲۷۴ اُن کا حال تو میرا پروردگار ہی جانتا ہے

استخوان میش سگان اند ختم

من ز قرآن مغرور را بر اشم

ذرا اونچے چلو۔ اس سے ایک نہایت ضروری۔ نہایت بکار آمد۔ نہایت عمدہ ہدایت نکلتی ہو کہ اگر اس پر عمل کیا جائے تو دنیا میں امن آجائے۔ وہ کیا ہدایت نکلتی ہو کہ خدا کے ساتھ ہر شخص ایک خاص معاملہ رکھتا ہو۔

ہر گدا را بر درت نازے دگر

ای ترا با ہر دے رازے دگر

اور کسی دوسرے آدمی کو اس کے معاملے میں دخل دینا مناسب نہیں۔ موسیٰ نے صرف قرون اولیٰ کے بارے میں خدا پر حوالہ کیا۔ اور ہم کو چاہیے کہ کسی کی نسبت کوئی رائے ظاہر کریں کیوں کہ کوئی شخص ہم سے کیسا ہی احتیاط رکھتا ہو ہم کو اس کے دل کا حال تو معلوم نہیں۔

کہ تا کجاش رسیدست با نگاہ علوم

تو ال شناخت بیک روز از خصال مرد

کہ خیر نفس نہ گرد و بہ سالنا معلوم

وے ز بالطنش امین مباش و غرہ مشو

غیر تو کیا جاسے گا خود صاحب دل کو اپنے دل کی چوری کی خبر نہیں ہوتی جس لفافے کو خدا بند رکھنا چاہے کس کی طاقت ہو کہ کھول سکے۔

قبر میں جا کر لفت افہ کھل گیا

عمر بھر مستور رکھا راز دل

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی حکایت ہو کہ کسی نے اُن سے پوچھا مَا تَقُولُ فِي يَزِيدٍ آپ سن کر خاموش ہو رہے۔ یہ خاموشی وہی حضرت موسیٰ کی عَلِمْتُهَا عِنْدَ رَبِّيٰ فِي كِتَابٍ کی مراد تھی۔ اور حکم شرعی بھی یہی ہو کہ بالیقین کسی کو کافر نہ کہنا درست نہیں۔ مگر حکم شرع کو اور صرف حکم شرع ہی کو نہیں بلکہ عقل و انصاف کو بھی ماننا ہی کون ہو۔ اب تو لوگ یقین بھی پر بھی قناعت نہیں کرتے۔ جب تک اُس وہی مقتدی کی سی تمہیں نہ کر لیں۔ جو نماز کی نیت کرتے وقت اَقْتُدِیْتُ بِهَذَا الْاَقَامِ کے کتبے پر بس نہ کر کے منہ سے امام کی طرف اشارہ بھی کیا کرتا تھا۔ پھر اس کا وہم تر قی کرتا گیا۔ تو صفت سے نکل کر امام کو ہاتھ سے پھٹنے لگا۔ تو اگر لوگ ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ کی طرح

لے یزید کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں ۱۲ میں اس امام کے پیچھے ہوں ۱۳

چُپ رہیں۔ یا موسیٰ کی طرح علمِ خدا پر حوالہ کریں۔ تو پھر ہماری ہندوؤں کی۔ ہماری عیسائیوں کی۔ ہم میں مٹی شیعوں کی۔ مقلدوں غیر مقلدوں کی۔ دو الین دو الین کی لڑائی کیا۔ اگر کوئی جنت میں جانا چاہتا ہے تو چشمِ ماروشن دل باشد۔ وہ کوئی دنیا کا سا مکان تو ہو نہیں کہ بہت آدمی جمع ہوں گے تو جگہ گھر جائے گی تو اُسکی سحت تو عِزُّہَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی جہنم کی طیاری کر رہا ہے تو اُس کی خوشی آخر جہنم بے چاری بھی تو کھل من مُزید پڑی پکار رہی ہے۔ اُس کی فریاد بھی تو کسی کو سنتی چاہیے۔ لیکن لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے فرائض تو پورے پورے ادا کر چکے آدمی خالی بیٹھا کیا کرے۔ چلے خدا کا ہاتھ بٹوانے سے

تو کارِ تریں رانکو ساختی	کہ آسماں نیز پر داختی
--------------------------	-----------------------

بات یہ ہے کہ انسان ایسا مخلوق خود غرض ہے کہ اگر اُس کی حاجتیں خدا سے متعلق نہ ہوں تو یہ بھول کر بھی خدا کو یاد نہ کرے کہ وہ ہے کون۔ اور کہ بھر رہتا ہے ہم جیسی نمازیں پڑھتے ہیں اگر واقع میں پڑھتے بھی ہوں تو انصاف کی بات یہ ہے کہ نہ پڑھنے سے بدتر ہے کیوں کہ حکمِ کائناتِ باری ہے لیکن اُس کو بڑی بھونڈی طرح پر۔ بے دلی۔ بے توجہی۔ بے پروائی سے بجالانا بے ادبی اور گستاخی جو بعض صورتوں میں نافرمانی سے زیادہ ناگوار ہوتی ہے۔ حدیثِ شریف میں آیا ہے کہ نمازِ نبیؐ حضورِ قلب ادا کی جائے وہ الٹی پڑھنے والے کے ٹھہر پر مار دی جاتی ہے دوسرے کے مافی الفہم کے جاننے کی مشکل ہے لیکن میں اپنے اوپر قیاس کر کے کہتا ہوں کہ اگر لوگ ایسی ہی نمازیں پڑھتے ہیں جیسی میں ساری عمر پڑھتا ہوں۔ تو افسوس اس نماز پر۔ افسوس اس کے پڑھنے پر۔ افسوس اس کی مقبولیت کی امید پر۔ افسوس اس کے صلے کی توقع پر۔ یہ نماز اس سے زیادہ کچھ فائدہ نہیں دے سکتی جیسے کسی سکول کا لڑکا سکول کے وقت میں حاضر ہوتا۔ اور پڑھتا لکھتا خاک نہیں کیا صرف حاضر رہنے سے وہ امتحان پاس کر لے گا۔ ہرگز نہیں۔ ہاں اتنا کہنے کو ہو جائے گا کہ فلاں سکول کا لڑکا ہے۔ سو میں اس کو بھی بس غنیمت سمجھتا ہوں کہ اسلامیہ کالج کے رجسٹر میں لے اُس کا پھیلاؤ زمین سے لے کر آسمان تک ہے۔ ۱۲۔

نام تو لکھا رکھا ہے کیا عجب ہے کہ کوئی بھوپال کی گیم جیسی اندکی بندی اتفاق سے لاہور میں آنکے اور مطلق اسلامیہ کالج کا نام سن کر کچھ نے وہ عطیہ حق تو ان کا ہے جو حق طالب علمی ادا کرتے ہیں مگر ان کے طفیل میں نیکے طالب علم بھی کچھ فائدہ اٹھا لیتے ہیں ۵

شہید مہر روز امید و بیم	بدال را بہ نیکیاں بہ بخشد کریم
چہ کم گرد و امی صدر فرخندہ ی	ز فخر رفیعت بدر گاہ حرم
کہ باشند شستہ گدایان تحصیل	بہمان دار سلامت طفیل

مجھ کو سخت حیرت ہے کہ لوگوں کو نماز میں کیوں کر حضور قلب ہو جاتا ہوگا۔ اگر ہوتا ہو۔ نماز نام ہو ارکان خاص کا۔ اور ارکان ہیں کہ کسی میں قنوت ہو یعنی کچھ قرآن پڑھنا ہوتا ہو کسی میں تسبیح ہو کسی میں دعا ہو اور یہ سب کچھ زبان عربی میں پس حضور قلب کی ایک کیفیت خاص تو نہیں ہے کہ آدمی نے شروع سے ایک تصور جمالیا۔ اور آخر تک اس خیال کو بدلنے نہ دیا۔ بلکہ کبھی خدا کی عظمت کو پیش نظر رکھنا پڑتا ہو۔ جہاں خدا کی حمد ہو کبھی اہتمام و تضرع کرنا پڑتا ہو۔ جہاں دعا ہو کبھی اظہار بنداست کیا جاتا ہو جہاں اعتراف گناہ ہو۔ کبھی عبرت کبھی خوف کبھی رجاء کبھی ہم کبھی امید یہ ہیں پیرائے حضور قلب کے۔ اور ان کے پتے شرط ہے۔ فہم عربی۔ اور مسلمانوں کو جیسی عربی آتی ہے معلوم۔ پس ان کو حضور قلب ہونا ہوگا تو ویسا ہی ہوتا ہوگا جیسے کسی جاہل نے کسی مولوی سے ہر ایک حالت اور ہر ایک موقع کے مناسب دعائیں سیکھ لی تھیں۔ بے فہم عربی اس کو ہوا خلط بحث تو وہ تنہا کرتے وقت دعا پڑھتا۔ اَللّٰهُمَّ اَرْحِنَا حِجَّةَ الْبَخْتِ اور عربی نہ سمجھنے کا کیا الزام دیا جائے یہاں فہم عربی پر یہ شامت ہے کہ ساری عمر ایک رکعت بھی حضور قلب سے پڑھتی نصیب نہیں ہوتی ۵

تو کہ بدولت ایشاں رسی کہ توانی	جز ایں دور کعت و آل ہم بصیر پیشانی
--------------------------------	------------------------------------

اگر آدمی اپنے فرائض کا ٹھیک طور پر اندازہ کرے۔ تو اس کو اپنے ہی نفس کے احتساب سے

۵۱ خدا جہ کو جنت کی خوشبو لگھا ۱۲۱۔

فرصت نہ ملے کہ دوسروں کے ایمان کو جانچے اور ان کی نیکی بدی کو تو لے ایسی تو نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ اگر پڑھی جاتی ہوں۔ اور ان پر نازیہ ہو کہ دوسروں کو سگ و خوک کی طرح ذلیل سمجھا جاتا ہو اور ضلالت منت رکھی جاتی ہو سو الگ۔ اس کے صلے میں خدا جانے کیسے کیسے تو قعات ہیں کہ جنت کو تو اُس کا رد کھن سمجھنا چاہیے۔

انگیزا ہر دکانوں کہ نہ ہو گرچہ ریائی

پاداشِ عمل کی طمع غام بہت ہے

روزروں کا حال نماز سے بدتر۔ ہاں فی ذلک ہم رضوانِ جنت باب الریاں کھولے اُن کو اہلاً و سہلاً دھر جتا کہنے کے لئے اُن کا منظر کھڑا ہو۔ حج اگر کرتے ہیں تو جسطرح جنتی ہو چکے ہیں۔ اور اگر نہیں گئے تو لوگوں پر اپنی دین داری ثابت کرنے کے لئے کیا کبھی اتنا بھی منہ سے نہ کہا ہو گا کہ خدا ہم کو بھی حج نصیب کرے پس کیونکہ وَلَدْتُ امّاً بن گئے۔ اب آؤ اتفاق فی سبیل اللہ پر جس کے لئے یہاں جمع ہوئے ہو۔ میں تو عالم النیات ہوں نہیں ہاں اتنا جانتا ہوں کہ اگر مسلمان خوش دلی اور کشادہ دلی کے ساتھ انجمن حمایت اسلام پر بیڑ چ کرے۔ اور دینا وہی ہو جو خوش دلی اور کشادہ دلی کے ساتھ ہو۔ تو اس انجمن کی یہ کیفیت نہ ہوتی کہ اس انجمن کے مبروں کو چندین شکل برائے اکل بنانی پڑتی ہیں۔ القفر کا سوانگ بھر کر گلی گلی کو پے کو پے بھیک مانگتے پڑے پھرتے۔ ہر ماہواری رسالے میں مضمون بھی لکھتے۔ آرٹیکل بھی دیتے۔ مگر ترویجِ بندۂ مع ما قیماں کو بے دلداریم۔

وہی کہ کچھ دود بہا رہے صوفی صاحب ہیں مع بھڑ میں کہ رسید یکم آسمان پیدا است۔ کوئی شہر تو انہوں نے چھوڑا نہ ہو گا اب گاؤں گاؤں دھادے کرنے کی فکر میں ہیں۔ پھر گھر گھر متعفن متعفن۔

اچھا سالانہ جلسہ کیا ہی یہ بھی چننے کی مچھالیاں پھنسانے کا ایک دامن ہے۔ اور لکچر اور وعظ اور رپورٹ اور کیا اور کیا۔ یہ سب پیٹ دلقہ ماہی۔

لو یا دعا جہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

بہرے ننگے گزرا ہوا جملہ گزرا ہوا

کہ من آن قدر رعنا می شناسم

سنتا ہوں کہ انگریزوں کی ولایت میں دستور ہو کہ گلی گلی کے ٹکڑے پر خیراتی مکس دھرے رہتے ہیں جس کو کچھ دینا منظور ہوا۔ یکس میں ڈال دیا۔ ایک ہمارا ملک ہو۔ اونٹ بے اونٹ تیری اکوئی بھی کل سیدھی۔ خیرات بھی ہو تو اکثر گھسے کا کھایا یا پ نہ پین۔ اس سے کچھ بچا تو چڑیا اپنی جان سے لگتی۔ کھانے والوں نے مزہ نہ پایا۔ بات یہ ہے کہ نہ مانگنے والوں کو مانگنے کا ڈھنگ نہ دینے والوں کو دینے کا سلیقہ۔ یہ نہیں ہے کہ ہمارے ملک میں خیرات نہیں ہے۔ بہت کچھ ہے۔ مگر یہ تمیزی کی وجہ سے ضائع۔ اکارت رانگال۔

لوگوں کو خیرات کے بارے میں بڑی سخت غلطی واقع ہو۔ ان کو کسی نہ کسی طرح سمجھانا چاہیے کہ محتاجی ایک مرض ہے اور بلاشبہ اس کا علاج ہی ہے۔ اور یہی ہو سکتا ہے۔ اور یہی ہونا چاہیے کہ محتاجی کی حاجت رفع کردی جائے۔ بھوکا ہو تو اس کا پیٹ بھر دو۔ ننگا ہو تو اس کو کپڑے پہناؤ۔ جیسے فرض کرو کہ بخار کی ہوا چلے تو اس کا علاج یہی ہے کہ کوئین اور سنگونا اور فیوریل اور فیورٹیکل وغرض وہ دوائیں جو واقع تپ ہیں تقسیم کرائی جائیں اور ایسا ہی ہوتا ہے اور ٹھیک ہوتا ہے اور بڑی ثواب کی بات ہے۔ لیکن اس سے بہت زیادہ ثواب کی بات ہو اگر بخار ہی نہ آنے دیا جائے۔ ایک انگریزی مثل ہے پریویشن آف پرووین کیور (سلب مرض سے مدد مرض کیس بہتر) اس ٹیکے کو مرض محتاجی پر کیوں نہ جاری کیا جائے۔ اس سے کہ بھوکے کا پیٹ بھر دو۔ یا ننگے کا بدن ڈھانک دو بہت زیادہ بہتر ہو گا کہ لوگوں کو بھوکا نہ لگانا ہونے ہی نہ دو۔ اب پوچھو ایسی کون سی تدبیر ہے جس سے لوگ بھوکے ننگے نہ ہوں۔ ہاں یہی وہ تدبیر ہے جو انجمن حمایت اسلام اور اس کی سسٹم اسٹڈیو شنڈر اسی طرح کی دوسری انجمنیں کر رہی ہیں۔ بھلا اور لوگوں کو تو رہنے دو۔ یہ یتیم بچے جن کا کوئی سرپرست نہیں۔ اوپر خدا یا نیچے انجمن حمایت اسلام ان کی نسبت تم کیا خیال کرتے ہو۔ کیا خدا انھیں استہیہ ننگے پھرے گا۔ کیا خدا انھیں استہیہ بھوکے مریں گے۔ کیا خدا انھیں استہیہ لو کر یاں ڈھوتیں گے۔ اور اگر تم مہمو کی طور پر جیسا تمھارا دستور ہے۔ ان کی مدد

کرتے تو قسم کھانے کی بات ہو کہ یہ بھیک بھی مانگتے۔ بھوکے بھی مرتے۔ ننگے بھی پھرتے۔ لوگری بھی ڈھوتے۔ اور اس سے بڑھ کر چوری بھی کرتے۔ قید بھی ہوتے۔ لیکن اب حمایت اسلام کی حمایت اور تربیت میں یہ ان شاء اللہ بھلے آدمی ہوں گے۔ خوشحال آرمنٹ آف سوسائٹی (سوسائٹی کی زینت) میں نے ان کو یتیم کہا تو غلطی کی۔ کوئی اپنے باپ کا بیٹا ہوتا ہی اور یہ قوم کی قوم کے بیٹے ہیں لیکن اُسی وقت تک کہ انجمن حمایت اسلام ان کی پرداخت کرتی ہو بھائیو! کیوں نہیں اپنی خیرات کا قاعدہ ٹھیک کرتے۔ کہ ایسے عمدہ نیتے دکھا سکو۔ جیسے تمہاری خیرات جو انجمن حمایت اسلام میں دیتے ہو دکھا رہی ہو اور آئندہ اس سے ہتر دکھائے گی۔ اور ضرور دکھائے گی۔ اگرچہ مانگتے والے بھی مانگنے کے طور پر نہیں مانگتے۔ بہتوں نے بلا استحقاق مانگنے کو ہمیشہ بتالیا ہو۔ بہتر سے بہتر سی سے دھننا دے کر بہتر سے یا ڈبلی الفریٹس (جسمانی عیوب) دکھا اور لوگوں کو نفرت دلا دلا کر مانگتے ہیں۔ اور یہ بدترین پیرائے ہیں ابرام کے۔ مگر یہ دینے والوں کی کمزوری ہو کہ ایسی نالایق گداگری کی مقادمت نہیں کی جاسکتی۔ دینا تو ہر حال میں اچھا ہی گرسے

بے طلب دیں تو حمزہ اس میں سوا ملتا ہی	وہ گدا جس کو نہیں خوشے سوال اچھا ہی
---------------------------------------	-------------------------------------

لیکن مانگنے والوں سے کچھ سوال چھوٹے لوکیوں کر چھوٹے۔ دینے والوں کے بے طلب دینے سے چھوٹے سودینے والے طلب پر تو مشکل سے دیتے ہیں۔ اگر لوگ طلب کرنا چھوڑ دیں تو باب خیرات ہی مسدود ہو جائے قیاضی بھی عبادت ہو۔ بلکہ کل عبادتوں سے فہصل۔ کیوں کہ یہی ایک عبادت ہو جس سے دوسروں کو نفع پہنچتا ہو۔ لیکن وہ ضعف انسانیت خود غرضی کہاں جائے لوگ دیتے ہیں۔ مگر یہ سن کر دیتے ہیں مَثَلُ الَّذِي يَنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سَبِيلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ اگر قیامت کا ارضیا کا حق یقین ہو تو کون ہی جو اس طرح کا سودی روپیہ نہ چلائے۔ ایک ایک کے سات سات سو۔ مگر ہمارے لے جو گ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن کی مثال ایسی ہو جیسے ایک دانہ کہ اُس سے سات بائیس اُنکس ہر بال میں سودا نے ۱۲۔

یقین کا تو حال یہ ہے اِنَّ نَظْرُ الْاَشْطَاوَمَا اَعْمٰی مُسْتَقِیْنِ یَقِیْنِ جس کو یقین کہتے ہیں۔ ہوتا تو آج بمن
 حمایت اسلام میں ایک لاہور سے لوگوں کی سیبوں۔ ہو بیٹوں کے زیوروں کے انبار لگ گئے
 ہوتے کہ بھائی شمس الدین رکھتے اور سنبھالتے نہ بن پڑتا۔ تمھاری کیا تخصیص ہے۔ مسلمانوں میں
 جیتے ہی قیامت آگئی ہو کہ نفسی نفسی ہو رہی ہو اور نفسی نفسی نہ ہوتی۔ تو ہم اس روز بد ہی کو کیوں نہ
 تم نے دیا۔ اور دیتے ہو۔ اور دو گے خوب کیا۔ بہت خوب کیا۔ خوب کرتے ہو۔ بہت خوب کرتے
 ہو۔ خوب کرو گے بہت خوب کرو گے اور میں مانتا ہوں کہ تمھارا دینا شیخی اور من وادی سے بھی
 پاک ہو مگر پھر بھی سچی فیاضی اور خالصتہ لوجہ اللہ اور چیز ہے۔ تم نے مَثَلُ الَّذِیْنَ یَنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ
 فِی سَبِيلِ اللّٰهِ کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِیْ كُلِّ سُنْبُلٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ یَا مَعْزِلُ الَّذِیْنَ
 یُعْرِضُ اللّٰهُ عَنْ رَحْمَتِہٖمْ اَفِضًا عَقَدَ لَہٗ اَصْعَافًا لَّیْدًا یا اسی طرح کی کوئی اور آیت کہ قرآن میں
 شاید ہی کوئی ورق ایسی آیتوں سے خالی ہو۔ عرض ایسے ایسے لمبے چوڑے وعدے سن کر دیا۔
 تو کیا دینے میں دیا۔ دنیا میں تو لوگ چند پیسے پیکڑے پر سودی روپیہ چلاتے ہیں۔ اور کن کی ضمانت
 جن کی زندگی کا ٹھکانا نہیں۔ بات کا بھروسہ نہیں۔ یا جاندا ہو تو اس کی قیمت گھٹی بڑھتی رہتی
 ہو اور خود ہر شخص خطر میں ہے۔ تو تم نے خدا کی ضمانت پر اور ایسے بھاری سود پر کہ ایک ایک کے سات
 سات سو۔ اور شاید اس سے بھی زیادہ کچھ دے دیا تو کون سا کمال کیا سچی فیاضی اور خالصتہ
 لوجہ اللہ دینا تو وہ ہے جس کی نسبت فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ ہُمْ مِّنْ خَشِیۡۃِ رَبِّہُمْ مُّشْفِقُوْنَ
 وَالَّذِیْنَ ہُمْ بِآیَاتِ رَبِّہِمْ دُوۡمِنُوْنَ وَالَّذِیْنَ ہُمْ بِرَبِّہِمْ لَا یَسُرُّ کُوۡنَ الَّذِیْنَ یُوۡفُوۡنَ
 مَا اٰتَوْا وَاَوْقَلُوۡا جہلۃً اَھْلُہُمۡ اِلٰی رَبِّہِمْ رَاۡجِعُوۡنَ اُولٰٓئِکَ یَسَارِعُوۡنَ فِی الْخَیۡرَاتِ وَہُمْ لَہَا
 لہ گمان تو ہم بھی کرتے ہیں مگر یقین نہیں ۱۲ ایسا کون ہے کہ اللہ کو ترغیب دے تو اللہ اس کو کوئی گناہ بڑھا کر ۱۲۵ جو
 لوگ اپنے رب کے خوف سے بے چین رہتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ جو اپنے رب کے
 ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں پھر بھی ان کے دل ڈرتے ہیں کہ دیکھئے خدا کے ہاں گئے
 پہنچے قبول بھی ہوں یا نہ ہوں ایسے لوگ اپنے کاموں میں اقدم بڑھا کر سب سے آگے ہو جاتے ہیں ۱۲۔

سابقوں جب تم میری ٹسٹ (جانچ) میں نہیں ٹھہر سکتے کہ میں ایک بندہ ہوں۔ عاجز گنہگار۔ بدتر
 سے بدتر۔ تو خدا کی باز پرس کی تم سے کیا تھا و مت ہو سکے گی۔ اپنے منہ میاں ٹٹھو بننے سے کام نہیں چلتا
 لَا تَزَكُوهٖ اَنْفُسُكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰ اَلْكَسْبُ اَدٰى اَبْنٰے حج ہوا کریں تو نیک و بد کا فرق اٹھ
 جائے۔ قداب و ثواب کا امتیاز باقی نہ رہے ہم کو ایک ایسے حج کے حضور میں جواب دہی کرنی ہو۔
 جس سے ہمارا فعل تو فعل کوئی راز تک مخفی نہیں بَعَثَ خَائِثَةً اَلْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ
 دنیا کے ایکہ ادنیٰ سے ادنیٰ حاکم کے پاس مقدمہ ہوتا ہو تو انسان حواس باختہ ہو جاتا ہو۔ حلال کہ
 اُس کا اختیار معلوم ہو اِنَّهَا تَقْتَضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا لَوْ كَيَا هُوَ نَاهِي اُس روز بازخواست کو
 جس کو قیامت کہتے ہیں اور جس کی نسبت خدا نے تعالیٰ وَهُوَ اَصْدَقُ الْقَائِلِيْنَ فرماتا ہو
 اِنَّ ذٰلِكَ لَشَاَعَةُ شَيْءٍ عَظِيْمٍ يَوْمَ تَوْنٰنَا ذٰلَ هَلْ كُلُّ مُرْضِعَةٍ مِّنْهَا اُذْصَحَّتْ وَتَضَعُ
 كُلُّ ذَاتٍ حَمْلَهَا وَتَرٰى النَّاسَ سُكَارٰى وَمَا هُمْ بِسُكَارٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ
 شَدِيْدٌ حج کا وہ حال کہ اُس کے اختیار کی کوئی حد نہیں لِيَنَّ الْمَلٰٓئِكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ
 تنقید کی رو مدد بگڑی ہوئی تَشٰهَدُ عَلَيْهِمْ السَّيِّئَةُمْ وَاَيُّدِيْهِمْ وَاُذْجِلْهُمْ بِمَا كَانُوْا
 يَكْمُلُوْنَ ممکن ہو ان باتوں کا پورا پورا یقین ہو اور انسان ہنسنے ممکن ہو کہ ان باتوں کا پورا پورا
 یقین ہو اور انسان غفلت کی نیند سوئے ممکن ہو کہ ان باتوں کا پورا پورا یقین ہو اور انسان
 اس طرح زندگی بسر کھے جس طرح کہ ہم کرتے ہیں۔ بات یہ ہو کہ انصاف کے ساتھ احتساب کرے
 تو دین و دہب کا نام لیتے ہوئے شرم آتی ہو۔ خدا جیسا کہ عقل چاہتی ہو کہ ہو۔ اور جیسا کہ قرآن

اَلَمْ يَلْبِسْكُمْ غِيٓظًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَصْحٰبُ الْاَيْمٰنٍ سُبُوْا اَصْحٰبُ الْاَيْمٰنٍ سُبُوْا اَصْحٰبُ الْاَيْمٰنٍ سُبُوْا اَصْحٰبُ الْاَيْمٰنٍ
 معلوم ہیں ۱۱۰ سورہ قومت کرے گا ہماری جان بٹے گا ۱۲۰ آیت اور وہ سب سے زیادہ سچ کہنے والا ہو ۱۲۰ آیت بے شک قیامت
 کا زلزلہ ایک بھاری حادثہ ہو جس دن اس کو دیکھو گے تو یہ حالت ہو گی کہ دو صد ہلانے والی اپنے بچے کو بھول جائے گی
 اور ہر بیٹ والی اپنا پیٹ ڈال دے گی لوگ متواسے دکھائی دیں گے حلال کہ متواسے نہیں بلکہ اللہ کا عذاب سخت ہو گا اور
 ۱۲۰ آج کس کی حکومت ہو؟ اللہ کی جو اکیلا ہو سبب زبردست ۱۲۰ آیت ان کی زبانیں اور ہاتھ اور پاؤں ان کے مقابلے میں

پاک سے ظاہر ہوتا ہو کہ ہو۔ وہ خدا تو ہمارے جیسے ادعائی دین داری سے رضامند ہو سکتا نہیں اور ہونا چاہیے بھی نہیں۔ مگر ہاں وہ خدا جو ہم نے اپنے ذہن میں ٹھیسرا رکھا ہے اور اُکیت مَرَّ اَلْحَدَّ اَلْهَلْکُوْا خدا کے کہ خدا ایسا ہی ہو تو پھر سب بے حساب جہنم چاقبضہ کریں۔ مجھ کو اس بابے میں جو کچھ بیان کرنا چاہیے تھا ابھی میں نے ایک شمع بھی نہیں کیا۔ مگر خیر جو کچھ دراصل ہو بیان کیا اس کے بعد میں آپ سب صاحبوں سے درخواست کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنے دل میں سلام کا ایک سینڈ روڈ قرار دے جیسا کہ مدرسوں کے امتحان میں نمبر کامل ہوتا ہے اور پھر اَلْاِنْسَانُ مُوْکِبٌ مِّنَ الْخَطَاۃِ وَالنِّسْيَانِ۔ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا کا پکا انداز کے پاس کرنے کی ایک ٹھیسری۔ مثلاً نمبر کامل تو ہوں تو پاس کرنے کی حد تینتیس یا پچیس یا بیس یا پھر ٹھٹھے دل سے اور سچے دل سے خدا کو حاضر و ناظر جان کر اپنے نفس کا احتساب کرے اور دیکھے کہ اسلامی امتحان میں اس کو پاس ہونا چاہیے یا فیل۔ یہ میرا ایک پرانا خیال ہے۔ اور میں نے اپنے نفس پر اس کو اکثر آزمایا ہے۔ جوانی میں پیری میں۔ نوکری کی حالت میں خانہ نشینی میں سفر میں حضر میں۔ خلوت میں۔ جلوت میں اور میں اس کے نمبر بھی کیسے نو دم کے لیے تھے سو میں دس تو میں اس بھرے مجمع میں اقرار کرتا ہوں کہ میں کسی ایک سبکدوش میں بھی اپنے تئیں دس نمبر تئیں دے سکا سو میں دس ہمیشہ فیل۔ اور فیل بھی وہ ٹھوڑا سا گریس دے عورتی کے ساتھ، اور اب تو امتحان کے لیے پری تیر (طیار) ہونے کی نہ مجھ میں طاقت ہے اور نہ توانائی ہے۔ یہ تو میں عمل کے اعتبار سے کہتا ہوں۔ رہے خیالات معتقدات بھلا ساری عمر کے جھے ہوئے رنگ اب کیا چھوٹیں گے اپنی حالت تو ایسی ہو پلس (مالوسانہ) ہو اور میں خیال کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنی نسبت ایسا ہی خیال کرے گا۔

نہ بیٹی چمکیس عابر ترانہ لیش

گرت چشم خدا بیٹی بہ بخشد

۱۷ بھلا تم نے اس شخص کو بھی دیکھا ہو جس نے اپنی خواہش کو اپنا مہود بنا رکھا ہے ۱۲ سالہ چوک انسان کی سرشت میں رکھی گئی ہے ۱۲ سالہ اور انسان کی خلقت بودی واقع ہوئی ہے ۱۲۔

اور یہ تو حقوق اللہ کے اعتبار سے کچھ یوں ہی سرسری سی جانچ کی تھی کہ ساری قلمی کھل گئی اور اگر حقوق العباد کی کسوٹی پر کس کر دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ ہم صرف نام کے مسلمان ہیں۔
مردم شماری میں ہم کو مسلمانوں میں گن لیا ہو۔ ورنہ مسلماناں درگور و مسلماناں در کتاب تو مجھ کو رہ رہ کر خیال آتا ہو کہ اپنی کیفیت ہو تو کس منہ سے کسی دوسرے پر اعتراض کیجئے کیا کوئی اندھا کانڑے پر اور کیا کوئی کانڑا اُس پر ہیں کی آنکھوں میں ناخنہ ہی ہنس سکتا ہے یا اُس کو چشم حقارت سے دیکھ سکتا ہے۔

<p>اسی ذوق کس کو چشم حقارت سے دیکھئے</p>	<p>سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں</p>
--	--

بات چلی تھی اس پر کہ انسان ایسا مخلوق خود غرض ہے کہ اس کی حاجتیں خدا سے متعلق نہ ہوں تو یہ بھول کر بھی خدا کو یاد نہ کرے کہ وہ کون ہو اور کہہ رہتا ہو۔ اچھا خود غرضی ہی سہی مگر تہ دل سے اُس کی یاد تو ہو۔ یاد کا جو حال ہو وہ سن ہی چکے ہو کہ کیا نماز کیا روزہ کیا حج کیا زکوٰۃ کوئی بھی تو ٹھیک طور پر نہیں۔ ان سب سے بڑھ کر غضب یہ ہو کہ انسان اپنی حاجتوں کو خدا سے متعلق کرنے میں بھی مضائقہ کرتا ہو حاجتوں کو خدا سے متعلق کرنے میں مضائقہ کرنا ادا مطلب کا ایک پیرا ہے۔ دوسرا پیرا یہ ہے کہ وہ خدا کے خستیا رات گھٹانے اور کم کرنے کے پیچھے پڑا ہو۔ یہ کیوں کر؟ یہ اس طرح کہ انسان اپنی تدبیر پھر دیکھتا ہو تدبیر پر اعتماد کرنا کچھ بے جا نہیں ممنوع نہیں۔ تدبیریں بھی خدا ہی نے بتائی ہیں۔ اس واسطے کہ اُس حکیم برحق نے اس عالم کو عالم اسباب بنایا ہو۔ مگر اعتماد و اعتماد میں فرق ہو۔ تدبیر پر اعتماد کرنا ایک درجے میں استدلال حکم الہی ہے۔

بر تو کل زانوے اشتہ بند

اور ایک درجے میں شاید وہ شرک و کفر تک نہج ہو سکتا ہو۔ اب اس کا فیصلہ کون کرے کہ ہم جو اپنی تدبیر پر اعتماد کرتے ہیں۔ وہ کس درجے میں ہو۔ اس کا فیصلہ کرے خدا۔ یا ہمارا کائنات (ایمان) مثال کے طور پر ایک زرق ہی کا معاملہ ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتا ہو۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا ۚ وَهُوَ يُغْنِي عَنْهَا ۚ وَهُوَ يُسَبِّطُ الرِّزْقَ
 لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ تَعْلَمُونَ ۚ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کے رزق کی تحریری ذمہ داری کر لی۔
 ہو۔ اس سے بڑھ کر اور وثیقہ کیا ہو سکتا ہو۔ مگر میں پوچھتا ہوں۔ کہتے دل رزق کی طرف مطمئن
 ہیں اس واسطے کہ خدا کا وعدہ ہی میں سمجھتا ہوں کہ شاید انہوں میں ایسا ایک کا بھی دل نہیں۔ ہاں
 اگر ہم میں کوئی نوکری پیشہ ہو وہ رزق کی طرف سے مطمئن ہو اس واسطے کہ اُس کی نوکری لگی ہو۔ یا
 اس واسطے کہ اُس نے امتحان پاس کر کے نوکری کے لیے استحقاق ثابت کیا ہو۔ اور کوئی حاکم
 اُس کو زبان دے چکا ہو کہ جب کوئی جگہ خالی ہوگی میں تمہاری پرورش کروں گا۔ یا اس کے
 پاس دوسرے وسائل ہیں جو اس کو کبھی نہ کبھی نوکری کرا چھوڑیں گے۔ اگر تجارت پیشہ ہو وہ مطمئن
 ہو کہ اس کی تجارت چل رہی ہو۔ اور فائدے کی توقع ہو اگر کاشتکار ہو وہ پیداوار کے بھروسے پر
 اُدھار کھا رہا ہو۔ غرض ہر شخص کو خدا کے وعدے سے قطع نظر کر کے کچھ نہ کچھ وسیع تسلی ضرور ہو۔ بات
 وہی ہوتی ہو۔ مگر دوسرا سمجھ کا پھر آدمی کو غلطے بے تعلق کر دیتا ہے یعنی ایمان جاتا رہتا ہو۔ نوکری کر دے تجارت کر دے
 کاشتکاری کر دے جو تمہارے جی میں آئے کر دے مگر یہ سمجھو کہ اہل میں رازق وہ ہو۔ وہ چاہے تو بدوان
 ان حیلوں کے بھی دے ۵

اور وہ نہ چاہے تو ایک نہیں ہزار حیلے کریں پھر بھڑو کے کے بھڑو کے ۵	اور نہ ستانی بہ ستم میرسد
گزین را با سکاں روزی	نہ دہندت زیادہ از روزی
مگر عادت الہی بول ہی ہو کہ ہم کو معاش کے لیے کچھ نہ کچھ حیلہ کرنا ضرور ہے اِنَّ اللہَ لَا یُفْضِعُ عَلٰی حَاصِلٍ مِّنْکُمْ خِیَالَ کَاْثِحِیْکَ رُکْشَاہِیْ تُو کَامَ رُکْشَاہِیْ۔ ورنہ مومن اور کافر بلکہ انسان اور حیوان میں کچھ بھی فرق نہیں۔ اگر ہم تدبیر اور اسباب ظاہر پر اعتماد کلی کو بٹھیں۔ جیسا کہ افسوس ہو کہ ہم کر بیٹھیں ۱۷ زمین میں جس قدر جان دار چیزیں ہیں سب کا رزق اللہ نے اپنے دے سے رکھا ہی ۱۷ جس کو چاہتا ہو زیادہ روزی دیتا ہو اور جس کو چاہتا ہو کم ۱۷ بلاشبہ اللہ کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا ۱۷۔	

تو اس اعتماد کے سوائے اس کے اور کیا معنی ہو سکتے ہیں کہ ہم نے اپنے زعم میں خدا سے اُس کے اختیارات چھین کر اُن چیزوں کو دیدئے ہیں جو اُن اختیارات کے اہل نہیں۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ یہ شرک نہیں تو کیا ہے۔ بت پرستی نہیں تو کیا ہے۔ اور کفر نہیں تو کیا ہے۔ اچھا اگر اس بارے میں میری رائے سخت ہو اور تشدد بے جا کر تاہوں تو ابراہیمؑ کا معاملہ سمجھاؤ اختلافات فنی و شیعہ خفی۔ شافعی۔ وغیرہ وغیرہ سے قطع نظر کہ وہ تو مسلمانوں کے دو بڑے گروہ ہیں۔ ایک بچا ہے ہم لوگ کلمہ گو اربابِ ظاہر جو پیری مریدی کے سلسلے میں نہیں ہیں۔ ہماری موٹی سمجھ تو یہ ہے کہ خدا کو اپنے بندوں کی معاش و معاویہ کی اصلاح کے لئے جو جو ہدایتیں صادر کرنی منظور تھیں وقتاً فوقتاً پیغمبر صاحبِ پردہ کی ذریعے سے نازل ہوتی رہیں۔ جب جب وحی نازل ہوتی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کمالِ احتیاط و دیانت کے ساتھ اُس کو قلمبند کرتے جاتے یہاں تک کہ قرآن جیسا اب موجود ہے مدون ہو گیا۔ اور خدا نے فرمادیا اَلْیَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ جس کے معنی ہو گئے کہ فرمانِ شاہنشاہی کو ختم کر کے اُس کے آخر میں مہر لگا دی کہ آئندہ کوئی شخص اس میں کمی و بیشی نہ کر سکے۔ چنانچہ تیرہ سو برس گزر گئے۔ آج تک ایک نقطے کا فرق تو پڑا نہیں۔ اور پڑے گا بھی نہیں۔ کیوں کہ خدا نے اس کی حفاظت کا وعدہ کر لیا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاَنَّا لَكُمۡ اِلٰہُ فَظُنُّوۡنَ یہ اسی وعدے کا ایفا نہیں ہو تو کیا ہو کہ لاکھوں مسلمانوں کے دلوں میں اس کے زبانی یاد رکھنے کا شوق پیدا کر دیا ہو۔ ناخین اور متزعجن کی پیری کیا چل سکتی ہو کہ اس میں تصرف کریں۔ اگر روئے زمین کے سارے قرآن معدوم ہو جائیں۔ ہو جانے دو۔ مسلمانوں کے دلوں میں۔ اَبَا عَنِ یَحٰیجِدُ اس کا ایک ایک حرف کندہ ہوتا چلا آتا ہو جس کو نہ آگ جلا سکتی نہ پانی دھو سکتا ہو۔ ایک حافظ مرنے نہیں پاتا کہ ایسے ایسے پانچ اور برس کے برس رمضان میں نماز تراویح کی امامت کرنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سامان ہی ایسا آکر بندھا ہو کہ یہ آواز الی انقرض دنیا پست ہو سکے والی نہیں ہو۔ نیز یہ تو قرآن اہل دین ہو۔ جیسے تہ و تہمت۔ اب یہی حدیث

آج میں سے تمہارے۔ یہ تمہارا دین کا کل کر دیا۔ اے نبیؐ تو اُن کو ابراہیمؑ کی طرح نہ بناؤ۔ اے نبیؐ

فقہ اور دوسرے علوم دین۔ یہ سب فروعات ہیں۔ قرآن لایعنی قانون۔ حدیث پراسید یور۔ یعنی ضابطہ کارروائی۔ فقہ نظائر۔ اور اسی طرح دوسرے علوم دین کے لیے بھی کوئی ماہ المثلثت پیدا کر لیا جاسکتا ہے۔ لا۔ اور پراسید یور تو تبدیل پذیر نہیں۔ مگر نظائر کا بدلنا موقوف ہے۔ لوگوں کی ضرورتوں کے تجدید پر۔ اور تعجب ہی جب کثرت سے ضرورتوں کے تجدید کا زمانہ آیا۔ نظائر کا سلسلہ لوگوں نے موقوف کر دیا۔ ابھی دو باتیں اور بھی ہیں کہ پیغمبر صاحب پر جو وحی نازل ہوئی آپ نے بے کم و کاست ہو ہو اُس کو لکھوا دیا۔ سُناد دیا۔ مشہور کر دیا۔ فرشتے نے تو کہا کان میں۔ انھوں نے کوٹھے پر چڑھ کر پکار دیا۔ دنیا جہان میں اُس کی منادی کی۔ ایسی کہ وہی بات ہر ہر مسلمان کے منہ میں تھی۔ اور اُنھ میں ہے۔ اور قیامت تک اُنھ میں رہے گی۔

اب میں اس کے چند شواہد بیان کر دوں گا۔ مثلاً عبداللہ بن ام مکتوم ایک صحابی تھے نابینا وہ حضرت سے ہدایت پانے کے لیے حاضر خدمت ہوئے۔ اتفاق سے اُس وقت رؤسائے قریش جمع تھے۔ اور پیغمبر صاحب اُن کو تعلیم و تلقین فرما رہے تھے۔ عبداللہ نے قریب بھینچ کر عرض کیا کہ یا حضرت مجھ کو بھی حق کی تلاش ہو آپ مجھ کو بھی راہ راست بتائیے۔ پیغمبر صاحب نے سوچا کہ رؤسائے قریش کو خدا ویراہ کر دے تو ان کے دیکھا دیکھی بہت لوگ اسلام لائیں گے۔ چنانچہ آپ عبداللہ کی طرف ملتفت نہ ہوئے۔ اور ملتفت ہونے کا موقع بھی نہ تھا۔ سورہ عبس کے شروع کی آیتیں اس واقعہ سے متعلق ہیں عَبَسَ وَتَوَلَّى اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰی وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّہُ یَزْكٰی اَوْ یَدُّکُمْ فَتَنْفَعُ الذِّکْرٰی اَمَّا مَنْ اَسْتَغْنٰی فَاَنْتَ لَہُ تَصَدِّیْ وَمَا عَلَیْکَ الْاٰیٰتِیْ وَ اَمَّا مَنْ جَاءَکَ یَسْتَعِیْ وَهُوَ یَخْشٰی فَاَنْتَ عَنْہُ تَلْہٰی کَلَّا اِنَّهَا تَذْکِرٌ لِّمَنْ شَاءَ

سہ پیغمبر نے توری چڑھائی اور اُنھ پر پھیر لیا اس کے کان کے پاس ایک اندھا آیا۔ اسی پیغمبر پر کیا جانو۔ شاید وہ (گناہ کی) آلودگی سے پاک ہوتا۔ یا تمہاری نصیحت سے نفع اٹھاتا جو پروا نہیں کرتا تم اُس کے کچھ پڑے رہتے ہو حالانکہ اُس کے راہ راست پر آنے کا تم پر کچھ الزام نہیں اور جو شخص تمہارے پاس ڈر کر کھٹکا ہوا آتا ہو تو تم اُس سے تغافل کرتے ہو جو دراصل اسامت کرنا یہ قرآن تو نصیحت عاتقہ ہے جو چاہے اس سے نفع اٹھائے اُن اوراق میں لکھا ہوا ہے جو بزرگی اور عالی رتبہ رکھتے اور پاک ہیں۔ بزرگ نیک لکھنے والوں کے

ذَكَرَكَ فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مِّنْ ذِي قُوَّةٍ مُّطَهَّرَةٍ تَأْتِي سَفَرًا مَّكَرَّمًا مِّنْ دُونِهَا مِثْلَ سَفَرِ الْأَنْبِيَاءِ
 اپنے ماتحت پر عتاب کرتا ہو تو شخص محتسب اُس کو چھپاتا ہو کہ لوگوں میں اُس کی سبکی نہ ہو۔ یہاں
 ایک پیغمبر ہو اور خدا سے تادیباً زجر فرمایا ہو اور وہ ایک ایک کو فرمان عتاب آمیز سناتا ہو۔ جنگ
 اُحد میں اصحاب ایک غلطی ہو گئی تھی کہ پیغمبر صاحب کے حکم کے خلاف اپنی جگہ سے ٹل گئے۔
 لڑائی بگڑی۔ کفار نے مشہور کر دیا کہ پیغمبر مائے گئے۔ تو لشکر اسلام کے پاؤں اُٹھ گئے۔ اس پر
 یہ آیت نازل ہوئی وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ
 اِنْقَلَبَكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ دُنْيَا کے کسی سپہ سالار نے اپنی نسبت ایسے کلمات کہے ہیں۔ جو
 اس کی توہین کے موہم ہوں۔ زید بن حارثہ رضی آپ کے غلام تھے۔ آپ نے اُن کو تاراد فرما کر
 اپنی چھوٹی زاد بن زینب کو اُن سے بیاہ دیا تھا۔ میاں بی بی میں موافقت نہ آئی۔ آخر زید نے
 اُن کو چھوڑ دیا۔ اور پیغمبر صاحب سے اُن بی بی سے اپنا نکاح پڑھالیا۔ اور پیغمبر صاحب کو زید
 کے ساتھ ایسی محبت اور خصوصیت تھی کہ لوگ زید بن محمد پکارتے تھے۔ ان کی بی بی کے ساتھ نکاح
 کرنے کو لوگوں نے بہت ہی برا سمجھا کہ ہو کو گھر میں ڈال لیا اس کے متعلق سورہ احزاب میں
 ایک بڑا کوع کا کوع ہر اس میں اس کا بھی بیان ہو کہ پیغمبر صاحب کی دلی آرزو تھی کہ زید
 چھوڑ دے تو میں ان بی بی سے نکاح کر لوں۔ سوائے پیغمبر کے کس سے ہو سکتا ہو کہ ایسے محل پر اپنا
 میل خاطر لوگوں پر ظاہر کر کے اپنے تقدس میں شبہ لگوئے حضرت عائشہ فرماتی ہیں اور ٹھیک فرماتی ہیں کہ اگر
 پیغمبر صاحب وہی میں سے کچھ چھپا سکتے تو زید کی بی بی کے ساتھ نکاح کرنے کا حال ضرور چھپا
 رکھے ہوتے۔ یا آپ کا فرمانا تو کُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَا سُبُكُنْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ الشُّوْهُ
 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَعْلَمُ الْغَيْبِ مَا أَدْرِي مَا يَفْعَلُ فِي وَلَا يَكُنْ يَا سُبُكُنْتُ مِنَ الْخَيْرِ مَا مَسَّنِيَ الشُّوْهُ
 کہے لوگوں کو

۱۰ محمد بن زینب سے کہ ایک رسول میں ان سے پہلے بھی رسول ہو چکے ہیں تو اگر یہ دیکھتے یا مائے گئے کیا تم دین سے
 اُٹے پاؤں بھر جاؤ گے ۱۱ کہ اگر غیب کا حال معلوم کر لینا میرے اختیار میں نہ تھا میں بہت ہی ہمتی چھپا دیتا اور مجاہد کی بی بی
 زہرا بنتی ۱۲ میں تو فقط تم ہی جیسا آدمی ہو ۱۳ کہ مجاہد معلوم نہیں کہ میرے اور تمہارے ساتھ آئندہ کیا ہونے والا ہو ۱۴

پیغمبر صاحب کے ساتھ مذہبی عداوت تو تھی ہی اور سب عداوتوں میں یہی شدید ترین ہوتی ہے۔ کفار
 پیغمبر صاحب کو ایذا دینے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھتے تھے۔ اتفاق سے غزوہ بنی مصلط میں
 اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پیغمبر صاحب کے ساتھ گئیں۔ واپس آیتوں کو کہ اگلے دن مدینہ
 پہنچیں گی۔ قافلہ میں کچھ رات رہتے ہی الرحیل بکھرا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ضرورت بشری
 کے لئے قافلہ کے باہر گئی ہوئی تھیں کہ ساربان سے اُن کی سواری کا کجاوہ اونٹ پر لاد لیا۔
 اور سمجھا کہ یہ کجاوے میں ہیں اُنھوں نے لوٹ کر دیکھا کہ قافلہ آگے بڑھ گیا۔ یہ وہیں بیٹھ گئیں اس
 خیال سے کہ آخر میری ڈھنڈیا پڑے ہی گی اور کوئی نہ کوئی مجھ کو آکرے جائے گا۔ قافلہ کے
 پیچھے ہمیشہ ایک شخص رہا کرتا ہے کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے تو وہ لوگوں کی گری پڑی چیز سمیٹ
 لاتا ہے۔ اس قافلہ کے ساتھ وہ شخص صفوان تھا۔ وہ جو آیا تو اُس نے آدمی کی پرچھائیں سے دیکھ کر
 معلوم کیا کہ اُم المؤمنین ہیں خود لواؤت پر سے اتر پڑا اور اُن کو سوار کر نیکل ہاتھ میں لے آپ آگے
 آگے ہو لیا۔ دشمن تو ایسے موقع کی تاک ہی میں رہتے تھے۔ نابکاروں نے تمام قافلہ میں چرچا
 کر دیا۔ پیغمبر صاحب کو سُن کر سخت ایذا ہوئی۔ اور حضرت عائشہ کو اُن کے میکے پہنچا دیا۔ اور
 وہ بھی مائے رنج کے یہاں پر گئیں کوئی دو مہینے کے قریب بیت الرسالت میں یہ آفت رہی۔ بائے
 سورہ نور کی وہ آیتیں اُتریں جنھوں نے اُم المؤمنین کی برائت روزِ روشن کی طرح ظاہر کر دی۔
 اس سے دو مطلب نکلے ایک تو اس مذکور کا داخل قرآن ہونا دوسرے لوگوں کا وحی پر اعتماد
 کرنا۔ اور سری کا ہوتا تو اس تذکرے کو زبان پر بھی نہ لاتا کہ اب تک کبھی کا بھول بسر گیا ہوتا۔
 جیسے اور بہت سے واقعات۔ نہ کہ جزو قرآن قرار دینا کہ ہمیشہ اس تذکرے کی تجدید ہوتی ہے۔
 بات یہ ہے کہ پیغمبر صاحب مامور تھے۔ اور ممکن نہ تھا کہ تبلیغ وحی نہ کریں وہ خود فرماتے ہیں قُلْ اِنَّمَا
 لے ای پیغمبر لوگوں کو سنا دو کہ میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں۔ اور اُس کے ساتھ کسی شریک نہیں کرتا۔ کھ دو کہ میں
 تمھارے بھلے بڑے کا مالک نہیں کہ دو کہ جو اللہ کے (عذاب سے) ہرگز کوئی پناہ نہیں دے گا۔ اور نہ مجھ کو اُس کے سوا
 کوئی ٹھکانا۔ ہاں اُس کے پیغام پہنچا دینے پر میں بری ہو سکتا ہوں (ورنہ نہیں) ۱۲۔

أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا أَقُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ صُلًا وَلَا شِدًّا قُلْ إِنِّي لَنْ يَنْصُرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا إِلَّا بَلَاغًا مِنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتِهِ -

پیغمبر صاحب کے اس کہنے کو دیکھو کہ میں تم کو نفع نقصان کچھ بھی نہیں پہنچا سکتا۔ ہمارے زمانے کے مشائخ تو ایسے بنتے ہیں کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے سب ان ہی کے ایمان سے ہو رہا ہے۔ ان کے ہر پدارت معتقدان کی تعظیم خلاف شرع کرتے ہیں۔ اور وہ ان کو جائز رکھتے ہیں۔ ان سے اُمیدیں لگائی جاتی ہیں۔ اور وہ کبھی اپنا بے نظاہر نہیں فرماتے۔ اور دوسری بات ہے عموماً اسلام ﷺ وَاَدْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ کہ دعوت اسلام شامل تھی۔ مرد اور عورت۔ امیر اور غریب۔ شہری اور دیہاتی۔ مہتمم و مسافر۔ عالم و جاہل بلا استثناء اہل سب پر۔ اب ان سب باتوں کو جمع کرو۔ یعنی تمام وحی کا قرآن میں تدوین ہونا پیغمبر صاحب کا وحی کو اگرچہ وہ ان کی شان کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اختصار کر سکتا۔ اسلام کا عام ہونا نتیجہ کیا نکلتے گا۔ کہ مجموعہ مسلمان بطور ایک کلاس کے تھے۔ اور پیغمبر صاحب ان کے معلم۔ کہ وہ ساری کلاس کو ایک ہی کتاب اور ایک ہی سبق پڑھاتے تھے۔ تو پھر مشائخوں نے بالتشبیہ فری میسنوں کی طرح یہ اپنا خاص گروہ کیا بنا رکھا ہے کہ ایک تعلیم دی سنہ بسینہ اور وہ راترہو در میان پیرومر یہ کہ اگر تعلیم ہی تعلیم ہے جو قرآن و حدیث و فقہ میں ہے تو اس کا انکار کیا۔ اور اگر اس کے خلاف یا متعارض ہو۔ تو بڑی مشکل پیش آئے گی اور کچھ تاویل نہ کرتے بن پڑے گی۔ اس آیت کی آیاتہما الرُّسُولُ يَلْعَنُ مَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ مِنْ دَبْلِكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ کیا کوئی تعلیم ایسی بھی تھی۔ کہ پیغمبر صاحب نے اپنے عزیزوں میں سے کسی کو یا اپنے حواریوں میں سے کسی کو اس نئے خاص کیا تھا۔ ہم کو تو اس کی کوئی سند ملی نہیں۔ اور نقل بھی اس سے ابا کرتی ہے۔ معلوم ہے کہ بڑے بڑے بزرگان دین طائفہ علیہ صوفیہ میں ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ مجھ کو ان کے سیکرٹ (راز) میں دخل نہیں اور کیا ایک بچہ کو دخل نہیں۔ لاکھوں کرٹوروں مسلمان میری طرح اس نعمت سے اگر ہو لے ہم نے تو تم کو سبھی لوگوں کی طرف رسول کر کے بھیجا ہے ۱۲۷ھ اور رسول کو بچہ پر تمہارے پروردگار کی طرف سے اُتر رہا ہے سب پہنچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے حق رسالت نہ ادا کیا ۱۲۸ھ۔

محروم ہیں۔ اور چوں کہ اوائل کار میں اشتباہات واقع ہو گئے کبھی ارادہ بھی نہیں ہوا کہ اس
 راز کو معلوم کیجئے۔ یہ خدشہ جو میں نے بیان کیا۔ اس کے علاوہ دو باتیں اور بھی کھٹکتی ہیں۔ ایک تو
 پیروں کی تعظیم میں اس قدر افراط کر دی ہو کہ اس کو ایک طرح کی پرستش کہا جاسکتا ہو یہ فانی اشیع
 اور تصور شیخ افراط التعظیم نہیں تو کیا ہو اس سے بہت کم درجے کی تعظیم صحابہ پیغمبر صاحب کی کرنی چاہیے
 تھے۔ اور پیغمبر صاحب اُس کو جائز نہیں کہتے تھے اسی وجہ سے کہ کسی بندے کی تعظیم مفراط متلزم کسر شان
 الوجود ہے۔ ایسی قویں موجود ہیں جنہوں نے انبیاء کی تعظیم بڑھاتے بڑھاتے اُن کو خدا اور خدا کا فرزند
 بنا دیا۔ لگے ان کی قبروں کی پرستش کرنے اَتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ اور نہیں تو مسجد باب
 فتنہ متقاضی ہو کہ یہ شیوہ ترک کیا جاوے تَطْلُؤُا بِالْمُؤْمِنِينَ خَيْرًا ہم خواص مسلمانوں کی نسبت
 بدگمانی نہیں کرتے۔ مگر وہ یہ تو فرمائیں کہ عوام مسلمان کیوں کر محترم رہ سکتے ہیں۔ ہندوؤں میں
 بھی جو لوگ سمجھ دار ہیں بت پرستی کو ترک نہ کرتے ہیں کہ بت صرف آثار اور علامات ہیں یا دہانی
 اور خیال جانے کے لیے ممکن ہو کہ خاص خاص آدمیوں کا ایسا ہی خیال ہو۔ مگر عوام میں اتنی بلند
 پروازی اور ایسا انتقال ذہن کیوں ہونے لگا وہ کیا سمجھیں کہ خواص جو اکثر متبع عوام ہوتے ہیں
 کس غرض سے بتوں کی تعظیم کرتے ہیں۔ یوں بت پرستی ایسی بڑھ چکا گئی کہ کسی کے اُکھاڑے ٹانگھری
 حضرت ابراہیم کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ بھی ہو وَاجْعَلْنِي وَبَنِيَّ اَنْ لَّعَبُدَ الْاَصْنَامَ دَبَّ
 اَتَّهْنُ اَصْلَحَلْنِ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ پس بتوں کی شکایت اُس وقت بھی تھی اب بھی ہوا اور جب
 سمجھنے والوں کی سمجھ پر پھر پڑیں تو جب تک دنیا رہے گی یہ شکایت بھی رہے گی صرف پتھر یا سونے
 یا چاندی پتیل کی صورتوں کا نام بت نہیں۔ کوئی چیز ماسوا اللہ جس کی ایسی تعظیم کی جائے جو خدا کے
 ساتھ مختص ہو۔ گودہ کوئی فرشتہ یا کوئی پیغمبر یا استاد یا شیخ یا پیر ہی کیوں نہ ہو۔ اُس کو بھی ہم بت
 کہیں گے۔ وہ اپنی ذات سے بت نہیں ہو مگر جو اس کی خدا کی سی تعظیم کرے۔ جو خدا کی طرح اُس کو
 اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ۱۲ مومنوں پر نیک گمان رکھو ۱۳ مگر اور میری اولاد کو بتوں کی
 پرستش سے محفوظ رکھو اور دگار ان کے سبب سے بہت لوگ گمراہ ہو گئے ۱۴۔

حاجت روا سمجھے اُس کا وہی بُت ہی جگو لوگوں کے احتساب کا کوئی حق نہیں مگر ظاہر حال کیا بتا رہا
 ہی یہی بتا رہا ہو کیو حاجتیں انسان کو لاحق ہوتی ہیں۔ ان سب کو ان ہی زندہ یا مردہ فقیروں
 کی حضور میں پیش کیا جاتا ہی پیش کرے والوں کے دل میں جو کچھ ہو۔ مگر دیکھنے والا ہی سمجھتا ہو کہ ان کو
 حاجت روا نہ سمجھتے تو حاجت لے کر کیوں آتے۔ بعینہ دنیا کے حاکموں کی سی مثال ہو۔ کہ گنوار
 سے گنوار بھی حاکم اور اُس کے اہلکار پیشی میں فرق کرتا ہو خوب جانتا ہو کہ اہلکار حاکم نہیں۔ اس پر
 بھی رشوت سے۔ خوشامد سے۔ خدمت سے۔ حاضر باشی سے اہلکار کو رضامند کرنا چاہتا ہو۔
 اور اس کو یقین ہو کہ وہ اہلکار اس کی کارِ برآری کر سکتا ہو یا کر سکتا ہو۔ اگر ایسا اور اتنا خیال بھی غلہ
 کے باسے میں ہوتو میں اس کو بُت پرستی کہوں گا۔ خدا حاکمانِ دنیا کی طرح غافل نہیں بے خبر نہیں
 لَا تَأْخُذْهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ يَحْيَوْنَ لَآ يَمُوتُ وَلَا يَمُوتُ عَلَيْهِ يَهْبِثُ بَہْمُ كَوْنِهِ جَانِي ہُوَ مُسَلِّمٌ شَفَاعَتِ كِي
 طرف اور یہ مسئلہ بڑا مزہ لے والا قدم ہو۔ اور جو میں نے سمجھا ہو اگر اس کو بیان کروں۔ لوگوں کو کانٹوس
 دیتے ہیں، کرانے کے وقت چاہیے جس کو میں اپنے ڈسپوزل (اختیار) میں نہیں پاتا۔ لیکن اتنا
 تو کہ دینا ضرور ہو کہ خدا کو دنیا کے حاکموں یا بادشاہوں پر قیاس کرنا ایک طرح کی بدگمانی ہو اُس جناح کے
 ساتھ۔ دنیا کے حاکموں اور بادشاہوں کا حال یہ ہو کہ ان تک ماوشما کی رسائی دشوار اور وہ دو جہاں
 کا بادشاہ فرمانا ہو تَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ قطعہ

دوست نزدیک تر از من بمن ہست	دیں عجب ترکہ من ازوے دورم
چہ کنم با کہ تو ان گفت کہ او	درکت ایرمن ومن مہجورم

انسان سے بڑھ کر بھی کوئی احمق اور بد نصیب اور دشمن کام ہو سکتا ہو کہ خدا اس سے ملنا چاہے
 اور وہ اُس سے بھاگے۔ وہ اس کی طرف بھگے۔ اور یہ اُس سے پرے ہو۔ اور پھر نری قربت
 نہیں۔ فرمانا ہو اَدْعُوْنِي اسْتَجِبْ لَكُمْ لیکن اگر بندہ اس کے ساتھ معاشرت اور اجنبیت سمجھے۔

لے خدا اُلگھتا اور سوتا نہیں ۱۲ لے وہ پناہ دیتا ہو اور کوئی اُن کے مقابلے میں کسی کو پناہ نہیں دے سکتا ۱۳ لے ہم شاہِ رگ

سے بھی زیادہ نزدیک ہیں ۱۴ لے مجھ سے مانگو اور لو ۱۵۔

زمانہ بھی ہو کیوں کہ متاخرین ہمیشہ متقدمین کو نیکی سے یاد کرتے اور ان کی سند پکڑا کرتے ہیں۔
چنانچہ قرآن پاک میں بھی ایک جگہ ہے۔ قَالَتْ اخْرِجُوهُمْ لَا لِبَيْتِهِمْ دِينًا هُوَ لَكُمْ وَلَا لَكُمْ دِينًا فَاقْرِئُوهُمْ
هَذَا بَابًا مُّخْتَصَفًا مِنَ النَّارِ۔

مسئلہ! اپنے پیغمبر کے حالات پر نظر کرو کہ ان کو توحید کے بارے میں کیا کچھ اہتمام تھا تصویر
تک کا بنانا منع رکھنا ناروا۔ اسی خیال سے کہ ایسا نہ ہو مسلمان پیغمبروں بزرگان دین کی تصویریں
بننا کر رکھیں۔ ان کی تعظیم کریں۔ اور شدہ شدہ بت پرست ہو جائیں جس تعظیم کے آپ پیغمبر ہی سے
قطع نظریوں مستحق تھے۔ ورنہ بھی لوگوں کو نہیں کرنے دیتے تھے۔ کہ کہیں افراتفرہ نہ لگیں۔ مثلاً تعظیم
کے لئے کھڑا ہو جانا۔ اتنا تک ناپسند تھا۔ اور اپنی قبر کے بارے میں تو آخری وقت تک یہی
دعا فرمایا کیے اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُعْبَدُ۔

جنگ بدر فتح ہوئی۔ انصار کی لڑکیاں بیت الرسالت میں جمع ہو کر شادیاتے گانے لگیں۔
طبیبیتیں تو سب کی موزوں تھیں ہی کسی نے ایک مصرع یہ بھی موزوں کر دیا وَفِيْنَا رَسُوْلًا
يَعْلَمُ مَا فِيْ خَلَدٍ۔ پیغمبر صاحب اندر لیٹے ہوئے سستے رہتے۔ علم الغیب کا ان کی طرف منسوب کرنا تھا
کہ اٹھ بیٹھے اور روک دیا۔ شراب حرام ہوئی تو جو برتن شراب کے لئے خاص تھے۔ دوسرے
اغراض کے لئے بھی ان کے استعمال کو منع فرما دیا۔ یوں اللہ کے حدود کی حفاظت کی جاتی ہو۔
تب کہیں جا کر لوگ ٹھیک رہتے ہیں۔ حدود کی حفاظت کرنا تو درکنار ہم بے احتیاطیاں کرنے لگے
ہیں خطرناک۔

اسلام کے احکام پر ایک اجمالی نظر ڈالو کہ مسجدیں سادہ۔ نہ ان میں کوئی تصویر۔ نہ مورت۔
بلکہ زیب و زینت اور نقش و نگار بھی ایسا بدمالہ ہے۔ اور دیواروں پر جو کلمہ یا درود یا آیات قرآنی لکھ دیا
کرتے ہیں فقہاء اس کو بھی نادرست لکھتے ہیں۔ پھر نماز میں نہ وصول ہو نہ ناقوس میں نہ گھنٹے ہیں۔

لے دو خیلوں کی کھلی جماعت پہلی جماعت سے یوں کہے گی کہ اسی ہمارے پروردگار انھوں نے ہم کو گراہ کیا تھا ان کو ہم سے
دُکھ غدا ہے اے امی المدینہ میری قبر کو بت نہ بناؤ کہ لوگوں کی تپش کرے سہ اور ہم ہیں اللہ کا رسول ہو جو کل کی بات کو جاننا کہ

نری قرارت۔ وہ بھی کئی نہ ہو۔ نگلگری نہ ہو۔ راگ نہ ہو۔ غرض داخل نماز اور خارج نماز کوئی چیز نہیں۔ کہ
صاف توجہ ہو۔ یہ ایک شان عبادت ہو اور عبارت ایسی ہی ہونی چاہیے۔

سجدہ میں پائے خم میہ کس لطافت مست | یوں عبادت ہو تو زائد ہیں عبادت کے منے

اور ایک شان وہ ہو جو ہر گان دین کے مزاروں پر دیکھتے ہیں۔ میں بہت بزرگوں کے عرسوں
میں شریک ہوا ہوں تو کیا دیکھا کہ ٹھوس چاندی کے چوبلوں پر زلفیت کا شامیانہ تہا ہو۔ بھر قیمتی
اور مکلف غلاف ہیں۔ تو تو چوبلوں کے انبار لگے ہیں۔ اگر کی بتیاں روشن ہیں۔ بیرون گنبد خدام
درگاہ مثل چوہدران شاہی صفت بستہ کھڑے ہیں۔ مزار شریف کے روبرو مشائخ سرخون اور سودب
بیٹھے ہیں۔ جیسے اراکین سلطنت۔ پائیں حلقہ میں رنڈیاں کھڑی بجا رہی ہیں اور کس شرع کی زیادہ
پابندی ہو تو قولوں کا طائفہ ہی۔ ایک خوش رو خوش گلوں کا غزل گارہا جو۔

شراب لعل کش و روئے مجہبیناں ہیں | خلافت مذہب آناں جمال ایساں میں

ٹپہ اور ٹھگری۔ اور ہولی اور دادرا اور دیس اور بہاگ اور بھیر دیس اور پیلو جتنے راگ اور راگیناں ہیں۔
اپنے اپنے وقت پر گائی جاسہی ہیں۔ وجد کی حالت میں کوئی حضرت کھڑے ہو جاتے ہیں تو سادی
محفل کو ان کی تنظیم کے بیٹے کھڑا رہنا پڑتا ہو۔ اب اس شان کو اس سیدھی سادی مہذب باوقار
متین شان نماز کے ساتھ ملا کر دیکھو۔ اور آپ ہی اپنے دل میں فیصلہ کر لو۔ یہی وہ زیارت قبور ہے۔

جس کی نسبت پیغمبر صاحب فرما گئے ہیں۔ لَکْتُ هَيْهَاتَ عَنْ زِيَادَةِ الصُّلَّةِ لَئِنْ فُرِدْتُ هَا فَأَتَاهَا
عَنِ الدُّنْيَا وَتَرَعْتُ فِي الْأَخْيَارِ۔ یہی وہ زیارت قبور ہے جس کے اجر و ثواب کی امید کی جاتی ہے۔ یہی
وہ زیارت قبور ہے جس سے خدا کی عظمت۔ اور یہ نیازی۔ دنیا کی بے ثباتی۔ انسان کی گودہ کیسا ہی
بندہ مقرب و مقبول کیوں نہ ہو۔ عاجزی اور بے اختیاری کا خیال تازہ ہوتا ہو۔

بدنیاگر کسے پائندہ بودے | ابو القاسم محمد زنده بودے

لے میں تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا اور اب ان کی زیارت کیا کرو کیوں کہ قبروں کی زیارت دنیا سے پہلی
اور آخرت کی طرف رغبت پیدا کرتی ہے۔ ۱۲۔

یہ تھا وہ قتنہ جو پیغمبر صاحب کو پہلے سے دکھائی دے رہا تھا۔ اور اسی کے السداد کے لیے فرمایا کیے اللہ
 لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَتَابِعِي وَتَابِعِي اُسى کے السداد کے لیے قبروں کے اونچا کرنے پکا بنانے کی ممانعت کی تھی۔
 کہتے ہیں کہ مشائخ میں بعض کو ایسا ملکہ ہوتا ہے کہ جس قبر کی طرف توجہ کریں۔ مقبرہ کا حال معلوم کر لیتے
 ہیں کہ وہ سعید ہو یا شقی۔ اور صلیحی کی قبر سے ان کو فیضانِ جنت ہوتا ہے۔ شاید ایسا ہو مگر ہمارے مجمعِ پوچھی
 تو قرآن و حدیث ہے۔ سوا ایک حدیث ام العلاء انصاریہ صحابیہ کی ہے وہ کہتی ہیں کہ جناب رسول خدا
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین کو ہم انصاریوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ان میں سے عثمان بن مظعونؓ
 ہمارے حصے میں آئے۔ اتفاق سے بیمار پڑے اور مر گئے۔ جب ان کو ہم لوگ کفنا چکے۔ تو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ میرے منہ سے ایسے الفاظ نکلے کہ ان کے جنتی ہونے میں کیا
 شک ہو یہ تو خدا کے برگزیدہ بندے تھے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا۔ تم نے
 کیوں کر جانا؟ میں نے عرض کیا یا حضرت یہ بھی برگزیدہ نہ ہوں تو اور کون ہو گا۔ آپ نے فرمایا۔ اَمَّا
 هُوَ فَقَدْ سَبَّأَهُ الْيَقِينُ وَاللَّهُ اِنِّي لَا اَجْعُوْكَ الْخَيْرَ وَاللَّهُ مَا اَرَدْنِيْ وَاَنَا دَسُوْلُ اللَّهِ مَا يَفْعَلُ بِيْ۔
 اس کے بعد سے ام العلاء کا کرتی تھیں تُو اللہ لا اَسْتَرْكِيْ اَحَدًا اَبَدًا اَبَدًا عشرہ مبشرہ مشہور ہیں۔
 یعنی ابوبکرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمنؓ بن نوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، سعید بن زیدؓ، ابوعبیدہؓ
 ابن الجراحؓ۔ دس صحابی۔ ان کو پیغمبر خدا نے ان کی زندگی میں خدا کے حکم سے جنت کی بشارت دی تھی
 اور رکھ دیا تھا کہ تم جنتی ہو۔ اور امام حسنؓ اور امام حسینؓ اور حضرت فاطمہؓ اور حضرت خدیجہ الکبریٰؓ
 اور ام المومنین عائشہؓ وغیرہم چند لوگ اور بھی ہیں جو عشرہ مبشرہ میں نہیں مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے
 سے ان کا جنتی ہونا معلوم ہے مگر ان مبشرین باخبرہ کا کیا حال تھا۔ اَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعْبِ الْاِيْمَانِ
 ۱۵۱۵ والدمیری قبر کو ثبت رہنا نہ کہ لوگ اُس کی پیمائش کریں ۱۵۱۶ لیکن اُس شخص کو موت جو ام یقینی ہوا پوچھی۔ اور
 خدا کی قسم میں اس کے لیے بہتری کی امید کرتا ہوں خدا کی قسم میں رسول اکرمؐ ہمیں بابتا کر میرے ساتھ کیا کیا جائیگا ۱۵۱۷
 ۱۵۱۸ خدا کی قسم میں اس کے بعد کبھی کسی کو بے گناہ نہیں کہتی ۱۵۱۹ یہی ہے شعب الایمان میں نکاح سے نکل گیا ہے کہ ابوبکر
 رضی اللہ عنہ کہتے تھے۔ میں پسند کرتا ہوں کہ میں راستے کے کنارے ایک درخت ہو تا پس میرے پاس (بقیہ نوٹ ص ۱۵۱۹)

عَنِ الصَّخَاءِ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَاللَّهِ لَوْ دِدْتُ أَنِّي كُنْتُ شَجَرَةً إِلَى جَنْبِ الطَّرِيقِ مَرَّ عَلَى
بَغِيرٍ فَأَخَذَ نَأْ دَخَلَنِي فَأَهْ فَلَا كُنِّي مَعْبَانًا ثُمَّ أَدْرَانِي ثُمَّ أَخْرَجَنِي بَعْرًا وَلَمْ أَكُنْ بَشَرًا
فَقَالَ عُمَرُ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ لَبْسَ أَهْلِ سَمْنُونِي مَا بَدَأَ اللَّهُمَّ حَتَّى إِذَا كُنْتُ أَسْمَنَ مَا يَكُونُ رَأْسُهُمْ
مَنْ يُجِبُونَ قَدْ جُئُونِي فَيَجْعَلُوا ابْغَضِي شَوَاءَ دُغَضِي قَدْ يَدُ اثْمُ أَكْلُونِي وَلَمْ أَكُنْ بَشَرًا
ان سے بھی بڑھ کر وہ حدیث ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمائی ہوئی اور لوگوں نے جانا کہ اب مجھے کوہیں تو ان کو
تسلیم دینے لگے کہ تم نے دین کی بڑی بڑی خدمتیں کیں - اور یہ کیا اور وہ کیا - تو انھوں نے کہا اَللّٰهُمَّ

لَوْ دِدْتُ أَنِّي خَرَجْتُ مِنْهَا لَفَأَا لَأَعْلَى وَلَا لِي قَرَانٌ صَحْبَةً دُسُولِ اللَّهِ سَلَكْتُ لِيْ اِيْكَ رَوَايَتِ
ام المؤمنین عائشہؓ سے ہے کہ اُن حضرت فرمایا کرتے تھے سَدُّ دُورًا وَكَارِبُورًا اَلْبَشَرُ وَاقَرَانُهُ لَنْ
يَدْخُلَ الْجَنَّةَ اَحَدًا اَعْمَلَكُمْ قَالُوْا اَوَّلًا اَنْتَ يَا سُّوْلَ اللَّهِ قَالَ وَلَا اَنَا اَلَا اِنْ يَجْعَلَنِي اللَّهُ
مِنْهُ يَوْجَعِيْهِ يَوْمَ تَنْبَغِيْهِمْ اَوْرَانِ لَوْ كُوْلُ كَيْ مَقُولِ هِيْ جَن كُوْخَا كِي طَرَفٌ سَيَّ جَنَّتْ كَا وَعَدَهُ لَمْ جُحَا تَحَا -

میں نہیں سمجھتا کہ سوائے رسولؐ کے کوئی کسی کی نسبت یقین کے طور پر جنتی ہونے کا حکم بھی لگا سکتا ہے
اور جب یہ نہیں تو کہاں کا توسل - کیسا تقرب - پیر خود در ماندہ شفاعت کر اکند اس کی تصدیق ہوتی
ہی اس مشہور حدیث سے کہ قیامت کے دن لوگ بدحواس پڑے پھر میں گئے - اور یکے بعد
دیگر سے آدم اور نوح - اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ سب انبیاء کے پاس شفاعت کرانے جائیں گے کوئی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۸) ایک اونٹ آتا اور بکڑیوں میں ڈال لیتا - پھر بکڑی چاتا پھر بکڑیاں بنا کر کلاتا لیکن میں آدمی نہ
ہوتا اور عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کاش میں دنیا ہوتا تو میرا ملک جہاں تک اُن سے بن پڑتا - بکڑیوں کا تھے یہاں تک کہ میں بہت مٹتا
ہو جاتا تو اُن کے پاس اُن کا کوئی دوست آتا پھر بکڑیوں کو کھاتے پھر میرے گوشت کا کچھ حصہ تو بھون لیتے اور کچھ کھاتے پھر
بکڑی کھاتے لیکن میں آدمی نہ ہوتا ۱۲ - سنو! میں خدا کی قسم کہ اگر کتا ہوں کہ میں خلافت کی جواب دہی میں برابر
سرا رہی چھوٹ جاؤں کہ نہ لینا آئے نہ دینا تو یہی غیبت ہے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا اجر پورا ملے تو قسم ہے
۱۳ - راست روی اور سیانہ روی اختیار کرو اور لوگوں کو خوش خبری سناؤ کیوں کہ کسی کو اس کا عمل جنت میں نہیں ملے جائے گا
صاحبائے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو بھی نہیں فرمایا بکڑی بھی نہیں - مگر یہ کہ بکڑی اللہ ربی رحمت میں ڈھانک لے ۱۲

فتویٰ دیکھ لے لو مٹی ہی ہے اس کی عدالت مخدوش۔ گواہی۔ نامقبول۔ یہ ہر وہ گروہ ظاہر آباد باطن خراب
 غیرت اجازت نہیں دیتی مگر مجبوری کننا پڑتا ہے کہ کثرت سے بد معاہلگی اور خبیث نفس دیکھتے دیکھتے
 لوگ تشرع ظاہری سے بدگمان ہو گئے ہیں غرض جنہوں نے ظاہر کا پہلو اختیار کیا۔ اُس کی یوں
 مٹی پلیدی کی۔ اور جو باطن پر پڑھ لگے خدا کی کادم بھرنے لگا یَسْعَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْعَلُونَ
 فقیر اور درویش اور مشائخ یہ سب الفاظ ہیں مراد ہم دگر ان لوگوں کی تعلیم کالب لباب ہنر ہد۔
 ایک مثال ہو کہ جب بچہ کو موقع ملتا ہے اسی کا اعادہ کیا کرتا ہوں۔ اس واسطے کہ اُس سے بہتر کوئی
 مثال نہیں سوچتی۔ وہ یہ ہے کہ دین طب روحانی ہے طبیب کا کام ہے کہ ہر مریض کو اُس کے مناسب
 حالت دوا دینا شاید کوئی مریض ضعیف و ناتوان ہے۔ اُس کو دوائی مقوی دی جاتی ہے کوئی ہیجان
 کی وجہ سے محتاج تنقیہ ہے۔ طب کی کوئی سی کتاب اٹھا کر دیکھو نہ ملیں گے۔ ضد یکدگر بعض کمزور
 کرنے کے ہیں۔ بعض طاقت بڑھانے کے۔ اب یہ طبیب کا حصہ ہے کہ کس کو کیا مرض ہے۔ اور
 اس کو کون سی دوا دینی مناسب ہے طبیب نسخہ نہیں تصنیف کرتا۔ نسخے کتاب ہی میں لکھے ہو جاتے ہیں
 بلکہ یہ تجویز کرتا ہے کہ ان نسخوں میں کون سا نسخہ اس مریض خاص کو مفید ہوگا۔ بعینہی حال ہے دین کا
 ایک وقت تھا کہ مشلمانوں میں سلطنت تھی۔ حکومت تھی۔ دولت تھی۔ یہاں تک کہ لوگ جھولیوں
 میں روپے بھرے ہوئے مدینہ شریف کی گلیوں میں پکارتے پڑے پھرتے تھے۔ کہ کسی کو جنت
 ہو تو بولو۔ کوئی ہامی نہیں بھرتا تھا۔ کیوں کہ ہر شخص بجائے خود مستغنی تھا وہ وقت تھا تعلیم زہد کا
 جیسے برسات کی آمد میں صفرا کا جوش ہوتا ہے۔ اور زلال آلو بخارا۔ اور زلال ہنر ہندی اور عین نبوی
 وغیرہ صفا شکن دوائیں استعمال کرائی جاتی ہیں۔ اگر اُس وقت زہد کا چرچہ نہ پھیلا یا جاتا تو مسلمانوں
 کو دنیا کا خمہ ہو گیا ہوتا۔ لیکن اب کیا حال ہے۔ خدا تعالیٰ سلطنت روم کو سلامت رکھے کہ وہاں
 صرہن شریفین کے لوگوں کو بہتری کچھ فتوحات ہے۔ ادھر موسم حج میں خاطر خواہ آمدنی ہو جاتی ہے
 مگر ہمارے اپنے ہموطن برادران اسلام کا کیا حال ہے۔ ماشاء اللہ آٹھ پڑا پنجاب اس کثرت مسلمان

سند تھا بکچہ کرتا اُس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔ اور لوگ جو کچہ کرتے ہیں اُن سے کچھ نہ لے سکتے کی باز پرس کی جائے گی ۱۶

انجمن حمایت اسلام نے جلدی کی اور شاید خطرناک جلدی کی مگر کیوں؟ انھوں نے خدا پر توکل اور اپنی قوم پر بھروسہ کیا انھوں نے سمجھا کہ مسلمان لاکھ بگڑ گئے ہیں تاہم ہیں تو مسلمان ہیں تو ان ہی کی نسل ان ہی کے نام لیا انھوں نے خاکِ مذلت سے ابھرنے کا ارادہ کیا تو فلک الافلاک عروج پر جا رہا ہے اتنی قلیل مدت میں جس کو دوسری قوموں کے مقابلے میں طرفۃ العین کہنا بھی سبالتہیں اسی کاش جس جلدی سے وہ بلند ہوئے تھے۔ ایک بارگی دھڑام سے گر پڑے ہوتے۔ وہ مرگ مفاہات بہت بہتر ہوتی اس سے کہ پڑے سبٹک رہا ہیں کلائیوٹ و کلائیوٹ اور یہ نہیں کلائیوٹ کے جاں برداروں کی امید نہیں امید ہے۔ اور نہ سیر بھی معلوم ہے وہ تھاری ہی حمایت اسلام ہے مگر نہ کام خدا ذرا تم بھی تو ہاتھ پاؤں ہلاؤ سالانہ جلسہ کے دیکھ چکے فقرائے دنیا کے دیکھ چکے۔ کچھ تو باقی ہیں مگر اس کام پر نظر کرتے جس کو شروع کر بیٹھے ہو۔ اس قدر ہی پیسے کیا سے کو اس۔ سرکار نے ہندوستان کی مردم شماری کرنی چاہی۔ ایک دن ایک وقت مقرر کر دیا۔ اس سرے سے اس سرے تک سارے ہندوستان کی مردم شماری ہو گئی تم سے اور کچھ نہ ہو سکے تو اتنا ہی کرو۔ کہ اسی طرح ایک دن مقرر کرو اور اس کا نام رکھو روز گدائی۔ یہ روز روز کے مانگے سے لوگوں کو مسادات سی ہو گئی ہو اور رہی سی اور ہو چسائے گی اس دن تمام پنجاب میں انجمن کے لئے بھیک مانگی جائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ شاید وہ اخیر بھیک ہوگی۔ اغراض انجمن کے لئے بخوبی کافی۔ مگر تم تو یہ چاہتے ہو کہ لادو لادو لاؤنے والا ساتھ دو۔ سو مائی ڈیر آپ کا کام ہا کام خدا تھا سارے دلوں میں الفا کرے۔ کہ یہ تمہارا اپنا کام ہے جس دن اس کو اپنا کام سمجھو گے۔ بس چھ چٹکی بچاتے ہیں ہوا دھرا ہے۔ بھلا قوم کی یہ جاتا ہو کہ سارا پنجاب تیار پنجاب ایک لکھ نہ کھڑے۔ تو اس قہ کو زبردستی لانے کا کیا موقع ہے۔ نہیں نہیں۔ میں اپنے اس مقولے کو ممبران انجمن حمایت اسلام کی مخالفت کے در سے دایس لیتا ہوں۔ اور کہتا ہوں کہ جب مسلمانان پنجاب اپنا ایک کالج قائم نہ کر سکے۔ اور یہ جو تم نے یہ اس بے سہارے ایک ڈھوڑا ماکری آف اسے کالج کالج کی ہنسی کھڑا کر لیا ہے اس کی تو میرے ذہن میں کچھ بھی وقعت نہیں

غرض جب مسلمانانِ پنجاب اپنا ایک کالج قدیم نہ کر سکے تو ان کو تعلیمِ زہد کی سخت ضرورت ہو۔ مگر کس طرح پر کہ جو کچھ لوگوں کی زراہدانہ ضرورت سے زائد ہو۔ اور جب آدمی نے زہد کا دم بھرا تو سوائے اس کے کہ دفعِ حرور کے لیے کچھ موٹا جھوٹا کپڑا پہن لے اور قوتِ عبادت کی غرض سے بقدرِ کفایت کچھ کھالیا کرے۔ اُس کو اور کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔

حرص قانع نیست صائب و نہ اسبابِ حیاں | آنچہ من در کار و ارم بیشتر در کار نیست

الحاصل ممبرانِ انجمنِ حمایتِ اسلام تو یہی رائے دیں گے کہ مسلمانوں کو زہد کی تعلیم دی جائے تاکہ جو کچھ لوگوں کی زراہدانہ ضرورت سے زائد ہو۔ وہ سب انجمن کے حوالہ کریں۔ مگر ایسے زہد کی تعلیم کس پر بھی۔ ایسا زہد کوئی کرتا بھی ہے۔ کوئی کر بھی سکتا ہے۔ قَاتِلُ الدِّينِ قُضِلُوا اِبْرَاحِيْمُ رَحِمَهُمُ عَلٰی مَا كَانَتْ رَاٰهُمْ فَمِنْهُمْ فَرْجٌ مِّنْهُمْ اَوْ دَهِيْ جیسے میں نے اب سے دو مہینے پہلے علی گڑھ کالج میں کہا تھا۔

مگر ترک دنیا کچھ آسان نہیں ہے | دکھائے کوئی کر کے تر عسیمِ نچر
ضموا بطیر باندھے ہوئے ہیں خدا کے | نہ بدے نہ بدلیں الی یوم محشر
یہ طامات و دعویٰ ہیں مہو کے کی طی | اگر زہد ہو بھی تو زہدِ مژدور

جو لوگ زراہد بنتے۔ اور دوسروں کو زراہد بنانا چاہتے۔ وہی لوگ ملکی خیرات میں سے لائبر مشیر (غالب حصے) پر قابض و متصرف ہیں۔

اگرچہ دینِ اسلام کے ہر ہر شعبے میں فتور واقع ہو گیا ہو۔ مگر شبیہ فقر میں سب سے زیادہ وہ گھائی تھی ہی دشوار گزار۔ مشائخ نے ایک دم سے بلا امتیاز سب کو مونڈنا شروع کر دیا۔ ہر دم آید در پیش۔ نگذارو درویش۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فقیر ہی تنہم ہو گئی سجا۔ بدنام ہو گئی بواجب۔

آدمیوں کی طبیعتیں اس قدر مختلف واقع ہوئی ہیں کہ سب کو ایک طرح کی تعلیم دینے سے فائدے کے عوض اُلٹا نقصان ہوتا ہو۔ اور جو حال دنیاوی تعلیم کا ہو وہی دینی تعلیم کا بھی ہے۔

لے جن کو ضرورت سے زیادہ روزی دی گئی ہے وہ اپنی روزی اپنے غلاموں کو نہیں بانٹ دیتا کہ وہ ان کے برابر ہو جائیں۔

ہمارا سرشتہ تعلیم کیا غلطی کر رہا ہے۔ یہی کہ سب کو ایک لاٹھی سے ہانکنا چاہتا ہے جس کا شمار پیش
 رس پرنسپل کا انکونسل رعایا سے ہندوستان میں ہم مسلمانوں سے بھی بڑھ کر کسی قوم کو سلطنت
 کے بچہ حاصل کرنے کی خواہش ہو سکتی ہو۔ ہم سے سلطنت چھٹے ہوئے بہت سے بہت تین چار
 پشتیں ہوئی ہوں گی جب کہ دوسری قوموں کی بیس بیس پچیس پچیس غلامی میں گل گئیں۔
 ہماری سلطنت کے آثار مدہم پڑ گئے ہیں مگر مٹے نہیں۔ اس کا وہ غل نہیں کہ کان پڑی آواز
 سنائی نہ دے۔ مگر بھینھا ہٹ سی اب بھی ہو جب کہ دوسری قوموں کے پاس شاہ نامے کا ایک
 افسانہ ہے۔ اور بس مسلمان سلطنت کو اس طرح یاد کرتا ہے جیسے ایک سال کا دودھ چھوٹا ہوا ہے دودھ
 کو اس کے مقابلے میں دوسری قوم کا بڑھا چھونس ہے اور اس کو یاد دلایا جاتا ہے کہ اُس نے بچپن میں
 دودھ پیا تھا۔ دونوں میں بہت بڑا فرق ہے با ایں ہمہ ہم میں جو کچھ دار ہیں اس بات کو اچھی طرح
 سمجھتے ہیں۔ کہ جن دنوں ہم کو سلطنت مال تھی مال تھی باحقاق اب اگر چھپ گئی ہو تو چھپ گئی ہے تو حقائق
 اب نہ ماننے کا وہ اگلا سارا گناہ نہیں رہا۔ دنیا اس قدر ترقی کر گئی ہے کہ ہم میں سلطنت کرنے کی صلاحیت
 ہی نہیں کہ اس کی آرزو کریں۔ زوال سلطنت کچھ بچوں کا کھیل نہیں کہ تھی تھی نہیں تو نہیں سہی سلطنت
 کے مٹ جانے سے قومیں مٹ گئی ہیں۔ گویا سلطنت قومی زندگی تھی۔ شکر ہے کہ ہم رعایا بھی بنے تو ایسوں
 کی کہ جنگی عملداری میں ہم کو اپنی سلطنت سے زیادہ آرام و آسائش ہے۔ اب اگر ہم مٹے ہیں اور مٹنا
 میں باقی ہی کیا ہے تو اپنی کاہلی اور نااہلی سے بس شک سلطنت بڑی چیز ہوا اور کیوں نہ ہو اَللّٰهُمَّ
 ظِلُّكَ اللّٰہِ۔ اَللّٰہُمَّ نُصْرَتُ الْکَوَاہِدِ۔ مگر اہل اور پ نے ثابت کر دکھایا کہ علم و نہر بڑی چیز ہے۔ انسان
 کی شیخی سے سلطنت کی قدر بڑھ کر رہی ہے یا اُس کی قدر و منزلت کریں تو وہ لوگ کریں۔ جو حکومت کے سوا
 اور کسی تدبیر سے دولت نہیں کما سکتے۔ مگر بادشاہ بیسے رعایا سے منہ راج لیتا ہے۔ دیتے ہی اُس کو ملک کی
 حفاظت اور نظام کے لیے خرچ بھی کرنا پڑتا ہے۔ گورنمنٹ آف انڈیا اتنی بڑی سرکار کہ آج کوئی
 محاصل میں لگا نہیں کما سکتی۔ مگر چند روز سے چاندی کا بھانسنے نزل ہو رہا ہے گورنمنٹ آف انڈیا اور

بادشاہ ۱۵ لاکھ ماہ پر ۱۵ لاکھ حکومت آدھی کر امت ہے ۱۱۔

بدحواس ہو۔ آمد کم۔ خرچ زیادہ۔ ٹیکس لگاتی ہو تو رعایا ناخوش ہوتی ہو نہیں لگاتی تو پورا نہیں پڑتا۔ یورپ یورپ نہیں ہو گیا سلطنت کی بدولت۔ بلکہ علم و ہنر کی بدولت۔ سو علم و ہنر کے حاصل کرنے کے لئے نہ کوئی ہم کو روکتا نہ روک سکتا۔ بلکہ ہر طرح کی ترغیبیں دیں اور سوسائٹیں بوجھ بچائی جاتی ہیں لوگوں نے تو اس لائن میں کچھ کیا بھی ہو۔ مگر بے نصیب مسلمان اس نعمت سے گویا کہ محروم مطلق ہیں۔ اسے کرنا چاہتا تھا من بھر۔ اور کیا چھٹا نک۔ تو اس کرنے کو کرنا نہیں کہتے۔ اس کا تم کو کیوں کر یقین ہے اس کا یقین آئے مشاہدے سے۔ کہ جس آفس میں جاؤ جھڑا ہندو۔ ادھر تو کوئی اندھا مارا گاڈ گاڈ مسلمان دکھائی بھی پڑتا ہو۔ ذرا ہماری طرف چلو۔ بجی بیدار اس۔ بنگالے پر نظر ڈالو تو مسلمان دواکو ڈھونڈا نہیں ملتا۔ اور شاؤنادر ہو بھی تو وہ ایسا بے مناسبت۔ بے جوڑ معلوم ہوتا ہو۔ جیسے ہندوؤں کی بنچایت میں کوئی مسلمان کہاں نہیں ملتا۔ کچھ لوگوں میں آفسوں میں۔ زمرہ تاجران مال دار میں۔ گروہ زمینداران و کاشتکاران مرفہ الحال میں۔ غرض کسی کی جماعت خوش پوش میں مگر ہاں کچھ بڑے قلعی گر گھٹکے لوہار۔ بڑھئی۔ مہار۔ ہیلدار۔ درزی حجام۔ سٹف۔ دھوبی۔ پھیری پتھر والے مہاجنوں کے دربان جو کیدار۔ خدمت گار۔ ڈھول تالے۔ نفیری بجاسنے والے۔ غرض جتنے قبل کا کام ہیں۔ مسلمان بھائی گویا ان کے ٹھیکہ دار ہیں۔

تعلیم کے اعتبار سے مسلمانوں کا پھسڑی ہونا جاننے والے تو جانتے تھے۔ مگر وہ جانتا ایک مبہم طور کا۔ اب کے علی گڑھ کے کانفرنس میں مسٹر سید محمود اویانجی بن الملک نے ڈائیکرام نقشے بنا کر ہال میں لٹکا دیئے اور سب نے مشاہدہ کر لیا۔ مسلمان تعلیم کے کس درجے میں ہیں اور کس درجے میں ان کو ہونا چاہیئے تھا۔ اور کتنے ہیں اور کتنے ہونے چاہیئے تھے۔ بلکہ ایسا خیال پڑتا ہو کہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں تقریباً ایک اور تیس کی نسبت تھی نہیں نہیں بلکہ کونا چاہیئے ہندو اور مسلمانوں میں تیس اور ایک کی نسبت تھی۔ اور پھر تو ایک خاص بات تھی جو صالت کا اعلیٰ معیار نہیں۔ اگر اسی طرح کے ڈائیکرام۔ تجارت اور زمینداری اور صنعتکاری کے اعتبار سے ہزار پتی اور لکھ پتی اور کروڑ پتیوں کی بنائے جاتے۔ تو میں خیال کرتا ہوں کہ مسلمان آدمی ہستی

یا چھ کوڑی پتی ہوں تو ہوں یہ تو حالت ہے۔ اور خدا جانے کس جنم کا بیز نکال رہے ہیں۔ کہ ہم کو چھو کا
 ٹکا بھی نہیں دیکھ سکتے۔ مسلمان کچھ ایسے احمق ہیں۔ اور تعلیم وقتی سے گزراں ہیں۔ تو ان کے احمق
 ہونے میں ہر کہ شک آرد کا فرگرد غرض کچھ ایسے احمق ہیں کہ جھٹ سے جھانسنے میں آجاتے ہیں
 اور انجام کار نہیں سوچتے۔

۱۸۵۷ء کے غدر کے دن کی بات ہے۔ ہندو سپاہی کا رتوس برپا ہوا۔ مسلمان یہ سچہ کہہ رہا
 ان کا چولی دامن کا ساتھ ہو ان کے پیچھے ہوئے۔ جھگڑا سو بھگتا اور جھیلنا سو جھیلنا۔ ابھی وہ زخم ابھی
 طع منڈل نہیں ہوئے کہ ہندوؤں نے کانگریس نکال کھڑا کیا اور جیسا ان کا قاعدہ ہے مسلمانوں کو
 بھی اگسایا۔ خدا اس نیچری سرسید کا بھلا کہے کہ اس آگ میں گرنے سے روکا۔ ورنہ مسلمانوں
 کے حصے کی یہ دوسری قیامت تھی کہ ان کم بختوں کے دلوں میں مارشل سپرٹ (سپہ گری) کا
 شعلہ تو ٹٹما ہی رہا ہے۔ خدا نہ کرے کہ ان کو گورنمنٹ سے بدگمانی ہو جو نیشنل کانگریس کا ضروری قیام
 ہے۔ گورنمنٹ کا تو یہ اور ایسے ایسے ہزار کیا کر سکتے ہیں۔ ہنگاموں اپنی قسمت کا فیصلہ کر لیتے اور ہم
 ان کو روپیٹ پکٹے کہ بس اب یہ نہیں بپتے۔ انسان کچھ ہی کا فریعت اِنَّ الْاِنْسَانَ لَکَفُوْرٌ
 (انسان ناشکر ہے) جو نعمت اس کو حاصل ہوتی ہے وہ اس کی قدر نہیں کرتا جب تک کہ وہ نعمت
 اُس سے سلب نہ کر لی جائے۔ قدر نعمت بعد زوال ایک مشہور بات ہے اور جیسی مشہور ہے ویسی
 صحیح بھی۔ ہم نے تو خدا کے فضل سے انگریزی عہداری میں آنکھ کھولی ہے۔ خدا اُس کو ابدال آباد
 تک سلامت رکھے۔ پچھلی عہداریوں کی مصیبتیں۔ رزق کی لوٹ مار۔ ڈاکے۔ بے اطمینانی۔
 بد امنی۔ حاکموں کے ڈنڈ۔ جٹی۔ بے گار۔ ہنگامے۔ خانہ جنگیاں۔ قحط مری۔ دیکھیں نہیں۔ اور
 خدا دکھائے بھی نہیں تو کسی قدر بزرگوں سے سنیں اور بہت کچھ کتابوں میں پڑھیں جگو تو جبرست
 ہو کر تھی ہو کہ ایسی بد عملیوں میں نسل آدم منقطع کیوں ہو گئی۔ اب چشم بدور ایک عہداری یہ
 ہے کہ شیر بکری کا ایک گھاٹ پانی پینا ایک شاعری خیالی تھا یہاں ہر جگہ اور ہمہ وقت یہی
 ہو رہا ہے جیسا کلکتہ۔ مدراس۔ بمبئی۔ یاد دوسرے بلاد میں جو گورنمنٹ سیٹ ددار الحکومت ہیں

ویسا ہی پہاڑ کی کھوپڑی میں شنگلوں میں۔ شہروں میں۔ قصبوں میں۔ گاؤں میں۔ آبادی میں۔
 ویرانے میں ریل تار برقی۔ ڈاک۔ مدرسے۔ شفا خانے۔ نہریں بکلیں۔ انواع و اقسام کے ساز و سامان
 زندگی۔ ہر طور کے انتظام۔ ہر طرح کے بندوبست۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس سے بہتر اور کیا عملدار ہی سکتی
 ہو۔ ہم نے توجہ سے ہوش بندھا لایا ہی دیکھتے رہے۔ اتروں سے پڑوں بہتر تھا۔ پڑوں سے کل۔
 اکل سے آج۔ آج۔ آج سے ان شاراں لانے والا کل ضرور بہتر ہوگا۔ اور کل سے پڑوں۔ پڑوں سے
 اتروں۔ اور اسی طرح برسوں برسوں پھر ہیں تو آدمیوں ہی کے انتظام۔ یہ لوگ حضرت عیسیٰ ہی
 کو خدا کا بیٹا بتاتے ہیں۔ اپنے تئیں تو خدا کا بیٹا نہیں کہتے۔ کچھ نہ کچھ نقص تو آدمی کے انتظام میں
 رہے گا۔ دنیا ترقی کرتی چلی جا رہی ہے۔ نئی نئی ضرورتیں پیدا ہوتی جاتی ہیں۔ نئی نئی حاجتیں لیکن گفتگو
 اس میں ہو کہ آیا یہ نقص ایسے ہیں کہ ان کے لئے اتنا شور و غل مچایا جائے۔ عرض حاجت کو کوئی منع
 نہیں کرتا یہ قابل اعتراض ہی بات ایک ہی ہوتی ہے اور طرز ادا مختلف۔ نوش جان فرمائیے تناول
 کیجئے کھائیے۔ ایک طرز ہے ننگلو۔ ٹھوسو۔ زہر مار کر دے۔ دونوں طرز ہیں جیسا کہ متضاد اثر رکھتی ہیں ہر شخص
 سمجھ سکتا ہے۔ نیشنل کانگریس نے ایک تو پیرایہ عرض مطلب برا اختیار کیا ہے۔ وہ مانگتے ہیں گڑا گڑا سنے کی
 جگہ بڑا کر دما کے عوض گایاں دے کر خوشامد کے بد سے ہر کدھی سے۔

دنیا کا انتظام یعنی ہر فرق مراتب پر کہ ایک، امیر، ایک، غریب، ایک، حاکم، ایک، محکوم۔
 ایک باپ، ایک بیٹا۔ ایک استاد، ایک شاگرد، جَعْلُنَا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَظْمًا
 اگر فرق مراتب نہ کنی نہ دینی

اسلام سے بڑھ کر کوئی مذہب سلف و سبط خود داری، کیا کیا کئے گا کہ خدا سے غیر مرنی و نامہ
 سکے۔ اسے مسلمان کسی آگے جھکتا ہی نہیں۔ اس پر بھی تو حکم: اُولَئِكَ اَلرَّسُولُ وَ
 اُولَئِكَ اَلْاٰمُوْنُوْنَ۔ اُولَئِكَ اَلرَّسُولُ وَ اُولَئِكَ اَلْاٰمُوْنُوْنَ۔ اُولَئِكَ اَلرَّسُولُ وَ اُولَئِكَ اَلْاٰمُوْنُوْنَ۔
 اُولَئِكَ اَلرَّسُولُ وَ اُولَئِكَ اَلْاٰمُوْنُوْنَ۔ اُولَئِكَ اَلرَّسُولُ وَ اُولَئِكَ اَلْاٰمُوْنُوْنَ۔ اُولَئِكَ اَلرَّسُولُ وَ اُولَئِكَ اَلْاٰمُوْنُوْنَ۔

لازم ہر وہ ہم میں سے ہونا چاہیے۔ اپنے مسلمان۔ حالانکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ قید قید اتفاقی ہے اور اللہ تعالیٰ وہاں
 ﴿اَلَا تَرٰ حٰضِرًاۢ بَعْدَۤ اِضْطِرَاحِہٖۤ اَسۡۢاۤ﴾ اس کا اتفاقی ہونا پکار رہا ہے۔ پس ہم مسلمان تو نہ بظاہر اطاعتِ حکام پر
 مجبور ہیں اور جو فعل موہم سرکشی ہو۔ ہمارے یہاں نہایت شرعیہ میں سے ہے۔ بے شک جن نیشنل
 کانگریس عبادت جو اس الزام سے بہت پڑتے ہیں۔ اور ہم کو یقین کر لینا چاہیے کہ وہ حکام کے نہیں
 گورنمنٹ کے پیچھے غیر خواہ ہیں۔ مگر یہ تو فرمائیں۔ کہ عوام جو حکام اور گورنمنٹ میں کچھ فرق نہیں کرتے۔
 اور نہیں کر سکتے۔ اور انھوں نے بڑش گورنمنٹ کے اصول کو نہ سمجھا ہو نہ سمجھیں گے۔ اپنے دل میں
 کیا کہتے ہوں گے۔

اس معاملہ خاص میں ہماری اور ہندوؤں کی ایسی مثال ہے۔ جیسے ایک گاڑی میں دو گھوڑے جوت دیئے گئے ہوں ایک ہٹا کٹا اور تیز رو۔ اور دوسرا میل کھست قدم بہ تیز رودانہ گھاس کے لئے جلدی بچا رہا ہو۔ اور مزاج کا ہو کڑوا۔ ایک طرف ساتھ والے جانور پر ہندو مارتا ہو اور دوسری طرف دولتیاں جھاڑتا ہو۔ ایسی بے طرح کہ شاید ساز توڑ دے گا۔ یا گاڑی کو نقصان پہنچائے گا۔ افسوس ہے کہ اس کو اپنے زور کے گھنڈ میں اپنے ساتھی کے حال پر مطلق نظر نہیں۔ ورنہ ذرا صبر کرے۔ اور اس کو بھی نباہ لے جائے۔ کو چہاں اگر ہوشیار ہو۔ اور بے شک ہوشیار ہی تو وہ ساز اور بگھی کو ٹوٹے پھوٹے نہیں دے گا۔ مگر اس صرل کو کیا کرنا چاہیے۔ سوائے اس کے اوکھ چارہ نہیں کہ جان توڑ کر محنت کرے۔ اور اپنے زبردست ساتھی کا ساتھ دے۔ ورنہ بکسے کی ماں کب تک بھرے کوئی اس کو گاڑی سے کھول تو دے گا نہیں۔ ایسے کوڑے پڑیں گے کہ یاد ہی تو کرے گا۔ اس کا اپنے نوانا ساتھی سے امید کرنا کہ وہ اپنی رفتار کو مدد دے اور دانہ گھاس کی خواہش کو فرو کرے۔ توقع فضول سمجھنے کے علاوہ اس کی ناکسی اور ناست اور پست ہمتی کی دلیل ہے۔

[illegible]

کانگریس کے مطالب گروہ خاص کی خود غرضی پر مبنی نہ ہوں۔ اور فرض کرو کہ نیشنل کانگریس کو اپنے مقاصد میں کامیابی بھی ہو۔ اور فرض کرو کہ مسلمانوں کے حقوق بھی پامال نہ ہوں تاہم مسلمانوں پر اگر وہ ایسے کھلونے یا کر خوش ہوں ہم تو اس سے رضامند ہونے والے ہیں نہیں۔ کہ چند مسلمان کلمہ لکھ لکھ کر یاں پاجائیں گو وہ لوگ یاں کسی ہی بڑی کیوں نہ ہوں۔ قوم تو جو بے سنبھلے گی۔ اگر سنبھلنا تقدیر میں لکھا ہو۔ تو تعلیم ہی سے سنبھلے گی۔ پس ایک درگیر و محکم گیر جو قومی خیر خواہی کا دم بھرتے ہیں۔ وہ اور جن کے حق میں خیر خواہی کرنا چاہتے ہیں۔ وہ سب کے سب کف و واحد ستو باندہ کر تعلیم کے پیچھے پڑو۔ اور جب اس کا مزہ چکھ لو گے تو تم آپ پر و ابھی تو نہیں کرنے کے کہ لو کہ سی ہو کیا بلا۔ میں نے چاہا تھا کہ نیشنل کانگریس کے تعلق ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالوں۔ مگر گیس دیکھتا ہوں کہ یہ مرض آج کل کے تعلیم یافتوں ہی کو ہوتا ہے۔ اور ان کے دماغ اس فخل سے ماؤف ہونے کے لئے زیادہ آمادہ ہوتے ہیں۔ اس واسطے کہ اول تو تعلیم پوری نہیں۔ تعلیم پوری ہوتی تو ان کی ہی کماوت ہوتی جیسا کہ اہل کتاب کے حق میں خدا نے فرمایا ہو لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ اور لَكُمُ امْنٌ فَوْقَهُمْ وَاَمْنٌ خَلْفَهُمْ غَضَبَ خدَا کا تعلیم یافتہ اور محتاج رزق! معلوم ہوتا ہے کہ اس نے تعلیم پائی۔ بلکہ بہاڑ جھونکنا رہا ہے۔ اس کو ہونا چاہیے تھا ذوق و فنون نوکری ہی۔ تو نوکری ورنہ

تو ہر جاتی تو اپنا بھی یہی طور رہی	تو نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی
<p>نقصان تعلیم کے علاوہ ایک نقصان ہے اس کی تعلیم کہ جس کی طبیعت مناسب ہو وہ اور جس کی طبیعت مناسب نہیں وہ جس کا پیشہ ہو وہ۔ اور جس کا پیشہ نہیں وہ۔ جس کو ضرورت ہو وہ۔ اور جس کو ضرورت نہیں وہ۔ بیٹرباد سے کی طرح تعلیم میں ٹھٹھے چلے جاتے ہیں۔ اور مزہ یہ ہو کہ سب کا مقصود اصلی نوکری۔ یا آہی نوکریاں آسمان سے برسیں گی یا زمین سے اُبلیں گی۔ اور نہیں برسیں گی۔</p> <p>لے ہم ان پانچ مان اور بین کی برکتوں کے دروازے ضرور کھول دیتے ۱۲۔ ان کو روزی ملتی پرستی اور سے یعنی آسمان سے اور باتوں کے تلے سے یعنی زمین سے ۱۳۔</p>	

اور نہیں اُبلے گی تو یہ ٹنڈی دل کہاں سے پلے گا۔

یہی غلطی جو تعلیم کے بارے میں ہو رہی ہے اور اس کے آثار بد مرتب ہو چکے ہیں یہی غلطی
اور میں بھرکتا ہوں یہی غلطی اس مذہبی تعلیم میں ہوئی۔ اور ہو رہی ہے جس کا نام ہے درویشی فقیری
زہد۔ اصلاح باطن۔ طریقت۔ پیری مریدی۔ دنیاوی تعلیم بھی دو قسم کی ہے۔ ادنیٰ اور اعلیٰ۔ ادنیٰ
تعلیم وہ ہے جو اکثر افراد کو ہونی چاہیئے۔ تاکہ جو جس شان میں ہو۔ بھلا آدمی ہو۔ اگر وہ سوسائٹی کو کچھ
فائدہ نہ اٹھنچا سکے۔ تو وہ سوسائٹی کو درہم برہم بھی نہ کرے۔ کسی سے ٹٹ نہیں جھگڑے نہیں کسی کو
گالی نہ دے۔ چوری نہ کرے جو اُنہ کھیلے۔ بد معاشر نہ ہو لیکن سبکدوش (امن عام) میں اس کی
وجہ سے کوئی خلل واقع نہ ہو۔ اس سے بڑھو تو وہ اعلیٰ تعلیم ہے۔ کہ جس نے اس درجے کی تعلیم پائی ہو
اُس کو ہونا چاہیئے۔ سوسائٹی کا بیفیکلر (دفع رسال) اور ظاہر بات ہے کہ ایسی تعلیم صرف خاص خاص
آدمی پاسکتے ہیں۔ اسی طرح دینی تعلیم کے دو درجے ہیں۔ عام اور خاص۔ عام وہ ہے جس کو شریعت
سے تعبیر کیا جاتا ہے اور خاص وہی درویشی فقیری وغیرہ جس کے لئے قدا خاص خاص طبیعتیں
پیدا کرتا ہے۔ جب وَضْعُ الشَّيْءِ فِي عَيْنِ النَّاسِ کیا جائے گا اس کا یہی حال ہوگا جو اس زمانے میں
درویشی کا ہو رہا ہے۔ غرض دین کے دین اسلام کے یہی دو بڑے رکن تھے۔ شریعت و طریقت۔
جن کی حقیقت میں نے بیان کی۔ اور بیان بھی کی ڈرتے ڈرتے کہ اپنا گھٹنا کھولنا اور آپ ہی لاجوں
مرنا۔ دین کا تو ہم لوگوں نے یہ حال کر رکھا ہے۔ اور غور کیے بد راہانہ بابا سیرتجوئیں یہ ہو رہی ہیں
کہ انگریزی تعلیم اور مذہب کو کیوں کر جمع کیا جائے۔ نیرشکر ہی اتنا تو ہوا کہ دونوں کے جمع کرنے کی
صلاحیں درپیش ہیں پہلے تو اسلام ایسا اکل کھڑا دکھا کھر در چڑچڑا تھا کہ انگریزی تعلیم کے نام
سے چڑتا تھا۔ دونوں میں رقابت کا سا بیر تھا۔

ہم اور رقیب دونوں ہرگز بہم نہ ہوں گے	ہم ہوں گے وہ نہ ہوں گے وہ ہوں گے ہم نہ ہوں گے
--------------------------------------	---

یاد ہی آفتاب اور لبادہ۔ اب مسلمانوں کو مقتضائے وقت کا احساس ہوا اور لبادہ لگا کاٹنے
کہتے ہیں کوئی ایسی صورت نکالو کہ لبادہ اتارنا نہ پڑے۔ اچی جناب یہ اُترے اور اس کا

باب دادا ترسے یا یہ کہ تم سمندر پار اتر جاؤ وہاں ایسی گرمی نہیں ہے۔ تم تو تیر جیل جو گے تیرے جو گے جب
 پگلو گے تب پگلو گے۔ لبادہ کی خبر لو کہ وہ بگل چلا مسلمانوں کو انگریزی وضع سے کیسی نفرت تھی۔
 اب ہے؟ بالکل نہیں یا اس کا عشر عشر بھی نہیں۔ ممکن تھا کہ مسلمان انگریز کے ساتھ کھانا کھائے
 اور مسلمان بھی رستہ اب کیا حال ہے ہم جیسے غریب آدمیوں کو تو پوچھتا کون ہے جن کو خدا نے دنیاوی
 عزت دی ہے۔ اور خدا ان کی عزتوں کو برقرار رکھے۔ یہ تو میں نہیں کہتا کہ تبرک سمجھ کر کھاتے ہیں۔ ہاں
 فرق تو بے شک کرتے ہیں خیران ربانی ملکوں کو رہنے دو۔ وہ باتیں لو جن کے بارے میں قرآن
 ماطس ہے یا انہی الذین آمنوا بالکتاب والذین ہدوا والذین صدقوا اولیاءہم اُولیاءُ بعضہم و بعض ومن
 یؤلفکم منکم فاما کہ تمہم ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین۔ اس آیت کے لفظوں کو دیکھو اس
 بڑھ کر انتخاب اور کیا ہو سکتا ہے۔ ان الفاظ سے کہ اور کفر و ارتداد کے ایک ہی جہتی ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ
 وہ مولانا سے بے غدا کا غلط و غصب ہے۔ تو کیا چیز؟ ہمارے علم میں ایک مدت تک مطلق دوستی
 اور محبت کے جتنی سائے جاتے رہے۔ اب کبھی سیدھے جاتے ہیں لغت میں بھی یہی جہتی نکلیں گے یا کر کی
 شامت آئی ہے کہ دریا میں رہ کر کچھ بچہ سے سیر کرے۔ ناچار تو الامان کی تاویل باقیہ کر بیٹھی کہ
 ہر ادھو مولانا ستافی الدین۔ لیکن یہ تاویل کس نے بھائی۔ آفتاب اور لبادے نے۔ خدا
 روم اور عرب اور فارس اور دوسرے ممالک اسلامی ہیں تو جا کر تحقیق کرو۔ وہاں کے علماء وہی
 مطلق محبت اور دوستی بتائیں گے مَنْ کُفِرَ بِکُمْ مِنْکُمْ یَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولَٰئِکَ اَکِیْمِ رِکْعَیْنِ
 سیکرہ فَاُولَٰئِکَ اَکِیْمِ رِکْعَیْنِ اَلْکَافِرِیْنَ وہ لوگ کافر ہیں فَاُولَٰئِکَ اَکِیْمِ رِکْعَیْنِ وہ لوگ
 ظالم ہیں فَاُولَٰئِکَ اَکِیْمِ رِکْعَیْنِ وہ لوگ فاسق ہیں۔ اب یہ مسلمان بڑی کائنات کے اسٹریٹ
 جوڈیشل اسسٹنٹ کے شریاچہ والی۔ نو بداری۔ دیوانی خدمتیں رکھتے ہیں اور معلوم ہے کہ ان کو
 قانون انگریزی کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ اور معلوم ہے کہ قائلان انگریزی قانون شریعت کے خلاف ہیں۔
 لہٰذا ایمان والہ اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ بعض ان بعض کے دوست ہیں بعض تم میں سے ان کا دوست ہوگا
 وہ ان میں سے ہوتا۔ اللہ ظالموں کو رسوا نہیں کرتا۔

تو مَنْ كُفِّرَكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ دَاخِلُ هُوَ يَنْهَى هُوَ كُفِّرَكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ دَاخِلُ هُوَ يَنْهَى هُوَ كُفِّرَكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ دَاخِلُ هُوَ يَنْهَى
 کیوں کہ جائز ہو سکتی ہیں۔ مگر جو ان کو جائز بتاتے ہیں۔ اگر ان کو مل جائیں۔ تو کافروں اور ظالموں
 اور فاسقوں کی کچھ تاویل کریں گے کیوں وہی آفتاب اور لبادہ۔ یا سود کے بارے میں حبیبیہ و عید
 شدید نازل ہو کسی کے بیٹے نہیں مٹ سکتا یا اَلَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا
 اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ وَاِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَاَوْذُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ اَوْ كُتِبَ عَلَیْكُمْ
 اَلْكُفْرُ وَهُوَ كَلَامُ کَا تَارِیَانِہٖ اُوپر سے۔ اب مسلمان اپنی اپنی جگہ احتساب کریں اور سمجھیں کہ کتنے مسلمان
 اس سے بچے ہیں۔ اور نہ ہی ان کو حساب سے خارج کر دین کو مقدمہ نہیں۔ یا موثق نہیں
 یا ضرورت نہیں تو پاؤ گے کہ مسلمان بالیتا ہو گا یا دیتا ہو گا۔ یا دلو تا ہو گا۔

دین کو خارج سے ہرگز اتنا خطر نہیں جتنا کہ داخل سے۔ یعنی ہم مسلمان آپ سلام کو نقصان
 پہنچا رہے ہیں۔ اور اگر خارج سے خطر ہی اور خارج سے مراد ہی مقتضائے وقت۔ تو اسلام مقتضائے وقت
 کی مقاومت کر نہیں سکتا۔ مسلمانوں کی یہی بڑی غلطی یہ کہ وہ دنیا کو ایک خاص حالت کا چاہتے ہیں
 کہ ان ہی کی سلطنت ہو۔ ان ہی کی حکومت ہو۔ ان ہی کے پاس دولت ہو۔ اور اسلام کا یہ رنگ
 ہی۔ اور یہی رنگ ہونا چاہیے صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً کہ مسلمان غالب ہیں یا مغلوب
 دولت مند ہوں یا محتاج۔ ایشیائیں ہوں یا یورپ میں۔ اسلام ہر رنگ کے ساتھ کھلتا ہی رہتا
 کوشش کرو اس کی کہ تعلیم مذہبی کو داخل اوقات درس یا خارج از اوقات درس ایجوکیشن۔
 (تعلیم) کا جزو قرار دو۔ کچھ بھی کرو طالب علموں کی توجہ تقسیم ہوگی دو چیزوں کی طرف۔ اور مسلمان
 ایجوکیشن میں ایسے جڑے ہیں۔ کہ اپنی ساری ہمت ساری توجہ ساری فرمت ایجوکیشن میں محصور
 رکھیں تب کہیں جا کر دوسری قوموں کے ساتھ کمپیٹ (مقابلہ) کر سکیں تو کر سکیں۔ میں ایک تدبیر
 ۱۵ ای ایمان والو! اذروا للہ سے۔ اور اگر تم میں ایمان ہو تو جو سود چڑھاؤ جو چھوڑ دو۔ اگر تم نہیں کہتے تو خدا اور اس کے
 رسول سے لڑنے پر تیار ہو جاؤ ۱۲ ہم نے خدا کا رنگ (دین) اختیار کیا ہی۔ اور خدا کے رنگ
 سے کس کا رنگ بہتر ہو ۱۲۔

بتاتا ہوں کہ دہل دی گئے نہ چھٹکری۔ نہ طالب علموں کا وقت مشغول ہو اور نہ ان کی توجہ تقسیم۔ اور دین
 کی حفاظت۔ اگر اس کو حفاظت درکار ہو ایسی ہو کہ اس سے بہتر ہو نہیں سکتی۔ جی تو نہیں چاہتا کہ کلمہ
 حکمت ان لوگوں سے کہا جائے جو نہ اس کی قدر کریں۔ نہ اس پر عمل۔ مگر کیا یاد کرو گے بچوں کے
 دین کی حفاظت کی عمدہ تدبیر یہ ہو کہ گھروں میں دین داری پھیلاؤ۔ تمھارا دین دارانہ زندگی کرنا اور
 اپنے اچھے نمونے اولاد کو دکھانا۔ اولاد کے دین دار ہونے کی ضمانت کافی ہے۔ کبھی دیکھا نہیں گیا کہ
 نیم میں انگور لگے ہوں کبھی دیکھا نہیں گیا۔ کہ انگور کی بیل میں بولیاں پھلی ہوں۔ اگر انگیزی خواں
 لڑکے بے دین ہوتے ہیں۔ تو نہ تعلیم انگیزی کی وجہ سے۔ بلکہ اس وجہ سے کہ ماں باپ دین دار
 نہیں۔ گھر میں دین داری کا چرچا نہیں۔ ورنہ انگیزی تعلیم انگیزی غلام داری کوئی چیز بچوں کو تشریف
 کر نہیں سکتی۔ اور اس کے شواہد پندرہ ہیں تو مجھ کو معلوم ہیں۔ اور اس تدبیر کے اختیار کرنے میں یہ
 کتاب افاقہ ہو گا کہ مسلمانوں کی قوم کی قوم درست ہو جائے گی۔ اور زری بچوں کی حفاظت
 سے کیا ہوتا ہے۔ زمان طالب علمی میں ان کے دین کی حفاظت کی بھی۔ توجہ یہ گندی سوسائٹی میں
 جا کر ملیں گے ضرور گندے ہو جائیں گے۔ کیوں کہ جو انڈے بُری طرح چُٹے جاتے ہیں وہ گندے ہی
 نکلا کرتے ہیں۔

اٹھارواں کچھ

جو سرسید کی ڈیپوٹیشن کے ساتھ پنجاب کے مختلف مقامات میں اپریل ۱۸۹۴ء کو

دیا گیا

جو درجہ آستانہ زبان ملی لکھنے اور دوسروں کی مدافعت و تحفظ کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ اور اس کی توجہ سے
 یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ جس میں ان کی اصلاح و ترقی کے لئے کوشش کی گئی ہے۔ اور اس کی توجہ سے

جواب اچھے اچھے لکھنے والوں سے ان کی طرز کی تقلید نہیں بن پڑتی غیر وہ ایک طرز تھا سو تھا انھوں نے حیدر آباد سے اگر کچھ دینے اختیار کیے۔ اور معلوم ہوا کہ وہ نہ صرف تحریر کے حاکم ہیں بلکہ تقریر کے بھی۔ پھر انھوں نے نظم کا طریقہ لیا تو اوروں کی نظم اور اپنی نشر کو بھی مات کیا۔

بہ امر ہندی تیزی دہندہ آبِ سخن یہ نشر داغ نہد بر جبین نظمِ بحرِ حیر چنناں نگار سخن را بدانش آراید بکار گاہ سخن گسری بخشاید خرد پناہ فردر اند کہ در افتاق	ز تیغِ مصری گو ہر دہد ز کانِ بیاں بہ نظم باز ستاند ز گفتِ سبجان کہ لوک خامہ مافی رخِ نگار ستاں وہاں شخصِ خرد را ز لوکِ خامہ زباں چنین یگانہ نیا مد پس از ہزار قراں
--	--

اسی اپریل کے مہینے میں آئریل ڈاکٹر سر سید احمد خاں بہادر ایک ڈیپوٹیشن ساتھ لے کر علی گڑھ محمدن کالج کے لیے چند جمع کرنے کی غرض سے پنجاب گئے اور مولوی صاحب کو ساتھ لیا۔ مولوی صاحب نے لاہور پہنچ کر ایک نظم پڑھی جس نے لوگوں کو بھڑکا دیا۔ اب اس بات پر لوگوں کا اجماع ہو کہ مولوی صاحب کا یہ ڈیپوٹیشن والا کچھ وقت کے اعتبار سے متاخر ہو گا۔ ان کے تمام کچھوں پر مہکتے گئے۔ چنانچہ ڈیپوٹیشن کی واپس آنے پر امرت سرور جالندھر میں ہی نظم لوگوں نے درخواست کر کے مولوی صاحب سے پڑھوائی ہر چند ہم نے مولوی صاحب کے اصلی مسودے سے نقل لی۔ مگر جن لوگوں نے کچھ سنا ان کا بیان ہے کہ مولوی صاحب کے کچھ کا طرز ادا جس کو انگریزی میں ڈیوڑی کہتے ہیں تحریر میں آ نہیں سکتا۔ ان کا مسودہ بطور نوٹ کے ہوتا ہے۔ اور وہ جو لانی بیان میں ہرگز نوٹ کے پابند نہیں رہتے۔ سامعین ایسے محو ہوتے ہیں کہ ان سے لکھتے نہیں بن پڑتا۔

چنانچہ نقل جو ہم کو حاصل ہوئی ہے ہرگز پوری نہیں مگر جیسی ہی ایسی بھی کسی اور کے پاس نہیں دعایہ ہے کہ خدا مولوی صاحب کی زندگی کو دراز کرے اور لوگوں کو ان کے مغلظات سے مستفید اور متمتع ہونے کا مدلول مدتوں موقع ملے۔ آمین۔

مولوی صاحب کا یہ ڈیپوٹیشن والا کچر تمام تر منظوم تھا۔ جو کچھ انھوں نے اوپر سے بیاں کیا۔
جہاں تک دستیاب ہو سکا فٹ نوٹ کے طور پر لکھا گیا۔ اور جس قدر لکھا گیا بہت کم ہے۔ بقایا اس کے
جو کچھ ارے کہا تھا۔

تمہید پھر

میں لکھ دینے کے لیے کھڑا تو ہوتا ہوں۔ مگر میں نے بڑا آکھڑا ڈیپوٹیشن اختیار کیا ہے میں ممبر
ہوں اس ڈیپوٹیشن کا جس کے معروضات سننے کے لیے اور نہ صرف معروضات سننے کے لیے بلکہ ڈیپوٹیشن
کی جیب تھمنا کو نقد مدعا سے بھرنے کے لیے آپ سب حضرات بقاضائے حسبِ قومی جمع ہوئے ہیں
ایک طرف تو میں ڈیپوٹیشن کا ممبر ہوں اور دوسری طرف مجھ کو ایک نظر شفقت ہے انجمن حمایت اسلام
میں پانچ پانچ چھ برس سے انجمن حمایت اسلام کی کارروائی کو دیکھتا چلا آتا ہوں۔ اور میرے
ماتر پر انجمن کی نسبت جو اچرشن ہو رہا ہے کہ انجمن قومی خدمات کی وجہ سے ہم مسلمانوں کی
شکرگزاری کی مستحق ہے۔

اس کو میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ انجمن نے اس بے سرو سامانی کے ساتھ اسلامیہ کالج کھول
دینے سے ایک ریش شائبہ لیا ہے۔ لیکن یہ ایک طرزِ اسلامی کی کڑی ہے۔ جو میرا انجمن سے غلط ہے
ہو۔ اُن کی نیست اُن کی سرگرمی اُن کی کوشش پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جب دودیا
زیادہ آسٹیمیشنوں کا ایک ہی مطلب ہو تو ان میں کاشتیشن کا قائم ہونا ایک ضروری بلکہ عمدہ
بانت ہے۔ لیکن جیسے کاشتیشن کا ہونا ضروری اور عمدہ بات ہے ویسے ہی جیسے کا ہونا نامناسب اور

لے بے ڈھب اور شکل موقع ۱۲ شہ چند آدمی جمع ہو کر کسی پاس کوئی غرض کر جائیں وہ مجمع ڈیپوٹیشن کہلاتا ہے اور یہاں
مراد ہے وہ لوگ جو ابریل ۱۹۲۷ء میں سید احمد خاں کے ساتھ علی گڑھ عہد نامہ لکھنے کے لیے نیندہ فراہم کرنے کی غرض سے پنجاب
نکلے ۱۲ شہ دل ۱۲ شہ نقشبند اور اثر ۱۲ شہ لینے پیش قدمی کرنے میں جرات بہہ باکی ۱۲ شہ مسلمانوں کی پہلی مارت کہ وہ
غرض تو کل پر پڑے سے بڑا کام شروع کر دیتے ہیں ۱۲ شہ کا خاتون اور یہاں مراد ہے دس کہ ہوں ۱۲ شہ بحثا بحثا ۱۲ شہ جھگڑتا

ناشاید تہی جہاں تک میرا خیال ہو علی گڑھ محمد کالج اور لاہور اسلامیہ کالج دونوں کے فوٹو اس الزام بالکل برمی ہیں اور یہ اوپر کے لوگ ہیں جو کامپنیشن کو جلسی بنانا چاہتے ہیں۔ پیرانہ می پندھ میدان می پرانند۔ اگر سر سید اپنے کالج کی تشکیل کے لیے مستعمل ہیں تو ان کی یہ خواہش بجائے خود بیچل اور ریزن ایبل اور سرتاسر قابل تحسین ہو لیکن انجمن حمایت اسلام جو سٹیپ لے چکی گو اس کو مستحکم بھی سمجھا جائے۔ تاہم اس کی اصلاح پیچھے ہٹ جانا نہیں ہو بلکہ جو کچھ کر چکے ہو اس کو فرم قنک پر لانا اور ان لوگوں سے جو محمد کالج کی طرف داری کے جوش میں اگر انجمن کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں اگر ایسے لوگ ہوں تو ان صفات لفظوں میں کہدینا گناہات کثرتہ من قبلہ من اللہ علیکم مجھ کو محمد کالج داہنی آنکھ ہو تو اسلامیہ کالج بائیں۔ اور میں قوم سے دونوں کی سفارش شیخ ابراہیم ذوق کے شعر سے بہتر الفاظ میں نہیں کر سکتا

چار لڑے کروں دل کے کہ نہیں ہو سکتا
لب کو دوں منج کہ نہ دوں زلف کو دوں تو نہ دلا

علی گڑھ محمد کالج اور لاہور اسلامیہ کالج دونوں مل کر بھی تو ایک پورا کالج نہیں بنتا۔ اور ابھی سے خرچ کی تیرہ تیرہ مئی ہی سولہ لاکھ بنایا گیا ہنس کی کھیل ہو تیل دیکھو تیل کی دھار دیکھو سولہ لاکھ بننے کا حوصلہ کیا ہو ایسے ایسے کتنے خرچ اٹھانے پڑیں گے

ابتدا سے عشق ہو روتا ہو کیا
آگے آگے دیکھ تو ہوتا ہو کیا

یہ سولہ لاکھ پہلے تو تم کو سنگوٹی بندھوا دے گی اور پھر خلعت فاخرہ بخشے گی۔ تم کو نہیں بلکہ تمھاری آنے والی نسلوں کو۔

۱۲ بانی ۱۲ مقتضاے طبیعت ۱۲ معقول ۱۲ غلطی ۱۲ ثبات واستحکام ۱۲ تم بھی پہلے ایسی ہی تھے اور خدا نے تم پر احسان کیا کہ تم اس (درجہ پر پھر نہ) ۱۲ ۱۲ مہذب و مثالیستہ ۱۲ تہذیبی شائستگی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُكَ اللَّهُ الْعَظِيمَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ

شرط

بِحمد اللہ بھائی مسلمان ہیں ہم تم

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ

اس سلام تو ایک ہی بس کرتا تھا کیوں کہ علیکم میں جو کہ ہو نصیر جمع حاضر ہوا اور اس کے مخالف
کل حضرات آدھیں (ساحین) اگرچہ کوڈیل (دوہرا) سلام کرنا منظور تھا اور اسی لیے میں نے
نظم کا ایک ایسا وزن اختیار کیا ہے جس میں ڈیل سلام کی کھیت ہو۔ ڈیل سلام میں ایک تو نماز کی تقلید
ہو کہ اس میں بھی دو سلام ہوتے ہیں۔ دوسرے ایک سلام شعار اسلام ہو کہ سب مسلمان مسلمان ہیں
چاہے کہ ایک دوسرے کو سلام کریں اور دوسرا سلام سلام روستائی ہو جس کی نسبت آپ نے
سنا ہو گا سلام روستائی بے غرض نیست۔

وہ غرض جس کے لیے سلام روستائی کیا گیا ہے آپ کو معلوم ہو مگر تھوڑی دیر بعد میں اس کو منہ پھوڑ کر
بھی بیان کر دوں گا اور یہ جو کچھ کھرا ہوں اس ہی کی تمہید ہو۔

آداب معاشرت میں سلام ادبِ مولہ ہو گا اذْکَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلُّوا عَلَیْ اَنْفُسِکُمْ لَتَجِبَنَّ مِنْ
عِنْدِ اللَّهِ مُبَارَکَةٌ طَیِّبَةٌ لَیْسَ جِبْ کِسے گھر جاؤ تو اپنے تئیں سلام کر لیا کرو جائیں دوسرے کے
گھر اور سلام کریں اپنے تئیں۔ اس کے معنی کیا؟ اس کے یہ معنی ہیں کہ مسلمان مسلمان آپس میں سب ایک
تو تم دوسرے مسلمان بھائی کو کیا سلام کرتے ہو گویا اپنے ہی تئیں سلام کرتے ہو۔ اور اس تاویل کے
شواہد قرآن میں کئی جگہ موجود ہیں مثلاً لَا تَلْمِزُوا اَنْفُسَکُمْ بِغِیْبِ حِجْنِیْ مَتَ کیا کرو۔ مراد ہی کہ
ایک دوسرے کی عیب چینی نہ کیا کرو کیوں کہ کوئی اپنے عیب چینی نہیں کیا کرتا اَلَا مَشَآءَ اللّٰہِ اَوَاکَرَانَسَانِ

اپنی عیب چینی کیا کرتا تو زمین پر آدمی نہ بستے بلکہ معصوم فرشتے اسی طرح دَاذِ الْاَخْذِ نَامِیْنًا فَکُمْ وَلَا
تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَکُمْ وَلَا تَخْرِجُوْنَ اَنْفُسَکُمْ مِنْ دِیَارِکُمْ ثُمَّ اَقْرَبْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ثُمَّ اَنْتُمْ
هَؤُلَاءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَتَخْرِجُوْنَ فِرَیْقًا مِنْکُمْ دِیَارِہِمُ ظَآہِرٌ وَاَنْتُمْ عَلَیْہُمْ یَا قَوْمُ وَالْعَدُوَّ
وَاَنْ یَاذُوکُمْ اُسَارَیْ تُفَادُوْهُمْ وَہُمْ وَہُوَ حُرٌّ عَلَیْکُمْ اِنْھُمْ بِنِیَاقِ (عہد) تھا کہ خُجْرُ جُحُوْ
اَنْفُسَکُمْ اور الزام ہی خُجْرُ جُحُوْ فِرَیْقًا مِنْکُمْ وَاَنْتُمْ دِیَارِہِمُ یہود سے خدا نے عہد لیا تھا کہ ایک
دوسرے کی خونریزی نہ کرنا اور نہ ایک دوسرے کو دلیس نکال دینا۔ لیکن اس عہد کو ان الفاظ سے
بیان کیا کہ اپنی خونریزی نہ کرنا اور اپنے نہیں جلا وطن نہ کرنا۔ ادا سے مطلب کے اس پیرائے سے
ظاہر ہو کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندے التیام اور صلح کاری سے رہیں۔ اور اپنے میں اور اپنے جنس
میں دوئی نہ لگائیں مگر ہم کج نافرمان بندے آپس میں لڑے مرتے ہیں اور ایک دوسرے کو
دیکھ نہیں سکتے۔

فَسَلِّمُوا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ کی دوسری تاویل لوگوں نے یہ بھی کی ہے کہ جب تم دوسرے مسلمان
بھائی کو سلام کرو گے تو وہ خواہی بخواہی جواب سلام دے گا۔ اور جواب سلام بھی بجائے خود سلام ہے۔
تو تمہارا دوسرے مسلمان بھائی کو سلام کرنا انجام کار اپنے نہیں سلام کرنا ہی۔ تو اس صورت میں
ادا سے مطلب کا یہ پیرایہ ہوا جو لُکُوْ فِی الْقِصَاصِ جِوْءُ الْقِصَاصِ کا قاعدہ جاری رکھنے میں تنہا
زندگی ہے، کاہن۔ انگریزی انٹیکٹ (آداب مجلس) تو یہ ہے کہ جب تک کوئی تم کو انسٹروڈیوس (تقریباً)
نہ کرے تم اجنبی آدمی شناسائی مت پیدا کرو۔ اور ایسی مثالیں موجود ہیں کہ لوگ مہینوں ایک ٹھول
یا ایک ہمارے رہے اور ایک میز پر کھانا کھایا کیے۔ اور ان میں صاحب سلامت کی نوبت نہ آئی۔
مگر اسلامی اخلاق اس روکھے پن۔ اس گھردے پن کو جائز نہیں رکھتا۔ پس ایک اسی بات سے
مستند نمونہ از خوار سے سمجھ لو۔ طنسا رہی کن میں ہو اور کن میں نہیں۔ اور طنسا رہی نہیں ہو مگر صراحتاً بھائی کا
دوسرا نام اَنْتُمْ لَعَلَّ اَخْلَقِ عَظِیْمٌ (اوپر تم بڑے ہی خلق ہو) ہمارے ہاں اگر معرفت سابقہ ہو تو
اَنْتُمْ اِلَیْہِمْ سے اظہار خلوص کیا جاتا ہے اور اس کی تجدید اگر معرفت نہیں تو یہی اَنْتُمْ عَلَیْکُمْ

تقریباً ہی اور یہی **السلام علیکم** اسٹروڈ کشن اسٹروڈ کشن ہو کیا چیز یہی نا کہ ایک متوسط ایک اجنبی سے دوسرے اجنبی کا معرفت ہوتا ہو۔ لیکن جب معرفت اور معرفت الیہ دونوں مسلمان ہیں تو جنسیت لگتی گوری ہوئی۔ وہی اسلام جس کے دونوں متفقہ ہیں۔ ایک دوسرے کا معرفت کافی ہو۔ پھر سلام کے بھی آداب ہیں۔ کہ سوار پیادے کو سلام کرے جو کھڑا ہی بیٹھ ہوؤں کو جیسا میں نے کیا اس میں بھی تواضع کی ایک اخلاقی تعلیم ہو۔ پھر سلام ایک حق ہو من جملہ حقوق العباد کے **وَإِذَا حُيِّتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنِ مِمَّا أُرِدُّوْهُمَا** اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبٌ اگر تم کو کوئی سلام کرے تو تم اُس کے لفظوں سے بہتر لفظوں میں اُس کا جواب دو۔ یا خیر ویسے ہی لفظوں میں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ ذری ذری بات کا حساب لے گا۔ **رُدُّوْهُمَا** کے یہ معنی کہ میں نے کہا **اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ** تم نے اس کے جواب میں کہا **وَعَلَیْکُمْ السَّلَامُ** یا **اَحْسَنِ مِمَّا** سے یہ مراد ہو کہ میں نے **اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ** تم نے کہا **وَعَلَیْکُمْ السَّلَامُ** و **دَحْمَةُ اللّٰهِ** و **بَرَکَاتُہٗ** مگر یہ تو اسلامی سلام کا جواب ہو۔ اسلام روستائی کے جواب میں بہترین الفاظ سے کام نہیں چلنا وہاں پاسیے بہترین مسکو۔

شروع شروع میں مسلمانوں سے ایک دو بار ایسی غلطیاں ہوئیں کہ اپنے تحفظ کی ضرورت سے دشمنوں پر چڑھ کر گئے۔ انھوں نے اسلامی قاعدے سے اُن کو سلام کیا اور سلام کو طلب امن کا مراد سمجھا۔ مسلمانوں نے خدع کے خیال سے **اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ** (دھاتی نام ہو فریب کا) سلام کی پروانہ کی تو اس پر بڑے غصے کی آیت نازل ہوئی **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا حُرِبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَمَتَّينُوْا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ اَلْفَى إِلَیْکُمْ السَّلَامُ کَسْتُمْ مُؤْمِنًا** اور مسلمانوں جب تم امن کی راہ میں بیٹھے جہاد کے لیے سفر کرو تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو اور جو کوئی تم کو سلام کرے تم اُس سے یہ بات نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں اور قرآن کے لفظوں پر نظر کرو۔ **وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ اَلْفَى إِلَیْکُمْ السَّلَامُ کَسْتُمْ مُؤْمِنًا** مسلم سے مومن کا اور جبر بڑھا ہوا ہو۔ کیوں کہ اسلام کے معنی ہیں گردن نہادان۔ اور یہ بفعل ظاہر جس کو ہر شخص دیکھ سکتا ہے اور ایمان ہر فعل قلب جس پر سوائے خدا کے کوئی مطلع ہو نہیں سکتا۔ **قَالَتْ اَلَا عَرَبٌ اَمَّا اَنْتُمْ لَمْ تُوْمِنُوْا وَلَکِنْ تَقُوْلُوْا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا بَدَخَلِ الْاِيْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ دَعَوٰکُمْ**

گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے تو امیہ بنی جمہ ان سے کہو کہ تم ہرگز ایمان نہیں لائے۔ ہاں یہ کہو کہ ہم اسلام لائے اور ایمان تو ہنوز تھا اس سے دلوں تک پھونچا بھی نہیں، تو فرمایا کہ جو تم کو اسلامی قاعدے سے سلام کرے تم کو کوئی حق نہیں کہ اس کو مومن نہ سمجھو تم تو ظاہر پر حکم لگانے والے ہو۔ کبھی اسلامی قاعدے سے سلام کرنا تھا اس سے لینے اس کے مومن ہونے کا ثبوت کافی ہو۔

قریب قریب سی طرح کی ایک غلطی خالد بن ولید سے بھی ہوئی تھی کہ ان کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ آدمی ساتھ دے کر دعوت اسلام کی غرض سے قبیلہ بنی جذیمہ کے لوگوں پاس بھیجا یہ جو یکایک ان کے سر پر بیا موجود ہوتے تو وہ گھبرا کر لگے کہنے صَبَانَا صَبَانَا صَبَانَا ایک لقب حقارت آمیز تھا جو کفار قریش نے اس وقت کے مسلمانوں کو دے رکھا تھا۔ اس کے انومی معنی تو کنورٹڈ (نومسلم) کے تھے۔ مگر کفار قریش اس کو ڈرڈر (خارجی) کی جگہ استعمال کرتے تھے۔

قبیلہ بنی حنیفہ میں کا ایک شخص تھا ثمامہ بن اثمال مسلمان۔ اس کو گرفتار کر کے حضرت پاس لائے حضرت نے پوچھا مَا عِنْدَكَ يَا ثَمَامَةُ ثمامہ کیا خبر ہو تو اس نے کہا عِنْدِي خَيْرٌ يَا مُحَمَّدُ اِنْ تَسْأَلْ ذَا دِرْهَمٍ اَوْ تَسْأَلْ تَنْعَمُ عَلَيَّ شَاكِرًا وَاِنْ كُنْتَ تُرِيدُ الْمَالَ فَسْأَلْ مَا شِئْتَ (امی محمد خیریت ہو اگر تم مجھے مارڈالو گے تو میری قوم کے لوگ تم سے میل جول لیں گے اور احسان کرو گے تو میں احسان فراموش نہیں اور تمہیں مال درکار ہو تو جو مانگو میں دیتے کو موجود ہوں) یہ جواب سننے سیاف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس متوالے سے کیسا شہرہ اِنْ تَعْلَمُ لَهُمْ فَاَتَهُمْ عِبَادًا لِّكَ وَاِنْ تَحْفَرُ لَهُمْ فَاَتَاكَ اَنْتَ الْعَرِيُّ الْكَلِيمُ نہ خیر تو ان حضرت نے اپنی مرحمت بتلی کے مطابق ثمامہ کو چھوڑ دیا اور وہ حضرت کا طرہ مدارات دیکھ کر ایمان ہی لے گئے ان کو عمرہ کرنا تھا گئے تھے۔ قریش کے لوگوں نے پوچھا اَصْبَحْتَ (کیا تم نے ترک دیں کیا ثمامہ کہتے ہیں اَوَّلَئِكَ اَسْلَمْتُ) (نہیں تو بلکہ میں مسلمان ہو گیا، اسی طرح بنی جذیمہ کو اَسْلَمْنَا کہنا چاہیے تھا نہ صَبَانَا کہ صَبَانَا سے اسلام کی توہین نکلتی تھی۔ اور اسی لینے خالد بن ولید نے ان کے ساتھ وہ سلوک کیا

جو دشمنوں کے ساتھ کیا جاتا ہو یعنی بنی جذیمہ کے کچھ آدمی مارے گئے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی تو حضرت خالد بن ولیدؓ پر سخت ناغوش ہوئے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے بنی خالد کی اس حرکت سے بیزار ہوں۔ اور صرف اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ حضرت علیؓ کو بنی جذیمہ میں بھیج کر ایک ایک مقتول کی دیت دلوائی۔ خالد اسلام کے بڑے مشہور جرنیل ہیں اور انہوں نے اسلام میں بڑی بڑی فتوحات نمایاں کی ہیں (ہائے ہائے کی تھیں) اور ان کو سیٹھ اندک خطاب ملا تھا۔ اور خطاب کے ملنے کا قصہ بیان کیا جائے تو شاید چنداں بے محل نہ ہو گا۔ اور اسلام کی ابتدائی سطر میں تاریخ ہی ایسی دل چسپ کہ جس بات پر نظر کر دیکوری آسٹی (شوق) کسی طرح سیٹھ فانی (سیر) نہیں ہوتی ۵

زفری تا بقدم ہر کعب کہ می نگوم	کرشمہ دامن دل می کشد کہ جایت
--------------------------------	------------------------------

موتہ ایک مقام ہے علاقہ شام میں بنی خدیجہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت اسلام کے خطوط ملک کے نام لکھے تو ہر قل روم کے نام کا خط حکم بصرہ بنی کے پاس بھیج دیا کہ اس کو ہر قل پاس پہنچا دو۔ ہر قل کی طرف سے شام کا گورنر تھا شرجیل۔ اس کی جو شامت آئی تو اس نے پیغمبر صاحب کے قاصد حیرت بن عیر کو مہوا ڈالا۔ آں حضرت نے شرجیل کی سرکوبی کو لشکر روانہ کیا جس کے کمانڈر تھے زید بن حارثہ۔ اور آں حضرت نے لشکر کو خضعت کرتے وقت فرما دیا تھا کہ اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائیں تو ان کے بعد جعفر بن طالب اور ان کے بعد عبداللہ بن روم چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یہ تینوں کمانڈر یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔ راوی حدیث کہتا ہے کہ میں نے جعفر بن طالب کی لاش کو دیکھا۔ نو فے سے اوپر تیروں اور تلواروں کے زخم تھے اور ایک بچی پشت کی جانب نہ تھا۔ حضرت جعفر کو شہادت کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالبنا حین فرمایا یعنی دو بار وہ اسے کیوں کہ اسلامی بھٹا لڑتے وقت ان کے دانہ ہاتھ میں تھا وہ کٹ گیا تو انہوں نے جھٹا بانیں ہاتھ میں لے لیا۔ وہ بھی کٹ گیا تو جھٹے کو ٹانگوں سے دبائے کھڑے رہے اور جھٹے کو گرنے نہ دیا اور اسی حالت میں شہید ہوئے۔ جب زید اور جعفر اور عبداللہ

تینوں کمانڈر شہید ہو گئے تو لوگوں نے خالد کی جلدات دیکھ کر ان کو کمانڈر بنا لیا۔ اور خدا نے ان کو فتح دی۔ یہاں مدینے میں خبر آنے سے پہلے آل حضرت نے بیان فرمادیا تھا اور اس میں خالد کی نسبت ارشاد ہوا تھا کہ عبد اللہ کے بعد اَخَذَ الْوَايَةَ سَيُفْتُ مِنْ سَيُفْتِ اللّٰهِ حَتّٰى يَفْكَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (آخر کار اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار نے اسلامی جھنڈا لیا اور اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی) تو خالد ایک تو خود اعلیٰ درجے کے سپاہی تھے ایسے لوگوں میں شدت کا ہونا ضرور ہو اس وجہ سے نبی اکرم کے مقبور کرنے میں جلدی کی یا عجیب نہیں خالد نے ان لوگوں کے سلام کو توبہ پر قیاس کیا جو جس کی نسبت ارشاد ہوا اِنَّمَّا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ حَتّٰى اَلِهٖ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّوْلٰىكَ يَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (اللہ تو ان لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جن سے نادانستہ ایک خطا ہو گئی اور انہوں نے جلدی سے توبہ کر لی) وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الشَّيْطٰنَ حَتّٰى اِذَا حَصَلَ حَدُّهُمْ الْوُتْ قَالَ اِنِّىْ تَبْتُ الْاَنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْنُوْنَ وَهُمْ كَقَدَّ اُوْلٰٓئِكَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اور ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو بیاں کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ جب موت آمو جو ہوئی تو لگے کہ اب میری توبہ اور نہ ان کی توبہ قبول ہوتی ہو جو کافر ہوں اور کفر پر مجاہد، فقہائے غرغہ کو حد توبہ قرار دیا ہے۔ یعنی یہی معاملہ فرعون کے ساتھ ہوا۔ حَتّٰى اِذَا اَدْرَكَ الْعُرْقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْ اٰمَنْتُ بِهٖ يٰهٰٓؤُسٰرِئِلُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ الْاَنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمَفْسِيْدِيْنَ فَاَلْيَوْمَ يُجْزٰىكَ بِذٰلِكَ لَتَكُوْنُ لِيْكَ خَلْقَكَ اَيَّد (یہاں تک کہ آخر کار جب لگاؤ دینے تو بولائیں ایمان لایا کہ نبی اسرائیل کا خدا چھوڑ کر اور کوئی خدا نہیں اور اب میں ماننا ہوں۔ اب مانا تو کیا مانا اور اس سے پہلے تو کشتی کرتا اور فساد پھیلاتا رہا۔ آخر میں میں ایک ریمارک سلام کے متعلق اور کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح فوج میں بول ہوتا ہے جس سے اپنے لشکر کا آدمی پہچانا جاتا ہو اسی طرح اسلامی شعار ہو: اَلْسَلَامُ عَلَيْكُمْ "سَلَامٌ عَلَيْكُمْ" مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ مسلمان اس شعار کو ترک کرتے چلے جاتے ہیں میں انگریزی دال مسلمانوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ یا فقط جنبش سر سے کام لیتے ہیں یا ہاتھ کے اشارے سے۔ یا وہی انگریزی سلام

(تفسیر القرآن مجلد ۵)

مسلمان سب ہم دم وقت قدم ہیں خدا اور رسول خدا ایک سب کا	ہمیں میں سے تم ہو تھیں میں کے ہم ہیں نہیں فرق یاں کچھ عجم اور عرب کا
---	---

کہ سلام کا بھی کام دیتا ہے۔ اور سرسری طور سے وقت بھی بتاتا ہے۔ گڈ مارنگ (صبح کا سلام) گڈ نون (دوپہر کا سلام) گڈ آفٹرنون (دیسرے پہر کا سلام) گڈ ایوننگ (شام کا سلام) گڈ نائٹ (رات کا سلام) عجب نہیں کہ جوں جوں زمانہ ترقی کرے آئندہ گھڑی اور گھنٹے کی سویوں کی طرح بقید گھنٹہ و منٹ ٹھیک وقت بتانے لگے۔ گڈ سکس (دکھانک پی ام) شام کے چھ بجے کا سلام، گڈ ہافٹ پاسٹ یا گڈ اٹو سکس (سے ام) صبح کے ساڑھے چھ یا نو بجے کا سلام، و قس علی ہذا۔ تو اس وقت سلام اچھا خاصہ ریلوے ٹائم ٹیبل ہو جائے گا۔ اس کا شہما سے دلی واپس جانے سے پہلے ہو کہ ہمارے بھی کام آئے۔ بشرطیکہ وایا (براہ) کا کام بھی ہو۔ یہ صرف انگریزی پچھکار نہیں ہر مذہبوں سے مسلمانوں نے سلام کی مٹی پلید کر رکھی ہے۔ بادشاہوں امیروں کا تو نام نہ لو کہ وہ اسلام سے تشنی ہیں لیکن خارج۔ پھولوں کی طرف سے آداب۔ بڑوں کی طرف سے دعا۔ گھنٹوں کے جمرے کو نوش تسلیمات بندگیاں۔ زنان قانون میں ٹھنڈی سہاگن سائیں جیسے۔ پیٹھیں۔ بس ایک سلام ہی ہے خیال کرو کہ مسلمان کہاں تک اپنے مذہبی رسومات کے پابند ہیں سو بھی بھگتو ایسے سلاسل کی عادت نہیں نہ میں ان کو پسند کرتا ہوں میں نے تو سیدھا سادہ مسلمانوں کا سلام کھینچ مارا ہے۔
گڈ تو بیز نہیں ٹکڑا ۱۲۔

۱۔ ہم دم اس اعتبار سے کہ سب کلمہ گو ہیں ۱۲۔ ہم قدم اس سے کہ ایک شریعت پر چلتے ہیں ۱۳۔
سَلَامُ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَكَلِيمٌ عَلِيمٌ۔ اسی کو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کر کے تم کو جنموں اور برادیوں میں بانٹ دیا۔ تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت دار وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔ اور بعینہ یہی مضمون ہر حدیث کا۔ یا
يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَكَلِيمٌ عَلِيمٌ۔

<p>وَلَمْ يَخْشَ الْإِنْسَانَ وَهُوَ خَدَانِ أُمِّي اُسی دین کی کرتے سیوا ہیں ہم بھی</p>	<p>بِإِلَهِهِ وَآلِهِ بِنَفْسٍ وَأُمِّي اُسی شخص کے نام لیا ہیں ہم بھی</p>
<p>اَنْزَلَ مَكَّةَ عِنْدَ اللَّهِ اَنْتَقَاكُمْ۔ لوگو تمہارا پروردگار ایک۔ تمہارا مورث اعلیٰ (آدم) ایک۔ تو عرب کو عجم پر اور کافروں کے آدمی (عرب) کو لال رنگ کے آدمی (رومی) پر کوئی برتری نہیں۔ خواہ حافظ شیراز کہتے ہیں ۵</p>	
<p>حَسَنُ زَبْرِهِ بِلَالِ الرَّحْمَنِ صِهْرِي رُومِ</p>	<p>زخاک مکہ ابولہب ایں چہ یو عجیبی ست</p>
<p>لے اُرمی۔ اس شعر کے دونوں مصرعوں میں لفظ اُرمی واقع ہوا ہے۔ پہلے سے مراد ہوا اُن ایجو کسیہ (تعلیم یافتہ) الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الَّذِي يَخْدُودُكُمْ كَمَا يَخْدُودُهُمْ فِي الشُّرُوقِ وَالْأُخْبَالِ (وہ جو پیروی کرتے ہیں اُن پڑھ پیڑ کی جس کے مذکور کو ہاتے ہیں اپنے پاس لکھا ہوا آلات انجیل میں) بجائے اس کے کہ اُن ابوجلیڈ ہونا پیڑ صاحب کے لئے موجب کسر شان ہو وہ اُن کے معجزات باہرہ میں سے ایک عظیم الشان معجزہ تھا کہ نہ پڑھے نہ لکھے اور ستر اُن جیسی لاجواب کتاب زبانی لکھوا دی ۵</p>	
<p>بیتے کہ ناکردہ ستر اُن درست</p>	<p>ا کتب خانہ چند ملت پشت</p>
<p>جن دنوں قرآن نازل ہوا ہے وہ ایک وقت تھا کہ عربی لطیفِ عربی (عالمِ ادب یا زبانِ دانی) کے جوہر ایک بہار لہری تھی۔ لوگوں میں یہ مادہ ایسا دلچسپ و سرسرتی ہوا تھا کہ کیا شہری کیا دیہاتی۔ کیا مرد کیا عورت۔ کوئی تنفس مذاق شعری سے خالی نہ تھا۔ بدیہہ کوئی حاضر جوابی اُن کے نزدیک ایک بات تھی۔ رنج اور خوشی۔ صلح اور جنگ۔ سفر اور اقامت کوئی حالت خیال میں نہیں آسکتی جس میں اُن کی قوت کے اشعار کے انہار نہ ہوں غرض اُن کی زندگی کے جہاں اور طرز تھے ایک طرزِ ضروری شاعری بھی تھی کسی قوم نے شاعری کو ایسا اور عطا کیا جو انہیں بنایا جیسا اُن وقتوں کے عرب نے۔ فضائلِ انسانی اور بھی تھے جیسے شجاعت۔ سخاوت۔ جہاں نوازی شرافت۔ جس صورت وغیرہ مگر شاعری کو ایک لگانہ نہیں لکھا تھا۔ شاعری نے اُن دنوں اچھی حکومت کر لی کہ شاعر لوگ تخیلوں کو آپس میں اٹا مارتے تھے۔</p>	

جیسے بادشاہ بادشاہ ملکوں کو۔ اور پھر عرب نے اس وقت تک سولائش میں کچھ ترقی کی نہ تھی۔ پس ان کی شاعری نچرل تھی بلا تصنع۔ آمد تھی نہ آورد۔ اور اسی سہیٹے مؤثر بھی پر سہی در سے کی تھی۔ اِن مِّنَ الْبَيِّنَاتِ آيَاتٍ اَلْبَيِّنَاتِ اَلْبَيِّنَاتِ اَلْبَيِّنَاتِ بیان تو واقع میں جادو کا اثر رکھتا ہے اور خیرہ تو زبان عربی کے عروج کا زمانہ تھا یوں ہی عرب کو اپنی بولی پر بلا کا ناز تھا۔ اور اُن کی بولی ناز کے قابل ہو بھی کہ اُنہوں نے اپنے سوائے دوسروں کا نام رکھا تھا ہم لینے کو بگے یا جن کو بات کرنے کا سلیقہ نہیں۔ ایسے لوگوں سے کیسی ہی اچھی بات کہی جاتی مگر وہ ہوتی حلیہ فصاحت سے عاری تو اُن کے کان پر جوں بھی تو چلتی اور وہ اُس کو اس کان سننے اور اُس کان اُڑا دیتے۔ پس نہ روٹھا کہ اُن کو اُسی داؤ سے پھنسا اُجائے۔ جو داؤاں کو خوب رواں تھا لینے فصاحت۔ قرآن نازل ہوا شروع ہوا تو جو اپنے اپنے وقت کا سرسید اور نواب محسن الملک اور سید محمود اور حالی اور شبلی سب کے پھٹکے چھوٹ گئے۔ کہ نرمی دین داری خدا پرستی اخلاق اور نیکی کے مضامین اور اس خوبی کے ساتھ ادا کیے جائیں کہ دلوں کو موہ لیں یہ بھید کیا ہے؟ سمجھ تو گئے تھے مگر غرور اور صداقت کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ وَتَحَدُّوا بِهَا وَاسْتَفْتَحْتُمْهَا اَنْفُسُكُمْ طَلَمَا وَجَلُوا اِن کے دل تومان گئے تھے مگر زبردستی اور ہیکڑی سے اُنہوں نے خدا کے کلام سے انکار کیا، غضب خدا کا ابوطالب جیسے شخص رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حقیقی چچا جنہوں نے پیغمبر صاحب کو پالا پرورش کیا اور وہ اُنہیں کے کنارِ عاطفت میں بڑے ہوئے اور اُن ہی کی مدد تھی کہ پیغمبر صاحب بچے میں رہنے بھی پائے۔ پیغمبر صاحب کا رتی رتی حال اُن کو معاہم۔ بہتر مرگ پر پڑے ہیں اور پیغمبر صاحب منت کر رہے ہیں کہ چچا جان ایک بار میرے کان میں کہہ دیجئے کہ خدا ایک ہے تو بھگو خدا سے آپ کی مغفرت کے لئے عرض معروض کرنے کی گنجائش ہو۔ ادھر ابو جہل بیٹھا ہوا ہنکار ہا ہنکار کہ بس یہی وقت آزمائش استقلال کا ہے۔ آخر کار ابوطالب نے پیغمبر صاحب سے کہا بھتیجے کہتے تو سچ ہو۔ مگر لوگ خیال کریں گے کہ بڑھا منے سے ڈر گیا۔ سو میں تو اپنے باپ کے مذہب پر مڑتا ہوں۔ ابوطالب کا یہ ایک سپاہیانہ لکڑ پین تھا ورنہ اگر اُن کا دل نہ ملتا تو دنیا میں کوئی دل نہ ملتا جو پیغمبر، مکتا بہر کیفیت قرآن کی فصاحت و بلاغت سے تو

انکار ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اور غیر صاحب کا اپنا سرمایہ علی سب کو معلوم کہ حضرت کی طبیعت تک ناموزوں واقع ہوئی تھی اور لکھنے پڑھنے کا حال یہ کہ وحی نازل ہوتی تو کاتب کی ڈھنڈ یا پرتی ہدیہ کا صلح نامہ لکھا جانے لگا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے کاتب تھے انہوں نے لکھا ہذا اما صلحہ علیہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ دیکھیں وہ شر الٹ بن پرالہ کے رسول محمد نے صلح کی اس پر فریق ثانی نے اعتراض کیا کہ محمد رسول اللہ کیسا۔ اگر ہم کو آپ کی رسالت تسلیم ہوتی تو ہم آپ سے لڑتے ہی کیوں۔ اور خانہ کعبہ کے طواف سے روکتے ہی کس لئے۔ محمد رسول اللہ کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھیے ان حضرت تو جہاں تک بن پڑتا تھا لڑائی کا پہلو بچا جاتے تھے حضرت علی کو ارشاد ہوا کہ رسول اللہ کے لفظ کو سنا دو حضرت علی نے عرض کیا واللہ لا اُخْوِلُکَ اَبَدًا اذہا کی قسم میں تو ہرگز آپ کے نام کو نہیں سناؤں گا، قریب تھا کہ صلح جھنڈ ہو جائے ان حضرت نے طرفین کے اصرار کو دیکھ کر حضرت علی سے پوچھا اچھا وہ لفظ کس جگہ ہی مجھ کو بتاؤ چنانچہ حضرت علی نے انگلی رکھ دی آپ نے خود اس لفظ کو سنا دیا یعنی اتنا نہیں جان سکتے تھے کہ رسول اللہ کہاں لکھا ہی پس کفار اعتراض تو بہتر سے کرتے تھے مگر کوئی جتنا نہ تھا۔ شاعر کہتے ہیں تو ناموزونی طبیعت اس کا جواب دندان شکن دے رہی ہے جھوٹا بتاتے ہیں تو یہ شخص جھوٹے پر لعنت کرتا ہی اَللّٰہُ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔ اور کتا ہی کہ جو شخص جھوٹ بنائے گا قیامت کے دن اُس کا کالائٹھ ہوگا وَکَاوِیَوْمَ الْقِیَامَةِ تَرٰی الَّذِیْنَ کَذَبُوْا عَلٰی اللّٰہِ وَجُوْہُہُمْ مُّسْوَدَّۃٌ اَوْ رُجُلُہُمْ دُحٰوِیْ نَبوت کرے گا مرتے وقت بڑی مشکل سے اُس کی جان نکلے گی۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِنْ اَفْتَرٰی عَلٰی اللّٰہِ کَذٰبًا اَوْ قَالَ اُوْحٰی اِلٰی وَلَمْ یُوْحَرْ اِلَیْہِ شَیْءٌ وَمَنْ قَالَ سَاَنْزِلَ رِسٰلًا مَّا اَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَوْ تَرٰی اِذَا الظّٰلِمُوْنَ فِیْ عَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِکَةُ بِاسْطِلَآئِہِمْ اُخْرِجُوْا اَنْفُسُکُمْ اَیُّوْمَ تَخْرُجُوْنَ عَذَابِ الْہٰلُوْنَ بِمَا کُنتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلٰی اللّٰہِ عِمْرًا الْحَقَّ وَکُنْتُمْ عَنْ اٰیَاتِہِ تَسْتَكْبِرُوْنَ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْا فِرَادٰی کَمَا خَلَقْنَاکُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرْکَبُوْا مَخْوَلًا کَاوِیَوْمَ اَوَّلَ مَرَّةٍ کُمْ وَمَا تَوٰی مَعٰکُمْ شِفَاعُ الَّذِیْنَ اَرْعٰیْتُمْ اَنْہُمْ فِیْکُمْ شُرَکَآءُ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَیْنَکُمْ وَضَلَّ عَنْکُمْ مَا کُنْتُمْ تَرْجُوْنَ ایسی سخت قسمیں ہیں کہ کیسا ہی آوارہ اور بے باک آدمی ہو ایسی قسموں کے ساتھ جھوٹ بولنے پر

حجرات نہیں کر سکتا ممنون خیال کرتے ہیں تو اس میں کوئی بات دیوانگی کی باقی نہیں جاتی اس کی رفتار
 گفتار کردار کوئی چیز بھی تو باولوں کی سی نہیں قُلْ إِنَّمَا أُعْطِیْتُ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُولُوا لِلَّهِ عَشْرٌ أَدْعَىٰ ثُمَّ
 تَقُولُوا مَا أَصَابَكُمْ مِنْ جَنَّةٍ غرض جتنی تمہیں بھینٹیاں تھیں مگر لوگی اور جو کہتے تھے اس کا سا جواب
 مل جاتا تھا مثلاً وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا الْإِنْسَانُ عَلَىٰ لِسَانٍ الْإِنْفِ يُخَيِّدُونَ إِلَیْهِ أَعْجَبُ وَهَذَا لِسَانُ
 عَرَبٍ مُّبِينٌ (ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں اس کو کوئی آدمی سکھا جاتا ہو جس کی نسبت شبہ کرتے ہیں
 عجم کا کہنے والا اور قرآن ٹھیک فصیح عربی تو ان کا شبہ بے اصل محض ہے یہاں لفظ لسان سے بھی ظاہر ہوتا ہے
 کہ استدلال کا سارا زور قرآن کی فصاحت لفظی پر تھا۔ یعنی کہتے تھے کیوں ہی قرآن سارے کا سارا ایک دم سے
 کیوں نہیں اتر آیا جواب ملتا تھا۔ لَئِنْ تَبَيَّنَ بِهَذَا دَلَالٌ تَاكِنٌ بَعْدَ كَيْفٍ دل میں جو ارشاد آتی ہے نقش ہوتا چلا جائے اور
 لَقَدْ تَرَاهُمْ عَلَى النَّاسِ عَلَى مَكَّةَ اور تَاكِنٌ بَعْدَ كَيْفٍ کو آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا پڑھ کر سنائیں یہ کفار تو انگریزوں
 یَتَسَنَّوْنَ بِالْكُفْرِ نَسْنِیْ (دوبتائے کفر کا سہارا پڑا کرتا ہے) ایسے ایسے بوئے پھسے احتمالات پیش کرتے تھے اور دھر
 تھدی پر تھدی ہوتی تھی۔ قَالُوا لَئِنْ سَمِعْنَا مِنْهُ سُوْرَةً مِّثْلَ مَقَرِّ يَأْتِ بَنَاتِیْ ہوتی دس سورتیں لاؤں قَالُوا لَئِنْ سَمِعْنَا مِنْهُ
 مِثْلَ ہَذَا دَعُوْا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ فَاِنْ لَمْ تَفْعَلُوْا لَنْ تَفْعَلُوْا اَنَا نَحْنُ وَآلُکُمُ الَّذِیْنَ دَعَوْکُمْ
 النَّاسَ وَآلِیْہُمْ اُعِدَّتِ النَّٰرُ لَکُمْ رِیْبًا کَثِیْرًا ہوتے ہو تو اس میں سی ایک سورت پیش کرو اور اللہ کو پھوڑ کر اپنے
 مددگاروں کو بھی اپنی مدد کے لئے بلاؤ۔ اور اگر تم نہ کر سکو اور نہیں کر سکو تو دوزخ کی آگ سے دور جو بلاستیا راہی اور
 سب کے جلا کر بھسم کر دے گی قُلْ لَیْسَ اِلٰہُکُمْ اِلَّا اِنْسٌ وَرِجُلٌ عَلٰی اَنْ یَّکُوْا اِمْتِلٰی هٰذَا الْقُرْاٰنَ کَاِذَا تُوْنِیْ بِمِثْلِہِ وَلَوْ کَانَ
 بَعْضُہُمْ لِبَعْضٍ ظَہِرًا اور نبیوں کو گول کہ دو کہ اگر انسان اور جنات اس بات پر یکدل ہوں کہ قرآن جیسا کلام
 بنا لا میں تو ہرگز بنا کر نہ لاسکیں اگرچہ ایک دوسرے کی مدد پر کہہ رہے ہوں کیوں ہوں ایک بات کفار بھی کہتے تھے وَادْعُ اَسْلٰمَیْ
 عَلَیْہِمْ اِیَّاہُمْ قَالُوْا اَدْعِیْہُمْ اِلٰی نَشَآءٍ لِّقُلْنَا مِثْلَ ہٰذَا اور جب ان لوگوں کو ہماری باتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں
 ہاں جی ہاں تم سناؤ اور چاہیں تو ہم بھی ایسا کہیں اور ابھی تک اس کا اعادہ ہو اگر تاہو مگر چودہ سو برس تو وہ مشیت کبھی تو
 فعل میں نہیں آئی قرآن کی وجہ سے خون کی ندیاں بنیائیں گے ہیں اور ہزار ہا کتابیں اسلام کی تریبیں لکھی جا چکی ہیں اور
 لکھی جا رہی ہیں سمجھیں نہیں آتا کہ ایک صفحہ دس سو تین یا سورت بنا کر شکر دعویٰ کی کہ قرآن کا جواب دینا انہیں کبھی

ہمارا تمھارا ہر قرآن واحد
وہ مکہ کا گھر قبلہ مشترک ہر

ہر اسلام واحد و ایمان واحد
بھلا ایک ہونے میں کچھ اب بھی شک نہ

انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی لبھول ہمارے پیغمبر صاحب کے معجزات کے جہاں تک کتابوں سے
تحقیقات ہو سکے ایک نہرست بنائی جائے تو کوئی معجزہ قرآن کی فصاحت کے معجزہ کہ نہیں پائے گا۔
کیوں کہ تمام معجزات واقعات تاریخی ہو گئے ہیں اور سوائے شہادت در شہادت کے کوئی ثبوت
اُن کے وقوع کا ہم نہیں بھیج سکتا۔ مگر قرآن ایسا معجزہ مستحکم ہے کہ ہمہ وقت تازہ ہے۔ اب بھی جن کو میرے
جتنی بھی عربی آتی ہے قرآن کے معجز ہونے میں شک و شبہ نہ کر سکتے لیکن افسوس ہے کہ خود مسلمان چونکہ
عربی نہیں جانتے اس نعمت۔ اس کافی درئہ اطمینان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ معجزہ بے قدر نہیں ہے
مگر انھوں نے عربی نہ جانتے کی وجہ سے اپنے حق میں بے قدر کر رکھا ہے۔ ایک طبیب عاقل نے اشتہار
دیا کہ میرے پاس ایک ایسا اچھا سرسہ ہے کہ کور مادراد کو دینا کر تا ہے۔ ہزاروں کور مادراد دی گئے اور سرسہ کی
برکت سے دینا ہو کر چلے آئے۔ ایک شخص جس کی دونوں آنکھیں کور سے کی طرح کھلی ہیں سرسہ کی تاثیر
میں شک کرتا ہے تو اُس کو اس کے سوائے کیا جواب دیا جاسکتا ہے یا کور مادراد دین کر آتا اور سرسہ کی
تاثیر کو آزما۔ یا جو کور مادراد سرسہ سے اچھے ہوتے ہیں اُن سے پوچھ۔ معجزہ فصاحت خود بڑی قدر و
کاتھا۔ مگر اس کی قدر و وقعت کو اضعا فاضا غفہ بڑھا دیا۔ پیغمبر صاحب کے اُمنی ہونے نے۔ مَا كُنْتُ
تَمْلُؤُا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخْطُؤُا بِحَبْلِكَ اِذَا لَسْتُ نَابِ الْمُبْطِلُونَ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي
صُدُورِ الَّذِينَ اُذِنَا الْعِلْمَ وَمَا يَخْتَصِمُ بَانْتِنَا اَلَا الظَّالِمُونَ دَامِ پیغمبر تم اس سے پہلے نہ کتاب پڑھتے
رہے ہونہ تم کو لکھنا آتا ہے کہ جو لوگ تم کو جھٹلاتے ہیں جھٹلاتے بھی جھلے لگتے یہ تو اس کی کھلی ہوئی نشانیاں ہیں اور
جاننے والوں کے دلوں میں ان کا اثر پڑتا ہے اور یہ کیڑی کے سوائے کوئی اور وجہ ہماری آیتوں سے انکار
کر سنے کی نہیں غرض شعر کے پہلے مصرع میں جو اُمی ہے اُس سے یہ اُمی مراد ہے اور دوسرے مصرع کا
اُمی بکینی اُنٹ و اُمّی دیر سے ماں باپ آپ پر قربان ہکا اُمی ہے ۱۲۔

لے قرآن پاک میں ہر اَن اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِكَ مَبَادِئُ وَهَدَىٰ لِّلْحَالِیْنَ دہلا گھر

ولیکن غضب ہو اگر غیہ مجھو
بدستور قایم ہو دینی اخوت
یہ رشتہ نہ ٹوٹے کسی طرح توڑے
یہ ناطہ خدا کا لگا یا ہوا ہی
تو لوگوں نے اس کے لیے سب کو چھوڑا

ہیں انہی نے پوری خیریت حاصل
 نہ ہو جمع کر اُس وقت اُلو تے
 تعلق نہ ہوں یا بہت ہوں کہ سقڑے
 عزیزوں سے بڑھ کر پرایا ہوا ہی
 یہ رشتہ جو اللہ تعالیٰ نے جوڑا

جو اس غرض سے بنایا گیا کہ لوگ سچے ایک خدا کی بندگی کریں وہ جو جس کے میں واقع ہو اس گھر میں
اللہ کی دی ہوئی برکت اور ہدایت ہو اہل جہان کے لئے، غرض شعر میں لکھتے کے گھر سے خانہ
کعبہ مراد ہوتا ہے اللہ شرفاً ۱۲

۱۷ مگر پھر یہ سمجھو تو قرآن کی اس آیت کا خیال رکھنا یا اے اللہ کے رسول! اس سے کہ عسیٰ ان یقولوا
خبروا منہم ولا یفسدوا منہم لیسوا عسیٰ ینکحوا منہم ولا تلیردوا انفسکم ولا ننابزو
باللقاب یسئو الرئسم الفسوق بعد ایمان من ینکح فاولیاءک ہم الظالمون اے مسلمانو
کوئی قوم کسی قوم کی ہنسی نہ اڑائے عجب نہیں جن کی ہنسی اڑائی جاتی ہو ہنسی اڑانے والوں سے
بہتر ہوں اور نہ عمدتیں عمرتوں کی ہنسی اڑائیں عجب نہیں جن کی ہنسی اڑائی جاتی ہو وہ ہنسی اڑانے
والیوں سے بہتر ہوں۔ اور آپس میں کسی کی عیب جوئی نہ کرو اور لوگوں کو بُرے لقب پکارو مت
ایمان لاسے بعد بُرے کام کا نام بھی بُرا اور جو باز نہ آئے گا تو اللہ کی نظر میں وہی ظالم ٹھہرے گا ۱۸
۱۹ اس سے میری مراد ہو اشارہ کرنا طرف اُس مدارات کے جو انصار نے مہاجرین کے ساتھ کی
مہاجرین اور انصار دو خطاب ہیں جو شروع شروع کے مسلمانوں کو ملے تھے۔ اسلام تھا ضعیف
اور مسلمان محدودے چند کفار قریش مسلمانوں کو مذہبی مخالفت کی وجہ سے ستاتے اور ایذا میں
دیتے تھے پیغمبر صاحب کو اپنی ہی حفاظت کی مشکل پڑی تھی اور نجاشی حبشہ کا بادشاہ تھا تو
یسا کی مگر وہ رعایا کے دین و مذہب سے متعصّب نہیں ہوتا تھا جیسے ہماری برٹش گورنمنٹ اور جو
نہ م دسہرے وغیرہ مذہبی تیرہاروں میں رکام کی مداخلت دیکھتے ہوئے سب کچھ بھلے ہی کرتے ہیں

(11) 1950-1951

کہ ہم آپس میں فسادات کرتے اور چار و ناچار بھائے امن کے لئے سرکار کو دست اندازی کرنی پڑتی ہو اور مجھ کو وہ دن دکھائی دے رہا ہو کہ عجب نہیں جبہ و جماعت کے لئے بھی سرکار کی اجازت درکار ہونے لگے تو یہ ہمارا قصور ہو گا نہ سرکار کا۔ بہر کیف تجاشی بادشاہ جیشہ رعایا کے دین و مذہب سے متعزز نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ پیغمبر صاحب نے چند مسلمانوں کو اجازت دی کہ نجاشی کی عمارت میں چلے جائیں جن مسلمانوں نے پہلے پہل ہجرت کی ان میں پیغمبر صاحب کی صاحبزادی اور ان کے شوہر حضرت عثمان بھی تھے ان لوگوں نے آرام پایا تو دوسری بار بہت سے مسلمان نجاشی کی عمارت میں جا بسے اور یہ دوسری ہجرت تھی۔ اُدھر مکے میں قریش کے وہی زور و ظلم چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ پیغمبر صاحب کے قتل کے مشورے ہونے لگے وَادَّيْنُكَوَالَّذِينَ كَفَرُواالْيَتِيمُوَالْاَوْْيَحْيُوَالْاَوْْيَحْيُوَالْاَوْْيَحْيُو (اور ایک وقت وہ بھی تھا کہ جو لوگ مذہب اسلام سے منحرف تھے ایسی تدبیروں میں لگے تھے کہ اسی پیغمبر تم کو قید کر دیں مار دیں یا دیس سے نکال دیں، اور انجام یہ ہوا کہ خود پیغمبر صاحب مکہ چھوڑ مدینے چلے گئے اور تیسری ہجرت ہوئی جس سے بھری سہارا چلا۔ اگر کبھی موقع ملا تو میں ہجرت کا بیان سلسلہ کر دوں گا کہ وہ بڑا ہی موثر اور بڑا ہی دلچسپ ہو پیغمبر صاحب کا مدینے میں آنا تھا کہ سب مسلمان اپنی اپنی جگہ سے مدینے میں آئے۔ اور یہ لوگ مہاجرین کہلائے۔ ہجرت نبوی سے پہلے مدینے میں اسلام جہاں جہاں تھا۔ ان لوگوں نے مہاجرین کی ایسی مدارات کی کہ کیا کوئی عزیز اپنے کسی عزیز کی کرے گا۔ اُس وقت سارا عرب مسلمانوں کا جانی دشمن تھا۔ ایسے نازک وقت میں مسلمانوں کو پناہ دینا اہل مدینے کے عہدے کی مضبوطی کی بڑی مضبوط دلیل ہو وَاَدَّيْنُكَوَالَّذِينَ كَفَرُواالْيَتِيمُوَالْاَوْْيَحْيُوَالْاَوْْيَحْيُو (اُنکو قلیل مسند صفحہ ۱۰۱) فَالَّذِينَ كَفَرُواالْيَتِيمُوَالْاَوْْيَحْيُوَالْاَوْْيَحْيُو (اُنکو قلیل مسند صفحہ ۱۰۱) وَادَّيْنُكَوَالَّذِينَ كَفَرُواالْيَتِيمُوَالْاَوْْيَحْيُو (اور وہ دن یاد کرو کہ تم تھوڑے تھے اور انکے میں کم زور سمجھے جاتے تھے اور اس کا ڈر لگا رہتا تھا کہ کہیں لوگ تم کو اچک نہ سے جائیں تو خدا نے تمہارا ٹھکانا کر دیا اور اپنی مدد سے تمہاری تائید کی اور تم کو اچھی روزی دی، مہاجرین بے سند و سامان تو تھے ہی پیغمبر صاحب نے مہاجرین اور انصار

میں بھائی چارہ کر دیا تھا انصار نے اس موافات کو جس عہدگی کے ساتھ نباہا اُس کی بہت سی حکایتیں کتب سیر و احادیث میں منقول ہیں۔ مثلاً یہ کہ ابتدائے آمد مہاجرین سے پیغمبر صاحب پر برابر انصار کا یہ تقاضا رہا کہ ہمارے مسلمان بھائی مہاجرین بے سوسا مان ہیں۔ اور ہم لوگ باغات رکھتے ہیں آپ ان باغات میں ہم کو اور ہمارے مہاجرین بھائیوں کو برابر کا شریک کر دیجئے۔ اُن حضرت نے اس کو قبول نہیں کیا۔ مہاجرین و انصار میں موافات ہوئی تو عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ربیع بھائی بھائی بنے۔ سعد نے عبدالرحمن سے کہا کہ تم ٹھہرے بے کس و کو اور بے مقدور اور مجھ کو خدا نے مال بھی دیا ہے اور ایک چھوڑ دو دو بیبیاں ایسا کرو کہ مال سب اٹھار آدھا آدھا اور جس بی بی کو کو میں تمہارے بیٹے اُس کو طلاق دے دوں عبدالرحمن نے کہا کہ یہ سنبھاری مہربانی ہے۔ مجھ کو صرف بازار تبادو میں آپ اپنی سب حالت درست کر لوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک انصاری کی وہ حکایت مجھ کو کبھی بھولتی ہی نہیں کہ پیغمبر صاحب کے پاس کوئی مہمان آیا۔ آپ اپنے گھروں میں دریافت کیا تو معلوم ہوا مہمان کے بیٹے کو جو نہیں آکر ایک انصاری اُس کو لے گیا۔ لے جاتے تو لے گیا مگر اُس کے ہاں بھی صرف بچوں ہی کا آسرا تھا اور بس۔ کمال تو یہ کیا کہ بچوں کو ہلکا پھسلا کر سلا دیا۔ اور چرلے کو کر دیا ٹھنڈا۔ مہمان کے ساتھ آپ خالی ہنڈی چلاتا رہا۔ اور مہمان اکیلا کھایا کیا۔ اس طرح ایک مسلمان بھائی دوسرے مسلمان بھائی کے کام آتا تھا۔ تب کہیں جا کر دین قائم ہوا تھا۔ اگر کہیں خدا نخواستہ ہمارے جیسی آیا دھاپی جوتی تو آج سلام کا کوئی نام بھی نہ جانتا۔ پیغمبر صاحب نے جو مہاجرین اور انصار کا ایسا رابطہ ضبط و یکجا تو مہاجرین کو انصار کا وارث ٹھہرا دیا۔ یعنی کوئی انصاری ہر تالو اُس کا بھائی مہاجر اُس کے عزیزوں کی طرح اُس کا ترکہ پاتا جب مہاجرین کے پر پرزے درست ہو گئے تب یہ آیت نازل ہوئی۔

وَأُولَٰئِكَ حَمَاحُمْ أُولَىٰ بِمَعْشَرَ الْيَتَامَىٰ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِنَّكَ لَنَافَعِي
إِلَىٰ أُولَٰئِكَ مَعْرُوفًا (مسلمانوں اور مہاجرین کے مابین اسطرح کے رابطہ کی تاکید ہے کہ آپ
ایک دوسرے کے حق دار ہیں مثلاً یہ کہ اپنے یتیموں کے ساتھ قسم لے کر ان پر اپنا مال اس کے قدر

وطن چھوٹے اور مال و اسباب چھوٹے
 قرابت یہ تھی کس ثنا و صفت کی
 اسی نے جماعت تہی اک بنائی
 گدا تھے مگر بادشاہ ہو گئے وہ
 اخوت یہ موقوف ہیں کام سارے
 مسلمانوں کی جیسی حالت ہو ابتر
 نہ محتاج اظہار و ذکر و بیان ہو
 ذرا دیکھئے کیا سے کیا ہو گئے ہم
 جتھے بھی ہو کچھ کہ کیا ہی اخوت
 یہ باہر ترقی پہ اڑنے کا پر ہا

زن و خویش و فرزند و احباب چھوٹے
 کہ بنیاد تھی دنیوی سلطنت کی
 لگی پھرنے دنیا میں ان کی دہائی
 تھے بندے ولیکن خدا ہو گئے وہ
 ہم آئے ہیں تم تک اسی کے سہارے
 لکھے جا چکے اُس کے دفتر کے دفتر
 کہ جو کچھ حقیقت ہو سب پر عیاں ہو
 سبب کیا کہ باہم جدا ہو گئے ہم
 یہی ہو رہی ہو یہی اصل قوت
 یہی فوج و لشکر یہی زور و زہر ہا

(ہفتہ سواشی صفحہ ۵۱۶) وراثت و اخات موقوف ہوئی۔ اور شعر میں یہ جو کہا ہے یہ ناطہ خدا کا لگا یا ہوا
 ہو تو اس کی سند ہو وہی مواخات جو پیہر صاحب نے انصار اور مہاجرین میں کرا دی تھی اور قرآن
 میں بھی ارشاد ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ (مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں) ۱۱

لَقَدْ فَكَّرْنَا الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ اُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَامْوَالِهِمْ يَتَوَدَّعُونَ فَمَلَأَ اللَّهُ رُءُوسَهُمْ وَرُءُوسَ نَوَاصِيهِمْ
 وَرُءُوسَ اُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (مال غنیمت میں سے رسول کا حصہ اُن محتاجوں کا جو مہاجرین
 کہلاتے ہیں جو اپنے وطن اور مال سے بے دخل کر دیئے گئے ہیں اور اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے
 کے طلب گار ہیں اور اللہ اور اُس کے رسول کی مدد کرتے ہیں اور یہی لوگ ہیں سچے مسلمان ۱۲) وَعَلَى اللَّهِ
 الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفْنَا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ
 لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۚ ذٰلِكُمْ اَمْرٌ مِنَ الْيَمَانِ ۚ اَسْمَاءُ
 بیکس کام کرتے ہیں اللہ سے ان سے وعدہ کر لیا کہ جس طرح اگلے لوگوں کو ملک کی خلافت یعنی سلطنت دی
 تھی ان کو بھی سلطنت دے گا اور میں یہ کہیں کہ میں پس پسند کیا ہوں اس کو بھی ثبات دے گا اور ان کے در کو بدینان سے تبدیل کرے گا

یہی قوم کی جان روح و رواں ہو آلہی ہمیں بھی اُخوت عطا کر خدا نے رسول عرب کو جو بھیجا کہ ہم میں سے بعضے بڑے آدمی ہیں خدا اگر کسی کو پیسہ دینا تا جب اس پانس کچھ مال و دولت نہیں ہو خدا نے کہا تم ہوشدت سے احمق رسالت نہیں ہو مگر فضل باری اسے دیتے ہیں اہل پاتے ہیں جس کو	یہی جسم قومی کی تاب و تواں ہو دکھا اپنی قدرت سے مُردے جلا کر لگا پکنے کفار کے سر میں بھیجا مگر وہ رسالت کے شایان نہیں ہیں تو جبریل ان میں کسی پاس تا تو اس کی رسالت رسالت نہیں ہو نہیں تم کو فہمید سے بہرہ مُطلق یہ انعام ہو محض رحمت ہماری ذرا تم تو درمیاں سے دور کھسکو
---	---

۱۱۔ پیغمبر صاحب پر کافر اعتراض تو بہتر سے ہی کیا کرتے تھے مگر جواب بھی ایسے سنتے تھے کہ ان کا بوجی ہی جانتا ہو گا من جملہ اعتراضات کے اس مقام پر دو اعتراضوں کی طرف اشارہ ہے ایک تو یہ کہ جزیرہ عرب میں مکہ اور مدینہ یہی دو شہر مشہور ہیں۔ اور ان میں ہر طرح کے آدمی رہتے ہیں۔ یہ سب کیا نہ اُن کے پیغمبر ہی کے ان کو اختیار کیا اور بڑی بڑی بی چوڑی عزت والوں کو محروم رکھا لَوْ لَا نَزَلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقُرْآنِ عَظِيمٍ دوسرا اعتراض گستاخی میں اس سے بھی بڑھا ہوا تھا کہ جو فضیلت پیغمبر صاحب کو عطا ہوئی ہے ہم کو بھی ملے تو ہم ایمان لائیں۔ مطلب یہ کہ ہم پر بھی وحی نازل ہو کہ تو میں صحیحی تُو تُو فی مثل مَا أَذِنَ لِي دُئِلَ اللَّهُ سَوْجَنَ طَرَحَ نَظْمٍ میں دونوں اعتراض ایک یک بیان ہوئے اسی طرح دونوں کے جواب ایک ساتھ مذکور ہیں۔ پہلے اعتراض کا جواب ہے اَهُمْ يُقْسِمُونَ دَحْمَةً رَبِّكَ (کیا لگے اللہ کی رحمتوں کو آپ تقسیم کرنے) اور دوسرے اعتراض کا جواب ہے اللَّهُ أَعْلَمُ خَيْثُ يَخْتَلِ رَسَالَتُهُ اللہ کو خوب معلوم ہو کہ کسی جگہ رسالت کو ودیعت رکھتا ہے ہم دنیاوی برکتوں اور رحمتوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ بھی خدا اعلم و اعادہ سے لوگوں میں تقسیم ہوئی ہیں۔ ورنہ اپنی بہتری کے لیے کون کو شمشیر نہیں اڑاتا۔

مقصود رسالت پدید آوے ۱۲۔

ہمارے یہاں نکل و فتنے نہیں ہر
بنی نوع انسان ہیں سب برابر
برستا ہوا پتھر سائے روئے زمین پر
ہر اک امر طی ہو چکا ہوا ازل میں
دکھاتا ہر قدرت کے اپنی نمونے
بدونیک دونوں کا دیکھو تماشا
جو بالفرض بدہر ہیں اُس سے کہ کیا

یہ ہر شخص شایاں منت نہیں ہر
مگر کوئی ہم سدا ہر اور کوئی کنکر
کیں بھول اُگتے ہیں کائے کیوں پر
کہ کیا کس کو کرنا ہر دار العمل میں
مگر بھید پایا نہ اُس کا کسو نے
وے یہ معما کبھی حل ہو حاشا!
وگرنیک ہی ہم کو اُس کا حسد کیا

۱۱ شیخ سعدی فرماتے ہیں سہ باران کہ در لطافت طبعش غلات نیست بہ در باغ لالہ روید و در شور و خم خوش بہ
فیضانِ رحمتِ الہی یکساں ہو۔ مگر ہر ایک کا مادہ قابلِ مختلف ۱۲

۱۳ حدیث شریف میں آیا ہوا السَّيِّدُ مَنْ سَعَدَ فِي بَطْنٍ أَوْ شَقٍّ مِّنْ شَقِيٍّ فِي بَطْنٍ أَوْ سَعَدَ فِي بَطْنٍ أَوْ شَقٍّ مِّنْ شَقِيٍّ فِي بَطْنٍ
سعادت و شقاوت عالم کون و فساد میں آئے سے پہلے فی علم الموقر ہو چکتی ہو اور پھر ہر شخص دنیا میں اُکڑی
کے مطابق عمل کرتا ہو۔ ایک دوسری حدیث اور بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی اہل جنت کا سائل کرتا
رہتا ہو یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں صرف ایک بالشت کا فصل رہ جاتا ہو۔ مگر چوں کہ اللہ کے علم میں
وہ شقی ٹھیک چکا تھا۔ کوئی گناہ اس سے ایسا سرزد ہوتا ہو کہ انجام کار وہ دوزخی ہو جاتا ہو۔ اسی طرح ایک آدمی ساری
مرد و زنیوں کے سے کام کرتا ہو اور آخر کار جنتی ہو جاتا ہو۔ ۱۲

۱۴ یہ بحث ہو جبر و قدر کی جس میں غور اور غوض کرنے کی سخت ممانعت ہو۔ اس لئے کہ اس قسم کی باتیں عقل
انسانی سے بالاتر ہیں اور ان میں غور کرنا اسرارِ محبتِ الہی میں دخل دینا ہو۔ خواجہ حافظ کہتے ہیں ۱۵

گناہ اگرچہ بنو و اختیار ما حافظ
تو در طریقِ ادب کوش و گوناہِ مرتبت

ایک ہندی شاعر کہتا ہے نہ نیاؤ نہ کیس کیس ٹھکرائی ہیں کہنے لکھ لیں جہاں یعنی انصاف تو کیا نہیں نہری زبردستی کی
کہ ابھی ہم سے گناہ سرزد بھی نہ ہوا تھا کہ ہمارے نامہ اعمال میں لکھا گیا۔ یہ بڑی خطرناک باتیں ہیں اور تقدیر کے مسئلے میں
بحث کرنے سے کفر کا خوف ہو ۱۶۔

کیا لطف والعام و احسان یہ بھی
 بڑھا مدد دیا سے رسم الہی
 مسلمانوں کی قوم کا دل سے شیدا
 یہی اُس کا دیں ہی یہی اُس کا مذہب
 وہ بیچارہ کیا جانے فرض و نوافل
 تمھاری ہی کارن دل افگار یہ
 مگر کی ہو قومی پرستش اسی نے
 اسے جاگتے سوتے بس اک دھن پر
 کہ ہی عاشق قوم اور قوم مردہ
 جو عاشق ہو وہ عشق کی قدر جانے
 تو سمجھے کہ ہاں عشق ہوتا ہے ایسا
 ذرا پوچھیے زال قوم ان کی کیا ہے؟
 کہ جس طرح کی روح ویسے فرشتے
 گو رہنٹ کو یہ مسلمان کر دے
 مسلمان ہر ایک سینے میں افسر

بہر کیف اُسی کی تھی اک شان بھی
 کہ جب حد فایت کو بھونچتی تباہی
 خدا نے کیا ہم میں اک شخص پیدا
 ہو اسلام کا بول بالا کسی ڈھب
 جو ہو حُبِ قومی میں ہر وقت شاغل
 یہ بے دین ہی یا کہ دیں دار ہی یہ
 مہ مہر پوچے ہیں تھپسہ کسی نے
 سخن قوم کا قوم سے ہی سخن ہو
 نہ کیوں کر رہے ہر گھڑی دل فسرہ
 سنے ہیں بہت عاشقوں کے فسانے
 مگر جب سے سہر سید احمد کو دیکھا
 محبت بجائے خود ش بد بلا ہی
 مناسب طبیعت کے ہوتے ہیں رشتے
 بقدرِ طلب گر خدا اُس کو زرد سے
 مسلمان کلکٹ مسلمان کشنر

۱۷ یث قرآن سے استنباط کی گئی ہے اَلْغَيْبَاتُ لِلْغَيْبِينَ وَ اَلْغَيْبُونَ لِلْغَيْبَاتِ وَ اَلْغَيْبَاتُ لِلْغَيْبِينَ وَ اَلْغَيْبُونَ لِلْغَيْبَاتِ (ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے) اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے، اور یہی مطلب ہے کہ ہم جنس باہم جنس پروردگار حاصل مطلب یہ کہ ہم جنس کی طہیت پاک تھی تو وہ مسلمانوں کی خیر خواہی کی طرف مائل ہوا، لہٰذا یہ کچھ کچھ کی بات نہیں ابھی حال میں ایک جنگالی سائب برادان کے کشنر مقرر ہوئے ہیں تو انکو مسلمانوں میں لیاقت و قابلیت ہوان کو بھی عہدہ ہائے جلیل مل سکتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں کو نیرت نہیں آتی ہے

یہی چہیت جیسٹس ہی سول جج ہوں خدا نے اسے عقل دی فکر ناقب تو دیکھا مسلمان پیٹے ہیں سب میں جگر جل گیا ہو گئے دل کے ٹکڑے لگا روئے بالائے سر بات رکھ کر تقصص کیا کیا ہیں؟ کیوں کریں کیوں کریں کھلی آغوش وجہ پستی حالت زمین بدلی بدلا ہوا آسمان ہی	تو کس دھوم چل کے مکے میں چل نٹائیج سمجھنے لگا اور عواقب مگر آگے ہیں خدا کے غضب میں یہ وہ درد ہو جو کسے مل کے ٹکڑے وہ اور ٹھنڈا ہات پر ہاتھ رکھ کر کہ دنیا میں اسلام خوار و زبور ہیں جہالت اجمالت اجمالت اجمالت زمانہ کی اگلی سی حالت کہاں ہیں
باتا ہی یا رتبہ بکف غیر کی طرف	ایک شہ ستم تیری غیرت کو کیا ہوا

(تقریر حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب دہلوی)

اس وقت تمام برٹش انڈیا میں صرف ایک مسلمان ہائی کورٹ جج کا کہے جج ہیں اور بس۔ بنگال، مدراس
اور بمبئی تینوں پریزیڈنسیوں میں ایک شرف بھی مسلمان نہیں۔ اور دادا بھائی نوروجی جس مرتبہ جالی پر
پھونپے سب کو معلوم ہو ۱۲۵۱ھ قرآن میں غضب کا لفظ صرف قوم یہودی کی نسبت آیا ہو ضربت علیہم
الذی لہ ایمان شیعہ الا کچھ جملہ من اللہ و جملہ من الناس باؤ لہ نصیب من اللہ و ضربت علیہم السکندر ان پر
لازم کر دی گئی ذلت کیس بھی ہوں مگر اللہ اور لوگوں کے سہارے سے اور آگئے اللہ کے غضب
میں اور لازم کر دی گئی ان کو خوار ہی ہو یہود کا کیا حال ہو کر دے زمین کے ایک پتے پر ان کی سلطنت نہیں
جہاں میں دلیل و غور گویا زمین ان کو قبول نہیں کرتی اور اس وقت کے مسلمانوں کا حال یہود سے بہت باتوں
میں مشابہ ہو گیا ہو اور ہوتا چلا جاتا ہو ویسے ہی مذہبی تسبیحات ہیں ویسی ہی بد اقبالی ہو انا للہ وانا الیہ
رجعون ۱۲۵۲ھ اشارہ ہو اس بات کی طرف کہ سید احمد خاں نے ولایت سے واپس کر علی گڑھ
محمدن کالج کھولنے سے پہلے ایک مضمون شائع کیا کہ مسلمان انگریزی تعلیم سے کیوں متنفر ہیں اور اس مضمون کے
جو ابوں پر انعام تجویز کیے۔ جو اب مضمون کے بہت سے رسالے لوگوں نے لکھے اور آخر کار ثابت ہوا کہ
مسلمانوں کو ان کے اپنے کالج کی ضرورت ہو ۱۲

یہ ریلیں سیٹھ کلین تار برقی
کوئی رذر شاید کہ جاتا ہو خالی
نہ کرتے ہوں اک تازہ ایجاد کوئی
وہی جالور ہیں وہی ہیں عصفیریں
سیرچہ آبِ حیوان پیاسے
گئے وقت شمشیر و تیر و تیر کے
گورنٹ کے کالجوں پر نظر کی
یہ ٹھہری کہ کیوں بارسٹ اٹھائیں
مگر اپنا کالج بنائیں تو کیسے
مسلمان کہتے ہیں ہاسٹے پکارے
یہ تعلیم دین و مذہب کی دشمن
جو کالج میں دینے کو سبکے اکارت
جو کہتے ہیں سوسو و سوسو
وہ دشمن خدا کا وہ دشمن نبی کا
غرض اہل اسلام میں ایک یہ ہیں
کہاں یہ لیاقت کہ دولت کمائیں
پھر آئی بھی گرفت کی بات دولت

بھلا ان کو کیا جانیں ہم لوگ شرقی
کہ یوروپ کے لوگوں کے اذہانِ عالی
ہو تم میں بھی ایسی قوم ناشاد کوئی
مسلمان۔ اور اپنی پرانی لکیریں
سبب گیا ہا کہ لڑتے ہیں حق خدا سے
بس ایسا دور در سے ہیں علم و ہنر
تو پیٹر کی بوسے جو پوپ کی عسکر کی
مسلمان آپ اپنا کالج بنائیں
کہاں پائیں اس کے لیے نقد پیسے
کہ تعلیم کے نام جلتے انگارے
دیا اور بے نادر و رخ کے ایندھن
وہ استے کا اتنا ہی ہو جائے غارت
گرسے ایسے ہنگامے والوں پہ فایز
ہمارا تحہ ارا خود اپنا سبھی کا
بدوں کا تو کیا ذکر ہو نیک یہ ہیں
خوشا وقت اُن کے کہ میراث پائیں
تو عقل و خرد ہو گئی سر سے زھمت

۱۵۔ سنی دستان قسمت راجہ سوارزہ پور کمال
کہ نہ از آبِ نیوان تشنہ می آرد سکنندہ ۱۶

۱۷۔ سلسلہ سخن کے لیے مضمون کو لوں قلم کر لو کہ جب مسلمانوں کی بستی مالت کی وجہ ان کی جہالت ثابت ہوئی
تو خیال آیا کہ سرکار نے تعلیم کا بڑا ہی رسی انتظام کر رکھا ہے جگہ جگہ سکول ہیں۔ کالج ہیں یونیورسٹیاں ہیں غرض
مسلمان تعلیم بہتر کیجے مہیا ہو۔ لیکن ان میں ایک نقص ہے جس کو آگے بیان کیا ہے۔ ۱۸۔

نہ شرم و حیا ہو تو غیرت نہ دیں ہو
 ہو او ہو سخی جو ڈاسے ہیں تھنڈے
 تعلق نہیں ان کو مطلق خدا سے
 تو ایسوں سے کالج کا قائم کرانا
 مگر اس نے ہمت خدا نے مدد کی
 فقط عزم صادق کے ہیں یہ نتیجے
 پیسے و لیکن سسکتے سسکتے
 سو کالج کی حالت ابھی ڈھانچ کی ہو
 غضب ہو کہ مسجد بڑی ہو ادھوری
 نہ دیوار ہو اور نہ چھت ہو نہ در ہو
 نہیں کہتے مسجد بنا کر تو دیکھو
 یہ مسجد اور اللہ کی شان اونچی
 ٹھکانا نہیں ہو کہیں بورڈر کا
 بہت سے ہیں تعلیم پانے کے لالوں
 اسے دسترس ان کو مطلق نہیں ہو
 کوئی سے چلو ہم کو کندھے چڑھا کر
 بہت پاؤں پیٹے بہت بات ماسے

بس اک آپ ہیں اور دلوین ہی
 تو بس ہو گئے عیش و عشرت کے بندے
 اگر قوم مٹ جائے ان کی بلا سے
 جوئے شیر کا تھا حقیقت میں لاتا
 جلا کی پڑی آگ رشک و حسد کی
 کہ آخر مسلمان رتبے پیسے
 زبان و دہاں تھک گئے بکتے بکتے
 بنی کیمیا پر کسر آنچ کی ہاں
 بتاؤ ضروری ہو یا نا ضروری
 وہ کن کا خدا ہو کہ جس کی یہ گھر ہو
 پر اپنے گھروں سے ملا کر تو دیکھو
 وہی پھیکا پیکوان و کان اونچی
 وہ بے چارہ ڈیگھاٹ کا اور نہ گھر کا
 لکھانے پڑھانے سکھانے کے لالوں
 تو کیا قوم پران کا کچھ حق نہیں ہو
 کہ ہم تھک گئے نہ صرف منزل پر گھر
 بنو خضر بیگ کا دو کستار سے

لے یعنی یوں تو مسجد کے بنانے والوں کو بناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی ہو کہ جو ان کے
 لئے دنیا میں مسجد بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنوائے گا اور اس بشارت پر عمل کرنے کو
 چاہئے جس عقیدت مگر اس کو ذکر اللہ کے اس گھر کو جو علی گڑھ محمدن کالج میں ہو لینے مسجد کو اپنے گھروں سے
 متاثر نہ دیکھو کہ تھارے گھر اچھے ہیں یا یہ خدا کا گھر جس کی نہ دیوار ہو اور نہ چھت ہو نہ در ہو ۱۱-

لب بام دور اور کست راپنی چھوٹی
 بہت آرزوئیں ہیں اماں بہت ہیں
 یہ جی چاہتا ہے کہ کالج ہمارا
 کہ ہم کو ترقی کا رستہ دکھائے
 دلوں کو خوش و خرم و شاد کر دے
 یہ پکھیتی جو مدت سے سوکھی پڑی ہے
 نہ اس کی سی اعلیٰ عمارت کیس ہو
 پروفیسر اس کے گرجتے برستے
 ہر اک فن میں ہوا ان کو کامل بصیرت
 ہر اک یورڈور پاس ایسا مکان ہو
 بہت لوگ ہیں ہم کو شرف بتاتے
 ہمیں پاس اسلام کا آب پڑا ہے
 تو جو چیز اسلام کے نام کی ہو
 تہیں ہم کہ ہو جائیں خوش وال کھانکر
 بہت دور ہیں ہم پر اسول کی آس
 رہیں گے تو ہم ہو کے برتر رہیں گے
 اگر چند شخصوں نے رحمت اٹھائی
 لگی نوکر سی خوب کھسایا کھسایا
 یہ سب مدرسے ہیں فضول اور زوائد

کہاں تک کفایت کرے اکل لنگوٹی
 ابھی ہم کو درکار سماں بہت ہیں
 ہو تسلیم کا اک بچکتا ستارا
 ہمیں اہل یورپ کا ثانی بنائے
 اس آجڑے ننگ کو پھر آباد کر دے
 لگے لہلہانے کھڑی یا پڑی ہے
 جو کالج کی خوبی تو وہ سب ہیں جو
 اگر ڈبل پے پر بھی مل جائیں سستے
 ہوا انگیز لیکن مسلمان سیرت
 کہ آسائشیں ہم و آراء و جہاں ہو
 پر ای کاش وہ اصل مطلب کو پاتے
 کہ اس کا خدار کے رتبہ بڑا ہے
 وہ ایسی ہی عزت کی اور کام کی ہو
 اگر جم جہیں گے تو تر مال کھساکر
 مجید اوس رفوہ داروں کی پاس
 وگرنہ اسی رنج میں مہر رہیں گے
 اور آخر کو بالفرض ڈگر بھی پائی
 بحر قوم نے ان سے کیا نفع پایا
 کہ شخصی منافع میں ذاتی فوائد

۱۵ دو چشمہ تنخواہ ۱۲

۱۶ درجہ نفیلت طبعی بی اسے ایم اے وغیرہ ۱۲

رہے ہم تو ویسے ہی بدتر کے بدتر
 نہیں کہتے ہم مت پڑھاؤ پڑھاؤ
 دلوں میں بھرو ان کے اونچے ارانے
 حیثیت وہ اسلام کی جوش مارے
 ہماری غرض اور غلیٹ یہی ہے
 تو فرمائیے کس کی منزل کر ٹی ہے
 ہمارے اور ان کے طریقے جدا ہیں
 اگرچہ ابھی کورس میں منحصر ہیں
 دکھائیں گے گراگئے مال و زر ہم
 ہو کالج میں یہ امر بالشان ہستم
 سٹوڈنٹس پر ایسی جاوسی نظر ہو
 وہ ڈسپلن اور ضبط اوقات سیکھیں
 ہو عنوان خطبوں لفافے سے ظاہر
 جودل میں ہو صاف اس کا اظہار کریں
 ہو قومی محبت دلوں میں سمائی
 کیا ہو جو کالج نے ہموار ان کو
 نمونے ہوں شاگرد و استاد دونوں
 کچھ ایسا وقار ان میں آیا ہو پڑھ کر
 ہو گر حاصل ہند آمد کسی کی
 مطیع اولی الامر و مستفاد ہوں وہ

بنائیں گے یہ قوم کیا خاک پتھر
 سگر و سستار ان اُست بناؤ
 کہ بے بندے بے تہج کو نیکی خدا سے
 کہ سب ساتھیوں کو لگا دے کنارے
 ہمارے سفر کی نہایت یہی ہے
 ہمیں قوم کی۔ ان کو اپنی ٹپی ہے
 کہ ہم خوش پرادریہ تحت الشرمی ہیں
 مگر ہم فقط وقت کے منتظر ہیں
 اڑیں گے نکالیں گے ببال پر ہم
 کہ تعلیم پر تہمت ہو مقدم
 کہ گزروا ب ویکھیں تو سب کو خبر ہو
 شرفیاء نہ طرز مدارات سیکھیں
 طبیعت کی نیکی قیافے سے ظاہر
 خطا ہو گئی ہو تو افسار کر دیں
 وہ اسلام کے نام پر ہوں فدائی
 کریں اپنے بیگانے سب پیار ان کو
 تو پھر دین و دنیا ہوں آباد دونوں
 کہ آپ اپنی عزت کریں سب سے بڑھ کر
 نہ بن آئے ان سے خوشامد کسی کی
 رعایا سے محکوم و آزاد ہوں وہ

لفظ طمس تیغ دوم ہو کے نکلیں
دخالت شوق سے جانیں چسپرائیں
رہی ہو چسپائی صبح خیزی

سپاہی اور اہل قلم ہو کے نکلیں
نکل جائیں کوسوں جو چلتے پرائیں
طبیعت میں جوت حواسوں میں خیزی

سہ جب سے مسلمانوں کی روئی دھکی جانی شروع ہوئی یعنی جب سے رفاہر سپاہیوں نے اور پڑھے ہیں تو کیا ہو
رفاہر کے کہ ان سے ابھی بچے ہی ہیں۔ ہمارے سامنے خیم لیا اور ہمارے ہی سامنے بولنا سکے۔ تب سے اور صرف تب ہی
سے مسلمانوں کے عیب و عیوب پر نظر پڑنے لگی۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے مذہبی
اوہام اور تصورات ان کو دنیا میں پہنچے نہیں دیتے۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ ان کو انگریزوں
سے اور ہر چیز سے جو انگریزوں کو چھو گئی ہو نفرت اور گریز ہو۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ یہ مگر سے
پیر بادھ کر دریا میں رہنا چاہتے ہیں۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ یہ علوم جدیدہ سے خوش فطرتگی
قرار پانگے اور پاتے چلے جاتے ہیں۔ ناواقف محض ہیں۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ یہ کم ہمت
بلکہ بے ہمت اور کاہل ہیں۔ تب سے اور صرف تب ہی سے معلوم ہوا کہ ان میں خود غرضی اور بھوٹ اور اتفاقی
ہو۔ غرض تب سے اور صرف تب ہی معلوم ہوا کہ مسلمان چوٹیاں بھرے کباب ہیں۔ معلوم ہوتے پیچھے جن کے
دلوں میں قوی ہم ردی اور اسلامی محبت تھی بعض اپنے دلی تفت فے سے اور بعض دوسروں کی دیکھا
دیکھی اپنی اپنی جگہ رفاہر کی تدبیریں کرنے لگے۔ جگہ جگہ مدرسے بن گئے۔ انگریزی کلاسوں میں مسلمانوں کی شکلیں
دکھائی دینے لگیں۔ بعض تے دگریاں اور ڈگریوں کے ساتھ دگریاں بھی پائیں بعض نے میرے خلاف رائے
انگریزی طور علم۔ بلکہ بھی اختیار کر لیے۔ کتنی انجمنیں بن گئیں۔ کتنی سوسائٹیاں کھڑی ہو گئیں۔ اخباروں کی
مالت روزنیکہ لڑ پڑ پڑ زبان اردو کی انشا پردازی کی ٹون (کو) بدل گئی۔ مذاق بدلتا گیا۔ سروں میں اونٹیا
مسرح کئے خیالات کو نقشے لگے۔ غرض رفاہر کی لائین (درستے) میں کچھ بلکہ مجھے کنا چاہیے بہت کچھ ہوا
اور ہو رہا ہے۔ اور ہمارے مختصر کچھ سنا ہے۔ مگر ایک بات ہو جس پر رفاہر میں نے پورا پورا زور نہیں دیا۔ اور
مسلمانوں کے کہیں اوروں کے لیے اچھی طرح سے نہیں سمجھ سکے وہ کیا ہو؟ مارشل سپرٹ دیا یہاں مزاج میں
اس کو قوم کی لافٹ (زندگی) سمجھتا ہوں یہ ہو پھر ماٹیر اس امر کی شناخت کا کہ قوم مرگئی یا زندہ ہو۔ اور

زندہ ہو تو اس میں کتنی جان ہر قوموں کا عروج اور ترنزل ایک معمولی بات ہے۔ اور جب سے دنیا کا آغاز ہوا ہے ہی سے اس انقلاب کا بھی پتہ چلتا ہے۔ مگر تاریخ ہم کو پورا پورا یقین دلا سکتی ہے کہ مارشل سپرٹ ہی اس انقلاب کا فیکٹر (مدار و معیار) رہی ہے۔ اسلام نے بھی اسی نیچرل قاعدے سے ترقی کی تھی۔ یعنی اُس وقت کے مسلمانوں میں مارشل سپرٹ بڑے زوروں پر تھی۔ پھر جب وہ سلطنت پاکر عیش و آرام میں پڑ گئے۔ مارشل سپرٹ کم ہوتے ہوئے سلطنت اُن کے ہاتھ سے نکل گئی۔ اور اب جو کہیں کہیں کسی قدر برائے نام باقی ہے۔ چوں کہ مارشل سپرٹ سے اُس کو کافی مدد نہیں ملتی اس کا بقا بالکل بھروسے کے قابل نہیں علی شفا جھوٹ ھایہ دکنارے پر تیلی ڈھانگ کے جس کو دیا کاٹنا چلا جا رہا ہے ع
اگر ماند شے ماند شے دیگر بھی ماند

لیکن کیا سلطنت کے ساتھ ہم کو مارشل سپرٹ سے بھی صبر کر لینا چاہیے۔ اگر ایسا کریں اور افسوس ہے کہ ہم ایسا ہی کر رہے ہیں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ہم پرسوں کے ملنے کل اور کل کے ملنے آج اور آج کے ملنے ابھی مٹنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم میں سے مارشل سپرٹ نکل گئی تو فارم کی کوئی تدبیر کا گر نہ ہو سکے گی۔ مارشل سپرٹ کے ٹکے پیچھے ہم میں تغیرت باقی رہے گی نہ حیرت نہ سلف ریسکٹ (خود داری) نہ سلف ہلب (آپ اپنی مدد) نہ ترقی کی لگن نہ سی۔ یہ اسن جو ہم کو بڑش گورنمنٹ کے نقل و عافیت میں حاصل ہے جس کے پیچھے مارشل سپرٹ کو گھٹانا اور کرور کرنا چلا جا رہا ہے۔ اور مارشل سپرٹ کے گھٹنے اور کم زور ہونے کے آثار ہم پر مترتب ہو چکے ہیں۔ نہ ہم میں وہ انگی نسلوں کی سی توانائیاں ہیں ویسی پھرتی ہے نہ ویسی جفا کشی ہے نہ ایسے دل مضبوط ہیں نہ عرض ہم مسلمانوں کی مارشل سپرٹ سیکڑہ دل برس سے رو بہ انحطاط ہے۔ ہم اپنے زمانہ سلطنت میں مہر سے سے بڑے ایڈا کیے۔ اب اس عہد عافیت مہد میں مارشل سپرٹ البی غفلت کی نیند پڑی سو رہی ہے کہ بچا رہی کہ کوٹ بدلنے کی بھی نوبت نہیں آتی۔ آدمی تو آدمی ہم دیکھتے ہیں دیوار جس زور سے گیند مار دہی زور سے دیوار گیند کو اچاٹ دیتی ہے۔ یعنی جمادات تک میں ایک قسم کی مارشل سپرٹ و دیوت رکھی گئی ہے اور جانوروں میں تو ظاہر بات ہے کہ چھوٹی پر پاؤں پڑ جاتا ہے تو وہ بھی اُلٹ کر کاٹے بدون نہیں رہتی۔ گو آج کاروبار کس کا کچلا ہی کیوں نہ ہو جائے کیا عقل چاکر کہہ سکتی ہے کہ ایک قوت ایک ضروری اور بکار آمد قوت جو حافظہ نام نہ نہ

(بقیہ جلد ۲ صفحہ ۵۲)

جمادات کو ملے نباتات کو ملے حیوانات کو ملے اور انسان اشرف المخلوقات کو ملے۔ لیکن واقع میں ایسا نہیں ہو ہی مارشل سپرٹ انسان کا ہتیار ہے۔ سرکار نے بتقاضائے مصلحت انتظامی ہم لوگوں سے ہتیار لے لیے ہیں مگر یہ ہتیار یہ مارشل سپرٹ کا ہتیار نہ ہم سے لیا جاسکتا تھا اور نہ سرکار نے اس کے لینے کا قصہ کیا بلکہ استحقاق حفاظت خود اختیاری کا تسلیم کیا جانا اس صلاح کے رکھنے کا لیسنس ہے۔ اگر صرف خواص کے ہستے پر رہتے تو مارشل سپرٹ اب تک کبھی کی مسلمانوں میں سے ناپید ہو گئی ہوتی۔ مگر ہم اپنے عوام کے بہت شکر گزار ہیں کہ ان کی بدولت یہ چراغ ابھی ٹنک ٹنکار رہا ہے۔ اگرچہ ہم ان کو سخت ملامت بھی کرتے ہیں کہ وہ اس قوت سے اکثر نہایت نامناسب طور سے کام لیتے ہیں۔ مارشل سپرٹ فی نفسہ ہی عمدہ چیز ہے اور اس میں بُرائی ہے تو یہ ہے کہ وہ نااہلوں کے بس میں پڑی ہے۔ اگر اس بُرائی کی نظر سے مارشل سپرٹ کے دیادینے اور کچل دینے کی صلاح دی جائے تو اس کی ایسی مثال ہوگی جیسے بفس لوگوں کو تعلیم لسان کے مخالفت ہیں اس خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ مستورات لکھنے پڑھنے کی قوت سے نامناسب کام لیں تو کیوں نہیں ہاتھ خشک کر دیئے جائیں کہ ایسا نہ ہو کسی کو ماریں۔ کیوں نہیں انھیں بھڑو دی جائیں کہ ایسا نہ ہو نظر مری جگہ پڑے۔ اگر مارشل سپرٹ کو عوام بڑے طور پر کام میں لاسے ہیں تو اس کا الزام کس پر ہے؟ خواص پر ہے یا مارشل سپرٹ آرام طلبی اور بڑولی اور کابلی کی وجہ سے منطقی بچہ ہو گئی تو اور وہ اس کو یو ایوڈ دوبارہ زندہ بھی نہیں کرنا چاہتے اور نہ عوام کے لیے تعلیم کا سامان ہم پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کو نیک و بد کی تمیز ہو۔ مارشل سپرٹ لوگوں کے ٹیمپٹ (اندازہ) میں ایسی ذلیل ہو گئی ہے کہ وہ اس کو ٹیب سمجھنے لگے ہیں دول مرتبت شرافت۔ اور جب تک وہ صرف عوام کے ہاتھ میں جو بے شک سیب ہے۔ اور دول مرتبت شرافت بھی ہے۔ لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں بہتہ زخام دہے جاتے ہیں مارشل سپرٹ کا رویہ انوار و فارم کرنا سب پر مقدم ہے۔ ہر جذبہ عمل پولیٹیکل باتوں کے بیان کرنے کا نہیں ہے اور نہ میں ان معاملات میں رائے زنی کی لیاقت رکھتا ہوں۔ مگر اتنا فخر ورجانتا ہوں کہ اب بھی مسلمانوں کو اگر کچھ یوں ہی سی وقت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو تو اسی مارشل سپرٹ کے لحاظ سے۔ کیا شمار کیا دولت۔ کیا لیاقت کل اعتبارات سے ہم ایسے ضعیف ہیں جیسے پتھر۔ مگر مارشل سپرٹ کا ایک ذرا سا ڈنک ہمارے پاس ہے کہ وہ سانپ اور بچہ کا سا ڈنک نہیں ہے مگر ذرا کی ذرا

(۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

<p>اچھل کود ہو اور کھلا بازیاں ہوں نزاکت ہو ان کے لئے عار مردی</p>	<p>نہ شطرنج و گنجیفہ کی بازیاں ہوں ہر اک بات میں ان کی کردار مردی</p>	
<p>یہ چین کرنے کے لئے کافی ہے جو شخص اخبار پر نظر رکھتا ہے وہ جان سکتا ہے کہ یوروپین پورڈر سلطنت ہائے یوروپ میں کس درجے کا محاسدہ ہے۔ ہر چند بعض صلح پسند مسیحی مسلمان ملک کی تبدیلی سے یہ آگ دہی پڑی ہے لیکن کیا جانیں کسب بزرگ اٹھے گی۔ اگر خدا خواستہ بھڑکی تو مسلمان نرسے تماشائی نہیں ہوں گے لیکن کون مسلمان؟ وہی جن میں مارشل سپرٹ ہے؟ نہ ہم بیٹے لکھنی چند کہ جن میں کا ایک ہیں ہوں۔ باوجودیکہ یورپس حیدرآباد رہا ہوں۔ اور یہ میری عمر ہو مگر تاج تک اپنے ہاتھ سے بندوق چھوڑنے کا اتفاق نہیں ہوا مارشل سپرٹ کے اعتبار سے اس کو چاہا ہو میری عمر کے کارناموں میں گن کہ میں بندوق کی آواز سے ڈرتا نہیں۔ مگر ہاں چونکہ توڑتا ہوں۔ اور یہ ہمت بھی اس سے ہوئی ہے کہ ہمارے یہاں ہر روز ایک چھوڑ دود دو توپیں جلتی ہیں۔ دوپہر کی ایک اور رات کے ساڑھے نو بجے کی ایک۔ مارشل سپرٹ کو جیتا جاگتا رکھنے کے لئے گورنمنٹ کی پالیسی (منشا) کے لحاظ سے جو ہم کر سکتے ہیں اور جو ہم کو کرنا چاہتے ہیں کہ ہم مردانہ دکھیلوں کو تعلیم کا پلیسری سبکٹ (مضمون جبری) قرار دیں جیسا کہ ہم نے علی گڑھ مہلن کالج میں کر رکھا ہے۔ اس سے مسلمان لڑکے ڈن (دھند) اور آئیٹل (سست) نہیں ہونے پائیں گے۔ ان کی صحت بدنی محفوظ رہے گی۔ آئندہ لیسلیس توانا اور چونچال ہوں گی۔ بالفعل یہ لوگ بڑے اور گند سے کھیلیں گے اور آئندہ شاید ایسے مواقع پیش آئیں کہ تلے کی جگہ تلوار اور گیند کی جگہ سر۔ ملگن کے؟ دشمنان بڑبڑائیں گورنمنٹ کے غرض سپاہی اور اہل قلم سے میری مراد یہ تھی جو میں نے بیان کی ۱۳۔</p>		
<p>لے یہی اچھل کود جس کو شیخ ابراہیم ذوق نے بڑی حسرت کے ساتھ یاد کیا ہے فرماتے ہیں</p>	<p>عسیری نے چھڑایا دھڑیلنا کودنا</p>	<p>ہائے طفل کھیلنا کھانا اچھلنا کودنا</p>
<p>اچھلنے کودنے کا مشین فلٹر نے کیسے عمدہ فلٹر میں کہا ہے</p>		
<p>ایک وقت تھا کہ اوتے تھے ذات دوہ سے</p>	<p>اب حال یہ ہے عالم پیہر تیرا اسی ظفر</p>	<p>پھر یہ ہوا گزرتے سے کچھ پہل کودنے کے باقی نہیں عواس بھی گفت و شنود سے</p>

<p> بجلائیں خود اپنی خدمت گزاری یہی لوگ مخدوم خادم نما ہیں کچھ اب سمجھ کیوں ہم رقم چاہتے ہیں کوئی کام دنیا میں بے زر ہوا ہی کہ کھپ جائے قاروں کے میں خزانہ اٹھائیں گے نخرے جو تقدیر میں ہیں پہ کالج تو ہم بھی بسا کر رہیں گے کہے قوم اور سید احمد دعا ہے کہ اکیس مہمان ہو گھر میں مس کے کہ نازل ترے سر پہ قومی ہما ہی اور آخر کو لالہ نے کھائی اڑائی ہو تھکیل کالج تھا سا ہی حصہ لگاؤ اسو اور شہیدوں میں داخل پلاتے تو ہو در دہستے ہو ساقی تو فریادے جائیں گے ہم بھی کتے </p>	<p> تکلف سے دور اور صفت سے عاری نہ کابل نہ عاقر نہ بے دست دیا ہیں یہ کالج ہی جیسا کہ ہم چاہتے ہیں اگر پل ہی یا باغ ہی یا کوہ ہی تو کیوں کر یہ آس بڑا کارخانہ سو ایسے ہی کلج کی تدبیر میں ہیں بڑا بھی ٹھنڈی گے کرطی بھی نہیں گے تھاری ہی قسمت ہیں بھی خدا نے کہاں یہ مقدر نصیب ایسے کس کے مگر تجھ پہ پنجاب فضل خدا ہی برہمن نے مرکب رسوائی بنائی رہائی نہ ٹٹٹانہ جھگڑا نہ قصہ ہوئی ہو کسی کو بھی یہ بات حاصل عمارت میں کیا ہو بس ایک اینٹ باقی اگر سیہ دیتے ہو کوئے دو گے دھکے </p>
---	--

۱۸۹۳ء کی کانفرنس میں علی گڑھ محمدن کالج کے تمام طلبہ باوجود اس کے کہ ان میں اکثر خوش حال اور معزز
تھے کانفرنس کے مہمانوں کی کل خدشیں اپنی ذات سے کرتے تھے۔ یہاں تک کہ رات کی باسیانی حقیقت
میں ان لوگوں کا رتاؤ دیکھ کر علی گڑھ محمدن کالج کی قدر معلوم ہوتی تھی کہ یہی کیا جگہ ہوتی ہو کہ ان کو بکھٹے پڑنے کے
علاوہ جیسی اور بے تکلف اور سنا رہنائی جو اسے مس سے مراد ہے
سناوستہ سناوستہ سناوستہ سناوستہ

۱۸۹۳ء کی کانفرنس میں علی گڑھ محمدن کالج کے تمام طلبہ باوجود اس کے کہ ان میں اکثر خوش حال اور معزز

<p>مدینے میں جا کر کے ہم دیں گے دھرنا رسول خدا سے شکایت کریں گے نہیں تم ہماری طبیعت سے آگاہ ہم اکالک سے اور اس کے اچھے سے لیں گے نہ کیوں لیں کہ تعلیم کے پیشوا ہیں از انجا کہ کالج کے ہم ہیں رستی ہم اپنے اُدھائے دیتے مانگتے ہیں</p>	<p>تو اُس وقت پر کوئی شکوہ نہ کرنا نہ ہم پھر کسی کی رعایت کریں گے ہم۔ اور بے یے جانیں استغفر اللہ بے دل سے دے یا کہ اچھے سے لیں گے امیدان کالج میں قومی گدا ہیں ضرور آپڑی ہو ہمیں سرپرستی کہ تم سے تمھارے یے مانگتے ہیں</p>
---	---

بڑی گفتگو اور بہت بات ہوئی
تو بھر دیجئے اب فقیروں کی چھولی

انیسواں لکچر

جو مدرسہ طبیہ دہلی کے پانچویں سالانہ جلسے میں ۲۸۔ اپریل۔

۱۸۹۴ء کو دیا گیا

اس جلسے میں صاحب ڈپٹی کمنشنر بہادر اور ڈسٹرکٹ جج و سول سرجن و سپرنٹنڈنٹ صاحب
پولیس صاحبان اور تقریباً کل عمائد شہر ہندوستان جمع تھے۔ مولوی صاحب اپنی عادت کے
موافق بڑا لکچر دینے والے تھے مگر وقت اور موسم اور صاحبان انگریز کے لحاظ سے صرف ایک
گھنٹہ تک لکچر دیا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ایا تو ہوں کہ کچھ حق نہ دست ادا کروں
 کٹو کے سینک غیر سے پھڑوں میں آملوں
 جو کچھ پڑھائیں کاوش و تحقیق سے پڑھوں
 تحصیل طب میں محنت و زحمت کی داد دوں
 انعام میں کتاب اگر دیں تو صبر و شکر
 حاضر رہوں مطب میں بلاناغہ صبح و شام
 آنکھوں کے بند کرے گزر جائیں پانچ سال
 اچھا اگر یہ ہو نہیں سکتا تو کم سے کم
 یہ مدرسہ انش کی عنایت کا فیض ہی
 ممکن نہیں ہی ان کے فضائل کا عد و حصر
 اسباب ان کے کس سے غرض ہو سکے مگر
 لیکن نہ اپنا شیوہ خوشامد نہ ان کا عجب
 ایک کام اور بھی ہی اگر مجھ سے بن پڑے
 بل جائے کوئی کاٹھ کا بھر پور سادہ دل
 پھر بعد معرفت کے بیٹھے اُس سے ربط و ضبط
 افسانے میں کہا کروں اور وہ سنا کرے
 صحبت ہو سازگار تو اک وقت خاص میں
 طرز سخن میں جادو سے بابل کا رنگ دوں
 طبیہ مدرسے کے بیاں کر کے فائدے

لیکن خیال میں نہیں آتا کہ کیا کروں
 قانون شیعہ مول لوں اور طب پڑھا کروں
 یعنی کہ بات بات پہ بھگڑوں لڑا کروں
 سالانہ امتحانوں میں اول رہا کروں
 تمنا ملے تو فخر سے زیب قبا کروں
 مشق علاج کے لئے نسخے لکھا کروں
 لیکن حیات کتنی ہی میں بھی وفا کروں
 عبد الحمید خاں کی مدح و ثنا کروں
 میں وہ نہیں کہ جھوٹ کسوں ادا کروں
 گو عمر بھر قصائد مدحی کہا کروں
 بہر حسنہ احوالہ بذات خدا کروں
 کیوں ترک وضع جمع کے انھیں بد مزہ کروں
 ہر پھر کے اپنے آپ پہ صدقے ہو کروں
 لگ چل کے اُس سے اپنے تئیں شاکر کروں
 وہ میرے دل میں اور میں اُس کے جا کروں
 مذکور وہ کیا کرے اور میں سنا کروں
 اظہار مطلب و غرض و مدعا کروں
 الفاظ میں کرشمہ مجسمہ نما کروں
 چندے کی اُس سے آرزو و التجا کروں

یا چپ رہے کہ میں اُسے بیٹھا تکا کروں
 کچھ خضر تو نہیں کہ ہمیشہ جیا کروں
 آئین و طرز و عادت و شان گدا کروں
 مثل فقیر ہاتھ پیساروں صد اکروں
 محفل میں شور شیون و ماتم با کروں
 گر حال زار قوم پہ قصد بجا کروں
 تو ہی قصور وار تو کس کا گلہ کروں
 ناخن کہاں سے لاؤں کہ یہ عقدہ واکروں
 کیا میرا سر پھرا ہی کہ ناحق بجا کروں
 بس اتنے کام کا ہوں کہ لکچر دیا کروں
 اس مدرسے کے حق میں خلعے دعا کروں
 طبی سکول چھوڑ کے کالج بنا کروں
 دارالشفاء کو روکش دارالافتا کروں

وہ یا تو چھوٹے ہی ٹکاسا جواب دے
 یا وعدہ جو کہ تباہ قیامت و فائدہ ہو
 کیوں کر ہو کس کے دل سے ہو کس طرح اختیار
 واللہ مجھ سے ہونہیں سکتا (ہو کا یہ خیر)
 گر کہنے پاؤں قوم کی خانہ خرابیاں
 دیوار و در کو وجد ہو رگ جاں میں ہچکیاں
 اسی قوم تیری ہمت و غیرت کو کیا ہوا
 پر قوم (ہاے قوم) ہو مصداق صم و بکم
 تجھ کو قسم ہے سننے کی اور مجھ کو بات کی
 اقصہ میں عجب عبت ہیچ کارہ ہوں
 سعی لزم عیم اگر نہیں جہد المقل تو ہی
 پیدا ہو غیب سے کوئی مر خدا کہ میں
 راجی دست گردوں میں کفایت کی قدر فٹ

اگر میں اس قسم کی باتیں کروں کہ مدرسہ طبیہ دہلی کا پانچواں سالانہ جلسہ ۲۸- اپریل ۱۸۹۲ء کی
 صبح کو مدرسے کے بانی مدرسے کے سکریٹری مدرسے کے پروفیسر مدرسے کے الفاف اور ایگائیجے مدرسے
 کے ہمہ اوست اور ہمہ از دست حکیم عبد المجید خاں کے مکان میں منعقد ہوا۔ صاحب ڈپٹی کشنریب دہ
 کرسی صدارت اور ان کے صاحبہ وروٹھے صاحب اور ظلال صاحب یعنی کریم اوف دی سوسائٹی آف ڈہلی
 (دوسرے شہر دہلی) محمد زبیر زول آیز ہندوز (مسلمان اور ہندو) رونق افزا سے جلسہ تھے۔
 سکریٹری نے خوش الحانی کے ساتھ بے مکان رپورٹ پڑھی۔ صاحب ڈپٹی کشنریب نے اپنے دست و خاص
 کامیاب طلباء کو تحفے اور انعام تقسیم کیے اور جلسہ بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ تمام ہوا۔
 اگر میں اس قسم کی باتیں کروں تو میں آپ اپنے تئیں ملامت کروں گا کہ میں لکچرار کی ڈیوٹی کے ادا

کرنے میں قاصر رہا۔ ایسی باتیں تو ایک سٹرل ٹیو اخبار کا ٹیکل کار سپانڈنٹ بھی کر سکتا ہے اور مجھ سے
 بہتر کر سکتا ہے اور میں پہلے بھی اسی مدرسے کے کسی سالانہ جلسے میں کچھ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں۔
 اور خدا جانے کتنی بار اور کسوں کا کہ مدرسہ طبہ کے جلسوں میں لکچر دیتے کے لیے چاہتے ہو فیشنل
 مین (طباہت پیشہ) اگر وہ طب یونانی اور انگریزی ڈاکٹری کا جامع ہو تو سبحان اللہ۔ نور علی نور وہ
 نرا ڈاکٹر ورنہ تو طبیب۔ گندم اگر ہم زبردستی غنیمت ست۔ مگر نہیں معلوم ایسا لکچر اگر ہم نہیں پہنچتا یا کسی
 مصلحت سے اسے کھڑا نہیں کیا جاتا۔ لاکھڑا کر دیتے ہیں بھگو کہ میں خوش قسمتی یا بد قسمتی سے (اور
 چوں کہ میں بے درد طبابت عظمیٰ کے کنارے آگیا ہوں میں تو اپنی خوش قسمتی ہی کہوں گا) غرض لاکھ
 کھڑا کر دیتے ہیں بھگو کہ میں اپنی خوش قسمتی سے اتنا بھی تو نہیں جانتا کہ طبابت ہی کس مرض کی دوا۔
 اس مجبوری پر نظر کر کے گندم اگر ہم زبردستی غنیمت ست۔ کی جگہ یوں کہنا چاہتے گندم اگر ہم زبردستی
 غنیمت ست۔ اب جو میں کر سکتا ہوں وہ اس سے زیادہ نہیں کہ عام طور کے کچھ ریمارک کر دیتا ہوں
 نہیں معلوم ہو فیشنل مین ان کو سن کر ہنستے ہیں یا خوش ہوتے ہیں۔ ہو فیشنل مین نہ ہونے کے علاوہ
 ایک رکاوٹ اور بھی ہو کہ طبہ مدرسے کی سلو پروگرس (دھیمی رفتار) یا اس کی بے سرو سامانی۔ یا
 اس کی مایوسانہ حالت پر جو ریمارک کئے جاتے ہیں ان کی نسبت ایسا خیال کیا جاسکتا ہے کہ اعتراض
 ہی عبد المجید خاں پر اور ان کی کارروائی پر۔ اول تو میرا یہ قصد نہیں ہوتا۔ لیکن اگر ہو بھی تو میں نہیں
 سمجھتا کہ عبد المجید خاں پوست کے ایسے پہلے ہیں۔ اسی جناب طبی مدرسہ اور عجیب طرح کا طبی مدرسہ
 یونانی اور ویدکی اور انگریزی طبابتوں کا بھون مرکب جس کی نظیر نہ کہیں تھی اور نہ کہیں ہو ایسا عجیب مدرسہ
 بنانے کا۔ یعنی ایجاد مشکل بھی نہیں بلکہ ایجاد محال کا۔ بیڑا اٹھایا ہے تو اڈھلی میں سر دیتے پیچھے دھماکوں کا
 ڈرنا کیا۔ اگر آپ کا خیالی پلاؤ پاک گیا اور دنیا ایک عجائب خانہ ہے۔ انچہ دروہمت نیادیاں کندہ
 اس میں خیالی پلاؤ کو پاک جانا کچھ چنداں عجیب بھی نہیں۔ اور پھر آپ کا خیالی پلاؤ غرض آپ کا یہ خیالی پلاؤ
 پاک گیا تو اس کا ریڈیٹ۔ دھلے بھی تو آپ ہی لیں گے۔ اس بھون کے نشے کے موجب بھی تو آپ ہی
 سمجھ جائیں گے۔ مسلمانوں کی چودھویں صدی کے بڑے رفارمر اور بنی نوع انسان کے بڑے

محسن اور بڑے شخص بھی تو آپ ہی کہلائیے۔ لیکن جب تک خیالی پلاؤ پکے بدگمانیوں کا دھواں اور
اعتراضات کی چیخاریاں۔ اور وطن و شہنچ کی حرارت یہ مصیبت بھی آپ ہی کو برداشت کرنی
پڑے گی۔ کیا آپ وہ قاعدہ جاری کرنا چاہتے ہیں کہ کرٹوا کرٹوا تھوٹھو اور ٹیٹھا ٹیٹھا ہسپ ہسپ۔ یہ
طبابت نہیں کہ جو مریض مرنے لگا خدا کے نامہ اعمال میں لکھواتے اور جو اچھا ہوتا گیا اپنے خوارالعات
کی فہرست میں شامل کرتے گئے یہ فونڈ ریزی، آف کالج بننا ہی عشق ست ہزار گونہ عواری۔ میں خیال
کرتا ہوں کہ یہ کام جو آپ نے شروع کیا ہوا اس کا حال بھی آدمی کا سا ہو۔ آپ کا مدرسہ عمر کا جو حصہ
ملے کر چکا ہو اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اس کا انجام کیا ہونے والا ہو۔ قیاس کن نگلستان بن بہار
ایچکم عبدالمجید خاں صاحب آپ مجھے معاف کیجئے گا کہ میں خدا خواستہ مخالفت یا شامت
سے نہیں بلکہ دل سوزی سے کہتا ہوں کہ اس مدرسے کی افتاد وقوع کے مطابق نہیں۔ اگر میرے
سن طفولیت میں ایسا ٹھہرا ہوا ہو تو ہم اس سے بڑے ہونے کی اور بڑے ہو کر توانا و تن درست
ہونے کی امید نہیں کر سکتے۔ میں خدا کے فضل سے نہ صرف علی الرغم طبابت یونانی۔ بلکہ ان سائنٹ
آف انگلشن میڈسن ڈو برغم انگریزی ڈاکٹری بھی بہت کم ہمارا ہوتا ہوں بلکہ نہیں ہوتا والدین کا
سبب جہاں تک میں خیال کرتا ہوں ہی ہو گا کہ میں نے دوا اور علاج کا روگ اپنے پیچھے نہیں لگایا مجھے
لبض دوست ترغیب دیا کرتے ہیں کہ فلاں حبوب جاڑے میں ایک چلہ بھر کھاؤ تو زور سر نوجوان بہ جاؤ
انگریزی اخباروں میں بہت سی دواؤں کے اشتہار نظر سے گزرتے رہتے ہیں مگر میں ہمیشہ ایسی ترغیبات
کے وضع کرنے کے لئے دل میں کھدیا کرتا ہوں کہ ٹھوڑی بھلا ہوں مجھے جینے تو دو۔ سو اگرچہ میں خدا کے
فضل سے بہت کم بیمار ہوتا ہوں بلکہ نہیں ہوتا۔ لیکن باایں ہمہ میں آپ کی خداقت آپ کے دست
شفا کا ایسا ہی معتقد ہوں جیسے آپ کے سدا کے روگی۔ میں اپنے اوپر آزمائش نہیں تو ہمیشہ دیکھتا اور سننا
رہتا ہوں۔ آپ کے ایسے معرکوں کے حکمی علاج جنھوں نے مجھ کو لب یونانی کا گرویدہ بنے غرض
کہ رکھا ہی پس میں آپ کا اسی قسم کا مرید ہوں کہ آپ کے ہاتھ پر جیت تو کر لی اور آپ نے ریاضات
اور تجاربات کے رستے پر لانا چاہا تو آپ کا کلاہ و شجرہ آپ کے حواسے کیا۔ میں کیا آپ کی تسبیح

کوئی شخص دھم بھی تو نہیں کر سکتا کہ آپ اتنی بات نہیں جانتے کہ آدمی کا بچہ کیوں کر پرورش پاتا
اور بڑا ہوتا ہے اس کو ایک وقت خاص تک **وَحْمَلُهُ وَفَصْلُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا** اس کے پیٹ میں رہتے اور
دودھ چھوٹنے کی مدت ڈھائی برس غیب سے روزی ملتی ہے قطعہ

ای کریمے کہ از خزانہ غیب	گہر تر سا وظیفہ خورداری
دوستان را کجا کنی محروم	تو کہ بادشمنان نظر داری

پھر جوں جوں وہ بڑا ہوتا جاتا ہے اس کو نمواور بالیدگی کے لئے غذا درکار ہوتی ہے۔ اب ہم اس مثال کو
منطبق کر کے دیکھتے ہیں آپ کے اس طفل دست پرور و مددِ ربیہ کی حالت پر۔ اس کی شیرخوارگی۔
کے زمانے تک آپ کے پاس اپنی الفلونس درسانی اکا الفاروں دودھ تھا۔ لیکن اب اس بچے
نے دانت نکالے ہیں کنارا دیہ سے اتر کر دوڑنے پھرنے لگا ہے اور دودھ سے اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔
نیچہ کیا ہے اور اس کے سوا سے ہونا بھی کیا تھا کہ جیسا ہم نے اس کو اب سے دودھائی پر بس
پہلے دیکھا تھا دتے کا دتا ہی ہے۔ پڑ مرده۔ افسردہ۔ مضمل۔ اور بگڑتا ہوا بھی بھٹک میں جانتا ہوں کہ
اگر دودھ کی کمی ہوتی تو آپ دایہ کو سدا دل بھنگوا کر بہتیرا دودھ اتار لیتے۔ مگر اس کو اب دودھ درکار
نہیں تو فرمائیے کہ آپ نے اس معصوم بچے کے کمانے پینے کا کیا انتظام کیا ہے یا یہ بیچارہ اسی طرح
مارے فاقوں کے تحلیل ہو کر رہے گا۔

یہ لوگ جو جمع ہوئے ہیں شمول میرے ان میں اکثر تماشائی ہیں آپ ہر برس سے کی سالگرہ
کا جلسہ کرتے ہیں لوگوں کا کیا جاتا ہے۔ مفت کر دہداشتن آئے۔ گپ شپ اڑائی۔ مفت میں پکڑ
سنے اور آپ کو مبارک باد دے کر خدمت میں آئے۔ ان میں سے کسی کو اس بچے کی مانتا نہیں اور
کسی کو غیر کے بچے کی مانتا ہوا کرتی ہے۔ آپ تو مجھ سے بہت زیادہ عقل رکھتے ہیں گو عمر میں مجھ سے
چھوٹے ہیں (بزرگی اجمل است نہ سال) آپ نے فضا۔ تجلیا ہو گا کہ کس چیز کی وراثت اور کس
بات کی کمی ہے اور نہ سب کچھ آپ کو دست کی الفلونس ہے۔ ایک طرف کی معصوم فضا ہے آپ کو
بھی وہی ہے مگر اب بچہ کو تجربہ ہو گیا ہو گا کہ میں حکومت کا منت الامت کہتے ہیں وہ بچہ

حکومت نہیں ہے بلکہ وہ حکومت ہے جو ہمارے صاحب ڈپٹی کمشنر بے بیٹھے ہیں اور تفریح و الملک لیسٹ پر یہی وہ حکومت ہے جس کی ڈکشنری میں شکل اور محال ڈفکٹ اور اسپاٹل اور اسپر اسل اس قسم کے الفاظ ڈھونڈھے نہیں ملتے بے شک ایسی مثالیں بھی ہیں کہ پرائیویٹ کوششوں سے بڑے بڑے کام سرانجام پا گئے ہیں۔ مگر اچھکم صاحب ایسی مثالیں ہوں گی بھی تو انگریزوں کی ولایت میں ہوں گی میں کہتا ہوں اور زور سے کہتا ہوں اور وثوق سے کہتا ہوں اور مجھ کو کسٹریڈیشن (مخالفت) کا ذرا بھی خوف نہیں کہ ہمارے ہندوستان میں کوئی اس قسم کا کام بے مدد حکومت نہ چلا رہا ہے اور نہ چل سکتا ہے۔ اور اگر کمپنیاں پرائیویٹ کوشش کی کامیابی دکھائی بھی دے تو آپ بلا تحقیق یقین کر لیا کیجئے کہ حکومت اس میں ڈائریکٹ (بلا واسطہ) شریک نہیں تو انڈائریکٹ (بالواسطہ) ضرور شریک ہے۔ آپ عام فائدے اور ضرورت کے کاموں میں سے کسی ایک کام پر بھی نظر کریں مثلاً ایک مختصر سی واٹر ورکس ہی سہی کہ باوجودیکہ پانی مدار حیات ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ہم لوگ بدردوں کی کچھڑ تک پیتے اور پیتے ہی تھے اور پیئے کر کر مر تے اور مرتے ہی تھے۔ مگر ممکن نہ تھا کہ واٹر ورکس کا نظام کر سکیں۔ ادیرہی حال ہے مدرسوں کا۔ شفا خانوں کا۔ سڑکوں کا۔ پلوں کا۔ نہروں کا۔ ریل کا۔ تار کا۔ نہیں معلوم آپ وہوا کا اثر ہے۔ یا اگلی ڈسپاٹک سلطنتوں کا نتیجہ ہے کہ سلف ہلپ کی صلاحیت سلب ہو کر ہم کچھ ایسے احمدی ہو گئے ہیں کہ لادو لدو لدو لدو والے والا ساتھ دو تب کہیں جگہ سے ہلین تو ہلین۔ سرکار یعنی حاکم وقت کو ماں باپ کہنا ہمارے روزمرہ میں داخل ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ ہماری تمام ضرورتوں کا مہیا کرنا سرکار کا کام ہے۔ اسی وہ ہمارے ہی پیسے سے کرے مگر کرے سرکار ہی۔

پس میری آج کی بات آپ لکھ رکھیے گا کہ آپ کے منصوبے کی کامیابی موقوف اور منحصر ہے۔ انضمام حکومت پر۔ آپ کے مدرسے کے طالب العلم وقت سے جالینوس ہی کیوں نہ ہوں اور وہ حکمی علاج ہی کیوں نہ کریں اور سندھتی کے نیم ہی کیوں نہ لیں اور طب یونانی حقیض ظنیت سے نکل کر ایجینٹین ہی پر کیوں نہ بھونچ جائے۔ اور سالانہ جاسوں کے عوض آپ روزانہ جیسے ہی کیوں نہ کریں۔ مدرسے طیبہ جیسا کہ آپ چاہتے ہیں اور جیسے کا آپ نے دنیا میں ڈھنڈورا پیٹا ہے یہ تو بے

انضمام حکومت چلتا چلتا انہیں آج کا آج اور کل کا کل - دی ڈی زاف دی گورنمنٹ آران کو پیر
ہنس ایل جس کا ٹھیکہ ہندی ترجمہ ہر سرکار کی لیا بھی اہم پارہی سرکار ہاری پرائی ملکی عمارتوں
کی مرمت کر کے ان کو باقی رکھنا چاہتی ہو سرکار ہندوستان کی صنعتوں اور دستکاروں کو ترقی
دینا چاہتی ہو سرکار ہائے علوم و فنون کو بھی حفاظت کا دعویٰ کرتی ہو - سرکار ہندیوں حلیوں کی آسائش تک
انتظام کرتی ہو - ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکار ہمارے رسم و رواج اور سوشل سٹریکچر (اوامام) اور
پری جوڈیسری (تصنیات) کا سپیکٹ دیاس رکھتی ہو تو طب یونانی نے اور خاص کر اس مدرسے کی
طب یونانی نے جس میں انگریزی طبابت کا بھی کسی قد شمول ہو اور جس کے مقصد انگریزی طبابت کے
مقدموں سے اصفاً مضاعفہ زیادہ ہیں - ایسا کیا قصور کیا ہے کہ اس کی امداد سے بالکل کنارہ کش
ہے - مگر شاید یہ گورنمنٹ کے کان تک پہنچا یا نہیں گیا اور پھنپائے کون یہی ہمارے ڈپٹی کمشنر -
اجی گورنمنٹ کو جیسے خود میں کہتا ہوں کہ اگر لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے کہ ڈپٹی کمشنر دل سے
اس مدرسے کی سرپرستی فرماتے ہیں تو مدد ملے طبعاً آج سلف سپورٹنگ دستفنی پر منٹ (مستقل) -
گریڈ (عظیم الشان) کا بچ ہو جاتا ہے مگر اس بات کو لوگوں کے ذہن نشین کرنے کے لئے کہ صاحب
ڈپٹی کمشنر دل سے اس مدرسے کی سرپرستی فرماتے ہیں سالانہ جلسوں میں شریک ہونے سالانہ
جلسوں کی پریسیڈنسی کرنے سالانہ جلسوں میں انعام بانٹ دینے کے علاوہ کچھ اور بھی کرنا ہو گا - اور
وہ کیا کرنا ہو گا - یہی ڈپٹی کمشنر صاحب ہم سب سے بہتر جانتے ہیں - کہ خواجہ غودر ویش بندہ پروری داند -
ای جیم صاحب فنڈز کی وائٹ آپ کو اینڈ اوفسر وری دیتی ہو گی مگر یہی فنڈز کی وائٹ ہے جس نے
آپ کو میرے حلقوں سے بچا رکھا ہے کیوں کہ میں جانتا ہوں مدرسے میں جتنی خرابیاں ہیں سب فنڈز کی
وائٹ کے بستے ہیں - اور میرا سمجھ نہیں پڑتا کہ آپ پر اعتراض کروں - اور جب خدا آپ کو فنڈز سے
مستغنی کر دے گا تو پہلا شخص جو آپ کو نئے چینوں سے پریشان اور دق کر دے شاید آپ ہی نیاز مند ہو گا
کنتا تو میں بہت کچھ مگر صاحب ڈپٹی کمشنر مدرسے کی رعایت جب کریں گے تب کریں گے میں تو
سروست ان کی رعایت کرتا ہوں کہ ان کو زیادہ ٹھیکہ نہ کی تکلیف نہیں دیتا -

بیسواں لکچر

یہ لکچر ایجوکیشنل کانفرنس کے نویں سالانہ جلسہ میں ۱۸۹۴ء کو دیا گیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دسمبر مہینا ہی تو سردی کا مہینا اور چاہئے تھا کہ دل دست ہوتا، لوگ اپنے اپنے گھروں میں آگ تاپتے یا رضائیوں اور لحافوں میں دبے سکرٹے بیٹھے ہوتے مگر برس کے بارہ مہینوں میں ایکلیپٹو یعنی دوڑدھوپ شور و غلبہ غل غباڑے کا ایسا کوئی مہینا نہیں جیسا دسمبر۔ انگریز اگر اس مہینے کے آخری مہینے عشرے میں خوشی مناتے ہیں تو ان کا مذہبی توبہ مارہری۔ نیٹوز دہندوستانی خوشی نہیں مناتے تو ان میں دو بڑے مجھے ہوتے ہیں ایک تو یہی ایجوکیشنل کانفرنس جس میں یہ فقیر بھی اکثر حاضر ہوتا ہے۔ ثواب سمجھ کر نہیں کہ ایسی توفیق نہیں اور نہ صلاح دینے کی نیت سے کہ اتنی لیاقت نہیں اور نہ لوگوں سے تجدید ملاقات کے لئے کہ اس کا شوق نہیں بلکہ سید احمد خاں کی ایک طرح کی غفلت دل میں بیٹھی ہوئی ہے وہ بھی کچھ اس وجہ سے نہیں کہ سر میں یا ڈاکٹر ہیں یا سرکار دربار ہیں ان کی بڑی لمبی چوڑی عزت ہے۔ یا ان کو مسلمانوں کا ایک گروہ من حیث المذہب رفاہی رہتا ہے بلکہ اس وجہ سے اور صرف اسی وجہ سے کہ مسلمانوں کے سچے اور دلی خیر خواہ ہیں اور اپنی سمجھ کے مطابق (اور جس نے اپنی سمجھ کے موافق کیا تو اس نے سب کچھ کیا) غرض اپنی سمجھ کے مطابق جہاں تک ہو سکا اور ہو سکتا ہے افہام و تفہیم سے وعظ و پند سے دینے سے دلانے سے دلالت علی الخیر سے مسلمانوں کی صلاح حالت میں جان توڑ کر کوشش کرتے ہیں۔ یوں سید احمد خاں کی ایک طرح کی غفلت دل میں بیٹھی ہوئی ہے۔ بڑاتے ہیں تو انکار کرتے نہیں بن پڑتا خیر تو نیٹوز کے دو بڑے محبوبوں میں سے جو

دسمبر میں ہوتے ہیں ایک تو یہ ہیریجوشنل کانفرنس۔ اور دوسرا بھٹو کے اور طرقات میں اس سے
 کمین زیادہ جس نے اپنا نام نیشنل کانگریس رکھ چھوڑا ہے۔ کچھ بھی ہو کانگریس واسے ہیں بڑے ہوشیار
 اور ان کو بہت دور کی سمجھتی ہیں جملہ اور تدبیروں کے جو یہ لوگ اپنی رونق کے لئے کرتے ہیں
 ایک یہ بھی ہے کہ انھوں نے نام ایسا اختیار کیا ہے جس کو ٹن کر آدمی خواہی نہ خواہی دھوکے میں
 آجاتا ہے۔ خاص کر اہل یورپ جن کو کچھ نا مشکل ہے کہ دنیا میں ایک بذلصیب ملک ہندوستان بھی
 ہے جہاں نیشنلسٹ کا نام نہیں۔ اور اختلاف مذاہب کی وجہ سے خدا نے چاہا تو کبھی ہونے کا بھی نہیں۔
 رفتار مر پڑے ع

دماغ بیدہ بخت و خیال اہل سبت

کیا کریں یہی تو بڑا سبب ہے کہ ہم مسلمانوں کو اپنی ڈیڑھ اینٹ کی جُدی مسجد بنانی پڑی ورنہ کیا اتنے لوگوں کا
 سر بھر اٹھا کہ کانگریس میں تو نہ جائیں جہاں جیسا سنا باتا ہے آتے جاتے کا کرایہ ملے۔ علی قدر مراتب
 ہر ایک کی آؤ بھگت اور مدارات ہو۔ اور آئیں تو کہاں اس منحوس ٹیڈ پوٹھیے کانفرنس میں کہ
 سید احمد خاں ایک بلاوا تو بھیج دیتے ہیں وہ بھی شاید نام نہام نہیں اور پھر آئے پیچھے کوئی
 اتنا بھی نہیں پوچھتا کہ کون ہوا اور کہاں آئے ہو جہاں جس کے سینک سائیں پڑ ہو اپنی گرہ
 سے کھاؤ مہری کے چند سے دو اور جتنی توفیق ہو دینے والوں کی نہیں بلکہ لینے والوں کی بیسیاں
 کی نذر کرو اور رخصت سید احمد خاں کا مالو دشعار بھی سنا ہے آئے تو کیا لائے اور جاؤ گے تو کب
 دے کر جاؤ گے چکو تھیوں اور آسائش لینے مہمان نوازی پر نظر کرو تو اسیجوشنل کانفرنس میں آئے
 کے موجبات ترغیب کچھ بھی نہیں بلکہ شکر ہے کہ مسلمانوں کو اپنے نیک و بد کے سمجھنے کی عقل آگئی ہے یا اتنی
 عقل نہیں آئی تو ان میں ایک ع

مرزا خیرین مبارک بندہ الیست

سید احمد خاں ہیں اور مسلمان دنیا میں نہیں تو دنیاوی امور میں اور سب نہیں تو جو سمجھ دار ہیں
 ان کی رائے پر عمل کرتے گئے ہیں۔ ہم کو خدا نخواستہ ہندوؤں کے ساتھ ضد نہیں عداوت نہیں کچھ

ہم اُن کے مقابل نہیں۔ مردم شماری میں دولت میں لیاقت میں خدا نے اِن کو ہم پر برتری دی ہو
 نَلَّكَ الْاَلَا يَأْمُرُكَ اُولَہَا بَيْنَ النَّاسِ دینوں کے پھیر میں کہ لوگوں میں ہم نے اِن کا چکر باندھ رکھا
 ہو، لیکن یہ ایک نچرل طبعی بات ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی ہنڈیا کی خیر مناتا ہے۔ اگر اِن لوگوں نے اپنے
 کچھ خاص حقوق قرار دے رکھے ہیں اور کانگریس کے ذریعے سے اُن حقوق کو لینا چاہتے ہیں تو چشمہ
 روشن دل، ماشا دہ وہ جانیں اور اُن کا کام جانے ع

ہر کسے مصلحت خویش نکومی داند

ہم تو ابھی اسی فکر میں پڑے ہیں کہ اپنے تئیں کسی حق خاص کا اہل بنائیں غرض ہم میں اور ہمارے
 ہندو بھائیوں میں اتنا بڑا تفاوت ہے کہ وہ حلو اور دن کی کوشش میں ہیں اور ہم روئے باید
 کی۔ اور روئے باید بے تعلیم کے ہونے والا نہیں جس کے لئے یہ تمام درد سر کیا جا رہا ہے۔ لیکن اگر
 خدا کبھی وہ دن کرے گا کہ ہم کو روئے باید حاصل ہو گا تو کیا حلو اور دن کے لئے ہم اسی طرح غپیں گے
 ہرگز نہیں۔ ہم کو بڑش گورنمنٹ پر پورا اعتماد ہو کہ اُس کے ہاتھ سے نہ صرف ہماری بلکہ کسی کی
 بھی حق تلفی ہوئی نہیں اور ہوگی بھی نہیں۔ اور یہ جو بعض باتوں کی لم ہماری سمجھ میں نہیں آتی تو
 جب تک ہم خود گورنمنٹ کے پوزیشن (جگہ) میں نہ ہوں گورنمنٹ کی مشکلات کو ہم رالائزہ بخوبی
 اندازہ کر نہیں سکتے۔ ہم پر گورنمنٹ کے احسانات اتنے ہیں کہ ہم کو اُن ہی کی شکر گزاری سے فرصت
 نہیں ہونی چاہئے۔ پس بجائے اس کے کہ گورنمنٹ کی کارروائیوں پر بیٹھے مکہ چنیاں کیا کریں
 ہمارے حق میں کہیں زیادہ مفید ہو گا کہ اس مبارک گورنمنٹ کی مہربانیوں اور فیاضیوں سے
 پورا پورا استفادہ کریں اور یوں آدمی ناحق ناروا بدگمانی کرنے پر آئے تو وہ ہر ایک بھلائی کو بُرائی
 ڈھالے جا سکتا ہے۔ اب یہ بھاری تعلیم ہی ہو کہ یوں گورنمنٹ نے ہمارے ساتھ بے انتہا سلوک
 کیے ہیں مگر تعلیم کا سلوک گورنمنٹ کے احسانات کی بڑی لمبی فہرست کے سرے پر بڑے موٹے
 موٹے حرفوں میں جن کو اندھا بھی پڑھ سکے اب زور سے لکھنے کے لائق ہے۔ یہ وہ سلوک نہیں ہے جو کبھی
 کسی بہتر سے بہتر حاکم نے اپنی رعیت کے ساتھ کیا ہے بلکہ وہ سلوک ہے جو کبھی کسی مہربان سے

مہربان باپ نے اپنے عزیز سے عزیز فرزند کے ساتھ کیا ہوگا۔ تاہم ایسے بہت سے لوگ ہیں خاص کر ہم مسلمانوں میں جن کے دل تعلیم کی طرف سے ابھی تک بھی صاف نہیں۔ یوں لوگوں میں طرح طرح کے اختلاف ہیں۔ زبانیں جدا جدا ہیں۔ ایک کی صورت ایک سے نہیں ملتی سب کی طبیعتیں یکساں نہیں۔

گہرائے رنگ رنگ سے ہو رونق حسین | ای ذوق اس جہاں کو تریب اختلاف سے

لیکن یہ اختلافات باہمی دوستی اور محبت اور ارتباط کے مانع نہیں ہوتے۔ یہ شرف خدا نے کچھ مذہبی ہی اختلاف کو دیا ہے کہ اس کدورت کو کبھی دلوں سے نکلنے دیکھا ہی نہیں۔ بڑشس گورمنٹ ہندوستانیوں کے پیچھے کتنی ہی اپنی جان کیوں نہ مارے چاہئے کہ یہ اس کا احسان حق قدرہ دجیسا ماننا چاہئے، مانیں یا اس کی طرف سے پورے پورے مطمئن ہوں۔ کیا تذکرہ یہ نہیں کہ ہندوستانیوں کی طبیعتیں نا احسان منداور بے مروت واقع ہوئی ہیں۔ نہیں۔ وہ کجعت مذہبی اختلاف اعتماد کے پیدا ہونے کا مانع ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ جب کہ اختلاف مذہب پر اختلاف ملک اختلاف قوم اختلاف زبان اختلاف رسم و عادت چند در چند اختلاف مستر ادہوں۔ اور یہ عام انسانی نچرل ویکنس طبیعی کمزوری ہے اور خود انگیز اس سے کب بری ہیں الا ماشاء اللہ۔ سو ویسے ہی الا ماشاء اللہ ہم میں بھی ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ جو سید احمد خاں کو چھوٹی گیا ہے وہ بھی الا ماشاء اللہ میں اس کو لوگ گورمنٹ کی طرف سے بدگمان ہیں اگرچہ ناحق بدگمان ہیں ملک کی سرسبز اور رونق اور اس باہر طینان اور عافیت اور ترقی سے تو انکار کر نہیں سکتے۔ ورنہ آسمان کا تھوکا لٹاٹھ پرائے یہ کھ کر جلے دل کے پھوٹے پھوٹا کرتے ہیں کہ انگیز سرسلا کو بھیجا کھانے والے ہیں۔ کوئی کام نہیں جس میں ان کی ذاتی منفعت مضمحل ہو یعنی جو کچھ ظاہر میں سبک کے فائدے کے لیے کرتے ہیں اس میں بھی تو پہلے اپنا فائدہ سوچ لیتے ہیں۔ یا اگر یہ تاویل بھی کرتے نہیں بن جاتے جو چیز بد و تحسین کے لائق ہے اس کی داد کے دینے میں نخل و مضائقہ کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ مجھی سے لڑائی ہوتے ہوئے وہ گئی انگیزوں کی صنعت و ایجاد کا تذکرہ چاریل کا نام آیا تو ایک

صاحب بولے کہ خدا جانے کن مدتوں سے قسطنطنیہ میں حضرت سلطان روم کے صلیب کی لید وغیرہ اٹھانے کے لیے ریل کام میں لائی جاتی ہو کسی انگریز کی نظر پڑ گئی اور وہ نمونہ اٹھالیا۔ بات تو کچھ نہیں مگر ایسی ہی ایسی باتوں سے پتہ لگتا ہے کہ انگریزوں کی نسبت لوگوں کے کیسے خیالات ہیں۔ اور جب ایسے خیالات ہیں تو کیا وہ انگریزی عملداری کی قدر کریں اور کیا اس کی برکتوں سے مستفید ہوں۔ آدمی جب پریجو سٹہ دہگمان ہو تا ہے تو اس کو ایسی ہی ایسی بے ٹکلی سوچھا کرتی ہے۔ تعلیم پر تو بدگمانی کرنے کی تھار کوئی وجہ نہ تھی۔ مگر مذہبی تعصب کی آگ بھڑکتی ہے تو تر و خشک سبھی کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہے۔ تعلیم پر جیسے جیسے حملے ہوئے اور برہے ہیں کوئی سید احمد خاں کے دل سے پوچھے۔ اگر تعلیم شرط نوکری نہ ہو تو پارسیوں اور بنگالیوں کی تو کوئی نہیں جاتی۔ مسلمان بھائی تو بھول کر بھی اس رستے نہ چلیں حال تو یہ ہے کیا کسا جاسکتا ہے کہ اسلامی زمین میں تعلیم کے پودے نے جڑ بچڑی ہے ہرگز نہیں کھنچیں۔ *لَا تَحْبِبْنِي اِنْ اَجْنَبْتُ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ شَرٍّ اَيَّ* (جیسے گندی جڑی بوٹی مٹی کے اوپر اور چم کھڑی ہوئی جس کی جڑ نہیں) اس سے کہ علی گڑھ محمدن کالج ماشار اللہ چشمہ دور یو ما فیو مارونق پرتا جاتا ہے طلبہ کا شمار بڑھ رہا ہے۔ ہارنٹے بورڈنگ ہوسوں (طلبہ کے رہنے کے مکانوں) کی سخت ضرورت ہے یا اسے کہ یہاں کی دیکھا دیکھی برٹش انڈیا میں ہر طرف تھوڑی یا بہت تعلیم کی تحریک مسلمانوں میں ہو رہی ہے ان باتوں سے اتنی خوشی تو بے شک ہے کہ نوکری کی طمع ہی سے سسی لالچ سچی سسی وہ اگلی سی مخالفت کچھ تو کم ہوئی کہ انگریزی تعلیم انگریزی نوکری انگریزی وضع یعنی ہر چیز جو انگریزوں کے ساتھ کسی طرح کی نسبت رکھتی ہے سب کو کفر و ارتداد سمجھا جاتا تھا رنگ تو کٹ گیا مگر دھبہ نہیں گیا۔ ورنہ اصل خوشی تو اس دن ہوگی اور اسی دن ہوگی جب تعلیم کو اوکھل کر اور پکار کر کیوں نہ کہوں انگریزی تعلیم کو مسلمان *طَلَبُ الْجَلْمِ كَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ* (ہر مسلمان پر علم کا سیکھنا فرض ہے) کہ کھیتے میں داخل سمجھیں گے مگر وہ دن افسوس ہے کہ زمانے کی پھل زقار کے لحاظ سے اتنا دور معلوم ہوتا ہے کہ اس نسل اور اس نسل کی نسل اور اس نسل کی نسل کو تو شاید دیکھنا نصیب نہ ہو۔ مگر اگر ہلک سیٹنگ (مجامع عام) میں شریک ہونے کا شوق ہوتا اور محکمہ میرا کانشنس (ایمان)

اُس کانگریس میں شریک ہونے کی اجازت بھی دیتا جو ان دنوں کاٹے پانی کے اس کنارے
 مدراس میں جمع ہو یا سید احمد خاں کے سے قوی جاذبے کا کوئی شخص ہوتا اور بھونکر بدستی بکڑا بلاتا تو
 میں کانگریس میں یہ تو ضرور پرویز (تجربہ پیش) کرتا کہ مسلمانوں کے لئے انگریزی تعلیم کے لئے کمپلری
 (جبری) کر دیا جائے ورنہ ان مسلمانوں کے اختیار میں چھوڑ دیا جائے گا تو بس یہ ایسے ہی کندہ
 ناتراش رہے جیسے ہیں یہ وہ ٹوٹتے ہوئے جواگ کے اشارے سے چلیں۔ لگام کی ٹھکی سے چلیں۔
 ٹھکاری سے چلیں۔ ایڑے چلیں۔ مہینے چلیں یا تازیانے سے چلیں۔ ان کو چاہیے اگلی جوان کے
 چٹھوں کا مار کے قہر کر دے سو گورنمنٹ تو ماشاء اللہ ایسی ڈرپوک ہی یا ڈرپوک کے لفظ سے بوسے
 بغاوت آتی ہو تو ڈرپوک نہ سہی محتاط ہی کہ جھوٹوں بھی مذہب کا نام آیا اور اس کے بدن میں تھر تھری
 چھوٹی۔ تو اس اڈیل ٹوک کو ہانگیں نہ ہانگیں سید احمد خاں۔ سو انھوں نے اپنی سی بہتری کی۔
 پارے خدا خدا کے وہ پیچھے ہٹتا تو گویا ٹوٹے کو یا توں بھی ڈالنے لگا مگر جھپکتے جھپکتے سو یہ جھپک
 مذہبی جھپک ہی نہ کھلے بھی پانہ بھی نکلے۔ کیوں جی اگر ہمارے ال کانگریس والوں کے سے ہوں
 تو کیا ہم شبہ نہیں کر سکتے کہ گورنمنٹ جو تعلیم کو کمپلری (جبری) نہیں کرتی اس کی اصل وجہ مذہبی
 انٹرفیرنس (مداخلت) سے بچنا نہیں ہے بلکہ اصل وجہ یہی ہے کہ گورنمنٹ ڈرتی ہے کہ ہمیں ہندوستانی تعلیم پا کر
 برابری اور ہمسری نہ کر لیں۔ ویسی ہی آزادی کے دعویدار ہوں جو رعایا سے یورپ نے ہر دور
 لے رکھی ہے۔ صنایع اور ہنرمندی کے بل پر یورپ کو مارکٹ سے مار پٹائیں۔ اگر ایسا ہو تو یورپ
 کے حق میں قیامت آجائے وہاں کی خلقت بھوکوں مرنے لگے۔ یہ اقلے تھے جو یورپ میں
 ہو رہے ہیں سب متفرع ہیں ہندوستان کی جہالت پر کہ ان کو سوئی اور چپک اور دیاسلانی
 اور ضرورت کی کل چیزوں کے لئے یورپ کے آگے ہاتھ نہیں اٹھاتا۔ یہی مذہبی مداخلت
 سو کچھ نئی بات ہمیں کیا گورنمنٹ نے سستی اور دلتہ نشی کے رواج کھٹا موقوف نہیں کر دیا۔ ابھی
 چند روز کی بات ہے کہ ہندو ہتھیار ہی غل جاتے رہے۔ چھوٹی عمر میں لڑکیوں کے بہا کو سنگس
 جرم کیا گیا۔ اور مذہبوں میں شرع و شاستر پر کوئی پابندی نہیں ہو رہی۔ مگر یوں کہو

کہ تعلیم کے عام کرنے کو کسی اور وجہ سے جی نہیں چاہتا۔ بہانہ یہ نکال کھڑا گیا کہ لوگ پلسری (جبری) تعلیم کو مذہبی انٹر فیرنس (مداخلت) سمجھ کر ناراضا مند ہوں گے۔ اور یہ بات گورنمنٹ کے فنڈا منٹل پرنسپلز (اصل الاصول) کے خلاف ہے۔ لیکن گورنمنٹ لوگوں کے ایسے بیحدہ اور بے اصل اشتباہات سے اب بھی کب محفوظ ہو پھر یہ تو کانگرس والوں کی سی باتیں ہیں اور یہ محل ان کے کہنے اور ظاہر کرنے کا تھا بھی نہیں۔ گورنمنٹ پر اپنا کچھ زور نہیں نہ وہ ہمارے سمجھانے کی محتاج ہی ہمارے اور گورنمنٹ کے تعلقات کا ردِ عمل (مخلصانہ) رہنے کے لئے حافظ شیرازی کی وہ نصیحت بس کرتی ہے۔

اگلے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

رموز مصلحت ملک خسرواں دانند

اچھا گورنمنٹ کے سامنے تو ہم نے اپنا کان اُٹھھا کہ اس کے خلاف ان شار الدیاب لفظ بھی نہ نکالیں گے مگر مسلمان چاہیں کہ پجری ان کو جین سے بیٹھنے دیں تو یہ ہونا نہیں یہاں تک کہ انگریزی ایسا رواج پا جائے جیسے کبھی عربی فارسی مروج تھی۔ یہ بات تو بالاجماع علی پاجلی ہو کہ انگریزی سے مسلمانوں کے گریز کرنے کی وجہ ان کے مذہبی سکروپلز (شکوہ) ہیں۔ آج میں اس مسئلے کے مائد اور ماعلیہ پر ذرا کسی قدر تفصیل کے ساتھ نظر کرنی چاہتا ہوں کہ ان سکروپلز (شکوہ) کی کچھ اصل بھی ہو یا نہیں۔ اگر ان کی کچھ اصل نہیں اور یہ لوگوں کا نرا واہمہ ہی واہمہ ہو تو کچھ خوف کی بات نہیں واہمے کا ثبات بس اتنا ہی ہو سکتا ہے جیسے بچوں کو بچا کا خوف کہ ایک وقت تک اُس کے نام سے ڈرتے پھر تیز آئے تیجھے اُس کی آنکھوں میں انگلیاں کرتے۔ اُدھر زمانہ عجور کر رہا ہی اُدھر سید احمد خاں نے دھوم مچا رکھی ہے۔

کیا یگانہ ہیں نیچی نیچی اوپر اوپر جاس گئی

لیکن اگر مسلمانوں کا انگریزی تعلیم سے بدگنا واہمہ بے اصل نہیں اور مذہب میں کسی جگہ پانی مڑتا ہو تو بھی نہ مانہ کی زبردستی سے تعلیم تو رواج پا کر رہے گی مگر کھیں سینکڑوں برسوں میں جا کر اور پھر بھی ویسی عام اور سوئڈ دہمتہ (اور سالڈ مستحکم) نہیں ہو گی جیسی کہ ہم چاہتے ہیں اور تعلیم

جب تک عام اور سوچا اور سارا لہ نہ ہو ملک اور قوم کے حق میں چنداں مفید نہیں ہو سکتی خصوصاً
 اس کا پیش (منافست) کے غنائے میں کہ لوگ ترقی کے کسی بڑے شاخ (شاخ) میں کسی حد پر قانع نہیں ہو
 بار بار انگریزی تعلیم انگریزی تعلیم کتنا پڑتا ہے تاکہ لوگ سمجھیں کہ جس تعلیم پر میں لکچر دے رہا ہوں اس سے
 انگریزی تعلیم مراد ہی لیکن میں ایک دم سے قطعی طور پر ظاہر کیے دیتا ہوں کہ مطلق سے ہمیشہ فرد
 کامل مراد ہوتا ہے اور اس تمام تعلیم میں سے صرف انگریزی تعلیم ہی کو فرد کامل کہہ سکتے ہیں تو اب میں
 انگریزی تعلیم نہیں بلکہ مطلق تعلیم کہوں گا اور اسے انگریزی تعلیم ہی مراد ہوگی۔ اسی طرح میں مطلق مذہب
 بولوں گا اور اس سے میری مراد ہوگی اسلام کیوں کہ میں بھی مسلمان ہوں اور میرے مخاطب بھی
 مسلمان ہیں اور جس طرح اقسام تعلیم میں انگریزی تعلیم فرد کامل ہے اسی طرح اور میں اس سے کہیں
 زیادہ قوت اور وثوق کے ساتھ یقین کرتا ہوں کہ دنیا میں جتنے مذہب کبھی تھے یا اب ہیں یا آئندہ
 ہوں گے سب میں فرد کامل اسلام ہی ہے اَلَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالٰتِ سَابِقَاتٍ (اللہ کے نزدیک دین تو بس
 دین اسلام ہی ہے)۔ اب پھر اصل مطلب کی طرف خود کرتے اور دیکھتے ہیں کہ تعلیم اور مذہب یعنی
 وہی انگریزی تعلیم اور مذہب اسلام دونوں کی مسائل (مشق) ہو بھی سکتے ہیں یا نہیں۔ اس میں ذرا بھی
 شک نہیں اور اس میں کلام کرنا نرمی ہٹ دھرمی ہے کہ تمام مذہب کی غرض و غایت ایک ہے اور غرض
 غایت کو مختلف عبارتوں سے کہہ سکتے ہیں مگر ہم اس کے لیے عام اور مختصر الفاظ اختیار کرتے ہیں انسان کی معاش اور
 معاد کی اصلاح کسی ایک مذہب کا نام لو جس کو تم ضعیف سے ضعیف اور خفیف سے خفیف سمجھتے ہو
 اور پھر انصاف سے دیکھو تو پاؤ گے کہ اس کے بانی کا یہی مقصد تھا اور بس چوں کہ دنیا اور مافیہا کی
 حالت میں تغیرات واقع ہوتے رہتے ہیں اور سب سے زیادہ انسان کی ممکن ہے کہ کسی مذہب کی کوئی
 خاص بات ایک وقت کے لیے مناسب ہو اور دوسرے وقت کے لیے نامناسب۔ لیکن اس
 اُس مذہب کی غرض و غایت پر کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ اس مذہب کے شارع نے اپنے
 نزدیک اپنے عہد میں وہی قاعدہ جو اُس نے قرار دیا انسان کی اصلاح کے لیے بکار آدھا اگر وہ قاعدہ
 بکار نہ نہیں رہا تو اس سے کہ وہ وقت نہیں رہا ویسے آدمی نہیں رہے ویسی اُن کی حالت نہیں ہے۔

یا بہت سے بہت سے جو تم کہہ سکتے ہو یہ کہ اس مذہب کے شارع نے غلط سمجھا یہ کہ اُس کا ارادہ
 فاسد تھا اور انسان کی اصلاح اُس کو مقصود نہ تھی نہ صرف یہ کہ آدمیوں کی حالت مرور زمانہ سے
 بدلتی ہی بلکہ ایک ہی عصر میں اختلاف امرجہ اختلاف آب و ہوا اختلاف مراسم و عادات کی وجہ سے
 لوگوں کی حالتوں میں اس قدر تنوع دیکھا جاتا ہے کہ گویا وہ ایک آدمی کی اولاد نہیں۔ ایک قانون جو
 ایک ملک میں امن کے قایم رکھنے کی کافی ضمانت ہو سکتا ہے شاید دوسرے ملک میں اُس کا اتنا
 بھی رعب نہ ہو جو تاج کل کے گورکھلوں (ادنی درجے کے مکتبوں) میں ایک پڑھارے معلم کا ہوتا ہے۔
 جو مارٹینیا تو درکنار لوگوں کی طرف نظر تیز سے بھی تو نہیں دیکھ سکتا۔ لاہور میں لارڈ لارنس کا سٹیج
 (تہ) کھڑا ہونے کے ایک ہاتھ میں قلم ہے اور دوسرے میں تلوار اور سٹیج کے نیچے لکھا ہے یہی یا اس کے
 مثال کوئی دوسری عبارت ڈیولڈا لگ ٹوبی گورنڈ بانی بن اور بانی سوورڈ ان دو باتوں میں سے
 تم کو کون سی بات پسند ہے کہ تم پر قلم کے زور سے حکم رانی کی جائے یا تلوار کے زور سے اس عبارت کا
 اُس کے سواے اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ آدمی بعض قلم کا دباؤ مانتے ہیں اور بعض تلوار کا کوئی کہیں
 (بید) سے ہلکا جاتا ہے کوئی آئرن راڈ (لوہے کی سلاح) سے۔ امیر کابل جو پھیلی دفعہ راول پٹھی کے
 دربار میں تشریف لائے تھے کہ بعض انگریزوں نے محض بقا ضائعے خلوص ان کو صلاح دی کہ
 حکومت کے بیچ کو ذرا ڈھیلا کریں امیر نے کہا کہ میری کرسی پر بیٹھو تو جالو کہ مجھ کو بیچ کے زیادہ کتنے
 کی ضرورت ہے۔ بیچ کو ذرا ڈھیلا کروں تو اس کے یہ منے ہیں کہ کابل کی حکومت سے دست بردار
 ہو جاؤں۔ اور بیچ بھی تو ہو ایسا ہی کا کنگس جیسا ان دنوں مدراس میں ہو رہا ہے کابل میں ہو تو
 ملک میں اس سرے سے اس سرے تک آگ لگ جائے جب یہاں میں اور کابل میں اتنا فرق
 ہے تو یورپ اور ایشیا اور افریقہ اور امریکا یعنی ساری دنیا کے لوگ کیوں کر ایک سے ہو سکتے ہیں۔
 اور جب آدمی ایک سے نہیں تو مذہب کا وہ حصہ جو اصلاح معاش سے متعلق ہے کیوں یکساں
 ہونے لگا۔

سب سے بہتر ہو تاکہ مذہب دنیا سے بالکل الگ تھلک رہتا۔ مگر یہ ممکن نہ تھا۔ انسان کی

طبیعت ہی ایسی واقع ہوتی ہے کہ ہر شخص ایک مُصیطر چاہتا ہے جو کراما کا تہین کی طرح ہمہ وقت اُس کی گردن پر سوار رہے اور وہ نہیں ہے۔ مگر مذہب باوجودیکہ مصیطر مذہب ہر ایک کے ساتھ لگا ہوا
 اَذِ اتَّخَذَ الْمُتَّقِينَ بِنِعْمَةِ رَبِّهِمْ أَقْبَادًا وَيَتَذَكَّرُونَ لَوْلَا أَلَّا كَذِبًا رَقِيبٌ عَنِّي (جب دور
 سننے والے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے جو کچھ وہ کہتا ہے سنتے جاتے ہیں کوئی لفظ اُنھ سے نہیں کانٹے پاتا
 مگر پاسبان اُس کے پاس موجود) اس پر بھی انسان کچھ سرشت بدی اور فساد سے باز نہیں آتا
 دنیا کا کیا حال ہو اگر لوگ قید مذہب سے آزاد ہو جائیں اُس وقت تو سید احمد خاں کو بھی
 چارونا چارہنم کا قاتل ہونا پڑے

اِس جبر پر تو ذوق بشر کا یہ حال ہے	کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے
------------------------------------	-----------------------------------

یورپ میں فرانس اور اٹلی دو مملکتیں ہیں جنہوں نے فی زعم اید منسٹر لین (طرز حکومت) سے
 مذہب کو خارج کر رکھا ہے سو تو زیری خود کشی اور بدکاری اور دغا بازی اور انواع و اقسام کے
 فسادات اس قدر شائع ہو گئے ہیں کہ آخر کار مدبران ملک مان گئے ہیں کہ مذہب کو اید منسٹر لین
 میں شامل کیے بدول ملک کی حالت ٹھیک نہیں ہو سکتی غرض دنیا کی درستی کے ساتھ چلنے کے
 لیے مذہب کا ہونا ضروری ہے کوئی سادہ مذہب بھی ہو لیکن سخت افسوس کی بات ہے کہ مذہب جس کا
 غرض وغایت ہی اصلاح وہی لوگوں میں فساد کا موجب ہو جیسا کہ ہوتا رہا ہے اور ہو رہا ہے جو لوگ
 صلح کل ہیں اور دنیا ایسے لوگوں سے کبھی خالی نہیں رہی وہ غرض وغایت کو دیکھتے اور مذہب کے
 اندرونی اختلافات پر نظر نہیں کرتے چند دنوں کے دیدانت اور مسلمانوں کے تصوف میں
 یہی رنگ بھگتا ہے ع باسملان اللہ اللہ بامرہ

جنگ ہفتاد و نامت ہمارا غریبہ	یوں یہ بدعت قیامت رہ افسانہ زرد
------------------------------	---------------------------------

اور اگر ان دو قول فرقوں میں نہ ہوتا تو یہ بدعت نہ ہوتا۔ کلام فرماتے تھے مازہ کی سختوں
 کے مار سے ان کے اکرے ٹکڑے ہی ہو سکتے اور ان کو اپنے بعد قندہ کے چل
 اکرے میں اگر ان کا ایم وہی رہا تو بوس نے جہاں بھی جاسے کچھ نہیں کہ سیاہی نہ ہوئی اور شرت سے

لوگوں کو اپنا ہم خیال نہ کر سکے اس واسطے کہ انھوں نے اپنا مال اور کھانا اور گھر گری اور یوں
 بھی غرض وغایت پر نظر رکھ کر مختلف مذہبوں کے رکُنسائل کرنے کا ارادہ اس سے زیادہ کیا
 کامیاب ہو سکتا تھا جیسے کوئی شخص طب یونانی اور طب انگریزی کو رکُنسائل کرنا چاہے صرف
 اتنی بات پر کہ دونوں کی غرض وغایت دفع مرض اور حفظ صحت ہو۔ غرض وغایت کے متحد ہونے
 سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو مختلف ذریعے اس غرض وغایت کے حاصل کرنے کے لیے کام میں
 لائے جا رہے ہیں وہ سب یکساں طور پر موصل الی المطلوب بھی ہیں۔ اگر صرف شرائع کا اختلاف
 ہوتا تو شاید وہ چنداں پروا کرنے کے لائق نہ تھا اور شرائع کا حسن و قبح شاید ہم دنیا میں بھی معلوم
 کر سکتے تھے مگر مذہب کے ساتھ ایک دوسرا جزو اہم صلاح معاد کا بھی لگا ہوا جو طریقے صلاح
 معاد کے لیے عمل میں لائے جاتے ہیں ان کی صحت اور غلطی ہم پاس ہستی میں منکشف ہو نہیں سکتی
 وہ طریقے متعلق ہیں اس ہستی سے جس کو آخرت یا عاقبت کہتے ہیں۔ اس آنے والی ہستی کے
 بارے میں ہماری ذاتی معلومات کچھ بھی نہیں۔ روئے زمین کی وسعت پر نظر کریں تو اس کا
 بہت ہی تھوڑا حصہ ہمارا چشم دید ہے اس پر بھی علم خیرانیہ کے ذریعے سے ہم زمین کے چھپے چھپے کا
 حال معلوم کر سکتے ہیں کیوں کہ اگر ہم ساری زمین کا احاطہ نہیں کر سکتے تو کسی حصے میں زید کسی
 میں خالد کسی میں ولید پھنچا ہو اور ان لوگوں کے مشاہدات کتابوں میں مدون ہیں اس آنے والی ہستی
 میں گئے تو بے شمار آدمی مگر کسی کو لوٹ کر آنا نصیب نہ ہوا۔

حال عدم نہ کچھ کھانا اگر دے ہو رنگاں پہ کیا | کوئی حقیقت ان کرکنا نہیں بری بھسلی

سرے سے اس ہستی کا ہمارے پاس کچھ ثبوت نہیں اور ہو تو بس اسی قدر کہ ہمارا دل گواہی دیتا
 ہے کہ ہماری روح فانی نہیں اور دنیا کا انتظام متقاضی ہے کہ انسان کو اس زندگی کے بعد ایک
 جگہ کی ہستی ہو اور اس ہستی میں اس کو اپنے کیے کا بدلہ ملے۔ تاہم سب کی اتنی بڑی وسیع عمارت بس
 ایک خیال پر مبنی ہو اس خیال کو اگر کوئی واہمہ سمجھے تو یہاں ساواہمہ ہے کہ دنیا میں کوئی یقین اس کے
 برخلاف کو نہیں پہنچتا یقیناً اس کا انحصار ان ہی چیزوں میں تو نہیں ہے جو ہم کو اپنے حواس ظاہری

سمع و بصر وغیرہ کے ذریعے سے دریافت ہوں۔ جو اس ظاہری کے علاوہ ہم کو جو اس باطنی بھی عطا ہوئے ہیں مگر یہاں تک مہذب فیاض عقل و علائقہ کا فیضان عام ہے جس سے کوئی جاندار محروم نہیں کسی کو کم کسی کو زیادہ جو اس ظاہر و باطن کے علاوہ ایک حاسہ عقل اور بھی ہے کہ وہ انسان کے سوا کسی مخلوق کو عطا نہیں ہوا جو معلومات ہم کو اس کے ذریعے سے جمع کرتے یہ حاسہ عقل ان میں طرح طرح کے تصرفات کرتا ہوا ازاں جملہ جزئیات سے کلیات کا استنباط کرنا اور پھر کلیات سے نئی نئی جزئیات پیدا کرنا۔ اور دنیا میں جتنی ایجادیں ہوتی ہیں اور ہوتی ہیں وہ سب متفرع ہیں اسی اصول پر یہ نہیں کہ اس کی توضیح مزید کے لئے میں سائنس (علوم حکمت) کی کوئی مثال نہیں دے سکتا ایک دو نہیں بہت سی مثالیں دے سکتا ہوں۔ مگر وہی دقیقہ لوسی مثال کیوں نہ لوں جس سے ہم مسلمانوں کے کان آباغین جدا نشاں ہیں۔ **كُلُّ حَيَوَانٍ يَتَحَرَّكُ فَكَيْفَ لَا اسْفَلَ عِنْدَ الْمُنْعِ**۔ (جتنے جانور ہیں کھاتے وقت ان کے منہ کا نیچے کا جڑا حرکت کرتا ہے) ایک کلیتہً ہم نے بہت سے جانور دیکھے ہوں گے تو فرض کر لو کہی سو قسم کے اور دنیا کے تمام آدمیوں نے ابتداء سے لے کر اب تک کئی سو نہیں کئی ہزار سی لیکن سوہوں یا ہزار یا لاکھ یا کروڑ ہم کو کلیتہً بنا لینے کا منصب نہیں تا وقتہ کہ اگلے جزئیات ہمارے مشاہدے میں نہ آئیں اور یہ ہو نہیں سکتا تو معلوم ہوا کہ مشاہدہ جزئیات کی ایک حد ہے جس پر پونج کر ہم کلیتہً بنا لیتے ہیں جس کے یہ منہ ہیں کہ جو حیوانات ہماری نظر سے گزرے نہیں دیکھے ہوئے جانوروں کے قیاس پر ہم ان پر بھی وہی حکم لگا دیتے ہیں اب اگر کوئی جانور ہمارے سامنے آئے بس کہ ہم نے کبھی دیکھا ہو اسی کلیتہً کل حیوان **يَتَحَرَّكُ فَكَيْفَ لَا اسْفَلَ عِنْدَ الْمُنْعِ** کے بنا پر ہم یقین کر لیں گے کہ اس کا بھی قلب اسفل عند المنع متحرک رہتا ہو گا گو ہم نے اس کو منفع کرتے نہ دیکھا ہو۔ اور جب ہم اس کو منفع کرتے اور فکات اسفل ہاتے دیکھتے ہیں تو ہم یقین ہو جاتا ہے کہ ہم نے کلیے کے بنانے میں غلطی نہیں کی یہ حاسہ عقل ہی تو ہے جس کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات کہلایا اور وہ اشرف المخلوقات ہی بھی۔ ورنہ بعض بعض باتوں میں جانور بمقدار اس سے افضل ہیں ایسی باتیں ہر وقت ہوتی ہیں۔ ورنہ ذرا سی باتیں یہ کہ یہاں ۱۰ کوست اور مچھ اور بچھا تک

بے تکلف اڑے اڑے پھرتے ہیں۔ مگر انسان کے لیے وہ ایسی مشکل ہو کہ یورپ کے بے چین لوگ ہاتھ پاؤں بہتیرے مارتے ہیں مگر آج تک تو کوئی پرواز پر قادر ہوا نہیں۔ لیکن کیا اس ایک پرواز سے بطور انسان سے افضل ہو گئے حاشا و کلا لاکھوں کروڑوں بطور انسان کے ہاتھ سے ہلاک ہوتے رہتے ہیں اور لاکھوں کروڑوں اس کی قید میں ہیں۔ تو انسان کی فضیلت کا سہہ میں ہو۔ اس کے حاسہ عقل میں۔ کہ گواہ اس کا جسم پرواز نہیں کر سکتا مگر اس کے ذہن کو ہلا کی قوت پرواز دی گئی ہے۔

باوجود اس کے کہ پروا بال نہ تھے آدم کے

واں یہ بھنپا کہ فرشتوں کا بھی مقدر تھا

وہ ذہنی پرواز کیا ہو یہ کہ وہ پرندوں کی پرواز کی کٹھن کشن (ساخت) کو دریافت کر تا ہو کہ پرندوں کے جسم کی ترکیب کس طرح پر واقع ہوئی ہو کہ وہ پرواز کر سکتے ہیں۔ گواہی اڑ نہیں سکا۔ گواہ نے بے اڑنے کے لم دریافت کر لی ہو اور اس سے کچھ دور نہیں۔ بلے پر کی تو وہ اب بھی اڑتا ہو کسی نہ کسی دن آپ بھی بے پر کے اڑنے لگے۔ کیوں کہ پرواز سے بہت زیادہ زیادہ عجیب عجیب کام اس نے کیے ہیں اور کر رہا ہے۔ لیکن یہاں آدمیوں کا مذکور ہے یعنی اہل یورپ کا نہ ہم منظور کا کہ ہم تو ان کے مقابلے میں جانور و وحش بھی گئے گزرے ہیں۔ ہماری پرواز کی حد تو ہمیں تک ہو کہ عملی گھڑ کا بچ کے شیر پی ہال میں جلسہ ہونے کو ہوا طالب العلم اچک اچک اور چھدک چھدک کر اوپر گیلری میں جا بیٹھے۔ نیز تو غرض یہ کہ انسان میں حاسہ عقل طبری چیز ہو اور اراکات عقلی ہم کو ایسا ہی یقین دلا سکتے ہیں۔ جیسے مشاہدات۔ اور دنیا کے تمام کاروبار اسی بنا پر چل رہے ہیں۔ تو اگر ہمارا دل گواہی دیتا ہو کہ خدا ہو اور ہمارا دل گواہی دیتا ہو کہ ہماری روح خالی نہیں۔ اور ہمارا دل گواہی دیتا ہو کہ دنیا میں نیکی اور بدی دو چیزیں ہیں ضد یکدگر۔ اور ان کے نتیجے ہیں اچھے اور بُرے اور جس طرح ہم اوپر سے وزنی چیز گرائیں اور وہ فاصلے اور وزن کے لحاظ سے اوپر یا سوز زمین پر گر کر پستے گی۔ اسی طرح نیکی اور بدی کے نتیجے ظاہر ہو کر رہیں گے۔ اور جس دن وہ نتیجے کامل طور پر ظاہر ہوں وہی آخرت یا عاقبت یا قیامت ہو۔ تو ہم نہیں سمجھتے کہ ان باتوں کو فیکٹس (واقعات نفس الامری) ماننے

کے لئے ہم کو کسی ثبوت کی بھی ضرورت ہے جس طرح ہم کو ایک چیز سفید دکھائی دیتی ہے اور ہم یقین کرتے
 ہیں کہ واقع میں وہ سفید ہے جس طرح ہزاروں عقلی باتیں ہم کو سوتھتی ہیں اور ہم یقین کرتے ہیں کہ واقع میں
 وہ ویسے ہی ہیں جیسے ہم نے سمجھیں تو کیوں ہم خدا کے ہونے اور روح کے باقی رہنے اور آخرت کے
 آنے کا یقین نہ کریں ہماری فطرت ہماری بناوٹ ہماری ہستی جیسے مشاہدات کا ثبوت ہی ویسے
 ہی اور اکالات عقلی کا بھی ثبوت ہے فرق صرف اتنا ہے کہ مشاہدہ ماہر سے دوسرے اور اکالات عقلی کی
 تصدیق ممکن ہے ان اور اکالات مذہبی کے لئے دنیا میں ایسی تصدیق کا موقع نہیں اور جب تصدیق کا وقت
 آئے گا تو اٹل کراس مقدم زندگی دنیا پر اپنا اثر نہیں ڈال سکے گا یَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ
 لَكَ فِئَافَئِمَّا كَذَبْتَ وَلَوْ أَنَّكَ لَكُنْتَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ (جس دن پروردگار کی نشانیاں
 میں سے قیامت کی نشانی آمو جو ہوگی تو اگر کوئی شخص پہلے سے ایمان نہیں لایا یا اُس نے ایمان
 کی حالت میں کوئی نیکی نہیں کی اب اس وقت اُس کو ایمان لانے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا) دنیا
 میں مذہبی اور اکالات عقلی کی تصدیق مشاہدہ نہ ہو سکے کی وجہ سے بہت سے لوگ لگے عاقبت سے
 انکار کرنے مگر ان کا یہ انکار من چاہے منڈیا ہلانے کی مانند ہو سکتا ہے جب کہ اندر سے ان کے
 دل بول رہے ہیں کہ قیامت آئی ہو وَرَأَوْا أَقْبَلَ أَنْ وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا وَالشَّاعِرُ كَذِيبٌ قُلْتُمْ
 مَا نَذَرُوا نَفْطًا إِنْ نَفْطًا أَوْ مَا نَحْنُ بِمُسْتَغْنِينَ (اور جب کہا جاتا ہے کہ اللہ کا
 وعدہ سچا ہے اور قیامت کے آنے میں دراشتک نہیں ہے تم اس کا جواب دیتے ہو ہم کو تو معلوم
 نہیں۔ ہاں ایک بول ہی سا خیال تو ہم کو بھی ہے مگر جس کو یقین کتے ہیں وہ نہیں درالان لفظوں پر
 خیال کرنا إِنْ نَفْطًا انکار نہیں ہے مگر یہ تسلیم بھی نہیں جو ایک اراک عقل کی نسبت ہوئی چاہیے
 جس جس پہلو سے دیکھتے ہیں انسان حقیقت میں مجاہد قنوتات جو اس کے ارادے اس کے
 حوصلے اس کی بہت کو کچھ تو درمیان زمین و آسمان نہ چٹکی رہا ہوا اور جیسے آپ تعریف البیان
 ہیں معلوم ہستی مختصر یہ ثابت قوت میں باتیں نہ ہوتے

خاک کے پتلے نے دیکھ لیا ہے مجاہد ہو شور	فرش سے سرعش تک کر رہا ہے اپنا زور
---	-----------------------------------

بل بے سمائی تیری اُت رے سمندر کے چور

سینے میں قلم کو رے قطرے کا قطرہ رہا

خدا نے آنے والی ہستی کی اس کو ایک جھلکی تو دکھادی کہ اس کے دل میں اُس کی گواہی ہو جودہی
اور کسی مصلحت سے بچشمِ سر دکھانے میں کیا مضائقہ طبیعت تو اس کی بے چین تھی ہی اب اس کا حال یہ
ہو کہ نہ تو اس خیال کو چھوڑ سکتا ہو کہ طبیعت نہیں مانتی اور نہ اُس ہستی کی پوری پوری کیفیت معلوم
کر سکتا ہو کہ وہاں تک رسائی نہیں پس اس کی مثال اُس نجینہ کی سی ہو جو ایک نئی کل کے بنانے
کی فکر میں ہو۔ منصوبے تو ہیرے ذہن میں ہیں مگر آلات مساعی نہیں کہ کسی منصوبے کو عمل میں لا کر دیکھے
اور یہ کلیں جو ایجاد ہو کر تھیں تو ان کا یہی قاعدہ ہو کہ ایک منصوبہ ذہن میں آیا اُس کو بنا کر دیکھا
بسا اوقات ایسا ہوا ہو کہ سوچا کچھ اور نکلا کچھ آخر کار بن بچو کر ایک بات پیدا ہو جاتی ہو اور اُس میں
اصلاح و تزئیم ہوتی رہتی ہو۔ مذہبی منصوبوں میں یہ طبعی قباحت ہو کہ ان کا صحیح و غلط ہونا ہم کو اس
زندگی میں معلوم نہیں ہو سکتا یعنی مذہبی منصوبوں پر کوئی چاب (روک) نہیں ہر شخص ایک منصوبہ
سوچتا ہو اگر وہ صحیح ہو تو دوسرے سے اُس کی صحت تسلیم کرانی مشکل اور غلط ہو تو اس کی غلطی کی گرفت
دشوار ہو۔ یہ پہلی سبب ہو کہ کیوں مذاہب میں اس کثرت سے اختلاف ہو اور کیوں اختلاف مذاہب
یونانیوں باطریقہ جابر ہا ہو و کوشاء اللہ جمیعہ اُمۃً و احداً و کلایز الون مختلفین الا من
رحیم ربک و لذلک خلقتہم (اور اگر خدا چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی مذہب کا کر دیتا اور
ہمیشہ اس میں اختلاف کرتے رہیں گے مگر جس پر خدا کی مہر ہو اور اسی۔ یعنی انسان کو پیدا کیا ہی اختلاف
مذاہب کو پڑتا ہوا دیکھ کر لوگوں کی طرف سے بدگمان نہیں ہونا چاہیے کہ دنیا میں بے دینی پھیل چکی
ہو۔ نہیں اختلاف کی ترقی اس بات کی دلیل ہو کہ لوگ کثرت سے دین پر متوجہ ہیں۔ اختلاف
مذاہب میں لوگوں کا قصور نہیں۔ قصور اگر ہو اور میں اس کو قصور سے تعبیر بھی کر سکوں تو نفسِ مذہب
کا ہو۔ وہ مضمون ہی ایسا ہو جس کے شکوک اس دنیا میں حل ہو ہی نہیں سکتے اگرچہ یقیناً
معلوم ہو کہ اختلافِ مذہب تا قیامت رقع نہیں ہو سکتا اور اسی لئے روزِ قیامت کا دوسرا نام
ہو قَوْمُ الْقُفُل اور اس کی وجہ تسمیہ بھی قرآن میں جابجا اور بار بار بیان فرمادی ہو قَوْمٌ لَّکُمْ مَّا لَکُمْ

قِيَمَةُ كَيْفِيَّتُهُمْ دَعَمَ جَنِّ بَاتِلٍ مِّنْ تَمَلُّكٍ لُّوْغٍ اِخْتِلَافٍ كَرَسَ هُوَ قِيَامَتِ كَيْفِيَّتُهُ مَنَاسِبُ كَيْفِيَّتِهِ
 دے گا، غرض اگرچہ اختلافِ مذہب تا قیامت رفع ہونے والا نہیں لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا
 چاہیے کہ ہم رفع اختلاف میں کوشش نہ کریں۔ اس اختلاف کے خطرناک نتیجے عاقبت میں تو
 جب ظاہر ہوں گے تب ہوں گے کہ ایک مقام پر فرماتے ہیں ذٰلِكَ يَوْمٌ يَّجْمَعُ لَهٗ النَّاسُ
 وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ وَمَا تَوْجِیْہُہٗ اِلَّا لِجَلِّ مَعْدُوْدٍ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِہٖ
 فَمِنْهُمْ شَقِيْۢمٌ وَسَعِيْدٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فِی النَّارِ لَہُمْ فِيْہَا ذُرِّیُّوْنَ وَشَقِیْقٌ خَالِدِیْنَ فِيْہَا مَا
 دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ اِنَّ رَبَّكَ نَقَّالٌ یَّابِیْہُہٗ وَمَا الَّذِیْنَ سَعِدُوْا فِی
 الْجَنَّةِ خَالِدِیْنَ فِيْہَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ عَطَاءٌ غَیْرُ مَحْجُوْدٍ۔
 یہ وہ دن ہے جس میں سب آدمی ایک جگہ جمع کیے جائیں گے اور یہی وہ دن ہے جس کو سب آدمی
 دیکھ لیں گے اور ہم اُس کے لانے میں دیر بھی کر رہے ہیں تو مدد و سپہندوں کی جس وقت
 وہ دن آمو جو ہو گا کسی کو بات کرنی کی مجال نہ ہو گی مگر خدا کے حکم سے۔ پھر لوگ بعض بد بخت
 ہوں گے اور بعض خوش نصیب تو بد بخت لوگ دوزخ میں جائیں گے اور وہاں چلائیں اور دباؤں گے
 اور اسی حالت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم ہیں مگر جو خدا کو منظور ہو خدا
 جو چاہتا ہو کر گزرتا ہو اور جو خوش نصیب ہیں وہ بہشت میں ہوں گے اور اُسی میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے
 جب تک آسمان و زمین قائم ہو مگر جو خدا کو منظور ہو یہ بخشش میں ہیں جن کو انقطاع نہیں، غرض اختلافِ
 مذہب کے خطرناک نتیجے عاقبت میں تو جب ظاہر ہوں گے تب ہوں گے۔ اس اختلاف نے
 دنیا ہی کے برباد کرنے میں کیا اُٹھار کیا سب سے بڑا جرم ہے کہ انسان مرتکب ہو سکتا ہے قتل اور
 غور جرمی دزدان و غریبی کے متعدد داسیاں کئے ہیں لیکن تمام اسباب نشیۃ القیوم اور نادر الوقوع ایک طرف اور
 اختلافِ مذہب ایک طرف اس پر بھی اختلافِ مذہب ہی کچا پتہ بھار سی رہے گا۔ یہ خیال تو
 یہ کہ جتنے خون ابتداء سے دنیا سے آج تک اختلافِ مذہب کی وجہ سے ہوئے ہیں اگر سب کا
 جمع کیا جائے گا تو ایک دریا سے خون بہتا ہوتا لیکن مذہب الہی اسفاک ہو کہ وہ اس کو بھی دیکھ

پکارا اٹھا اھل من مزیں (کچھ اور بھی ہے) بات یہ ہو کہ لوگ اس قدر مستعجل ہیں کہ قیامت کے فیصلے کا انتظار نہیں کر سکتے اور ہر مذہب والا چاہتا ہے کہ دوسرے مذہب کے لوگوں کو نصیحت پہنچی سے معدوم کر دے۔ مسلمان تو ناحق میں بدنام ہیں گو دمی ڈاگ اسے بیڈ نیم ایڈون گٹ ہم اوٹ (گتے پر ناحق الزام لگاؤ اور لات مار کر باہر کرو) کوئی ایک مذہب والا تو کہے کہ اُس نے موقع پا کر ٹاریشن قتل، دکھایا ہو عیسائی جن کے مذہب کا یہ اصول ہے کہ اگر تیرے ایک گلے پر کوئی طماچہ مارے تو دوسرا بھی اُس کے آگے کرے کہ اس پر بھی دست شفقت پھیر اور جب تک آدمی ایسی موٹی نہ بن جائے آسمانی باپ کی بادشاہت میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔ کرو سیڈ عیسائیوں کے جہاد کے ہار بل کا لیکوئسنسز خوفناک نتائج سے قطع نظر کرو عیسائی اگر ایسا مزاج رکھتے ہوتے تو انڈیا میں دو اکو ڈھونڈے نہ ملتے۔ بین از دی میں آل دی ورلڈ اوور دستام دنیا کے آدمی کچھ ایک ہی طرح کے نہیں ہیں، ۵

ہر یکے نا صبح برائے دیگران	نا صبح خود یا فتم کم در جہان
----------------------------	------------------------------

الغرض مذہب کا یہ بڑا خطرہ اجل ہے کہ وہ لوگوں میں التیام و ارتباط قائم نہیں ہونے دیتا اور اتفاقی ایسی بد بلا ہے کہ غصوں شخصوں میں ہو تو اور قوموں قوموں میں ہو تو دونوں ہی فریق اس نقصان اٹھاتے ہیں تو اگر ہم اس آگ کو بالکل بجھا نہ سکیں کم سے کم اتنا تو کریں کہ اس کو اور زیادہ نہ بھڑکنے دیں۔ مگر سخت افسوس کی بات ہے کہ جن لوگوں نے اس آگ کو بجھانا چاہا پانی کی جگہ گلے کر دیں آئل دمی کے تیل کی بھر مار کرنے پس اب وہ آگ ایسے زوروں پر ہے کہ شاید سمندر کا پانی بھی اس کو نہیں بجھا سکتا۔ آپ سمجھے کہ کرو سن آئل سے میں نے کیا مراد رکھی ہے کہ دین آئل سے میری مراد ہے مذہبی مناظرے۔ کہ مناظرے کے جو طریقے مناظرین نے اختیار کیے دلوں کے دکھانے والے اور ضد اور مخالفت کے پیدا کرنے والے تھے۔ اور بجائے اس کے کہ مناظرے سے التیام کی کوئی صورت پیدا ہو عداوتیں قائم ہو گئیں۔ دہی جیسا ابراہیم ؑ نے فرمایا تھا۔ بَدَا عَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا اَدَهْمَ مِنْ اَوْتَمِهِمْ میں ہمیشہ کے لیے لکھلی دشمنی ہو گئی، اگر

مذہب دنیا سے سروکار نہ رکھتا ہو تا تو کچھ بھی بات نہ تھی موسیٰ بدین خود عیسیٰ بدین خود۔ مگر بڑی
 مشکل یہ آکر پڑی ہو کہ بے مذہب کے دنیا کا کام چل نہیں سکتا۔ انسان اس طرح کا ٹخنہ زور تو ہو
 کہ مذہبی لگام کے بدون کسی ڈھب سے قابو میں آنے والا نہیں۔ یہ جو اتنا امن دنیا میں دیکھتے ہو
 گو سلطنت اور حکومت کو بھی اس میں کسی قدر دخل ضرور ہو مگر بڑا دخل مذہب کا ہو۔ ایک ملک
 فرض کرو جس کے باشندوں کو خدا کا خوف ہو نہ عاقبت کا اندیشہ پھر دیکھیں تو کون سے منظم گو
 وہ انگریزی کیوں نہ ہوں اس کا انتظام کیسے لیتے ہیں۔ غرض مذہب سے تو کسی طرح چھٹکارا
 نہیں۔ آدمی ہو تو جس طرح وہ بادی البشرہ مستقیم القامہ علیٰ الضلالہ فارہو لیس (مذہبی) بھی ضرور ہو
 اور رلیجن (مذہب) ہو تو رلیجن کے اختلاف بھی ضرور ہو اور اختلاف ہو تو اس
 کے ساتھ کشمکش بھی ضرور ہو۔ یہ کشمکش ہمارے اس بد مذہب ملک میں چند روز سے
 بہت ہی اشتداد پکڑ گئی ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندو مسلمان جن کا پولی دامن کا ساتھ
 ضرب المثل تھا۔ اب ایک جگہ امن سے نہیں رہ سکتے اور سچ بھی تو ہے جب تک انکو کھے تھے
 پولی اور دامن کی ضرورت تھی اب نئی قسم کے کوٹ چل پڑے ہیں جو پولی اور دامن دونوں
 سے بے نیاز ہیں۔ کبھی آپ صاحبوں نے اس بات میں غور کیا ہو کہ برہمن ماضی ہندو مسلمانوں
 کے جھگڑے کیوں از سر نو تازہ ہو گئے ہیں ہم کو تو یہ تو قہر تھی کہ انگریزی تعلیم پالائش سکھاتی اور تعصب
 جمالت کی ظلمتوں کو دور کرتی ہو۔ عجیب نہیں رفتہ رفتہ ہندو مسلمان ایک ہو جائیں۔ مگر واقعات
 بتا رہے ہیں کہ ایک ہونا کیسا ہندو مسلمان دو خط ہیں متفرق الملاقات لیکن ہندو مسلمان اس
 ملک میں کوئی نئے اگر نہیں بسے دونوں مذہبوں میں کوئی انوکھی بات پیدا نہیں ہوئی۔ سلطنت
 جس کے پیچھے ایک کو ایک کھائے جاتا تھا خدا نے دونوں سے کریم سے حق دارے ملے
 کر دی پھر یہ پیٹے پٹھائے ہوا تو کیا ہوا کہ کسی کی اگلی بھولی بھری خصوصیتیں از سر نو تازہ گئیں۔
 ہاں تو ہوا یہ کہ انگریزوں نے دونوں کی باگیں اٹھیں چھوڑ دیں۔ آزادی کے خط سے تو کوئی انگریزی
 دماغ خالی رہا۔ ان میں نے نہ دیکھا تھا کہ دنیا میں راکھ دو لوگوں کی ایک دولت آزادی ہے

اور یورپ میں ساری رونق اور خوش حالی اسی آزادی کے دم قدم سے ہو۔ رعیت پروری کے جوش میں اگر اس بات پر تو ان کی نہیں کہ نیٹوز کو اس نشے کی سہارا بھی ہوا نہیں۔ بے سوچے سمجھے سب کو خود مختار کر دیا۔ پس انگریزوں اور ہندوستانیوں کی ویسی ہی مثال ہو گئی کہ ایک نادان ماں نے دودھ پیتے تھے بچے کو قومی غذائیں کھلائی شروع کیں کہ جلدی سے بڑا ہو جائے۔ بچہ قومی غذاؤں کو ہضم نہ کر سکا اور آخر کار ہلاک ہو گیا۔ انگریزوں کی سلطنت کو ایسے کون سے قرن گزر گئے تھے چند سے اور صبر کیا ہوتا ہندوستانیوں میں انگریزی مذاق اچھے طرح سے رچ جاتے تو بدتر سچ ان کو آزادی دینے کا مضائقہ نہ تھا۔ انگریزی مذاقوں کا حال یہ ہے کہ معدودے چند کو توڑا اور بھاریں ہندو اپنے سوا بے بھی کو بھڑٹ (دنیاک) سمجھتے ہیں ازاں جملہ انگریزوں کو بھی رہے مسلمان سوان کے مذاقوں کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ فقیر اپنی ہی پرانی وضع کو نبھا ہے چلا جاتا ہے جو اسی میں آسائش بھی ملتی ہے اس پر صرف اتنے تعلق سے کہ کافر نس میں برسوں دن اگر کچھ دے دیتا ہوں وہ بھی طوعا نہیں بلکہ کرہا اور اپنے رعم میں سید احمد خاں کی لاگ لپیٹ کی بھی کوئی بات نہیں کہتا مگر چوں کہ کافر نس کی ابتدا سید احمد خاں سے ہے اور سید احمد خاں مسلمانوں میں انگریزی کا رواج دینا چاہتے ہیں اور انگریزی انگریزوں کی زبان ہے اور انگریز نصاریٰ ہیں اور نصاریٰ مسلمانوں کے نزدیک کافر ہیں اور کافر مستوجب نار ہیں اتنے تعلق سے اگر اس کو تعلق کھ سکتے ہیں تو فقیر کو لوگ کافر بتاتے ہیں اور کافر نہ بھی کہیں مگر قسم کھانے کی بات ہے کہ مسلمان تو نہیں سمجھتے ۵

ایک مومن با صفا و اہم کافر	ایس درجہ ملک یک مسلمان نبود
----------------------------	-----------------------------

کفر تو آپ نے بہت سنے ہوں گے مگر میرے کفر مسلسل کو دیکھیے گا کہ کیسا درجہ بدرجہ قلیئر ہوتا چلا آیا ہے۔ کافر بہت مگر کوئی ایک تو کفر کا ایسا شجرہ دکھائیے۔ مجھ کو اپنے کفر کے سلسلے پر بچوں کی ایک حکایت یاد آئی کہ ایک چڑیا کہیں سے ایک دانہ اناج کا اٹھالائی اور وہ دن اُس نے لاکر کسی ایک لکڑی پر رکھا کہ اطمینان سے بیٹھ کر کھائے لکڑی میں تھا شگاف وہ دن

درزیں چلا گیا اب یہ بہتر سے جتن کرتی ہو چونچ دانے تک نہیں بھینچتی۔ ناامید ہو کر بیچارہ فریاد کرتی پھرتی تھی۔ کاٹ دانہ دیتا نہیں چگوں سو کیا۔ کو سے نے کہ یہ بڑا سیانہ جانور ہو اور اس کے سیان پت کا نتیجہ بھی معلوم ہو اس کو صلاح دی کہ کسی بڑھتی سے جا کر کھد وہ کاٹ چیر دے گا۔ اور تیرا دانہ تجھ کو مل جائے گا۔ چڑیا دوڑی دوڑی بڑھتی پاس گئی اس نے کاٹ کے چیرنے سے انکار کیا تو چڑیا ہر ایک سے فریاد کرتی پھرتی تھی۔ بڑھتی کاٹ چیرتا نہیں کاٹ دانہ دیتا نہیں چگوں سو کیا۔ پھر وہ راجہ پاس گئی کہ بڑھتی بڑھتی کرے۔ راجہ نے بھی اس کی فریاد نہ سنی تو وہ کہتی تھی راجہ بڑھتی ڈانڈتا نہیں بڑھتی کاٹ چیرتا نہیں کاٹ دانہ دیتا نہیں چگوں سو کیا۔ پھر چڑیا رانی پاس گئی کہ راجہ سے روٹھ جاؤ اس نے بھی نہ مانا تو چڑیا کہتی تھی رانی راجہ سے روٹھتی نہیں۔ راجہ بڑھتی ڈانڈتا نہیں بڑھتی کاٹ چیرتا نہیں کاٹ دانہ دیتا نہیں چگوں سو کیا۔ اسی طرح چڑیا چوہے اور بلی اور کتے اور لالھی اور آگ اور پانی سب کے پاس فریاد لے گئی اور کاٹ سے دانہ اگوا کر رہی ہیں دیکھتا ہوں تو اس کی فریاد کا سامنا میرے کفر کے سلسلے کے متوازی چلا جاتا ہے غرض کیا ہندو کیا مسلمان آزادی کے فیضانے کا غلط نہ ان کا تھا نہ ان کا۔ انگریزوں نے آکر لاپچی آزادی کی دو آتشہ براڈھی۔ پینا تھا کہ گئے بنکارے۔ کچھ تو مدراس میں پڑے بہک رہے ہیں۔ یقین نہ ہو تو جا کر سن آؤ۔ ڈر ہے کہ کیسے سمندر میں نہ گر پڑیں۔ کتنوں کو فیلڈس (رسالوں) اور آرٹیکلوں کی بڑلگی ہو۔ یہ تو گورنمنٹ کے احسانات کی تحریری مکافات ہو۔ رہی زبان سوانگریزی می خوانوں کی لکھنؤ کا معمولی ٹاپک (مضمون) گورنمنٹ کی بدیوں کا روزہ اور بس۔ اس آزادی بے ہنگام نے گورنمنٹ اور رعایا کے باہمی تعلقات کو تو یوں اسٹرنیڈ (منقبض) کیا اور بس میں رعایا بارعایا جیسی کچھس جوتیوں میں دال جڑ رہی ہوا عظیم گٹھ غازی پویمتی پونا جونا گڑھ برما کے افسوسناک واقعات اس کی شہادت دے رہے ہیں۔ اس پر بھی گورنمنٹ ہندوستانوں کو آزادی دینا جائز رکھتی ہر تلوں سمجھو کہ گورنمنٹ آپ اپنی خرابی کر رہی ہو اور اپنے ساتھ ہندوستان کی بھی۔ مذہب کے لحاظ سے جس ملک کی یہ حالت ہو جو سارے ہندوستان کی بڑے کہ کوئی مذہب کے غلط سے حسالی نہیں۔

کسی میں ٹالرشین کا نام نہیں جتنے آدمی دتے مذہب اور ہر شخص بجائے خود مطلق العنان کہ دوسرے
 مذہب والوں کی بدتر سے بدتر مذمت لکھے اور شہر کرے سر بازار پکار پکار کر جس طرح کسی طرح کی مخالفت
 نہیں۔ اسی لیے ملک کے امن کا خدا حافظ۔ مگر ایک بار میں آپ صاحبوں سے پوچھنا چاہتا ہوں
 کہ ہم ہندوستانیوں کے یہ مذاق بگڑے تو کیوں بگڑے۔ بگڑنے انگریزی تعلیم سے۔ اس سے کوئی
 صاحب یہ نہ سمجھیں کہ میں انگریزی تعلیم کا مخالف ہوں میں کچھ کرتا نہیں اور مجھ سے کچھ ہو نہیں سکتا
 اور مجھ کو انگریزی آتی بھی نہیں۔ یہ باتیں تو ہیں دوسری میں انگریزی تعلیم کی ضرورت کو مسلمانوں
 کی تمام دنیاوی ضرورتوں پر مقدم رکھتا ہوں بشرطے کہ اس کی تعلیم علی گڑھ کالج کے طور پر ہو کہ
 لوگ انگریزی بھی پڑھیں اور پھلے مانس بھی رہیں۔ نہ تو گورنمنٹ کو ان کی طرف سے کسی طرح کا کھٹکا
 ہو اور نہ ہمسایوں کو ان سے کسی قسم کی ایذا پہونچے بلکہ یہ خود بخود اینٹی کانگریس کا سازگ آگیا انگریز
 میرا مقصود نہ تھا۔ لیکن میں اس کو کانفرنس کا لچھٹ (باقاعدہ) کام سمجھتا ہوں کہ وہ تعلیم عروج کے
 نتائج میں غور کرے۔ میں نے علی گڑھ کالج کی تعلیم کے علاوہ عموماً تمام تعلیم کو کنڈرین (تعلیم) کر دکھایا ہے۔
 سو یہ کچھ سید احمد خاں کی موخہ دیکھنے کی بات نہیں ہے۔ اگر میرا حافظہ غلطی نہیں کرتا تو سرکار کا قانون جیسا
 سٹیٹسمن (مذہب) اس کی تصدیق کر گیا ہے اور سب سے بڑی تصدیق تو ان طالب علموں کا ٹریننگ
 (تربیت) ہے کہ پڑھانے لکھانے کے علاوہ ان کے اخلاق ان کی تہذیب چال چلن کی نگہانی اور
 خیالات کی اصلاح کی جاتی ہے اور مجھ کو پورا بھر وسہ ہے کہ ان شاء اللہ یہ لوگ سید احمد خاں کی سرتپی
 میں تعلیم پا کر ایجوکیٹڈ جنٹلمن (تعلیم یافتہ شریف) کے عمدہ نمونے ہوں گے اور کالج کی ناموری کو ہمیشہ
 کے لیے قائم رکھیں گے۔ امین۔ اب میں انگریزی خوان طالب علموں کو عموماً اور علی گڑھ کالج کے طالب علموں
 کو خصوصاً تعلیم کے ایک اور خطر سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔ طالب علموں کو امتحان ہو کر سنتو میں نے ابھی
 تھوڑی دیر ہوئی مذہبی اختلاف کو آگ سے اور مذہبی مناظرے کو کروسن آئل سے تشبیہ دی تھی
 اگر مذہبی اختلاف آگ اور مذہبی مناظرہ کروسن آئل ہے تو جس خطر کو میں بیان کرنا چاہتا ہوں کنسٹیبل
 مینٹر کے سواے میں ہی اس کا دوسرا نام تجویز نہیں سکتا۔ سر جان ایڈمنسٹریٹو کنسٹیبل کے زیر نظر اینڈین پبل کوڈ کے

(مجموعہ تعزیرات ہند) ترجمے میں شریک مخلوب میں بھی تھا اس وقت کیمسٹریل میٹر کا وزیمیکور
 اکوئیولینٹ (مراوت اُردو) رکھا گیا تھا جھک سے اڑ جانے والا مادہ۔ مدتوں کی بے تعلقی کے سبب
 اور توسار ترجمہ بھول گیا غرائب لفظ کی وجہ سے جب کبھی کیمسٹریل نظر سے گزر جاتا ہے فوراً اُس کا ترجمہ
 ”جھک سے اڑ جانے والا“ یاد آ جاتا ہے۔ پہلے ہی سے ہمارے ملک میں خدا کے فضل سے مذہبوں
 کی کچھ نہ بھی معلوم نہیں اور ملکوں کا کیا حال ہو مگر یہاں تو مذہب اٹھ دے بجے دے چلا جاتا ہے۔ ہمارے
 دیکھتے دیکھتے بہت سے نئے مذہب پیدا ہو گئے بلکہ یہ عملداری مذہب کو کچھ ایسی سازگارائی ہو کہ
 مذہب کی اس حال کی نسل میں کچھ اچھل کود زیادہ معلوم ہوتی ہو یا تو بچپن کا تقاضا ہو یا جہاں
 سب چیزیں اپنی اپنی جگہ ترقی کر رہی ہیں مذہب نے نئی نسل میں ترقی کی جو نئے مذہبوں میں جس
 بڑی اور دم مچا رکھی ہو سائنٹفک مذہب یعنی فلسفہ جو بس کو لوگ تحسیر کے نام سے پکارتے
 ہیں سائنٹفک کو یا شیپر مطلب ایک ہی ہے اتنا فرق نہ ہو کہ لوگ لفظ نیچر کی بڑی مٹی پیدا کر چکے
 ہیں اور اب تک بھی کر رہے ہیں اور یہ لفظ بتقاضا بشریت نیچروں کے سامنے پڑھ رہا ہے
 گزرتا ہو گا۔ لفظ سائنٹفک میں سوائے اس کے کہ انگریزی جو اور کوئی عیب نہیں۔ اختلاف مذہب
 تو ایسی بد بلا ہے کہ اتنے بڑے ہندوستان میں مدت دو ہی مذہب ہوتے اور ایک دوسرے
 سے اختلاف کرتے تو سارے ہندوستان کو بے چین رکھنے کے لیے اس کرتے تھے نہ کہ گوریلوں
 مذہب اور سب میں بھوٹ۔ اس پراثریت لائے نے سائنٹفک صاحب کو بٹے میان
 سو بڑے میاں بچھوٹے میاں آج کل انھوں نے تو اتے کے ساتھ کل مذہبوں پر چھاؤ
 پھیرنی شروع کی۔ مسلمان جو انگریزی سے جتنے ہیں تو یہ ان کی غلامی جو انگریزی میں کیا دھڑکی
 خدا نہ کہا۔ گاڈ کہا۔ پس کی گاتھ تو سائنٹس ہو اور یہ جیسا علامہ کاوشمین و یسا ہی ہندوؤں کے
 مذہب کا۔ اور مسلمان یہ سن کہ برا تعجب کریں گے وایسا ہی جگہ سب سے بڑے کے خود انگریزوں
 کے مذہب عیسائیت کا۔ اگر مسلمان سائنٹس کو بٹے ہوتے تو ایسے لہو اور بے اصل بات کبھی
 بھی منہ سے نہ نکالتے کہ لوگوں کو عیسائی کرنے کی غرض سے انگریزی پڑھائی جاتی ہے انگریزی

پڑھ کر مسلمان مسلمان رہے یا نہ رہے قسم کھانے کی بات ہے کہ عیسائی تو نہیں ہو سکتا ہرگز نہیں ہو سکتا
 اگر کسی کو سائنس چر گیا اور اُس نے دیکھا اسلام کی آنکھ میں نائنہ تو وہ عیسائیت کو دیکھے گا دونو
 دیدے پٹ۔ مسلمان تو بھلا انگریزی پڑھ کر کیا عیسائی ہو گا جو اصل نسل کے عیسائی ہیں ہم کو تو ان
 کے عیسائی ہونے میں بھی تامل ہے۔ اور یوں مذہب کو قوم کا مرادف سمجھا جائیے تو لامتناہی
 فی الاصل طالع بچارے نیچریوں ہی نے ایسا کس کا یا پ مارا ہے کہ یہ قسمیں کھا کر اپنے مسلمان
 کہیں اور ان کو مسلمان نہ سمجھا جائے۔ ابھی لوگوں پر نیچریوں کی حقیقت ہی منکشف نہیں۔
 نیچریوں کے اصل معتقدات تو کتاب الملل والخل میں لکھے ہوں گے یا اس سے اتر کر نہیں اس
 سے بڑھ کر ہر سید قبلہ کو معلوم ہوں گے مگر جہاں تک سُنئے سُنائے مجھ کو معلوم ہیں اُس کی رُوسے
 نیچری مسلمانوں میں وہ مذہبی فرقہ ہے۔ جو اسلام اور سائنس میں توافق دینا چاہتا ہے۔ ان کی نیت کے
 بنجے ہونے میں تو ہر کر شک آرد کافر مرد مگر یہ بات دیکھنے کی ہے کہ اسلام اور سائنس میں توافق
 پیدا کرنے کے لیے ان لوگوں نے جو اصول اختیار کیے ہیں ٹھیک بھی ہیں یا نہیں۔ اگر ہم ان
 باتوں کی فہرست بنانی چاہیں جو اسلام میں اور دیگر مذاہب میں مختلف فیہ ہیں تو شاید ہر ایک
 مذہب کے مقابلے میں چند آئٹم (مذات) سے زیادہ اس فہرست میں نہ ہوں مثلاً ہم سلام
 اور عیسائیت میں مقابلہ کرتے ہیں تو جن باتوں میں جھگڑا ہو اسی قدر ہیں کہ عیسائی تثلیث کے قائل
 ہیں ہم نہیں۔ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح مصلوب ہوئے ہم کہتے ہیں نہیں۔ عیسائی کہتے ہیں
 خدا عادل اور رحم کو جمع نہیں کر سکتا جس کی وجہ کفار کے کی ضرورت واقع ہوئی ہم کہتے ہیں کر سکتا
 ہے اور کفارہ کوئی چیز نہیں۔ مقدمہ تو اس قدر پیچیدہ ہے کہ تیرہ سو برس سے آج تک فیصل نہیں ہوا۔
 لیکن امور متنازع فیہ یہی دو چار ہیں اور بس۔ لیکن نیچری ٹھیسرے گھر کے بھیدی یہ اصول اور فروع
 جہاں کہیں فی زعم ضعف پاتے ہیں حملہ کیے بدوں نہیں رہتے اور اسلام اور نیچریوں کے جھگڑے
 کا ایک طومار بن گیا ہے اور سید احمد خاں کی کل مصنفات نیا پانا تہذیب الانلاق اور نو مسلموں کے
 نام کیا گنواؤں۔ مولوی مہدی اور مولوی چراغ علی کے تمام مخطوطات اور پتہ پتہ ہیں بھی

کیوں مستثنیٰ کروں خدا گناہوں کو معاف کر کے کبھی نہ کبھی نیچے لیوں کی سی کوئی نہ کوئی یا ست
 میرے قلم سے بھی ضرور نکلی ہوگی یہ سب ملا کر نیچے لیوں کے مذہبی لٹریچر کا بجائے خود ایک کتاب خانہ
 ہو اس سب کو کریدنے اور پھندہ ڈرنے کے لیے تو مدین چاہئیں مگر میں اس مقام پر صرف ایک یاد دہی
 رہ مار کر کرنی چاہتا ہوں۔ مجھ کو خوب معلوم ہے کہ یہ کافر نس مذہبی کافر نس نہیں ہے اور یہاں دین و مذہب
 کی گفتگو آتی چاہئے نہیں۔ مگر اس کو کیا کیا جانے کہ مسلمان ہر ایک بات میں مذہب کو سنے دوڑتے ہیں
 اور تعلیم پر تو ساری بھر مار مذہبی توپ خانے ہی سے ہو رہی ہے میں نے اپنے نزدیک مذہب حق کی جستجو
 یہ قرار دے رکھی ہے کہ اس کے احکام ناممکن التعمیل نہ ہوں اور مذہب اسلام کی حقانیت کی طرف سے
 جو میرے دل کو تسلی ہوئی ہے تو زیادہ تر اسی سے ہوئی ہے کہ میں اسلام کے کسی حکم کو ناممکن التعمیل
 نہیں پاتا۔ اسلام نے نیکی کا ایسا سٹیٹمنٹ رکھا ہے کہ آدمی وقتی ضرورتوں اور خواہشوں کی بلاؤں میں
 مبتلا رہ کر بھی انسانی کے ساتھ اس درجے پر پہنچ سکتا ہے۔ انسان کی ایک خاص طرح کی بناوٹ ہے
 اور گو وہ اشرف المخلوقات ہے پھر بھی مندوریاں میں مجبوریاں ہیں کمزوریاں ہیں خُلق الانسان
 ضعیف الانسان کو ضعیف بنانا اور اس پر احکام سخت کا اتنا بوجھ لادنا جس کا وہ تحمل نہ ہو سکے سلم
 صریح ہے: تَعَالَى اللَّهُ عَنِ ذَٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ الْمَنَاسَ شَيْئًا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ
 لِّلْعَبِيدِ۔ وَمَا اللّٰهُ بِیُبْدِ ظُلْمًا لِّلْعَالَمِیْنَ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ بِشَيْءٍ اَعْمٰی۔ پھر ناممکن التعمیل کے پیرائے
 ہیں دو عملیات میں یہ کہ ہم تعمیل نہ کر سکیں مثلاً فرض کر دو کوئی مذہب ہم کو ایسے روزہ کا حکم دے کہ
 ایک ہفتے تک نہ کچھ کھاؤ نہ پیو تو یہ روزہ خود کشتی کا مرادف ہوا۔ مجرد ایسے روزہ کا حکم سن کر ہم کو یقین کر لینا
 چاہئے کہ نہ یہ حکم خدا کا حکم ہے اور نہ یہ مذہب مذہب حق اسی طرح مقصدات میں کوئی بات ناممکن التعمیل تو
 ہم اس کو بھی ناممکن التعمیل ہی کہیں گے اور وہ ناممکن التعمیل جو بھی مثلاً فرض کر دو کوئی مذہب تعلیم
 کرتا ہو کہ زمین گول نہیں ہے تو مجرد اتنی ہی بات سے ہم سمجھیں گے کہ یہ ناممکن التعمیل ہی نہیں ہے۔
 سائنس اور اسلام میں جو تنازع آخر قایم ہوا ہے۔ وہ اکثر اسی قسم کا ہے کہ جو باتیں سائنس کی رو سے پایہ
 تحقیق کو پہنچ چکی ہیں۔ اسلام جیسا کہ عموماً لوگوں نے سمجھ لیا کہ ان کے خلاف نظر کرنا ہی اور مشکل

یہ اگر پڑی کہ سائنس کے مسائل بنی ہیں مشاہدات پر جس سے لازم آتا ہے کہ اسلام کو ناممکن البقین سمجھا جائے۔ اب سمجھے سائنس اور اسلام یعنی اسلام متعارف میں کیا جھگڑا ہے۔ اس روداد سے تو ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ سائنس پر سر حق ہی کیوں کہ سائنس جو بات کہتا ہے اس کا مشاہدہ کر دیتا ہے اور مشاہدے سے بڑھ کر دنیا میں کوئی ثبوت ہونے نہیں سکتا جب تم نے سائنس اور مذہب دونوں کی حقیقت کو سمجھا اور دونوں کی نزاع کو بھی سمجھا تو اب تم کو نیچریوں کی قدر آئے گی کہ یہ ملعون فرقہ اسلام کی کیسی خدمت کر رہا ہے۔ فیکٹس (واقعات نفس الامری) کو تو کوئی ریزسٹ (دفعہ) کہہ ہی نہیں سکتا تھا اور بدی ہوئی بات تھی کہ سائنس کے مقابلے میں اسلام متعارف کی ڈفیٹ (شکست) ہونی چاہیے۔ اپنی تدبیر سے اس ڈفیٹ کو انریبل ریشن (عزت) کے ساتھ لوٹ جانا بنادیا کہ اس کو بھی ایک طرح کی ظفر ہی سمجھو تاکہ تم ڈفیٹ اور ریشن میں فرق کو سکھو میں قرآن کی ایک آیت مناسب مقام پڑھتا ہوں **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا الْقِيُومَةُ عَلَيْنَا مَغْلِبٌ فَدَعْهُمَا** **وَلَا تُؤْهِمُكَ أَلْبَابُ دِمَازٍ يُؤْتِيهِمْ دَوْمِيذُ دُبُكَ إِلَّا مُمَجِّجًا وَالْقِتَالِ أَوْ مُتَحَيِّرًا إِلَى ذِيهِ فَقَدْ بَاءَ** **يُغْتَبِ مِنْ اللَّهِ وَمَا أَهْ جَهَنَّمُ وَيُشَلُّ الْمَصِيْرُ** (ای مسلمانو جب کافروں سے سب مل کر ٹو تو دشمن کے سامنے سے بھاگو مت اور جو بھاگے گا تو خدا کے غضب میں آگیا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہی **فَلَا تُؤْهِمُكَ أَلْبَابُ دِمَازٍ** میں ڈفیٹ لینے ہزیمت کی طرف اشارہ ہے اور **مُتَحَيِّرًا وَالْقِتَالِ أَوْ مُتَحَيِّرًا إِلَى ذِيهِ** رشتہ ہو مسلمانوں کی ابتدائی لڑائیوں میں احد کی لڑائی بگڑ گئی تھی اور اس کے بگڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ پیغمبر صاحب نے مسلمانوں کے ایک دستے کو ایک ناکے پر متعین فرما کر حکم دے دیا تھا کہ لڑائی بنے یا بگڑے تم اسی جگہ جے رہنا۔ دوسرے دستے نے دشمنوں کو بگڑایا ناکے والے سمجھے کہ بس لڑائی جیت لی جگہ سے ٹل گئے دشمنوں نے ناکہ خالی دیکھ مسلمانوں پر سیاہاؤ ڈالا کہ سب کے پائو اٹھ گئے اور ایسے بدحواس ہو کر بھاگے کہ پیغمبر صاحب کی بھی خبر نہ لی یہی وہ لڑائی تھی جس میں پیغمبر صاحب زخمی ہوئے اور دشمنوں نے تویر ماں تک اڑا دی تھی کہ مارے گئے چند مسلمان جو پیغمبر صاحب کے ساتھ سے الگ نہیں ہوئے تھے ان میں حضرت عباس بھی تھے اور یہ بھی

جہیر الصوت اُتھوں نے بھاگتوں کو ڈاکا لگا کر لوگوں کو ہر پلے جا رہے ہو پیغمبر صاحب تو یہ ہو جویں
 بارے پھر مسلمان سمٹ آئے اور لڑائی سنہل گئی مگر چوں کہ مسلمانوں کے بہت آدمی مصالح ہوئے
 تھے کچھ شکست ہی سی رہی جس کی وجہ سے مسلمان بہت ہی شکستہ خاطر ہوئے لڑائی کا شکست
 ہو جانا چنداں پردا کی بات نہ تھی بلکہ مشہور ہو چکا تھا۔ یہ حال لڑائی کو نیک کا دل ہوا اس سے کہی
 کوئی پانی بھرتا ہوا کبھی کوئی انکر دلوں کا شکست ہو جانا غصہ تھا چنانچہ یہ لوگ بھیجی ہوئی توڑیں
 لے کر پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے وعظ بانی سے ان کی ٹیری تسلی کی اور یہ
 بھی فرمایا کہ تم نے حکم لاکھو ہم الاذباذکار لقص نہیں کیا بلکہ تمہارا جبکہ سے مل جانا مٹھا فاقہ تال او
 مٹھا یزالی ذقہ کی قسم کا تھا۔ سو جس طرح لوگوں نے جنگ احد کے نتیجے کو اسلام کی ذفیت سمجھا
 اور پیغمبر صاحب نے اس کو رستہ قرار دیا۔ یہی حال سائنس اور اسلام کی لڑائی کا ہو کہ عام مسلمان پھر یوں
 کی تاویل اور توفیق کو اسلام کی ذفیت سمجھتے ہیں مگر وہ ذفیت جو نہیں بلکہ رستہ اور رستہ
 بھی آئے بل رستہ۔ بایں ہمہ نیچروں کی کارروائی کی نسبت سیریا نیالیہ جس کا ظاہر کر دینا
 اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ یہ لوگ نیز خواہی اسلام کے جوش میں کسی قدر مداخلت سے گریڈ
 (متجاوز) ہو گئے ہیں اور ان کا اکیڈ ہو نامیرے نزدیک اسلام کو نقصان پہنچا رہا ہوا یہاں
 اسلام سے میری مراد اسلام متعارف نہیں کہ وہ تو انگریزی لاکھ جتن بھی کرتے سائنس کے رد سے
 محفوظ رہ نہیں سکتا تھا بلکہ وہ سچا اسلام وہ فالس اسلام ہو رہا جس کو سونڈ مٹھا اور پٹھانیک کا کل اسلام مڑی
 جس کی بنیاد اس قدر محکم اور مضبوط اور استوار اور مشید ہو کہ سائنس کے کیسے ہی جھکڑ چلا کریں اس کو
 خبر بھی تو نہیں ہوتی۔ دو مخالفوں میں التیام کرنے کا یہ دستور ہوتا ہو کہ کچھ اس کو دیا یا کچھ اس کو دیا
 دونوں مخالفت ایک بات پر رضامند ہو گئے مگر میں دیکھتا ہوں نیچر سی ہر ایک بات میں اسلام
 ہی کو دبائے چلے جاتے ہیں۔ پس یہ حکم کا ہے کہ یہ خاصے سائنس کے وکیل ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے
 کہ سائنس اور اسلام کے نزاع کی روداد ایک طرفہ ہو اس لیے کہ سائنس کی طرف ثبوت میں
 ناممکن التزید ہے ہوا و بالکل سچ ہے کہ سائنس کے بعض مسائل قطعی طور پر ثابت ہو چکے ہیں اور

اگر کسی ایسے ایک مسئلے سے بھی اسلام مخالفت کئے اور اسلام تو کیوں مخالفت کرنے لگا تھا لوگوں کو کہ
 اسلام مخالف جن کو لوگوں نے اسلام سے کچھ اور مخالفت کئے بے شک بے تامل سائنس کی جانب اسی کرواد عوام کو پڑا بلکہ
 لیکن سائنس اسی حساب اور جبر و مقابلے اور اقلیدس کا نام تو نہیں ہے سائنس ایک دریا سے ناپا
 کنا ہے جس کی نسبت سائنس کا گرو گھنٹاں سر آریک نیوٹن، کعبہ ہو کہ تم لوگ اس شخص کا نام
 سن کر تھکا کھڑے نہیں ہو گئے نہ کسی سہ نعرہ خوشی بلند کیا اور نہ ہتیلیوں کے پٹنے کی آواز آئی،
 یہ سر آریک نیوٹن کھمراہ کہ میری اور سائنس کی ایسی مثال ہے کہ ایک نادان لوطا سمندر کے کنارے
 بیٹھا گھونگے اور سیپاں جمع کر رہا ہے اور اپنے جی میں خوش ہو کہ حاصل بھری چند گونگے اور سیپاں ہیں
 اس کو ان بیش بہا موتیوں کی خبر ہی نہیں جو غرور یا میں مدنون ہیں نہ ماند ترقی کر رہا ہے اور نئی نئی
 باتیں نکلتی چلی آتی ہیں۔ بہت سی باتیں ہنوز زیر تحقیقات ہیں لوگ انگلیں دوڑا رہے ہیں دیکھتے گویا
 مقصود ہاتھ لگا بھی ہو یا نہیں۔ مَا لَهُ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا أَفْهَقُونَ (ان کو اس کا علم
 نہیں مگر زانگاہی گمان ہی یہ کہاں کا انصاف ہو کہ ہم ان لوگوں کی تخمین و تحری کو کبھی قطعی الثبوت
 میں داخل کر لیں۔ یہ تو ویسی ہی بات ہوئی کہ دنیا میں تاریخ کی سینکڑوں ہزاروں کتابیں ہیں نہ تو
 ان کے مصنفوں کا حال معلوم نہ ان کی صداقت کا یقین نہ ان کا ماخذ متعین۔ ہاں ہم ان کے
 رطب و یابس کو کان دبا کر تسلیم کر لیا جاتا ہے اور انگریزی خوانوں کو ہم ان کی روایات سے استشہاد
 کرتے دیکھتے ہیں۔ اور ایک مذہبی تاریخ ہم مسلمانوں کی حدیث ہے جس کے پیچھے بڑے بڑے متقی پرہیزگار
 لوگوں نے عبادت سمجھ کر عمریں صرف کر دی ہیں ان کی اتنی بھی توقع نہیں جتنی انگریزی نادلوں۔
 (افسانوں) کی۔ اس واسطے کہ ان نیک بندوں نے صرف حدیث کی تنقید کے لئے دور دراز ملکوں
 سفر کیے ہزاروں راہوں کے لالچ تحقیق کی کہ ان کی دیانت کیسی تھی ان کا حافظہ قومی تھا یا ضعیف
 پھر جس سے روایت کرتا ہے اس سے اس کو ملنے اور حدیث سننے کا اتفاق بھی ہوا تھا یا نہیں پھر روایت
 کے وقت دونوں کی عمر کیا تھی اس طرح ایک بات کی بال کی کھال نکالی جائے گی تو اس میں ایسا تو
 کیا ہے کہ اختلاف نہ ہو تو جو اختلافات تحقیق ہوئے وہ بھی ان زرگواروں نے بے کم و کاست ظاہر

کر دیتے۔ اب ان ہی اختلافات کی وجہ سے حدیث بے اعتبار ہے۔ ایک مبسوط تھا اور اس کو عام
 گواہوں کی طرف سے تھی بے اعتباری جب کوئی گواہ اس کی رو برویش ہوتا تو کیل خصم کی طرح
 اس کے پیچھے پڑ جاتا اور گواہ سے ایسے ایسے سوال کرتا کہ تم اس مکان میں گئے تو اس کی چھت میں
 کڑیاں کتنی دیکھیں۔ تم کہتے ہو کہ یہ لوگ درمی بھانے جواکیل رہے تھے تو درمی میں کس رنگ کی
 کتنی دھاریاں تھیں۔ یہ کیا کھنڈ کس طرف کو تھا۔ دروازے میں سا دھام دار کتنی بوتیاں تھیں سو لہوں کتنی
 ساڑھے سو لہوں کتنی۔ بعض گواہ جو واقع میں سچے ہوتے کہتے کہ ہم نے ان باتوں کا خیال نہیں کیا یا ہم کو یاد نہیں
 یا جو جس کو یاد ہو تا بیان کرتا تو گواہوں میں ہوتا اختلاف مبسوط اس اختلاف کو ردِ شہادت کی
 دلیل قرار دیتا حال آنکہ اس قسم کے اختلاف کو گواہوں کے صدق کی دلیل ہونا چاہیے۔ قریب
 قریب ایسا ہی حال ہے اختلاف احادیث کا۔ لوگ اختلاف سے گھبراتے ہیں اور میں یہی اختلاف
 دیکھ کر حدیث کا گرویدہ ہوتا ہوں کہ نہ ہونا اختلاف کا دلالت کرتا ہے تصحیح پر تو مطلب یہ ہے کہ سائنس
 کی تحری کو جو یقین کی سی وقعت دی جاتی ہے۔ یہ ایک عامۃ الورد غلطی ہے جس کی وجہ اسلام
 کی بڑی حق تلفیاں ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ اب مثلاً ابتدائے آفرینش کی بحث جو چھڑی ہوئی ہے
 کہ پہلے اجزا سے سفار دمیاطیسی دیکھو تو کم تخت نام بھی یاد نہیں کہ دمیاطیسی ہے یا دمیاطیسی ہے
 ہوں گے پھر ان کے اجتماع سے پانی ہوا ہو گا پھر پانی کے موج سے کف اور کفوں کے متوجہ ہونے
 سے زمین اور اجزا سے ارضی کے اجتماعات خاص نباتات اور حیوانات اور ازجاء حیوانات بندر
 اور بندر سے آدمی اور یہ انقلابات کہیں لاکھوں کروڑوں برسوں میں جا کر ہوئے ہوں گے یہ
 ایسے منصوبے ہیں کہ میں تو ان کو تحری کہتے ہوئے بھی شرماتا ہوں۔ پھر اس بنیاد پر اس بنیاد ضعیف
 جو نیچوں کی عمارت کھڑی کی جائے اس کا استحکام دیکھنے کے لائق ہو گا کثرت العنکبوت اتحدت
 بئاد ان اذھن البیوت لیت العنکبوت۔ جیسے مکڑی کہ اس نے ایک گھر بنایا اور سب
 گھروں سے زیادہ بودا مکڑی کا گھر ہے

مذہب ان کا سیر کے قابل

ذی کعبہ لہر کے قابل

ایک زمانہ بری ہسٹارک کہلاتا ہے یعنی تاریخ منضبط کرنے کا دستور تو بہت بعد کو چلا ہے۔ آدمی پر کتنی صدیاں گزری ہیں بلکہ کتنے ہزار برس کہ کسی نے ان وقتوں کی تاریخ نہیں لکھی تو اس زمانے کے حالات مرور و دور کی وجہ سے غیب بن جاتے ہیں جس کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ جب ہم بری ہسٹارک بجز ضبط تاریخ کے پہلے کے زمانے کا حال معلوم نہیں کر سکتے تو ابتداء سے آفرینش کے اسرار کیا ہم خاک معلوم کر سکیں گے۔ اہرام مصر کیسے کچھ عجیب اور پائدار مینار ہیں کہ ہزار ہا برس سے کھڑے ہیں اور آج تک ان کی ساخت سمجھ میں نہیں آئی باوجودیکہ ان پر کتبے بھی ہیں مگر صفحہ ہستی سے ان کے سمجھنے والے معدوم پیغمبر صاحب کیسے نام و نمود کے شخص ہو گزرے ہیں کہ آج چھپیں کرور آدمی ان کا کلمہ بھرتے ہیں ان کی ولادت میں اختلاف عمر میں اختلاف وفات میں اختلاف اور ابتداء سے آفرینش کے مقابلے میں یہ گویا کل کی بات ہے۔ عرب کے لوگوں کو انساب پر پڑا فخر تھا اور کسی قوم نے عرب کی طرح انساب کو محفوظ نہیں رکھا۔ اس پیغمبر صاحب عدنان تک اپنے نسب نامے کو صحیح فرماتے ہیں اُس سے اوپر مخدوش جب اگر شتہ واقعات کے دریافت کرنے میں انسان عاجز ہو تو آئندہ کے واقعات کو اس کا علم کیوں کر احاطہ کر سکتا ہے اور آئندہ کے واقعات بھی وہ واقعات جو اس کے مرے بعد واقع ہوں گے جیسے قیامت کے حالات جنت اور دوزخ کی کیفیت۔ ثواب و عقاب کی نوعیت۔ بے شک انسان کی قوتوں میں سے ایک قوت کیوری آسٹی (تفحص استعجاب) بھی ہو کہ وہ ہر ایک چیز کی گتہ کو دریافت کرنا چاہتا ہے اور یہی قوت ہے جو پرواز رتی کے لئے بال و پر کا حکم رکھتی ہے اگر یہ قوت نہ ہوتی تو انسان بھی دوسرے جانوروں کی طرح فطری حالت سے ایک انچ بھی آگے نہ سرک سکتا قطعہ

مزنک از فیضہ بروں آید و روزی طلبد	آدمی زادہ ندارد خسر و عقل و تمیز
آں بنا گاہ کسی گشت و پیچے نہ رسد	وین تمکین و فضیلت بگزشت از ہمہ چیز

لیکن مارل فلاسفی دعلم اخلاق کی کتابوں میں سبائے خود ش ثابت کر دکھا یا گیا کہ انسان کی کوئی سبھی قوت جب تک درجہ اعتدال میں ہو فضیلت ہی اور درجہ اعتدال سے گھٹی طبعی اور رذیلت

ہوئی مثلاً قوت غضبی۔ توسط کے مرتبے میں شجاعت مدوح ہوا فراط میں تھو قفرط میں جن کہ یہ
 دونوں مذموم ہیں۔ اسی طرح کیوری آسٹی حد سے بڑھ جائے تو اس کو گزیری کہتے ہیں اور میں معانی
 مانگ کر آپ صاحبوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ انگریزی خواں اکثر اس قوت کیوری آسٹی کا
 انہیں دبا استعمال کرتے ہیں یعنی جہاں مساع عقل نہیں وہاں بھی عقل کو سے دوڑتے ہیں اور
 اسلام سے اور ان لوگوں سے جو نہیں بنتی تو زیادہ تر اسی کیوری آسٹی کی وجہ کے ایور سے نہیں
 بنتی پیغمبر صاحب جن کے مشن کا خلاصہ تھا یم مکارم اخلاق اِنَّكَ لَعَلَّيْ عَظِيمُ انھوں نے
 اس قوت کیوری آسٹی کے ضبط کی نسبت بہت کچھ فرمایا مگر افسوس ہے کہ ہم لوگوں کو اس پر نظر
 نہیں اور اس کا ضرر غافل یہ ہے کہ بہت سے لوگ گم راہی کے کنارے پر آ گئے ہیں۔ مجسکو
 تقاضا ہے وقت نے مجبور کیا ہے کہ اس بارے میں جیسی جیسی ہدایتیں ہم کو شارع سے ملی ہیں ان سے
 سے تھوڑا سا بیان کروں۔ خدا نے عقل کو مدار بحیثیت قرار دے کر قرآن کے متعدد مقامات پر
 عقل انسان کی رسائی کی ایک حد باندھ دی ہے کہ اس سے آگے نہ بڑھے۔ مثلاً روح کے بارے
 میں فرمایا يَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي مَا أُوتِيْتَهُ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا
 دوسری تہمت لوگ روح کا حال دریافت کرتے ہیں تو ان سے کہہ کہ روح خدا کا حکم ہے اور تم کو
 تھوڑا ہی سا علم دیا گیا ہے پس مسئلہ روح کی نسبت ہم کو صاف طور پر منع کر دیا کہ یہ باتیں تمہاری
 سمجھ سے باہر ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا عِنْدَهُ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ لَا يُعْلِمُهَا إِلَّا هُوَ ذُو الْفَيْضِ
 خدا ہی کے پاس ہیں اس کے سوائے کسی کو اس کی خبر نہیں ہے۔ مزید توضیح کے لئے غیب کی مثالیں
 بھی بیان ہیں اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيُعَلِّمُ الْاِنْسَانَ مَا كَانَ لَا يَعْلَمُ لَافِي الْاَحْصَامِ وَمَا تَذَرِّي
 نَفْسُ مَاذَا الْكَلْبُ عِنْدَ مَا تَذَرِّي نَفْسُ مَاذَا الْكَلْبُ عِنْدَ مَا تَذَرِّي نَفْسُ مَاذَا الْكَلْبُ عِنْدَ مَا تَذَرِّي
 علم خدا ہی کے پاس جو اور وہی پیغمبر سے باہر اور پیغمبر کے بچوں کو بتایا کہ لڑکا جو یا لڑکی اور
 کوئی شخص نہیں جانتا کہ کل اس کو کیا پیش آئے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کس جگہ مرے گا
 ان سب باتوں کا علم اللہ ہی کو ہے اور وہی سب باتوں سے خبردار ہے لیکن الْاِنْسَانُ حَرِيفٌ

علی صامع لوگ کیا باز آنے والے تھے شروع سے غیب کے پیچھے پڑے ہیں۔ نجوم اور رمل اور
جفر یا ہمارے زمانے کے مثلاً میٹیر الا جمل آئینہ ویشیز وغیرہ سب کیا ہیں اسی غیب کی جستجو اور
تلاش پر جس کو خدا فرما چکا کہ تمہارے پس کا نہیں سائنس کی شونیاں تو اس حد کو پہنچیں کہ میں نے
برستے کا وقت تو وقت لوگ خود دیکھ کر اپنا تابع فرمان کرنا چاہتے تھے کہ جب چاہا اور جہاں چاہا اور جتنا
چاہا برسایا اس سے بڑھ کر یہ کہ لوگوں نے مرغی کو انڈے سے دیکھ کر کہا کہ مرغی اس کے سوا
کرتی کیا ہو کہ ایک وقت خاص تاکن رات انڈوں کو دبا کے بیٹھی رہتی ہو تو اُنھوں نے پہلے
اس حرارت کا اندازہ کیا جو مرغی کے جسم سے انڈوں کو بھینچتی ہو پھر چاہا کہ کسی تدبیر سے دینی ہی حرارت
خارج سے انڈوں کو بھینچا کر چوزے پیدا کریں بہتیرے بتن کیے جس انڈے پر خارج سے عمل
ایصال حرارت کیا گندہ مطلب یہ کہ نہ بانی برسا سکے اور نہ چوزے پیدا کر سکے مگر ماں لوگوں پر ظاہر
کر دیا کہ انسان کے جنط کا بھی کچھ گنا نائیں۔ ان سے کچھ تعجب نہ سمجھو کہ مرغی کے سینے۔ بدول ہڈی
سے چوزے نکلوانے کی جگہ کوئی تجویز سوچیں کہ آپ ہی انڈے بھی دے لیا کریں تو مجھ کو سائنس کی
بے قدری کرنی منظور نہیں اور سائنس کی بے قدری کر نہیں سکتا۔ اَللّٰہُمَّ سَفِّہْ لِقَمَّہَا مَاں
نوجوان انگریزی خوانوں کو یہ بات سمجھا دینی ضرور ہو کہ سائنس کی اس قدر وقعت نہ کریں جس کا
وہ تحقیق نہیں اور یہ بھی نہ سمجھیں کہ ہر جگہ سائنس حل سکتا ہو۔

که چنانچه باید انداختن

نہ ہر جاے مرکب تو اں ناختم

مذہب میں اکثر باتیں ایسی یاد آگے جو سائنس کی رسائی کی حد سے باہر ہیں۔ مذہب میں زیادہ تر ایسے حالات ہیں جو انسان کو بعد مرگ پیش آئیں گے۔ مذہب ان مستقبلات کی پیشین گوئی کرتا ہے جو قیامت کے وقت یا اس سے کچھ پہلے اشراط الساعہ کے طور پر آئندہ واقع ہوں گے۔ مذہب خدا کے صفات کے متعلق کچھ عقیدے لے لیا کرتا ہے اور یہ سب معاملات ایسے ہیں کہ عقل کی عینک سے ہم کو دکھائی دیتے ہیں مگر اس قدر دھندلے کہ دیکھنے نہ دیکھ سکیں۔ ہر بار ہم اپنی فطرت کی روش سے انہما کو بے دلیل جانتے ہیں کہ ہم کو مہر سے پیچھے ایک طرح کی ہوشیاری ہوگی مگر کیوں کہ ہوشیاری اور

اور کیسی ہوگی یہاں عقل کچھ کام نہیں کرتی اور یہی توجہ داعی ہوتی ہے کہ مذہب ہو اور نور وحی ہم کو
 اس درطہ حیرت سے نکالے۔ اب جو کچھ ہم کو خدا نے بتایا اس میں چون و چرا کرنا یا اس سے زیادہ
 کا حوصلہ کرنا یہی کر پڑی ہو۔ اور سائنس اس طرح کی غذا ہے کہ کرپڑی کی غلط فاسد کی طرف کو جلد
 مستحیل ہو جاتی ہے۔ سائنس سے ثبوت دیکھتے دیکھتے ان لوگوں کا بنٹ آف مانند درجہ ان طبع
 اس طرح کا ہو جاتا ہے کہ بدون اس قسم کے ثبوتوں کے ان کو تسلی نہیں ہوتی۔ اور یہ تو نہ آج تک کوئی
 کر سکا ہے اور نہ کر سکتا ہے اور نہ آئندہ کوئی کر سکے گا۔ یہ اسی قبیل کا سوال ہے جو یہود نے موسیٰ سے کیا تھا
 اِذْ قَالَ اللَّهُ لِمُوسَىٰ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تُرَآئِي وَلَكِنْ اَنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِذَا اسْتَفْزَأَ مَكَانَهُ فَانْشَقَّتْ رُفُوفُ
 السَّجَّةِ وَهِيَ كَالْحِجَابِ قَالَتْ اِنَّكَ تَرَىٰ رَبَّكَ وَكَانَ مِنْ دُونِكَ سَبْعُ ثَمَرَاتٍ مُّوَسَىٰ اَنْظُرْ اِلَيْكَ
 اَنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ جَعَلَهُ دُكَّ وَحَرَّمَ مُوسَىٰ صَعِقًا فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ
 اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اور جب ہمارے وعدے پر حاضر ہوئے اور خدا نے ان سے بتایں کہ میں تم کو
 موسیٰ نے عرض کیا اے خدا اتنی اجازت دے کہ میں تجھ کو ایک نظر دیکھ لوں خدا نے فرمایا تم مجھ کو
 نہیں دیکھ سکو گے مگر ہاں سامنے کے پہاڑ پر نظر کرو کہ اس پر میں جلوہ گر ہوں گا اگر پہاڑ اپنی جگہ جہاں تو
 عجب نہیں تم مجھ کو دیکھ سکو۔ پھر جب خدا پہاڑ پر جلوہ فرما ہوا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ غش کھا کر
 گر پڑے جب ہوش آیا تو بول اُسٹھے کہ تو قید جہانیت سے پاک ہو اور میں تیری جناب میں توبہ کرتا
 ہوں اور سب سے پہلے تجھ پر ایمان لایا نہ میں اپنی طرف سے مذہب کے بارے میں تحقیقات کو
 نہیں بلکہ کر پڑی کو منع کرتا ہوں قرآن میں اس کی سخت ممانعت ہے ایک جگہ فرماتے ہیں هُوَ الَّذِي
 اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتَابِ اُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ طَمَّاتُ الَّذِينَ
 فِي قُلُوبِهِمْ دُخَانٌ فَهُمْ لَا يَتَذَكَّرُونَ اَلَمْ تَرَ اَنَّا اَرْسَلْنَا نُوحًا بِالْاَوَّلِ الْاَلْفِ اَلَمْ تَرَ اَنَّا اَرْسَلْنَا
 اِلَيْكَ اِلَّا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ اَلَمْ تَرَ اَنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكَ اِلَّا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ اَلَمْ تَرَ اَنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكَ اِلَّا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ

ہیں اور دوسرے مشتبہ ہیں۔ تو جن کے دلوں میں کبھی یہ وہ فساد کی تلاش اور تاویل کی جستجو کے لیے مشتبہات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں حالاں کہ ان کی تاویل خدا کے سوا کسی کو معلوم نہیں اور جن لوگوں کی معلومات غائر یعنی گہری یہ وہ بول اٹھتے ہیں ہمارا اس پر بیان ہے یہ سب کچھ ہمارے پروردگار کے یہاں سے اُترا ہے اور ہر مہند لوگ ہی نصیحت مانتے ہیں، بات یہ ہے کہ مذہب اہل مذہب تلے محتاج کاوش و تفتیش ہے نہیں یہ سب خدیع نفس ہے کہ لوگ محکمت کو چھوڑ کر متبہات کی اُدھیر بن میں لگے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس کمال دینداری یہی ہے۔ جیسے کوئی بڑا شاطر گھر میں بیٹھا بیٹھا شطرنج کے مشکل میں مشکل نقشے حل کیا کرے اور جانے کہ میں بڑا جبرل ہوں۔

دین اور دین سے میری مراد یہ اسلام اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ چند خیالات ہیں فطری ان کو نہ بہت ساری عقل درکار ہے اور نہ بڑی معلومات کی ضرورت ہے۔ مولانا سے روم فرماتے ہیں

گر باستدلال کار دیں بدے	مگر رازی را ز دایر دیں بُدے
-------------------------	-----------------------------

اور حدیث شریف میں پیغمبر صاحب نے دین العجاز والکتاب کی صیح فرمائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیں داروں کی نظر میں استدلال کی کیا وقعت ہو انسان عقل رکھتا ہے تو استدلال اس کا چھوٹا طبعی ہونے کو میرا مطلب یہ ہے کہ اس خاصے کو حد سے زیادہ کلیٹیویٹ (دستختم مشق) نہ کیا جائے نہ کہ آپ ہی آپ شکوک پیدا کرنا جن کی طرف معمولی ذہن خواب و خیال میں بھی منتقل نہیں ہوتے اور آپ ہی ان کے جواب دینا۔ اور پھر جواب کا مرتبہ تاویل کا مرتبہ ہے اور بسا اوقات تاویل سے پوری تسکین نہیں بھی ہوتی اور شبے کا کچھ نہ کچھ اثر طبیعت میں رہ ہی جاتا ہے اور جب بار بار اور کثرت سے ایسے مواقع پیش آتے ہیں تو شک کو ترقی ہوتے ہوئے آدمی صاف و صریح باتوں میں بھی بے اہل شبہات کرنے لگتا ہے یہ وہ خطرناک حالت جس کو بے دینی اور لامذہبی کی تمہید کرنا چاہیے اور جس سے متنبہ کرنا میرا مقصود ہے فَاَوْفُوا عَلٰی حُدُودِہِ وہ شیطان اور مفتروں کی جھگڑا جس کا بیان قرآن میں ہو بیشک ہی سہی مگر اُس سے جو بڑے کام کی بات مستنبط کی جاسکتی ہے یہ ہے کہ اسی استدلال اسی کرپڑی اسی کٹھنچتی کی وجہ سے شیطان راندہ جا چکا ہے اُس کو حکم دیا گیا کہ آدم کو

سجدہ کرے اور وہ لگا بحث کرنے اَنَا خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخُلِقْتُكَ مِنْ طِينٍ علم جس کے
 درجے کو کوئی فضیلت نہیں پاتی گروہی کے رنگ میں اگر ایسی شخصیت بن جاتا جو جس سے فرد کو کوئی
 زدیلت نہیں اَلْعِلْمُ حِجَابٌ اَلْكَرِّهِمْ دیکھتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحاب کو
 بڑی سختی اور تاکید کے ساتھ ایسی باتوں سے روکتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ کچھ
 صحابی صفہ میں بیٹھے ہوئے قضا و قدر کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اتنے میں حضرت برآمد
 ہوئے اور یہ معلوم کر کے کہ قضا و قدر میں بحث ہو رہی ہے نہایت ناخوشی ظاہر فرمائی کہ کیا میں ایسے
 ہی جھگڑے تمہارے لیے لے کر آیا ہوں ایسی ہی باتوں میں پڑ کر تم سے پہلے بہت سی اُمتیں ہلاک
 ہو چکی ہیں تم بھی لگے ان ہی کی سی رہیں کرنے خبردار جو آگے کبھی میں کسی کو ایسا کرتے دیکھا ہو گا۔
 ایک ایمان وہ تھے کہ پیغمبر نے کہا رات ہم ساتوں آسمان کی سیہ کر آئے ان کی اس بات کا ایسا
 یقین کر لیا کہ اُلٹ کر یہ بھی تو نہ پوچھا کہ کیوں کر گئے اور کس طعن پر آئے اور جو کسی نے دریافت کیا کہ
 تم کو کیوں کر یقین لگ گیا ہو گا تو کیسے کھلے دل سے کہتے ہیں پیغمبر کے فرمانے سے ایک ایمان وہ تھے
 کہ کسی نے کلیہ ذمہ کی سی حکایت بیان کرتے کرتے جھگڑیوں اور بکریوں کی کچھ گفتگو نقل کی
 پیچریوں کی بھی بڑی پرانی کھوپریاں ہیں متمین میں کوئی نیچری طبیعت کا بھی آدمی رہا ہو گا اس نے
 تعجب سا کیا تو پیغمبر صاحب نے فرمایا خدا کی قدرت سے کچھ بھی بعید نہیں میرا تو یہی عقیدہ ہی اور
 ایسا ہی عقیدہ ابو بکر اور عمر کا بھی ہے۔ اور ایک ایمان یہ ہیں کہ گزشتہ اور موجودہ واقعات بھی نہیں۔
 واقعات مستقبل یعنی عاقبت کے متعلق غلات عادت ذری سی کوئی بات سن پائیں تو مائے
 اعتراضوں کے اُلٹ کر دیں پچھلی گرمیوں میں جو سید احمد خاں کے ساتھ پنجاب جانے کا اتفاق ہوا
 تو لوٹتوں کو ایک دن کے لیے جالندھر میں مقام تھا۔ ایک ہتھیار لوگوں کے لیے خالی کر لیا گیا
 تھا اس میں ہم سب لوگوں کے سینک نہ سما کے تو میں اور مولوی ذکا اللہ پاس کے پاس ایک
 دوسرے بیٹھے میں چائے جس میں صاحب مکان بھی رہتے تھے اور وہ تھے عیسائی۔ اور
 عیسائی میں بھی بادی اور ہم کو ایسا دیا مسلمان اپنے یہاں ٹھہرے کبھی کیوں دینے لگا تھا۔

صاحب خانہ کو تو یہ معلوم تھا کہ ہم لوگ سید احمد خاں کے ساتھ ہیں تو یہ بھی ضرور جانا ہوگا کہ نہ چری ہیں اور نہ چری ہیں تو آدھے کرستان بھی ہوں گے رات کے وقت مجھے باتیں ہونے لگیں تو انھوں نے اسلام پر یہی مہولی بودے پھٹے اعتراض کرنے شروع کیے جو عیسائی کیا کرتے ہیں ازاں جملہ انھوں نے بہشت کا بھی تذکرہ کیا کہ مسلمانوں کی کیسی انوار بہودہ بہشت ہے خدا کے تقدس کے بالکل خلاف۔ میں نے تو چلتا ہوا سایہ جواب دے دیا تھا کہ دنیا ہی کے پیدا کرنے سے خدا کے تقدس میں کون سا فرق آگیا ہو کہ بہشت کی وجہ سے آجائے گا۔

مضمون میں نے ایسا وسیع اختیار کیا ہے کہ میں اس پر بہت کچھ کہہ سکتا ہوں اور مجکو بہت کچھ کہنا چاہیے بھی۔ مگر وقت وسیع نہیں اور لوگ مذہبی باتوں سے جلد ملول بھی ہو جاتے ہیں میں نے اس قسم کے خیالات میں ایک ناول لکھا ہے اور اس کا نام ہر ویلے صادقہ وہ پبلک کے روبرو پیش ہوگا۔ اور لوگ آپ اپنی جگہ فیصلہ کر لیں گے کہ میرے مذہبی خیالات درست ہیں یا نادرست۔ طبیعت میری بھی نہ چریوں ہی کی سی واقع ہوئی ہے۔ اتنا فرق ہے کہ نہ چری حتیٰ الوسع سائنس کی طرف داری کرتے ہیں اور میں حتیٰ الوسع اسلام کی۔ *ذَبْنًا لَا نُنْزِعُ قُلُوبُنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ ذِكْرًا إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ۔*

اکیسواں کچر

انجمن حمایت اسلام لاہور کے دسویں سالانہ جلسے میں ۱۸۹۴ء میں دیا گیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکاشفہ دارد

یہ گولڈن رول یعنی قاعدہ کلیہ جو اب زمر سے لکھنے کے لایق ہے اس پر صاحبوں نے سناتو ہوگا

نہیں آتا کہ کیا کہا تھا۔ ان کو اپنی فارسی پر پڑانا نہ تھا۔ اور ریختہ گوئی کو مبتذل اور دون مرتبہ سمجھتے تھے چنانچہ ایک ریختہ گو معاصر کی طرف اشارہ کر کے ایک قصیدے میں تعریفاً فرماتے ہیں ع
انچہ فخر تست در گفتار آل تنگ من بست

لیکن انگریزی مغلدری کی وجہ سے جو انقلاب عظیم واقع ہونے والا تھا اُس کی صبح نمودار ہو چکی تھی اور زمانہ گھر رہا تھا کہ مرزا صاحب اس بساط کو تہ کیجے کہ زبان فارسی نہ تو ہندوستان کی ملکی زبان ہو اور نہ اس میں علوم ہیں۔ کیوں آپ اس کے پیچھے اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ اگلے لوگ کچھ مستقل مزاج بھی زیادہ ہوتے تھے مرزا صاحب مدتوں تک اسی فارسی کو پکڑے رہے۔ گزر زمانے کے ساتھ کسی کی ضد کیا چلے۔ خاص کر شاعری تو سپیٹ بھرے کے مشغلے ہیں۔ اُس وقت جیسا کچھ شاہی دربار تھا وہاں ریختہ ہی کی قدر تھی۔ ناچار مرزا صاحب نے بھی بادل ناتواستہ ریختہ کا موٹھ پڑانا شروع کیا۔ میں صرف نمونے کے طور پر ان کے اُس وقت کے چند شعر پڑھتا ہوں اشعار

عرض ناز شوخی دندان برائے خندہ ہی	دعویٰ جمیعتِ احباب جاے خندہ ہی
ہو عدم میں غنیمت جو عبرت انجہام گل	یک جہاں زانو تامل در قفاے خندہ ہی
کلفتِ افسردگی کو عیش بے تابی حرام	ورنہ دندان در دل افشردن نئے خندہ ہی

ایک اور تاکہ یہ خیال نہ ہو کہ میں قصداً اتفاقی بندشوں کو چھانٹ کر لایا ہوں۔

لب خشک در تشنگی مردگان کا	زیارت کدہ ہوں دل آزر گدا کا
ہمہ نا امید دی ہمہ بد گمانی	میں دل ہوں فریبہ و فافورہ گدا کا

مرزا صاحب کی شاعری اس بات کا نمونہ ہے کہ زمانہ کیوں کر اپنی جنتری میں سے لوگوں کو نکالتا ہے وہ مرزا جو ریختہ گوئی کو ننگ سمجھتے تھے آخر آخر اپنی اُردو سے متلی پر فخر کیا کرتے تھے مرزا کے ہونٹوں سے اُردو کے آہستہ آہستہ نکلتا تھا اور وہ فرماتے ہیں اُردو کی زبان کی مشکل گائی کی مشق زوروں پر تھی۔ اُس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

میں نے اپنے غم زار دل	سُت سُن۔ یہ آہستہ غم زار دل
-----------------------	-----------------------------

آساں کہنے کی کرتے ہیں فرمایش

گویم شکل و گرنہ گویم شکل

قریب قریب ایسا ہی حال میری۔ لکھ دوں گا تو عربی ضرور ہو گی سمجھو یا نہ سمجھو۔ مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ بھئی عربی پڑھو تو وہ اُلٹا بڑا مانتے ہیں۔ کیوں جی آج کسی ادنیٰ درجے کے حاکم کا سمن آتا ہو گا کوئی ادنیٰ درجے کا حاکم کسی کے مقدمے میں فیصلہ صادر کرتا ہو گا کوئی تم میں ایسا ہے پرواہی کہ پڑھنا جانتا ہو اور اُس کو نہ پڑھے یا پڑھنا نہ جانتا ہو اور اُس کو پڑھو کر نہ دے۔ اور سمن اور فیصلے کو بھی پوچھے میں ڈالو کبھی تارا آتا ہو گا تو اُس کے پڑھنے اور پڑھوانے تک گھر کے سارے کام بند ہو جاتے ہیں۔ ایک پیسے کے کارڈ کی بھی کچھ حقیقت ہے پڑھے نہیں رہا جاتا۔ لیکن قرآن احکم الحاکمین کا فرمان تیرہ سو برس کا آیا ہوا رکھا ہوا اب اپنی اپنی جگہ سمجھو کہ کس کس نے پڑھا اور کس کس نے پڑھو کر سُنا اور اس پر اسلام کے لیے جو طے دعوے اور بڑے جوش و خروش۔ اور اگر کسی مسلمان بھائی کا دل جلے

دل ہی تو ہر نہ سنگ خشت درد سے بھر جائے کیوں

اور وہ تم کو سختی سے عربی کے پڑھنے کو کہے تو تم اُس کا منہ کھسوٹنے کو موجود ہو جاؤ۔

تم ہندو کیا خوش ہوئے۔ آخر ہو تو ایسی ہندوستان کے مسلمانوں نے عربی کی قدر جانی تو تم نے سنسکرت کی۔ اور افسوس ہے کہ دونوں زبانیں کلاسیکل (آتم الاستدھتھیں اور کلاسیکل ہونے کے علاوہ غصب یہ کہ نہ ہی۔ اب حال یہ ہو کہ سنسکرت کے لیے جرمن جاؤ اور عربی کے لیے فرانس اس سے بڑھ کر بے عرقی اور مصیبت کی کوئی اور بات بھی ہو سکتی ہے۔ نتیجہ کیا ہے کہ ہندو اپنے وید سے بالکل بے خبر ہیں اور یہی حال مسلمانوں کا ہونے والا ہے کہ اگر عربی کی طرف سے ہی غفلت رہی تو اُنھیں اور اُنھیں پر لڑا کریں گے اور کوئی اتنا کہنے والا نہ ہو گا کہ صحیح لفظ اُنھیں ہے۔ تم بڑے مہبط تو اب کیا پڑھ سکتے ہو لیکن اپنی اسلوں کو کہیں برباد کر رہے ہو۔ اچھا بھائیو جو تمہاری سمجھ بیز آئے ہو کہ۔ اپنا کام تو لکھ دینا ہے وہ بھی اس سبب سے کہ بلا بلا کر لکھواتے ہو۔ تمہارے سبب سے تو اپنی دینی کو پھوٹنے والا نہیں۔ میں یہ بھرا ہوا آہ۔ تمہارا گوشت اسلام نے نام کو نہ ہر دو کار

نیست و نابود کر دینا چاہتے تھے اُس وقت اسلام کو فوجی قوت کی ضرورت تھی اور اسلام کی حمایت
 اسی ہی نہ تھی کہ فوجی طاقت سے اُس کی تائید کی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی حکم بھی تھا۔ **وَأَعِدُّوا لَهُمْ**
مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُوهُمْ
اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَكَانَ تَعْقِبُهُمْ **مِنْ ذِي قُنُيْنٍ فَجَنَّبَ السَّبِيلَ لِلَّهِ يُؤْتِي الْيُكُومَ الْيُكُومَ**۔ میں اس آیت کے
 جزو اخیر کی طرف آپ صاحبوں کی توجہ کو زیادہ تر مصروف کرنا چاہتا ہوں جس سے صاف ظاہر ہوتا
 ہے کہ اُس وقت جہاد ہی سبیل اللہ تھا اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے یہی ایک معنی تھے کہ جس کو جتنا
 مقدور ہو ساز و سامان حرب کے بہم پہنچانے میں خرچ کرے ہتھیار خریدے اونٹ گھوڑے مولے
 جو مسلمان بھائی آپ جہاد کی طیار ہی نہیں کر سکتے اُن کے لئے ضرورت کی چیزیں مہیا کر دے۔
 چنانچہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فدک وغیرہ سے جو کچھ آپ کی ذاتی آمدنی ہوتی وہ اور
 جو کچھ مسلمانوں سے زکوٰۃ و صدقات کا وصول ہوتا وہ سب اسی تجیرہ حیش کی مد میں صرف فرما دیا
 کرتے تھے زکوٰۃ اور صدقات کا وصول ہوتا سُن کر یہ خیال نہ کر لینا کہ پیغمبر صاحب ان رقموں میں سے
 کچھ اپنے خرچ میں لاتے ہوں گے۔ حاشا وکلاً۔ ان کو آپ فرماتے تھے لوگوں کے مال کا ٹھیل۔
 اور زکوٰۃ و صدقات کو نہ صرف اپنے اور اپنی نسل کے لئے حرام قطعی کر رکھا تھا بلکہ تمام نبی ہاشم یعنی
 اپنے جدی قرابت مندوں کے لئے بھی زکوٰۃ و صدقات کے مصرف معین تھے **إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ**
لِلْفُقَرَاءِ وَالْمُسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهِمْ أَلَمْ تَعْلَمْ فِي قُلُوبِهِمْ وَفِي الرِّقَابِ أَلَمْ تَعْلَمْ وَفِي
السَّبِيلِ أَلَمْ تَعْلَمْ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ وہ پکارے کہتے تھے **لَا أَنَا لَكُمْ**
عَلَيْهِ أَتَمُّ (میں خدا کا حکم پہنچا دینے کے صلے میں تم سے کسی معاوضے کا طالب نہیں) تو کیوں کر
 اس صدقات تو بس فقیروں اور محتاجوں کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو صدقات کی تحصیل وصول پر مامور ہیں
 اور ان لوگوں کے لئے جن کے مانوس کرنے کو مد خرچ دیا جائے اُن کے علاوہ صدقات کو خرچ کیا جائے۔
 غلاموں کے آزاد کرنے میں لوگوں کا قرض چکانے میں اور اللہ کے رستے یعنی جہاد میں اور مسافروں کی ادوائیں۔
 یہ مصرف اللہ کے ٹھیسرے ہوئے ہیں اور اللہ کے حال سے واقف اور تدبیر والا ہی ہے۔

ہو سکتا تھا کہ زکوٰۃ و صدقات کو اپنی معاش کا ذریعہ قرار دیتے۔ یہی زکوٰۃ و صدقات ہیں یہی لوگوں کے
 مالوں کے مثل ہیں جن کو علماء اور مشائخ کے مذہبی گروہ نے اپنی دہم معاش ٹھیکہ لکھا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
 اس دروازے کو اپنے اور اپنی نسل اور اپنے قرابت مندان جہی پر نہایت مضبوطی کے ساتھ ہمیشہ
 ہمیشہ کے لیے بند کر دینا کچھ تھوڑی بات نہیں۔ اس میں ہم کو پیغمبر صاحب کی صداقت اور راستبازی
 اور دیانت کی بڑی عمدہ اور مستحکم دلیل ملتی اور بے چون و چرا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ دعوتی رسالت کرنے
 میں ان کی کوئی ذاتی غرض نہ تھی۔ بہر کیف زکوٰۃ و صدقات میں سے تو پیغمبر صاحب کبھی ایک کٹوری
 ایک جہہ اپنے صرف میں نہیں لاسے۔ اپنی ذاتی آمدنی میں سے بھی صرف ضرورت کی قدر گھر کا
 خرچ نکال لیا کرتے تھے۔ سو کتنا خیر ہر برس بہر کا غلہ جو زمین میں پیدا ہوتا تھا۔ وہ بھی اس جزیرے
 کے ساتھ کہ اُمت المؤمنین ہمیشہ عسرت کی شاکی رہا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ ایک ایسی بات پر
 تاخوش ہو کر ان لوگوں میں رہنے کی قسم کھالی تھی جس کو مصطلح شریعت میں ایلا رکتے ہیں اور اسی اقرباب
 میں وہ آیت اتری تھی **عَلَيْهِ سُبْحَانَ أَنْ تَقُولُوا لَنْ يَكُنَ لَآلِهَةٍ مِثْلُ مَا لِلَّهِ** ان یبذلوا أموالهم
 قَاتِلَاتٍ تَأْتِيَنَّهُ عَائِدَاتٍ سَائِحَاتٍ ثِيَابٌ زَاهِيَاتٍ ذَابِكَا آلِهَةٍ بَارِئَاتٍ لِّلْمُتَّقِينَ
 مطلب یہ ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کو ایسا ضروری سمجھتے تھے کہ گھر میں تسلی ہو گھر والے لڑیں۔
 جھگڑیں کچھ پروا کی بات نہیں خدا کا کام کسی طرح اٹھانہ رہے۔ پیغمبر صاحب کے غزوہات میں اخیر غزوہ
 تبوک کا تھا تبوک ملک شام کا ایک شہر تھا جس پر پیغمبر صاحب چلا کر گئے تھے۔ لڑائیاں و قسم کی
 ہوتی ہیں۔ **فَافْتَنُوا** کہ دشمن چڑھ کر آئے اور اُس کو مار کر ہٹا دیا جائے۔ دوسری آفتن ہو کہ کسی پر
 پڑانہ کر جائیں۔ غزوہ تبوک ظاہر میں آفتن معلوم ہوتا ہے مگر نہیں وہ بھی پیغمبر صاحب کے تمام غزوہات
 کی طرح **وَفْتَنُوا** تھا۔ ملک شام میں بادشاہ روم کی عہداری تھی اور وہ تھا نسیائی۔ دشمنوں نے وہاں
 لے پیغمبر کی گھر والوں اس کو کچھ روزہ بھجوا کر پیغمبر کو طلاق دے دیں تو تمھارے بدلے میں خدا ان کو تم سے بہتر
 بیبیاں عنایت کرے۔ مسلمان ایمان والیاں۔ حکم بردار خدا کی جناب میں توبہ کرنے والیاں اُس کی عبادت کرنے
 والیاں۔ روزے۔ کھینے والیاں دو ماہ جین اور کتنا یاں ۱۰۔

یہ مشہور کر دیا تھا کہ پیغمبر صاحب نے تو انتقال فرمایا اور ملک عرب میں قحط پڑ رہا ہی اس سے بادشاہ روم کو حوصلہ پیدا ہوا اور اُس نے عرب کی طرف اپنا لشکر روانہ کرنا چاہا پیغمبر صاحب کو اس کی خبر لگی تو آپ نے مناسب سمجھا کہ ہم یہی بہت کریں تو اُس کو آگے بڑھنے کا حوصلہ نہ ہو اُن دنوں سخت گرمی پڑ رہی تھی اور مدینے کے غمستان کہ یہی اُن لوگوں کی معاش تھی بچتے ہوئے طیار تھے۔

بے سلامانی اس درجے کی کہ سواری کیسی ہیں میں سپاہیوں میں اور سپاہی کون ہی صحابہ برداری کا مشکل سے ایک اونٹ۔ رسد کا پتہ نہیں۔ دقتوں کے پتے کھا کھا کر رہ جاتے۔ مگر ہمیں ایسی قوی تھیں کہ فوج روم پر چڑھ کر گئے تھے۔ جس سے ہمت آراستہ اور با سامان فوج اُس وقت روئے زمین پر کسی کی نہ تھی۔ کیوں جی ذرا انصاف کرو اگر ہم یہی جیسے مسلمان اُن دقتوں کے بھی ہوتے تو آج شاید اسلام کا کوئی نام بھی نہ مٹتا یہ اُن ہی مسلمانوں کا طفیل ہو کہ خدا کے فضل سے آج تک اکتیس کروڑ آدمی روئے زمین پر اسلام کا کلمہ بھرتے ہیں۔ کیا اُن بزرگوں کا اتنا بھی حق نہیں کہ ہم ادب اور احسان مندی سے اُن کا ذکر خیر کریں۔ شاید اٹا دے کا اٹا وہ شریف کا مذکور ہو اور ۷۵۷ھ کے خدر سے پہلے کا۔ میں نے اٹا دے کو شریف اس وجہ سے کہا کہ محسن الاسلام محسن القوم نواب محسن الملک بہادر کا وطن ہو جن کو میں آڈینس دعا ضرر میں دیکھ کر شے خوشی کے جامے میں نہیں سماتا۔ اٹا دے کو میں نے اٹا وہ شریف کہا تو سہی مگر بعد کو خیال آیا کہ ایک بار دلی میں فتویٰ نکلا تھا۔ کہ اجمیر اور کچھوچھو اور ٹونہ کو شریف کہنا درست بھی ہو یا نہیں ایک شخص نے مجھ سے بھی یہ مسئلہ پوچھا میں تو اُس کو یہ جواب دے دیا تھا کہ اگر مزاج شریف کہنے میں شرعاً مضائقہ ہو سکتا ہی تو بے شک اجمیر شریف میں تامل ہی بہر کیف شاید اٹا وہ شریف کا مذکور ہو اور ۷۵۷ھ کے خدر سے پہلے کا کہ وہاں شیعہ سنی مذہبوں سے اس طرح ملے جھلے ہو رہے ہیں جیسے کچھری میں دال چاول۔

ایک ہی گھر میں میاں بی بی بی شیعہ۔ ایک باپ کے چار بیٹے دو شیعہ و دو سنی بلکہ ہم نے نو یہ دیکھا کہ اٹا دے کا ایک ہی شخص ایک وقت شیعہ ایک وقت سنی یہ ہمارے نواب محسن الملک کا وہی سپہ مشہور تھے پھر سنی ہوئے اور اب شیعہ سنی دونوں سے بڑھ کر نیچری (اس کے بعد لکچرار نے اپنے ایک لٹ تھی

چار انگلیاں پیکار لوگوں سے کہا کہ یہ ویسی انگلیاں نہیں ہیں ایک سٹھیا کسی اندھے کی انگلیوں سے بنا کر پوچھا کرتا ہو کہ بتاؤ اگر انگلیاں ہیں میری یہ انگلیاں مذہبی نردبان ہیں سب سے نیچے کی انگلی بنصر مطلق مذہب ہو۔ اس سے اوپر کی بنصر مذہب اسلام اس سے اوپر کی وسطی و ہابیت اور سب سے اوپر وہ نیچریت کی جگہ کو دکھاتی ہو۔ یعنی پہلے آدمی مطلق مذہب کا خیال کرتا ہو پھر مذہب کا خیال میں ترقی کرتا ہو تو اسلام میں تا۔ پھر اسلام میں ترقی کرتا ہو تو وہ اس طرح کے عقائد پر پہنچتا ہو جن کو لوگ آفتابِ اجل گرد ہابی کہتے ہیں۔ پھر وہ ہابیت میں ترقی کرتا ہو تو آخر کار نیچری ہو تا ہو اس کے بعد دخل الجنّت کا مرتبہ ہو مگر نیچریت سے وہ نیچریت مراد ہو جو اسلام اور دین حق کی مراد ہو اور جس کی صراحت میں تھوڑی دیر بعد کروں گا۔ اور میں نواب محسن الملک کو اسی طرح کا نیچری خیال کرتا ہو اور اسی سے ان کی عظمت میرے ذہن میں ہی خیر تو انا وہ شریفین میں شیعی مثنی بدتوں سے اس طرح بے جملے ہوئے ہیں جیسے کپڑی میں دال چاوں۔ ایک ہی گھڑی یاں سُنی بی بی شیعہ۔ ایک باپ کے چار بیٹے دو شیعی دو سُنی۔ شیعوں کی مجالس میں سُنی شریک۔ سنیوں کی مذہبی تقریبات میں شیعی موجود ایسے اختلافات ہوں تو مسلمانوں میں ہتھ نہیں ہتھ ہزار فرقتے صبح بہتر ہزار فرقتے شام چہر مارو شن دل ماشاؤ یہاں تو بڑی مصیبت ہو کہ تل برابر مذہبی اختلاف ہوں اور ایک دوسرے کی آبرو کا دولت کا جان کا لاگو بنا۔ اور جب تک ہندوستانیوں کا یہ حال ہے ہندو ہوں یا مسلمان عیسائی ہوں یا برہمنو یا آریے کوئی بھی ہوں اور کسی شان میں بھی ہوں

کہ من آن قدر غنامی شناسم

بہر گئے کہ خواہی جلوہ گر باش

جب تک ہندوستانیوں کا یہ حال ہو اور جب تک مذہب کے چنچہ آہنی میں یہ لوگ مہم کی ناک ہیں جدھر کو چاہا پھیر دیا ان میں سے کسی ایک نہ فلاح ہوئی نہ اوار نہ ہو گی۔ انگریزی نہیں تم خود انگریز بھی بن جاؤ۔ تاہم جیسے بد نصیب اب ہو ویسے ہی بد نصیب انگریزی پڑھ کر نہیں (انگریز بن کر) بھی رہو گے

کز خضر از آب حیواں تشہ می آرد سکنہ در

تنی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل

ماں اٹاؤے کے سُنی شیعوں کا سا اختلاف رکھو گے کہ عقائد مختلف اور پھر ایک کے ایک تو مبارک
 تم مبارک تمہارے اختلاف بغیر تو اٹاؤے کے سُنی شیعہ آپس میں ملے جلے رہتے تھے کبھی کسی
 نے یہ بھی نہ جانا کہ ان کے دو مذہب ہیں۔ بد نصیبی سے کہ یہ بلادمذہبوں سے مسلمانوں کے سر پر
 سوار ہو کوئی ڈپٹی صاحب اس شہر میں بدل کر آئے اور وہ تھے شیعہ اور شیعہ بھی متعصب۔ ڈپٹی
 صاحب کو بد لے ہوئے تھوڑی ہی مدت ہوئی تھی کہ وہ جو کہتے ہیں کڑوہ میں کھاج محرم آچھپا
 اُنھوں نے دُلدل نکالنا چاہا جو کبھی نہیں نکلاتا چمکی بوانی جاہی جو کبھی نہیں بچتی۔ بھوسا اڑوانا
 چاہا جو کبھی نہیں اڑا تھا مجالس میں علی الاعلان تبرک لانا چاہا جو کبھی نہیں ہوا تھا۔ مگر یہ تدبیریں ابھی
 چپکے چپکے ہو رہی ہیں حکام انگیزی کو کچھ خبر نہیں اور نہ اچھی طرح سینوں ہی کو معلوم۔ مگر ہاں چند
 ناما قیامت اندیش لوگوں شیعہ زیادہ تر ڈپٹی صاحب کی خوشامد اور کسی قدر مذہبی خیال سے
 سے بھی ڈپٹی صاحب کے ساتھ ہیں اور منصوبوں کی کپڑیاں پک رہی ہیں۔ اور اس طرح کے
 ہنگاموں کا کچھ دستور بھی ہو کہ ان کی ابتدا ایسے ہی بغل لوگوں کی طرف سے ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ بھٹی
 کے ہندو مسلمانوں میں جو فساد حال میں ہوا تھا اُس کے بارے میں گورنر لارڈ ہیرس نے
 یہی رائے قائم کی تھی۔ اور لارڈ ہیرس اس رائے میں منفر د نہ تھے ہر جگہ اور ہمیشہ ایسا ہی ہوا
 کرتا ہے۔ کہ جو لوگ فرضوں کی پروا نہیں کرتے نفلوں کے لئے لڑنے مرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔
 ابھی چند روز کی بات ہے۔ ہماری دلی میں آئین پر مقلدوں اور غیر مقلدوں میں خوب سرچھوٹ ہوئی۔
 لوگوں پر چرمانے ہوئے چمکے لئے گئے اور مقدمات شاید لاہور تک آ گئے۔ اور میں نے سنا
 ان لوگوں میں بعض ایسے بھی تھے جنھوں نے بھول کر بھی خدا کو سجدہ نہیں کیا۔ اسی طرح ایک
 شخص رضوان پیرا روزے تو رکھتا تھا مگر سحری اور افطاری کا بڑا اہتمام کرتا۔ کسی نے کہا کہ تم کو
 سحری اور افطاری کی کیا ضرورت ہو تو کہتے کیا ہیں۔ واہ روزے نہیں رکھتے تو کیا سحری اور افطاری
 بھی نہ کریں نہ روزے کا فرض ہی ہو جائیں۔ غرض ہنگاموں اور خانہ جنگیوں میں بات کچھ بھی نہیں ہوتی
 لوگ نادانی سے اُس کا ہنگامہ بنا لیا کرتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے ہنگاموں کی کون کے شہداء

کے بڑے ہنگامے کا سامان میری آنکھوں میں پھر رہا جو کہ بازاری خلقت نے اُس آگ کو سلگایا۔
 اور آخر کار ایسی بھڑکی کہ ہزاروں ناگردہ گناہ قاتلانہ کی خاندان اُس کی لپیٹ میں آ گئے۔ ایسا ہی ایک
 واقعہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بھی ہوا تھا کہ فتح مکہ کے چند روز بعد حنین
 کی لڑائی ہوئی اُس میں مالِ غنیمت بہت کثرت سے آیا تھا اور ایسا کثرت سے آیا تھا ویسا ہی
 پیغمبر صاحب نے خوب جی کھول کر لوگوں کو دیا بھی تھا۔ مکہ سمورے دن ہوئے تھے کہ فتح ہوا تھا
 اور وہاں کے لوگوں کے تالیفِ قلوب کی ضرورت تھی شدید پیغمبر صاحب نے مصلحتِ وقت سمجھ کر
 اہل مکہ کو یالوں کو قریش کو مالِ غنیمت سے زیادہ حصہ دیا۔ تالیفِ قلوب کے معنی ہیں استقامت
 پر چلنا۔ ملانا۔ یہ ہندی کی چندی میں نے اس غرض سے کی کہ اب اس طرح کے الفاظ مسلمانوں
 کی ڈکٹری میں ڈھونڈے نہیں ملتے اور مسلمان سازگار سی کے مفہوم ہی کو نہیں سمجھتے۔ خیر تو
 حنین کی غنیمت سے قریش کو زیادہ حصہ ملا تو اس پر بعض انصار کو حسد ہوا اور انھوں نے ایسا
 خیال کیا کہ پیغمبر صاحب اپنی قوم کی رعایت فرماتے ہیں۔ لگے کتنے قریش کو مالِ غنیمت سے زیادہ
 حصہ دیا جاتا ہو حالانکہ ان لوگوں کے خون ابھی تک ہماری تلواروں سے پڑے ٹپک رہے
 ہیں۔ یہ ماجرا پیغمبر صاحب کے سچ مبارک تک پہنچا اور آپ نے روسا انصار کو جمع کر کے پوچھا۔
 انھوں نے عرض کیا کہ ہم میں بعض نادان نوجوانوں نے ایسی شکایت کی تو ہو مگر آپ ان کی بات
 نہ جائیں ہم میں جو صاحبِ الرائے ہیں اُن کو تو کسی طرح کی شکایت ہو نہیں۔ بات دب دیا گئی۔
 تو جس طرح کے سفہاء القوم نے انصار اور مہاجرین میں فساد ڈلوانا چاہا تھا اسی طرح کے سفہاء القوم
 نے مہنئی کے ہندو مسلمانوں کو لڑا مارا۔ اور اسی طرح کے سفہاء القوم اٹاوا سے کے ڈپٹی صاحب
 کے بھڑے میں آ گئے۔ ضلع کا مجسٹریٹ خالی الذہن۔ کبھی سنی شیعوں میں تکرار ہوا تو خیال میں
 بھی آئے۔ کسی تازہ ولایت سسٹنٹ کو چارج دے شکار کو تشریف لے گئے۔ یہاں جوں
 جوں مجرمزد یک آتا جاتا ہو سنی شیعہ دونوں اپنی اپنی جگہ طاریاں کر رہے ہیں اگر دلدل۔
 اور پچیس اور پچیسوں کے ارادے ان خود شیعوں کے دل مستعد ہیں انہیں ہوتے پستی شایہ چندل پروا

نہ کرتے مگر چوں کہ ڈپٹی صاحب محرک تھے سینوں نے جانا کہ حکومت کے بل بوتے پر سینوں کے
 چھٹرنے کے لئے یہ تجویزیں کی گئی ہیں۔ دنیا میں کوئی چیز حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مگر مذہب
 ایسا زبردست ہو کہ جب کبھی اس کا اور حکومت کا مقابلہ آٹا ہوا ہمیشہ حکومت کو ہارنے دیکھا ہو
 بٹش گورنٹ نے جو یوٹریٹی (بے تعلقی) کی دانش مندانہ پالیسی (تدبیر) اختیار کر رکھی ہو کلاس کو
 کسی کے دین و مذہب سے کچھ بحث ہی نہیں وہ بھی اسی پسچل (اصول) پر مبنی ہو۔ کہ کیوں
 مذہب سے چھٹیر چھڑا کر کی اور کیوں اپنی ہیٹی کرائی۔ میں تو کسی نیٹو۔ ہندوستانی رئیس کا رعیت
 ہوں نہیں۔ مگر مجھ کو معلوم ہو کہ پنجاب میں نیٹو ریاستیں بہت ہیں اور عجب نہیں ان ریاستوں
 کے باشندے بھی آدین میں ہوں تو جس سے بن پڑے اور جس طرح بن پڑے اپنے رئیس کے
 گوش گزار کر دینا اور رعیت گرمی کا حق ادا کرنے کا اس سے بہتر کوئی یہ ایرینس کہ اور باتوں
 میں بٹش گورنٹ کی پیر دی کر ویا نہ کرو مگر مذہبی یوٹریٹی سے بال برابر ادھر ادھر کئے اور
 ریاست پر زوال آیا۔ افسوس ہو کہ اٹاوسے کے ڈپٹی صاحب نے مذہبی تعصب کے جوش
 میں آکر اتنا بھی نہ سمجھا ڈپٹی کلکٹری کیا خاک کرتے رہے ہوں گے۔ مگر انگریزی عکدار میں ہونا
 جاہلیت تھا جیسے سیدھے سادے ہندوستانی حکام ہوتے تھے ویسے ہی بھولے بامعنی انگریز۔
 بامے کو تو ال شہر نے تاراکہ لوگوں کے تیور بگڑے ہوئے سے ہیں اور چوں کہ وہ تھانسی ڈپٹی صاحب
 کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ وہ اور تو کیا کر سکتا تھا اس نے روز نامے رنگے شروع کئے اور سسٹنٹ
 صاحب ہیں کہ سمجھتے بوجھتے خاک نہیں۔ آخر اس نے شاگرد پیشوں کی معرفت صاحب کے کان میں
 ڈالا کہ شہر میں بڑا بھاری بلوا ہونے والا ہے تب تو صاحب بڑے سٹ پٹائے اور وہ جو کہتے
 ہیں اٹا چور کو تو ال کو ڈانڈے کو تو ال کے سر جوئے کہ تم نے ہم کو اطلاع کیوں نہیں کی۔
 کو تو ال نے عرض کیا کہ حضور میرے روز نامے منگوا کر دیکھیں میں دو دو ہفتے سے برابر لکھ رہا ہوں
 صاحب کو اس وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کتنی شیعوں میں کیا اختلاف ہے۔ انگریزی عکدار میں
 سب خوبیاں ہیں مگر رعایا کے اندرونی حالات سے حکام انگریزی کا ناواقف ہونا بڑا غضب ہے

بے شک اس کا انتظام ہر شکل میں ایسی ہی مشکلات پر غالب آئے گا معاوضہ ہی سلطنت۔ اور
 یوں ٹوٹا چھوٹا انتظام کیا پہلے نہ تھا۔ یا اب ہم لوگ نہیں کر سکتے۔ حکام کو رعایا کے ساتھ احتیاط کا
 موقع دو۔ ان کو جلد جلد بدستور۔ واقفیت کو لیاقت کا سٹیڈرڈ (معیار) بناؤ اور اُس کو داسی کن
 مد اترتی ٹھیلو پھر خانہ بنگیاں اور ہنگامے ہوں تو ان کا دوسرا دریں۔ بارے اٹاوسے کے
 اسسٹنٹ صاحب نے فریقین سے دریافت کر کے بڑی دیر میں ایک یا ۱۰ اشرف مرتب کی۔ اور
 دوڑے دوڑے جا الماری سے ایک انگریزی تاریخ نکال لائے اور اُس کو دیکھتے اور یادداشت
 سے ملاتے رہے۔ اور ڈپٹی صاحب اور کو تو ال ہیں کہ دونوں حکم اخیر کے منظر پیش ہیں۔ خیر تو اس
 اسسٹنٹ نے دُلڈل خیر کے نکالنے کی تو عادت کر ہی دی کہ یہ چیزیں اس شہر میں کبھی نہیں نکلیں
 اور ڈپٹی صاحب بھی بہت تعجب کیا کہ آپ مسلمان ہو کر جنرل عسکر کی اسلامی مذمتوں کا کچھ نہ کہتے
 اور ہم جانتے ہیں کہ شاید اسی وجہ سے مسلمانوں کی سلطنت پر زوال آیا ہو۔ جب ایک قوم اپنے
 فتح مند جنرل کی خدمتوں کی قدر نہیں کرتی تو یہ اُس قوم کے ادبار کی نشانی ہے۔ اس سے لوگوں کے
 دل شکستہ اور اُن کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں ہم ڈیوک آف ولنگٹن کو جس دن واپس لوٹی
 ہم کو فتح کر کے پرنس شاہ فرانس کو قید کر لیا تھا ہم لوگ اُس ڈیوک آف ولنگٹن کو دلیوتا کی طرح
 مانتے ہیں یہ اسسٹنٹ اگرچہ کوئی بڑا سمجھدار نہ تھا مگر آخر تھا تو انگریز اور ایک دن پچھتائیں
 یا پورڈ آف ویو کا ممبر یا لفٹنٹ گورنر ہونے والا تھا بات اس نے لا جواب کی۔ اسی طرح کا ایک
 نہ کو میں نے حال کے اخبار میں دیکھا ہو کہ ممبئی کے گورنر لارڈ میرس کی عیاد ملازمت ختم ہو کر
 وہ ولایت جانے لگے تو بجلا کلب نے اُن کو دعوت دی۔ دعوت میں جیسا ان لوگوں کا دستور ہے
 تن درستی کے جام پئے گئے پیلیں ہوئیں ایک سپیچ ایدمل کیئنڈی کی بھی تھی انھوں نے منبر پر
 اور باتوں کے ایک بات بھی بیان کی کہ ایک عجیبی تمایش ہوئی تھی تو اس مشہور جلسہ کے اہم دار
 دانت دکھانے کے لیے لوگوں نے بیچے تھے۔ ظاہر ہو کہ آدمی کے دانت جس طرح زندہ ہیں
 موندی ڈیپا میں بند ہیں اس کے مرے پیچھے ہی ایک ڈیپا میں آسکتے ہیں اور یہ بھی نہیں کہ

بیچارے مسلمان کے دانت اُٹھا دیئے گئے ہوں۔ اس پر بھی لوگوں نے مسلمان کی ایسی قدر کی کہ کسی کو
 اس کا جھوٹا یا سچا دانت ہاتھ لگایا تو اس کو تبرک کی طرح محفوظ رکھا۔ قوم اس طرح پر قدر دانی کرتی ہو تو
 لوگ قوم پر اپنی جانیں نثار کر دیتے ہیں۔ ایک ہماری قوم ہے کہ جو شخص ان کے فائدے میں کوشش
 کرے اُسے اُنسی کے سر ہوں گالیاں دیں کافر بنائیں مرتد ٹھہرائیں تاکہ اُسے کو کوئی ان کے فائدے
 کا نام نہ لے۔ میں نے اٹاؤے کے اسسٹنٹ کی حکایت کچھ اس غرض سے بیان نہیں کی کہ محکو
 سنیوں کے حق میں ایک انگریز اسسٹنٹ کی رائے سے استعشا کرنا منظور تھا یہ بیچارہ اسسٹنٹ
 تو کس شمار میں تھا میں تو ایسی طبیعت کا آدمی ہوں کہ دو بھڑ اور لائل اور گبن اور کو لیم اور وینب جیسے
 لوگوں سے استعشا کر کے کبھی وہیں اسلام سمجھتا ہوں استعشا کر کا کبھی خیال بھی آتا ہو تو وہیں
 منتقل ہوتا ہو جی بی غدی بھیگی طرف۔ بلال کی طرف۔ عمار بن یاسر کی طرف۔ یا ایسے ہی دوسرے
 بزرگوں کی طرف مگر ہاں میں یہ کہہ رہا تھا کہ اسلام پر ایک وقت ایسا گورا کہ وہ فوجی قوت کا محتاج
 تھا اور اُس وقت جہاد ہی ایک متعین پیرایہ اسلام کی حمایت کا تھا۔ اس ضمن میں غزوہ تبوک اور
 لشکر اسلام کی بے سامانی کا خیال آگیا۔ مسلمانوں کا لشکر تبوک پر چڑھ کر گیا تھا بے سامانی کی وجہ سے
 جیش العسره (لشکر بے سامان) اور غزوہ تبوک ذالٹہ الرقاء کے نام سے مشہور ہوا اول تو ان دنوں
 مسلمان ہی کہتے تھے اور جو تھے اکثر بے تہدور۔ اس پر بھی جتنا جس سے بن پڑا اپنے اوپر کیشش کی۔
 اور قرآنی لشکر کا بھرنے کا سب سے بڑا پندرہ حضرت عثمان کا تھا کہ انھوں نے بھلا جان کل کے بڑے
 متقدر مسلمانوں کی ہتھوں پر قیاس کر کے بتاؤ تو سہی کیا دیا ہو گا۔ اور یہ بھی خیال کر لیں کہ
 تبوک ہی کی ایک ضرورت نہ تھی ایسی ایسی ضرورتیں ہر روز پیش آتی رہتی تھیں۔ اس کے دن خدا کے نام
 سے قرض مانگا جاتا تھا **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَرْضًا حَسَنًا مِّنَ اللَّهِ قَرْضًا حَسَنًا لِّئَلَّا تُكُونَ لِلدُّنْيَا مَمْلُوكِينَ** کہ
 یہ کہتے تھے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَرْضًا حَسَنًا مِّنَ اللَّهِ قَرْضًا حَسَنًا لِّئَلَّا تُكُونَ لِلدُّنْيَا مَمْلُوكِينَ** قومی کاموں کا سر انجام ایسا کچھ آسان کام نہیں ہے۔ تم اپنی اس انجمن
 ۱۵ وہ لڑائی جس میں سپاہی چھتر سے لپیٹا ہوا تھا ۱۱ کون جو خود کو قرض حسن دے کہ خدا قیامت کے دن
 اس کے قرض کو کوئی گونا گوارے کے اور کرے ۱۲ خدا کا ہاتھ تنگ ہو رہا ہے ۱۳۔

حمایت اسلام ہی گوئی نہیں دیکھئے کہ جتنا دیتے جاتے ہوا ان کی ضرورتیں بڑھتی جاتی ہیں اور ابھی
 یہ کیا بس کر رہے ہیں۔ اور پھر یہ انجمن ان وقتوں کی ضرورتوں کے آگے کیا چیز ہے۔ بہر کیف حضرت عثمان
 رضی اللہ عنہ نے دس مہینے بچا پس ایک دم سے تین سو اونٹ با ساز و سامان لشکر تبوک کی تجہیز میں
 دیئے اور صحیح روایت کے مطابق ایک ہزار اشرفیاں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں لا کر
 ڈال دیں۔ اشرفیاں دیکھ کر ان حضرت کا تو یہ حال ہوا کہ مارے خوشی کے آپ کا چہرہ چمک اٹھا۔
 آپ ان اشرفیوں کو اُچھاتے اور فرماتے جاتے تھے بس عثمان کو اب کسی عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔
 کوئی چٹائی شمس دین کو اشرفیاں دے تو ہم بھی دیکھیں کہ یہ کیوں کر خوش ہوتے ہیں۔ تو مطلب یہ ہے
 کہ جس طرح آدمی کی شخصی ضرورتوں کا کچھ ٹھکانا نہیں بھوکا ہی تو محتاج غذا ہی تنگاہی تو محتاج لباس ہو بیمار
 ہو تو محتاج دوا ہو پیادہ ہو تو محتاج سواری ہو۔ اور جس کی جو ضرورت ہو اُس کا نفع کر دینا اُس کی امداد
 و حمایت ہو۔ اسی طرح وقتاً فوقتاً اسلام کی ضرورتیں مختلف ہوتی رہی ہیں اور جو لوگ اسلام کے
 فدائی اور خیر خواہ رہے ہیں انھوں نے ان ضرورتوں کو نفع کر دیا ہی تو ایک وقت اسلام کی فوجی مدد
 کا تھا اور ان وقتوں کے مسلمان فوجی طاقت سے اُس کی مدد دیکھ رہے ہوتے۔ اور ایک وقت وہ تھا
 کہ فلسفہ یونانی نے اسلام کو بیخ و بن سے مستہل کرنا چاہا تو ان وقتوں کے علما نے علم کلام سے
 اس کی مدد کی۔ اور ایک وقت اسلام پر ہمیشہ رہا ہی اور ہمیشہ رہے گا اور اسلام کی خصوصیت نہیں
 ہر ایک مذہب پر یہ وقت ہمیشہ رہا ہی اور ہمیشہ رہے گا۔ کہ اُس کے ماننے والے جادۂ اعتدال سے
 منحرف ہوتے رہتے ہیں سو اس مرض کی دوا بھی معلوم ہو مگر ذرا پانی ہو گئی ہے اور اُس میں اگلی سی
 قوت نہیں رہی۔ وہ دوا کیا ہے یہی ہمارے مذہبی پیشوا۔ مولوی۔ واعظ۔ مشائخ۔ دنیا کے اعتبار
 سے دیکھا جائے تو ملک کے امن میں فتور ڈالنے والے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو بیرونی
 دشمن جو باہر سے چڑھ کر آئے اُس کے دفع کے لئے شاہی فوج ہوتی ہے۔ دوسرے اندرونی دشمن
 جو اُس کے قطع الطریق جن کی سہ کوئی کے لئے پولیس اور عدالت ہی یہی حال مذہب کا جو
 سہ پنجابی لے کی نقل ہے۔

کہ اُس پر خارج سے بھی تلے ہوتے ہیں اور داخل سے بھی۔ اور مصیبت یہ ہو کہ دوسرے دوسرے
 تلے اور اُن کو دفع کرنے والے ایک علماء۔ اور اسی کاشش علماء کو جو سمجھ کر حملوں کا مقابلہ کریں
 سو خارج کے حملوں میں سے بڑا زبردست حملہ سائنس (علوم جدیدہ) کا ہی۔ بچا رہے علماء کو اس کی
 خیر ہی نہیں کہ سائنس ہو کیا چیز اور وہ کتنا کیا ہو پس سائنس نے خالی میدان پالیا ہو۔ اسلام پر
 بے محابا وار چلا رہا ہو۔ دھڑ سے کوئی جواب دینے والا نہیں۔ رہے اندرونی تلے۔ سو ان کو
 دفع کرنے کی عوض علماء باہم اختلاف کر کے خود ہنگاموں کو اشتعالک دیتے ہیں کیا حال ہو ملک کا
 جب کہ پولیس جس کا کام ہنگاموں کا روکنا دانا ہو آپ ہنگامے برپا کرنے لگے۔ اب ہم کو یہ دیکھنا
 ہو کہ اسلام کی حالت کیا ہو آیا وہ اچھا بچتا رہا ہے یا اس کو کچھ روگ ہو اور وہ کیا روگ ہو۔
 اور اس کا کیا سبب واقع ہوا ہو اور اس کا علاج کیا ہو۔ اور ان باتوں کے معلوم کرنے کی ضرورت
 اس وجہ سے ہو کہ اگر واقع میں اسلام محتاج مدد و حمایت ہو تو ہم اُس کی ویسی ہی مدد و حمایت
 کر سکیں جیسی مدد و حمایت کی اس کو حاجت ہو ورنہ وضع الشیء فی غیر محلہ کہنے سے ہماری عنیت
 ناحق رائیگاں جائے گی۔ اور اسلام کو بھی ہم کوئی فائدہ نہ بھنچا سکیں گے۔ سو معلوم ہو کہ اسلام نہ
 صرف بیمار ہو بلکہ بیمار محتضر۔ ہر چند بعض لوگ اس کا سبب زوالِ سلطنت کو ٹھہراتے ہیں مگر اپنی تو
 میں کہتا ہوں کہ مجھ کو سلطنت کے جاتے رہنے کی اتنی بھی تو پروا نہیں جتنی کسی کو مٹی کے ایک
 کھڑے کے ٹوٹ جانے کی ہوتی ہو جو حلوئی ایک پیسے کے دودھ دہی کے ساتھ مفت بے دیا
 کرتے ہیں۔ سلطنت کے ساتھ اگر اختیارات ہیں تو اختیارات کے ساتھ ذمہ داریاں بھی ہیں۔
 اب وہ۔ مانے نہیں رہے کہ حق ناحق جو کچھ بادشاہ کے دل میں آیا کر گزرا کوئی اُس سے باز پرس
 کرنے والا نہیں۔ زمانے نے ڈسپائیک گورنمنٹ یعنی شخصی سلطنت کا بیج مار دیا ہو اور بیک اوپین
 دعام لوگوں کی رائے کی ایک قاہرہ حکومت قائم ہو گئی ہو۔ کہ دنیا کی مجموعی سلطنتیں بھی اُس کی
 مقادمت نہیں کر سکتیں۔ یہاں تک کہ جن سلطنتوں سے ہم کو کچھ بھی تعلق نہیں ہم اُن کے معاملات
 میں بھی زامی کے ساتھ رائے زنی کرتے ہیں۔ روس نے زمین پر لیا کوئی بادشاہ نہیں جس کے افعال

اقوال پر جرح نہ کی جاتی جو۔ پس اس سلطنت چھوڑوں کی سچ نہیں رہی۔ بادشاہ کو پبلک اوپینین کی
 (عام رائے) کی بیچ (عدالت) کے روبرو ہر ایک بات کی جواب دہی کرنی پڑتی ہے۔ اُس سے
 پیسے پیسے کا حساب لیا جاتا ہے اور یوں بھی ملک داری ایک بلائے بے درمان ہی سب سے زیادہ
 مطمئن ہماری بٹش گورنمنٹ سوسائٹ ان دنوں کیا حال ہے۔ روپے کی قیمت گھٹتی چلی جا رہی ہے اور
 ملک میں اس سہ سے اُس سے تک غل سا بچا ہوا ہے۔ سکرٹری آف سٹیٹ نے روٹی کی
 ڈیوٹی (محصول سے) مستثنیٰ کر دیا تھا آخر پبلک اوپینین نے اُس کا گلا دبا کر ڈیوٹی لگوائی پگوائی
 پھر بھی سکرٹری آف سٹیٹ ایک چال چل گئے کہ ویسی ہی ڈیوٹی ہندوستان کے بٹے ہوئے
 کپڑے پر بھی لگا دی۔ اس پر اخباروں میں سکرٹری آف سٹیٹ کی ویسے کے ویسے کے
 کونسل کے ممبروں کی جیسی گت بنائی جا رہی ہے اخبار کے پڑھنے والوں سے غصہ نہیں اور آج کا
 آج اور کل کا کل یہ بڑی لمبی پوزیشن کے حکام کہ ان ہی کو من و جد بادشاہ سمجھنا چاہیے۔
 پبلک اوپینین کے مطیع ہو کر رہیں تو سہی۔ فرانس اور روس کے ساتھ جو کشیدگی ہے وہ ایک
 پدی ہوئی بات ہے ہر چند پرنس آف ویلز نے زار روس کی تعزیت کی تقریب میں موقع پا کر
 بہت کچھ تہمتوں کو دی ہے۔ خدا ان کو جتنے خیر سے مگر پرنس آف ویلز اور زار روس میں کیا چیز
 جب تک دونوں قوموں کے دل صاف نہ ہوں اتحاد ہو نہیں سکتا رات دن امیر کابل کی
 غیر مناسبت گزرتی ہے۔ پنجاب کی سرحد پر جو کچھ ہو رہا ہے آپ لوگ مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔ لڑیں
 چین اور جاپان اور تمام یورپ کی سلطنتیں اور پاکستان اور پورا نیچے کا سانس نیچے کہ دیکھیں
 یہ اونٹ کس کوٹ بیٹھتا ہے کیوں ایسا نہ ہوا اُس کے ساتھ گھٹن پٹنے لگے۔ پھر مصر اور افریقہ اور
 سوڈان کہاں کہاں کا نام لوں۔ ع

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا انہم

ٹھنڈی ہوا تو کسی طرف سے بھی نہیں آتی۔ یہ ہیں مشتے نمونہ زار سے وہ چند معدودے
 چند دقتیں جن میں ان دنوں بٹش گورنمنٹ مبتلا ہے سچ کہا ہی ان ایمری لائبریری ڈیٹا ہاؤس دی گرو

جو سرتاج اور ہتھیار ہمیشہ دکھتا ہی رہتا ہی، مدتیں ہوئیں کہ مجھ کو انگریزی گورنمنٹ سے سوا سے
 اس کے کہ ان کے ملک میں رہتا ہوں کچھ تعلق نہیں اور جن دنوں تعلق تھا بھی تبھی پولیٹیکل معاملات
 میں مجھے کون سا دخل تھا اور نیٹو کتنے ہی بڑے درجے کا کیوں نہ ہو امور ملکی میں اُس کو اس سے
 کیا زیادہ دخل ہو سکتا ہی جیسا ہندوؤں کی رسوئی میں کمار کو۔ کہ جو کا دے کمار برتن دھوئے
 کمار آگ سنگا لے کمار چوکے کے باہر سے دال چڑھائے۔ کمار آگ لگاؤندھے کمار روٹی گھڑ کر
 لالہ صاحب کو دے کمار۔ لالہ صاحب کیا کرتے ہیں کہ کمار کے ہاتھ سے روٹی لی تو بے پر
 تو بے اُناری ہوئے میں مگر ہاں مجھ کو ایک ہندوستانی ریاست کی ملازمت کا اتفاق ہوا ہی
 تھا تو وہاں بھی کچھ الگ تھلک ہی سا مگر پھر بھی یہاں کے ہندوستانی عہدہ داروں سے بہت
 بہتر حالت میں تھا۔ تو جن دنوں میں حیدر آباد میں تھا خدا اس سلطنت کو کہ مسلمانوں کا ذریعہ
 فخر ہو اور میرے لیے تو رزق کی ڈوٹی ہی قیام دنیا تک قائم رکھے چوں کہ ایک مشہور جگہ ہو
 یورپ کے سیاح اکثر وہاں آتے جاتے رہتے ہیں اور جب کوئی شہزادہ یا لارڈ یا مشاہیر
 کوئی اور شخص آتا ہی تو سرکار نظام کی طرف سے اعلیٰ قدر مرتبہ بڑی سپریمی اور فیاضی سے اُس کی
 مہمان نوازی ہوتی ہو۔ کتر کوئی سال ایسی دعوتوں سے خالی جاتا ہو گا۔ مجھ کو بھی ان دعوتوں میں
 بارہا شریک ہونے کا اتفاق ہوا ہی۔ اب یاد نہیں کہ کون آیا تھا مگر تھا کوئی بڑا جلیل القدر انگریز
 معمول کے مطابق اُس کو ڈنر دیا گیا اور اُس میں رزیدنسی اور سٹیشن کے کل انگریز ممبروں اور
 سرکار نظام کے تمام معززین مدعو تھے۔ ایوان وزارت میں دعوت تھی۔ ترتیب کے ساتھ میز پر
 لگائی گئیں۔ البتہ نواب مختار الملک سرسالا جنگ اول صدر نشین تھے۔ ان کے دائیں بائیں
 بڑے بڑے انگریز اور ان کی لیڈیاں۔ مجھ کو جس میز پر جگہ ملی وہ ایسے طور پر واقع ہوتی تھی کہ میری
 پشت کسی قدر سالار جنگ کی طرف کو ہوتی تھی۔ تو میں مارے ادب سے اور کسی قدر کیوری اُس
 (شوق) کی وجہ سے بھی بار بار مڑ کر سالار جنگ کی دیکھتا جاتا تھا ڈنر کا ساز و سامان کیا بیاں کروں
 بس ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سرسالا جنگ گویا تخت سلطنت پر اجلاس فرما ہیں۔ گاس کی روشنی

رات کا دن کر دیا ہو سالاہ سرسلاہ دھوس چاندی کی قبعون کا دو چل رہا ہو۔ بیٹہ کی آواز دلوں کو
 گدگد رہی ہو ہنسی مذاق کی باتیں ہو رہی ہیں کھانے کے بعد بن کے پٹانے چھوٹ رہے ہیں۔
 پھر تھپڑ کا شامشاہو۔ آتش بازی ہو۔ انگریزی ہندوستانی ناچ ہو۔ یہ سب کے دل تو ضرور
 جھنجھرائے ہوں گے۔ مگر نہیں ذلک مناع الحیوۃ الدنیا واللہ عندہ حسن المال۔ تو جس وقت
 میں مرمڑ کر سالاہ جنگ کو دیکھتا تھا۔ نواب محسن الملک بہادر سے کہ میں اور یہ دونوں ایک ہی میر
 پر تھے کتنا جانتا تھا کہ اس وقت کوئی سرکار کے دل کو دیکھے مارے خوشی کے ڈبل سائز ڈو دو چند
 مقدار کا ہو گیا ہوگا۔ اللہ اللہ سرسالاہ جنگ مرحوم و مغفور کس بلا کے ٹاٹنے والے سٹیٹسمن (دبیر)
 تھے۔ اُس مجمع میں میرے بار بار دیکھنے کو دیکھا اور اگلے دن نواب محسن الملک سے پوچھا انھوں
 نے بے کم و کاست عرض کر دیا تو فرماتے کیا ہیں ہاں جی آدمی دوسرے کی حالت کے اندازہ کرنے
 میں ہمیشہ غلطی کیا کرتا ہو۔ ان کے نزدیک میں دکن میں سب سے زیادہ خوش ہوں اور میرا حال
 یہ ہو کہ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں مجھے چوبیس منٹ بھی کہیں بے فکر ہی نصیب نہیں ہوتی۔ یہ حال
 تھا اُس شخص کا جو تھا تو فریر مگر خود مختاری کے اعتبار سے اُس کو بادشاہ کہا جاسکتا تھا کیوں کہ
 حق و پر نور نے ہنوز رام سلطنت دست مبارک میں نہیں لی تھی اور امیر کبیر کو ریخت انتظام میں
 کسی طرح کا خل نہیں دیتے تھے۔ پس اتنی بڑی ریاست میں کہ آج ہندوستان میں اس کا ثانی نہیں
 سرسالاہ جنگ جو چاہتے تھے سو کرتے تھے۔ سلطنت اور حکومت کی یہ چند دقیقہ جو میں نے بیان
 کیں دنیاوی خشنوں کے عائد سے بیان کیں اب اگر مواخذہ ماقبہ کی نظر سے دیکھا جائے تو شاید
 سلطنت سے بڑھ کر دنیا میں کوئی منصب نہیں۔ اور جن لوگوں نے مواخذہ عاقبت کا صحیح صحیح انداز
 کیا وہ ہمیشہ اس سے نفور رہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا حال تو سننا ہوگا کہ خلیفہ وقت نے اُن کو
 قاضی القضاات بنانا چاہا اُن دنوں کی قضا ایسی تھی جیسی آج کل کی مدارالہامی کیوں کہ اس معاہدات
 شرع شریف کے مطابق تصفیہ پاتے تھے۔ امام نے انکار کیا۔ خلیفہ بدگمان ہوا۔ امام نے قید و بند
 لے یہ دنیا کی زندگی کے چند روزہ مرنے ہیں اور عاقبت کا اچھا ٹھکانا تو اللہ کے یہاں ہے۔ ۱۶۰

کوڑے کھائے۔ ان صدقوں کی وجہ سے۔ تپ آئی مر گئے موت کی قضا اختیار کی اور اللہ تعالیٰ کی قضا نہیں۔ عجب نہیں مولانا سے روم ان امام ابوحنیفہ رحمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوں کہ فرماتے ہیں۔

گفت نائب قاضیا گریہ زحیت وقت شادی و مبارکباد تست در میان آل دو عالم جاہلے قاضی مسکین چہ داند براں دو بند چوں رودرون شاں مال شاں	قاضی بنشانند نژادی گریست ایں نہ وقت گریہ و فریاد تست گفت آہ چوں حکم راند بیدلے آں دو خصم از واقع خود واقفند جاہل ست و فاعل ست از حال شاں
---	--

ایک وہ تھے جو حقوق العباد کا اس قدر پاس کرتے تھے کہ عاقبت کی جواب دہی کے ڈر سے حکومت کو فتنہ و ابتلا سمجھتے تھے اور ایک ہم ہیں کہ حقوق العباد کو کھیل سمجھ رکھا ہے اور مردم آزماری کے مواقع کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں اور مزہ یہ ہے کہ ابوحنیفہؒ اور ابراہیمؒ اور اہم سے کہیں زیادہ خدا کی یاد میں سے مطمئن ہیں جس طرح الشیائی شاعروں کے مضامین معین ہیں کہ وہ ان کے دائرے سے باہر نہیں جاتے۔ گل و بلبل وصل و بھر شمع و پروانہ بہار و خزاں شوق و انتظار سب الشیخ متخفان مذہب۔ مدح ام النجاشت یاد و چار اور۔ اسی طرح آج کل کے لکچراروں کے مضمون مقرر ہیں۔ انراں جملہ کہ مسلمانوں کو ان کے بزرگوں کی غفلت اور شان و شوکت یاد دلاتی جاتی ہو جیسے سنتے ہیں کہ چیتے کو تھکار کے لئے لے جاتے ہیں تو اس سے کہتے جاتے ہیں کہ تیرے باپ نے فلاں لوٹری اور دادا نے فلاں خوش کا شکار کیا تھا۔ مسلمانوں کو ان کے بزرگوں کی غفلت کا یاد دلانا خیال تو اچھا ہے کہ غیرت کے لئے اس زیادہ کاری تازیانہ ہو نہیں سکتا۔ مگر اس کا ایک پہلو بہت بُرا بھی ہے کہ مسلمان اپنے بزرگوں کے کارنامے سن کر شرمی میں آجاتے اور اپنے تئیں مظلوم سمجھ کر ناحق کا غصہ کرنے لگتے ہیں اور معلوم ہے کہ کمزور کا غصہ مار کھانے کی نشانی۔ مسلمانوں کی بے دولتی کے جہاں اور اسباب ہیں انراں جملہ ایک جھوٹی شیخی اور ناحق کی نمود بھی ہے دنیا کے سبھی کاموں کا دستور ہے کہ خاص کر ابتدا میں تھوڑی یا بہت

ذلت ضرور لگنے کی پڑتی ہے۔ مثلاً نوکری کہ ایک دم سے کوئی اسٹنٹ یا اسٹنٹ کشنر نہیں
 نہیں ہوا کرتا۔ ہر ایک کو پہلے چھوٹی سی چھوٹی نوکری ملتی ہے پھر تدریج ترقی کرتے کرتے لوگ بڑے
 درجوں پر پہنچ جاتے ہیں۔ اگر اس وقت فرض کرو کوئی اسٹنٹ گورنر یا چیف کورٹ کالج ہے تو وہ
 ابتدا میں ضرور ادنیٰ درجے کا اسٹنٹ کشنر رہا ہوگا اسی طرح جن نیٹور کو ڈپٹی کشنر یا ڈسٹرکٹ یا
 ڈویژنل جج دیکھتے ہو وہ شروع میں شاید نقل نویس ہوئے ہوں گے یا ہنگامی محضر جو عارضی طور پر
 رومی چھانٹنے کے لئے مقرر کر لیے جاتے ہیں۔ غرض ابتدائی نوکریوں میں بہتے کو بہت مارنا پڑتا ہے
 اور مسلمان اگر نالیاقتی کی وجہ سے بڑی نوکریوں سے محروم ہیں تو شیخی کی وجہ سے وہ چھوٹی نوکریوں
 میں رہ نہیں سکتے۔ ممالک مغربی و شمالی میں ایک ضلع ہی چون پورا اور اس کا ایک پرگنہ ہی پھیلی شہر۔
 پھیلی شہر ایک مشہور مقام ہے اور اس کی شہرت کی وجہ علما کا ایک خاندان ہے یہ لوگ علمائے مستند ہونے
 کے علاوہ دنیاوی عروج بھی لے لیا کرتے تھے کہ مولوی شگور اور مولوی منظور چار بھائی ایک دم سے
 چاروں صدر الصدور اتفاق سے ایک مسلمان تھیلہ گورکھپور کا ڈپٹی کلکٹر مقرر ہوا اور گورکھپور جا تیل
 کا اس کو پھیلی شہر سے ہو کر گزرناتھا۔ اور وہ پھیلی شہر سے ہو کر گزرنے لگے نہ تھا کہ مسلمان ڈپٹی کلکٹر پھیلی شہر سے
 ہو کر گورے اور ان بزرگوں سے نہ ملے۔ ایک زمانے وہ تھے اور ایک وقت یہ آیا ہے کہ دو صاحب
 جج کو گئے میں ایک کو وہابی کہنا چاہتا تھا دوسرے کو بدعتی۔ مگر ہمیں ایک تھے غیر مقلد یا اہل حدیث
 اور دوسرے مقلد یا حنفی۔ ابھی جہاز ہی میں تھے کہ مدینہ طیبہ جانے کی صلاح کرنے لگے کہ حج سے
 پہلے جو آئیں یا حج کے بعد چلیں۔ غیر مقلد نے کہا کہ مدینے جانا کچھ داخل ارکان حج تو ہیں۔ میں
 نہ پہلے جاؤں نہ پیچھے۔ مقلد اس کا ش یہ کہتا کہ بندہ خدا مدینے جانا داخل ارکان حج نہ سہی مگر گرب
 اس ملک میں آنا نصیب ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر بے مروتی اور حق ناشناسی اور ناشکری اور کیا
 ہو سکتی ہے کہ ہم عرب آئیں اور اس پیچہ کے مرقہ مبارک کی زیارت نہ کریں جس کی جوتیوں کے صدے
 میں ہماری دنیا اور آخرت دونوں درست ہوئیں۔ لیکن غیر مقلد کی خدمت میں آکر مقلد نے یہ کیا کہ
 جہاز سے اتر سیدھا مدینہ پہنچا اور وہیں سے بنے بنے گھر کو لوٹ گیا۔ شاہنشاہ ہمارے دوست

ڈپٹی کلکٹر کو کہہ کر ان مچلی شہر کو علما دین سمجھ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ایک بزرگ سے یہ بھی درخواست کی کہ مجھ کو دنیا اور دین کے متعلق نصیحت فرمائیے دین کے متعلق جو کچھ فرمایا ہو معلوم نہیں مگر دنیا کے بارے میں ارشاد کیا کہ حتی الوسع ہندو ملے رکھنا اس ڈپٹی کلکٹر کو حیرت ہوئی کہ مولوی صاحب پیشوا اسے اسلام ہو کر ہندوؤں کی سفارش فرماتے ہیں۔ نہ رہ سکا اور پوچھا ہی پوچھا کہ اس میں کیا مصلحت ہو فرمایا اَللّٰهُمَّ شَدِّدْ قُوَّتِیْ مِیْرِیْ بِہِست سی عمر کو کرمی میں گزری ہے۔ اور حتی عمر کو کرمی میں گزری ہے اس کا اکثر حصہ حکومت کی نوکری میں۔ تو مجھ کو عملوں سے بہت سروکار رہا ہے اور میں نے ہندوؤں کو متفقہ اور جفاکش پایا ہے مولوی صاحب نے اپنی ایک حکایت بیان کی کہ میں فلاں جگہ صدر الصدق تھا۔ اتفاق سے صدر دیوانی عدالت (ہائی کورٹ) کے حکام نے ایک بڑا طویل الذیل نقشہ طلب کیا۔ اور یہ اعلیٰ درجے کے حاکم خالی بیٹھے بیٹھے اکثر ایسے ہی خواب پریشان دیکھ کر رہے ہیں۔ اور کام کی یہ کثرت کہ سچا سچے معمولی عملوں کو سرکھانے کی فرصت نہیں۔ میں تو بت گھبراہٹ کہ علامہ زائد کی درخواست کرتے ہوئے بہت ڈر لگتا ہے۔ یہ نقشے کا کام کیسے سرانجام ہوگا۔ مگر سررشتہ دار نے کہا کچھ تردد کا محل نہیں۔ یہ امیدوار لوگ جو حاضر رہتے ہیں ان سے مدد لی جائے گی۔ غرض نقشے کے کئی ٹکڑے کر کے امیدواروں کو تقسیم کر دیئے گئے۔ اراں جملہ ایک ٹکڑا ایک ہندو امیدوار کو دیا جانے لگا تو اس نے خود درخواست کر کے ایک ٹکڑا اور لیا اور میں نے دیکھا کہ اسی وقت سے اس نے کمرے قلمدان نکال ہاتھ رس کے رنگ آلود جاتو سے سرکٹ کے کاظم بنایا کام شروع کر دیا۔ باوجودے کہ دو ہفتے کی مہلت تھی مگر اس نے کوئی جو تھے با پنجویں ہی دن اپنے حصے کے دونوں نقشے نہایت صحت اور صفائی کے ساتھ بنا پیش کر دیئے اور اُلٹا منت پذیر ہوا۔

منت شناس نرو کہ بخت بد شہنت

منت منہ کہ قدرت سلطان ہی کتم

سررشتہ دار نے ایک چھوٹا اور آسان سا ٹکڑا ایک مسلمان بھائی کے لئے بھی رکھا تھا ان کو میں پہلے سے اس ریگاری کی خبر لگ گئی۔ اب بلا تے ہیں تو ملے ملے پھرتے ہیں۔ بارے لوگوں کے سمجھانے

۱۲ جس سے صلاح پوچھی جائے وہ ایک طرح کا امانت دار ہوتا ہے۔

سے آئے تو آتے کے ساتھ کراک کر سر رشتہ دار سے بوسے کیوں منشی جی یہ کس جرم کے لیے تھے
 نام کا وارنٹ جاری ہوا ہے۔ عوضیاں ہوں تو لالہ بھائی گھر سے بلائے جائیں اور بگیا رہو تو ہم پکڑے
 پکڑے پھر میں۔ اور میں اجلاس کے کمرے میں اکیلا بیٹھا ہوا تجویز لکھ رہا ہوں۔ میں نے سر رشتہ دار کو
 کہنے سنا کہ آؤ مجھے خداؤ آہستہ آہستہ بولو۔ صدر اعلیٰ صاحب تجویز لکھ رہے ہیں۔

مسلمان امیدوار۔ تم نے تو صدر اعلیٰ کو خدا سے بھی بڑھا دیا کہ اُس کے یہاں بھی پانچ نمازوں میں
 سے تین جہری ہیں۔ سن لیں گے تو بندہ کچھ ان کا دیا نہیں کھاتا۔

سر رشتہ دار۔ ارے یار کیوں ناشکری کرتے ہو ابھی اسی مہینے میں تم کو اُس تقسیم کے مقدمے
 میں بیٹھے بٹھائے تھے روپے مل گئے یہ تو میں جانتا ہوں نوکروں سے اچھے پڑھتے ہو۔ بھلا خیر یہ
 ایک چھوٹا سا نقشہ ہی مہربانی فرما کر ذری اس کو تو بنا دیئے۔

امیدوار بس مجھ کو تو ایسے اخلاص سے معاف فرمائیے۔

سر رشتہ دار۔ یہ تو آپ کو ہماری خاطر سے بنانا ہی پڑے گا۔

امیدوار۔ منشی جی تم تو ہم کو بہت ہی سنا تے ہو۔ (نقشہ دیکھ کر) اقول نقشہ ہو کہ شیطان کی تڑی
 ہو نہ صاحب یہ میرے بوسے کا نہیں۔

سر رشتہ دار۔ ذرا صبر تو کیجیے یہ سارا نقشہ آپ کو نہیں بنانا پڑے گا۔ یہ صرف چار خانے آپ کو
 بھر دینے ہیں بستہ بردار شلیں لا کر آپ کے سامنے رکھ دے گا۔ آپ ان چار مندوں کی کھٹونی کر ڈالیئے۔

امیدوار۔ آپ نے تو ایک ٹکڑا بھر کر جبو (زبان) ہلا دی آپ سمجھتے بھی ہیں کہ یہ چار خانے کا
 تھانہ گڑگڑا لیا ہوگا۔ بھلا کتنے دنوں میں نقشہ درکار ہوگا۔

سر رشتہ دار۔ بہت سے بہت چار پانچ دن۔

امیدوار۔ کیا خوب آپ کو خبر بھی ہے آج کے پندرہویں دن رمضان شریف کا پہلا روزہ ہے
 سورہ سے میں تو بندے کے حواس پر جا رہے ہیں۔ بعد رمضان بات سو بات۔

امیدوار تو نقشہ کو بات بھی نہیں لگاتا تھا۔ لیکن اب گاہ۔ تمہارا سے میاں کیوں نہ کر کہتے ہو کہ کام یہی ہو

نقشہ لے لویا سیاہی ہو گا تو ہم تمھاری مدد کر دیں گے۔ پیر آقا نقشبے بڑا بڑا تھے ہوتے تھے نہ دانہ نہ
 گھاس سواری دودو وقت لخت اس امید داری پر اور لخت اس کچھری پر سودا وقع میں جیسا کہا
 تھا ویسا ہی کیا سارے رمضان میر کشمیر نے شکل ہی نہ دکھائی۔ نقشہ تو کیا کرک سکتا تھا۔ جیسا ارے
 سلامت راہی رام آدمین غریب داس نے لگ لپٹ کر وقت سے پہلے اُس کو پورا کیا۔ مسلمان بھائی
 عید کے بھی کوئی دس دن :۔۔۔ مکان پر شریف لائے اور دور ہی سے السلام علیکم کہہ کر باسی
 تو اسی بھی نہیں دسوا سی عید کے معاف کے لیے آگے بڑھے۔ ناجار اٹھنا پڑا نہ صرف لکھو لکھو پڑ
 بیس اور بھلے ناسوں کو بھی جو اُس وقت موجود تھے اور غالباً ایک بھی اُن کا روشناس نہ تھا۔
 معافوں سے فارغ ہونے کے بعد انھوں نے ساری غفل کو ایک نظر دیکھا۔ میں تو حقہ بتا نہیں مگر
 ایک ہمان عزیز آئے ہوئے تھے اور وہ حقہ پی رہے تھے۔ امیدوار صاحب حق کے لالچ سے۔
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَقَسَّيْوا فِي الْمَنَاسِكِ فَقُصِّوا أَنفُسَكُمْ لِلَّهِ لَكُمْ زَبْرُوسِي اُن کے بیچ
 میں تھے اور مجھ سے مخاطب ہو کر بوسے عید کی مبارک کے بعد سوائے لکھو ایک امر اور بھی عرض کرنا
 تھا کہ سر رشتہ دار نے ایک نقشہ مجھے بنانے کو دیا تھا وہ پچارہ ہندو رمضان کی کیا قدر
 جانے عجب نہیں نقشے کا منتظر ہو آپ کو تو ماہ مبارک کی صورتوں کا خود تجربہ ہوا ہو گا۔ رمضان میں تو
 کچھ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ پھر بندہ تیسرے عید کا بھی پابند ہی غرض الحمد للہ اب رزروں سے فرائض حاصل
 ہوا صرف مکان پر سو ہفتے عشرے میں مزاج بحال ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ شوال ہی شوال میں نقشہ حاضر
 کروں گا۔ شوال گیا ذی قعدہ گیا ذی الحجہ گیا محرم میں نقشہ لائے تو کیا بیان کروں رول تک سیدھا
 نہ تھا جابجا سیاہی پڑی ہوئی معلوم ہوتا تھا کسی کم سودا لڑکے سے لکھو لیا ہو سودا وقع میں مسلمانوں
 کے سر پر ایک یہ بھی شامت سوار ہو کہ چھوٹی حالت میں ان سے رہا نہیں جاتا اور بدولت اس کے
 گز نہیں۔ تو جو لوگ مسلمانوں کی حالت کو درست کرنا چاہتے ہیں اُن کو ضرور ہو کہ مسلمانوں سے
 لے مسلمانوں جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کھل کھل کر بیٹھ جا یا کر کہ خدا اس حسن خلق کے عوض تم کو
 بہشت کی کھلی جاگیں بٹھائے گا ۱۲۔ ۲۰ سش عید کے رزروں کا ۱۳۔

جھوٹی شہنی اور بے جا تعظیم طلبی کی عادت ترک کر لیں۔ بڑا مشکل کام ہے کہ طبیعت میں ذنات اور نیکی بھی نہ آنے پائے یعنی خود داری رہے اور غور بھی نہ ہو۔ سوچو مسلمانوں کے پچھلے کارنامے سن کر ہمیشہ یہ خدشہ واقع ہو کر رہا ہے کہ میں مسلمان شہنی میں نہ آجائیں۔ میں نے بھی سلطنت اسلام کا تذکرہ کیا مگر اُس کے زوال کا اور وہ بھی اس پیرائے میں کہ سلطنت کے جاتے رہنے کی میں اتنی بھی تو پروا نہیں کرتا جتنی کہ ایک مٹی کے کھڑے کے ٹوٹ جانے کی ہوتی ہے جو حوالانی دودھ دہی کے ساتھ مٹھکے دیا کرتے ہیں۔ سلطنت کے ساتھ اقتدار ہو تو ویسے ہی اُس کے ساتھ بھڑے بھی ہیں۔ دنیا اور دین کی عافیت تو اسی میں ہے کہ نہ سلطنت کے جاتے رہنے کا افسوس ہو اور نہ اُس کے حاصل ہونے کی آرزو۔ ایک وقت وہ بھی تھا کہ سلطنت خوشی کا صرف ذریعہ نہ تھی تو بڑا ذریعہ ضرورت تھی۔ اب علم و ہنر کا دور دورہ ہے۔ اسی کی سلطنت ہو اسی کی حکومت اسی کی دولت اسی کی شہنشاہی اسی کی عزت غرض اسی کی دنیا اور میں پکارے کہتا ہوں اسی کا دین۔ اب سلطنت بھی بے علم و ہنر کے نہیں چل سکتی۔ اور نہ صرف سلطنت بلکہ سچ پوچھو تو بے علم و ہنر زندگی عوام ہے اور جیسی زندگی ہم لوگ بسر کر رہے ہیں۔ کہ سوئی اور پیک اور دیا سلائی یعنی ضرورت کی کل چیزوں کے لیے یورپ سے دست نگر ہیں میں تو اس کو زندگی نہیں سمجھتا۔ جنت کو جینے کا طریقہ نہیں ایسے نا اہلوں کو اول تو سلطنت ملنے ہی کیوں لگی

دولت نہ ہاں دے کہے را بگذاشت

اور بغرض محال مل بھی جائے تو جانو کہ ملک کے جسے کی قیادت آئی۔ تو جو مسلمانوں کی سلطنت کے جاتے رہنے کا ذرا بھی افسوس نہیں وہ ایک جانے والی پیر تھی اور گئی تو خوب ہوا اچھا ہوا بہتر ہوا ہاں افسوس ہو تو اس کا ہے کہ مسلمانوں میں علم و ہنر نہیں لینے وہ علم و ہنر جس نے یورپ کو حقیقت زلت سے اٹھا کر معراج الکمال عزت پر پہنچا دیا ہے اور نہ صرف یہ کہ مسلمانوں میں ایسا علم و ہنر نہیں سہیٹ لینے کی بات ہے کہ اُس علم و ہنر کے حاصل کرنے کا جیسا پابجے شوق بھی نہیں اور شوق ہو تو کہاں ہے۔ ہو۔ ابھی اُنہوں نے اس کی ضرورت ہی کو نہیں سمجھا۔

اور اس سے کہ مسلمانوں میں تعلیم کی کچھ تحریک ہو رہی ہو میں نہیں مانتا کہ ان کو شوق ہو جیسا شوق
 ہونا چاہیے اور انھوں نے علم کی ضرورت کو سمجھا ہو جیسا سمجھنا چاہیے۔ ہمارے خاندان کا دستور ہے
 کہ جب تک بچوں کو صرف کھ دینا کافی ہوتا ہے ان کو کھ کھ کر نماز پڑھوائی جاتی ہے۔ پھر جب وہ عمر کی
 اُس حد کو پہنچتے ہیں کہ صرف کتابیں نہیں کرنا تو ان کو لالچ دیا جاتا ہے یعنی پیسے یا کھانا مقرر کر دیا
 جاتا ہے۔ اور وہ پیسوں کی طمع سے نماز پڑھتے رہتے ہیں یہاں تک کہ بڑے ہو کر خدا کے فضل سے بڑے
 بچے نمازی ہو جاتے ہیں۔ اور بعض صاحبِ ترتیب بھی ہوئے ہیں۔ واللہ علیٰ ذلک۔ اور
 ہاں پیسوں کا لالچ دینے کے علاوہ ہم ان کو اپنا نمونہ بھی دکھاتے ہیں ورنہ ہم بے نماز ہوں تو
 کتنا اور لالچ دکھانا کچھ بھی کام نہ آئے۔ تو اگر مسلمانوں کو لینے بعض مسلمانوں کو تعلیم کا شوق ہو بھی
 تو وہ اسی قسم کا شوق ہے جیسا لالچی بچوں کو نماز کا جس طرح وہ نماز پیسوں کے لالچ سے پڑھتے ہیں اسی
 طرح یہ لوگ نوکری کے لالچ سے تعلیم پارسے ہیں نہ ان کی نماز ہو نہ ان کی تعلیم بلکہ شوق ہمیشہ نتیجہ ہوتا
 ہے قدر کرنے کا جو بچے لالچ سے غارت پڑھتے ہیں۔ اگر کہا جاسکتا ہے کہ انھوں نے نماز کی قدر جانی۔ اگر کہا جاسکتا ہے کہ
 ان کو نماز کا شوق ہو تو جو لوگ نوکری کے لالچ سے تعلیم پاتے ہیں ان کو بھی کہا جائے گا کہ انھوں نے تعلیم کی قدر
 کیا جائے گا ان کو تعلیم کا شوق ہو۔ نوکری اول تو اس کثرت سے ہو نہیں سکتی اور ہو سکتی بھی نہیں۔ اور ہو
 بھی تو وہ ایک نہایت بقتل منفعت ہے جو تعلیم پر تفرع ہو سکتی ہے بشرطیکہ تعلیم ہم لینے اعلیٰ درجے
 کی۔ اور یہ تعلیم جو ہو رہی ہو شاید نوکری کے لیے تو کافی ہو بھی مگر قومی ترقی کے لیے تو میں اس کو
 تعلیم کی اجد سے بڑھ کر نہیں سمجھتا۔ انسان کی طبیعت ایسی تنگ چشم واقع ہوئی ہے کہ یہ ساری فضیلتوں
 ساری برکتوں ساری نعمتوں کو اپنے لیے اور خاص اپنے ہی لیے سمیٹنا چاہتا ہے وہ شخصیت
 الْاَنْفُسُ الشَّعْوَیَّةُ تو مشکل سے اُس کے ذہن نشین کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے فائدوں سے قومی فائدے
 کہیں زیادہ سود مند اور قابلِ قدر ہیں مثلاً اہلِ یورپ کے حال پر نظر کرو کہ ایک گور ایک لوہار
 ایک سوچی یہاں تک کہ ایک نو فر (گدا) بھی وقت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے بڑے شہروں کے

اے اور محلِ توسمی کے نفوس کے ساتھ لکھی ۱۲

پہلے بازاروں میں شام کے وقت لوگوں کا یہ جھوم ہوتا ہے کہ کھوسے سے کھواچھتا ہوتا ہے اور رستہ
 چلنا دشوار ہے۔ ایک نواب صاحب کو دیکھا کہ دو گھوڑوں کی گھٹی پر سوار ہیں۔ دوسرا آگے دو
 پیچھے سائیس اور سوار تیرا بھیڑ کو ہٹانا چاہتے ہیں لوگ ہٹوڑھو کا غل سن کر پیچھے کو مڑ کر دیکھ لیتے ہیں
 مگر جگہ سے نہیں ہٹتے۔ اتنے میں تو ایک گورا آتا ہوا دکھائی دیا۔ اکیلا۔ مونہ میں پیپ اور ہاتھ میں
 تین چار فٹ کا بید۔ وہ تھوکتا ہے اور نہ بڑھوکتا ہے۔ اور مزہ یہ ہے کہ سٹی بھی نہیں بجاتا مگر لوگ ہیں کہ
 کہ آپ سے آپ کاٹی کی طرح پھٹتے چلے جاتے ہیں۔ یہ کیا۔ قومی حکومت قومی رٹ پھر ان کی قوم کا
 پھار بھی ہے تو بھی کہلائے گا صاحب ہی۔ یہ کیا۔ قومی عزت قومی ادب۔ پھر ہمارے فقیہ سپروں
 کھڑے چلایا کریں۔ دعائیں دیں۔ مناجاتیں سنائیں جسمانی روگ دکھائیں کسی نے بہت دیا تو ایک
 پیسہ وہ بھی جبر رات کے دن۔ لیکن اگر انگریز تو فرجاکھڑا ہو تو دوسرے دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوں اور
 بے دریغ کم سے کم ایک ابھری متوش ان کی نذر کریں۔ یہ کیا۔ قومی اقبال قومی تمول تو جھوم ہوا
 کہ جب ایک قوم کی اکثر افراد کو ایک نعمت حاصل ہوتی ہے۔ اُس قوم کی ساری افراد پر کیا بیش
 اُس نعمت کا اثر پڑتا ہے۔ اگرچہ محکوم ساری عمر انگریزوں کی سوسائٹی میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا مگر
 طالب علمی کے زمانے میں نوکری کی حالت میں انگریزوں سے سابقہ پڑتا رہا ہوا اور اب کہ مجلہ قومی
 انگریزی آتی ہے کہ ہر قسم کی کتابیں اور اخبار بھی لیتا ہوں تو جتنی دیر انگریزی کتاب یا اخبار دیکھتا ہوں
 تو میں یہی سمجھتا ہوں کہ اتنی دیر انگریزی سوسائٹی میں رہا اور ہاں نیچریوں سے ملاقات ہو دوستی ہو
 گوگمان پاں نہیں۔ ان کی سوسائٹی بھی سن وجہ انگریزی سوسائٹی ہے بلکہ انگریزوں سے تو انگلیٹ
 دواب مجلس اکا کوئی فریضہ متروک ہو بھی جائے نیچریوں سے کسی شغب کا متروک ہونا بھی ممکن
 نہیں۔ شریعت کی پابندی جیسی نو مسلم سے ہو سکتی ہے سو روٹی مسلمان سے نہیں ہو سکتی۔ غرض انگریزوں
 کے حال سے فکرو پورتنی آگئی نہیں تو محض نادانانہت بھی نہیں ہیں نے بعض انگریز تو نہایت لائق
 دیکھتے اور اکثر ہمدردی طرح کے معمولی آدمی۔ تو مجلہ حیرت ہوا کرتی تھی کہ یہی لوگ ہیں اور ایسے ہی
 لوگ ہیں تو یورپ میں طوفان ترقی کہاں سے آگیا ہو گا۔ ایسا کہ ان لوگوں کی خدمت۔ ایجاد سے

ظاہر ہوتا ہے۔ آخر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ آدمی تو مولا جاری ہی طرح کے ہیں کچھ ایسا بڑا لغات نہیں مگر
 ان میں تعلیم یافتہ اکثر ہیں اور قوم تعلیم کا سوسائٹی پر ایسا اثر پڑا ہے کہ جو بالکل جاہل ہو وہ صرف اس وجہ
 سے جاہل سمجھا جاسکتا ہے کہ اس نے سبقاً سبقاً سکول یا کالج میں تعلیم نہیں پائی۔ مگر وہاں کی سوائی
 بجائے خود معلم کا حکم رکھتی ہو اور چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے باتوں باتوں میں لوگ ایک دوسرے سے
 بہت کچھ سیکھ لیتے ہیں۔ تم لوگ جو تعلیم کے لئے کوشش کر رہے ہو شخصی تعلیم کے لئے کر رہے ہو وہ
 بھی سسک سسک کر قومی تعلیم کے زخم فائدہ سے سمجھتے ہو نہ تم اس کی قدر کرتے ہو۔ اور جب
 سرے سے قدر ہی نہیں کرتے تو اس کے لئے کوشش کیوں ہو۔ ہم میں جو بڑا روشن خیال ہو وہ یہ تو کہنے لگا
 کہ اپنے بیٹوں بھتیجیوں رشتہ داروں کو تعلیم دلانا چاہتا ہو غرض اس کی کوشش اس کے گھر کے اندر
 محدود ہو مگر قوم اس کے گھر کے باہر تمام ملک میں پھیلی ہوئی ہو اس کا ذہن ہی اس طرف متقل نہیں
 ہوتا کہ اس کے عزیزوں کے تعلیم یا جانے سے قوم تعلیم یافتہ نہیں ہو جائے گی اور جب تک تو تعلیم
 یافتہ نہ ہو شخصی تعلیم کی رکتیں بھی محدود رہیں گی۔ جیسے وہ تعلیم خود محدود ہے۔ اس وقت کی تعلیم میں یہ بڑا
 نقص ہے کہ اس کی غرض و غایت لو کر ہی ہو اور ابھی سے لوگوں نے بڑبڑانا شروع کر دیا ہے کہ تعلیم یافتہ
 ابھی بے معاش پڑے پھرتے ہیں۔ شکر ہے کہ بے معاش نہیں پڑے پھرتے۔ اور یہ شکایت بالکل صحیح ہے
 تعلیم کی گدگدی پیدا ہوتے دیر نہیں ہوئی تھی۔ کہ ری ایکشن دالٹا لٹا، شریع ہو گیا یعنی تعلیم کی طرف سے
 لوگوں کو الٹی بے دلی ہوتی جاتی ہو اور اس کا علاج کرنا نہایت ضرور ہے۔ سو جس طرح سے جلے
 ہوئے کو آگ سے سینکے ہیں وہ بے دلی جو تعلیم کی طرف سے پیدا ہو چلی ہو اسی کا علاج ہو تعلیم۔
 میں اس کی دو مذہبی سندیں رکھتا ہوں ایک شخص کو دستوں کی شکایت تھی وہ آں حضرت صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں دو ابو چھنے آیا۔ ان لوگوں کو آں حضرت کے ساتھ عقیدت ہی اس قسم
 کی تھی کہ دنیا اور دین دونوں میں پیچہ کو اپنا راہ مانا سمجھتے تھے اور واقع میں وہ تھے بھی۔ اب ایسے
 مسلمان رہ گئے ہیں کہ پیچہ کی دینی تعلیم میں بھی چون و چرا کرتے ہیں۔ نص صریح دیکھتے ہیں اور ان کو
 تسلی نہیں ہوتی خیر تو وہ شخص دستوں کی دو ابو چھنے آیا۔ آپ نے شہد کے پیچہ کو فرمایا اس واسطے

کہ خدا نے شہد کے حق میں فیس شدہا لیکتا میں فرمایا تھا۔ شہد کا پینا تھا کہ دست اور بھی چھوٹ پڑے
 پھر دڑا ہوا آیا۔ آپ نے فرمایا وہی شہد بیٹے جاؤ جوں جوں شہد پینا تھا دست زیادہ ہوتے جاتے
 تھے اور وہ بار بار شکایت کرتا تھا اور ادھر سے شہد ہی کی ہدایت ہوتی تھی یہاں تک کہ آپ نے فرمایا
 تیرا پیٹ جھوٹا ہی۔ جا شہد ہی بیٹے جا۔ آخر کار جب کامل تنقیہ ہو چکا دست آپ سے آپ بند ہو گئے
 کسر کے رہتے شہد سہل تھا مادہ فاسد کے اخراج کے بعد وہی شہد بالقض بن گیا۔

اسی طرح ایک شخص نے عسرت کی شکایت کی اور وہ تھا مجرد۔ آپ نے فرمایا نکاح کرو و انکرو الا کما ی
 منکم و الصالحین من عبادکم و اماءکم ان یکونوا فقا اعینکم اللہ من فضلیہ نکاح کیا تو
 جو رو کے نان نفقے کا بوجھ بڑھا۔ اور تنگی ہوئی۔ پھر شکایت کی۔ فرمایا ایک نکاح اور غرض آخر کار تو وہ
 نکاح سے خدا نے اُس کو برکت دی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ حد درجہ کا کابل۔ ہا ہونگا خانہ داری کی
 جہت ساری میں سے نکلا سید ہونگیا۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ اگر تعلیم تنگی معاش کا سبب ہو تو اور پڑھو۔ یعنی
 ہزار نے پڑھ کر فائدہ نہیں اٹھایا تو ہسٹزار اور پڑھیں اور اسی طرح ہزار ہزار پڑھتے جائیں
 یہاں تک کہ سب پڑھ جائیں۔ پانی کو جمع ہونے دو وہ اپنا رستہ آپ کرے گا جب لوگ کثرت سے
 تعلیم یافتہ ہوں گے اور نوکری ملے گی نہیں تو وہ آپ معاش کے دوسرے دوسرے ذرائع ڈھونڈ نکالیں گے
 اور بھی قوم کو اسودگی اور ترقی ہوگی۔ کیوں دلائل عقلی کے منظر ہو۔ سیدھی سی بات یہی کیوں نہیں دیکھتے
 کہ ہم میں اور پڑھتے ہیں کوئی وجہ فارق نہیں۔ جیسے آدمی وہ دیے آدمی ہم۔ اگر وہ سر ملک کے رہنے
 والے گور سے ہیں اور ہم گرم ملک کے رہنے والے اور کالے۔ تو مقام اور رنگ کے اختلاف کو ترقی میں
 کچھ بھی مدخل نہیں۔ پھر وہ کیا پتہ ہو جائیں ہیں ہر آدمی میں نہیں۔ وہ جو ان کو ترقی اور بہتری پانے کی
 سبب واقع ہوئی ہو یاں تو وہ جہ تعلیم ہو کہ وہ ایجوکیڈ تعلیم یافتہ اور ہم ان ایجوکیڈ سند حاصل ہم دیکھتے
 ہیں کہ ایک قوم ایک رستے پر پڑنے سے کامیابی کی منزل قصبہ دیکھتے ہیں تو ہم کو بھی آجھ بند کر کے
 لے اور اپنی راہوں اور اپنے رنڈوں اور اپنے غلاموں اور اپنی لونڈیوں میں سے جو نیک بخت ہوں ان کے نکاح کر دو
 اگر تاج بہوں گے تو ان کو اپنے فضل سے فنی کر۔ ۱۱۳۔

اُسی سنتے پر پڑھ لینا چاہیے۔ یعنی اس وقت اور اس زمانے میں اسلام کی حمایت کا یہی ایک متعین پیرایہ ہو کہ مسلمانوں کی قوم کی قوم کو تعلیم دینے کی کوشش کی جائے۔ سو کچھ کوشش ہو بھی رہی ہو مگر کوٹھنی (مقدار) اور کوٹھنی (درجہ) کے لحاظ سے ناکافی۔ کچھ خبر بھی ہو وہ وقت سر پر چلا رہا ہو کہ جس علم کے حاصل کرنے کے لئے تم سے کہا جاتا ہو۔ اور تم نہیں سنتے ایک دن وہی علم جہل کی طرح بے قدر ہوگا۔

اس واسطے کہ دریافت اور ایجاد کے اعتبار سے اہل یورپ کا کچھ بہرہ سا کھل گیا ہو یورپ کے مقابلے میں تو خدا کی طرف سے اُس کو فیصل شدہ سمجھو کہ تم اُس کے غبار کو بھی نہیں پاسکتے اور کیوں کہ پاسکو گے کہ تم ابھی جگہ سے کھسکے تک نہیں اور وہ لوگ تم سے سو برس یعنی کم سے کم دو نسل کے پہلے کے چلے ہوئے ہیں پہلے پیدل تھے پھر سوار ہوئے اور سوار ہوئے تو پہلے کام پھر دُلکی پھر سرپٹ اور اب تو اکسپرس (سب سے زیادہ تیز ریل ٹرین) چلے جا رہے ہیں کہیں وہی تو نہ ہو جائے جیسا عوام شہرہ ہوا تھا کہ تاریں اندر اندر جادو کی بتلیاں دوڑتی ہیں۔ اور جب ہم تاریں کی شنیریں دکل (ہی) سے واقف نہیں تو ہم سے عوام بہتر کہ انھوں نے آخر ایک ڈھکوسلا گھر ٹول لیا تھا۔ پس اگر کسی نے تعلیم کی غرض و غایت یہ سمجھی ہو کہ ہم اہل یورپ کی برابر ہو جائیں تو اس کی نسبت میں ہی کہہ سکتا ہوں ع

ایں خیال ست و محال ست و جنوں

ہاں اہل یورپ تعلیم کے جس درجے پر اب ہیں اُس کے آدھے تہائی چوتھائی پہنچ جائیں تو ہمارے بد نصیب ملک ہماری بد نصیب قوم کے بھاگ کھل جائیں وہی عیسا خدا نے اہل کتاب کے لئے فرمایا تھا وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكْفُرُوا مِنْ تَوْفِيقِهِمْ وَنِعْمَتِ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ رَبِّهِمْ هِيَ مَعْنَى تونہ تمہارے سائنس پڑھو کیوں کہ آکاؤ اور تَوْفِيقِهِمْ وَنِعْمَتِ اللَّهِ عَلَيْهِمْ تُو اس درجے کا ہو کہ خدا نکرے کہیں تم نہ ہو جائے۔ غرض اسلام کی حمایت کا ایک پیرایہ تو انگریزی تعلیم کا رواج دینا ہو۔ سو اس کیلئے

سے ۱۵ اور اگر اہل کتاب یہود و نصاریٰ تورات اور انجیل اور ان صحیفوں کے کھول پر قائم رہتے جو خدا کی طرف سے ان پر نازل ہوئے تھے تو ان کے لئے اوپر سے شرق و غرب اور پاؤں کے تلے سے اُبلتا ۱۲۔

دور ہو کر ساری دنیا میں امن آجائے عام لوگوں کا خیال یہ ہو کہ پیغمبر کو اپنی صداقت ثابت کرنے کے لئے معجزوں کا دکھانا ضرور ہو۔ لیکن یہ ایک ادنیٰ درجے کا خیال ہے چشم بصیرت میں خدا نور ہے تو خود پیغمبر اپنی صداقت کی دلیل ہی ع آفتاب آمد دلیل آفتاب

در دل ہر قوم کش افق مزہ ست رود آواز پیغمبر معجز است

وہ حکایت تو سنی ہوگی جس دن پیغمبر صاحب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ سارے مدینے میں غل تھا اور لوگ جوق جوق حضرت کے دیکھنے کو چلے آتے تھے۔ میں اپنے نخلستان میں تھا۔ میں نے جو پیغمبر صاحب کا آنا سنا تو مجھ سے نہ رہا گیا اور میں بھی پیغمبر صاحب کو دیکھنے گیا۔ بس دیکھنا تھا کہ میرے دل نے گواہی دی واللہ ما ہذا ایو جہ کذاب۔ اور فی الحقیقت خدا نے آدمی کے دل اور اس کے بشرے میں ایک تعلق رکھا ہے کہ بشرے سے دل کے حالات معلوم ہو جاتے ہیں اور اسی پر نبی ہر علم قیادہ اسی سے فرمایا ہر اتقوا میں فرما ائسہ المؤمن فائدہ نظر منور اللہ توجس طرح عبداللہ بن سلام نے پیغمبر صاحب کو دیکھتے ہی جان لیا تھا کہ اس شکل و صورت کا آدمی جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ میں نے بھی معجزات سے قطع نظر کر کے دوسری دوسری وجوہ سے پیغمبر صاحب کی صداقت کی طرف سے اپنے تئیں مطمئن کر لیا ہے۔ ازاں جہلہ یہ کہ تمام دنیا میں کامن برادر ہر قائم کرنے کا عمدہ اور وسیع خیال پیغمبر کے سواے ماوشا کسی کے دل میں آہی نہیں سکتا ع

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

اُن کا سینہ خدا نے کھول دیا تھا اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ تو ویسے ہی عالی اُن کے خیالات اب رہی یہ بات کہ پیغمبر صاحب نے اسلام کے جاری کرنے سے ساری دنیا میں ایک کامن برادر ہر تھلاش غص کا مہم جوئے آدمی کا سامنے نہیں ہو ۱۲۷۱ھ ایمان دار کی اٹکل سے ڈرتے رہو کیوں کہ وہ نور خدا کی روشنی سے دیکھتا ہو ۱۲۷۱ھ ای پیغمبر کیا ہم نے تمہارے خیالات وسیع نہیں کیے ۱۲۔

قائم کرنی چاہی تھی اس کا ثبوت۔ ہاں تو اس کا ثبوت ہی عموم رسالت ^{علیہ السلام} و ما اذ سئلنا ان لا اله الا الله کا ثبوت ہے اور قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً الذی لا اله الا الله و لا رقیب الا الله و لا اله الا هو یحیی و یمیت ساری دنیا کا ایک خدا ایک پیغمبر اور ساری دنیا کا ایک دین ہوا اور اس دین کا اصل الاصول ہو انما المؤمنون اخوة تو یہی ساری دنیا کی کامن بردہر ہے۔ اب میں دکھانا چاہتا ہوں کہ پیغمبر صاحب نے اس کامن بردہر کے قائم کرنے کے لیے کیسی کیسی تدبیریں اختیار کی تھیں سب سے بڑی تدبیر تو یہ تھی کہ انھوں نے اسلام کی بنیاد ایسے آسان اور سلیس اور عام فہم عقیدہ پر رکھی جس سے کسی فرد بشر کو انکار ہو ہی نہیں سکتا۔ اور وہ عقیدہ ساری دنیا کا مجمع علیہ ہے۔ وہ کیا عقیدہ ہے لا اله الا الله اس کے لیے نہ کسی دلیل کی ضرورت ہے اور نہ یہ کسی ثبوت کا محتاج ہے بلکہ نہیں کہ کوئی شخص جانہ بشریت پہنے اور لا اله الا الله کا متعہ نہ ہو۔ انسان کی خلقت ہی اسی طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اس کا دل خود بخود لا اله الا الله کی گواہی دیتا ہے نہ بلکہ اسلام غیر مذہب بلکہ مذہب مخالف سمجھا گیا ہے۔ اور لا اله الا الله بخیر اسلام کا مالو دشمار، بلکہ اسلام کا مراد اس وجہ سے لوگ لا اله الا الله سے بھٹاتے ہیں۔ ورنہ جتنے خدا کے ماننے والے ہیں سب لا اله الا الله کے قائل ہیں۔ لا اله الا الله کے معنی یہی ہیں کہ خدا ہے اور خدا ہی تو وہ اپنی ذات اور صفات میں یگانہ بھی ہے۔ ورنہ وہ خدا ہو ہی نہیں سکتا۔ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ دو بادشاہ در اقلیہ منگنچند اسی قاعدے کو ذرا اور یکمیل اڈ۔ ذرا اس میں اور تیرم کر دو تو کیا ہو جائے گا۔ دو خدا اور عالم منگنچند تو کان فیہما الہۃ الا الله لفسد تابات وہی ہو دو بادشاہ در اقلیہ منگنچند کیل چوٹا ہو اور تو کات فیہما الہۃ الا الله لفسد تاکا کیل بڑا غرض خدا ہی تو وہ اکیلا ایک بھی ہے۔ و وحدہ لا شریک لہ۔ وہی ہمارا پیدا کرنے والا بنانے والا اور روزی دینے والا ہے۔ یہ سب لوازم خدائی ہیں۔ اور پیدا کرنے والا بنانے والا روزی دینے والا ۱۷۵ ای پیغمبر ہم نے تو تم کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے ۱۲۵ ای پیغمبر اگر اس کے در کہ میں تم سب کی طرف خدا کے یہاں سے بھیجا گیا ہوں وہ خدا جو آسمان زمین کا مالک ہو اس کے سوا اسے کوئی نہیں نہیں وہی جلاتا اور مارتا ۱۲۵ مسلمان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں ۱۸۵ سب تو ان میں کوئی خدا ہو تو دونوں کہیں کے بہاد ہو گئے ہوتے

تو وہ ہماری سب سے بڑی تنظیم سب سے زیادہ احسان مندی اور شکر گزاری کا مستحق ہے۔ اور
 یہی عبادت ہے یہی پرستش ہے اور یہی پوجا ہے۔ بس یہ اسلام ہے اور یہ لا الہ الا اللہ ہے جس کا اتنا
 سارا غل پڑا ہوا ہے۔ اس وقت آڈینس میں سبھی قسم کے لوگ موجود ہیں کوئی ایک تو اپنی نسبت کھڑا ہو کر
 کہے کہ میں خدا کو نہیں مانتا یا مانتا ہوں تو اس کوستی تعلیم میں جانتا اور اس آڈینس پر کیا موقوف ہے۔
 اس سرے سے اس سرے تک ساری دنیا چھان مارو ایک تنفس کو منکر خدا نہ پاؤ گے۔ مگر یہ
 کہ اس کے دماغ میں قور ہو۔ کون کہہ سکتا ہو کہ وہ اپنے ارادے سے پیدا ہوا اپنے ارادے سے
 زندہ ہوا اور اپنے ارادے سے مرے گا۔ وہی پانی برساتا وہی مخلوق کو روزی دیتا ہوا ^{لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ} نظر آتا
 فِي مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ اِنِّیْ تَامِلٌ مِّنَ النَّاسِ كُو اِنِّیْ دَرْمَانْدُکِیْ اور بے اختیاری کا قائل
 ہونا پڑتا ہے۔ اور یہی درماندگی اور بے اختیاری خدا کو منواتی ہے حقیقت میں میری سمجھ میں نہیں آتا۔
 کہ جو شخص خدا کا قائل ہو وہ کیوں اسلام کا قائل نہ ہو۔ کیوں اپنے تئیں مسلمان نہ سمجھے اور کیوں اپنے تئیں
 مسلمان نہ کہے اور کیوں مسلمان اس کو مسلمان نہ سمجھیں۔ بے شک اسلام میں خدا کے ماننے کے
 علاوہ اور بھی باتیں ہیں مسلمانوں کی عبادت کے خاص طریقے ہیں۔ مسلمانوں میں بعض چیزیں حلال
 ہیں اور بعض چیزیں حرام۔ غرض مسلمانوں کی شریعت ایک علی حدہ شریعت ہے۔ لیکن اصل اسلام
 وہی لا الہ الا اللہ یعنی خدا کا ماننا ہے اور بس۔ اگر کسی مسلمان بھائی کو اس میں عذر ہو تو مہربانی کر کے ذرا
 تکلیف کریں اور کھڑے ہو کر مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ کے معنی سمجھائیں جو لوگ
 اصل نسل کے مسلمان ہیں ان میں بھی بعض خدا کے بندے بلکہ اکثر خدا کے بندے نماز نہیں پڑھتے
 روزے نہیں رکھتے اور بہت سے کام خلاف شرع کرتے ہیں۔ با اس ہمہ وہ مسلمان سمجھے جاتے
 اور ان کے ساتھ مسلمانوں کی سی مدارات کی جاتی ہے۔ لیکن ہم نے دوسروں کو اپنے ساتھ شامل کرنے
 میں ہمیشہ مضائقہ کیا ہے گویا ہم ایک طرح کے ہندو ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ کوئی فرد بشر منکر خدا ہو نہیں
 سکتا مگر یہ کہ اس کے دماغ میں قور ہو سولا پروائی اور غفلت اور غلط فہمی کو کہیں انکار نہ سمجھ لیجئے گا۔

لے کیا لوگوں نے آسمان وزمین کے انتظام پر نظر نہیں کی ۱۲ لہ جولا الہ لا اللہ کا قائل ہو جنتی ہے ۱۲۔

بختار ما۔ ڈوبے کو ہوا تو ساری شیئی جھگڑی تھی اِذَا اَذْرَكَ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا الَّذِي
اٰمَنْتُ بِهِ يٰ بَنُو اِسْرٰءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور فرعون کی کیا تخصیص ہے۔

بچ کس از ما کم از فرعون نیست لیکن اور اعون مارا عون نیست

ح تصنیف راصنف نیکو کند بیان

خدا جو انسان کی فطرت بیان کرے وہی صحیح الّا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وہ فرماتا ہو فَاَوْفِرْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ
حَدِیْقًا فِطْرَہَ اللّٰهِ الّٰتِیْ فُطِرَ النَّاسُ عَلَیْہَا لَا تَنْبَغِیْ لِلْخَلْقِ اللّٰہِ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیْمُ وَلٰکِنْ اَکْثَرُ
النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ اور حدیث میں آیا ہو کُلُّ مُؤْمُوْدٍ لُّوْدٌ عَلٰی فِطْرَہِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ اَبُوْا کُفْرًا یُھَوِّدُوْاہِ
اَوْ یُنَصِّرُوْاہِ اَوْ یُنَیْسُوْاہِ تو قرآن اور حدیث سے کیا معلوم ہوا کہ تمام آدمی فطرت اسلام پر پیدا ہوتے
ہیں اور فطرت اسلام وہی خدا کا ماننا ہو اور بس۔ اور فطرت بدلی نہیں جاتی۔ اور جو خدا کو مانے وہ جنتی
ہو۔ ذرا ان مقدمات کو ذہن میں جمع کر تو نتیجہ کیا نکلے گا کہ سب آدمی جنتی ہیں۔ مگر یہ تو ویسی ہی بات ہوئی
کہ ایک مرتبہ بڑا غل جچا کہ پہاڑ پیچہ دینے والا ہو۔ یہ سن کر تمام خلقت ٹوٹ پڑی کہ ماں کا یہ پھیلاؤ ہی تو
دیکھیں بچہ کتنا بڑا ہوتا ہو آخر انتظار بسیار کے بعد چوہیا نکلی۔ لوگ کھسیانے ہو اپنے اپنے گھروں کو واپس
اندھتے دیا میں تھی لہل چا رکھی ہو اور ڈوڑو لایا تو بات کیا نکلی کہ دین اسلام دین قیمر ہو اور انسان اس پچھول مفلوس ہو لیکن میں نے
کوئی آیت نہیں بنائی اور میں بچارہ کم سود کیا آیت بنانا واجب بڑے بڑے نصحاء عرب دم مارنے
تو میں نے کوئی آیت نہیں بنائی کوئی حدیث وضع نہیں کر لی مجھ کو مَن کَذَبَ عَلٰی سَمْعِیْ اَفَلَا یَسْتَوِیْ

لے یہاں تک کہ جب اُس کو ڈوبنے سے آدھا یا تو لگا کہنے کہ جس غلط پرچی اسرائیل ایمان لائے ہیں اب میں بھی اُس پر
ایمان لاتا ہوں کہ اُس کے سوا سے کوئی دوسرا خدا نہیں اور اب میں اُسی کا حکم مانوں گا ۱۱؎ کیا ہو سکتا ہو کہ جو خدا مخلوق کو
پیدا کرے وہی مخلوق کے حال سے واقف نہ ہو ۱۲؎ تو اب پیچہ ایک خدا کے ہو کر اب دین الہی کی طرف کو اپنا رخ کر لو یہ خدا کی بنائی
ہوئی ساخت جس کے مطابق لوگوں کو بنایا ہو اللہ کی ساخت کو کوئی نہیں بدل سکتا یہی پکا دین ہو مگر اگر لوگ اس بات سے
بیخبر ہیں ۱۳؎ جتنے لوگ پیدا ہوتے ہیں سب اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتے ہیں پھر ان کے ماں باپ چاہیں اُن کو یہودی
بنائیں یا نصرانی بنائیں یا مجوسی بنائیں ۱۴؎ جو شخص پھر پرچوٹ بوسے وہ پہلے دوزخ میں اپنا ٹھکانا کرے ۱۵؎

مَقْعَدُ كَاغِبِ الدَّارِ کا وعید یاد ہو۔ نتیجہ جو نکلا جس کا جی چاہئے اُس کو منطق کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لے
 اس میں بھی شک کرنے کی جگہ نہیں کہ ہم اپنی جگہ غور کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ خدا کی گواہی انسان کی فطرت
 میں داخل ہے وَفِي الْأَمْثَلِ آيَاتٌ لِلْمُؤْمِنِينَ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَدْرَبْتُمْ وَكَانَ اللَّهُ مُبْصِرًا فَاعْلَمُوا کہ اسلام کو نبی کریم
 علیہ السلام نے ساری دنیا کا ایک دین ہو اور اس کا نام ہو اسلام تو ضرور تھا کہ اس کے نیلے اصول
 بھی ایسے عام اختیار کیے جائیں کہ کوئی فرد بشر اُن کے احاطے سے باہر نہ رہنے پائے اور ایسے اصول
 بے الفہم فطرت بن نہیں سکتے۔ اور ہم قرآن پر نظر کرتے ہیں تو اُس میں لکھیں اسلام کے فقہ ہی جتنے کی
 اس کثرت سے ہیں کہ گویا سارے قرآن کا یہی ایک مطلب ہی یا ایک مطلب نہیں تو جمع بند ہونے
 میں تو شک بھی نہیں۔ اور کیوں نہ ہو نزول قرآن کی غرض و غایت ہی یہ تھی خدا نے استدلال کا طرز
 ہی یہ اختیار کیا ہے کہ وہ انسان کی فطرت سے گواہی دلو کہ اپنی ذات و صفات کا اقرار کرتا ہے میں
 نمونے کے طور پر قرآن کا ایک مقام صرف ایک مقام پڑھتا ہوں اَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَ
 أَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا بِهِ حُلُقُومًا فَهِيَ تَكْمُلُ الشَّجَرَةَ وَأَسْقَاهُ اللَّهُ مَعَ الْوَسْطَى
 وَجَعَلَ لَهَا تَوْبَةً وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ إِنْ إِلَهُ مَعَ اللَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ اَمَّنْ هُوَ حَافِظُ
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَإِذَا هُوَ خَالِقٌ ۚ وَلِلَّهِ الْإِلَهَادُ ۚ وَلِلَّهِ الْإِلَهَادُ ۚ وَلِلَّهِ الْإِلَهَادُ ۚ وَلِلَّهِ الْإِلَهَادُ ۚ وَلِلَّهِ
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَإِذَا هُوَ خَالِقٌ ۚ وَلِلَّهِ الْإِلَهَادُ ۚ وَلِلَّهِ الْإِلَهَادُ ۚ وَلِلَّهِ الْإِلَهَادُ ۚ وَلِلَّهِ الْإِلَهَادُ ۚ وَلِلَّهِ

اَمَّنْ يَهْدِيَكُمْ فِي ظُلُمَاتٍ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُرْسِلِ الرِّيحَ بُشْرًا لِّبَيْنِ يَدَيْهِ رَحْمَةُ اللَّهِ مَعَ اللَّهِ عَالَمُ
 عَمَّا يُشِيرُ كَوْنٌ - اَمَّنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيُجْزِيَ الْكَافِرِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ - اَمَّنْ يَرْزُقُكُمْ مِنْ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَاللَّهُ
 قُلْ هَؤُلَاءِ مِنْهَا نِعْمٌ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ - دیکھو تو خدا کی ہستی اور توحید کیسی ساتھ ساتھ چل ہی ہیں۔
 اگر اس قسم کی آیتیں بالاستیعاب پڑھ سنانی چاہوں تو اس سے کہیں زیادہ آسان ہو گا کہ پرسوں
 اتروں سے رمضان شروع ہونے والا ہے۔ جا بجا حفاظ نماز تراویح میں قرآن سنائیں گے تم ان کے
 پیچھے دھیان کرتے جانا کہ کس کس ڈھب سے خدا اپنی ہستی قدرت اور اپنی وحدانیت کے ثبوت
 دیتا ہو مگر حاصل سب کا وہی ہے جیسا میں نے کہا کہ خدا انسان کی فطرت سے گواہی دلا کر اپنی ذات
 اور صفات کا اقرار کرتا ہے لیکن عربی نہیں سمجھتے تو عائدہ کے پیچھے دھیان ہی کیا کرو گے مجھ سے ترجمہ پوچھنا
 چاہو گے اول تو میں ٹھہرنے والا نہیں اور ٹھہرنا بھی تو نہ بتاتا میں نے تو اس کو اپنی چھڑ بنا رکھا ہے کہ
 مسلمان کو عربی کے معنی سمجھائوں۔ کوئی شخص مسلمان ہو کر عربی کیوں نہیں پڑھتا۔ بے شک تم عربی
 سن کر ترجمے کے لئے یہ قرار ہوتے ہو مگر بلا سے میرے اختیار میں تو تمہارے عربی نہ جانتے کی اتنی ہی
 سنا رہی۔ وہ تو میں دے کر رہوں گا۔ میرا مالو یا بھلا مالو غرض اسلام کے فطری ہونے میں تو کچھ بھی
 کلام نہیں۔ اب رہی یہ بات کہ اسلام فطری ہے تو ساری دنیا مسلمان کیوں نہیں ہو گئی۔ اس میں
 زیادہ تر ان ہی لوگوں کا قصور ہے جن کو اسلام سے گریز ہے۔ اور کسی قدر مسلمانوں کا بھی واقع میں
 بڑی حیرت کا مقام ہے کہ کیوں لوگوں نے اسلام سے گریز کیا اور کیوں ابھی تک گریز کر رہے ہیں۔
 اگر لوگ دواوردو کا چار ہونا بلا غدر تسلیم کرتے ہیں تو کیوں نہیں اسلام کا دین حق ہونا تسلیم کرتے ہیں تو
 دونوں باتوں میں کچھ بھی فرق نہیں پاتا جیسا دواوردو کا چار ہی ویسے ہی اسلام کا دین حق ہونا ہی
 ۱۵۔ بھلا ان ہر جو تم کو مذکی اور تری کی بات کیوں میں راہ دکھائے اور کون باران رحمت کے آگے آگے چلاؤں کو بارش کی
 خوش خبری سنانے کے لئے بھیجتا ہے کیا اس پر بھی اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ہے تمہارے شرک سے اللہ کی شان بہت بلند ہے
 ۱۶۔ بھلا کون پہلی بار پیدا کرتا اور پھر بارے پیچھے دوبارہ پیدا کرتا ہے اور کون آسمان زمین سے کم کر دیتی ہے کیا اس پر بھی
 اللہ کے ساتھ دوسرا خدا ہے تو تمہارا ان لوگوں سے کہو کہ پیچھے ہو تو اپنی دلیل لا پیش کرو ۱۲۔

مگر ہمیں سے تو انسان کی اصل حقیقت کھلتی ہے کہ وہ کیسا متعصب اور ضدی اور بھگڑاوا اور خود پسند اور سوسائٹی اور رسم و رواج کا مغلوب ہے۔ میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ جس دن خدا نے پیڑھا صاحب کو خلعتِ پیغمبری سے سرفراز فرمایا انھوں نے ہتھاف سے بشریت ایسا سمجھا تو تعجب نہیں کہ جس خدمت پر میں مامور ہوا ہوں اس کا سر انجام ہونا کیا بڑی بات ہے۔ یہی نہ کہ لوگوں سے خدا کے ہونے کا اقرار کر لیا جاسے۔ سو ایسا کون کوڑھنے ہو گا کہ ایسی سوٹی بات بھی اس کی سمجھ میں نہ آئے۔ مونہ سے نکالنے کی دیر ہو لوگ تو اسلام پر ایسے گئے جیسے شہر پر کھیاں یا شمع پر پردے یا آج کل کی باتوں سے تو تو تعلیم انگیزی پر پاری اور بنگالی بات تو واقع میں ایسی ہی تھی مگر جہاں سے اسلام شروع ہوا۔ یعنی عرب وہ لوگ تھے پرے پرے کے کلمہ سداور غوراوریہ رحمی اور ظلم اور سکر اور دغا اور تھوٹ اور بے حیائی اور فواحش اور چوری اور راہزنی اور شراب خواری اور قمار بازی اور بدکاری غرض جتنے عیب انسان میں ہو سکتے ہیں سبھی تو ان میں کوٹ کوٹ کر بھرے تھے لکچر ارنے اپنے مسدس میں سے عرب کے حالات کے چند بند پڑھ کر مٹائے۔ یہ مسدس لکچر کی کتاب معصنات یعنی فسانہ مبتلا کے آخر میں جبر و کتاب ہو اور علیٰ حدہ بھی باضافہ چند بند تاہم حجت کے نام سے چھپ گیا ہے)

ایسے لوگوں کو دین سے کیا تعلق خدا سے کیا سرکار۔ باوجودیکہ ابھی نماز کو نہیں کہا دوسرے رکعت کا حکم نہیں دیا زکوٰۃ کی قبی نہیں ڈالی اس پر بھی مجھ خدا کا نام سننے کے ساتھ ساری بھرتوں میں سے کل پڑیں اور کم بختوں نے پیڑھا صاحب کی زندگی دشوار کر دی۔ لیکن پیڑھا صاحب صرف اتنے آسم سے پرکھ جو میں کہتا ہوں ان ہی کے فائدے کی کتابوں۔ اور بات ہو محمول یہ آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو پڑوں سمجھیں گے تمام تکالیف کو حسب اللہ نہایت صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کرتے رہے لیکن لاتوں کے بھوت باتوں سے کیا مانتے والے تھے احمقوں نے پیڑھا صاحب کے اہتمام و تعلیم کو اپنی اور اپنے بڑوں کی تحقیر اور اپنے بتوں کی تہلیل سمجھا اور کہا جو کچھ وہ نہیں آیا اور کیا جو کچھ ان سے کرتے ہیں پڑہیں نہیں کہ ان کو دین اسلام کے

حق ہونے میں کچھ کلام تھا۔ اس میں کلام کی گنجائش ہی کیا تھی۔ مگر مارے حسد اور غرور کے وہ اس عار کو گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ ہم اور دوسرے کے سمجھانے سے سمجھیں ^{لھج} وَجَعَلُوا بَيْنَهُمْ سُلْطٰنًا مِّنْهُمْ اَنفُسُهُمْ ظٰلِمًا وَّعَلُوْاۤ اَدۡهَ تَوَلٰوۤاں کہ وہ پیغمبر صاحب قریش کے سب سے بڑے سرداروں کے خاندان کے آدمی تھے اور اس اعتبار میں کچھ لوگ پیغمبر صاحب کے سمجھانے سے دین اسلام کے گرویدہ بھی ہو گئے تھے اور بڑی بات تو یہ ہے

چراغے مارا کہ ایزہ بنی سدر زور	کسے کو لپٹ زندر لیشش لب زور
--------------------------------	-----------------------------

یٰۤاَيُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَللّٰهُ یَاۡفُوْا هٰٓهٖمُ وَاللّٰهُ مُتَّبِعُوْهُمْ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ بہتر ہے ہی روڑے اٹکائے اسلام کی گاڑی تھی کہ نہڑ کی پر نہڑ کی۔ ذرا خیال کرنے کی بات ہے کہ تمام جزیرہ عرب میں قوم قریش کے لوگ بڑے معزز اور قابلِ ادب سمجھے جاتے تھے اس لیے کہ یہ لوگ بیت اللہ شریف کے محاورے اور اگرچہ عرب بہت پرستی کے ماٹھ میں ڈوبے ہوئے تھے مگر ابراہیم کے بنائے ہوئے اس معبد کی تعظیم میں ان لوگوں نے کبھی کمی نہیں کی اور اسی معبد کی وجہ سے قریش کی بھی آؤ بھگت ہوتی تھی کہ یوں سارے ملک میں کسی مسافر کو امن نہ تھا لیکن قریش سے کوئی متفرق نہ ہوتا تھا لٰٓئِلَافٍ مِّنْهُمْ رِّجَالًا وَنِسًا وَالْقَبِيۡفُ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الَّذِیۡ اَظْلَمَ لَهُم مِّنۡ جُوعٍ وَّاَمَنَهُم مِّنۡ خَوْفٍ حَاجِبٍ کو پانی پلانا ان کی مہانداری خاندان کے کعبہ کی بستی و کشادہ سب خدمتیں ان ہی لوگوں میں تھیں اور خود پیغمبر صاحب کے آبا و اجداد سربراہ و ردہ مجاہدان بیت اللہ میں سے تھے ان لوگوں کو حسد اور غرور جو تھا سو تھا اس کا بھی تو بڑا اندیشہ تھا کہ اگر اسلام پھیلنا تو بت پرستی موقوف اور بت پرستی نہیں تو خانہ کعبہ جو اس وقت سب سے بڑا بت خانہ تھا اور جس پر قریش کی عزت اور معاش کا انحصار تھا۔ کچھ نہیں۔ مجرہ ہی روداد پیغمبر صاحب کی صداقت

۱۔ اور باوجودیکہ کافروں کے دل نہ اُٹھتے تو ان کا یقین کر چکے تھے مگر انھوں نے براہِ ظہر زیادتی اُن سے انکار ہی کیا ۱۲۔
 ۲۔ اگرچہ قوم قریش پر خدا کے چند در چنداں مان ہیں لیکن ان کو چاہیے کہ صرف ایک احسان کی شکر گزاری میں اُن کو جائے
 ۳۔ اگر میں نے سفر تجارت کا ناکر دیا تو خانہ کعبہ کی عبادت کریں کہ اُس نے اُن کو نبوک میں کھانے دیا اور لوٹ مار سے

کے لئے بس کرتی ہر آنکھوں شوق کے مقابلے میں اپنی خاندانی ذریعہ عزت اور وسیلہ معاش کی ذرا بھی پروا نہ کی حضرت کے چچا ابوطالب کی معرفت لوگوں نے پیغمبر صاحب کو طح طرح کے لالچ دکھائے کہ ہمارے بتوں کے حال سے کچھ بحث نہ کریں اور ابوطالب نے بھتیجے کو سمجھایا بھی۔ مگر پیغمبر صاحب نے صاف دو ٹوک بات کہ دی کہ چچا جان اگر یہ لوگ آفتاب کو بھی آسمان سے اتار کر میری گود میں لے آئیں گے تاہم میں خدا سے واحد کی منادی کرنے سے تو باز آنے والا نہیں۔ جب اہل مکہ نے دیکھا کہ اسلام چپکے چپکے پھیلتا چلا جاتا ہے اور لوگوں کے تیر کچھ بدے ہوئے سے دکھائی دیتے ہیں تو انھوں نے **أَخِيكَ دَاوُدَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ** کرنا چاہا۔ کہ بہت سے آدمی مل کر پیغمبر صاحب کو مار ڈالیں بہت ہو گا تو دیت دینی آجائے گی۔ سب چندہ کر کے بھر دیں گے۔ **وَأَزِيدُكُمْ وَلَكَ اللَّهُ أَكْثَرُ** **لَيْسَ بِيَدِي أَوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَوْ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ** مگر پھر وہی ہے

چراغے راکہ ایزد بر سر زرد	کسے کو لپٹ زند ریشم لب زرد
---------------------------	----------------------------

یہ موعود دیکھتے ہی رستہ اور پیغمبر صاحب رات کے وقت چپکے سے مکہ مدینے جا رہے۔ یوں مسلمانوں میں اور مخالفین اسلام میں لڑائی کی بنیاد قائم ہوئی۔ مذہب دو طرح کے ہوتے ہیں ایک اکسکیوٹوڈ مانع جس میں غیر قوم کا آدمی داخل نہیں ہو سکتا جیسے ہندوؤں کا مذہب اور دوسرا اس کے برخلاف۔ میں نہیں جانتا اس کا کیا نام رکھوں مگر میں کہتا ہوں اوپن جس کا روارہ کھلا ہے۔ جو چاہے آئے۔ اسلام کو اکسکیوٹوڈ بنانے کا پیغمبر صاحب کا بہترین نشانہ تھا اور نہ اسلام میں اکسکیوٹوڈ ہونے کی کوئی بات ہے۔ اس میں کھانسنے پینے کی جھوٹ نہیں۔ شریف در ذیل کا فرقہ نہیں آقا اور نوکر کا امتیاز نہیں۔ **يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعْرِفُوا** **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ** اور پیغمبر وہ وقت یاد کرو کہ لا فخر تھارے لئے نہ میری کر رہے تھے کہ تم کو تہذیب رکھیں یا مار ڈالیں یا دیس سے نکال باہر کریں ۱۲۔ لہٰذا لوگوں نے تم کو ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حواء) سے پیدا کیا اور تمھارے کردہ اور جیسے بتائے تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ جب تک تم میں ہر سب سے زیادہ پرہیزگار وہی خدا کے یہاں سب سے زیادہ مغزز ہے۔

لَتَعْلَمَنَّ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ كُفَرٌ بِاللَّهِ أَتَقَاكُمْ؟ اور جب اسلام کو نبیوں نے پہنچانا منظور تھا تو وہ
اکسکیوس ہو ہی نہیں سکتا تھا دنیا میں جتنی ایجادیں ہو کرتی ہیں اکثر شے کے اوچھل پہاڑ ہوتا ہی ایک
ذریعہ سی بات ہو میں کانپور میں تھا کہ سلف ایکٹنگ ٹی ایجا دھوئی یعنی خس کی ٹی جو پٹے میں
آپ چھڑک لیا کرے۔ گرم ملکوں میں اُس کی سخت ضرورت ہوتی ہو۔ میں بھی سلف ایکٹنگ ٹی
کو دیکھنے گیا تو دیکھتا کیا ہوں کہ دروازے کے اوپر کی طرف ڈیرہ دوٹ کا ایک جھو سا کھال دیا
ہو اُس میں سوراخ ہیں سوراخوں پر پانی کے ٹکے رکھے ہیں۔ اُن سے پانی رستا ہو جھجے کے
کے تلے میں کی نالی لگی ہو ٹکوں کا پانی اُس نالی میں جمع ہوتا ہو۔ نالی کا مرکز نقل اس طرح پر رکھا ہو
کہ جب نالی بھر جاتی ہو آپ سے آپ ٹی پر لٹ پڑتی ہو۔ سلف ایکٹنگ ٹی بن گئی میں دیر تک
خیال کرتا رہا کہ ایسی آسان بات آج تک کسی کا ذہن اس طرف کو کیوں نہیں منتقل ہوا۔ یہی حال
ہو اسلام کا کہ شروع سے دنیا میں امن کے قائم کرنے کی ضرورت ہو لوگ اس کی تدبیریں بھی سوچتے
اور کرتے ہیں۔ لیکن یہ فخر ہمارے پیڑ صاحب کے حصے کا تھا کہ ساری دنیا میں کامن برادر ہونے کے
قائم کرنے کی تدبیر نکالی۔ آسان اور آسان کے علاوہ مذہبی کہ کوئی فرد بشر مذہب سے بے نیاز
نہیں۔ خدا دل میں انصاف دے تو صاف معلوم ہوتا ہو کہ اسلام کے سوائے ساری دنیا میں
کامن برادر ہونے کے قائم کرنے کی کوئی اور تدبیر ہو ہی نہیں سکتی۔ اسلام ہی کا عقیدہ ایک عقیدہ
ہو جس پر تمام دنیا کے لوگ جمع ہو سکتے ہیں۔ پیڑ صاحب نے اپنی طرف سے بہتری کی کہ میں دنیا
میں کامن برادر ہونے کے لیے بھیجا گیا ہوں میری طرف سے کوئی بات اصل مطلب کے
خلاف نہیں ہونی چاہتی۔ دس برس مشرکوں اور بت پرستوں کے زعم میں گزار دیے۔
اِنَّ كَاتِبِ الذِّكْرِ هِيَ الْاَنْبِيَا۟تُ الَّذِيْنَ اٰتٰوْنِ دُوْنِ اللّٰهِ اَوَّلِيَا۟ عَمَلِكُمُ الْعَمَلِيَّوْنَ اَتَعْلَمُوْنَ
بَيِّنَاتٍ اَوْ هُنَّ الْبَيِّنَاتُ لَبِيَّتُ الْعَمَلِيَّوْنَ۔ مذہب کچھ تھا تو اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کا
لے جن لوگوں نے خدا کے سوائے دوسرے دوسرے کار ساز بنا رکھے ہیں اُن کی کدورت کو نبی کی سی ہوا تو

سب طرح دولتیاں جھاڑنی شروع کیں۔ پنہیر اور مسلمان بچا سے اپنی جانیں بچا بچا کر گھر بار مال و اسباب دھن دولت زن و فرزند چھوڑ چھوڑ کر بدینے نکل بھاگے اور لوگوں کے ساتھ میل ملاپ کی اسی میں منقطع ہو گئیں اور اب اسلام پور پورا اگسکیو سو بنا۔ لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ لیکن وہ جو کہتے ہیں۔ ع عد و شود سبب غیر گرفتار خواہد

لڑے اس غرض سے کہ اسلام کو نیست و نابود کر دیں اور اسلام اُس درخت کی طرح جو قلم کرنے سے اور بڑھتا اور پھولتا پھلتا ہی۔ یو آئیو ما پنا احاطہ وسیع کرتا گیا۔ ^{۱۵} **هُوَ الَّذِي اَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَبُرْهَانٍ لِّیُظْهِرَ عَلٰی الدِّیْنِ کُلِّہٖ** مگر وسعت احاطہ کے ساتھ ساتھ کم بخت اگسکیو سولس کا رنگ بھی کتر اہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ نبوت کی جگہ خلافت اور خلافت کی جگہ سلطنت آئی۔ اور سلطنت بھی آئی تو شخصی اور بادشاہوں نے اشاعت اسلام کو ملک گیری کا حیلہ بنایا۔ وہ دن اور آج کا دن کہ لوگ ناحق اسلام کی طرف سے بدگمان ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ دشمنی سہی عداوت سہی غیر سہی مخالفت سہی اور مسلمانوں ہی کا ظلم سہی اُن ہی کی زیادتی سہی مگر اسلام نے کسی کا کیا بگاڑا ہی۔ مسلمان دوسری چیز اسلام دوسری چیز کیا کسی دانشمند آدمی کا کام ہو کہ دوسرے کی خدمت سے اپنی ناک کٹا لے۔ وہی جیسا شیعت اپنی قوم سے کہتے تھے **وَقَوْمٌ لَا یُفْقَرُ مِنْكُمْ شَیْءٌ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ بِمِثْلِ مَا اَصَابَ قَوْمٌ** فوج اَدُو قَوْمٌ هُوَ اَدُو قَوْمٍ صَاحِبِہٖ وَمَا قَوْمٌ لَّوْ لَیْطَمَّکُمْ بِبَیِّنٍ دُنِیَا نے مسلمانوں کے لیے بادی کے ہوئے علوم بہر و تقابلہ کیا۔ ہیئات۔ تاریخ وغیرہ سے فائدے اٹھائے اور اب تک فائدے اٹھائے جا رہے ہیں۔ اسلام کو بھی اسی طرح کا ایسا دیا گیا ہوا ایک علم سمجھا ہوتا۔ ناحق کی ضد اور ہٹ دھرمی کا تو کوئی جواب نہیں جس آدمی کے سر میں عقل ہو کسی مذہب او کسی قوم کا کیوں جو وہ ضرورت اتفاق کی مشقتوں سے واقف ہو گا وہ ضرور چاہتا ہو گا کہ دنیا میں امن رہے۔ مگر کوئی تو بولو

لہذا اُن نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے۔ مانتے بھیجا ہوتا کہ سب دینوں پر اسس کو غلبہ دے۔ ۱۱۔
۱۲۔ لوگو میری خدمت لےنا کہ مرتب زبور سادتم پر وہ آیتیں نازل ہوں جو قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح پر نازل ہوئیں دیوں تو تم لوہی لٹی ہوئی بستیاں ہی تم سے کچھ در نہیں۔ ۱۲۔

ازہائے خدا کوئی توبہ لو کہ اسلام کے سوا سے اتفاق اور امن کی کوئی اور بھی تدبیر ہی۔ دنیا میں مذہب ہی تمام مساوات کی برہنہ یہی وہ حضرت میں نبیوں نے خدا جہوت نہ بلائے دنیا میں کوڑوں خون کرائے ہیں۔ اور یہ ایک فیصل شدہ بات ہے اور اس کو گھر جا کر اپنی جگہ اپنی طرح سوچ لینا کہ جب تک دنیا کا ایک مذہب نہیں ہوگا ممکن نہیں کہ لوگوں میں یک دلی اور اتحاد پیدا ہو۔ اچھا تو وہ کون سا مذہب ہے جس کو ساری دنیا آسانی کے ساتھ قبول کر سکتی ہے۔ وہ نہیں ہے مگر اسلام۔ اور روسے فطرت مسلمان ہونا اختیار ہی بات نہیں۔ آدمی جو تو وہ عقل بھی رکھتا ہے اور عقل رکھتا ہے تو وہ خدا کو بھی مانتا ہے اور خدا کو مانتا ہے تو وہ مسلمان ہے یاں اختیار ہی کیا بات ہے کہ کاسن بردر ٹیڈ کی جو سوسائٹی پیغمبر صاحب نے قائم کی اور اس کا نام رکھا سوسائٹی اسلام۔ تم اس سوسائٹی کے ممبروں میں اپنا نام لکھو یا نہ لکھو۔ لیکن اگر تم اسلام کی سوسائٹی کے ممبروں میں اپنا نام نہیں لکھو گے یعنی تم مجتہد مسلمان ہونے کا اقرار نہیں کر گے تو سوسائٹی تم کو اپنے ممبروں میں شمار نہیں کرے گی اور یہ بالکل واجبی بات ہے۔ لیکن تم غیب عقل کے آدمی ہو گے کہ ممبری کا چندہ دو اور ممبر نہ بنو خدا کے معتقد ہو اور اپنے تئیں مسلمان نہ کہو۔ اور ہاں تبھی رہنا کہ عقلی کے سوا سے تم خود ہی اور نا احسان مندی کا الزام بھی غلط ہوگا کہ ایک شخص نے ایسی مدہ اور فید سوسائٹی قائم کی تھی تمہارے اس کے شمول سے انکار کیا اور بانی سوسائٹی کا کچھ ہی نہ مانا۔ آخر سر سید احمد خاں کو علی گڑھ محمدان کالج کا بانی بھائی شمس الدین کو نگران حمایت اسلام و مائتعلق ہمساکا بانی مانتے ہو اور غالباً احسان مندی سے مانتے ہو اور اب نہیں بھی مانتے تو آئندہ چل کر مانو گے اور ضرور مانو گے تو پیغمبر صاحب ہی نے ایسا کیا قصور کیا ہے کہ ان کو اسلام کا بانی اسن عام کی تدبیر کا موجد اور بنی نوع انسان کا سب سے بڑا منس یعنی مہدئ العالمین تسلیم نہ کرو۔ لوگو انصاف بھی کوئی چیز ہے۔ اور کاسن بردر ٹیڈ سوسائٹی لینے اسلام سے ممبروں کی فہرست میں نام لکھوانے اور ممبرت اقرار کرنے کی ضرورت بھی اس وجہ سے واقع ہوئی کہ تمہاری لوگوں نے اس سوسائٹی کو اسکی سوسائٹی بنایا اور نہ بانی سوسائٹی نے تو بھی کو سوسائٹی کا ممبر بنایا تھا۔ وہ جو میں نے کہا کہ اسلام فطری ہے تو ساری دنیا انسان کیوں نہیں ہو گئی اس میں زیادہ تر ان ہی لوگوں کا قصور ہے جو بن کو اسلام سے بیز ہو کر کسی قدر مسلمانوں کا بھی لوگوں کا قصور تو من چلے منس نواب اپنا قصور بنو تو منس پیغمبر صاحب کی مسابقت انہی مطالب کو یہ تو

سمجھانیں یا ان مقاصد کی تکمیل میں تم نے مدد نہیں دی۔ اُس رسالت کا اصلی مطلب کیا تھا۔ وہی کہ
 اسلام یونیورسل لیجن ہو اور اُس کے ذریعے سے تمام دنیا میں ایک کا من بردہ قائم کی جائے اچھا
 اسلام یونیورسل لیجن ہو گیا اور تمام دنیا میں ایک کا من بردہ قائم ہو چکی؟ میں اس کے جواب میں قصے و قصوں
 سے نہیں سنتا چاہتا کہ یہ ہمارے اعتقاد سے خارج ہے یہ فرماؤ کہ تم نے اس لیجن میں کیا کیا۔ برا ماننے کی
 بات نہیں جہاں تک میں خیال کرتا ہوں تم نے تائید کے عوض اڑنگے لگائے پیغمبر صاحب تم کو اپنا
 نمونہ دکھائے تھے کہ اس مطلب کے حاصل کرنے کے لیے کیا تدبیریں کرنی ہوں گی پیغمبر صاحب
 کی ہجرت سے پہلے کی زندگی اور یہی بات یہی کیوں نہ کہوں رسالت کی عمر کا پہلا نصف ہم مسلمانوں
 کے لیے ایک سبق ہے جو ہر مسلمان کو ازبر ہونا چاہیے۔ خاص کر ان کو جو اسلام کی حمایت کا دم بھرتے
 ہیں۔ ہمارے حالات کو پیغمبر صاحب کی ہجرت کی بعد کی زندگی کے ساتھ تو کچھ بھی مناسبت نہیں کہاں
 اُس وقت کے مسلمان اور ان کی فتوحات اور کہاں ہم۔ اور وہ کی رعایا اور وہ کے محکوم اور وہ کے
 دستار سن۔ مگر ہاں ہجرت سے پہلے کی زندگی میں ہم کو بہت سی ہدایتیں مناسب حالت ملتی ہیں۔ سو ہم
 دیکھتے ہیں کہ ان قدر مخالفت کھینچتے تھے پیغمبر صاحب ڈھیل دیتے چلے جاتے اور اُسی قدر ان کی طرف
 کو جھکتے تھے تاکہ ان کو گریز و خست نہ ہو۔ شروع شروع میں ایک دم سے شرائع کا بوجھ نہ ڈالا۔ ہجرت
 تک صرف خدا شناسی کی تعلیم کرتے رہے۔ پھر چوں چوں اسلام کی خوبیاں لوگوں کے ذہن نشین
 ہوتی گئیں طریق معاشرت میں اصلاح کی عبادت کی رغبت دلائی۔ اور شریعت میں اُس کے سولے
 جو کینیاں نکال جوئی منظور تھی کہ حلیم کو جانتے تھے کہ جزو کعبہ۔ اور داخل کعبہ ہو۔ مگر چوں کہ ایک زمانے
 میں خانہ کعبہ کی تجدید کرتے وقت بے مقدوری کی وجہ سے قریش نے اتنی جگہ چھوڑ دی تھی آپ نے
 بھی اُس کو چھوڑا۔ پس رکھنا نہ پڑھا رہے ہیں اور باہر سے کسی بچے کے رونے کی آواز آئی اس خیال سے
 کہ ایسا نہ ہو اس کی مال میرے پیچھے نماز میں ہو بلدی جلدی کر کے سلام پھیر دیتے تھے۔ ایک
 مدت تک بیت المقدس کی طرف کو نماز پڑھائے تاکہ اہل کتاب تبدیل قبلہ سے چوکنے نہ ہوں۔
 اب اس کے متوازی ہم نے کیا کیا کہ لوگ ہم سے پیچھے تو نہیں اپنی تہمت پیغمبر صاحب اہل کتاب کی آسانی کتابوں

استدلال واستشہاد کرتے تھے ^{۱۱۷}فَانُؤَا بِالتَّوْرَةِ كَانُؤُوا اَهَا۔ ^{۱۱۸}مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ جَم نے ان کتابوں کو ردی سے زیادہ بے قدر سمجھا کیا عہد عتیق اور عہد جدید کے ہزار ہا نسخے پھول اور پٹانوں میں نہیں صرف ہوتے اور مسلمان ان کتابوں کی ایسے بے حرمتی کو ثواب نہیں سمجھتے۔ ذرا مسلمانوں کے علم کلام کی کتابیں دیکھو وہ کہتے ہیں کہ پہلی کتابوں کا کہیں پتہ نہیں اور یہ یہودی اور عیسائی ایسے پھرتے ہیں یہ سب ان کی اپنی بنائی ہوئی ہیں اس سے زیادہ دل کا دکھانے والا اور کون سا الزام ہو سکتا ہے۔ جھوٹی دستاویز بنانے کی ستراسات برس کی قید ہے نہ کہ آسمانی کتاب اور کلام الہی ہیں جعل کرنا۔ بے شک نہ صرف ہم مسلمانوں کو بلکہ میں کتابوں ساری دنیا کو قرآن کے ہونے کی آسمانی کتاب کی ضرورت نہیں اور جس عہد عتیق اور عہد جدید و قرآن کو اللہ کے ساتھ پڑھا اور سمجھا ہو گا وہ خود اُلٹے گا کہ واقع میں مسترآن عہد اور نوثر ہونے کے علاوہ آہ می کو کمال دین دار اور نیک بنانے کے لیے کافی اور وافی ہے۔ مگر قرآن کی خوبوں کا بیان کرنا اور چیزیں اور دوسروں کی قابل ادب کتابوں کو غلط اور خبط اور نا معتبر اور جعلی کہنا بالکل دوسری چیز ہے کتاب جس قدر پرانی اُسی قدر نامنظوظ الاقرآن کہ اس کی حفاظت کا خدا نے غیب سے ایک سامان دیا کہ دیا جو کہ مسلمانوں کو اس کے زبانی یاد رکھنے کا شوق ہے۔ حافظ قرآن ہونا مسلمانوں میں ایک دینی نصیحت ہے جیسے حاجی ہونا اور کہتے ہیں کہ حافظ کی سات پشتیں بے حساب بخشی جائیں گی۔ پس مسلمانوں میں کثرت سے قرآن کے حافظوں کا ہونا حقیقت میں ایک بڑا زبردست چمک (روک) ہے کہ قرآن میں نہ کوئی تصرف کر سکا ہو اور نہ آئندہ کوئی تصرف کر سکے گا۔ مگر سوائے قرآن کے اور کسی کتاب کو اور اس مومن گھلی آسمانی کتاب بھی آئیں یہ شرف یہ تزیینت حاصل نہیں۔ کتاب جتنی اپنی اُسی قدر نامنظوظ۔ لوگ کہتا ہیں کہ کہتے ہیں کہ اس میں سعدی کا ایک لفظ بھی باقی نہیں۔ اور پھر بے لوث تبدیل اور تصحیف اور تحریف ہو چکا ہو کہہ سکتے ہو جو جنس ترجمے کی مشکلات سے واقف ہے وہ بے تامل اس کی تصدیق کرے گا کہ کتاب تو لہ قرات سے آ اور اس کو پڑھ کر تاؤ ۱۷ لکھ ہو گا۔ - پاس ہیں تو اس کی تصدیق کریں ہوں ۱۷ لکھ یہ نہیں ان کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جو اس کے زمانے میں ہیں۔ ۱۷

بڑی چیز جو ایک جملے کے ترجمے میں کیا سے کیا ہو جاتا ہو۔ علاوہ بریں مشین گوئیاں ہمیشہ مبہم ہو کر تی
 ہیں۔ اپنے ہی یہاں کے امام مہدئی اور دو تال وغیرہ کی مشین گوئیوں کو کیوں نہیں دیکھتے غرض قدمیت
 اور ترجمہ اور اسہام کی وجہ سے کھلی آسانی کتابوں میں کچھ تصرف ہوا ہو تو عجب نہیں مگر ایک دم سے ان کو جعلی
 بتانا اور یہ کہنا کہ لوگوں نے بے ایمانی سے جعل کیا دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کی بات ہے۔ اسی پر چاہتے
 ہو کہ اہل کتاب تمھاری طرف کو جھکیں۔ کچھ تو مسلمان بادشاہوں کی دست درازیوں نے اور رہا
 مسلمانوں کی اسی دل خراش باتوں نے اسلام کو لوگوں کی نظروں میں مغضو ٹھہرا دیا۔ میں نے
 ابھی حال میں لارڈ براسی کی ایک تقریر انگریزی اخبار میں دیکھی ہے۔ اور وہ میرے دل پر اس طرح
 نقش ہو گئی ہے۔ جیسے کسی نے نوک نشتر سے گو ددی ہو۔ ولایت سے ایک کمیشن اس بات کی تحقیق
 کے لیے ہندوستان میں آیا تھا۔ کہ ایفوں کے استعمال نے لوگوں کی تن درستی اور ان کے اخلاق پر
 کیا اثر کیا ہو اور گورنمنٹ نے جو ایفوں کی کاشت امانی کر رکھی ہو مناسب یا نامناسب لارڈ براسی
 اس کمیشن کے پریزیڈنٹ تھے اور پریزیڈنسی کی حیثیت سے ہندوستان میں تشریف لائے اور کچھ چلے
 پھرے بھی اور چند سے ہندوستان میں مقیم رہے۔ اب وہ کوٹریہ کالونی کے گورنر مقرر ہوئے ہیں۔
 دستور کے مطابق انکو لندن میں ڈنر دیا گیا۔ اور اس تقریب میں لوگوں نے تقریریں کیں۔ ازاں جملہ لارڈ
 براسی نے بھی ایک تقریر کی جس میں انھوں نے فرمایا اور فرمایا بھی تو اس وثوق کے ساتھ کہ گویا وہ
 ہندوستانیوں کے حال سے خوب واقف ہیں۔ اس واسطے کہ وہ ہندوستان میں چند سال نہیں
 بلکہ چند روزہ گئے ہیں۔ شکر ہے کہ لارڈ براسی نہ سکریٹری آف سٹیٹ ہیں نہ وائسرائے نہ ہندوستان
 کے کوئی اور حاکم با اختیار۔ لیکن اگر برٹش گورنمنٹ کو ایک دریا فرض کریں تو ہم ٹھپلیاں ہیں اور ٹھپلیوں
 میں بھی بھینکے اور لارڈ براسی ایک مگر بھگ۔ انھوں نے اپنی تقریر میں فرمایا محمد زبیر نورین اینڈ کوئین
 بی فلی کہ تیار ہو اس کائنات آف سپارڈنش ٹو اسے کہ چمن پور یعنی مسلمان مسیائیوں کے ماتحت
 ہو کر رہنے سے نہ کبھی پورے پورے ہندوستان ہوئے اور نہ آئندہ کبھی ہندوستان ہو سکتے ہیں۔
 ان کے ہاتھ میں ہے۔ دل میں شبہ اور میں تاباں رکھنے کی حالت میں رہا کہ

یہ تو ایک طرح کا حملہ اسلام پر ہو کیوں کہ انھوں نے مطلقاً مسلمانوں کو الزام دیا۔ اور ہمارا حال یہ ہو کہ ہم کا ٹیگس تک کے پاس بھی جا کر نہیں کھڑے ہوئے نہ اس خیال سے کہ لارڈ برسی اور ان کی طرح کے دوسرے ناواقف انگریز کیا خیال کریں گے بلکہ کا ٹیگس کی شہرت سے ہم کو خدا کا وہ فرمان روکتا تھا اور اب بھی روکتا ہو جہاں اُس نے ارشاد کیا ہے اَطِيعُوا اللَّهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولَئِكَ مَعَہُمْ ہم اگر ٹیگس گورنمنٹ کی دل سے قدر نہ کریں تو ہم مروت اور حق شناسی اور احسان مندی اور انسانیت یعنی اسلام سے بے نصیب ہوں اور لارڈ برسی نے تو عام مسلمانوں کی دل شکنی کرنے میں کوئی کسر نہیں کی مگر ہم بھی ان کو ایسا فقیحت کریں کہ وہ بھی یاد رکھیں یعنی پہلے سے بھی برٹش گورنمنٹ کی دو گنی چو گنی خیر خواہی اور اطاعت گزاری اور فرماں برداری کر دکھائیں تو سچی لیکن لارڈ برسی نے یہ خیال غلط کہاں سے پیدا کیا ہو نہ ہو یہ اُن کا مذہبی خیال ہو اور مسلمانوں کی اُن ہی جلی کٹی باتوں سے پیدا ہوا ہو جو تکلمین عالم کلام کی کتابوں میں لکھ مارا کرتے ہیں۔ نہ تو لارڈ برسی ہی نے اپنی کمیشن کے پرنٹڈ ٹیٹ ہو کر اپنی بات کے نتائج پر نظر کی کہ عام مسلمانوں پر ایک غلط اور بے اصل الزام لگا دیا۔ اور نہ مسلمان بھائی ہی اپنی اس بات کے نتائج پر نظر کرتے ہیں کہ بے نال بھلی آسمانی کتابوں کو جھوٹا اور جعلی کہ بیٹھتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کی یہ حرکت بانی اسلام کے منشاء کے بالکل خلاف ہو۔ پھر قرآن نے اہل کتاب کے کھانے کو درست بتایا کہ تیرے مورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت دی۔ اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اَدْتُوا الْکِتَابَ حَلٰلٌ لَّکُمْ وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُحِلَّ لَہُمْ وَالمَحْصٰتُ مِنَ الْکُلِّ بِمَنَاتٍ وَالمَحْصٰتُ مِنَ الْکُلِّ اُولَئِکَ الَّذِیْنَ اَدْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلُکُمْ اِذَا اَتَیْتُمْہُمْ اَجُورَہُمْ مَّحْصٰتٌ غَیْرُ مَسَاغِرٍ وَلَا مَخْذٰلٍ اُحِلَّ لَہُمْ۔ یہ کیوں؟ یہ اس لیے اور اس لیے مسلمانوں خدا اور رسول اور اپنے مالکوں کا حکم مانو ۱۲ سلسلہ مسلمانوں ان تھا۔ اس لیے تمام تھری چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہل کتاب کا کھانا تھا اس لیے اور تمہارا کھانا اہل کتاب کے لیے حلال اور مسلمان مورتیں اور اور ان لوگوں کی مورتیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی جا چکی ہے تم نکاح میں آ سکتے ہو بشرطیکہ ان مورتوں سے مہر ۱۰ اور کھربھانا نہ ملے۔ جِنَہُ دَنَہُ نَبِیُّہُ اَوَّلَہُ اَرَشٰنَالِی لَمَّا ۱۲

میں کتابوں اسی لیے کہ اہل کتاب میں اور اہل اسلام میں اختلاط و ارتباط پیدا ہو مسلمانوں نے ہائے
مجھے کتنا پڑتا ہے۔ مسلمانوں نے اختلاط و ارتباط پیدا کرنا کیسا اہل کتاب کی طرح کھانے اہل کتاب کے
سے لباس پہننے کو بھی حرام بلکہ موجب کفر سمجھا۔ یقین نہ ہو تو حرمیت اور کفر دونوں کے فتویٰ سید احمد خاں
کے پاس ضرور محفوظ ہوں گے کہ وہی تو ان کے سچے مسلمان ہونے کے سرٹیفکیٹ ہیں لے کر دیکھو۔
پنیر صاحب کو بڑی تمنا تھی کہ مسلمان کثرت سے ہوں اور فرمایا کرتے تھے اَبَاہِیْ یٰکُمُ الْاِسْلَامُ۔ سو
مسلمانوں نے اچھا اس تمنا کو نباہا کہ غیروں کو اپنے میں ملائے کی کوشش تو درکنار انھوں کی محنت سے
جو صورتیں اسلام میں دکھائی دیتی ہیں ان ہی کے نکالنے کے پیچھے پڑے ہیں۔ اس وقت اسلام میں
جتنے فرقے ہیں نیچر لوگ تجوڑ کر تم بھی ان کو مسلمان نہیں سمجھتے اور وہ بھی اس سے خوش ہیں۔ ہر ایک
فرقے کے مولوی کو سامنے بٹھاؤ اور مسلمانوں کی مردم شماری کا رجسٹر رکھوا گے اور چوبیس کو کافر
کہتا جائے کاٹتے چلے جاؤ۔ انجام یہ ہو گا کہ خدا نے چاہا سارے ہندوستان میں ایک متنفس مسلمان
باقی نہیں رہے گا۔ سینوں کو شیعہ کا فریسیں گے۔ شیعوں کو ہنسی۔ وہابیوں کو بدعتی بدعتیوں کو وہابی۔
مقلدوں کو غیر مقلد غیر مقلدوں کو مقلد۔ محکو تم کو میں۔ ^{۱۵}وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَلَا
تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا ۚ کِیَا نُوْبَ لَعَلَّ یُزَکِّیْہُمْ ۚ کِیُوْنَ حِیْ وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ کے معنی کیا ہیں مسلمانوں
میں جو تفرق واقع ہوا ہو اختلاف رائے کی وجہ سے واقع ہوا ہو اور طے اپنی ہو یا غیر کی اختیاری بات نہیں۔
تو کیا لَا تَفَرَّقُوا ۚ اس کا خدا حکم مہمل ہو یا خدا ہم سے طلب محال کرتا ہو۔ نہ حکم مہمل ہو اور نہ طلب محال ہو بلکہ
لَا تَفَرَّقُوا ۚ کے یہ معنی ہیں کہ گو تم میں اختلاف ہوں بھی تاہم تم ایک کو دوسرے سے جدا نہ بھڑو ان اختلافات
سے نفس اسلام میں کوئی خلل نہیں آتا۔ پنیر صاحب نے تو بس ایک ہی بات پکار کر کہی تھی لا اِلهَ اِلَّا اللہ
اور وہ اہل کتاب سے پکارے کہتے تھے تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٌ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ اَنْ لَا نَعْبُدَ اِلَّا اللہ۔

۱۵ میں تمہاری وجہ سے دوسری باتوں پر غور کروں گا ۱۱۵ اور ان کی کسی کو بطور ملکہ پڑے رہو اور ایک دوسرے سے بچو
اختیار کروں ۱۱۵ ان لوگوں سے نہ جنہوں نے آپس میں بھڑائی اور اختلافات پیدا کیے ۱۱۵ اور اہل کتاب کو تم کو کیا
۱۱۵ بات ۱۱۵ میں ۱۱۵ سنی ملی مبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شرک بنائیں اور نہ خدا کے سوا

وَلَا تَشْرِبُوا لَهُمْ شَيْئًا وَلَا تَتَّخِذُوا بَعْضُهُمْ آدِبًا بَعْضًا ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ مُنْظِرًا
 یا کائنات! میں نے کسی قصور پر اپنی لونڈی کو طمانچہ مار دیا پیغمبر صاحب کو خیر ہوئی اور اُس
 لونڈی کا کفر و اسلام بھی مشتبہ تھا آپ نے اُس لونڈی کو بلوا کر پوچھا کہ تو خدا کو بھی جانتی ہو اُس نے آسمان
 کی طرف اشارہ کیا۔ پھر آپ نے پوچھا اور میں کون ہوں۔ بولی آپ اُسی کے بھیجے گئے رسول
 ہیں۔ اس پر پیغمبر صاحب اُن صحابی سے فرمایا یہ تو ابھی خاص مسلمان ہو اس کو آزاد کرو بھان! اللہ سلام کا کیا
 آسان امتحان تھا خدا نہ کرے کہ آج کل کے مولوی اگر مینیر متعن ہوں تو یہ مجھ جیسے جید مسلمان کو
 بھی قیل کر دیں۔ یہ مجھ سے کہلو کر دیکھیں دوا د اور ذوا تو میں کیا بتاؤں۔ دوا د اور ذوا تو کیا ادا ہوگا
 ہم سے تم پنجابیوں کی طرح پھائی تو کہا ہی نہیں جاتا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا حضرت میں کاشتکاری
 کرتا ہوں دن بھر بھرتی کے کام کاج میں لگا رہتا ہوں رات کو تھک کا ماندہ آتا ہوں تو صبح سویرے میری
 آنکھ نہیں کھلتی یعنی نماز صبح قضا ہو جاتی ہے اور یوں بھی مجھ سے پانچ نمازیں نہیں ہو سکتیں۔ فرمایا ایک دو
 جو تم سے ہو سکے۔ کیا اس سے نہ نکلا کہ پانچ وقت کی نماز ضروری نہیں بلکہ بھی پچھانے کی ایک تدبیر
 تھی کہ مطلق نماز کا نوکر ہو گا تو رفتہ رفتہ اُس کو نمازیں مزہ آنے لگے گا اور مزہ آئے پیچھے پانچ نمازیں
 کیسی یہ تو پڑھے گا صلوة التمجید تمہارے ذہن ان تدبیروں اور حکمتوں سے آشنا ہی نہیں۔ سبب دیکھو حقیقت
 کے دروازے پر لٹے کھڑے ہو کسی نے اندھانے کا نام لیا اور تم نے لٹھ سی کیا۔ یہ تو تم نے اچھی
 طرح سمجھ لیا کہ دین اسلام کا لب لباب ہر لاکھ الا اللہ یعنی خدا شناسی۔ لیکن عالم اسباب میں اس خیال کا
 قائم رکھنا ذرا مشکل۔ اور یہی تو پانی کے مرلے کی جگہ ہو اور یہیں سے شرک اور بت پرستی نے
 نشوونما پایا ہے۔ سو یہ بھی انسانی طبیعت کا ایک ضعف ہو اور ہمارے وقتوں کے مسلمان خود کب
 اس ضعف سے خالی ہیں یہی وہ جگہ ہے جہاں میں توحید کے بلے میں ہر سال کچھ نہ کچھ کو جاتا ہوں
 اور یہی وہ مضمون ہے جس کے صلے میں تمہارا سبب اتنی شہ سے نمایاں ہوئی ہے کہ خدا کا خطاب ظاہر تھا
 یا زبور یا انیس۔ وقت میں ہو نہ اسی مضمون کہ میں اور شہادہ کے ساتھ خبر دیدان کرتا ہوں۔ ہر قسم سے
 کوئی ایسی ہی کوئی کوئی اس پر بھی اہل کتاب بڑیا ان سے کہ وہ ان کو دیکھیں۔

تَرَانِی اس پر بھی موسیٰ اُسے رہے تو دیکھا جو دیکھا کُلَّ النَّاسِ رَجَعُوا فَاِیْهِ فَاَنْصَبَ لَیْلٍ جَعَلَهُ دُکَاوَةً مُّوسٰی صَوْنًا
 اپنی حیرت کا خمیازہ جھگت لیا تو آگے کو کان ایٹھا کُلَّمَا فَاَقَالَ سَمِعَ اَنَّكَ تُبْتَ اِلَیْكَ وَاَنَا اَوَّلُ
 الْمُؤْمِنِیْنَ غرض انسان کی ورماندگی کا یہ حال اور منزل دور کچھ تو اپنے ابناءے جنس کے حال پر
 رحم کرنا چاہیے۔ اپنی بچھا چھ کو اپنے مونہ بیٹھا کہنے سے چھا چھ بیٹھی نہیں ہو جائے گی۔ ہم کو تیرہ سو
 برس سے اسی ایک بات کی مشق کرائی جا رہی ہے اور خدا جیسی چاہیے آج تک رواں نہیں ہوئی
 تو دوسروں میں ایسا کہاں کا سرخابا پر لگا ہو کہ سنتے کے ساتھ اور سننا بھی اس طرح کا سننا کہ غل غبار
 میں کان پڑی آواز نہ سنائی دے کیوں کر توقع کی جاسکتی ہے کہ دوسرے لوگ جن کو بھڑکانے میں ہم
 کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا سنتے کے ساتھ باون تو لے پاؤرتی کے ٹکسالی مسلمان ٹکسالی مسعود
 ہو جائیں میرا مستحکم عقیدہ ہے کہ مسلمان جتنی رعایت اپنی قوم کے ساتھ کرتے ہیں زیادہ نہیں مٹنی ہی
 رعایت دوسروں کے حق میں بائز رکھیں تو اس کا من برد رڈ کچھ جس کا فایم کرنا بانی اسلام کا اصل
 مقصد تھا کہ یہی کچھ ترتی ہو۔ لیکن جو روش مسلمانوں نے اختیار کی ہر وہ یقیناً کامن برد رڈ بنا جو تو رچھوڑا
 تو ایک نہ ایک دن معدوم کر کے رستہ گی ہے

ترجمہ: بی بچھا ہی غباری	کیں رہ کہ تو میری برتر کستان ست
-------------------------	---------------------------------

ابھی تو میں تجھ ہی سہاڑ ٹوٹا ہوں جب ان باتوں سے ٹھٹھاتے کان آشنا ہو جائیں گے تو بجا تو تم سے
 بہت بگاڑنا ہے۔

بایں سوال پچھو جو ہر مذہب پر علی کے چھٹے سالانہ جلسے میں ۱۸۹۵ء کو دیا گیا۔
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ کیا شور و غوغا ہے کہ ہے کا غل ہو	نہ آواز نے ہو نہ بانگ و فصل ہو
نہ کچھ سانس و سانس دل بستگی ہو	نہ رقاص ہو اور نہ سانی نہ مل ہو

لے جب خدا کا پڑا ہوا تو پھاڑ گوریدہ بڑا کر دیا، رہی جی بگاڑو۔ لے موسیٰ اور جوش بات کہنے
 داندہ ہی بات نہ ہو میں تیری جناب میں تو یہ باتوں اور تجھ پر بہت سے پھلایا ہے اور

سناتھا کہ دل قوم کے مر گئے ہیں
محرم کی مجلس ہے اُس کا ذکر؟
نہ یہ ہر نہ وہ ہو تو پھر کیا سبب ہا
اگر بے سبب ٹوٹ آئی ہو خلقت
تہیں - مدرسے کا ہر سالانہ جلسہ
طبابت میں فصل بہار آ رہی ہو
یہ ہستی ہے ایک تجسّمِ روحِ آفت
مگر کون طب جس کا ماخذ ہے یونان
نہ وہ طب کہ جس سے ذرا آنکھ چو کی

ان ہی میں کسی مرنے والے کا قتل ہو
و یا بزمِ میلاد ختمِ الرسل ہو
کہ اتنا بڑا صحن لوگوں سے فل ہو
تو کیا ان کے پیروں میں ناحق کی چل ہو
یہ تقریب معمول و معلوم کل ہا
کھلا اس کے گلشن میں یہ تازہ گل ہو
طب اُس پرست ہو کر گزرنے کا پل ہو
کہ محفوظ و مامون و خیر الشبل ہو
تو یہاں مشعلِ زندگانی ہی گل ہو

بس طرح ہانپتی کے کھانے کے انت اور ہوتے ہیں اور دکھانے کے اور - اسی طرح یہ کالج ہوئے
سکول ہوئے ان کی بھی دو حالتیں ہوتی ہیں اندرونی اور بیرونی - اندرونی حالت کو پروفیسر نیپل
کے سوا کسی جان نہیں سکتا خصوصاً اس مدرسے کی اندرونی حالت کہ اُس کے سب سے بہتر
بیج صرف عبد الحمید خاں صاحب ہیں اور بس - کیوں کہ یہ بانی اور پروفیسر اور سکریٹری یعنی مدرسے
کے ہمہ اوست اور ہمہ ازوست ہیں - ع

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ

سو عبد الحمید خاں صاحب نے اپنے زمین میں ایک اسٹڈل (خیالی) مدرسہ بنا رکھا ہے اور چاہتے
ہیں کہ ویسا ہی مدرسہ خراج میں بھی موجود ہو جائے - وید کی اور یونانی اور انگریزی طبابتوں کا جامع
علم طبابت اور عمل طبابت دونوں پر حاوی کہیں اس لڑائی کی تقریب میں جوانِ دنوں ہو رہی ہے
ان کو چین اور جاپان کے علاجوں کی خبر نہ لگ گئی ہو کہ ان کو بھی اپنے مدرسے کے کورس میں شامل
کر بیٹھیں اور پھر سے طالبِ العلون کی جان پر مصیبت پڑے ع

پہا سستہ در سیر اس مرقوم محالِ ندیش

تھیں اور کھلی (سمجھنے کے طور پر) تو یہ آئیدیل سکول نہایت عمدہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر پکڑ پکڑی (عملاً) بہت لوگ
اس کو شیخ جلی کا منصوبہ ہی سمجھتے ہیں لیکن دنیا میں جتنے بڑے نام و نمود کے کام ہوئے ہیں۔ ابتدا میں
شیخ جلی کے منصوبے ہی سمجھے گئے ہیں اور بہت دنوں لوگوں نے ان کو اپنے استقلال سے واقعات کر دکھایا
ہو۔ کیا عجیب ہو کہ یہ در سہ بھی فی علم اللہ ایسے ہی بڑے کاموں میں سے ہو۔ تاہم بہت بڑا فرق ہے مکان
و قوع اور وقوع میں ہم لوگ۔ توقعات سننے کے لئے نہیں آئے واقعات دیکھنے کے لئے نہیں
سو توقعات کے مقابلے میں واقعات ہماری ہی نظر میں نہیں جتنے تو عبد المجید خاں صاحب کی نظر
میں کیا چنچے ہوں گے۔ ہم نے سید احمد خاں کو دیکھا ہے کہ علی گڑھ محمدن کالج میں سحر کر دکھایا۔
مگر ان سے پوچھو تو ابھی آٹے میں نمک پانی نہیں عبد المجید خاں بھی سید احمد خاں ہی کے ٹائپ
(طرز) کے آدمی ہیں۔ بلکہ ان سے بھی چند قدم آگے بڑھے ہوئے کیوں کہ سید احمد خاں نے ولایت
جاکر کالجوں اور یونیورسٹیوں کو دیکھا اور ان ہی کے نمونے پر علی گڑھ محمدن کالج جاری کیا۔ عبد المجید خاں
نے ہمیں بیٹھے بیٹھے اپنے ذہن سے ایک بات ایجاد کی جو کسی کو بھی نہیں سوچھی کہ منافع زمانوں اور
مختلف ملکوں کی طبابت کو ملا کر ایک مجموعہ طبابت بنائی جائے۔ تو سید احمد خاں بھی مقلد ہیں
اور عبد المجید خاں موبد و شتاک بینہما ہاں ایک مزیت عبد المجید خاں کو اور بھی ہے کہ انھوں نے
اپنی وضع نہیں بدلی۔ مگر ان کے افتاء مزاج سے تو ڈر لگتا ہے جب سید احمد خاں کے سر میں
اس طرح کے خیالات کو بخیر شروع ہوئے تو وہ بھی ہماری ہی وضع رکھتے تھے غرض سید احمد خاں نے
عبد المجید خاں سے کہے۔ ہیں دونوں ایک ہی تھیلی کے پٹے تھے۔ تو جب سید احمد خاں نے باوجودیکہ
علی گڑھ محمدن کالج میں دند زردی (مخانیات) کر دکھائے اور ان کو آٹے میں نمک بھی نہ سمجھایا کہ
اطمینان ہو سکتا ہے کہ عبد المجید خاں سے ہم کو دے کی اندرونی حالت ٹھیک ٹھیک معلوم ہوگی
یعنی ٹرو تھنہ ہول ٹرو تھنک بٹ ٹرو تھنک دج اور بالکل سچ اور سچ کے سوائے کچھ نہیں بات یہ ہی
کہ یہ زمانہ تاو لٹی (جڑت) زمانہ ہے ہزاروں نئی نئی چیزیں دریافت اور ایجاد ہوتی چلی جاتی ہیں۔
اسی طرح نئی ایجاد یاں مل رہی ہیں۔ اس لئے کہ تو میری ہونے آئی ہے نہ تو اس وقت

نام بھی نہیں سنا تھا یا اب یہ حال ہے کہ تمام روئے زمین پر اعلیٰ و سفلیٰ کا تسکین مچا ہوا ہے۔ زندگی اور زندگی کا مسئلہ کچھ ہی ہے۔ وہی وہی کہ آج تک کوئی اس کو اچھی طرح حل نہیں کر سکا۔ جتنا چاہا تو کرنا جس قدر فطر کر دے گا۔ کاش و تفتیش سے وہم کو ترقی ہوتی جاتی ہے۔ ہوتا ہوا کچھ بھی نہیں میں ایک انگریزی اخبار کا مد توں سے سبکداری خریدار ہوں۔ اس میں جہاں اور مضامین ہوتے ہیں ایک کالم پچیس سے پچیس اینڈ پچیس (پیدائش شادی بیاہ اور موت) کا بھی ہوتا ہے تو میں اوبد اگر اسات کو اکثر دیکھا کرتا ہوں اس خیال سے کہ انگریزوں نے فن طبابت میں بڑی ترقی کی ہے دیکھیں ان لوگوں کی زندگی کتنی دراز ہوتی ہے یہیں سچ کتابوں میں نے تو آج تک ان لوگوں میں کوئی غیر معمولی بات پائی نہیں یہی ساٹھ ستر برس گھسیٹ کر علی الاکثر ہم بھی مرتے ہیں یہ بھی مرتے ہیں۔ ہاں جس نزاکت سے یہ لوگ مرتے ہیں وہ البتہ عجیب ہے۔

شاید لارڈ رے کو زہینہ کی بی بی کا ذکر ہے کہ وہ ہیفہ کے مرنے پر ان کے مرنے پر چھپے اس کی تحقیقات ہونے لگی کہ انھوں نے کیوں ہیفہ کیا۔ ان لوگوں میں یہ تو بڑی صفت ہے کہ ہر ایک واقعے کے سبب سے پیچھے پڑ جاتے ہیں بے شک یہ تحقیقات ان مرنے والے کے حق میں تو کچھ بھی مفید نہیں ہو سکتی تھی مگر بعد الواقعہ بہت سے اسباب دریافت ہوئے ہیں اسلئے دینڈیر اور ان سے باقی ماندگان نے بڑے فائدے اٹھائے ہیں ہزاروں جانیں مرگ بے ہنگام سے محفوظ رہیں۔ ہماری طرح نہیں کہ روئے دھوئے تقدیر پر مشرک ہو کے بیٹھ رہے۔ غرض ایڈمی صاحبہ کے مرنے پر پیچھے تحقیقات ہونے لگی کہ انھوں نے کیوں ہیفہ کیا۔ آخر معلوم ہوا کہ گورنمنٹ ہوس میں جس گھوس کے یہاں سے چلنے کے لئے دوڑا تھا اس کی بھینسیں کسی گائوں کے "اب" سے پانی پینے جایا کرتی تھیں اور ان ایڈمی صاحبہ کے مرنے سے کوئی دو یا تین مہینے پہلے اس گائوں میں چند آدمی ہیفے سے مرے تھے۔ اول تو کسے سے ہیفے کے متعدی ہونے ہی میں ڈاکٹروں کا اختلاف ہو اور گورنمنٹ (قرطینہ) کے بارے میں اس پر بڑی بحث ہو چکی ہے مگر خیر یہ ہیفے تو بھینسیں (معدی) مانے لیتے ہیں تو اب دراصل اس کو دیکھ کر ایک گائوں میں چند آدمی مرنے ہیفے کیا بھینسوں پیچھے ان سے ہیفے کا اثر تالاب میں آیا۔ پھر تالاب سے پانی میں پھر پانی سے بھینسوں میں۔ پھر

بھینسوں سے دودھ میں پھر دودھ سے لیڈی صاحبہ میں خیر لیدی صاحبہ کو پڑی آدمی تھیں لین کو
ہیفے کی ریشہ و انیاں پہلے سے معلوم ہوئیں تو وہ شاید اس کا انداز کر بھی سکتیں مگر یہ تو فرمایا کہ ہم
جیسے غریب آدمیوں سے بھی ایسا عزت من ہر گز نہیں لیکن جیسے عزت ممکن نہیں ویسے ہی خدا کے فضل
سے ہم چوٹی موٹی بھی نہیں۔ بچھو اگر ان بھینسوں کا دودھ پیئے کو ملا ہوتا تو مرنے کی جگہ پی پی کر ایسا موٹا
ہوتا کہ پہچان بھی نہ پڑتا۔ اب تو یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ یہی پانی جس کو پیتے اور پی ہو اُس کو تنفس کتے
اور جن پر ہر ایک ذمی حیات کی زندگی کا مدار ہے ان میں بھی زہر گھلا ہے۔ پیادہ مرے سانس لیا اوٹیں ٹھٹھے
ڈاکٹر لوں سے لڑے کون۔ بے شک جو یہ فرماتے ہیں بجا اور جو یہ تجویز کرتے ہیں درست۔ مگر زمین آسمان کے
درمیان سے گذر کل جائیں۔ کہاں جا کر بیس۔ غرض ڈاکٹر لوں نے بات بات میں بال کی کھال
کھا کر زندگی کو درتھہ بوگنگ دینیے کے قابل نہیں رکھا تو جہاں اونٹنی نہ گیا یاں سپ پانی نہ ملے
سنائے تھا کہ ڈیلپی استقامت ایک بیماری ہوتی ہے یعنی پانی پئے باؤ اور پیاس لگتی چلی آتی ہے۔ پھوس کی قسمیں
سُئی تھیں کہ زرقی ہوتا ہو لگی ہوتا ہو اور شاید۔ بھی تمہیں ہوں۔ مگر ان دنوں ایک نئی قسم کا سننا چلا ہے
استقامت آدمی کہ آدمی اپنے لیے نہیں دوسروں کے لیے روپیہ بیع کرتا ہے اور بس قدر روپیہ اتنا بتاؤ اُس کی
مرض بڑھتی جاتی ہے اس مرض کا اگر اس کو مرض سے تعبیر کیا جائے نشوونما اس طرح ہوتا ہے کہ خدا سے تعاقب
اپنے کسی خاص بندے پر اپنی رحمت مانے کا پرتو ڈالتا ہے خاص کند بندہ مصلحت عام را بدہ سیکے
پنے اپنی قوم کی حالت پر نظر کرتا پھر دوسری قوموں کی حالت سے اُس کا خوابا کر تا اور اپنی قوم کو پاتا
فلس بلے بنے وقعت کامل جاہل انسانیت سے روحانیست سے نزدیک اور وہ قوم کی سعادت
کو یکو کرے قرار ہوتا اور اُس کے دفع کرنے کی تدبیر کر لیتا ہوں کہ قوم کی حالت نامور ہی کی روش درست
کر سکتی ہے وہ قوم کو ملامت کرنا اور قوم کے لیے قوعت اور تابش مرض ہنسلی نامور ہو رہا۔ استقامت
درمی جس کامیں نے تذکرہ کیا اس کے کو درمیں سے ہوا کہ ان کے مذکورہ افراد میں سے ان کے
نہ ان کتاب دروندان کی سی بہت ناخن کا ستامتنال ہوسکی روزی مرے کام کو کیا بھٹکے جس کہ وہ کیا کرنا
چاہتا ہو اور کیا کرنا ہو پس میں اس مدد سے۔ یل ورتھ اصل نہ لایا۔ مئے پاسے میں کوئی ایسے

نہیں دے سکتا اس واسطے کہ میں پروفیشنل بین (طبابت پیشہ) نہیں مجبور اسی مدرسے کی ریل ٹرک
 کے جانچنے کی لیاقت نہیں۔ ہاں ظاہر کی اوپری چند موٹی موٹی باتیں ہیں جن کی نسبت میں کچھ
 رنگ رمارکس بیان سرسری کر سکتا ہوں۔ مدرسوں کی کامیابی خاص چند باتوں سے جانچی جاتی
 ہے۔ سب سے پہلے مالی حالت کیوں کہ تمام کامیابیاں متفرع ہیں بعض منقوش پر فنڈز نہ ہوں تو کسی کی محنت
 بھی پیش نہیں جاتی۔ سو خدا کا فضل ہو کہ مدرسے کی مالی حالت اگرچہ عبد المجید خاں کے اسٹیل
 سکول پر نظر کرتے تو پیاسے کے لئے اونس ہو مگر قوم کی حالت کے اعتبار سے غنیمت ہو اور سچی بات تو
 یہ ہو کہ مجبور اس مدرسے کے فنڈز کی طرف سے کبھی بھی تردد نہیں ہوا۔ ہمارے حکیم صاحب کو عمل مقناطیسی
 ہی ایسا یاد ہو کہ ذرا دبا کر اس سے کام لیں تو روپیہ آپ سے آپ گھٹا ہوا چلا آئے۔ چندہ بھی تو آتی ہی
 دیں گے اور آدمی بھی بامقصد رہے اور گویہ لوگ مدرسے کی قدر نہ بھی کریں اپنی زندگی اور تندرستی کی تو
 سب زیادہ قدر کرتے ہیں اور آدمی ہیں تو مارٹل دفانی ابھی ہیں اور مارٹل ہیں تو کبھی نہ کبھی حکیم صاحب کے
 قابو میں آئیں گے ضرور اثر ملے کہ مجھ جیسے گراں جہان نہ ہوں مگر نہ کوئی میری طرح وقت اور عادت کو
 ضبط کرے گا اور نہ اس عمر میں تناکارا ہو گا جتنا کہ انشا اللہ چشم بدور میں ہوں۔ ہمارے ہاں روڈ کی ہونا
 تمغاب امارت ہے۔ موبیات ترغیب جو خدا نے امیروں کو دے رکھے ہیں وہ ان کو زیرِ سٹ (مدافعت)
 کر نہیں سکتے۔ اور ان کا بیمار ہونا بلکہ بیمار رہنا تعجب کی بات نہیں بلکہ ان کا تن درست رہنا بلکہ مطلق
 جینا تعجب کی بات ہے۔ فرض فنڈز کے جمع ہونے میں دیر ہو تو ہر وہ بھی اس سے کہ عبد المجید خاں
 صاحب سب سے سی کو ڈھیلا چھوڑتے رہیں مگر فنڈز تو جمع ہوں گے اور ضرور جمع ہوں گے اور خاطر خواہ
 جمع ہوں گے فنڈز کا جمع کر لینا کچھ مشکل نہیں فنڈز کا ہینڈل (ضبط و انتظام) کرنا البتہ مشکل ہے اور وہ
 عبد المجید خاں صاحب کا کام ہے شک سب سے زیادہ ان ہی کو رحمت ہو مگر جیسی رحمت ہو ویسی ہی
 ناسو ہی ہو ویسا ہی اجر عاقبت ہر شے طے کرتی ہے۔ اور چشم بدور ان کے استغنا سے ظاہر ہو کہ نیت
 کے بغیر ہونے میں تو بہرہ کی کیا آ۔ کافر گرد۔ فنڈز کے بارے میں عبد المجید خاں صاحب کی مسلمہ حدیث
 سے عداوت و عظم کی تو پ بھی تمین کا بڑا بیحد ہے

اٹھایا تو ان کو کافی مدد کیوں نہ دی جائے۔ اس مردہ عہد المجید خاں کا آئیڈیل سکول نہ سہی۔ سری
 طب یونانی ہی یہی کہاں کی گئی گزری ہو۔ اب تک تو طب انگریزی اُس کو شکی دمتر نزل نہیں سکی۔
 اور شکی کرتی ہوئی معلوم ہوتی بھی نہیں۔ اب بھی سو میں شاید نہ نالوس آدمی اُس کے گرویدہ ہیں۔ اور
 سُنے سُنے گرویدہ نہیں بلکہ سینکڑوں برس کے سوارث تجربے کے بعد گرویدہ ہوئے ہیں۔ تو جب طب
 یونانی کی جراثیمی مضبوط ہو کہ وہ کسی کے اٹھاڑے اُکھڑ نہیں سکتی اور وہ بھی مفید ہو ویسی ہی اصلاح طلب
 بھی ہو تو اُس کی اصلاح گورنمنٹ کا عین فرض ہو۔ کیوں کہ گورنمنٹ نے رعایا کی ہر طرح کی حفاظت
 اپنے ذمے لی ہو۔ انراں جملہ رعایا کی اچھے دقت درستی کی بھی اور حفاظت اپنے ذمے لی ہو تو کچھ مغفّت نہیں
 لی اس کے بدلے ہم خراج بھرتے ہیں ٹیکس دیتے ہیں اور باوجودیکہ سرکار ہماری ہم وطن نہیں ہم قوم نہیں
 ہم مذہب نہیں ہزاروں کوس دور بیٹھے ہم اُس کی جو مناسبتیں ہیں۔ کم سے کم اتنا تو چاہیے کہ گورنمنٹ اُس
 سکول کو رگ لگنا نہ تسلیم کرے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ ڈاکٹر میڈیسن اور میڈیسن اِنجینئر اِنجینئر کے گروہ حاصل محض پھر
 اُن کو سرکاری نوکری مل جاتی اور کام پڑ سلطنت ہوستی ہو لوگ بے تامل اُن سے علاج کرانے لگتے ہیں۔
 ہمارے ان طالب العلموں کو مشکل درپیش ہو کہ پڑھا بھی اور مطلب بھی کیا امتحان بھی دیا پاس بھی ہوئے
 اور شاید تھکے اور انعام بھی پاسے اور آخر میں سند بھی ملی مگر چون کہ وہ سند سرکاری سند نہیں اُس میں
 اُن کے پُش کرنے داسگے بڑھانے کی قوت نہیں۔ ان چاروں کو دوہری مصیبت ہو امتحان کا پاس
 کرنا ایک مصیبت اور امتحان کے پاس کیے پیچھے پرکٹس مطلب کا جانا دوسری مصیبت۔ امتحان کا
 پاس کرنا تو بھری اختیار ہی بات ہو۔ مگر پرکٹس کا جانا لوگوں کے دلوں میں اپنی عقیدت کا بٹھا ہوا شخص و
 اتفاق پر وقوف ہو سکی کہ خوش نصیبی سے وہ نفس طیب زادہ ہو لیکن طیب زادہ ہو کر اُس شخص عقل سے
 پڑھنے کی تکلیف بھی ناحق ہی کی وہ نہ پڑھا تو بھی طیب مانا جاتا۔ اور یہ چونکہ ڈاکٹر بلا ڈپلومہ پنا پرکٹس
 آسانی سے شیلش قائم کر لیتے ہیں اور تمام شہروں میں یونیورسٹیاں کی کثرت ہوئی جاتی ہو۔
 اس میں کچھ ان کا حال نہیں یہ دواؤں کے انگریزی ناموں کا شرف ہو۔ طبابت کی بھی کیا ہی مٹی خوا
 ہونا۔ آدمی ابھی تک گڑے توینا نے لوتے ہیں۔ پھر تک چڑھاوے اُتارے چھوستر کے طبی فوہ کے

معتقد ہیں کہ کوپانی کی جگہ اگوا اور بونہ کی جگہ ڈراپ کہ کھٹھسلا لینا کیا بڑی بات ہے۔ ہاں پانی کو پانی اور بوند کو بوند کہیں اور پھر پیاروں کو ہم سے توڑے جائیں تو جانیں۔

فکڑ کے بوسکول کی کامیابی کا ٹیسٹ (معیار) ہے طالب علموں کی تعداد ان کا وسط حاضری ان کا نتیجہ امتحان۔ سو اگر یہاں کے طالب العلم عمدہ طبیب ہو کر نکلتے ہیں تو ان کا شمار کم اور بہت کم ہے۔ اور اگر نیم حکیم بن کر نکلتے ہیں تو ان کا شمار زیادہ اور بہت زیادہ ہے۔ اور اس کے فیصلے کو مدتیں چاہئیں۔

بھلا اللہ والہ نہ کہ نبو علیہ السلام کی جلد اول تمام ہوئی۔ نعم کے اعتبار سے جلد دوم بھی اسی کے قریب قریب ہے جنگ یو۔ سی۔ پی کے پہلے کاغذ کوڑیوں کے مول تھا اور اب ڈھونڈے نہیں ملتا۔ کہاں ڈھونڈو آئے پوٹہ کدھر آٹھ ساڑھے آٹھ آٹھ پوٹہ چوگئے کافر قرض اس زمانے میں کتاب پھینا ایک ایسی صلیب ہے جو دھری جائے نہ اٹھائی جائے مگر دنیا کے کام بند نہیں ہوتے کسی کیسی طرح چلتے ہی جاتے ہیں۔ پہلے جو کتاب پڑھنے کو ملتی تھی اب منہ گھٹا کر کم سے کم بھی رکھو تو آٹھ آٹھ آٹھ تو کہیں گئے نہیں۔ باوجود علم ان مصائب کے تو لانی قیمت کی شکایت کرتے ہیں میں عرض کر رہا ہوں کہ کاغذ تو غیر زیادہ تر ٹیڑھے سے آتا تھا لیکن وہ چیزیں ہر ذرہ کے استعمال کی ہیں اور میں یہ کہتا ہوں کہ ان کو بھی تو آگ لگی ہوئی ہے۔ ایک گلی سی کو بیٹھے سب دن کی جیڑھٹ نکلوں پراگیا۔ روٹی کو دیکھ کر کہیں چوسری اور کہاں پورے سیر بھر کی بھی نہیں۔ غرض یہ

زندگی ہے کہ ایک ملوثان ہر | ہر تو ان بیٹے کے ہاتھوں مر چکے |
غریبوں کی کچھ نہ پوچھیے ایسے دن کی غریب آمدنی میں ذمہ ساری کو کھنٹی نہیں ہوتی ہر شخص
اپنی حالت میں گرفتار ہو خدا اس مذاب کو اپنے نگار بندوں کے ساتھ بہت دھڑکے جیبتان میں
جان آئے بھی تو ان سے کل اور کل سے ہر سب ہر سب ہوتی ہیں ہر سب۔

اللَّهُمَّ احْفَظْنَا مِنْ كُلِّ آيَةٍ نَسَاءُ الْبَلَاءِ نَسَاءُ رَشِيدٍ رَاشِدٍ رَاشِدٍ رَاشِدٍ

صفحہ نمبر	تیمت	مضمون شاغل
۴۳	عصر
۸	صبح
۱۲	عصر
۱۸
۳۰
۳۸
۴۳
۵۰
۶۰
۷۰
۸۰
۹۰
۱۰۰
۱۱۰
۱۲۰
۱۳۰
۱۴۰
۱۵۰
۱۶۰
۱۷۰
۱۸۰
۱۹۰
۲۰۰
۲۱۰
۲۲۰
۲۳۰
۲۴۰
۲۵۰
۲۶۰
۲۷۰
۲۸۰
۲۹۰
۳۰۰

صفحہ نمبر	تہ	نام کتاب
۳۲	۶	(۱۸) منتخب الکلیات - بچوں کے لئے چھوٹی چھوٹی کہانیاں.....
۳۲	۶	(۱۹) چند نند - بچوں کے لئے عمدہ عمدہ صحت آمیز مضامین.....
۳۲	۴۴	(۲۰) صرف صغیر - فارسی زبان کے قواعد و سلیس اردو میں.....
۳۲	۴۴	(۲۱) نصاب خسرو - میر خسرو کی ترمیم شدہ خالق باری.....
۳۲	۴۴	(۲۲) رسم الخط - املا و انشاء کے نامور بچوں کے لئے سلیس قواعد.....
۳۲	۴۴	(۲۳) میا و میا حکمت - علم منطق کے قواعد و سلیس اور عام فہم اردو میں جس پر گورنمنٹ سے پاسور و پیہ العام طہ.....
۳۲	۴۴	(۲۴) مائینیک فی الصرف - صرف عربی کے قواعد زبان اردو میں.....

زیر طبع

(۲۵) اہمات الامہ - یہ وہ کتاب ہے جو مفتی قرار دے کر مولانا پر کفر کا فتویٰ عوام تھا اسے چند مستند علماء کی نظر ثانی ترمیم اور تہذیب کے بعد خواہش مندوں کے تحت اصرار پر زیر طبع ہو۔ خواہش مند اپنا نام رجسٹر کرالیں۔

مولانا کے مقفوری کی آخری اور ناتمام تصنیف

(۲۶) مطالب القرآن کلام مجید کی کل اردو تفسیر کا حصہ اول و معتقدات صفحہ (۱۲۸) تک پوری تفسیر کو چھ حصوں میں عنایت کرنا کو خاطر تھا اور تہذیب بھی جاتی تھی آخری ہی چھپ بھی جاتی تھی۔ اس سے ہو کر مولانا کی زندگی کے چند سے اور وفات کی اور کتاب اور سوری رہ گئی۔ اس وقت اور جس حیثیت سے طیار تھی۔ ناظرین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہو۔..... معصوم حصول واک

ملنے کا پتہ

بشیر الدین احمد تعلقہ دار پبشر کھاری باولی دہلی

CALL No. { ۱۹۱۲۳۵

ACC. No. ۱۵۲۱

AUTHOR مولوی میرزا علی محمد

TITLE لکھنؤ کا مجموعہ

Date	No.	Date	No.
T 181.43		T 211204	1/855
		1340306	499



MAULANA AZAD LIBRARY ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:—

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text books and 10 Paise per volume per day for general books kept over - due.

